فقد جاءکم بشیر و نذیر واللہ علی کل شیء قدیر

بعون خالق کونین مجموعہ فتاوی شمس العلماء ناشر الحدیث حضرت مولینا امامنا

سید محمد نذیر حسین رحمۃ اللہ محدث دہلوی

المسمّٰی بہ

فتاوی نذیریہ

کی

دوسری جلد ۲

حسب فہمائش فرزانش

بہ نبیرگان حضرت شیخ الکل مرحوم سید محمد عبد السلام و سید محمد ابو الحسن صاحبان

مطبوعہ دلی پرنٹنگ ورکس دار السلطنت دہلی

تمہید

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی مَا اَسْبَغَ عَلَیْنَا نِعَمَہٗ فِی الْقَدِیْمِ وَالْحَدِیْثِ وَاَرْسَلَ اِلَیْنَا رَسُوْلَہُ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ بِاَحْسَنِ الْحَدِیْثِ الَّذِیْ بَیَّنَ لَنَا مَا اُحِلَّ لَنَا فِیْہِ مِنَ الطَّیِّبِ وَحَرَّمَ عَلَیْنَا مِنَ الْخَبِیْثِ وَوَضَعَ عَنَّا آصَارَ الرُّسُوْمِ وَاَغْلَالَ الْاَوْہَامِ فَیَسَّرَ لَنَا بِلَفْظِہِ الْیَسِیْرِ الْحَثِیْثِ وَاَوْصٰی اِلٰی اَصْحَابِہٖ وَخُلَّصِ اَحْبَابِہٖ اَنْ یُّبَلِّغُوْا عَنْہُ مَا سَمِعُوْا مِنَ الْحَدِیْثِ فَبَذَلُوْا جُہْدَہُمْ فِیْ اِشَاعَۃِ عِلْمِہٖ وَاِذَاعَۃِ اَمْرِہٖ بِالسَّیْرِ السَّرِیْعِ وَالطَّلَبِ الْحَثِیْثِ فَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلَیْہِمْ وَعَلٰی مَنْ جَلَسَ مَجَالِسَ الْعِلْمِ لِلتَّحْدِیْثِ **اَمَّا بَعْدُ** اِس مجموعہ فتاوی کے قدرے حالات ہدیہ ناظرین کرنے بھی خالی از دلچسپی نہین اِس لئے عرض ہی کہ حضرت مولانا شمس العلماء مولوی سید محمد نذیر حسین صاحب المعروف میان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو فتوے خود لکھے یا تلامذہ و فرزندان وغیرہم سے لکھوائے اور اُن کو اپنی مُہر و دستخط و اصلاح سے مزیّن فرمایا۔ اگر یہ سب دستیاب ہوتے تو یقیناً فتاوی عالمگیری سے چہار چند یا اس سے بھی زائد ہو جاتے مگر حضرت ممدوح کے زمانہ مین نہ اِس کا خیال ہوا نہ نقل فتوون کی مہلت ملی مگر چند سال عالیجناب مولوی سید محمد شریف حسین صاحب مرحوم والد ماجد احقران نے نقل کا التزام کیا مگر صاحب موصوف کی عمر نے وفا نہ کی اور چند حوادثات مثل کثرت برسات و تبدیلی مکانات وغیرہ سی یہ مجموعہ بھی مجموعہ پریشانی ہی مین رہا اور سوء اتفاق سی ایکبار آتشزدگی نے سامان خانہ داری کے علاوہ اِس مجموعہ پر بھی ہاتھ صاف کرنا چاہا مگر عجب اتفاق ہی کہ یہ مجموعہ بالکل ضائع نہ ہوا۔ البتہ اسکے درست و مرتب کرنے مین محنت کثیر و زر خطیر صرف کرنا پڑا اگرچہ اِس کام مین دیر لگی اور حضرت میانصاحب موصوف کے بعض معتقدین نے بعد انتظار بسیار نا امیدی سی اختیار کی مگر جن اجزائی سوختہ و پریشان اور جن جواہر زواہر کو فراہم و اندوختہ کرنا تھا اسکے مرتب و منسلک کرنے مین جناب مولوی شمس الحق صاحب مرحوم ڈیانوانی اور مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبارکپوری نے جس قدر محنت و جانفشانی سی کام کیا ہی وہی اسکے شاہد عادل بھی ہو سکتے ہین کہ یہ فتاوی کس قدر وقت اور صرف سے مہیا و مرتب ہوئی ہین باینہمہ علمائے کرام و ناظرین خواص و عوام سی استدعا ہے کہ جو سہو و اغلاط اس مین پائین اسکی اصلاح فرما کر خاکساران کو ذمہ لگائین، اور جسقدر حظ و فائدہ ان سی اٹھائین اس کے بدلے ہم عاجزان کو بھی دعا خیر مین شریک فرمائین + ؎ جمادے چند دادم جان خریدم ؛ بحمد اللہ عجب ارزان خریدم

الملتمسان سید محمد عبد السلام و سید محمد ابو الحسن غفر لہما

فہرست مضامین فتاوی نذیریہ جلد ثانی

کتاب البیوع

نمبر جواب	مضمون استفتاء
	رجوع بھی کر لیا پھر دوسری طلاق دیدی پھر رجوع کرنا چاہا ہندہ نے کہا کہ دوبارہ نکاح کرو اور مہر از سر نو باندھو چنانچہ ایسا ہی ہوا تو کیا اس صورت میں ہندہ دونوں مہروں کی مستحق ہے۔ یا فقط ایک کی۔
١٨٤	مختلعہ کو پہلا زوج پھر بغیر حلالہ اپنے نکاح میں لا سکتا ہے یا نہیں۔
١٨٥	صورت مسئولہ میں زید اگر پہلے بلا جبر و اکراہ اپنے آپکو مسلمان کہتا تھا اور اس کا کوئی قول فعل ایسا نہیں تھا جس سے ایمان سلب ہو تو وہ قبل از نکاح مسلمان تھا اور صورت مسئولہ میں جبکہ نکاح خوان کے اصرار پر بھی ایک مرتبہ یہ کہا کہ میں نے اسکو قبول کیا تو یہ نکاح صحیح ہے
١٨٦	صورت مرقومہ میں عمرو اور اُسکے گواہوں کا بیان بھی ضرور ہونا چاہیئے فقط زید کے گواہوں کے بیان پر فیصلہ کرنا صریح ظلم ہے۔
١٨٧	نکاح میں ماسوا ولی کے دو شاہد کا ہونا ضروری ہے بغیر دو شاہد کے نکاح منعقد نہیں ہوتا۔
١٨٨	عورت عاقلہ بالغہ ثیبہ بغیر اجازت ولی کے روبرو دو گواہوں کے اپنا نکاح کر سکتی ہے یا نہیں۔ شرائط نکاح کیا ہیں ثیبہ مذکورہ کا نکاح ولی جبراً کر سکتا ہی یا نہیں۔
١٩٠	صورت مذکورہ میں جب عورت نے اپنی بلوغت کے بعد برضا و رغبت خود والدین خود خالد سے نکاح کر لیا اور برادر زید کے ساتھ نکاح کرنے سے راضی نہیں ہے تو یہ نکاح جائز و درست ہوا اب اُسکو فسخ کرا کر برادر زید سے جائز نہیں۔
١٩١	صورت مذکورہ میں اگر نکاح کے وقت وہ لڑکی بالغہ تھی تو اس صورت میں لڑکی کو نکاح کے فسخ کا اختیار نہیں۔

نمبر جواب	مضمون استفتاء
١٩٢	صورت مذکورہ میں نکاح جائز ہے اس لیئے کہ وقوع طلاق میں کسی قسم کا شک باقی نہیں رہا۔
١٩٣	جب کوئی مشرکہ عورت مسلمان ہو جاوے اور اُسکا شوہر مسلمان نہ ہو تو اُسکی عدت تین حیض ہیں۔
١٩٤	صورت مذکورہ میں عورت مذکورہ مرد مذکور کے نکاح میں دوبارہ بتجدید نکاح سے آسکتی ہے حلالہ کی ضرورت نہیں۔
١٩٥	عاقلہ بالغہ کے نکاح منعقد ہونے کے وقت اسکی اجازت و مرضی شرط ہے۔
"	صورت مذکورہ میں یہ نکاح جائز ہے اور اس نکاح کی اولاد حلال ہے۔
١٩٦	صورت مذکورہ میں یہ نکاح فسخ ہو سکتا ہے۔
١٩٧	زید نے اپنی منکوحہ نابالغہ کو طلاق دیکر عدت کے اندر اپنے بھائی سے نکاح کر دیا اور اس لڑکی کی ماں سے خود نکاح کر لیا اسکا کیا حکم ہے۔
١٩٨	عورت مسلمان ہو جائے اور شوہر نہ ہو تو نکاح ٹوٹ گیا یا نہیں اور عدت کیا ہوگی۔
١٩٩	**مسئلہ متعہ**
٢٠١	مطلقہ مزنیہ حاملہ عدت کے اندر اپنے زانی سے نکاح کرے تو کیا حکم ہے۔
٢٠٢	قبل نکاح جو زیور وغیرہ لڑکی والوں کو دیا جاتا ہو وہ کس کا ہے
٢٠٤	منجملہ شروط صحت نکاح رضا زوجہ ہے۔
"	مادر نابالغہ کو باوجود موجود رہنے پدر نابالغہ کے اختیار اجازت دینے عقد نکاح ہے یا نہیں۔ چودہ برس کا لڑکا ایجاب قبول کرنے کا مکلف ہے یا نہیں۔
"	نابالغہ لڑکی کی طرف سے اسکے ولی کا ایجاب قبول کافی ہے یا نہیں اور باپ کا حاضر مجلس ہونا ہی یا نہیں۔ اور حسب حال مذکورہ نکاح

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جلد ثانی

کتاب البیوع

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ مثلاً دھان نقد بارہ پنسیری کے حساب سے فروخت ہوتا ہے۔ اگر اُسی دھان کو اُدھار یعنی قرض ایک من سے کے حساب سے فروخت کرے تو جائز ہے یا نہین بینوا توجروا ✣

الجواب۔ ایسی بیع جائز ہے۔ لعموم الادلۃ القاضیۃ بجوازہ کقولہ تعالے احل اللہ البیع وحرم الربوا وقولہ تعالے۔ یا ایہا الذین آمنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم وغیر ذلک من النصوص۔ قال فی النیل صفحہ ۱۳ جلد ۵ وہو مذہب الشافعیۃ والحنفیۃ والجمہور الخ ومن قال بتحریم بیع الشئے باکثر من سعر یومہ لاجل النساء تمسک بحدیث ابی ہریرۃ رضہ مرفوعا من باع بیعتین فی بیعۃ فلہ اوکسہما او الربا رواہ ابو داؤد۔ وفیہ ان فی اسنادہ محمد بن عمرو بن علقمۃ قال فی النیل صفحہ ۱۲ جلد ۵ وقد تکلم فیہ غیر واحد قال المنذری والمشہور عنہ من روایۃ الدراوردی ومحمد بن عبد اللہ الانصاری انہ صلے اللہ علیہ وسلم نہی عن بیعتین فی بیعۃ قال فی صفحہ ۱۴ جلد ۵ ولا حجۃ فیہ علے المطلوب ولو سلمنا ان تلک الروایۃ التی تفرد بہا ذلک الراوی صالحۃ للاحتجاج لکان احتمالہا التفسیر خارج عن محل النزاع کما سلف صفحہ ۱۲ جلد ۵ عن ابن رسلان (وہو ان یسلفہ دینارا فی قفیز حنطۃ الی شہر فلما حل الاجل طالبہ بالحنطۃ قال بعنی القفیز الذی لک علی الی شہرین بقفیزین فصار ذلک بیعتین فی بیعۃ لان البیع الثانی قد دخل علی الاول فیرد الیہ اوکسہما وہو الاول کذا فی شرح السنن لابن رسلان) قادحا فی الاستدلال بہا علے المتنازع فیہ علی ان غایۃ ما فیہا

الدلالۃ علی المنع من البیع اذا وقع علی ہذہ الصورۃ وہی ان یقول نقدا وبکذا ونسیئۃ بکذا الا اذا قال من اول الامر نسیئۃ بکذا فقط وکان اکثر من سعر یومہ مع ان المتمسکین بہذہ الروایۃ یمنعون من ہذہ الصورۃ ولا یدل الحدیث علی ذلک فالدلیل اخص من الدعوی وقد جمعنا رسالۃ فی ہذہ المسئلۃ وسمیناہا شفاء الغلل فی حکم زیادۃ الثمن لمجرد الاجل وحققناہا تحقیقا لم نسبق الیہ واللہ اعلم بالصواب ۔ کتبہ محمد عبداللہ۔

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ ہڈی کی تجارت جائز ہے یا نہین +

الجواب۔ ہڈی کی تجارت جائز ہے ماکول اللحم کی ہڈی ہو یا غیر ماکول اللحم کی صحیح بخاری صفحہ ۱۰ جلد ۱ مین ہے قال حماد لا باس بریش المیتۃ وقال الزہری فی عظام الموتے نحو الفیل وغیرہ ادرکت ناسا من سلف العلماء یمتشطون بہا ویدہنون فیہا لا یرون بہ باسا وقال ابن سیرین وابراہیم لا باس بتجارۃ العاج انتہے یعنی حماد بن ابی سلیمان کوفی فقیہ نے کہا کہ مردار کے پَر مین کچھ مضائقہ نہین ہے (یعنی مردہ کا پر نجس نہین ہے ماکول اللحم کا پر ہو یا غیر ماکول اللحم کا ہو) اور زہری نے مردار جانور جیسے ہاتھی وغیرہ کی ہڈیون کے بارے مین (یعنی ان جانورون کی ہڈیون کے بارے مین جو غیر ماکول اللحم ہین) کہا کہ مین نے بہت سے علمائے سلف کو پایا کہ وہ ان ہڈیونکے کنگھے استعمال کرتے تھے اور اس مین کچھ مضائقہ نہین سمجھتے تھے اور ابن سیرین اور ابراہیم نے کہا کہ ہاتھی دانت کی تجارت مین کچھ مضائقہ نہین۔ ان بہت سے علمائے سلف اور ابن سیرین وابراہیم کے اس قول کی تائید ابو داؤد کی اس حدیث سے ہوتی ہے یا ثوبان اشتر لفاطمۃ قلادۃ من عصب وسوارین من عاج اخرجہ فی باب الانتفاع بالعاج۔ عون المعبود صفحہ ۱۴۱ جلد ۴ مین ہے۔ قال الخطابی فی المعالم العاج الذبل وہو عظم ظہر السلحفاۃ البحریۃ فاما العاج الذی تعرفہ العامۃ فہو انیاب الفیل وہو میتۃ لا یجوز استعمالہ انتہے قال التورپشتی بعد ما نقل عبارۃ الخطابی

ع مطبوعہ انصاری دہلی مع فتح الباری ۱۲ ...... لہ ناسا ای کثیرا والتنوین للتکثیر کذا فی فتح الباری ۱۲

ﷲ کذا فی فتح الباری ۱۲ ﷲ کذا فی فتح الباری ۱۲ ﷲ قولہ۔ یا ثوبان اشتر لفاطمۃ قلادۃ الخ اقول۔ اس حدیث کو امام احمد اور ابو داؤد نے حمید بن ابی حمید الشامی سے اور انہون نے سلیمان المنبہی سے اور انہوں نے ثوبان سے روایت کیا ہے یحیی بن معین وغیرہ نے حمید اور سلیمان دونون کو مجہول اور غیر معروف بتایا ہے۔ مگر ابن حبان نے ان دونون یعنی حمید شامی کندی اور سلیمان بن عبداللہ منبہی کو اپنی کتاب الثقات مین ذکر کیا ہے اور باقی رجال ابو داؤد کے سب ثقہ ہین۔ اور اس باب مین ایک ضعیف روایت اور بھی آئی ہے اخرج البیہقی فی سننہ عن بقیۃ عن عمرو بن خالد عن قتادۃ عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یمتشط بمشط من عاج انتہے قال وروایۃ بقیۃ عن شیوخہ المجہولین ضعیفۃ انتہے قال الزیلعی واہم لعوالہ عن شیوخہ المجہولین ان الواسطی مجہول ولیس کذلک انتہے نصب الرایۃ جلد ۲ صفحہ ۶۲ و ۶۳ تہذیب التہذیب تقریب التہذیب میزان الاعتدال ۱۲۔ ابو سعید محمد شرف الدین مصحح +

ہذہ من العجیب العدول عن اللغۃ المشہورۃ الی مالم یشتہر من اہل اللسان والاشہر ان العاج عظم انیاب الفیلۃ و علے ہذا الفسرہ الناس اولہم وآخرہم انتہے قال القاری لعل وجہ العدول ان عظم المیت نجس عندہ قلت لا شک ان وجہ العدول ہو ما قال القاری کما یظہر من عبارۃ الخطابی وقد وقع الاختلاف فی عظم الفیل فعند الشافعی نجس وعند ابی حنیفۃ طاہر ونقل عن شیخ الاسلام الحافظ ابن تیمیۃ رح انہ قال عظم المیتۃ لیس نجس ولا تحلہ الحیاۃ وقد اتخذ الصحابۃ رضی اللہ عنہم امشطۃ من عظام الفیل فلو کان نجسا ما اتخذوہ انتہے - واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ - ابو العلی محمد عبد الرحمن | سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بیعنامہ میں ایسی شرط کا درج کرنا جس کی وجہ سے آئندہ فریقین کو معاملہ بیع میں موقع نزاع کا پیدا ہوتا ہو اور بیع اس کی وجہ سے باطل اور کالعدم ہو جاتی ہو شرعاً جائز ہے یا نہیں۔ شرط یہ ہے اگر جملہ مراتب مندرجہ اقرارنامہ ثالثی منفصل ہو کر نافذ نہ ہو جائیں تو بیعنامہ بھی معدوم سمجھا جاویگا - اور ہر فریق اپنی اپنی حالت موجودہ سابق قبل کارروائی کا پابند ہو جاویگا بینوا توجروا +

الجواب - عقد بیع ایسی شرط کا متحمل نہیں ہو سکتا - اگر عقد میں ایسی شرط کی جاویگی فاسد ہو جاویگا - درمختار میں ہے ولا یصح بیع بشرط الخ - عالمگیری میں ہے - ان کان الشرط شرطا لم یعرف ورود الشرع بجوازہ فی صورۃ وہو لیس بمتعارف ان کان لاحد المتعاقدین فیہ منفعۃ او کان للمعقود علیہ منفعۃ والمعقود علیہ من اہل ان یستحق حقا علی الغیر فالعقد فاسد کذا فی الذخیرۃ الخ - ہدایہ میں ہے قد نہی[۱] النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن بیع وشرط ولکل شرط لا یقتضیہ العقد وفیہ منفعۃ لاحد المتعاقدین او للمعقود علیہ وہو من اہل الاستحقاق یفسدہ اہ - اور ایسے عقد کا فسخ عاقدین پر واجب ہے درمختار میں ہے ویجب علی کل واحد منہما فسخہ (ای فسخ البیع الفاسد) قبل القبض او بعدہ مادام المبیع بحالہ جوہرۃ فی ید المشتری اعداما للفساد لانہ معصیۃ فیجب رفعہا اہ - واللہ اعلم بالصواب - کتبہ محمد المعروف بحامد رضا بریلوی عفی عنہ +

سید محمد نذیر حسین

سوال - ایک شخص اپنے مکان میں غلہ گندم رکھتا ہے اور وہی شخص یعنی اس کا مالک گندم کو نقد فی روپیہ پچیس سیر فروخت کرتا ہے اور اگر مہلت پر بطور قرضہ کے دیوے تو فی روپیہ بیس سیر دیتا ہے یہ بیع حلال ہے یا حرام بینوا توجروا +

الجواب - اگر بائع نقد کی صورت یا ادھار کی صورت کو متعین کر کے فروخت کرے تو بیع حلال و جائز ہے یعنے بائع بیچنے کے وقت خریدار سے کہے کہ میں تیرے ہاتھ اس غلہ کو نقد فی

---

۱ اخرجہ الطبرانی فی معجمہ الاوسط من طریق ابی حنیفۃ عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ نہی عن بیع وشرط انتہے وضعفہ ابن القطان ملتقط ...... من نصب الرایہ صفحہ ۱۷ جلد ۲ - ابو سعید محمد شرف الدین

روپیہ پچیس سیر فروخت کرتا ہوں یا یوں کہے کہ اس غلہ کو اُدھار فی روپیہ بیس سیر فروخت کرتا ہوں تو بیع جائز و درست ہے۔ لعموم الادلۃ القاضیۃ بجوازہ اور اگر نقد کی صورت یا اُدھار کی صورت کو خاص اور متعین کرکے فروخت نہ کرے تو بیع حرام و ناجائز ہے یعنی فروخت کے وقت یوں کہے کہ اس غلہ کو تیرے ہاتھ نقد فی روپیہ پچیس سیر اور اُدھار فی روپیہ بیس سیر فروخت کرتا ہوں اور نقد کی صورت کو یا اُدھار کی صورت کو خاص و متعین نہ کرے تو اس طرح کی بیع ناجائز ہے جامع ترمذی میں ہے۔ عن ابی ہریرۃ قال نہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عن بیعتین فی بیعۃ وقد فسر بعض اہل العلم قالوا بیعتین فی بیعۃ ان یقول ابیعک ہذا الثوب بنقد بعشرۃ وبنسیئۃ بعشرین ولا یفارقہ علے احد البیعین فاذا فارقہ علے احدہما فلا باس اذا کانت العقدۃ علے احد منہما انتہے۔ کتبہ علی محمد

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مردار کی کھال قبل دباغت کے فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں کوئی حدیث یا کوئی عبارت کتب معتبرہ مع حوالہ کتب تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب۔ جمہور علما کے نزدیک مُردار کی کھال کو قبل دباغت کے فروخت کرنا جائز نہیں ہے اور زہری کے نزدیک جائز ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا بھی میلان جواز ہی کی طرف معلوم ہوتا ہے۔ جمہور کی دلیل صحیح مسلم اور سنن کی یہ حدیث ہے۔ عن ابن عباس قال تصدق علی مولاۃ لمیمونۃ بشاۃ فماتت فمر بہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقال ہلا اخذتم اہابہا فدبغتموہ فانتفعتم بہ فقالوا انہا میتۃ فقال انما حرم اکلہا رواہ الجماعۃ الا ابن ماجہ قال فیہ عن میمونۃ جعلہ من مسندہا ولیس فیہ للبخاری والنسائی ذکر الدباغ بحال کذا فی نیل الاوطار جلد ا صفحہ ۵۹۔ اور زہری کی دلیل صحیح بخاری کی یہ حدیث ہے۔ عن ابن عباس ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مر بشاۃ میتۃ فقال ہلا استمتعتم باہابہا قالوا انہا میتۃ قال انما حرم اکلہا۔ جمہور نے زہری کی اس دلیل کا یہ جواب دیا ہے کہ صحیح بخاری میں ابن عباس کی یہ روایت مطلق ہے اور صحیح مسلم وغیرہ میں ابن عباس کی اس روایت میں دباغت کی قید آئی ہے پس ابن عباسؓ کی روایت مطلقہ مقیدہ پر محمول ہوگی۔ حافظ ابن حجر فتح الباری صفحہ ۱۴۳ جزء ۲۲ میں ابن عباس کی روایت مطلقہ کے تحت میں لکھتے ہیں۔ استدل بہ الزہری بجواز الانتفاع بجلد المیتۃ مطلقا سواء دبغ اولم یدبغ لکن صح التقیید من طرق اخری بالدباغ وہی حجۃ الجمہور انتہے۔ اور قاضی شوکانی نیل الاوطار صفحہ ۶۲ جلد ا میں لکھتے ہیں ولعلہ لم یبلغ الزہری بقیۃ الروایات وسائر الاحادیث وقد ردہ فی البحر بمخالفۃ الاجماع انتہے۔ اور امام نووی شرح صحیح مسلم صفحہ ۱۵۹ جلد ا میں لکھتے ہیں۔ وقد یحتج للزہری بقولہ صلے اللہ علیہ وسلم الا انتفعتم باہابہا ولم یذکر دباغہا ویجاب عنہ بانہ مطلق وجاءت الروایات الباقیۃ ببیان الدباغ وان دباغہ طہورہ انتہے۔ کتبہ

لہ اخرجہ ایضا احمد والنسائی وصححہ الترمذی نیل جلد ۵ صفحہ ۱۲۔ ابو سعید محمد شرف الدین

محمد عبدالرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ ۔ | ابوالعلی محمد عبدالرحمن | سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بنارسی دوپٹہ یا کلابتونی کلاہ یا ٹاٹ بافی جوتا ادھار فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں۔ سوال دوم۔ کسی چیز کو کسی شخص سے جاکڑے کے طور پر لیکر پھر اس کی بیع کرنا جائز ہے یا یہ بیع حدیث لا تبع مالیس عندک کا مصداق ہے اور ناجائز ہے۔ سوال سوم۔ آڑھتی اپنی سعی و محنت کا حق مشتری سے لیتا ہے اگر وہ بائع سے بھی کچھ لینا ٹھیرا لے جو درحقیقت وہ بھی مشتری ہی کی گرہ سے شئے مبیعہ کی قیمت بڑھا کر نکلے گا تو جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب۔ (۱) بنارسی دوپٹہ یا کلابتونی کلاہ یا ٹاٹ بافی جوتا اُدھار فروخت کرنیسے کوئی دلیل شرعی مانع نہیں لہذا اس کے جواز میں کلام نہیں۔ صرف بیع صرف میں (جس میں دونوں جانب اثمان ہوتے ہیں) اُدھار کی ممانعت وارد ہے۔ مگر اشیاء مذکورہ اثمان سے نہیں ہیں بلکہ مبیعات سے ہیں۔ برہان شرح مواہب الرحمان میں ہے۔ الصرف فی اللغۃ الزیادۃ منہا سمیت النافلۃ صرفا لزیادتہا علی الفرائض وفی الشرع بیع الثمن ای الذہب والفضۃ بالثمن جنسا بجنس کذہب بذہب او فضۃ بفضۃ او جنسا بغیر جنس کذہب بفضۃ او فضۃ بذہب وفی المبسوط الاموال ثلثۃ انواع نوع ثمن علی کل حال وہو الدراہم والدنانیر صحبہا حرف الباء اولا کان ماقابلہما من جنسہا اولا ونوع مبیع علی کل حال وہو مالیس من ذوات الامثال کالعروض والثیاب والدواب والممالیک ونوع مبیع من وجہ ثمن من وجہ کالمکیل والموزون فان کان معینا فی العقد کان مبیعا فان لم یکن معینا فیہ فان صحبہ حرف الباء او قابلہ مبیع فہو ثمن وفی شرح الوافی ونوع ثمن بالاصطلاح وہو سلعۃ فی الاصل کالفلوس فان کان رائجا کان ثمنا وان کان کاسدا کان سلعۃ و ہذا لان الثمن عند العرب مایکون دینا فی الذمۃ کذا قال الفراء والنقود لا تستحق فی العقد الا دینا فی الذمۃ فکانت ثمنا فی کل حال والعروض لا تستحق فی العقد الا عینا فکانت مبیعۃ والمکیل والموزون تستحق عینا بالعقد تارۃ و دینا اخری فکانت ثمنا فی حال مبیعا فی حال ومن حکم الثمن ان لا یشترط وجودہ فی ملک العاقد عند العقد ولا یبطل العقد بفوات تسلیمہ ویصح الاستبدال بہ وحکم المبیع بخلافہ۔ اس عبارت کی شہادت سے اشیاء مذکورہ مبیعات ہیں نہ اثمان۔ اولاً اس لئے کہ یہ عروض ہیں نہ نقود۔ ثانیاً اس لئے کہ عقد سے انکے عین کا استحقاق ہوتا ہے یہ ذمہ پر دین نہیں ہوتیں ثالثاً بوقت بیع ان کا ملک بائع میں ہونا ضروری ہوتا ہے ورنہ عقد باطل ہوتا ہے۔ رابعاً ان کا استبدال جائز نہیں ہوتا۔ اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ ان اشیاء میں جو کلابتون لگا ہوا ہے وہ ان کو سیف محلی کی نظیر بناتا ہے جس کو برہان شرح مواہب الرحمن اور دیگر کتب فقہ میں بنظر حصہ چاندی کے چاندی کے حکم میں ٹھیرایا ہے اور اس میں اُدھار کو ناجائز کہا ہے۔ ایسا ہی کتب احادیث ابوداؤد و منتقی الاخبار وغیرہ میں حدیث مشہور فضالہ بن عبید سے جس میں زرزدار ہار کو بلاتفصیل و تمییز زر کے بیع کرنیسے منع کیا ہے اور استنباط کیا ہے کہ حلیہ سیف یا قلادہ

زر کی بیع دینار سے بلا تمیز و استفصال جائز نہیں ہے جس سے اُدھار کی بھی ممانعت نکلتی ہے تو اس کا
جواب یہ ہے کہ ان اشیا میں اور قلادہ یا سیف محلی میں فرق ہے تلوار یا قلادہ سے استفصال
اور تمیز زر و سیم کے بعد (بلا ضرر ہو خواہ بضرر) جو چیز حاصل ہوتی ہے وہ عرفاً و شرعاً چاندی و سونا
کہلاتی ہے جو اثمان سے ہے بخلاف ان اشیاء کے کہ ان سے استفصال سے جو چیز حاصل ہوتی
ہے وہ چاندی یا سونا نہیں بلکہ ایک چیز کلابتون کہلاتی ہے جو شرعاً و عرفاً سونا چاندی نہیں
ہوئی بلکہ چاندی یا سونے یا تانبے اور سوت یا ریشم سے مرکب ایک تیسری چیز ہوتی ہے لہذا
اسکا قیاس سونے چاندی پر قیاس مع الفارق ہے۔ ہاں جب بعینہ خود کلابتون یا گوٹا کناری ہو تو وہ
بنظر اپنے جز و مصاحب کے سونے چاندی کے حکم میں ہوگی کیونکہ اس تمیز و استفصال کے
بعد جو چیز حاصل ہوتی ہے وہ سونا یا چاندی کہلاتی ہے لہذا اس کی بیع حنفی مذہب میں سیف محلی
کے حکم میں ہوگی۔ اور اگر کپڑے یا جوتے میں سونے کا تار بنا ہوا ہو یا لگا ہوا ہو تو بعد انفصال و تمیز
کے سونا یا چاندی کہلاتی ہے تو وہ بھی گوٹا و کناری کی مانند سیف محلی کے حکم میں ہے۔ الحاصل
پارچہ جات وغیرہ عروض کے ساتھ ملنے والی چیز اگر چاندی سونے کے نام سے موسوم ہو اور عرفاً و شرعاً
اس پر ان ناموں کا اطلاق ہو سکے تو وہ باتفاق فقہ و حدیث عروض کو بھی اثمان کے حکم میں کر دیگی
ورنہ نہیں ایسا ہی درمختار اور اس کے حاشیہ رد المحتار سے مفہوم ہوتا ہے درمختار میں ہے۔

والاصل انہ متی بیع نقد مع غیرہ کمفضض و مزرکش بنقد من جنسہ شرط زیادۃ الثمن فلو مثلہ او اقل او جہل بطل و
ولو بغیر جنسہ شرط التقابض فقط رد المحتار صفحہ ۲۶۳ جلد ۴ میں ہے۔ قولہ کمفضض و مزرکش الاول ما رصع
بفضۃ او البس فضۃ کسرج من خشب البس فضۃ والثانی فی العرف ہو المطرز بخیوط فضۃ او ذہب
و بہ عبر فی البحر و اما حلیۃ السیف فتشمل ما اذا کانت الفضۃ غیر ذلک کقبیعۃ السیف تامل و خرج المموہ
کما علمت آنفا تنبیہ لم یذکر حکم العلم فی الثوب و فی الذخیرۃ و اذا باع ثوبا منسوجا بذہب بالذہب الخالص لابد
لجوازہ من الاعتبار و ہو ان یکون الذہب المنفصل اکثر و کان ینبغی ان یجوز بدونہ لان الذہب الذی نسج خرج
عن کونہ وزنیا و لذا لا یباع وزنا لکنہ وزنی بالنص فلا یخرج عن کونہ مال ربا ثم قال و فی المنتقی ان فی اعتبار
الذہب فی السقف روایتین فلا یعتبر العلم فی الثوب و عن ابی حنیفۃ و ابی یوسف انہ یعتبر ثم نقل عن التتار
خانیۃ ما حاصلہ عدم اعتبار علم الثوب والابریسم فی الذہب لکونہ تبعا محضا و نقل عن الکافی عدم اعتبار
المموہ ثم قال قد علم بہذا ان الذہب ان کان عینا قائمۃ فی المبیع کمسامیر الذہب و نحوہا فی السقف مثلا
یعتبر کطوق الامۃ و حلیۃ السیف و مثلہ المنسوج بالذہب فانہ قائم بعینہ غیر تابع بل ہو مقصود بالبیع کالحلیۃ
والطوق و بہ صار الثوب ثوبا و لذا یسمی ثوب ذہب بخلاف المموہ لانہ مجرد لون لا عین قائمۃ و بخلاف
العلم فی الثوب فانہ تبع محض فان الثوب لا یسمی بہ ثوب ذہب الی ان قال و لا کذلک علم الثوب لانہ تبع

اہدر اعتبارہ حتی حل استعمالہ لکن ینبغی انہ لوزاد علی اربعۃ اصلع ان یعتبر ہینا ایضا انتہی مختصرا۔ اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی کپڑے مین سونے یا چاندی کا تار بنا ہوا ہو تو وہ لائق لحاظ ہے یعنی اس کی بیع نقود سے دست بدست ہونی چاہیئے گو اسکے ساتھ ریشم بھی ہو کیونکہ اصل مقصود نہین ہوتا اور اگر تار سونے چاندی کا نہین ہے بلکہ کوئی چیز ملمع کی ہوئی ہے اور اس پر سونے چاندی کا صرف رنگ ہے تو وہ لائق لحاظ نہین۔ اور اگر سونے چاندی کا تار کپڑے مین صرف کنارہ پر ہو تو وہ بھی بشرطیکہ چار انگشت سے زائد نہ ہو لائق لحاظ نہین ہے۔ ہم نے جواب مین بھی احتیاط کی ہے اس شرط کے ساتھ بھی سونے چاندی کے تار سے۔ بیع کا لحاظ ضروری ٹھیرایا ہے۔ اور یہ کہا ہے کہ جو چیز مبیعہ سے جدا ہونیکے بعد چاندی سونا کہلاوے وہ بہر صورت تابع ہو خواہ مقصود لائق لحاظ ہے اور جو چاندی سونا نہ کہلاوے مثلاً کلابتون یا ملمع وہ لائق لحاظ نہین ہے واللہ اعلم وعلمہ اتم۔ دوسرے سوال کا جواب۔ اس سے بھی کوئی دلیل مانع نہین اور یہ بیع حدیث لا تبع ما لیس عندک کا مصداق نہین۔ اس حدیث مین اس چیز کی بیع سے ممانعت ہے جو بوقت بیع بائع کی ملک مین نہ ہو اور صورت سوال مین بائع پہلے ایک چیز کو جاکر کے طور پر (جسکو شرع مین بیع بشرط خیار کہتے ہین) خرید کر اپنی ملک مین لے آتا ہے اور پیچھے اسکے بیع کرتا ہے لہذا وہ بلاشبہ جائز ہے واللہ اعلم وعلمہ اتم۔ جواب سوال سوم۔ آڑھتی اپنی سعی ومحنت کا حق واجرت مشتری سے لے لیتا ہے تو پھر اس کا بائع سے کچھ ٹھیر الینا کہ وہ بھی درحقیقت مشتری کی گرہ سے شے مبیعہ کی قیمت بڑھا کر نکلتا ہے ناجائز اور صریح خیانت ہے جس کا سائل کو بھی اعتراف ہے۔ پھر اس کا جواز پوچھنا کیا معنے رکھتا ہے واللہ اعلم وعلمہ اتم۔ ابو سعید محمد حسین۔

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ مردار کا چمڑا بلا مدبوغ خرید و فروخت کرنا اور منفعت وقیمت کھانے وپینے مین استعمال کرنا جائز ہے یا نہین بینوا توجروا۔

الجواب۔ جائز نہین ہے جواز کے لئے دباغت شرط ہے فی المنتقی صفحہ ۸۔ عن ابن عباس قال تصدق علی مولاۃ لمیمونۃ رض بشاۃ فماتت فمر بہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقال ہلا اخذتم اہابہا فدبغتموہ فانتفعتم بہ فقالوا انہا میتۃ فقال انما حرم اکلہا رواہ الجماعۃ الا ابن ماجۃ قال فیہ عن میمونۃ جعلہ من مسندہا ولیس فیہ للبخاری والنسائی ذکر الدباغ بحال وفی لفظ لاحمد ان داجنا لمیمونۃ ماتت فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الا انتفعتم باہابہا الا دبغتموہ فانہ ذکاتہ وعن ابن عباس رض قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ایما اہاب دبغ فقد طہر رواہ احمد ومسلم وابن ماجۃ والترمذی وعن عائشۃ رض ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم امر ان ینتفع بجلود المیتۃ اذا دبغت رواہ الخمسۃ الا الترمذی وللنسائی سئل النبی صلے اللہ علیہ وسلم عن جلود المیتۃ فقال دباغہا ذکاتہا وللدارقطنی عنہا عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال طہور کل ادیم دباغہ

قال الدار قطنی اسنادہ کلہم ثقات وعن ابن عباس رضہ قال ماتت شاۃ لسودۃ بنت زمعۃ فقالت یا رسول اللہ ماتت فلانۃ تعنی الشاۃ فقال فلولا اخذتم مسکہا قالوا انا خذ مسک شاۃ قد ماتت فقال لہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انما قال اللہ تعالے قل لا اجد فیما اوحی الی محرما علی طاعم یطعمہ الا ان یکون میتۃ او دما مسفوحا او لحم خنزیر وانتم لا تطعمونہ ان تدبغوہ تنتفعوا بہ فارسلت الیہا فسلخت مسکہا فدبغتہ فاتخذت منہ قربۃ حتی تخرقت عندہا رواہ احمد باسناد صحیح اہ فان اختلج فی صدرک انہ قد ورد فی روایۃ البخاری ومالک فی الموطا واحمد فی مسند وبعض طرق النسائی وغیرہم ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال فی شاۃ مولاۃ میمونۃ رضہ ہلا انتفعتم باہابہا قالوا انہا میتۃ قال انما حرم اکلہا ولم یذکر الدباغ فدل ذلک علے ان جلد المیتۃ یحل الانتفاع بہ من غیر حاجۃ الی دباغہ انزیح ذلک بانہ قد ورد التقیید بالدباغ فی روایات اخری صحیحۃ والاخبار تفسر بعضہا بعضا فوجب الاخذ بہ واللہ تعالے اعلم بالصواب۔ کتبہ محمد عبد اللہ + مدرسہ احمدیہ آرہ

سید محمد نذیر حسین | محمد بشیر

سوال۔ کیا فرماتے ہین علماے دین اِس مسئلہ مین کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد چاہنا یعنی یون کہنا کہ فلان کام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد سے کرون گا جائز ہے یا نہین اس کا جواب فقہا کے قول سے تحریر فرماوین۔ سوال دوم۔ سنار کی خاک خریدنا جس مین سونا چاندی دونون ملے ہوئے ہین اور دونون مین سے کسی کا انداز معلوم نہین کہ سونا کس قدر ہے اور چاندی کس قدر ہے جائز ہے یا نہین۔ اس کا جواب موافق کتاب اللہ وسنت رسول اللہ تحریر فرمائین۔ سوال سوئم۔ رجواڑے ملک مین بکری پر محصول لگایا گیا ہے کہین آٹھ آنہ اور کہین چار آنہ بروقت خرید بیچنے خریدار سے لیا جاتا ہے اس محصول کا ٹھیکہ دیا جاتا ہے کبھی تمام ریاست کا ایک شخص کو اور کبھی ایک ایک ضلع کا ایک ایک شخص کو اور تعداد نہ بکری کی معلوم ہوتی ہے اور نہ محصول کی کہ کس قدر حاصل ہوگا۔ سو ایسا ٹھیکہ لینا جائز ہے یا نہین بینوا توجروا +

الجواب۔ جواب سوال۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد چاہنا یعنی یون کہنا کہ فلان کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد سے کرون گا جائز نہین ہے کیونکہ یہ شرک ہے مجمع البحار مین ہے۔ کرہ مالک ان یقول زرنا قبرہ صلے اللہ علیہ وسلم وعللوہ بان لفظ الزیارۃ صار مشترکا بین ما شرع وما لم یشرع فان منہم من قصد بزیارۃ قبور الانبیاء والصلحاء ان یصلی عند قبورہم ویدعو عندہا ویسئلہم الحوائج وہذا لا یجوز عند احد من علماء المسلمین فان العبادۃ وطلب الحوائج والاستعانۃ حق اللہ وحدہ انتہے۔ جواب سوال دوم۔ سُنار کے کارخانہ کی راکھ جس کو نیارہ کہتے ہین خریدنا جائز ہے بشرطیکہ پیسون سے خریدی جائے کیونکہ اس صورت مین جنس کا اختلاف ہوجاتا ہے اور فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فاذا اختلفت ہذہ الاجناس فبیعوا کیف شئتم اذا کان یدا بید رواہ مسلم۔ یعنی جب جنس مختلف ہون تو جس طرح

چاہو خرید و فروخت کرو یعنی اختلاف اجناس کی صورت مین کمی و بیشی کا کچھ مضائقہ نہین۔ اور اس راکھ کو چاندی سے یا سونے سے خریدنا جائز نہین ہے کیونکہ معلوم نہین کہ راکھ مین کس قدر سونا ہے اور کس قدر چاندی ہے۔ اور چاندی کا چاندی سے خریدنا اور فروخت کرنا کمی و بیشی کے ساتھ جائز نہین ہے۔ اسی طرح سونے کا سونے سے خرید و فروخت کرنا بھی کمی و بیشی کے ساتھ جائز نہین فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ لاتبیعوا الذہب بالذہب الا مثلا بمثل ولا تشفوا بعضہا علی بعض ولا تبیعوا الورق بالورق الا مثلا بمثل ولا تشفوا بعضہا علی بعض متفق علیہ۔ جواب سوال سوم۔ بکریون پر محصول لگانا اور خریدنے کے وقت خریدار سے لینا صریح ظلم ہے اور اس کا ٹھیکہ لینا ظلم پر اعانت کرنا ہے اور اعانت علی الظلم حرام و ناجائز ہے قال اللہ تعالے ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان۔ پس ایسا ٹھیکہ لینا جائز نہین ہے واللہ تعالے اعلم حررہ علی احمد۔

سید محمد نذیر حسین

مسئلہ۔ معلوم کرنا چاہئے کہ خاک زرگری کی خرید و فروخت کرنا بخلاف جنس جائز و روا ہے۔ تراب الصاغۃ انما لایجوز بیعہ بجنسہ لاحتمال الربوا حتی لو باعہ بخلاف جنسہ جاز کذا فی الہدایۃ وغیرہا من کتب الشریعۃ واللہ اعلم بالصواب۔ الراقم العاجز محمد نذیر حسین۔

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ بیع ایسے مریض مرض الموت کی جس کو شدت المرض سے اپنی خبر نہ ہو اور معاملات و عقود کے سمجھنے پر قادر نہ ہو حتی کہ ثمن مبیع تک گن لینے اور اس پر تصرف کرنے کی قدرت نہ رکھتا ہو اور مشتری کے کلام کو سننے اور سمجھنے کی طاقت بھی اسے نہ ہو صحیح ہے یا باطل اور ایسی بیع سے ملک مشتری مبیع مین ثابت ہوگی یا نہ بینوا توجروا

الجواب۔ صورت مرقومہ مین معلوم ہو کہ ایسے مریض کی بیع صحیح نہین ہے اور ایسی بیع سے مبیع مین ملک مشتری ثابت نہین ہوگی سبل السلام شرح بلوغ المرام مین ہے۔ وقد جعلوا شروط البیع انواعا منہا فی العاقد وہو ان یکون عاقلا ممیزا انتہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بیع کی صحت کیلئے ضرور ہے کہ بائع وقت بیع کے عاقل و ممیز ہو اور صورت مسئولہ مین یہ بات مفقود ہے لہذا یہ بیع صحیح و درست نہین ہوئی اور جب صحیح و درست نہین ہوئی تو مشتری مبیع کا مالک کیونکر ہو سکتا ہے واللہ اعلم بالصواب حررہ السید عبد الحفیظ عفرلہ۔

وقت بیع کے یعنی وقت ایجاب و قبول کے عاقدین کے ہوش و حواس و عقل کا ہونا شرط ہے بلوغ شرط نہین ہے۔

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ زید نے ایک مکان ملکیت اپنی بقیمت مبلغ چھ سو چھپن روپیہ بیع صرف قبالہ دو دلالی وغیرہ کے بدست عبد اللہ شفیع کے بتاریخ ۲۳۔ ربیع الاول ۱۳۱۵ھ

بیع قطعی کیا اور مبلغ پچیس روپیہ بیعانہ کے لیئے اور ۲۴-رجب ۱۳۱۵ھ کو مبلغ سات روپیہ زید نے مشتری سے واسطے خرید کاغذ اسٹامپ کے لیئے اور قبالہ تحریر کرا کر بحق مشتری واسطے تصدیق کرانے قبالہ کے زید یعنی بائع گیا - چونکہ مکان مذکور بعوض تین سو روپیہ کے رہن تھا اور باسٹھ روپیہ سود کے دینے ہو گئے تھے مرتہن نے عبد اللہ مشتری سے یہ کہا کہ تین سو باسٹھ روپیہ جو میرے بذمہ زید واجب الوصول ہین وضع کر کے اپنے پاس رہنے دینا زید بھی اس بات پر راضی ہو گیا جب زید محکمہ رجسٹرار مین گیا اور قبالہ رجسٹری ہونے لگا تو زید نے تین سو پچاس روپیہ دینے اقبال کئے اور یہ کہا کہ بارہ روپیہ سود کے مشتری علاوہ زر قیمت مقررہ مکان مبیعہ کے دیوے - مشتری نے بوجہ معاملہ سود بارہ روپیہ دینے سے انکار کیا اسوجہ سے قبالہ رجسٹری نہین ہوا - رجسٹرار نے واپس کر دیا - بعد ازین جو وقتا فوقتا بائع سے واسطے تصدیق کرانے قبالہ کے کہا گیا تو وہ وعدہ امروز فردا کرتا رہا - آخر کار آخر ذی الحجہ ۱۳۱۵ ہجری مین بائع فوت ہو گیا - اور بیعنامہ تحریر شدہ اقراری زید جو اس کے دستخط و شہادت شفیعان وغیرہ سے مزین و مرتب تھا تصدیق کرانے سے رہ گیا - زید نے چار وارث چھوڑے ایک زوجہ ایک بیٹی دو بیٹے تینون بچے بالغ ہین اس کے ورثا سے بارہا واسطے تکمیل کرانے بیعنامہ کے کہا وہ آج کل کرتے رہے جب زیادہ تاکید سے کہا گیا تو انہون نے تکمیل بیعنامہ سے انکار کیا اور جواب دیا کہ جس نے بیعنامہ کیا تھا وہ مر گیا اب بیع فسخ ہو گئی لہذا دریافت کیا جاتا ہے کہ یہ بیع عند الشرع صحیح رہی یا فسخ ہو گئی اور زید کے ورثا پر تکمیل کرانا بیعنامہ کا لازم ہے یا نہین اور بصورت فسخ ہونے بیع کے جو بتیس روپیہ زید نے لئے تھے وہ اس کے ورثا کو ادا کرنے پہنچتے ہین یا نہین +

الجواب - صورت مذکورہ مین جب بیع قطعی ہو گئی اور بعد وفات بائع کے وارثون نے بھی معاملہ بیع کو تسلیم کر لیا تو اب ورثا کے ذمہ لازم ہے کہ حسب قانون تصدیق بیع کرا دیوین - اور اگر فریقین کی رضامندی سے معاملہ فسخ ہو جائے تو زر بیعانہ مشتری کو واپس کر دیوین العربون لمن عربنا بیعانہ مشتری کا ...... رہتا ہے جبتک مبیع مشتری کے قبضہ مین نہ جاوے فقط واللہ تعالے اعلم بالصواب +

یقال لہ ابراہیم | فقیر محمد حسین

سید محمد نذیر حسین

سوال - چہ مے فرمایند علمائے دین درین باب کہ یک قطعہ اراضی سکنی مشترکہ پنجاہ کس است و منجملہ آن ہشت کس یا نہ کس بلا تقسیم از طرف خود ہا تمام و کمال اراضی مذکورہ در غیبت چہل و یک کس باقیماندہ بلا رضامندی اینہا فروخت کردہ از روے شرع شریف این چنین بیع جائز است یا نے +

الجواب- درصورت مرقومہ این چنین بیع جائز نخواہد بود بے اجازت دیگر شرکاء چہ بیع کردن مال غیر را خواہ منقولی باشد یا غیر منقولی مانند زمین ومکان وباغ از طرف مالکش اگر فروختہ باشد بے اجازت آن موقوف خواہد ماند بر اجازت مالک آن واگر بلا اجازت آنرا ملک خود قرار دادہ خواہد فروخت پس این بیع باطل خواہد شد بموجب روایت بحر الرائق واشباہ وقف بیع مال الغیر علی انہ لمالکہ قید ببیعہ لمالکہ لان بیعہ لنفسہ باطل کذا فی البحر والاشباہ عن البدائع کذا فی الدر المختار۔ ونیز این بیع بنابر متعلق بودن حق شفعاء کہ خلیط در نفس بیع ہستند باجازت ایشان موقوف خواہد شد وآن ہشت کسان بے اطلاع ورضاء دیگر شرکاء کہ چہل ویک کس ہستند حصہ ہائے خود فروختن نمی توانند واگر بے اطلاع دیگر شرکاء فروختند دیگر آنرا اختیار فسخ کنانیدن آن بیع ہا نیز میرسد کہ آنرا فسخ کنانیدہ باخود ہا خرید کنند چنانچہ در ہدایہ وشرح وقایہ ودر مختار وفتاوے عالمگیری وغیرہ مذکور است ودر حدیث شریف وارد است کہ ہر کہ زمین غیر را از راہ غصب خواہد گرفت ہفت طبقہ زمین در گردن او طوق کردہ خواہد شد۔ یعنی درین عذاب گرفتار خواہد شد واللہ اعلم بالصواب حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ +

سید محمد نذیر حسین

مسئلہ- بیع سلم یعنی بدنی کرنا کاشتکار وغیرہ سے ساتھ نرخ معلوم کے گندم ہو یا جو ہو بصفت معلومہ اور ساتھ اجل معلوم کے درست ہے بلا کراہت جیسا کہ کتب احادیث اور فقہ سے واضح ہوتا ہے اور یہ شرط کر کر بدنی کرنا کہ بروقت فصل کے بازار کے نرخ سے سیر دو سیر مثلاً زیادہ لیں گے جائز نہیں ہے شرعاً۔ حررہ السید محمد نذیر حسین عفی عنہ +

سید محمد نذیر حسین

مسئلہ- اچاپت استحسانا جائز اور درست ہے۔ یعنی غلہ قرض لینا بنیا بقال سے ہر روز تھوڑا تھوڑا اور بعد چند روز کے حساب کر کے دام غلہ کا دیدینا ہوتا ہے تو اس طرح کی بیع وشرا بنابر استحسان کے جائز ہے چنانچہ در مختار واشباہ ونظائر وعیون البصائر وغیرہ سے واضح ہوتا ہے۔ ما یستجرہ الانسان من البیاع اذا حاسبہ علی اثمانہا بعد استہلاکہا فانہا جائزۃ استحسانا کذا فی القنیہ وفی النہر جعلہ من قبیل البیع بالتعاطی کذا فی عیون البصائر وہکذا یستفاد من البحر الرائق واللہ اعلم۔ حررہ السید محمد نذیر حسین +

سید محمد نذیر حسین

سوال- چہ فرمایند علمائے دین درا اینکہ بیع الوفا عند الفقہاء الحنفیہ جائز است یا نہ۔ بینوا توجروا +

الجواب- درین بیع اختلاف بسیار است میان فقہاء رحمہم اللہ تعالے مگر بنابر ضرورت اہل حاجت نزد مشائخ سمرقند وغیرہم جائز است ومفید بعض احکام بیع می شود یعنی انتفاع گرفتن

بدان مشتری را جائز است نہ لزوم بیع برائے مشتری در اشباہ است۔ القاعدۃ السادسۃ من الحاجۃ تنزل منزلۃ الضرورۃ عامۃ کانت او خاصۃ ومنہا الافتاء بصحۃ بیع الوفاء حین کثر الدین علی اہل بخاری وہکذا بمصر وقد سموہ بیع الامانۃ والشافعیۃ یسمونہ الرہن المعاد وہکذا سماہ بہ فی الملتقط انتہے ما فی الاشباہ

قال المصنف ومن جعل البیع الجائز المعتاد یرید بہ بیع الوفاء وصورتہ ان یقول البائع للمشتری بعت منک ہذا العین بمالک علی من الدین علی انی متی قضیت الدین فہولی او یقول بعت منک ہذا العین بکذا علی انی اذا دفعت الیک ثمنک تدفع العین الی وقد اختلف الناس فیہ ومشائخ سمرقند جعلوہ بیعا جائزا مفیدا لبعض الاحکام وہو الانتفاع بہ دون البیع والہبۃ علی ما ہو المعتاد بین الناس للحاجۃ الیہ واختارہ المصنف واشار الیہ بقولہ البیع الجائز المعتاد انتہے ما فی الہدایۃ والعنایۃ ومعنی قولہ ہو المعتاد انہم فی عرفہم لا یفہمون لزوم البیع بہذا الوجہ بل یجوزونہ الی ان یرد البائع الثمن الی المشتری ویفی المشتری برد المبیع علی البائع من غیر امتناع فلا یکون ذلک الا اذا لم یخرج عن ملکہ ببیع وہبۃ ولہذا سموہ بیع الوفاء لانہ وفی بما عہد من رد المبیع انتہے ما فی العنایۃ ومن مشائخ سمرقند من جعلہ بیعا جائزا مفیدا لبعض احکامہ منہم الامام نجم الدین النسفی قال صاحب النہایۃ وعلیہ الفتوے انتہے ما فی العینی شرح الکنز قولہ بیعا جائزا مفیدا لبعض الاحکام وہو حل الانتفاع دون البیع من غیرہ کذا قال السید فی حاشیۃ الہدایۃ مگر یہ عبارات قابل حجت نہیں احتیاط ضروری ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

مسئلہ۔ عند الحنفیہ بیع مچھلی تالاب وندی و دریا کی قبل شکار کرنے اور پکڑنیکے بمقابلہ نقدین کے باطل ہے اور بمقابلہ عروض وغیرہ ماسوائے نقدین کے فاسد ہے چنانچہ شرح وقایہ و در مختار و طحطاوی وغیرہ سے ثابت ہوتا ہے۔ پس حکم بیع باطل کا عدم ملک ہے اگرچہ بعد قبض کے ہو اور حکم بیع فاسد کا مفید ملک ہے بعد قبض مبیعہ کے جیسا کہ کتب حنفیہ میں مفصلا مذکور ہے اور جب فاسد میں مبیعہ مفید ملک مشتری ہوتا ہے تو ثمن اس کا مفید ملک بائع بطریق اولے ہوگا چنانچہ علمائے ماہرین شریعت غرا پر مخفی نہیں یہ صورت بیع مچھلی کی معلوم ہوئی اب صورت اجارہ کی اس کی معلوم کرنا چاہیئے تو صورت اجارہ مختلف فیہ ہے لیکن بقول حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اجارہ دینا تالاب مچھلی درست ہے یعنی بنا بر ماہ دو ماہ کے مثلا اجارہ دینا تالاب مچھلی کا کہ مستاجر میعاد مقررہ میں تالاب مچھلی سے فائدہ مند اور منتفع ہو جاوے

فساد بیع سمک لم یصد لو بالعرض والا فباطل لعدم الملک صدر الشریعۃ کذا فی الدر المختار ففی السمک الذی لم یصد ینبغی ان یکون البیع باطلا اذا کان بالدراہم والدنانیر ویکون فاسدا اذا کان بالعرض لانہ ملک غیر متقوم لان التقویم بالاحراز والاحراز منتف ذکرہ العلامۃ نوح فی حل یجوز اجارتہا الصید السمک

منہا نقل فی البحر عن الایضاح عدم جواز ہا ونقل عن ابی یوسف فی کتاب الخراج عن ابی الزناد قال کتبت الی عمر بن الخطاب رض فی بحر تجتمع فیہا السمک بارض العراق انوجرہا فکتب الی ان افعلوا انتہے ما فی الطحطاوی مختصرا - پس حضرت عمر رض کے قول پر بعموم البلوی عمل جائز ہوگا وکفی بہ قدوۃ واماما - واللہ اعلم بالصواب

حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ ٭ سید محمد نذیر حسین

مسئلہ - معلوم کرنا چاہئے کہ اطلاق ثمرہ کا زبان عرب مین اول ظہور شگوفہ سے لیکے تا بنہایت پختگی پر اس کے ہوتا ہے پس مذہب حنفی مین اوپر قول اصح کے بیع ثمرہ اور میوہ کے بعد ظہور شگوفہ نخستین اور میوہ خام محض کہ قابل انتفاع آدمی و دواب کے بالفعل نہ ہو جائز ہے کیونکہ نفع لینا اس سے عام ہے کہ فی الحال نفع اٹھانا اس سے حاصل ہو یا ثانی الحال فی المآل ہوا ور بعد ظہور شگوفہ اولین وثمرہ خام محض منتفع بہ ہونا اس سے فی المآل متحقق ہے اور دلائل اس کے بتحقیق تمام فتح القدیر وغیرہ مین مذکور ہین پس اس صورت مین بیع ابنہ کی بروقت ظاہر ہونے تمام وکمال بور و منجر کے یا بروقت ظہور پھل برابر دانہ نخود کے مثلا نمایان ہوگیا ہو اوپر قول اصح کے مذہب حنفی مین جائز ہوگی چنانچہ ہدایہ وکفایہ وعنایہ وبحر الرائق و در مختار وطحطاوی وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے لیکن بیع مذکور مطلقا ہو یعنی بشرط قطع نہ ہو کہ مشتری کو مضر ہے اور بشرط ترک نہ ہو کہ موجب فساد ہو مطابق مذہب حنفی کے اور بعد خرید لینے مطلقا کے باذن بائع تا ادراک اور پختگی اس کے درخت پر رہنے دے تو کل میوہ طیب ہوگا مشتری کو اور درصورتیکہ بعض پھل ظاہر ہوا اور بعض ظاہر نہ ہوا ہو تاہم بنا بر فتوے شمس الائمہ حلوانی کے بیع جائز ہوگی بنظر عرف وعادت لوگون کے چنانچہ در مختار وطحطاوی سے مستفاد ہوتا ہے اور نزدیک ائمہ ثلثہ رح کے قبل ادراک وپختگی کے بیع ناجائز اور بشرط عدم قطع جائز ہے بنا بر عرف وعادت کے کما لا یخفی علی ماہر کتب الائمۃ الثلثہ - من باع ثمرۃ لم یبد صلاحہا او قد بدا جاز البیع لانہ مال متقوم اما لکونہ منتفعا بہ فی الحال او فی الثانی الحال وقیل لا یجوز قبل ان یبدو صلاحہا والاول اصح انتہی ما فی الہدایۃ - ولم یبد صلاحہا بان لم یصلح لتناول بنی آدم وعلف الدواب کذا فی الکفایۃ وہکذا فی المعدن ومن باع ثمرۃ بارزۃ اما قبل الظہور فلا یصح اتفاقا ظہر صلاحہا او لا صح فی الاصح قال فی المصباح الثمرۃ ہو الحمل الذی تخرجہ الشجرۃ سواء اکل ام لا فیقال ثمر الاراک وثمر العوسج کما یقال ثمر النخل وثمر العنب قال الازہری واثمر الشجر اطلع ثمرہ اول ما یخرجہ فہو مثمر انتہے محل الخلاف البیع بعد الظہور قبل بدو الصلاح مطلقا ای لا بشرط القطع ولا بشرط الترک فعند الائمۃ الثلثۃ لا یجوز وعندنا یجوز بحر قد بین الکمال الدلائل مع التحقیق فی فتح القدیر انتہی ما فی الطحطاوی مختصرا ولو برز بعضہا دون بعض لا یصح فی ظاہر المذہب صحح السرخسی وافتی الحلوانی بالجواز لو الخارج اکثر زیلعی - ویقطعہا المشتری فی الحال جبرا علیہ وان شرط ترکہا علی الاشجار فسد البیع کشرط القطع علی البائع

حاوی وقیل قائله محمد رحمة الله علیه لا یفسد اذا تناهت الثمرة للتعارف فکان شرطا یقتضیه العقد وبه یفتی قید باشتراط الترک لانه لو شراها مطلقا وترکها باذن البائع طاب له الزیادة انتهی ما فی تنویر الابصار والدر المختار مختصرا وکان الحلوانی یفتی فی الکل وزعم انه مروی عن اصحابنا وهکذا حکی عن الامام الفضلی وکان یقول الموجود وقت العقد اصل وما یحدث تبع نقل شمس الائمة عنه ولم یقیده بکون الموجود وقت العقد اکثر بل قال عنه اجعل الموجود اصلا فی العقد وما یحدث ذلک تبعا وقال استحسن فیه لتعامل الناس فانهم تعاملوا بیع ثمار الکرم بهذه الصفة ولهم ذلک عادة ظاهرة وفی نزع الناس عن عادتهم حرج انتهی هکذا فی الطحطاوی ومن باع ثمرة بدا صلاحها اولا صح البیع لانه مال متقوم منتفع به فی الحال او فی المآل وقیل لا یجوز قبل ان یصیر منتفعا به فی الحال لانه یستحق القطع فصار کالمقطوع فلم یکن منتفعا به حالا ومآلا والاول اصح وعلی هذا الخلاف بیع الزرع قبل ان یتناوله المشافر والمناجل والاصح الجواز لانه منتفع به فی المآل وعند الثلاثة لا یجوز قبل الادراک الا اذا اشترط عدم القطع کذا فی العینی شرح الکنز۔

حاصل جواب بروجہ جواز بیع ثمار انبہ وغیرہ کا اسی طرح پر چاہیئے کہ بروقت ظہور ثمرہ بصفت مذکورہ بالا کے بیع مطلقاً منعقد ہو جاوے درمیان بائع ومشتری کے اس وجہ پر کہ شرط قطع وشرط ترک کا عقد بیع میں مذکور ومقرر نہ ہو بلکہ عقد بیع مطلقاً ہو جاوے اور بعد انعقاد بیع مطلق کے مشتری باذن واجازت بائع کے تا پختگی ثمرہ مجاز ہو درخت پر سے توڑ لینے میوہ کا۔ یا اس طرح عقد منعقد ہو کر اوپر مذہب حنفی کے جواز بیع قبل ظہور صلاحیت ثمرہ ومیوہ کے اور شرط ترک کا تا ادراک ثمرہ اوپر مذہب ائمہ ثلثہ کے بنابر وجہ تلفیق کے۔ اور جواز تلفیق کا فتاوے بزازیہ وغیرہ سے صاف واضح ہوتا ہے سؤال فی فتاوے البزازیة من کتاب الصلوة من فصل زلة القاری و من علماء خوارزم من اختار عدم الفساد بالخطاء فی القراءة اخذا بمذهب الامام الشافعی رحمة الله علیه فقال له الباقوجی مذهبه من غیر الفاتحة فقال الباقوجی اخذت من مذهب الاطلاق وترکت العقید انتهی۔ وما وقع فی آخر تحریر ابن الهمام من منع التلفیق فانما عزاه الی بعض المتأخرین ولیس هذا المذهب انتهی۔ ما فی الرسالة الزینیة یعنی للشیخ زین بن الشیخ المرحوم ابراهیم بن المرحوم نجیم الحنفی تغمده الله تعالی برحمته ورضوانه وهکذا فی القول السدید للعلامة عبد العظیم بن الملا فروخ المکی وغیره اور صحیح بخاری میں اس طرح باب منعقد کیا کہ باب بیع الثمار قبل ان یبدو صلاحها اور حکم اس مسئلہ میں جزماً جواز وعدم جواز کا نہ دیا بلکہ مطلق چھوڑ القوة الاختلاف فیها بین العلماء عن زید بن ثابت قال کان الناس فی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم یتبایعون الثمار فاذا جذ الناس وحضر تقاضیهم قال المبتاع انه اصاب الثمر الدمان اصابه مراض اصابه قشام عاهات یحتجون بها فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم لما کثرت عنده الخصومة فی ذلک فاما لا فلا تتبایعوا حتی یبدو صلاح الثمر کالمشورة

یشیر بہا الکثرۃ خصومتہم انتہے۔ ما فی صحیح البخاری مختصرا۔ قال ابن ابی لیلی والثوری لا یجوز بیع الثمرۃ قبل ان یبدو صلاحہا مطلقا و وہم من نقل الاجماع علی البطلان وقال یزید بن ابی حبیب یجوز مطلقا ولو بشرط التبقیۃ و وہم من نقل الاجماع فیہ ایضا وقالت الحنفیۃ یصح ان لم یشترط التبقیۃ والنہی محمول علی بیع الثمار قبل ان یوجد اصلا وقیل ہو علے ظاہرہ لکن النہی فیہ للتنزیہ انتہے۔ ما فی الفتح والعینی مختصرا۔ اور لفظ مشورہ کا مشعر ہے نہی تنزیہی پر کما لا یخفی علے المتفطن واللہ اعلم بالصواب +

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ زید نے واسطے عمرو کے بلا فرمایش وطلب اس کے قفل بھیجا اور قبل اس کے کہ عمرو کے پاس پہنچے قاسم نے بیچ ہی سے لے لیا اور اپنے پاس رکھ لیا اور عمرو کو نہ دیا اور قیمت قفل کی زید کے پاس بھیجدی۔ پس سوال یہ ہے کہ قاسم اور زید کے درمیان بیع صحیح ہوئی یا نہین اگر عمرو قاسم پر دعوے کرے تو اس کا دعوے شرعا صحیح ہوگا یا نہین۔ سوال دوم عمرو نے زید سے بعض چیزین طلب کین زید نے حسب طلب عمرو کے پاس بھیجدین اور قبل اسکے کہ عمرو کے پاس پہنچین قاسم نے بیچ مین از راہ فریب و دغا کے لے لین اور اپنے پاس رکھ لین تو اس صورت مین قاسم کی یہ بیع صحیح ہوئی یا نہین اور اگر عمرو قاسم پر دعوے کرے تو اس کا دعوے شرعا صحیح ہوگا یا نہین بینوا توجروا +

الجواب۔ جواب سوال اول۔ اس صورت مین زید سے جو بائع ہے پوچھنا چاہئے کہ قاسم کے خرید نے سے راضی ہے یا نہین اگر راضی ہے تو قاسم اور زید کے درمیان یہ بیع صحیح ہوئی کیونکہ رضا بائع اور مشتری جو صحت بیع کے لئے شرط ہے وہ پائی گئی اور اس صورت مین عمرو کا دعوے قاسم پر شرعا صحیح نہین ہوگا اور اگر زید قاسم کے خرید نے سے راضی نہین ہے بلکہ عمرو کے ساتھ بیع کرنے سے راضی ہے تو اس صورت مین قاسم اور زید کے درمیان بیع صحیح نہین ہوئی کیونکہ صحت بیع کیلئے رضا بائع و مشتری شرط ہے اور وہ پائی نہین گئی۔ البیع مبادلۃ المال بالمال بالتراضی فان وجدت المبادلۃ بلا تراض لا یکون بیعا شرعیا کذا فی کتب الفقہ من الکنز والعینی وغیرہا واللہ اعلم بالصواب۔ جواب سوال دوم۔ اس صورت مین قاسم خائن وغادر ہے جبکہ زید اور عمرو کے درمیان ایک چیز کی بیع قرار پاگئی تو اب قاسم کا بیچ مین از راہ فریب و دغا کے لینا اور خریدنا ہرگز جائز نہین اور اس کی یہ بیع صحیح نہین ہوگی۔ وکرہ السوم علی سوم اخیہ وہو ان یرضی المتعاقدان بالبیع ویتقرر الثمن بینہما فیزید علیہ ویبطل بیعہ لقولہ علیہ السلام لا یخطب الرجل علی خطبۃ اخیہ ولا یسوم علی سوم اخیہ رواہ البخاری ومسلم کذا فی الکنز والعینی وغیرہما من کتب الفقہ۔ اور اس صورت مین دعوے عمرو کا قاسم پر شرعا صحیح ہوگا واللہ اعلم بالصواب۔

سید محمد نذیر حسین

سوال- ما قولکم رحمکم اللہ اس صورت میں کہ ان شہروں میں بیع سلم رس میں اکثر لوگ مبتلا ہیں اور رس عند العقد کسی جگہ موجود نہیں ہوتا اور حضرت امام الہمام حضرت ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بیع سلم میں موجود ہونا مسلم فیہ کا وقت عقد سے وقت استحقاق تک شرط ہے بخلاف امام شافعی رح کے کہ ان کے نزدیک مسلم فیہ کا موجود ہونا عند العقد شرط نہیں وقت استحقاق کے ہونا اس کا شرط ہے سو رس مذکور وقت استحقاق کے بکثرت موجود ہوتا ہے اس صورت میں حنفی المذہب کو برائے رفع حرج اور ضرورت صحت بیع سلم کے قول امام شافعی پر عمل کرنا از روئے اصول حنفیہ کے جائز ہے یا نہیں- اور خاتم المتاخرین ابن نجیم صاحب بحر رائق نے رسالہ بیع الوقف لا علی وجہ الاستبدال میں جو فرمایا ہے ولکن ان یوخذ صحۃ الاستبدال من قول ابی یوسف رح وصحۃ البیع بغبن فاحش بقول ابی حنیفۃ رح بناء علی جواز التلفیق بین القولین قال فی الفتاوے البزازیۃ من کتاب الصلوۃ من فصل زلۃ القاری ومن علماء خوارزم من اختار عدم الفساد بالخطاء فی القراءۃ اخذا بمذہب الشافعی رح فقال لہ الباقوجی مذہبہ من غیر الفاتحۃ فقال للباقوجی اخذت من مذہبہ الاطلاق وترکنا القید لما تقرر فی کلام محمد رح ان المجتہد یتبع الدلیل لا القائل حتی صح القضاء بصحۃ النکاح بعبارۃ النساء علی الغائب انتہی وما وقع فی آخر التحریر من منع التلفیق فانما عزاہ الی بعض المتاخرین ولیس ہذا المذہب انتہی کلام صاحب البحر الرائق یہ قول صاحب بحر کا عند الفقہاء المحققین معتبر وقابل عمل ہے یا نہیں بینوا توجروا +

الجواب- یہ قول صاحب بحر کا نزدیک فقہائے محققین کے معتبر اور مقبول ہے اور صاحب طحطاوی نے لکھا ہے کہ نزدیک صاحب فتح القدیر کے تلفیق جائز ہے اور قول سدید میں جو تصنیف استاذ الاستاذ صاحب طحطاوی کی ہے مذکور ہے- وقد اشار المحقق فی التحریر الی عدم منع التلفیق وانہ لم یدر المنع منہ ونقل منع التلفیق عن بعض المتاخرین قال شارح تحریرہ العلامۃ ابن امیر الحاج وہو العلامۃ العراقی انتہی قلت وہو من فضلاء الاصولیین من المالکیۃ ولا علینا ان ناخذ بقولہ وقد وجدت عن بعض ائمتنا ما یدل علی جوازہ وہو ما نقلہ فی البزازیۃ فقد حکم بصحۃ الحکم الملفق من المذہبین انتہی ما فی القول السدید لابن فرفوخ المکی ادعی فی البحر الرائق ان المقلد اذا قضی خلاف مذہبہ نفذ واقوی ما تمسک بہ ما فی البزازی ان لم یکن القاضی مجتہدا وقضی بالفتوی علی خلاف مذہبہ نفذ ولیس لغیرہ نقضہ ولہ نقضہ عن محمد رح وقال الثانی لیس لہ ان ینقضہ انتہی ما فی البحر الرائق مختصرا وکذا فی الطحطاوی پس معاملہ بیع سلم رس میں اوپر مذہب امام شافعی کے بلا تردد کریں کیونکہ التزام ایک مذہب معین کا فرض وواجب نہیں چنانچہ مسلم الثبوت وتحریر ابن الہمام اور شرح بحر العلوم عبد العلی ومولانا نظام الدین وامیر الحاج وعقد الفرید شرنبلالی وطحطاوی ورد المحتار وغیرہ میں مذکور ہے کما لا یخفی علی العالم الماہر بالاصول والفروع واللہ اعلم حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ +

سید محمد نذیر حسین

سوال- چہ می فرمایند علمائے دین و شرع متین کہ بیع بالوفا عند الشارع جائز است یا نہ۔ بینوا توجروا ✤

الجواب- ارباب فطانت و دیانت پر مخفی نہین کہ رسم و رواج و تعامل بیع الوفا کا قرون ثلثہ شہود لہا بالخیر مین نہین پایا گیا بعد مدت دراز قرون ثلثہ کے چند علماے متاخرین بخارا و سمرقند وغیرہ نے صورتین بیع الوفا کی اختراع کین اور نکالی ہین اور قواعد و ضوابط ائمہ اربعہ وغیرہ سے منع ہونا اس بیع الوفا کا واضح ہوتا ہے اور جس چیز کی اصل شرع سے پائی نہ جاوے وہ چیز منہی عنہ اور غیر مشروع ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من عمل عملا لیس علیہ امرنا فہو رد کما رواہ البخاری وغیرہ من المحدثین ہذا الحدیث معدود من اصول الاسلام و قاعدۃ من قواعدہ فان معناہ من اخترع فی الدین مالا یشہد لہ اصل من اصولہ فلا یلتفت الیہ و قال النووی شارح مسلم ہذا الحدیث مما ینبغی بحفظہ واستعمالہ فی ابطال المنکرات واشاعۃ الاستدلال بہ کذلک انتہی ما فی فتح الباری شرح صحیح البخاری مختصراً- ترجمہ باوجود اس احداث واختراع کے رائے مخترعین کی بھی اس مین مختلف ہے اب بیان اختلاف چند علماء متاخرین مخترعین کا سنو کہ صدر شہید تاج الاسلام و صدر شہید حسام الدین نے بیع الوفا کو بمنزلہ بیع المکرہ کے گردانا ہے۔ ثم من یجعل بیع الوفا بمنزلۃ بیع المکرہ الصدر الشہید تاج الاسلام و صدر الشہید حسام الدین لان الفساد باعتبار فوت الرضا کذا فی الہدایۃ والکفایۃ والعینی شرح الکنز- اور دوسری وجہ فساد بیع الوفا کی یہ کہ بیع مذکور بشرط فسخ واسترداد اور واپسی مبیعہ کے منعقد ہوتی ہے- بیع الوفا ہو ان یقول البائع للمشتری بعت منک ہذا بمالک علیّ من الدین علی انی متی قضیت الدین فہو لی کذا فی الکفایۃ وغیرہا ثم اذا ذکر الفسخ فیہ او قبلہ او زعماہ غیر لازم کان بیعًا فاسدًا- ترجمہ- پھر جبکہ عاقدین نے بیع الوفا کے اندر یا قبل اس کے فسخ کو ذکر کیا یعنے شرط کیا یا دونون نے اسکو بیع غیر لازم گمان کیا تو بیع فاسد ہوگی- ولو بعدہ علی وجہ المیعاد جاز وفی الظہیریۃ لو ذکر الشرط بعد العقد یلتحق بالعقد عند ابی حنیفۃ ولم یذکر انہ فی مجلس العقد او بعدہ- اور ظہیریہ مین ہے کہ اگر شرط مذکور ہوئی بعد عقد کے تو وہ شرط عقد کے ساتھ لاحق ہوگی نزدیک ابو حنیفہ کے- اور صاحب ظہیریہ نے یہ ذکر نہین کیا کہ ذکر شرط مجلس عقد مین ہوا یا بعد اُس کے یہ درمختار مین مذکور ہے اور کہا صاحب طحطاوی محشی درمختار نے کہ جب شرط فسخ امام کے نزدیک ملحق عقد سے ہوئی تو بیع فاسد ہوگی اگرچہ شرط بعد مجلس ہو انتہے کلامہ- تیسری وجہ فساد کی یہ کہ شرط خیار فسخ کا بیع الوفا مین زیادہ تین دن سے معمول رہا ہے اور زیادہ تین دن سے عام ہے کہ چار دن زیادہ ہو یا چار مہینے یا چار برس ہو مثلاً حالانکہ شرط خیار فسخ کا بیع مین زیادہ تین دن سے نہین ہے پس اگر زیادہ تین دن سے خیار فسخ کا ہوگا تو بیع فاسد ہوگی چنانچہ اس بات مین تمام متون و شروح و فتاوے حنفیہ مظہر و شاہد ہین- قال فی الہدایۃ خیار الشرط جائز فی البیع للمشتری

والبائع ولہما الخیار ثلثة ایام فما دونها والاصل فیہ ما روی ان حبان بن منقذ بن عمرو الانصاری کان یُغبن
فی البیاعات فقال لہ النبی علیہ السلام اذا بایعت فقل لا خلابة ولی الخیار ثلثة ایام ولا یجوز اکثر منہا عند
ابی حنیفة وہو قول زفر والشافعی ولابی حنیفة رحمة اللہ علیہ ان شرط الخیار یخالف مقتضی العقد وہو اللزوم
وانما جوزناہ بخلاف القیاس لما رویناہ من النص فیقتصر علی المدة المذکورة فیہ وانتفت الزیادة انتہی
ما فی الهدایة مختصراً قولہ فیقتصر علی المدة المذکورة فیہ وانتفت الزیادة وذکر فی المبسوط وابو حنیفة رحمة اللہ
علیہ استدل بالحدیث بان النبی صلعم قدر الخیار بثلثة ایام والتقدیر الشرعی انما یکون لمنع الزیادة والنقصان
او لمنع احدہما وہذا التقدیر لیس لمنع النقصان فان اشتراط الخیار دون ثلثة ایام یجوز فعرفنا انہ لمنع الزیادة
اذ لو لم یمنع الزیادة لم یبق لہذا التقدیر فائدة کذا فی الکفایة وغیرہا من شروح الهدایة۔ اب واضح ہو کہ
مجوزین بیع الوفا نے اس مسئلہ میں مسلک ومذہب اپنے امام کا چھوڑ کر غیر مسلک امام کا اختیار کیا۔ قطع
نظر حدیث مذکور بالا سے اور سید امام ابو شجاع وعلی السغدی نے اس بیع مذکور کو رہن قرار دیا۔ اور
رہن ہونے پر دارومدار رکھا۔ ومنہم من جعلہ رہناً لقصد المتعاقدین وہذا لان المتعاقدین وان سمیا
بیعاً ولکن غرضہما رہن والعبرة فی العقود للمعانی فالکفالة بشرط براءة الاصیل حوالة والحوالة بشرط ان لا یبرأ
کفالة وہبة الحرة لنفسہا مع تسمیة المہر نکاح والاعارة باجر اجارة وللبائع استردادہ اذا قضی دینہ لا فرق
بینہ وبین الرہن فی حکم من الاحکام وکان السید الامام ابو شجاع علی ہذا وصح بنیہ عند موتہ بہذا وحین قدم
القاضی الامام علی السغدی من بخارا السمرقند فاستفتی بہذا فکتب انہ رہن ولیس ببیع ففرح السید الامام بموافقة
فتواہ وسئل القاضی الحسن الماتریدی عمن باع دارہ من اخر بثمن معلوم بیع الوفاء وتقابضا ثم استاجرہا
من المشتری مع شرائط صحة الاجارة وقبضہا ومضت المدة ہل یلزم الاجرة فقال لا لانہ عند نا رہن والراہن
اذا استاجر من المرتہن لا یجب علیہ الاجرة بہذہ الاجارة فکذا ہذا انتہی ما فی الکفایة وغیرہا من الکتب
الحنفیة۔ اور جب بیع الوفا بدلیل سابق رہن حقیقةً قرار پایا نزدیک امام حسن ماتریدی وسید ابو شجاع
وقاضی علی سغدی کے اور کتاب وثیقہ بیع الوفا میں شرط نفع لے لینے مشتری اور راہن کے مندرج
اور مشروط ہوتی ہے۔ تو یہ نفع مشروط خالی عن العوض بلا ریب ربوا میں داخل ہے اور عیان را
چہ بیان یہ تو عرف عام شرقاً وغرباً ہو رہا ہے کہ مرتہن اور مشتری بقصد انتفاع کے معاملہ عقد
بیع الوفا ورہن کا کیا کرتے ہیں اور جس چیز میں نفع مقصود نہ ہو اس میں یہ معاملہ نہیں کرتے والمعروف
کالمشروط کذا فی سائر الکتب الحنفیہ الربا ہو لغة مطلق الزیادة وشرعاً فضل خال عن عوض مشروط لاحد
المتعاقدین انتہی ما فی تنویر الابصار مختصراً قولہ ای بائع ومشتری مثلاً فمثلہما المقرضین والراہنین
قہستانی قال ویدخل فیہ ما اذا شرط الانتفاع بالرہن کالاستخدام والرکوب والزراعة واللبس وشرب
اللبن واکل الثمر فان الکل ربا حرام کما فی الجواہر والتتمة انتہی کذا فی الطحطاوی وفی المضمرات فیہ رہن

شاۃ فقال لہ الراہن کل ولدہا واشرب لبنہا فلا ضمان علیہ وکذا لو اذن لہ فی ثمرۃ البستان فصار اکلہ کاکل الراہن ثم نقل عن التہذیب انہ یکرہ للمرتہن ان ینتفع بالرہن وان اذن لہ الراہن قال المصنف وعلیہ یحمل ما عن محمد بن اسلم من انہ لا یحل للمرتہن ذلک ولو بالاذن لانہ ربا قلت وتعلیلہ یفید انہا تحریمیۃ فتامل انتہے مافی الدر المختار۔
اور مضمرات مین ہے اور اگر بکری گرو رکھے سو مرتہن سے راہن نے کہا کہ اس بکری کا بچہ کہا اور دودھ پی لیس تاوان نہین اُس پر اور اسی طرح اگر راہن نے مرتہن کو باغ کے پھلون مین اذن دیا تو مرتہن کا کھانا راہن کے کھانیکے برابر ہوا پھر صاحب مضمرات نے تہذیب سے نقل کیا کہ مرتہن کو نفع حاصل کرنا مرہون سے مکروہ ہے۔ اگرچہ اس کو راہن نے انتفاع کا اذن دیا ہو اور مصنف نے شرح مین کہا اور اسی کراہت پر محمول ہے جو محمد بن اسلم سے یہ منقول ہے کہ مرتہن کو یہ حلال نہین اگرچہ انتفاع باذن راہن کے ہو کیونکہ یہ بیاج ہی مین کہتا ہون اور تعلیل اس کی اس کے مفید ہے کہ مقرر کراہت تحریمی ہے انتہے مافی الدر المختار
لا الانتفاع بہ مطلقا الا باذن کل للآخر وقیل لا یحل للمرتہن لانہ ربوا کذا فی تنویر الابصار۔ اور کہا بعضون نے کہ فائدہ لینا مرتہن کو جائز نہین اگرچہ راہن اجازت دے اس واسطے کہ یہ تو بیاج ہے۔ دلیل سود بیاج کی یہ ہے کہ جب مرتہن نے اپنا دین پورا پایا تو جو منفعت حاصل کی وہ فضل خالی عوض سے ہے ہی تو بیاج ہے۔ اور در مختار مین مذکور ہے ان شرطہ کان ربوا والا لا۔ اور بعضون نے کہا کہ اگر عقد رہن مین استیفاء منافع شرط کر لیا ہے تو بیاج ہے اور اگر شرط نہین تو بیاج نہین اقول یہ اُس صورت مین ہے جبکہ عرف وعادت نہ ہو لوگون کی کیونکہ غالب حال لوگون کا یہی ہے کہ رہن رکھنے سے انتفاع کا وقصد رکھتے ہین اور جو فائدہ متوقع ومقصود نہ ہو تو قرض نہ دین تو یہ بمنزلہ شرط کے ہے اسواسطے کہ معروف کالمشروط ہی یہ تائید ہے عدم جواز کی کذا فی الطحطاوی۔ لا یکرہ اذا لم یکن مشروطا قالوا انما یحل ذلک عند عدم الشرط اذا لم یکن فیہ عرف ظاہر فان کان یعرف ان ذلک یفعل کذلک فلا کذا فی فتح القدیر فی باب الحوالۃ۔ اور صاحب ہدایہ نے یہ حدیث نقل کی ہے۔ نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن قرض جر نفعا انتہے یعنی منع فرمایا رسول خدا صلعم نے اُس قرض دینے سے کہ جو نفع کھینچ لاوے یعنے بقصد منفعت لینے کے قرض دینا منہی عنہ وممنوع ہے یہ بھی بلا قید شرط وبلا شرط دونون پر وارد ہے کما لا یخفی علی المتدین المنصف المتامل اور جامع صغیر سیوطی مین حضرت علی رض سے روایت ہے کل قرض جر منفعۃ فہو ربا انتہے۔ یعنے جو قرض نفع کھینچے پس وہ سود وبیاج ہے اور بعضے علمائے متاخرین نے جو لکھا ہے کہ باذن راہن مرتہن کو نفع لینا مرہون سے جائز ہے ایسے اذن سے دروازہ سود خواری کا کھول دیا انھون نے کیونکہ یہ اجازت اور اذن راہن کا اضطراری ہے یعنے اگر راہن نفع لینے کا اذن نہ دے تو مرتہن قرض نہ دے راہن کو اور راہن کو ضرورت قرض لینے کی ہے۔ تو یہ اذن دینا راہن کا مرتہن کو معتبر نہین اور پہلے معلوم ہو چکا کہ عرف عام ہو رہا ہے غرباً وشرقاً کہ جبتک راہن اذن نہ دے

مرتہن کو نفع لینے کا تو قرض نہین دیتا اور معاملہ رہن کا نہین کرتا تو یہ معروف کالمشروط ہی چنانچہ پہلے
فتح القدیر اور طحطاوی سے ممانعت ایسے اذن اضطراری اور لاچاری کی مذکور ہوچکی ہان اگر اذن
اختیاری بطور عاریت کے دے تو مضائقہ نہین لیکن ایسا اذن مفقود عنقا کر دار ہے لما اباح له السكنى
اخذ حكم العارية حتى لو اراد منعه كان له ذلك كذا فی الدر المختار - ترجمہ یعنی کسی نے گھر رہن رکھا اور
مرتہن کو اس کے اندر رہنا مباح کر دیا تو مرہون نے حکم عاریت کا لیا تھا یہانتک کہ اگر راہن مرتہن
کے رہنے کو منع کرے تو راہن کو پہنچتا ہے یہ در مختار مین مذکور ہی تو دیکھو فی زماننا ایسا معاملہ کہین
پایا جاتا ہی - کہ راہن مرتہن کو نفع اٹھانے سے منع کرے - اور مرتہن بلا نفع لینے راہن سے
معاملہ رہن کا کرے ملا خام روزگار ناتجربہ کار نے قول واہی لکھکر دروازہ بیاج کا کھولدیا -
انا للہ وانا الیہ راجعون ٥ ترے جھوٹ فتوے نے خلقت کو مارا + اور بعضے عالم متاخرین
نے بیع الوفا کو بیع باطل قرار دیا ہے - اعتبارا بالهازل ومنهم من جعله باطلا بالهازل كذا فی الهداية
ومن جعله باطلا يعتبره بالهازل ثم اذا تواضعا على الهزل باصله ثم اتفقا على البناء فان البيع منعقد
لان الهازل مختار راض بمباشرة السبب لكنه غير راض ولا مختار لحكمه فكان لخيار الشرط مؤبدا وانعقد
العقد فاسدا غير موجب للملك لخيار المتبايعين ابدا - اور مشائخ سمرقند نے بیع الوفا کو جائز رکھا ہی باعتبار
انتفاع کے فقط - چنانچہ ہدایہ وکفایہ وغیرہ سے واضح ہوتا ہی ارباب فطانت و دیانت پر مخفی نہین
کہ اگر اس مسئلہ مین دلیل کتاب و سنت یا قول صحابہ کرام اور مجتہدین اعلام سے پائی جاتی تو ایسا
اختلاف کثیر نہین واقع ہوتا کہ بعضے علماء نے اس بیع الوفا کو بمنزلہ بیع مکرہ کے فاسد ٹھیرایا ہے اور
بعضے اس کو رہن قرار دیتے ہین - اور بعضے جائز اور بعضے بیع باطل کہتے ہین اور حسن شرنبلالی نے
نو قول اس اختلاف مین نقل کیئے ہین بسبیل تنزل حاصل مسئلہ کا یہ ہے کہ یہ بیع الوفا مکروہ تحریمی سے
خالی نہین اور مکروہ تحریمی قریب حرام کے نزدیک امام ابوحنیفہ و امام ابویوسف کے اور حرام
ہے نزدیک امام محمد کے - جیساکہ تمام کتب فقہ مین مذکور ہے اور جناب رسول خدا صلے اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہی جو کوئی مشتبہات سے پرہیز کریگا تو اپنے دین اور آبرو کو بچاوے گا - اور
ایک روایت مین یون واقع ہوا ہے کہ جو کوئی مشتبہات مین پڑے گا تو حرام مین پڑیگا - اور مرتکب
اس کا ہوگا - عن النعمان بن بشير قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الحلال بين والحرام بين آنچه حلال ست
پیدا و ہویداست و آنچہ حرام ست نیز پیدا و ہویداست و بينهما مشتبهات و میان حلال و حرام چیزہاست
کہ مانند اند بیکدیگر و اشتباہ میشود کہ حرام اند یا حلال از جہت تعارض دلائل و اختلاف اقوال و
مانند آن لا يعلمهن كثير من الناس نمی شناسند آنچیزہا را بسیاری از مردم بجہت عدم علم و تمیز فمن
اتقى الشبهات استبرأ لدينه وعرضه کسیکہ پرہیز کند شبہات را و نیفتد در محل اشتباہ طلب برأت کند و

احتياط نمود مردين خود را از ذم شرعي نگاه داشت آبروئے خود را از طعنه كنندگان وعيب
گيرندگان ودر زوايۓ چنين واقع شده ومن وقع في الشبهات وقع في الحرام كسيكه بيفتد در شبهات
مي افتد يا نزديک ست كه بيفتد در حرام كذا في المشكوة وترجمة الشيخ عبد الحق المحدث الدهلوي
بپاس خاطر عاطر مستفتي شريعت شعار كے تمامي وجوہات بيع الوفا كے كه مشتمل اوپر شبہات ربا بلكه
عين ربا كے ہے لكھے گئے كه عاقل بالغ ہوشيار اپنے حلال روپے كو بذريعه بيع الوفا كے دام
حرام مين ڈال كرنا رضامندي خدا ورسول كي حاصل كرے از بس عجب العجاب عند اولي الالباب
ہے۔ ما علينا الا البلاغ والله اعلم بالصواب حرره السيد شريف حسين عفي عنه +

زشرف سيد كونين آمد شد ١٢
شريف حسين

الجواب صحيح
سيد محمد نذير حسين ١٢٨١

سوال - مسمي احمد اقرار معتبر نمود واعتراف صحيح كرد برين معني كه موازي در وبست بست بسوه قصبه فلان
وفلان بمقابله چہل ہزار روپيه سكه چہره شاہي كه نصف آن مبلغ بست ہزار روپيه ميشوند بدست حامد و
محمود نا بالغان برادران علاتي خود بيع كردم وفروختم بيعا صحيحا شرعا واز زر ثمن شئے مبيعه مذكوره مشتريان
مرقومان معاف كرده وبخشيده شئے مبيعه مرقومه را از قبض ودخل خود برآورده به تحت تصرف مشتريان
مذكوران باہتمام وسرپرستي مسماة ہنده والده مشتريان مذكوران گذاشتم پس نيست ونماند مقر ومن القوم
مقامي را از زر ثمن آن وشئے مبيعه مرقومه ہيچ حقے ودعوے انتہے عبارت بيعنامه وہبه ثمن پس
درين صورت سوال است كه بيع بايجاب وقبول منعقد ميشود يا بمجرد ايجاب تمام ميشود چرا كه
درين بيع صرف ايجاب بائع مع ہبه زر ثمن يافته شد وقبول مشتري بعد ايجاب وہبه زر ثمن اشارةً
مفهوم ميشود در ضمن قبض پس ہر گاه ايجاب بائع وہبه زر ثمن در مجلس انعقاد بيع يافته شود وقبول مشتري
بعد ايجاب وہبه زر ثمن يافته شود درين صورت بيع مذكور عند الفقهاء الحنفيه صحيح ومنعقد شد يا نه۔
بينوا توجروا +

الجواب - فقہائے حنفيه رحمہم الله تعالے مي نويسند كه مقارنت ہبه ثمن با ايجاب قبل وجود قبول مشتري
مبطل ايجاب است پس درصورت مرقومه ايجاب باطل شد وہر گاه ايجاب باطل شد بعده اعتبار
قبول مشتري كه در ضمن قبض مفهوم ميشود بلا ايجاب موجب انعقاد بيع ہرگز نخواہد بود بناءً عليه درصورت
مرقومه نه بيع صحيح ومنعقد شد ونه ہبه ثمن روا گرديد وشرط في صحة الايجاب ان لا يقترن بما يبطله فلو
ہبة الثمن قبل القبول بطل كذا في الطحطاوي ناقلا عن شرح الملتقي قال بعت منك ہذا العبد بالف
ووہبت الثمن منك وقال الآخر اشتريت لا يصح كذا في الوجيز الكردري واما اذا باع بكذا من الثمن وقبل
المشتري ثم ابراه من الثمن او وہبه او تصدق عليه صح كذا في جواہر الاخلاطي ہكذا في الفتاوي العالمگيرية

وغیرہا من کتب الفقہ حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ ✣ سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہین علماے دین اس مسئلہ مین کہ نوٹ کرنسی جس کو چلنتی بولتے ہین بمنزلہ روپیہ کے جاری ہین اور اکثر ان کے نرخ مین کم و بیشی ہوتی رہتی ہے اگر کوئی مسلمان اس کو بحصول منفعت ارزانی مین خریدے اور بروقت گرانی وغیرہ کے اسکو بحصول منافع فروخت کرے تو از روے شرع شریف جائز ہے کم و بیشی اس مین یا نہین بینوا توجروا ✣

الجواب - درصورت مرقومہ اولاً معلوم کرنا چاہئے کہ سرکاری نوٹ دو قسم کے ہوتے ہین سو ایک قسم کے نوٹ کا سود سرکاری بنک سے ملتا ہے دوسری قسم کا نوٹ بحکم سرکار انگریزی واسطے معاملات روزمرہ رعایا کے کہ وہ اُسے خرید و فروخت کرین رواج دیا گیا پس ہر دو قسم نوٹ حکم روپیہ انگریزی علداری مین رکھتے ہین چنانچہ اہل تجارت نوٹ کو بمنزلہ روپیہ کے سمجھتے ہین اور اس سے مال خریدتے ہین اور غیرہ باہم اس کی بیع و شرا کرتے ہین۔ ثانیاً بیع و شرا ہر دو قسم نوٹ سے مقصود متعاقدین کا صرف کاغذ کی بیع و شرا نہین ہے بلکہ بیع و شرا اس زر کی مقصود ہے جو اس مین مرقوم ہے اور ثمنیت اس مین بحکم ترویج حاکم وقت قرار پائی ہے سو خرید و فروخت کمی اور بیشی کے ساتھ بمقابلہ روپیہ کے یا بیع و شرا نقدین کے بالنسیہ اور تملیک الدین من غیر من علیہ الدین حرام اور ناروا ہوگا شرعًا اور اس عقد کو از قسم سفتجہ یعنے ہنڈوی درشنی قرار دیجیے اور یہ بات اس پر صادق ہے کہ مثل ہنڈوی درشنی جس مہاجن اور تاجر اور سرکاری بنک والون کو دیا جاوے تو وہ بلا تامل زر مرقوم اس کا یا اسباب بالعوض اس کے حوالہ کر دیگا پس سفتجہ کہ اولاً قرض اور ثانیاً حوالہ ہے بدون کم و بیشی کے مکروہ اور کم و بیشی کے ساتھ حرام ہے لان کل دین و قرض جر نفعًا فھو ربوٰ کذا یستفاد من الھدایۃ وغیرہا معہذا اگر نوٹ مثل ہنڈوی کے قرار دیا جاوے تو یہ بھی ممکن نہین اس لئے کہ ہنڈوی کے تلف سے روپیہ تلف نہین ہوتا۔ اور اس کے عوض مین مہاجن مثنے دیتا ہے جیسے منی آرڈر یعنے سرکاری ہنڈوی کے تلف ہونیسے سرکاری خزانہ سے مثنے ملتا ہے غرض روپیہ اس کا کسی نہج سے تلف نہین ہوتا بخلاف نوٹ کے کہ اسکے تلف ہونیسے سرکار ہرگز مثنے نہین دیتی اور جب وہ تلف ہوجاویگا تو روپیہ بھی اسکا تلف ہوجاوے گا۔ اور جو کوئی نوٹ کو اسٹامپ و ٹکٹ پر قیاس کرکے اس کی بیع وغیرہ مین جواز کمی و بیشی کا سمجھے تو یہ قیاس کرنا اس کا قیاس مع الفارق ہے اموا سطے کہ واضع اسٹامپ ٹکٹ نے اس کو واسطے ثمنیت کے نہین وضع کیا بلکہ خاص اپنی عدالتون مین اس کو رواج قرار دیا ہے کہ بذریعہ اس کے دعوے مدعی یا مدعی علیہ کا عند السرکار مسموع ہوگا والا لا چنانچہ عرفا یہ بات ثابت ہے کہ تمام تجارون مین خرید و فروخت مال کی اسٹامپ ٹکٹ سے نہین ہوتی اور نہ کوئی ان کو خرید کر اپنے پاس یا سرکاری بنک مین رکھتا ہے اور نہ کوئی فائدہ ان سے سوائے عدالت انگریزی کے حاصل کرتا

ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ اسٹامپ و ٹکٹ بحکم سرکار روپیہ نہیں قرار دیا گیا اور نوٹ قرار دیا گیا چنانچہ تفصیل اس کی اوپر بیان ہو چکی حاصل کلام حکم نوٹ کا مثل حکم دراہم متعین کے ہوگا۔ اور نیز بیع و شرا اس میں مثل دراہم کے جاری ہوگی کما لا یخفی علی العالم الماہر بالفقہ واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ السید شریف حسین عفی عنہ

زشرف سید کونین شد شریف حسین ۱۲۸۹

سید محمد نذیر حسین

درحقیقت کمی و بیشی اس میں جائز نہیں واللہ اعلم کتبہ ابوالاحیاء محمد نعیم عفی عنہ ۱۸۔ ذیقعد ۱۳۰۸ھ

ہو المصوب۔ فی الواقع بیع و شرا نوٹ کی مثل بیع و شرا اثمان کے ہے کیونکہ مقصود متعاقدین کا صرف بیع کاغذ کی نہیں ہوتی ہے بلکہ بیع دراہم و دنانیر کی والعبرۃ فی العقود للمعانی لا للالفاظ پس زیادتی و کمی ممنوع ہوگی واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی وحفظہ عن موجبات الغی۔

ابوالحسنات محمد عبدالحی

ہو الموفق۔ فی الحقیقت کرنسی نوٹ کی بیع و شرا مثل بیع و شرا دراہم و دنانیر کے ہے اس میں کمی بیشی درست نہیں واللہ اعلم بالصواب نمقہ خادم اولیاء الکریم محمد ابراہیم غفر لہ اللہ الکریم ابن مولانا علی محمد مرحوم

محمد ابراہیم ۱۲۸۴

سوال۔ چہ می فرمایند علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں صورت کہ شخصے غلہ یا پارچہ را بثمن مؤجل باجل معلوم فروخت نماید و قیمت نسبت نرخ بازار کہ بنقد فروخت می شود زیادہ گیرد مثلاً گندم در بازار بنرخ فی من یک روپیہ فروخت می شود و این شخص یک روپیہ را سی و پنج آثار بدہد پس این بیع جائز است یا ناجائز و در صورت عدم جواز آیا از قبیل ربوا است یا زیادت ثمن بسبب اجل موجب عدم جواز است و روایت فقہیہ۔ ولو باع رجل علی انہ بالنقد بکذا و بالنسیۃ بکذا والی شہرین بکذا لا یجوز بر عدم جواز صورت مسئولہ دلالت دارد یا نہ و ہم این عقد در حدیث کل قرض جر نفعا فہو ربوا داخل است یا نہ بینوا توجروا +

الجواب۔ پیش از تحریر جواب واجب است اطلاع بر منشاء شبہ کسانیکہ در بادی الرائے این بیع را در حکم ربوا گمان کردہ اند چہ ظاہر است کہ تردد در جواز این بیع در نفس این مبادلہ شبہ نہ داشتہ باشد چراکہ در بیع مکیل بموزون کہ نہ درین اتحاد جنس است و نہ اتحاد قدر تفاضل و نساء ہر دو حرام نیست۔ کلما حرم الفضل حرم النساء ولا عکس وکلما حل النساء حل الفضل ولا عکس کذا فی الحلبی وہکذا فی الدر المختار وغیرہ واین امر یست کہ اگر کسے رسالہ فارسی یا ہندی در مسائل فقہ خواندہ باشد مخفی نتواند شد و درین صورت جواب مشتمل بر بیان علت ربوا وجوداً و عدماً و اہتمام بر آن در الیضاح آن زاید محض است و قاطع مادہ شک و شبہ کسیکہ درین بیع تردد نتواند شد بلکہ مقصود واللہ اعلم مراد این است کہ ہرگاہ نرخ

گندم مثلا در بازار فی روپیہ سی آثار باشد پس بیکروپیہ مقابل سی آثار گندم گردید واندرین حال بائع آن
گندم را کہ در صورت اجل معین و معلوم قیمت آن زیادہ از یک روپیہ می گیرد اخذ زیادت برائے او
ناروا است لکونہ ربوا زیرا کہ این فضل است خالی از عوض کہ در مقابل آن بجز اجل دیگر شے نیست والمبیع
والاجل فی نفسہ لیس بمال فلا یقابلہ شیء فی الثمن حقیقۃ اذا لم یشترط زیادۃ الثمن بمقابلۃ ویزاد فی الثمن لاجلہ اذا
ذکر الاجل بمقابلۃ زیادۃ الثمن قصدا فاعتبر مالا فی المرابحۃ حتی اشترط بیان الاجل احترازا عن شبہۃ الخیانۃ
ولم یعتبر مالا فی حق الرجوع عملا بالحقیقۃ انتہی ما فی الطحطاوی مختصرا من باب المرابحۃ وہکذا فی الہدایۃ و
والکفایۃ وغیرہا من المعتبرات الحنفیۃ کما لا یخفی علی الماہر بالفقہ پس از طحطاوی وہدایہ وغیرہ واضح گشت
کہ ثمن بمقابلہ اجل نمی شود وقتیکہ شرط زیادت ثمن بمقابلہ آن عند العقد مذکور نباشد وہرگاہ ذکر اجل بمقابلہ
زیادت ثمن قصدا باشد پس زیادت ثمن برائے آن بلاریب خواہد بود پس این قاعدہ کلیہ فقہیہ مطردہ منعکسہ
را یاد داری کہ بر مطلب جواب زود رسی پس جواب باصواب فقیہانہ بطور حل چنین باید کہ ہم این
اشتباہ بکلی رفع کند وہم صورت جواز این بیع بیش متردد آن مثل آئینہ روشن تر گردد تقریرش این است
کہ این ثمن گو زاید از قیمت گندم موافق نرخ بازار باشد مقابل اجل نیست بلکہ مقابل ہمان قدر گندم
است کہ مشتری بشرط اجل گرفتن آن ثمن کہ زائد از قیمت گندم در روز وقوع عقد است برضا ورغبت
وبلا اکراہ منظور کردہ وقبول نمودہ واجل معلوم ومشروط فی العقد گردیدہ وزیادت ثمن بذکر اجل معلوم
بر آن مبیعہ معینہ گشتہ چہ زیادت ثمن لاجل الاجل عرف متعارف است لان للاجل شبہا
بالمبیع الا یری انہ یزاد فی الثمن لاجل الاجل والشبہۃ فی ہذا ملحقۃ بالحقیقۃ انتہی ما فی الہدایۃ مختصرا من باب
المرابحۃ وہکذا فی الکفایۃ وقال فی العنایۃ حاشیۃ الہدایۃ وہو ان یقول ان اجلتنی مدۃ کذا فثمنہ یکون
کذا بزیادۃ مقدار فثبت زیادۃ الثمن فی الاجل بالشرط انتہی کلامہ ودر برہان شرح مواہب الرحمن
فی تائید مذہب النعمان مذکور است لان للاجل تاثیرا فی نقصان المالیۃ فالتجار یشترون بالنقد اقل مما
یشترون بالنسیۃ انتہی کلامہ در عینی شرح کنز وغیرہ مذکور است کہ تقویم مبیع بثمن حال ومؤجل کردہ میشود
بنا بر عرف یقوم المبیع بثمن حال وبثمن مؤجل للتعارف کذا فی العینی والکافی وحسن الچلپی وشرط اجل
در ثمن کہ دین باشد واجل معلوم باشد از ان امور است کہ شرع بجواز آن وارد شدہ وہرگاہ زیادت
بر ثمن اول نزد علمائے حنفیہ جائز است وملتحق باصل عقد می شود کما ہو مشروح فی الہدایۃ وغیرہا پس زیادت
اصل الثمن الثابت مقصودا کہ کل آن مقابل کل مبیع است عند تقرر العقد لاجل المعلوم بطریق اولی جائز
وملتحق باصل عقد خواہد بود بالجملہ فروخت گندم مثلا بثمن مؤجل باجل معلوم کہ زائد از قیمت آن موافق
نرخ بازار است جائز است ومؤدی الی الربا نیست ونہ داخل است در امتناع حکم از این روایت
مصرحہ فتاوی عالمگیری ظاہر مستفاد می شود ولو باع رجل علی انہ بالنقد بکذا وبالنسیۃ بکذا او الی شہر بکذا

اوالی شہرین بکذا ونہ درحدیث کل قرض جر نفعا فہو ربا چہ در اول یعنی در عبارت عالمگیری تعیین بیک نوع بیع نیست چہ جہالت ثمن درین یافتہ می شود وثمن در ما نحن فیہ معین ومشخص ومعلوم است وبعض علماء اہل الحدیث ہمین توجیہ وتفسیر کہ در عبارت فتاوی عالمگیری کردہ شد در حدیث نہی رسول اللہ صلعم عن بیعتین فی بیعۃ کما رواہ الترمذی کردہ اند وقد فسر بعض اہل العلم قالوا بیعتین فی بیعۃ ان یقول ابیعک ہذا الثوب بنقد بعشرۃ وبنسیۃ بعشرین ولا یفارقہ علی احد البیعین فاذا فارقہ علے احدہما فلا باس اذا کانت العقدۃ علے واحد منہما انتہی ما فی جامع الترمذی مختصرا- و دوم قرض است کہ تغائر نوعے دارد با عقد بیع کما لا یخفی علی المتفطن الماہر بالشریعۃ الغراء وروایت ایضلح وشاہان وغیرہ کہ مجیب اول درجواب خود ایراد کردہ خلاف قواعد شرعیہ وضوابط حنفیہ اصولا وفروعا قابل اعتبار واعتماد بران نخواہد بود چنانکہ بیشتر از ہدایہ وعنایہ وکفایہ ودر مختار وبرہان وطحطاوی وغیرہ واضح گردید واللہ اعلم بالصواب فاعتبروا یا اولی الالباب حررہ السید محمد نذیر حسین عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

سوال- کیا فرماتے ہین علمائے دین اس باب مین کہ مراد آباد سے زید آیا اور عمرو سے چاء کا سودا کیا عمرو نے سن کر کہا کہ کچھ مضائقہ نہین مین خرید لون گا- اس شرط پر کہ وہ تحفہ ہو اور دو چار روپیہ کے نقصان کا کچھ خوف بھی نہین پھر زید عمرو سے کچھ خریدنے لگا عمرو نے اس وقت زید سے کہا کہ تم مجھ سے سودا خریدتے ہو لیکن تمہاری چاء اب دیکھے مین نہ خریدونگا- جیسے تم نے دیکھ کر مجھ سے سودا لیا اسی طور سے مین تمہاری چاء لون گا اس کے بعد زید نے مراد آباد سے چاء کا صندوق منگوا کر مزدور کے ہاتھ عمرو کی دکان پر بھجوا دیا عمرو نے مزدور سے کہا صندوق یہان سے لیجا مین مالک کے پاس آکر دیکھ لون گا اتنے مین مالک خود آیا اور کہنے لگا تم کیون صندوق واپس کرتے ہو- جیسا کہو گے ویسا کرون گا پھر مالک چلا گیا عمرو نے چاء لیکر ایک دکاندار سے حال دریافت کیا کہ کیا بھاؤ کی ہے اس نے کہا کہ چھ آنہ سیر کی بازار مین ملتی ہے اور مالک کا بیان یہ ہے کہ چاء میری ایک روپیہ اڑھائی آنہ سیر کی ہے عمرو نے اسیوقت صندوق چاء کا مالک کے پاس بھجوا دیا- پھر مالک آکر تکرار کرنے لگا اور کہنے لگا تم کیون نہین لیتے عمرو نے جواب دیا اس چاء کے خریدنے مین میرا سراسر نقصان ہے مین نہین خریدتا اگر دس پانچ روپیہ کا پس وپیش ہوتا تو بھی خرید لیتا مین ہرگز نہ لون گا لہذا اس صورت مین بیع ثابت ہوئی یا نہین بینوا توجروا*

الجواب- صورت مرقومہ مین یہ بیع منعقد نہ ہوئی کیونکہ قبول مشتری کی طرف سے نہین پایا جاتا اس بیع مین حالانکہ ایجاب اور قبول دونون رکن بیع ہین اور جب ایک رکن نہین پایا گیا تو بیع کسی صورت سے منعقد نہ ہوئی جیسا کہ کتب فقہ مانند ہدایہ وشرح وقایہ ودر مختار اور فتاوی عالمگیری وغیرہا مین مذکور ہے- تعریف بیع کی یہ ہے- مبادلۃ المال بالمال بتراضی الطرفین فالایجاب والقبول

وہمارکنہ فالایجاب ماذکراولا من کلام احد المتعاقدین والقبول ماذکرثانیا من الآخر الدال علی التراضی قیدبہ اقتداء بالآیۃ وبیانا للبیع الشرعی اذا وجد لزم البیع بلاخیار الا لعیب اوعدم رؤیۃ کذا فی الدر المختار وغیرہ من کتب الفقہ۔ بہر حال یہ بیع شرعا منعقد نہ ہوئی بسبب عدم قبول ورضا مشتری کے واللہ اعلم بالصواب حررہ سید شریف حسین عفی عنہ۔

سید محمد نذیر حسین

سوال- کیا فرماتے ہین علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ تجارت غلہ کی عموماً حرام ہے یا نہین زید کہتا ہے کہ تجارت غلہ کی عموماً حرام ہے کیونکہ وہ احتکار ہے اور احتکار حرام ہے آیا یہ قول زید کا صحیح ہے یا نہین بینوا توجروا۔

الجواب- رب زدنی علماء- قول زید کا بدیہی البطلان ہے کیونکہ تجارت غلہ کی عموماً ہرگز حرام نہین- اور نہ وہ احتکار ہے البتہ خریدنا غلہ وغیرہ کا جو قوت ہو آدمیون کا یا بہائم کا گرانی مین تجارت کیلئے اور روک رکھنا اس کا تاکہ گرانی مین فروخت کیا جائے احتکار ممنوع اور حرام ہے امام نووی منہاج و شرح صحیح مسلم بن الحجاج مین فرماتے ہین قال اہل اللغۃ الخاطی بالہمزۃ ہو العاصی الاثم وہذا الحدیث صریح فی تحریم الاحتکار قال اصحابنا الاحتکار المحرم ہو الاحتکار فی الاقوات خاصۃ وہو ان یشتری الطعام فی وقت الغلاء للتجارۃ ولا یبیعہ فی الحال بل یدخرہ لیغلو ثمنہ انتہے اور طیبی ترشیح شرح مشکوۃ المصابیح مین لکھتے ہین- الاحتکار المحرم ہو فی الاقوات خاصۃ بان یشتری الطعام فی وقت الغلاء ولا یبیعہ فی الحال بل یدخرہ لیغلو انتہے اور مجالس الابرار مین مرقوم ہے قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من احتکر فہو خاطئ ہذا الحدیث من صحاح المصابیح رواہ عمرو بن عبداللہ ومعناہ ان من جمع الطعام الذی یجلب الی البلاد ویحبسہ لیبیعہ فی وقت الغلاء فہو آثم لتعلق حق العامۃ بہ وہو بالحبس والامتناع عن البیع یرید ابطال حقہم وتضییق الامر علیہم وہو ظلم عام وصاحبہ ملعون کما روی انہ علیہ السلام قال الجالب مرزوق والمحتکر ملعون فانہ علیہ السلام بین فی ہذا الحدیث ان الذی یجلب الامتعۃ والاقوات و یبیعہا لتحصیل الربح یحصل لہ الربح ولا اثم علیہ لان الناس ینتفعون بہ فینالہ برکۃ دعائہم والذی یشتری الطعام الذی یجئ الی البلاد ویحبسہ لیبیعہ فی وقت الغلاء فہو ملعون بعید عن الرحمۃ ولا یحصل لہ البرکۃ مادام فی ذلک الفعل انتہے وفی مجمع البحار من احتکر طعاما ای اشتراہ وحبسہ لیقل فیغلو والحکر والحکرۃ الاسم منہ وفی موضع آخر من احتکر فہو خاطئ بالہمز المحرم من الاحتکار ما ہو فی الاقوات ووقت الغلاء للتجارۃ ویدخر للغلاء انتہے- وفی الفتح فیہ اشعار بان الاحتکار انما یمنع فی حالۃ مخصوصۃ انتہے- اور اگر بازار سے خرید نہ کرے بلکہ اس کی زمین کا ہو یا ارزانی مین خرید کرے لیکن اس کو روکے نہین بلکہ فوراً بیچ ڈالے یا گرانی مین اس کو روکے لیکن تجارت مقصود نہ ہو بلکہ مصارف روزمرہ کیلئے اس نے مول لیا ہو یا جنس قوت بشر اور بہائم سے خارج ہو تو ان سب صورتون مین تجارت مذکور حرام نہین بلکہ جائز اور

درست ہے باتفاق حنفیہ اور شافعیہ قال النووی فی شرح صحیح مسلم فاما اذا جاء بہ من قریتہ او اشتراہ فی وقت الرخص وادخرہ او ابتاعہ لیبیعہ فی وقت الغلاء لحاجتہ الی اکلہ او ابتاعہ لیبیعہ فی وقتہ فلیس باحتکار ولا تحریم فیہ واما غیر الاقوات فلا یحرم الاحتکار فیہ بکل حال ہذا تفصیل مذہبنا قال العلماء والحکمۃ فی تحریم الاحتکار دفع الضرر علے عامۃ الناس کما اجمع العلماء علی انہ لو کان عند انسان طعام واضطر الناس الیہ ولم یجدوا غیرہ اجبر علی بیعہ دفعا للضرر عن الناس الی قولہ وحملا الحدیث علے احتکار القوت عند الحاجۃ الیہ والغلاء وکذا حملہ الشافعی وابوحنیفۃ وآخرون وہو الصحیح انتہے وقال الطیبی فی شرح المشکوۃ فاما اذا جاء بہ من قریتہ او اشتراہ فی وقت الرخص وادخرہ وباعہ فی وقت الغلاء فلیس باحتکار ولا تحریم فیہ اما غیر الاقوات فلا یحرم الاحتکار فیہ بکل حال انتہے بقدر الحاجۃ وفی المجالس ومن حبس غلۃ ارضہ لا یکون محتکرا لانہ خالص حقہ لم یتعلق بہ حق العامۃ لکن لو کان للناس الیہ حاجۃ فالافضل لہ ان یبیعہ ولو امتنع عن البیع یکون مسیئا لقلۃ شفقتہ علے المسلمین انتہی وفی موضع آخر وہذا فیما یضر حبسہ عند الحاجۃ الیہ مما ہو قوت البشر والبہائم کالبر والشعیر والتمر والتین والزبیب انتہے اور علامہ عینی عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری مین فرماتے ہین قال الکرمانی الحکرۃ احتکار الطعام ای حبسہ یتربص بہ الغلاء ہذا بحسب اللغۃ واما الفقہاء فقد اشترطوا لہا شروطا مذکورۃ فی الفقہ انتہے اور مجمع البحار مین مذکور ہے۔ المحرم من الاحتکار ما ہو فی الاقوات وقت الغلاء للتجارۃ ولو ادخر للغلاء لا فیما جاء من قریتہ او اشتراہ فی الرخص وادخرہ او ابتاعہ فی الغلاء لیبیعہ فی الحال پس اگر صغری مین احتکار سے مراد احتکار شرعی ہے پس صغری سے ممنوع ہی کیونکہ تجارت گندم اور جوار چنے بلکہ جمیع اقسام اناج کے بلکہ جمیع اقسام اقوات بشر اور بہائم کے ہرگز احتکار شرعی نہین چنانچہ سابقا مفصلا معلوم ہوا اور اگر مراد احتکار لغوی ہے تو مسلم ہی لیکن کبری مین احتکار سے کیا مراد ہے اگر مراد احتکار شرعی ہی تو حد اوسط مقرر نہین چنانچہ خود ظاہر ہے اور اگر مراد احتکار لغوی ہے تو حد اوسط مقرر ہے لیکن کبرے سے ممنوع ہے کیونکہ احتکار لغوی ہرگز حرام نہین بلکہ جائز و درست ہے بلا دغدغہ بلکہ خود خیر القرون مین موجود و متحقق تھا حرام نہین صحیح مسلم مین جو ثانی صحاح ستہ ہے اور بعض کے نزدیک اصح الکتب بعد کتاب اللہ اور مقدم صحیح البخاری ہے سعید بن مسیب سے منقول ہے فقیل لسعید فانک تحتکر قال ان معمر الذی کان یحدث ہذا الحدیث کان یحتکر انتہے پس سعید ابن مسیب تابعی جلیل الشان اور معمر بن عبد اللہ راوی حدیث سید الانس والجان جو زیتون کے تیل کا احتکار کرتے تھے معاذ اللہ زید کے مذہب کے موافق مرتکب حرام کے ٹھہرتے ہین ولیس ہذا اول قارورۃ کسرت فی الاسلام اور اکابر اہل سنت والجماعت ہرگز ان کو مرتکب اس کا نہین قرار دیتے ہین بلکہ حدیث کو محمول احتکار شرعی پر کرتے ہین اور ان کے قول کو مخصوص باحتکار لغوی کرتے ہین۔ نووی شرح صحیح مسلم مین لکھتے ہین واما ما ذکر فی الکتاب عن سعید بن المسیب

ومعمر راوي الحديث انهما كانا يحتكران فقال ابن عبد البر وآخرون انما كانا يحتكران الزيت وحملا الحديث
على احتكار القوت عند الحاجة اليه والغلاء وكذا حمله الشافعي وابو حنيفة وآخرون وهو الصحيح انتهى فقطع دابر
القوم الذين ظلموا والحمد لله رب العالمين والصلوة على رسوله محمد وآله واصحابه اجمعين هذا ما علينا ان نقول
ومن الله نرجو احسن القبول نمقه العبد الخامل الجاني السيد امير احمد النقوي السهسواني بوأه الله في دار
التهاني وسخر له غزلان المقاصد والاماني فقط مهر درين وقت موجود نيست نمقه البحر القمقام والحبر الهمام
راس الفقهاء والمحدثين سند الاذكياء والمحققين فهو حق حقيق وصدق انيق لا ياتيه الباطل من بين
يديه ولا من خلفه وانا العبد الضعيف المستجير الى رحمة ربي القدير ابو المجتبى الشهير بسيد عبد الرحمن
يصلح شانه المنان الحق لا يتجاوز عما في هذا الجواب فما ذا بعد الحق الا الضلال كما لا يخفى على اولي النهى والافضال

سيد احمد حسن

سيد محمد نذير حسين

ز شرف سيد كونين شد شريف حسين

خادم شريعت رسول الثقلين محمد تلطف حسين

ابو الحسنات محمد عبد الحي

سوال - کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ حنا سائیدہ ریت ملوان عرصہ چالیس
سال سے بہت شہروں میں خاص کر شہر دہلی میں کثرت سے ہزاروں من فروخت ہوتی ہے۔
اور مشتری بھی جانتے ہیں کہ اس میں ریت ملی ہوئی ہے اور بائع بھی کہکر فروخت کرتے ہیں کہ
اس میں ریت ملی ہوئی ہے تم دیکھ لو خریدار بھی نہیں دریافت کرتے کہ اس میں کس قدر ریت
اور کس قدر حنا ہے خریدار خوش ہو کر لیتے ہیں بلکہ کہتے ہیں کہ اس سے بھاری لاؤ یعنی زیادہ ریت
ملوان لاؤ- اس باعث کہ جس قدر ریت زیادہ ہو گی قیمت میں کم ہو گی اور خالص حنا کم لیتے ہیں
روی بروی مخالص کے خالص کی کم قدر کرتے ہیں بہ سبب زیادہ قیمت ہونیکے۔ اگر خالص
فروخت پانچ من ہو تو مخالص یا نسو من بلکہ ہزار من فروخت ہوتی ہے یہ عرف ورواج بازار
جاری ہے۔ ہرگز اس میں دھوکا وفریب نہیں ہے۔ اگر اس صورت بالا میں کوئی شخص حنا
ریت ملوان فروخت کرے موافق عرف ورواج اہل تجار جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا +

الجواب - درصورت مرقومہ واضح ہو کہ حسب رواج وعرف تجاروں کے کوئی شخص حنا
ملونی کرکے فروخت کرے اور تجار اس ملونی سے واقف اور ماہر ہوں تو اس صورت میں یہ
بیع شرعاً جائز ہے کیونکہ عادت غالبہ اور عرف لوگوں کا یہ بھی ایک حجت ہے حجج شرعیہ سے
اور اسپر مسائل بہت متفرع ہوتے ہیں جیسا کہ تفصیل اس کی مطولات میں مذکور ہے اور اعتبار
عرف کا اللہ صاحب کے کلام سے ثابت ہے وہو ہذا- فاتباع بالمعروف واداء اليه باحسان الآية
كتب عليكم اذا حضر احدكم الموت ان ترك خيرا الوصية للوالدين والاقربين بالمعروف الآية-
ولهن مثل الذي عليهن بالمعروف الآية- فامسكوهن بمعروف الآية- فلا تعضلوهن ان ينكحن ازواجهن

اذا تراضوا بینہم بالمعروف الآیۃ - علے ہذا القیاس بہت آیات اس بارہ مین منقول ہین بخبت طوالت نقل نہین کی گئین اور علاوہ اس کے یہ بیع بیع غرر یعنی فریب مین داخل نہین ہے اس واسطے کہ تجار ملونی مذکور سے واقف ہین اور خوشی سے ملونی حنا کو خریدتے ہین اور نیز یہ بیع من غش فلیس منا کے مصداق نہین ہے اس لیے کہ فریب اس بیع مین جب ثابت ہو کہ جب اہل تجار اس سے واقف نہ ہون وہ لوگ ملونی اور غیر ملونی کو جانتے ہین اور ملونی کو عیب نہین سمجھتے ہین بلکہ رغبت سے اسکو لیتے ہین پس اس صورت مین کسی نوع کا خلل شرعی ثابت نہین ہے یہ بیع درست ہے اور جو کوئی اس بیع کی صحت پر اعتراض کرے تو اعتراض اس کا غیر معتبر ہے اسکو چاہیئے کہ قرآن مجید اور حدیث شریف سے کوئی دلیل عدم جواز کی پیش کرے واللہ اعلم بالصواب فاعتبروا یا اولی الالباب حررہ سید شریف حسین عفی عنہ -

سید شریف حسین	سید محمد نذیر حسین	سید احمد حسن	محمد عبد المجید	حسبنا اللہ بس حفیظ اللہ

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ بیع شئے غائب کی جائز ہی یا نہین یعنی مشتری نے مبیع کو نہین دیکھا ہی اور اس کی دو صورتین ہین ایک یہ کہ اسکا مثل دیکھا ہی جیسے ایک کتاب چھپی ہوئی دیکھی اس کو دیکھ کر وہی کتاب دوسرے مطبع سے منگالی - اور دوسری یہ کہ اسکا مثل بھی نہین دیکھا ہی اور بائع و مشتری سے ملاقات نہین بینوا توجروا +

الجواب - بیع دونون صورتون مین جائز ہوگی کیونکہ بیع صرف ایجاب و قبول سی منعقد ہو جاتی ہی رویت مبیع شرط نہین ہی خواہ ایجاب و قبول (یعنی بائع کہے کہ مینے بیچا و مشتری کہے کہ مینے لیا) تلفظ سی ہو یا کتابت سے ہدایہ مین ہے - البیع ینعقد بالایجاب والقبول - ترجمہ بیع جائز ہو جاتی ہی ایجاب و قبول سی - ہان خیار رویت مشتری کو باقی رہیگا ہدایہ مین ہی - ومن اشتری شیئا لم یرہ فالبیع جائز ولہ الخیار اذا رآہ ان شاء اخذہ بجمیع الثمن و ان شاء ردہ انتہی ترجمہ - جو خریدے ایسی چیز کو کہ نہین دیکھا ہی اسکو تو بیع جائز ہی اور اس کو اختیار ہی کہ جب دیکھے تو اگر چاہے تو کل قیمت دیکر لیلے اور اگر چاہے تو پھیر دے - اور تلفظ اور کتابت کا ایک حکم ہی ہدایہ مین ہی الکتاب کالخطاب یعنی لکھنے اور بولنے کا ایک حکم ہے - واللہ اعلم بالصواب المجیب محمد یسین الرحیم آبادی +

سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ ایک شخص بیمار بارہ دن پہلے مرنے اپنے سے بہوش و حواس و ثبات عقل اپنی کے آدھا مکان مشترکہ مملوکہ اپنا بیچ ہاتھ دختر اپنی کے بیع کیا بمقابلہ دو سو روپیہ کے اور ایجاب اور قبول درمیان بائع اور مشتریہ کے پایا گیا ولیکن تقابض بدلین وقوع مین نہین آیا اس صورت مین بیع مذکور منعقد اور لازم ہوئی یا نہین بینوا توجروا +

الجواب - جب ایجاب و قبول پایا گیا بیع لازم ہوئی بغیر خیار کے اور بدون رضا ایک دوسرے کے فسخ نہین ہو سکتی - اذا وجدا لزم البیع بلا خیار الا لعیب وعدم رؤیۃ کذا فی الدر المختار والہدایۃ وغیرہما من کتب الفقہ واللہ اعلم حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ +

سید محمد نذیر حسین

کتاب الربوا

سوال-(۱) تعریف رشوت اور فرق درمیان رشوت و سود کے کیا ہے-(۲) اگر کوئی شخص سرکاری ملازم کے ساتھ کسی کام کے کرانے میں محنتانہ مقرر کرے مگر وہ کام بذات خود نہیں کر سکتا لیکن اپنے افسر بالا با اختیار سے حسب منشا سائل کا کام کرایا جاوے تو بلا اطلاع افسر بالا کے محنتانہ مقرر شدہ لینا جائز ہے یا نہیں-(۳) اگر کوئی ملازم حسب اختیار بعد دیگر شخص کے ساتھ سلوک کرے تو اس شخص کو للہ خاطر و تواضع کرنا جائز ہے یا نہیں (۴) اگر کوئی ملازم کم سرمایہ ماتحتان متعلقہ سے نقدی و بیش قیمتی اشیاء نہیں مگر اشیا خوردنی و استعمالی روزمرہ لیوے جس کی قیمت ماتحتان نہ لیں اور بطور احسانمندی دیں یا للہ بخش دیں تو یہ لینا جائز ہے یا نہیں-(۵) اگر کوئی شخص رشوت لینا چھوڑ دے اور خالص توبہ کرے تو جو روپیہ یا مال و مویشی یا نوشیدنی یا خوردنی اشیا لی ہوں یا اُس روپیہ سے خرید کی ہیں اور اشیاء مذکورہ بالا واپس نہ کر سکتا ہو یا کوئی شخص مر گیا ہو یا بہت دراز فاصلہ پر ہو جس سے ملاقات ہونیکا اتفاق نہیں ہو سکتا تو اس روپیہ اور اشیاء مذکورہ بالا کو تصرف میں لانا جائز ہے یا نہیں (۶) کوئی شخص روبرو دو گواہوں کے نکاح کرتا ہے اور گواہان کو تاکید مزید کر دے کہ یہ نکاح کسی پر ظاہر نہ ہوا اور ہر دو گواہان سے ایک گواہ کہتا ہے کہ دونوں باہم ایجاب و قبول کرو ہم دونوں تمہارے گواہ ہیں اور ہر چہار نے مشورہ کر لیا ہے کہ کسی اور پانچویں شخص کو ایجاب و قبول کی خبر نہ ہو آیا یہ نکاح جائز ہے یا نہیں +

الجواب-(۱) رشوت کے معنے ہیں کسی شخص کو کچھ مال اس غرض سے دینا کہ وہ شخص امر باطل و ناحق پر اس کی اعانت کرے اور اس غرض سے جو مال دیوے وہ راشی ہے اور جو مال لیوے وہ مرتشی ہے اور جو شخص دونوں کے درمیان اس لین دین کی بات چیت کرے وہ رائش ہے-اور حدیث میں ان تینوں شخصوں پر خدا کی لعنت آئی ہے اور امر حق کے حاصل کرنیکے لیے یا ظلم ظالم کے دفع کرنیکے لیے مال دینا رشوت نہیں ہے-اور سود اُس زیادتی کا نام ہے جو معاوضہ مال بمال میں بلا عوض مشروط ہو-رشوت اور سود کی تعریف سے ان دونوں کے درمیان جو فرق ہے وہ بھی ظاہر ہو گیا مجمع البحار میں ہے والرشوۃ بالکسر والضم وصلۃ الی الحاجۃ بالمصانعۃ من الرشاء المتوصل به

الی الماء ومن يعطی توصلا الی اخذ حق او دفع ظلم فغير داخل فيه روی ان ابن مسعود اخذ بارض الحبشة فی شئ فاعطی دينارين حتی خلی سبيله وروی عن جماعة من ائمة التابعين قالوا لا باس ان يصانع عن نفسه وماله اذا خاف الظلم انتهی۔ (۲) صورت مسئولہ میں اس سرکاری ملازم کو محنتانہ مقررہ شدہ لینا جائز نہیں ہے کیونکہ اس نے خود سائل کا کام کیا نہیں ہے بلکہ اپنی سفارش سے اپنے افسر بالا سے سائل کے کام کو کرایا ہے اور سفارش پر محنتانہ لینا جائز نہیں ہے بلوغ المرام میں ہے۔ عن ابی امامة رضی اللہ عنہ عن النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم قال من شفع لاخيه شفاعة فاهدی له هدية فقبلها فقد اتی بابا عظيما من ابواب الربا رواه احمد وابو داؤد وفی اسناده مقال۔ سبل السلام صفحہ ۲۲ جلد ۲ میں ہے فيه دليل علے تحريم الهدية فی مقابلة الشفاعة وظاهره سواء كان قاصدا لذلك عند الشفاعة او غير قاصد لها وتسميته من باب الاستعارة للشبه بينهما وذلك لان الربا هو الزيادة فی المال من الغير لا فی مقابلة عوض وهذا مثله ولعل المراد اذا كانت الشفاعة فی واجب كالشفاعة عند السلطان فی انقاذ المظلوم من يد الظالم او كانت فی محظور كالشفاعة عنده فی تولية ظالم علے الرعية فانها فی الاولے واجبة فاخذ الهدية فی مقابلها محرم والثانية محظورة فقبضها فی مقابلة محظور واما اذا كانت الشفاعة فی امر مباح فلعله جائز اخذ الهدية لانها مكافاة علے احسان غير واجب ويحتمل انها تحرم لان الشفاعة شئ يسير لا يؤخذ عليه مكافاة وانما قال المصنف وفی اسناده مقال لانه رواه القسم عن ابی امامة وهو ابو عبد الرحمن مولاهم الاموی الشامی فيه مقال قاله المنذری قلت فی الميزان قال الامام احمد روی عنه علی بن زيد اعاجيب وما اراها الا من قبل القسم وقال ابن حبان كان ممن روی عن اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم المعضلات ثم قال انه وثقه ابن معين وقال الترمذی ثقة انتهی۔ (۳) جائز ہے قال اللہ تعالے هل جزاء الاحسان الا الاحسان۔ لیکن یہ ملازم دیگر شخص کے ساتھ جو سلوک کرتا ہے اگر اس کا یہ سلوک کرنا اس کی ملازمت وکار منصبی میں داخل ہے تو اس صورت میں اس سلوک پر اسکو اس دیگر شخص سے کچھ ہدیہ وغیرہ لینا جائز نہیں ہے۔ عن ابی حميد الساعدی ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم استعمل رجلا من الازد يقال له ابن اللتبية علے الصدقة فجاء فقال هذا لكم وهذا اهدی لی فقام النبی صلی اللہ علیہ وسلم علے المنبر فحمد اللہ واثنی عليه وقال ما بال العامل نبعثه فيجئ فيقول هذا لكم وهذا اهدی لی الا جلس فی بيت امه او ابيه فينظر ايهدی له ام لا الحديث رواه الشيخان وابو داؤد وغيرهم واللفظ لابی داؤد قال الخطابی فی المعالم فی قوله الا جلس فی بيت امه او ابيه فينظر ايهدی اليه ام لا دليل علی ان كل امر يتذرع به الی محظور فهو محظور ويدخل فی ذلك القرض يجر المنفعة والدار المرهونة يسكنها المرتهن بلا اجرة والدابة المرهونة يركبها ويرتفق بها من غير عوض انتهی۔ (۴) نہیں جائز ہے کما ظهر من حديث ابی حميد المذكور (۵) فقہاء حنفیہ کے نزدیک ایسی صورت میں اشیاء مذکورہ کو صدقہ کردینا چاہئیے اس نیت سے کہ ان اشیاء کا ثواب

اُن کے مالکان کو پہنچے اور ان اشیاء کو اپنے مصرف میں لانا نہیں جائز ہے۔ (۲) چونکہ یہ نکاح بلا ولی کے ہوا ہے اسوجہ سے جائز نہیں ہے کسی عورت کو اپنے آپ بلا ولی کے آپ نکاح کرنا جائز نہیں ہے بالغہ ہو یا نابالغہ قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا نکاح الا بولی رواہ الخمسۃ وصححہ ابن المدینی والترمذی وابن حبان واعل بالارسال کذا فی بلوغ المرام واللہ تعالے اعلم۔ سید محمد نذیر حسین

سوال۔ چہ می فرمایند علمائے دین دریں مسئلہ کہ اگر مال از کسب زنا و غنا و نیاحت حاصل شود عند الشرع در مال مذکور چہ حکم است جواب مطابق مذہب حنفی تحریر کردہ شود۔ بینوا ترحموا +

الجواب۔ در کتب فقہ می نویسد کہ آنچہ مال از کسب زنا و غنا و نیاحت وغیرہ باشد پس سبیل آن است کہ آنرا بارباب اموال رد کنند اگر معلوم باشند واگر معلوم نباشند صدقہ کردہ دہد از طرف ایشان تا اگر عین مال بایشان نرسیدہ ثوابش برسد یجب ردہ علی اربابہ ان علموا والا التصدق لیصل ثوابہ ان لم یصل عینہ کذا فی ایضاح الاصلاح شرح امداد الفتاح۔ وفی الملتقی امرأۃ نائحۃ او صاحبۃ طبل او صاحبۃ زمارۃ اکتسبت مالا ردتہ علی اربابہ ان علموا والا التصدق بہ کذا فی الہندیۃ والطحطاوی من کان عندہ مال حرام فہو مامور بتصدقہ علے الفقراء الی آخر ما فی منح الازہر لا یجوز اخذ الاجرۃ علے الغناء والنوح والملاہی لان المعصیۃ لا یتصور استحقاقہا بالعقد فلا یجب علیہ الاجر وان اعطاہ الاجر وقبضہ لا یحل لہ ویجب علیہ ردہ کذا فی الزیلعی والعینی وغیرہما من کتب الفقہ۔ واجمعوا علے ان اجرۃ الزنا باطلۃ کذا فی العینی شرح صحیح البخاری والقسطلانی وشرح النووی وغیرہ وسبب رد این است کہ ہرگاہ گیرندہ مال بوجہ حرام وزنا وغیرہ مالک آن نشد پس آن مال از ملک مالک خارج نہ گشتہ دریں صورت طریق رسانیدن حقوق عباد ہمین است کہ آنرا بمالکانش برسانند اگر معلوم باشند والا از طرف ایشان صدقہ کنند و دلیل برین مدعی این آیہ کریمہ را مے گردانند۔ ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اہلہا الآیۃ قال فی البیضاوی خطاب یعم المکلفین والامانات وان نزلت یوم الفتح فی عثمان بن طلحۃ انتہے ما فیہ وکذا فی الجلالین والنیشاپوری وغیرہما و در بناء مسجد و مرمت آن مال حلال طیب ضرور باید چہ مسجد یکہ از مال حرام تیار بودہ باشد خواندن نماز دران مکروہ است و نزد امام احمد حرام و در چاہ ہم صرف نہ کنند بلکہ بفقراء و مساکین بدہند باین نیت کہ ثواب این مال بمالک آن مال برسد تا از عذاب اخری رہا شود۔

واللہ اعلم۔ حررہ السید محمد نذیر حسین عفی عنہ + سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے دو بیگھہ زمین بکر سے بقیمت مبلغ پچاس روپیہ خریدی اور شرط یہ ہوئی کہ بکر جو بائع ہے زید مشتری کو اگر چار برس کے اندر کل روپیہ ادا کر دے تو زمین بکر کی بکر کو ملے گی اور مدت معینہ تک نہیں دیا تو زمین مشتری کی ہو جاویگی اور

بائع کو اُس پر کوئی دعوی نہین رہیگا اور مدت معینہ تک مشتری اُس زمین کی مالگذاری دیتا رہیگا اور اُس کے منافع سے مشتری مدت معینہ تک منتفع ہوتا رہیگا ایسی خرید و فروخت شرعاً جائز ہے یا نہین اور یہ سود مین داخل ہے یا نہین بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب +

الجواب - یہ بیع شرعاً ناجائز ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسی بیع وشرا سے منع فرمایا ہے - طبرانی مین ہے - نہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عن بیع وشرط - یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسی بیع سے کہ جس مین شرط ہو منع فرمایا ہے چونکہ بائع و مشتری نے اس بیع مین ایسی شرط کی ہے کہ بالکل منافی و مخالف بیع ہے اس لئے یہ بیع فاسد و باطل ہے اور ایسی شروط بیوع مین کرنی جو کتاب اللہ مین نہین اس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے باطل فرمایا ہے صحیحین مین عائشہ رض سے روایت ہے - قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فما بال رجال یشترطون شروطا لیست فی کتاب اللہ ما کان من شرط لیس فی کتاب اللہ فہو باطل وان کان مائۃ شرط یعنی آپ فرماتے ہین کہ کیا حال ہے لوگون کا کہ ایسی شرطین کرتے ہین جو اللہ کی کتاب مین نہین ہین جو شرط ایسی ہو کہ اللہ کی کتاب مین نہ ہو تو وہ باطل ہے اگرچہ ہون سو شرطین - امام نووی شرح صحیح مسلم مین فرماتے ہین - الخامس ان قولہ صلے اللہ علیہ وسلم کل شرط الخ صریح فی ابطال کل شرط لیس لہ اصل فی کتاب اللہ وقام الاجماع علی ان من شرط فی البیع شرطا لایحل فہو لایجوز عملا بہذا الحدیث انتہی - فقہا اس مسئلہ مین مختلف ہین بعضون نے اس بیع کو رہن مین داخل کیا ہے اس صورت مین منافع و زوائد بحکم حدیث لہ غنمہ وعلیہ غرمہ کا مضمون ہوگا جواہر الفتاوی مین ہے کہ یہی قول صحیح ہے اور فتاوے خیر الدین رملی مین لکھا ہے کہ وعلیہ الاکثر یعنی اسی پر اکثر علما ہین اور بعضے علما جنہون نے اس صورت کو بیع مین داخل کیا ہے انہون نے بھی بسبب اس شرط استرداد کے جو صلب عقد مین واقع ہوا ہے اس بیع کو فاسد کہا ہے - پس صورت مذکورہ مسئولہ باتفاق فقہا و علما ناجائز ہے اور وہ منافع تا انقضائے میعاد محض سود اور ربا مین داخل ہین اور وہ منافع ذمہ اُس خریدار کے مضمون ہونگے کما لایخفی واللہ اعلم بالصواب وعندہ ام الکتاب - کتبہ العبد المذنب الخائف یوم البطش ابو عبد اللہ مولا بخش بہاری عفا اللہ عنہ - ناظرین فتوے ہذا پر مخفی نہ رہے کہ کتب حدیث کے تتبع سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ شروط فی البیوع مطلقا حرام نہین ہین اس بارے مین چند روایتین وارد ہین جن کو شیخین و اہل سنن وغیرہم نے روایت کیا ہے - ان کو ہم یہان پر درج ذیل کرتے ہین پہلی حدیث جس کو شیخین وغیرہما نے بروایت حضرت جابر نقل کیا ہے بلفظ حدیث یہ ہے فاستثنیت حملانہ الی اہلی اور بلفظ بخاری رح و احمد رح کا یہ ہے وشرطت ظہرہ الی المدینۃ - دوسری حدیث جسکو شیخین نے دربارہ بریرہ حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے جسکا لفظ یہ ہے وان اشترطوا مائۃ شرط - امام مسلم نے

ابن عمرو اور ابوہریرہ نے بھی بایں لفظ روایت کیا ہے - تیسری حدیث جسکو اہل سنن و احمد وغیرہم نے عبداللہ بن
عمرو سے بایں لفظ نقل کیا ہے - لا یحل سلف و لا بیع و لا شرطان فی بیع - ان احادیث ثلثہ سے درباب
بیع مع الشرط کے تین حالتین معلوم ہوئین - حضرت جابر کی روایت سے بیع و شرط دونون کا صحیح
ہونا ثابت ہوا - حضرت عائشہ کی روایت جو درباب واقعہ بریرہ مروی ہے اس سے یہ ثابت
ہوا کہ بیع صحیح ہے اور شرط باطل اور حدیث ابن عمرو سے یہ ثابت ہوا کہ بیع اور شرط دونون باطل
ہین سلف و خلف نے اپنے اپنے مسالک کا موقوف علیہ انہین روایتون کو قرار دیا ہے -

ابن شبرمہ رح جو معاصر امام ابی حنیفہ رح و ابن ابی لیلی رح کے ہین ان کا یہ مذہب ہے کہ بیع مع
الشرط صحیح ہے اور ان کے دعوے کی دلیل یہی حدیث جابر کی ہے - اور ابن ابی لیلی رح کا مذہب
یہ ہے کہ بیع صحیح ہے - اور شرط باطل اور ان کے مدعی کی حجت یہی حدیث عائشہ کی ہے - اور امام
ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مذہب ہے کہ بیع و شرط دونون باطل ہین جیسا کہ حدیث نہی رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم عن بیع و شرط سے مستفاد ہوتا ہے بنا بر بعض ادلہ ثلثہ کے بعض سلف و خلف
نے جواز بیع الوفا کا فتوی دیا ہے مگر مفتی بہ قول یہ ہے کہ بیع الوفا جائز نہین جیسا کہ جناب مستطاب
حضرتنا و مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی اپنے فتاوی مین لکھتے ہین کہ نہ سندے
قابل اعتماد و نہ وجہے صحت یافتہ می شود - اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی قائل عدم جواز ہی
کے ہین اور اس کے عدم جواز کی اور وجہین بھی بتفصیل درج ذیل ہین فلینظر الیہ و تامل فیہ
روایات ثلثہ مذکورہ بالا پر غائر نظر ڈالنے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ شروط فی البیوع کی استقرائی تین
حالتین ہین یا تو باطل فی نفسہا ہون یا صحیح معمول بہا یا مؤدی الی الربا ان مین سے اول و ثانی
شرطین جب عقد بیع مین واقع ہون گی تو مقتضی فساد نہ ہونگی - پہلی شرط اس وجہ سے کہ جب وہ
باطل فی نفسہ ہے تو کالعدم ہے گو یا عقد بیع مین اس کا ذکر ہی نہین ہے - اور ثانی شرط کا عدم
اقتضائے فساد ظاہر ہے - اور تیسری شرط جبکہ واقع فی العقد ہوگی تو مقتضی فساد ہوگی اور اسکا
اقتضائے فساد بھی بین ہے اس تنقیح کے بعد صورت مسئولہ مین جو شرط فی عقد البیع واقع ہے
یہ دیکھنا چاہیے کہ ان شرطون مین سے کون شرط پائی جاتی ہے - ناظرین پر پوشیدہ نہ رہے کہ
اس خصوص مین شرط مؤدی الی الربا جو تیسری قسم کی شرط ہے پائی جاتی ہے کیونکہ صورت
مرقومۃ الصدر مین یہ شرط مندرج ہے کہ بکر زید کو اگر چار برس کے اندر کل روپیہ وصول دیدے تو
تو زمین بکر کی بکر کو ملے گی - نہین تو زمین مشتری کی ہو جاویگی اور اس زمین کے منافع سے مشتری
زید تا مدت معینہ منتفع ہوتا رہے گا - اس سے بالبداہت ظاہر ہو گیا کہ یہ شرط مؤدی الی الربا
ہے - اور جبکہ یہ شرط مؤدی الی الربا ہوئی تو بیع الوفا باطل ہوگئی - اسلئے کہ یہ شرط مؤدی الی الربا

مقتضی فساد ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی قباحتون سے یہ بیع الوفا باطل ہے۔ اوّلاً بقاعدہ معروفہ العبرۃ فی العقود بالمعانی لا بالالفاظ یہ عقد عقد رہن ہے اور رہن کا انتفاع مرتہن کو اگرچہ باذن راہن عام ازینکہ وہ مشروط بالشرط حقیقۃ ہو یا حکما باتفاق علمائے محدثین وفقہائے مجتہدین درست نہین ہے کیونکہ یہ ربا ہے پس بموجب اصول مقررہ مسلمہ بالا جبکہ عقد رہن کا انعقاد ثابت ہوچکا تو تملیک منافع مشتری کے حق مین کسی طرح صحیح نہین ہوئی یہ پہلی قباحت مخل صحت بیع الوفا ہے۔ ثانیاً۔ شرط رد جو عقد بیع مین واقع ہے یہ دوسری قباحت مخل صحت بیع الوفا ہے کیونکہ اس شرط رد نے اس بیع الوفا کو بیع فاسد کردیا ہے۔ ثالثاً اس صورت مین نہ بیع کو استقرار ہے اور نہ بائع ومشتری کو اطمینان اور یہ تیسری قباحت سب قباحتون سے زیادہ مخل صحت بیع الوفا ہے والا شرطان کی بیع دراصل اسی وجہ سے منہی عنہ ہوئی کہ اس مین طرفین کو تردد ہے اور بیع کو استقرار نہین ہے فلیتامل فیہ رابعاً یہ کہ تراضی طرفین جس پر معاملات شرعیہ کا دار مدار ہے (بوجہ اس کے کہ اس بیع کی حقیقت کا علم نہین ہے) ثابت نہین ہوا۔ یہ چوتھی قباحت مخل صحت بیع الوفا ہے۔ خامساً بقاعدہ مذکورہ بالا کے جبکہ یہ عقد عقد رہن ہوا تو بعد گذرنے میعاد کے شئے مرہون کا مالک مشتری نہین ہوسکتا اور اس عقد مین بائع کی طرف سے مالک بنایا گیا ہے یہ پانچوین قباحت مخل صحت بیع الوفا ہے سادساً۔ جبکہ شرع مین اس کی کچھ اصل نہین ہے تو شئے مرہون بعد گزرنے میعاد معینہ کے زرثمن کے عوض ہرگز بیع نہین ہوجا سکتی حالانکہ اس بیع مین ایک محتمل شق پر وہ شئے مرہون مبیع قرار دی گئی ہے ہذا اوضح البطلان اور یہ چھٹی قباحت مخل صحت بیع الوفا ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ بیع الوفا بوجوہ شتی قباحتون کے بھی ناجائز اور بے اصل ہے اور شرع مین لا اصل لہ ہے۔ مسلمانون کو اس سے اجتناب لابدی ہے اور اسی طرح سود کھانیکے حیلہ سے احتراز ضروری ہے۔ ہذا ما سنح لی فی ہذا الجواب واللہ اعلم بالصواب حررہ اضعف عباد اللہ الولی ابو المعالی محمد علی فیضی مئوی داناپوری غفرلہ ولوالدیہ ولاساتذتہ۔ ابو المعالی محمد علی ۱۳۱۲

جواب مجیبین ماشاء اللہ خوب تحقیق سے لکھا گیا ہے جزاہما اللہ خیرا۔ مفتی بہ مذہب حنفیہ مین بھی ایسا ہی ہے۔ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی وصاحب درمختار وغیرہ لکھتے ہین کہ منافع کو اصل مین مجرا کرے ورنہ سود۔ واللہ اعلم۔ فقیر ابو الحسنات محمد عبد الغفور داناپوری عظیم آبادی واعظ اسلام پٹنہ ۔ سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ بعض قومون مین سردار لوگ مقرر ہوتے ہین اور ان کی سرداری کا ایک روپیہ یا دو یا دس یا پانچ روپیہ نقد یا کھانا وغیرہ مقرر ہوتا ہے اور برادری کا کھلانا یا مٹھائی وغیرہ امور شادی مین تقسیم کرنا مقرر ہوتا ہے اور بروقت نکاح یا

خطبہ وغیرہ کے والیان نکاح یا مخطوبہ سے لیا جاتا ہی اس کو مقدور دینے کا ہو یا نہ ہو قرض لا کر دے یا سودی بلکہ سردار اور برادری والے خود اسکو قرض اور سودی دلوا دیتے ہین لیکن جو صیغہ ان کا مقرر شدہ ہے وہ ضرور لے لیتے ہین اور اگر صیغہ مقررہ نہ دیوے تو نکاح ہونے نہین دیتے اور برادری سے خارج کر دیتے ہین بیچارے غریب کو مجبورا دینا ہی پڑتا ہے سو ایسے سرداروں کا مقرر کرنا اور ایسا روپیہ وکھانا جبراً لینا شریعت مین درست ہے یا نہین بینوا توجروا *

الجواب- ایسے سردارون کا مقرر کرنا اور ایسا روپیہ اور کھانا جبراً لینا درست نہین ہے کیونکہ یہ ظلم واکل المال بالباطل ہے اور وہ حرام ہے- قال اللہ تعالے ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل وتدلوا بها الی الحکام لتاکلوا فریقا من اموال الناس بالاثم وانتم تعلمون - وقال اللہ تعالے یا ایها الذین آمنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارة عن تراض منکم ولا تقتلوا انفسکم ان اللہ کان بکم رحیما ومن یفعل ذلک عدوانا وظلما فسوف نصلیه نارا وکان ذلک علی اللہ یسیرا - وقال اللہ تعالے فبظلم من الذین هادوا حرمنا علیهم طیبات احلت لهم وبصدهم عن سبیل اللہ کثیرا واخذهم الربا وقد نهوا عنه واکلهم اموال الناس بالباطل وقال تعالے انه لا یفلح الظالمون وقال تعالے الا لعنة اللہ علی الظالمین - وقال تعالے اما من ظلم فسوف نعذبه ثم یرد الی ربه فیعذبه عذابا نکرا- کتبه محمد بشیر عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

سوال- ما قولکم رحمکم اللہ اندرین مسئلہ کہ سلطے سودی گرفت اکنون توبعظ علما سودخوری ترک نمودہ است الحال اموال سود را چہ کند خیرات کردن می تواند یا نہ درحالیکہ صاحبان اموال را انتیا منیا گردانیدہ است واگر صدقہ از مال حرام جائز نہ باشد این جزئی نیز بحوالہ کتاب نوشتہ شود پس مال مذکورہ را چہ کردہ شود بینوا توجروا *

الجواب- درصورت مرقومہ معلوم ہو کہ اس مال کو نیابۃً اُس شخص کی طرف سے خدا کی راہ مین خرچ کر دے اس نیت سے کہ یا الٰہی اس صدقہ کا ثواب اس شخص کو پہنچے جس سے مین نے یہ مال حاصل کیا ہے اس مین اپنے ثواب کا ہرگز امیدوار نہ ہو کذا فی شرح الفقہ الاکبر لعلی القاری والفتاوی العالمگیریۃ والله اعلم بالصواب حررہ السید ابوالحسن *-

سید محمد نذیر حسین

سوال- کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ سود ہندوستان مین لینا کیسا ہے- اور استعمال چربی خنزیر کا حلال ہے یا حرام بینوا توجروا *

الجواب- حلال جاننے والا سود لینے کو یعنی حلال سمجھ کر لیوے کافر ہے اور مرتکب بغیر حلال سمجھنے کے فاسق قال اللہ تعالے الذین یاکلون الربوا لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطه الشیطان من المس ط ذلک بانهم قالوا انما البیع مثل الربوا واحل اللہ البیع وحرم الربوا- وعن جابر قال

لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکل الربوا وموکلہ وکاتبہ وشاہدیہ وقال ہم سواء رواہ مسلم۔ اور سود سب جگہ حرام ہے اور اس تخصیص کا کچھ ثبوت نہیں اور ایسا ہی حال چربی خنزیر کا ہے قال اللہ تعالے انما حرم علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر۔ خنزیر من کل الوجوہ حرام ہے گو چربی ہی ہو مستحل کافر مرتکب فاسق۔ حررہ محمد سعید عفی عنہ۔ الجواب حق فماذا بعد الحق الا الضلال۔ سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین محققین اس مسئلہ میں کہ بعضے عالم حنفی یہ کہتے ہیں کہ ہندوستان وبنگالہ میں سود لینا جائز ہے نزدیک امام ابوحنیفہ کے کیونکہ وہ دار الحرب ہے سو ہم دو امر کی تحقیق چاہتے ہیں۔ ایک امر یہ کہ ہندوستان دار الحرب ہے علے التحقیق یا نہیں۔ دوسرا امر یہ کہ باوجود دار الحرب ہونے ہندوستان کے سود لینا یہاں مسلمانوں کو جائز ہے یا حرام بیان کرو قرآن شریف اور حدیث صحیح مرفوع سے کہ نزدیک محدثین متقدمین ومتاخرین کے ثابت ہوئی ہو ثواب پاؤ گے۔

الجواب۔ درصورت مرقومہ پہلے حال امر اول کا بیان کیا جاتا ہے بغور سنو۔ واضح ہو کہ کتب فقہ حنفیہ میں مذکور ہے کہ دار الحرب دار الاسلام ہو جاتا ہے۔ احکام اسلام کے جاری کرنے سے اس میں جیسے نماز جمعہ وعید بطریق شہرت واعلان کے ساتھ ادا کرنا اور حال ہندوستان اور بنگالہ کا یہی ہے پھر کیونکر ہندوستان وبنگالہ دار الحرب ہوگا۔ اور یہی مذہب امام ابوحنیفہ رح کا ہے۔ اور جبتک یہ احکام اسلام جاری وباقی رہیں گے دار الاسلام دار الحرب ہرگز نہ ہوگا۔ اور اکثر مشائخ حنفیہ نے اس کو بدلیل قوی محکم کیا ہے۔ چنانچہ تنویر الابصار والدر المختار وطحطاوی وفصول عمادی وغیرہ میں مذکور ہے۔ تصیر دار الحرب دار الاسلام باجراء احکام الاسلام کجمعۃ وعید کذا فی الدر المختار۔ اب آگے دلیل امام ابوحنیفہ رح کی بیان ہوتی ہے فصول عمادیہ سے۔ ولا ای لابی حنیفۃ ان ہذہ البلدۃ صارت دار الاسلام فیہا فما لقی شئے من احکام الاسلام فیہا تبقی دار الاسلام علے ما عرف ان الحکم اذا ثبت بعلۃ فما بقی شئے من العلۃ یبقی الحکم ببقائہ ہکذا ذکر شیخ الاسلام ابوبکر فی شرح سیر الاصل وذکر رحمہ اللہ فی موضع اخران دار الاسلام لاتصیر دار الحرب اذا بقے شئے من احکام الاسلام وان زال غلبۃ اہل الاسلام وذکر صدر الاسلام ابو الیسر فی سیر الاصل ایضا ان دار الاسلام لاتصیر دار الحرب مالم یبطل جمیع ما بہ صارت دار الاسلام کذا ذکرہ فی باب المرتدین وذکر شیخ الاسلام الاسبیجابی فی مبسوطہ ان دار الاسلام محکومۃ بکونہا دار الاسلام فیبقی ہذا الحکم ببقاء حکم واحد فیہا ولاتصیر دار الحرب الا بعد زوال القرائن کلہا ودار الحرب تصیر دار الاسلام بزوال بعض القرائن وہوان تجری فیہا احکام الاسلام انتہے۔ مافی فصول العمادیۃ فی اول الکتاب۔ عالم فقیرا وخنز دشنی نے اپنے فصول میں ابو الیسر سے ذکر کیا ہے کہ دار الاسلام دار الحرب نہیں ہوتا جبتک وہ سب امور باطل نہ ہوجائیں کہ جن کے جہت سے دار الاسلام ہوا اور شیخ الاسلام اسبیجابی نے اپنے مبسوطہ اس طرح ذکر کیا ہے کہ

احراء احکام الاسلام

دارالاسلام کہ بہ سبب جاری ہونے احکام اسلام کے دارالاسلام ہوا ہے تو جبتک کوئی چیز علائق اسلام سے باقی رہے گی تو جانب اسلام کو ترجیح دی جاوے گی - کذا ذکرہ السید احمد الطحطاوی فی حاشیۃ الدرالمختار پس تحریر کتب معتبرہ بالا سے صاف واضح ہوا کہ جب تک تلاوت و وعظ و نصیحت قرآن شریف و دعوت اسلام و ادائے جمعہ و عیدین برملا و اشتہار عام و اعلان تمام پایا جائیگا ہندوستان مین تو وہ بدستور دارالاسلام رہیگا دارالحرب نہ ہوگا چنانچہ علماے دیندار محققین ماہرین شرع پر مخفی نہین - دوسرا امر یہ کہ دارالحرب مین سود لینا حلال ہی یا حرام سو اب اس مسئلہ کی تحقیق کما حقہ بیان کی جاتی ہے پس سنو فی الواقع متن فقہ حنفی مین مذکور ہے کہ سود لینا دارالحرب مین نزدیک امام ابو حنیفہ کے جائز ہے بدلیل اس حدیث کے کہ لاربوا بین المسلم والحربی فی دارالحرب لیکن یہ حدیث مانند شتر بے مہار کے ہے کیونکہ یہ حدیث نزدیک محدثین متقدمین و متاخرین کے ثابت نہین ہوئی اسی واسطے حافظ ابن حجر عسقلانی صاحب فتح الباری نے درایۃ فی تخریج احادیث الہدایہ مین کہا ہے کہ حدیث لاربوا بین المسلم والحربی فی دارالحرب لم اجدہ لکن ذکرہ الشافعی و من طریقہ البیہقی قال قال ابو یوسف انما قال ابو حنیفۃ ہذا لان بعض المشیخۃ حدثنا عن مکحول عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لاربوا بین اہل الحرب اظنہ قال واہل الاسلام انتہی ما فی الدرایۃ - اس مقام مین بہت غور کرنا چاہیے کہ امام ابو یوسف نے اِس حدیث کو نقل کر دیا اور آپ اُس پر عمل نہ کیا کیونکہ انکے نزدیک قابل اعتماد کے نہ ہوئی اور فی الواقع یہ حدیث مثل شتر بے مہار کے ہے اس لیئے کہ نہ سند متصل درمیان راوی و مروی عنہ کے درجہ بدرجہ باسامی رواۃ پائی جاتی ہے اور نہ متن متعین کہ لاربوا بین المسلم والحربی فی دارالحرب متن صحیح ہے - یا لاربوا بین اہل الحرب واہل الاسلام متن صحیح ہے - اور ظاہر ہے کہ اہل حدیث کے نزدیک خبر معلق بلا اسناد و تعدیل مبہم مقبول نہین جیسا کہ شرح نخبۃ الفکر و تدریب الراوی شرح تقریب النواوی مین مذکور ہے - بالجملہ از روے قواعد اہلحدیث و فقہ کے بمقابلہ نص قرآنی کے حدیث لاربوا بین المسلم الخ قابل اعتماد و استدلال کے ہرگز نہین ہوسکتی نزدیک علماء اہل فطانت و دیانت کے - و بالفرض اگر حدیث مذکور ساتھ سند صحیح کے بھی پائی جاتی ہوتا ہم زیادت ساتھ خبر واحد کے نص قطعی قرآنی پر ہرگز جائز نہ ہوگی چنانچہ ماہران اصول پر مخفی نہین - ربوا خوار کو چاہیئے کہ اس مقام مین فتح القدیر کو بغور ملاحظہ کرے کہ سود لینے سے باز آوے وہذا لا یفید لمعارضتہ اطلاق النصوص الا بعد ثبوت صحۃ حدیث مکحول و قد یقال لو سلم حجیتہ فالزیادۃ بخبر الواحد لا تجوز فاثبات قید زائد علی المطلق من نحو لا تاکلوا الربوا و نحوہ ہو الزیادۃ لا تجوز انتہی ما فی القدیر بقدر الحاجۃ - اب آگے سنو کہ امام صاحب بواسطہ حدیث مذکور کے ربوا لینا دارالحرب مین جائز رکھتے ہین نہ دارالاسلام مین اور ہندوستان شرقاً و غرباً موافق شروط

قرار دارالحرب نہین ہی چنانچہ فصول عمادیہ و طحطاوی وغیرہ سے پہلے واضح ہوچکا پس امام صاحب کے نزدیک بھی سود لینا ہندوستان و بنگالہ مین حرام و ناجائز ہوگا کیونکہ دارالاسلام ہے تو اس صورت مین نزدیک تمام اہلحدیث و نفقہ خصوصاً نزدیک امام ابو یوسف و چارون اماموں کے معاملہ لینا دینا سود کا ہندوستان و بنگالہ مین حرام قطعی ہوگا کیونکہ قولہ تعالیٰ وحرم الربوا نص قطعی ہے منکر حرمت کا اس کے کافر بیشک ہوگا چنانچہ ماہران شریعت پر مخفی نہین واللہ اعلم بالصواب فاعتبروا یا اولی الالباب ✝ سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین و مفتیان شرع متین درباب سود کے کہ فی زماننا اکثر اہل اسلام بدلیل اس کے کہ یہ ملک دارالحرب ہے اور دارالحرب مین سود لینا درست ہے آپس مین ہندوؤن اور مسلمانون سے سود لیتے ہین اور دیتے ہین آیا اس حیلہ سے سود لینا مسلمانون کو اس ملک مین درست ہے یا نہین بینوا توجروا ✝

الجواب - درصورت مرقومہ جاننا چاہئے کہ سود کا لینا دینا خواہ دارالاسلام مین ہو خواہ دارالحرب مین حرام اور ممنوع ہے - نزدیک امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد اور امام ابو یوسف اور جمہور علماء رحمہم اللہ تعالیٰ کے کیونکہ قرآن اور حدیث اور اجماع صحابہ رض سے حرمت ربوا کی ثابت ہے قطعاً مگر امام ابو حنیفہ و امام محمد فرماتے ہین کہ دارالحرب مین کافر حربی سے سود لینا درست ہے جیسا کہ ہدایہ وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے ولیکن ملک ہندوستان رنگون سے لیکر پشاور تک ہرگز دارالحرب نہین مطابق مذہب امام صاحب کے اس لئے کہ موافق تحقیق اور تنقیح علماء و متاخرین حنفیہ کے دارالحرب کی تعریف نزدیک امام صاحب کے یہ ہی کہ جبکہ کوئی شعائر اسلام کے مثل نماز جمعہ و جماعت علے الاعلان اور پڑھنا قرآن مجید کا برملا پایا نہ جاوے بلکہ تمام شعائر اسلام کے موقوف ہوجاوین تو اس صورت مین دارالاسلام دارالحرب ہوجاتا ہے اور جبتک ایک سبب بھی شعائر اسلام کا موجود ہوگا تو دارالحرب متحقق نہ ہوگا جیسا کہ فصول عمادی و طحطاوی وغیرہ مین مذکور ہے - اور جبکہ ہندوستان دارالحرب نہ ٹھیرا نزدیک امام صاحب کے تو سود کا لینا دینا ہندوستان مین نزدیک امام صاحب کے بھی حرام اور ممنوع ہوگا ولہ ان ہذہ البلدۃ صارت دارالاسلام باجراء احکام الاسلام فیہا فمابقی شئی من احکام دارالاسلام فیہا یبقی دارالاسلام علی ماعرف ان الحکم اذا ثبت بعلۃ فمابقی شئی من العلۃ یبقی الحکم ببقائہ ہکذا ذکر شیخ الاسلام ابوبکر فی شرح سیر الاصل وذکر فی موضع آخر منہا ان دارالاسلام لاتصیر دارالحرب اذا بقی شئی من احکام الاسلام وان زال غلبۃ اہل الاسلام وذکر صدر الاسلام ابو الیسر فی سیر الاصل ایضاً ان دارالاسلام لاتصیر دارالحرب مالم یبطل جمیع مابہ صارت دارالاسلام کذا ذکرہ فی باب احکام المرتدین وذکر

شیخ الاسلام الاسبیجابی فی مبسوط ان دار الاسلام محکومۃ بکونہا دار الاسلام فیبقی ہذا الحکم ببقاء حکم واحد فیہا ولا تصیر دار الحرب الا بعد زوال القرائن کلہا و دار الحرب تصیر دار الاسلام بزوال بعض القرائن وہو ان یجری فیہا احکام الاسلام وذکر الامشی فی واقعاتہ ہکذا وذکر السید الامام ناصر الدین فی المنشور ان ... دار الاسلام .... باجراء احکام الاسلام فما بقی علقۃ من علائق الاسلام یترجح جانب الاسلام کذا فی الفصول العمادیۃ وہکذا فی الطحطاوی والدر المختار وغیرہا من کتب الفقہ۔ قال مولانا عبد العزیز الدہلوی بعد نقل ہذہ الروایات المذکورۃ فی جواب السائل المستفتی فعلم من ہذہ الروایات الفقہیۃ ان ہذہ البلاد لا تصیر دار الحرب علے مذہب الامام الاعظم ابی حنیفۃ رحہ بل تکون دار الاسلام کما کان ولا یجوز للمسلم اخذ الربوا من النصرانی وغیرہ لان حرمتہ قطعیۃ ثابتۃ بالآیۃ بقولہ تعالے احل اللہ البیع وحرم الربوا و بقولہ علیہ الصلوۃ والسلام لعن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اکل الربوا وموکلہ کما ہو مذکور فی کتب الاحادیث من الصحاح الستۃ وعلے مذہب صاحبیہ تصیر دار الحرب اذا اجروا فیہا احکامہم ففی اخذ الربوا من الحربی اختلاف فعند الامام الشافعی ومالک واحمد وابی یوسف رحمہم اللہ تعالے لا یجوز فی دار الحرب ایضا وعند الامام الاعظم ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ علیہ ومحمد یجوز فی دار الحرب کما قال فی الہدایۃ ولا ربوا بین المسلم والحربی فی دار الحرب خلافا لابی یوسف والشافعی رح انتہے ما نقل مولانا المرحوم مختصراً۔ اور مولانا محمد اسحٰق صاحب مرحوم مغفور نے بھی بیچ جواب مستفتی کے ارشاد فرمایا ہے کہ سود لینا دار الحرب مین حربی سے بھی درست نہین چنانچہ عبارت فتویٰ جناب مولانا مبرور کی بعینہ نقل کی جاتی ہے در حلت وحرمت مبلغ سود در دار الحرب از حربیان کلامی است کہ حرمت ربوا بنص قطعی ثابت است کما قال اللہ تعالی احل اللہ البیع وحرم الربوا۔ وحلت ربوا از کافر حربی در دار الحرب ظنی است پس عمل کردن بر دلیل اقوی اوکد است خصوصاً وقتیکہ در دار الحرب بودن این دیار علما را اختلاف باشد پس اجتناب در گرفتن سود از حربی اوکد والزم خواہد بود و نیز قاعدہ فقہ است اذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام واین وقتے باشد کہ ہر دو دلیل در یکمرتبہ باشد وچون یک دلیل کمتر باشد از دلیل دیگر پس عمل بر اقوی موکد تر میشود بنا برین قاعدہ ہم ربوا از حربی نباید گرفت وآئندہ از معاملہ سود گرفتن از حربی چہ جائے مسلم اجتناب باید نمود تمام شد عبارت فتوی جناب مولانا مرحوم۔ واجب ہے مسلمانون دیندار سعادت شعار پر کہ کہنے سے کسی نیم ملّاں کے سود کے لینے دینے سے اگرچہ دار الحرب مین ہو پرہیز واجتناب ضرور کرین اور مضامین ان آیتوں سے خوف وخطر مین رہین چنانچہ خدا تعالی سود خوارون کے حق مین فرماتا ہے لا یقومون الا ما یقوم الذی یتخبطہ الشیطان من المس ویمحق اللہ الربوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ وذروا ما بقی من الربوا ان کنتم مومنین ومن عاد فاولئک اصحاب النار ہم فیہا خالدون۔ وما علینا الا البلاغ واللہ اعلم

بالصواب حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ۔

سید محمد نذیر حسین	فقیر خواجہ ضیاء الدین احمد

ہذا الجواب صحیح

محمد قطب الدین	سید محمد ہاشم	الجواب حق والمجیب محقق	محمد مسعود نقشبندی

حسبنا اللہ بس حفیظ اللہ	محمد یوسف

چونکہ در سوال مرقوم است کہ سود فی زماننا اکثر اہل اسلام بدلیل اینکہ این ملک دار الحرب است و در دار الحرب سود گرفتن درست ہندو و مسلمان باہم دیگر سود می گیرند و می دہند پس ازین حیلہ سود گرفتن مسلمانان را درین ملک درست یا نہ۔ جواب این سوال صرف این قدر باید کہ این ملک دار الحرب نیست حسب روایات استفتا درین صورت سود گرفتن بالاتفاق درست نیست و سائل سوال از چین و روس کہ بالاتفاق دار الحرب ہستند نمی کند کہ در جواب نوشتہ شود و گفتگو درین مقدمہ بسیار است و در کتب خمسہ امام محمد مرقوم است کہ طول بسیار میخواہد پس جواب باین قدر ہست کہ این ملک دار الحرب نیست و دستخط ہم برین است و بر دیگر روایات نیست۔ کتبہ صدر الدین خان صدر الصدور سابق دہلی۔ بقلم خاکسار محمد سبحان علی لکھنوی ✦

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے اندر کہ رشوت کا کھانا اور سور کا کھانا اور بیاج کا کھانا اور شراب کا پینا اور غیر اللہ کے نام کا کھانا اس میں کچھ فرق ہے یا نہیں بینوا توجروا ✦

الجواب۔ درصورت مرقومہ معلوم کرنا چاہیئے کہ رشوت کا کھانا اور سور کا کھانا اور سود کا کھانا اور شراب کا پینا حرام ہے اور سب حرام ہونے میں برابر ہیں اور علما کا اتفاق ہے مخلوق کی نذر کے حرام ہونے پر اور یہ نذر منعقد نہیں ہوتی اور وہ حرام ہے اور جائز نہیں اس کا لینا اور کھانا...
بحر الرائق میں مذکور ہے۔ انعقد الاجماع علے حرمۃ نذر المخلوق ولا ینعقد نذر المخلوق وانہ حرام بل سحت ولا یجوز اخذہ واکلہ انتہے۔ اور دلیل الصالحین میں مرقوم ہے النذر لا یکون الا للہ تعالے ثمن نذر لنبی وولی لا یلزم علیہ شئے فان اعطی ذلک الشئے لاحد من الناس علی تلک النیۃ لا یجوز اخذہ ان علم الآخذ بذلک فان کان طعاما لا یحل اکلہ وان کان ذبیحۃ فہو میتۃ فان اکلوا وسموا اللہ تعالے علیہا کفروا جمیعا وان نذروا اللہ تعالے فاکلوا ثم وہبوا ثوابہ لاحد من الناس فذلک یجوز انتہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم حررہ السید شریف حسین عفی عنہ ✦

سید محمد نذیر حسین ۱۲۸۱	خادم شریعت رسول الثقلین تلطف حسین

ز شرف سید کونین شد شریف حسین

سوال۔ سودی روپیہ لیکر تجارت کرنا حرام اور گناہ ہے یا نہیں اور مال حاصل کردہ سودی روپیہ سے طیب و پاک ہے یا ناپاک بینوا توجروا ✦

الجواب۔ سودی روپیہ لیکر تجارت کرنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے اس واسطے کہ سود حرام قطعی ہے

اور سود لینے والے اور دینے والے اور گواہ ہونیوالے اور تمسک لکھنے والے پر رسول اللہ صلعم نے لعنت کی ہے۔ عن جابر قال لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آکل الربا وموکلہ وکاتبہ وشاہدیہ وقال ہم سواء رواہ مسلم۔ کذا فی المشکوۃ اور فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ نے کہ سود کے گناہ ستر حصے ہیں ان کا آسان حصہ یہ ہے کہ آدمی اپنی ماں سے زنا کرے۔ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الربوا سبعون جزءا ایسرہا ان ینکح الرجل امہ رواہ ابن ماجہ والبیہقی کذا فی المشکوۃ اور مال حاصل کردہ سودی روپیہ سے ناپاک ہے اسواسطیکہ جب سبب حرام ونامشروع ٹھیرا تو جو چیز اس سے حاصل ہوگی وہ بھی اسی کے حکم میں ہوگی کما لایخفی علی المتامل واللہ اعلم بالصواب حررہ سید محمد حسین

سید محمد نذیر حسین	ز شریف سید کونین شد شریف حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بیع وشرا اور داد وستد کرنا دانستہ یا نادانستہ سودخوار سے کہ اکثر مال اس کا حرام ہو جائز ہے یا ناجائز بحوالہ کتب فقہ جواب تحریر فرمایا جاوے بینوا توجروا +

الجواب۔ دانستہ بیع وشرا اور داد وستد سودخوار سے کہ اکثر مال اس کا حرام ہو جائز نہیں اور نادانستہ موجب حرمت ومعصیت کا نہیں الحرمۃ تنتقل بالعلم کذا فی الدر المختار وغیرہ واللہ اعلم بالصواب حررہ السید شریف حسین عفی عنہ +

سید محمد نذیر حسین	ز شریف سید کونین شد شریف حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ مال کافر کا اور رافضی وغیرہ رافضی کی از روئے عذر وفریب وخیانت کے لینا درست ہے یا نہیں۔ اور اس میں مسجد بنانا جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا +

الجواب۔ از روئے عذر وفریب سے لینا مال کافر کا اور رافضی وغیرہ رافضی کی حرام وناجائز ہے اور اس میں مسجد بنانا بھی ناجائز ہے واللہ اعلم۔

سید محمد نذیر حسین

مسئلہ۔ قرض خواہ اور سوداگر کو خرچہ آمد ورفت وخوراک وسواری وغیرہ کا مدیون ومشتری سے لینا نہیں پہنچتا شرعاً۔ وما شرط فی العقد المشروع فجائز والا لا کذا فی الغیاثیۃ۔ اور یہ خرچہ خوراک وغیرہ کا لینا عقد مشروع میں داخل نہیں ہے۔ اور دعوۃ مدیون کی اگر بجہت قرض کے ہے یعنی قرض کی شرما شرمی سے کرتا ہے تو تقوے وتورع کی راہ سے احتراز کرنا اس دعوت اور ہدیہ سے افضل ہے۔ کیونکہ یہ مشروط بعقد نہیں اور جو مشروط ہو تو حرام ہوگا۔ یہی معنے ہیں کل ...... قرض جر منفعۃ فہو ربا کے۔ اور جو مستقرض اور مدیون صاحب مروت وسخاوت ہے کہ قطع نظر قرض خواہ ومقرض سے جو کوئی اس کے مکان پر آتا ہے وہ اس کی دعوت اپنے جود وکرم سے کرتا ہے تو ایسے شخص کی دعوت اور ہدیہ قبول کرنا مضائقہ نہیں درست ہے فی الاشباہ کل قرض جر نفعا حرام کذا فی الدر المختار قولہ کل قرض جر نفعا اہ قال الکرخی

هذا اذا كانت المنفعة مشروطة فی العقد فان لم تكن مشروطة فدفع اجود فلا باس به وقال الطحاوی ما احب له ذلك وذلك دون الكراهة ومحمد لم ير بذلك باسا والافضل ان يتورع المقرض عن قبول الهدية اذا علم انها لاجل القرض وان كانت لصداقة اوقرابة بينهما او كان المستقرض معروفا بالجود والسخاء فلا يتورع وان اشكل الامر تورع واجابة الدعوة على ذلك انتهى۔ ما فی الطحاوی والعالمگیریة مختصرا۔ حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ +

سید محمد نذیر حسین

کتاب الاجارہ

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ ایک شخص اپنی زمین مملوکہ کسی شخص کو اجارہ پر دیوے پھر قبل از انقضائے میعاد اجارہ کسی اور کے پاس اس زمین کو بیع کر دیوے تو کیا اس بیع سے وہ اجارہ فسخ ہو جائے گا یا نہین بینوا توجروا +

الجواب - اقول وباللہ احول اجارہ بر حال خود باقی رہتا ہے فاسد نہین ہوتا ہدایہ مین ہے - ومن اجر عبدہ ثم باعہ فلیس بعذر (ای موجب لفسخ الاجارۃ) لانہ لا یلزمہ الضرر بالمضی علی موجب العقد وانما یفوتہ الاسترباح وانہ امر زائد یعنی جو شخص غلام کو نوکر کرے پھر اسکو بیع کر دیوے تو یہ عذر نہین ہے (یعنی کہ جس سے اس کی نوکری جاتی رہے) اس لئے کہ خریدار کو اسکی نوکری کے بحال رہنے سے ضرر نہین لازم آتا - ہان اتنا ہے کہ وہ نفع نہین پا سکے گا - سو یہ ایک زائد بات ہے - پس زمین کو بھی اس پر قیاس کیا جا سکتا ہے - شرح اقناع فقہ شافعی ؒ مین ہے - ولا تنفسخ ببیع العین المؤجرۃ للمکتری او بغیرہ ولو بغیر اذن المکتری یعنی اجارہ پر دی ہوئی چیز کو بیع کر دینے سے اجارہ فسخ نہین ہوتا خواہ اجارہ پر لینے والے کے پاس بیچین یا کسی اور کے پاس - اگرچہ اجارہ پر لینے والے کے اذن بغیر بھی بیع کر دیوین - المنہاج للنووی ؒ مین ہے - ولو باعہا لغیرہ جاز فی الاظہر ولا تنفسخ یعنی اگر مستاجر کے سوا کسی اور کے پاس بیع کر دیوے تو جائز ہے اور اجارہ فسخ نہین ہوگا شارح شربینی ؒ لکھتے ہین - اذن المستاجر ام لا یعنی اجارہ پر لینے والے نے بیع کرنیکی اجازت دی ہو یا نہ دی ہو دونون صورتون مین بیع کرنا جائز ہے پھر آگے جاکر شارح ؒ لکھتے ہین - فتبقی فی ید المستاجر الی انقضاء المدۃ وللمشتری الخیار ان جہل الاجارۃ وکذا ان علمہا وجہل المدۃ - یعنی تو وہ چیز (بیع ہو جانیکے بعد) میعاد اجارہ کے ختم ہونے تک مستاجر کے قبضہ مین رہے گی اور خریدار کو اگر (بیع کیوقت) اسکا اجارہ پر دیا جانا معلوم نہ ہو تو (جب معلوم ہو) اسکو اختیار ہے (چاہے رکھے چاہے واپس کر دیوے) اور اسی طرح (خریدار اختیار رکھتا ہے) اگر چیز کے اجارہ ہونیکو جانتا ہو اور میعاد کا علم نہ رکھتا ہو کہ کتنی ہے یعنی اگر اجارہ کی میعاد اسکو منظور نہ ہو تو چیز مبیعہ واپس کر سکتا ہے - واللہ اعلم وعلمہ اتم حررہ عبد التواب الملتانی

تاب اللہ علیہ الجواب صحیح حررہ محمد شمس الحق عفی عنہ العظیم آبادی۔ محمد شمس الحق

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ زید بکر کو عرصہ کئی سال تک روزمرہ اس کے مکان پر جاکر تخمینا تین گھنٹہ پڑھاتا رہا اس خیال سے کہ ایک مرد شریف ذی مقدار امیر کبیر اور قدردان ہے ضرور ہے کہ خدمت معقول کریگا کچھ ماہانہ یا سالانہ نہین مقرر کیا چنانچہ زید کو دوران تعلیم مین جب کبھی وقت معین سے پہنچنے مین دیر ہو گئی تو بکر نے اسی حالت مین دوران تعلیم مین کئی مرتبہ کہاکہ آپ یہ جانتے ہونگے کہ مین آپ سے مفت پڑھتا ہون اور آپ کی کچھ خدمت نہ کرونگا۔ ایسا نہین ہے آپ اپنے وقت معین پر آوین اور دیر نہ کرین آپ کے دیر کرنے مین میرا حرج ہوتا ہے مین آپ کو بعوض آپ کی تعلیم کے زر کثیر دون گا اور ایک قطعہ مکان بھی حسب دلخواہ آپ کے تیار کرا دون گا۔ زید نے کہا بہت اچھا اگر آپ زر کثیر دین گے تو مین بھی اپنے وقت پر ضرور حاضر ہونگا۔ چنانچہ زید بعد اس کے کئی سال تک ہر روز بوقت صبح تخمینا تین گھنٹہ پڑھاتا رہا اور بکر نے زید سے بخاری شریف مسلم شریف سنن ابی داؤد ترمذی شریف منتقے اور خطبہ مؤلفہ جناب نواب صاحب بہادر مرحوم اور چند رسائل علم نحو پڑھے۔ اور تعمیر مکان معہود بکر نے واسطے زید کے شروع کر دی مگر مکان تیار نہین ہوا تھا کہ تقدیر الہی سے بکر عرصہ چھ یوم مین علم حدیث پڑھتے پڑھتے مرگیا لہذا گذارش ہے کہ زید حق المحنت اپنا یعنی اجر المثل درصورت صحت عقد اجارہ یا لزوم ایفا حسب وعدہ بکر کے وصی یا وارث بکر سے از روئے شرع شریف حاصل کرسکتا ہے یا نہین بینوا توجروا +

الجواب۔ درصورت مرقومہ واضح ہو کہ ہرگاہ بکر کو خواہش علم کی ہوئی تو زید بمقتضائے خواہش بکر کے کئی سال تک اس کے مکان پر جاکر تین گھنٹہ پڑھاتا رہا اور اس درمیان مین بکر نے زید سے کہا کہ مین بعوض آپ کی تعلیم کے زر کثیر دونگا الی آخر ما فی السوال تو حسب بیان سوال کے یہ صورت اجارہ کی ہوئی بعوض اجرت بلا مقدار معین کے کیونکہ تعریف اجارہ کی اس صورت پر صادق آتی ہے۔ قال فی تنویر الابصار والدر المختار الاجارۃ شرعا تملیک نفع بعوض انتہے کلامہ وقال فی الہدایۃ الاجارۃ عقد یرد علے المنافع بعوض انتہے کلامہ۔ پس تعلیم کرنا زید کا بکر کو تملیک نفع بعوض اجرت کے اور ثبوت وتقرر اجرت بعوض کا کلام بکر سے صاف معلوم ہوا تو بکر یا وارثان بکر یا وصی بکر پر اجرت ومشاہرہ دینا زید کو لازم ہوگا بنابر ارشاد خدا تعالے یا ایہا الذین آمنوا اوفوا بالعقود الآیۃ۔ اور مراد عقود سے ادائے حقوق اللہ تعالے اور حقوق عباد ہین ایسا ہی تفسیرون مین مذکور ہے۔ اور زید کو اجرت بالمثل موافق

عرف کے دی جاویگی یہی تعارف ناس ہین ایسے اجیر ذی علم کی اجرت بعوض محنت وسعی تعلیم صاحب ثروت کے جسقدر عرف مین معروف ہو دلوائی جائیگی چنانچہ آیہ کریمہ فلیاکل بالمعروف اس کی طرف مشیر و مظہر ہے۔ اور اسی قاعدہ مروجہ شرعیہ سے فقہاء رح لکھتے ہین المعروف کالمشروط کذا فی الاشباہ والہدایۃ وغیرہما اور مدار عرف کا جابجا قرآن مجید سے واضح ہوتا ہے کما لایخفی علی الماہر بالشریعۃ۔ اور اسی قاعدہ پر آن حضرت صلعم محصل زکوۃ کو بقدر رواج عرف کے اجرت دیتے تھے اور وقت بھیجنے کے اجرت مقرر نہین کرتے تھے۔ والعامل یدفع الامام الیہ ان عمل بقدر عملہ فیعطیہ انتہے ما فی الہدایۃ۔ اور قطع نظر عقد اجارہ سے وعدہ بھی مستفاد ہوتا ہے بطریق دلالت نص کے اور ایفاء وعدہ کابھی لازم ہوتا ہے بنابر رفع حاجت ناس کے۔ المواعید قد یکون لازمۃ لحاجۃ الناس وہو الصحیح کما فی الکافی والخانیۃ کذا فی الدر المختار۔ قال اللہ تعالے یاایہا الذین آمنوا اوفوا بالعقود وقال تعالی اوفوا بالعہد ان العہد کان مسئولا۔ وقال تعالے یاایہا الذین آمنوا لم تقولون مالاتفعلون کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا مالاتفعلون۔ اور حدیث سفیان مین ہے۔ فزعمت انہ یامرکم بالصلوۃ والصدق والعفاف والوفاء بالعہد واداء الامانۃ انتہے من البخاری بقدر الحاجۃ مختصرا۔ اور حدیث ابوہریرہ مین ہے ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال آیۃ المنافق ثلث اذا حدث کذب واذا اؤتمن خان واذا وعد اخلف متفق علیہ اور حدیث عبادہ بن صامت مین ہے۔ واوفوا اذا وعدتم رواہ احمد وابن ابی الدنیا وابن حبان فی صحیحہ والحاکم والبیہقی وقال الحاکم صحیح الاسناد۔ کذا فی الترغیب والترہیب للحافظ المنذری اور حدیث انس بن مالک مین ہے واذا وعد فلایخلف رواہ ابوبکر بن ابی شیبۃ وابویعلی والحاکم والبیہقی کذا فی الترغیب والترہیب ان آیات واحادیث مذکورہ مین بعض مین صیغہ امر کا ونہی کا آیا ہے اور بعض مین لفظ امر اور یہ دونون دال وجوب پر ہین کیونکہ اصل امر مین وجوب ہے جبتک کہ صارف نہ پایا جاوے اور بعض آیۃ مین قول مالاتفعلون کی نسبت جس مین اخلاف وعدہ بھی داخل ہے کبر مقتا عند اللہ آیا ہے یہ بھی وجوب پر دلالت کرتا ہے اور بعض حدیث مین اخلاف وعدہ کو آیۃ نفاق قرار دیا ہے۔ یہ بھی امارت وجوب ہے۔ پس ضرور ہے وارثان بکر یا وصی اس کے پر کہ زید کو حسب صحت عقد اجارہ ولزوم ایفائے وعدہ اجر مثل متعارف دیوین تاکہ بکر پر کسی طرحکا مواخذہ نہ ہو جیساکہ ادلہ مذکورہ بالا اس پر دال ہین فقط واللہ اعلم بالصواب۔ حسب ارشاد مولانا مولوی محمد بشیر صاحب از بھوپال

۱۴۔ جمادی الاولی +　　سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ ایک شخص سید احمد شاہ کہ متقی آدمی ہین ان کو ملازمت تحصیلداری ملتی ہے وہ بحکم من لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ہم الکافرون قبول نہین

کرتے آیا یہ ملازمت عند الشرع جائز ہے یا نہیں۔ سوال دوم۔ مجنون کی زوجہ کا نکاح بعد ناامیدی صحت کے دوسری جگہ جائز ہے یا نہیں اور اس مجنون کے قبل حالت جنون کے دو لڑکے بھی تھے۔ پس بباعث فتنہ وفساد زمانہ کے اسکے نکاح کا کیا حکم ہے اور اسے نو برس مجنون ہوئے ہوچکے ہیں اب اس نکاح کے لئے عدت کی ضرورت ہے یا نہیں بینوا توجروا +

الجواب۔ جواب سوال اول۔ عن عبد الرحمن بن سمرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا عبد الرحمن بن سمرۃ لاتسأل الامارۃ فانک ان اعطیتہا عن غیر مسئلۃ اعنت علیہا وان اعطیتہا عن مسئلۃ وکلت الیہا متفق علیہ۔ یہ حدیث اس امر پر بالصراحت دلالت کرتی ہے کہ اپنی طرف سے ایسی نوکری کا مطالبہ نہیں کرنا چاہئے جس میں نوع حکومت ہو نیل الاوطار میں ہے ویستفاد من ہذا ان طلب ما یتعلق بالحکم مکروہ انتہے۔ اور اگر بلا مطالبہ ملے تو اس کے قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ باقی رہی نوکری کفار کی سو اگر یہ نوکری اصلاح مصالح ودفع شرور ومفاسد مثل دفع شر دزدان وقطاع الطریق وبناء قناطیر ومہمان سرائے وغیر ذلک مما لامحذور فیہ شرعًا پر ہے تو جائز ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے حاکم کافر سے داروغگی خزائن مصر بغرض اقامت عدل درخواست کی اور موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے فرعون کی نوکری دودھ پلانے پر قبول کی۔ اور اگر یہ نوکری ممنوعات شرعیہ ومعاصی پر ہے جیسے لشکر وفوج کو مہیا کرنا واسطے قتال اہل اسلام کے یا ایسی نوکری ہے جس میں ناجائز احکام کا عمل میں لانا یا جاری کرنا پڑتا ہے تو ناجائز ہے۔ قال فی العالمگیریۃ لایجوز الاستیجار علی المعاصی کالاستیجار علی منفعۃ غیر مقدور الاستیفاء شرعًا انتہے واللہ تعالے اعلم۔ جواب سوال دوم۔ صورت مسئولہ میں اُس مجنون کی عورت کو فسخ نکاح کا اختیار حاصل ہے پس اس کو چاہئے کہ اپنا نکاح فسخ کرکے کسی دوسرے مرد سے نکاح کرلے رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ للسیوطی میں ہے ان حدث ذلک فی الزوج بعد العقد قبل الدخول او بعدہ تخیرت المرأۃ الخ۔ نیل الاوطار میں ہے۔ قد ذہب جمہور اہل العلم من الصحابۃ فمن بعدہم الی انہ تفسخ النکاح بالعیوب الخ۔ ....

فتاوی عالمگیریہ میں ہے۔ قال محمد ان کان الجنون حادثا یؤجلہ سنۃ کالعنۃ ثم تخیر المرأۃ بعد الحول اذا لم یبرأ وان کان مطبقا فہو کالجب وبہ ناخذ انتہے۔ اور بعد فسخ نکاح کے عدت تین حیض ضروری ہے کیونکہ یہ فسخ ایک قسم کی تفریق ہے۔ مثل تفریق بالاعسار کے اور بعد دخول وخلوت صحیحہ کے جو تفریق ہو اس میں عدت ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب حررہ محمد عبد الحق ملتانی عفی عنہ ۱۴ رجب ۱۳۱۲ھ

یہ نکاح بذریعہ حکم فسخ کیا جائے۔ سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سرکار نے جو کبری پر ٹھیکہ لگادیا ہے اگر کوئی شخص یہ ٹھیکہ اس طرح اٹھا دے کہ سرکار کو مقدار معین دیا کرے گا اور وہ خود اس مذبوح پر سے

ٹھیکہ حاصل کیا کرے یہ جائز ہے یا نہ بینوا توجروا +

الجواب۔ یہ ٹھیکہ جائز ہے اس واسطیکہ یہ اجارہ کی ایک قسم ہے اس کے ناجائز ہونیکی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب +　　　سید محمد نذیر حسین

سوال۔ ایک شخص چمڑا خشک کو پانی مین بھگو کر بیچتا ہے کیا یہ بیع جائز ہے۔

الجواب۔ اگر مشتریان اس حالت سے واقف ہین اور دیدہ دانستہ خریدتے ہین تو جائز ہے کیونکہ تراضی طرفین کی پائی گئی۔ اور اگر ناواقف ہین اور شخص مذکور نے انسے آگاہ بھی نہین کیا تو ناجائز ہے مشکوۃ شریف مین ہے۔ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مر علی صبرۃ طعام فادخل یدہ فیہا فنالت اصابعہ بللا فقال ما ہذا یا صاحب الطعام قال اصابتہ السماء یا رسول اللہ قال افلا جعلتہ فوق الطعام حتے یراہ الناس من غش فلیس منی رواہ مسلم۔ واللہ تعالےٰ اعلم بالصواب

حررہا عبدالحق ملتانی عفی عنہ۔ ۶۔ جمادی الثانیہ ۱۳۰۷ھ۔　　　سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین ومفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ پڑھوائی قرآن شریف یا حدیث شریف یا فقہ یا نکاح یا کسی اور نیک کام کی کہ جو عبادت مین داخل ہین جیسے امامت یا موذنی یا وعظ ونصیحت یا شروع کرائی قرآن شریف یا سیپارہ یا رکوع یا سورہ یا کسی اور دین کی کتاب جیسے تفسیر یا حدیث یا فقہ یا نماز کی آیا ان کی اجرت مقرر کرکے یا بے مقرر کئے لینے دینے کا حکم قرآن شریف یا حدیث رسول اللہ صلعم یا اقوال صحابہ یا تابعین یا تبع تابعین سے ثبوت ہے تو مع ترجمہ اردو کے لکھدو۔ اس عربی کی عبارت کو اور جو منع ہے قرآن شریف یا حدیث شریف یا تفاسیر سے یا علماء متقدمین یا متاخرین یا ائمہ مجتہدین یا جمہور یا اجماع امت یا فقہ کی کتابون سے تو بتدا پسر جواب باصواب لکھدو بینوا توجروا +

الجواب۔ لینا اجرت کا اور عبادات کے مثل اذان وامامت وتعلیم قرآن کے جائز نہین نزدیک امام اعظم کے اور نزدیک متاخرین حنفیہ کے جائز ہے اور یہی مذہب ہے اور ماموں کا اور اسی پر فتوے ہے اور بیان اس کا کتب دینیہ مین اس طرح ہے۔ قال فی الہدایۃ لایجوز الاستیجار علی الاذان والحج وکذا الامامۃ وتعلیم القرآن والفقہ والاصل ان کل طاعۃ یختص بہا المسلم لایجوز الاستیجار علیہ عندنا وعند الشافعی رح یصح فی کل مالا یتعین علی الاجیر لانہ استیجار علے عمل معلوم غیر متعین علیہ فیجوز ولنا قولہ علیہ السلام اقرؤا القرآن ولا تاکلوا بہ وفی آخر ما عہد رسول اللہ صلعم الی عثمان بن ابی العاص وان اتخذت موذنا فلا تاخذ علے الاذان اجرا انتہے۔ یعنی نہین جائز اجارہ لینا اوپر اذان اور حج اور امامت اور تعلیم قرآن اور فقہ کے اور اصل یہ ہے جو طاعت کہ خاص ہے ساتھ مسلمان کے جائز نہین اجارہ لینا اوپر اس کے ہمارے نزدیک یعنی اجرت کا لینا دینا جائز نہین اور شافعی کے

العاص قال آخر ما عہد الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اتخذ موذنا لا یاخذ علے اذانہ اجرا انتہی نصب الرایۃ جلد صفحہ ۲۲

نزدیک صحیح ہے اجارہ ہر ایک طاعت مین جو طاعت کہ نہین معین اور واجب اوپر اجیر کے یعنی نوکر کے اس واسطیکہ یہ اجارہ کرتا ہے اوپر عمل معلوم کے ایسا عمل کہ نہین متعین اس کے اوپر پس جائز ہے اور ہماری دلیل یہی قول علیہ السلام کا پڑھاؤ قرآن اور مت کھاؤ ساتھ اس کے اور بیچ آخر اس کے کہ وصیت کی رسول اللہ صلعم نے عثمان بن ابی العاص کو کہ اگر رکھا جاوے تو مؤذن تو مت لیجیو اذان پر اجرت انتہے۔ اور مشکوۃ مین ہے۔ عن عبادۃ بن الصامت قال قلت یا رسول اللہ رجل اہدی الی قوسا ممن کنت اعلمہ الکتاب والقرآن ولیست بمال فارمی علیہا فی سبیل اللہ قال ان کنت تحب ان تطوق طوقا من نار فاقبلہا رواہ ابو داؤد وابن ماجہ۔ یعنی روایت ہے عبادہ بن صامت سے کہا اُس نے کہ کہا مین نے یا رسول اللہ ایک آدمی جس کو مین پڑھاتا تھا قرآن اس نے مجھکو کمان بطور ہدیہ کے دی ہے اور کمان کچھ مال نہین پس تیر اندازی کرون مین ساتھ اسکے فی سبیل اللہ آپ نے فرمایا اگر دوست رکھتا ہے تو اس بات کو کہ طوق پہنایا جاوے تو آگ کا تو قبول کرلے اس کمان کو انتہے۔ اس حدیث مین جو تہدید ہے دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ حرام ہے لینا اجرت کا تعلیم قرآن پر اور یہی مذہب علمائے متقدمین حنفیہ کا ہے۔ اور علمائے اہل مدینہ اور شافعی وغیرہ علما کا مذہب یہ ہے کہ جائز ہے لینا اجرت مذکور کا چنانچہ خلاصۃ الفقہ مین مذکور ہے حیث قال وعند اہل المدینۃ یجوز وبہ اخذ الشافعی وبہ اخذ نصیر وعثمان وابو نصر وبہ کان یفتی الفقیہ انتہے۔ اور ان لوگون نے جواب دیا ہے دلیلون حنفیہ کا اور تاویل کی ہے حدیث عبادہ بن صامت مین قال فی حاشیۃ المشکوۃ المجوزون اولوا ہذا الحدیث بان عبادۃ کان متبرعا بالتعلیم وناویا الاحتساب فیہ فکرہ النبی صلے اللہ علیہ وسلم ان یبطل حسبتہ باخذ ہدیتہ کذا فہم من الطیبی انتہی۔ یعنی جو علما حکم دیتے ہین جواز اس اجرت کا تاویل کی انہون نے اس حدیث مین اس طرح کہ عبادہ نے پڑھایا تھا قرآن خاص واسطے اللہ کے تو حضرت ؐ نے مکروہ سمجھا اس بات کو کہ باطل کردے عبادہ اجر عظیم اخروی کو ایک کمان ہدیہ مین لیکر ایسا ہی سمجھا جاتا ہے طیبی سے انتہے۔ اور حجت پکڑی ہے جائز کرنیوالون اس اجرت کے نے حدیث ابن عباس رضؓ سے عن ابن عباسؓ ان نفرا من اصحاب النبی صلعم مروا بماء فیہم لدیغ او سلیم فعرض لہم رجل من اہل الماء فقال ہل فیکم من راق ان فی الماء رجلا لدیغا او سلیما فانطلق رجل منہم فقرأ بفاتحۃ الکتاب علی شاء فبرأ فجاء بالشاء الی اصحابہ فکرہوا ذلک وقالوا اخذت علی کتاب اللہ اجرا حتی قدموا المدینۃ فقالوا یا رسول اللہ اخذ علی کتاب اللہ اجرا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان احق ما اخذتم علیہ اجرا کتاب اللہ رواہ البخاری وفی روایۃ اصبتم اقسموا واضربوا لی معکم سہما انتہے۔ یعنی تحقیق چند اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گذرے اوپر ایک پانی کے اُس پانی پر جو لوگ تھے ان مین سے ایک آدمی بچھو یا سانپ کا کاٹا ہوا تھا تو ان مین سے ایک آدمی نے پوچھا اصحاب سے کہ آیا تم مین کوئی جھاڑنیوالا تعویذ کرنیوالا

سے ہے تحقیق ہم مین ایک آدمی ہی کاٹا ہوا سانپ یا بچھو کا بس گیا اُن اصحاب میں سے ایک آدمی اور پڑھی اُس نے الحمد کچھ بکریان لینی کر کے وہ اچھا ہو گیا پھر آیا وہ بکریان لیکر پاس اپنے اصحاب کے تو پسند نہ کیا انہون نے یہ کام اور کہنے لگے کہ لیا تو نے کتاب اللہ کے اوپر اجر پھر آئے وہ مدینہ مین اور کہا انہون نے یا رسول اللہ لیا ہے اس نے کتاب اللہ کے اوپر اجر آپ نے فرمایا بہتر اس چیز کا کہ لو تم اوپر اس کے اجر کتاب اللہ ہے روایت کیا اسکو بخاری نے اور ایک روایت مین یون ہے کہ تم نے درست کام کیا ہی تقسیم کرو اور میرا بھی حصہ اپنے ساتھ لگاؤ۔ قال فی اللمعات والمقصود تطییب قلوبہم وبیان انہ حلال طیب وفیہ دلیل علی ان الرقیۃ بالقرآن واخذ الاجرۃ علیہا جائز بلا شبہۃ وہٰذا حکم الاجرۃ علی تعلیم القرآن وکتابتہ مع خلاف فیہ والمشہور من مذہب ابی حنیفۃ الحرمۃ والکراہۃ ورخص فیہ المتاخرون یعنی مقصود حضرت کا اس قول سے کہ میرا بھی حصہ اپنے ساتھ لگاؤ خوش کرنا ہے ان کے دلون کا اور بیان کرنا اس بات کا کہ یہ حلال طیب ہے اور اس حدیث مین دلیل ہی اس بات پر کہ رقیہ کرنا ساتھ قرآن کے اور اجر لینا اُس پر جائز ہے بلا شبہ اور یہی حکم ہے اجرت لینے کا اوپر تعلیم قرآن کے اور کتابت قرآن کے۔ لیکن اس مین کچھ خلاف ہی اور مشہور مذہب ابو حنیفہ کا حرمت اور کراہت ہے اور رخصت دی ہے متاخرین نے بیچ لینے اس اجر کے انتہے ما فی اللمعات۔ اجارات بخاری کے باب ما یعطی فی الرقیۃ مین مذکور ہے۔ وقال ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم احق ما اخذتم علیہ اجرا کتاب اللہ وقال الشعبی لا یشترط المعلم الا ان یعطی شیئا فیقبلہ وقال الحکم لم اسمع احدا کرہ اجر المعلم واعطی الحسن عشرۃ دراہم قال فی حاشیتہ وقد اختلفوا فی اخذ الاجرۃ علی الرقیۃ بالفاتحۃ وفی اخذہ علی التعلیم فاجازہ عطاء وابو قلابۃ وہو قول مالک والشافعی واحمد وابی ثور ونقلہ القرطبی عن ابی حنیفۃ فی الرقیۃ وہو قول اسحٰق وکرہ الزہری تعلیم القرآن بالاجر وقال ابو حنیفۃ واصحابہ لا یجوز ان یاخذ علی تعلیم القرآن اجرا انتہے۔ ودر مالا بد نوشتہ اجرت گرفتن بر اذان وامامت وتعلیم قرآن وفقہ وغیرہ عبادات جائز نیست نزد امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ ونزد دیگر ائمہ جائز است ودرین زمانہ فتوے بران است کہ بر تعلیم قرآن ومانند آن اجرت گرفتن جائز است انتہے بلفظہ یعنی اجرت لینی اوپر اذان اور امامت اور تعلیم قرآن اور فقہ اور عبادتون کے جائز نہین نزدیک امام اعظم کے اور اور امامون کے نزدیک جائز ہے اور اس زمانہ مین فتوے اس بات پر ہے کہ تعلیم قرآن وغیرہ پر اجرت لینی جائز ہے انتہے۔ متاخرین حنفیہ نے جس وقت دیکھا کہ اور امامون یعنی شافعی ومالک واحمد کے نزدیک لینا اس اجر کا جائز ہے اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے جو منع کیا ہے تو وہ مبنی ہے ایک حکمت اور احتیاط پر اور اب ضرورت داعی ہے اور منع مین کام نہین چلتا پس فتوے دیا جواز پر اور یہ قاعدہ ٹھیرا ہوا ہے الضرورات تبیح المحظورات یعنے ضرورتین مباح کر دیتی ہین ممنوع چیزون کو

قال فی الھدایۃ وبعض مشایخنا استحسنوا الاستیجار علی تعلیم القرآن الیوم لانہ ظھر التوانی فی الامور الدینیۃ ففی الامتناع تضییع حفظ القرآن وعلیہ الفتوی یعنی ہدایہ مین لکھا ہے کہ بعض مشائخ ہمارے یعنی مشائخ بلخ نے بطور استحسان جائز رکھا ہے اجارہ کو اوپر تعلیم قرآن کے اس زمانہ مین اس واسطے کہ ظاہر ہو گیا ہے فتور امور دینیہ مین پس منع کرنے مین ضائع ہو جاویگا حفظ کرنا قرآن کا اور اسی پر یعنی جواز اخذ اجرت پر فتوی ہے وفی العالمگیریۃ والمختار للفتوی فی زماننا قول ہولاء یعنی فتاوی عالمگیری مین ہے اور مختار ہے واسطے فتوی کے اس زمانہ مین قول ان کا یعنی مشائخ بلخ کا ہے انتہی۔ وفی الکافی لان المنع کان لرغبۃ الناس فیہا حسبۃ للہ ومروۃ للمتعلمین ونحوہم فی مجازاۃ الاحسان بالاحسان والیوم قد زال المعنیان فیفتی علی انہ یجوز الاستیجار علی تعلیم القرآن والفقہ۔ یعنی کافی مین ہے کہ تھا منع کرنا علماے حنفیہ کا اس لئے کہ اُس زمانہ مین لوگون کو رغبت تھی خالصاللہ پڑھانے کی اور شاگرد مروت اور سلوک کرتے تھے استادون سے اور جزا دیتے تھے احسان کی ساتھ احسان کے بدون تقرر کئے اور اس زمانہ مین یہ دونون باتین جاتی رہین پس فتوی دیا جاتا ہے اوپر اس بات کے کہ جائز ہے اجرت کا لینا اوپر تعلیم قرآن اور فقہ کے اور ایسا ہی مذکور ہے ابوالمکارم مین ہو قال الشیخ الامام ابوبکر محمد بن الفضل رحمۃ اللہ علیہ انما کرہ المتقدمون الاستیجار علی تعلیم القرآن لانہ کان للمعلمین عطیات فی بیت المال فی ذلک الزمان وکان لہم زیادۃ رغبۃ فی الدین وفی زماننا انقطعت عطیاتہم وانتقصت رغائب الناس فی امر الآخرۃ فلو اشتغلوا بالتعلیم مع الحاجۃ الی مصالح المعاش یختل معاشہم قلنا بصحۃ الاجارۃ ووجوب الاجرۃ للمعلم بحیث لو امتنع الوالد عن اعطاء الاجر حبس وان لم یکن بینہما شرط یومر الولد بتطییب قلب المعلم وارضائہ۔ یعنے کہا شیخ امام ابوبکر محمد بن فضل نے کہ اسواسطے ناپسند رکھا ہے متقدمین نے قرآن کی پڑھوائی لینے کو کہ ان کے زمانہ مین معلمین کے واسطے روزینہ معین تھے بیت المال سے اور بھی ان کو زیادہ رغبت دین مین اور اس زمانہ مین قطع ہو گئے وظیفے ان کے اور کم ہو گئیں رغبتین آدمیون کی امر آخرۃ مین پس اگر یہ لوگ پڑھانے لگیں یہ لوگ اس حال مین کہ ان کو حاجتین لگی ہوئی ہین تو خلل پڑیگا ان کی معاش مین اس لئے حکم کیا ہم نے ساتھ صحیح ہونے اجارہ کے اور واجب ہونے اجرت معلم کے اس طرح پر کہ اگر باز رہے باپ لڑکے کا اجرت دینے سے تو قید کیا جاوے وہ اور اگر نہ شرط کی گئی ہو درمیان ان کی اجرت کے تو امر کیا جاوے لڑکے کو ساتھ خوش کرنے دل اُستاد کے اور راضی کرنے اس کے کے انتہی اور فقیہ حافظ ابواللیث سمرقندی کہ معتمد علمائے حنفیہ مین سے ہین اور اب نوسو نوبرس ان کی وفات کو ہوئے رحمت کرے اللہ اُن پر اُن سے روایت ہے۔ قال کنت افتی بثلثۃ اشیاء فرجعت عنہا کنت افتی ان لا یحل للمعلم اخذ الاجرۃ علی تعلیم القرآن وکنت افتی ان لا ینبغی للعالم ان یدخل علی السلطان وکنت افتی لا ینبغی لصاحب العلم ان یخرج الی القری فیذکرھم لیجمعوا الیہ شیئا فرجعت عن ذلک کلہ تحت ما فی قاضیخان یعنی فقیہ ابواللیث سے کہ ہا فتوے

دیتا تھا مین ساتھ تین چیزون کے پس رجوع کیا مین نے اُن سے فتوی دیتا تھا مین یہ کہ نہین حلال واسطے
معلم کے لینا اجرت کا اوپر تعلیم قرآن کے اور فتوی دیتا تھا مین یہ کہ نہ چاہئیے عالم کو آنا جانا پاس بادشاہ
کے اور فتوی دیتا تھا مین کہ نہ چاہیئے صاحب علم کو یہ کہ جاوے گاؤن مین پس وعظ کرے ان کو تاکہ جمع
کرین واسطے اُسکے کچھ پس رجوع کیا مین نے ان تینون باتون سے تمام ہوا وہ جو قاضیخان مین ہے۔
اور حاشیہ قدوری مین ہے برہان شرح مواہب الرحمن سے۔ لایبعد ان یختلف الحکم باختلاف
الاوقات الاتری ان النساء کن یخرجن بالجماعات فی زمن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وابی بکر رضہ
حتے منعھن ابن ابن عمر رضہ عن ذلک۔ یعنی کچھ بعید نہین کہ حکم مختلف ہوجاوے وقت کے مختلف
ہوجانیسے۔ کیا نہین دیکھتے اس بات کو کہ عورتین نکلتی تھین واسطے جماعت کے بیچ زمانہ رسول اللہ
صلعم کے اور بیچ زمانہ ابوبکر رضہ کے اور منع کیا ان کو عمر رضی اللہ عنہ کے پوتے نے انتہی۔ اور کچھ شک
نہین اس زمانہ مین اگر فتوی جواز پر نہ دیا جاوے تو حرج عظیم پیدا ہوتا ہے اور حرج کا دفع کرنا ثابت
ہے آیات اور احادیث سے قال اللہ تعالے وما جعل علیکم فی الدین من حرج فرمایا اللہ تعالے نے
نہین رکھا اوپر تمہارے اس دین مین کوئی حرج یعنی خدا نے اس دین مین کچھ تنگی نہین رکھی اس طرح
کہ آسان کردیا امور دینیہ کو وقت ضرورتون کے بیان کیا اسکو تفسیر جلالین مین اور فرمایا رسول مقبول
صلے اللہ علیہ وسلم نے ان الدین یسر یعنی تحقیق دین مبنی ہے آسانی اور سہولت پر پس لازم ہوا
دفع کرنا حرج کا اور حرج یہ ہے کہ اگر معلمین حفاظ کو فتوے دیا جاوے اوپر حرام ہونے اس اجرت کے
تو ظاہر ہے کہ وہ اس کو چھوڑ کر اور کچھ نوکری یا پیشہ کرین گے تو وہ جو ہزار ہا لڑکے پڑھتے ہین یہ سب
رجوع کرین گے اپنے مان باپ کی طرف اور مان باپ سب کے خواندہ نہین تو ناخواندہ کی اولاد بالکل
بے علم رہیگی اور جو لوگ کہ خواندہ ہین کوئی ان مین سے تاجر کوئی نوکر ہے کوئی کسی پیشہ مین مصروف ہے
تو ان کو بھی اس قدر فرصت حاصل نہین کہ صبح سے شام تک اپنے بچون کو پڑھایا کرین تو ظاہر
ہے کہ ان کی اولاد بھی قرآن شریف سے محروم رہ جائیگی تو اس صورت مین گم ہوجاویگا سلسلہ پڑھنے
اس کتاب مقدس کا جہان سے یہی معنے ہین اس لفظ کے جو لکھا ہے صاحب ہدایہ نے۔ ففی
الامتناع تضییع حفظ القرآن۔ اور بعض فقہا نے لکھا ہے لو لم یفتح لھم باب التعلیم بالاجر لذھب
القرآن انتہی۔ اور شرح وقایہ مین ہے لکن لما وقع الفتور فی الامور الدینیۃ یفتی الیوم بصحتہا لتعلیم القرآن
والفقہ تحرزا عن الاندراس یعنی جبکہ واقع ہوا فتور امور دینیہ مین تو فتوے دیا جاتا ہے اس زمانہ
مین ساتھ صحت اجارہ کے واسطے تعلیم قرآن اور فقہ کے کیونکہ منع کرنے مین خوف ہے گم ہوجانے
علم دین کا انتہے۔ اور یہی مذکور ہے حاشیہ شامی درمختار مین اور شاہ عبدالعزیز قدس سرہ العزیز
نے اپنی تفسیر مین لکھا ہے وعبادات کہ بہ سبب تعین مدت یا تخصیص مکان مباح می شوند نیز بر

آنہا اجرت گرفتن جائز است مثل تعلیم قرآن بطفل کسے در خانہ او از صبح تا شام کہ باین خصوصیت و قیود ہرگز عبادت نیست یعنی جو عبادت کہ بہ سبب تعین مدت یا خاص کرنے مکان کے مباح ہو جاتی ہے اُس پر اجرت لینی جائز ہے جیسا کہ پڑھانا قرآن کا کسی کے لڑکے کو اس کے گھر بیٹھ کے صبح سے شام تک کہ اس خصوصیت اور اس قید کے ساتھ مقید ہو کر پڑھانا ہرگز عبادت نہین انتہے پس جبکہ ان قیدو نکے ساتھ مقید ہو کر پڑھانا جس طرح اب مکتبون مین مروج ہے عبادت نہ ٹھیرا تو اس پر اجرت کا لینا بلاشبہ جائز ہوا۔ اور کتب احادیث مین مذکور ہے ما رآہ المومنون حسنا فھو عند اللہ حسن یعنی جس چیز کو مومنین نیک جانین وہ اللہ کے نزدیک بھی نیک ہے اس سے معلوم ہوا کہ اجارہ تعلیم قرآن جو باتفاق علمائے متاخرین مذاہب اربعہ کے صحیح ہے تو اللہ کے نزدیک بھی یہ اجارہ صحیح ہے اور جبکہ صحیح ہوا اجارہ جیسا کہ اوپر بیان کیا ہم نے تو واجب ہوا ادا کرنا حق اجیر کا اوپر مستاجر کے در مختار مین لکھا ہے۔

ونفتی الیوم بصحتہا لتعلیم القرآن والفقہ والامامۃ والاذان ویجبر المستاجر علی دفع ما قبل فیجب المسمی بعقد واجر المثل اذا لم یذکر مدۃ ویحبس بہ بہ یفتی ویجبر علی دفع الحلاوۃ المرسومۃ ہی ما یہدی للمعلم علی رؤس بعض سور القرآن۔ یعنی فتوے دیا جاتا ہے اس زمانہ مین ساتھ صحیح ہونے اجارہ کے واسطے تعلیم قرآن وفقہ اور واسطے امامت اور اذان کے اور جبر کیا جاوے مستاجر یعنی نوکر رکھنے والا معلم اور موذن اور امام کا اوپر دینے اس وظیفہ کے جو دینا قبول کیا تھا پس جو کچھ وقت عقد کے انکے درمیان مسمی ہو چکا تھا واجب الادا ہو گا اور اگر ذکر مدت کا درمیان نہین آیا تو اجر مثل لازم ہو گا۔ اور قید کیا جاوے مستاجر بسبب نہ دینے اجر کے اسی پر فتوے ہے اور جبر کیا جاوے اوپر دینے شیرینی کے جو دی جاتی ہے معلمون کو اوپر شروع کرانے بعض سورتون قرآن کے انتہے۔

وفی الخلاصۃ ولو امتنع اب الصبی من اداء الوظیفۃ یجبر علی المراسم چون حلوا و پنج شنبہی و عیدی۔ اور خلاصہ مین ہے یعنی اگر باز رہے باپ لڑکے کا ادائے وظیفہ سے جبر کیا جاوے اوپر رسوم کے مانند حلوا اور جمعراتی اور عیدی کے انتہی۔ اور یہی مذکور ہے فتاوی عالمگیری مین۔ حیث قال وقد استحسنوا اجبر والد الصبی علی البرہ المرسومۃ انتہے۔ اور نکاح پر اجرت لینے کا حال یہ ہے کہ اگر قاضی کے ذمہ واجب ہو نکاح مثل نکاح صغیرہ لڑکیون کے کہ ان کا کوئی ولی نہ ہو تو اجرت لینا حلال نہین اور سوائے اسکے حلال ہے۔ فی الخلاصۃ فی فصل الحظر والاباحۃ من کتاب القضاء

ولا یحل لہ اخذ شئے علی النکاح ان کان نکاحا یجب علیہ مباشرتہ کنکاح الصغائر وفی غیرہا یحل انتہی
واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم حررہ العبد الضعیف الراجی لفضلہ الوسیع عبد السمیع *

فقیر خواجہ ضیاء الدین احمد	محمد یعقوب نانوتوی	سعادت علی	سہارنپوری
سید محمد نذیر حسین	العبد سید عبد الحمید	امیر باز خان	محمد محفوظ اللہ
			قاضی ملا نبی بخش

محمد عبد الرحمن پانی پتی | محمد عبد الرب

مولانا عبد العزیز صاحب علیہ الرحمۃ کے قول سے تطبیق حاصل ہو جاتی ہے متقدمین اور متاخرین کے اقوال میں کہ یہ معلم جو اجرت لیتے ہیں اپنے صرف وقت کی لڑکوں کی تعلیم میں لیتے ہیں۔ پس ایسے معلموں کا لینا اجرت کا سب کے نزدیک جائز ہوا۔ فقط۔

محمد قطب الدین

پہلے جو تحریر میں نے کی ہے وہ کافی ہے کہ اس میں ثبوت اخذ اجرت بالاصول یعنی بالکتاب والسنتہ ہے فقط۔

سید محمد ہاشم | محمد اسد علی

سوال۔ قاضی وغیرہ را اجرت گرفتن نکاح خوانی بجبر بحکم شریعت غرا جائز است یا نہ بینوا توجروا۔

الجواب۔ درصورت مرقومہ باید دانست کہ اجرت گرفتن بر نکاح خوانی بجبر واکراہ حرام است چنانکہ در فتاوے حمادیہ ونصاب الاحتساب وقنیہ وغیرہ مذکور است وہر کرا شک وشبہ باشد بسوئے این کتب مذکورہ مراجعت نماید واللہ اعلم بالصواب راقم سید محمد نذیر حسین عفی عنہ۔

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ذبح کرنا جانوروں کا اجرت لے کر درست ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب۔ درصورت مرقومہ اجرت لینا اوپر ذبح کرنے جانوروں کے درست ہے۔ لو استاجر بذبح شاۃ وغیرہا یجوز وہکذا علی حفر القبر کذا فی الفتاوے العالمگیریۃ وغیرہا من کتب الفقہ واللہ اعلم بالصواب

سید محمد نذیر حسین ۱۲۸۱

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید خالد کا نوکر خاص قدیم سے ہے۔ اب تحویل زید سے کچھ روپیہ جاتے رہے ہیں۔ اس صورت میں زید پر ضمان آتی ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب۔ صورت مذکورہ میں زید خالد کا نوکر خاص ہے اور جو چیز نوکر خاص کے ہاتھ سے یا اسکے عمل سے جاتی رہے اس میں ضمان نہیں آتا والاجیر الخاص الذی یستحق الاجرۃ بتسلیم نفسہ فی المدۃ وان لم یعمل کمن استوجر شہرا للخدمۃ او لرعی الغنم وانما سمی اجیر واحد لانہ لا یمکنہ ان یعمل لغیرہ قال ولا ضمان علی الاجیر الخاص فیما تلف فی یدہ ولا ما تلف من عملہ اما الاول فلان العین امانۃ فی یدہ لانہ قبض باذنہ وہذا ظاہر عندہ وکذا عندہما لان تضمین الاجیر المشترک نوع استحسان عندہما لصیانۃ اموال الناس والاجیر الواحد لا یتقبل الاعمال فیکون السلامۃ غالبۃ فیوخذ فیہ بالقیاس واما الثانی فلان المنافع متی صارت مملوکۃ للمستاجر فاذا امرہ بالتصرف فی ملکہ صح ویصیر نائبا منابہ فصار فعلہ منقولا الیہ کانہ فعل بنفسہ فلہذا لا یضمنہ انتہی ما فی الہدایۃ واللہ اعلم بالصواب۔

سید محمد نذیر حسین | ز شرف سید کونین شد شریف حسین | لطفیل نبی الٰہی بخش

سوال - ٹھیکہ تاڑی اور خمر کا درست ہے یا نہیں اور جو شخص کہ ٹھیکہ لیوے اس کی دعوت وغیرہ و امامت جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا *

الجواب - تاڑی اور خمر کا ٹھیکہ مثل خرید و فروخت اسکی کے ہے شرعاً مالیصلح ثمنا یصلح اجرة کذا فی کتب الفقہ جاز اخذ دین علی کافر من ثمن خمر لصحة بیعه بخلاف دین علی المسلم لبطلانه کذا فی المتون والشروح الحنفیة لانه مال متقوم فی حق الکافر فملکه البائع فیحل الاخذ منه قوله لبطلانه لان الخمر لیس بمال متقوم فی حق المسلم فبقی الثمن علی ملک المشتری فلا یحل له اخذه من البائع کذا فی الطحطاوی وهکذا فی الهدایة وغیرها - پس اس صورت میں مال اور طعام تاڑی و شراب کے ٹھیکہ لینے والے کا حرام اور لینا مال اس کا اور کھانا کھانا اس کا اور دعوت اس کی قبول کرنی حرام ہے شرعاً - اگر بذریعہ تاڑی اور خمر یا بوجہ اور حرام کے حاصل کیا ہو ولا یجیب دعوة الفاسق المعلن لیعلم انه غیر راض بفسقه وکذا دعوة من غالب ماله حرام مالم یخبر انه حلال وبالعکس یجیب مالم یتبین انه حرام وآکل الربوا وکاسب الحرام لو اهدی الیه او اضافه وغالب ماله حرام لایقبل ولا یاکل الی آخرها فی الطحطاوی والعالمگیریة وغیرها من کتب الفقہ - اور ایسے شخص مذکور کو امام نہ بناوے اسلئے کہ یہ فاسق قابل اہانت کے ہے لایقدم الفاسق للامامة کذا فی المستملی وغیره من کتب الفقہ والله اعلم - سید محمد نذیر حسین عفی عنہ *

سید محمد نذیر حسین

سوال - دستور عمل معلم قرآن مجید کا دیار ہندوستان میں اس طرح سے ہو رہا ہے کہ معلم تمام روز یا اکثر روز مکتب خانہ میں لڑکوں کو لئے بیٹھا رہتا ہے اور تعلیم کیا کرتا ہے اور باین وسیلہ اجرت صرف تعلیم قرآن پر ہے - یا عوض اس امر کے کہ تمام روز نگہبانی لڑکوں کی سوائے تعلیم کے بھی کیا کرتا ہے - پس دونوں امر پر لینا مزدوری کا فی زماننا درست ہے یا نہیں - بینوا توجروا *

الجواب - اجرت یعنی تعلیم قرآن مجید پر نزدیک امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے حرام و ناجائز ہے اور نزدیک امام مالک و شافعی و احمد بن حنبل و ابو ثور و متاخرین حنفیہ کے جائز و درست ہے - چنانچہ شروح صحیح بخاری وغیرہ میں مذکور ہے اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے دس درہم اجرت معلم قرآن مجید کو دیئے ہیں - کذا فی البخاری وفی الزیلعی وکثیر من الکتب لو لم یفتح لهم باب التعلیم بالاجر لذهب القرآن فافتوا بجوازه کذا فی الشامی حاشیة الدر المختار - اور کسی کے گھر جا کر پڑھانا یا اطفال کو صبح سے شام تک قید میں رکھنا یہ ایک عمل ہے سوائے تعلیم کے اگر اس عمل کے بدلہ میں کوئی اجرت لیوے تو بلا شبہ بالاتفاق روا و حلال ہے اور ایسے ہی کسی کے مدرسہ میں بیٹھ کر پڑھانا اور مقید رہنا یہ بھی ایک عمل ہے اس کے مقابلہ میں اجرت لینی جائز ہے -

جیساکہ شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ نے اپنی تفسیر فتح العزیز میں تحت اس آیت کریمہ کے ان الذین یکتمون
ما انزلنا من البینات والھدیٰ من بعد ما بیناہ للناس فی الکتاب اولئک یلعنھم اللہ ویلعنھم اللاعنون
ارقام فرمایا ہے وہ یہ ہے۔ ازین آیت معلوم می شود کہ تعلیم علم دین فرض است و برادائے فرض
اجرت گرفتن درست نیست مانند نماز و روزہ فرض و نیز ازین آیت میتوان فہمید کہ خبر واحد واجب القبول
والعمل است زیراکہ فرض کردن اظہار برائے فرض کردن عمل است آری آن علوم کہ بدین تعلق ندارند
ومکلفین در ادائے تکالیف شرعیہ بآن محتاج نمی شوند مثل طب و ہندسہ واکثر فنون ریاضی وطبعی
وعلم تواریخ ونظم وشعر وانشاء برتعلیم آنہا اجرت گرفتن جائز است لیکن درینجا دقیقہ باید فہمید کہ اجرت
برنفس تعلیم حرام است اما در خانہ کسے قطع مسافت کردہ برائے تعلیم رفتن یا اطفال را از صبح تا شام
درقید داشتن عملے است ورائے تعلیم در مقابلہ این عمل اجرت گرفتن بلاشبہ حلال است وہمچنین مقید
بودن بجلوس در مدرسہ کسے تا مدت دراز نیز مقابل اجرت می تواند شد انتہیٰ اور قاضی ثناء اللہ صاحب
پانی پتی نے بھی ایسا ہی اپنی کتاب مالابدمنہ میں تحریر کیا ہے۔ اجرت گرفتن براذان وامامت و
تعلیم قرآن وفقہ وغیرہ عبادات جائز نیست نزد امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ ونزد دیگر ائمہ جائز است و
درین زمانہ فتوےٰ برآن است کہ برتعلیم قرآن ومانند آن اجرت گرفتن جائز است انتہیٰ قولہ
ودرین زمانہ فتوےٰ بران است آہ این قول مشائخ بلخ است بشرطیکہ برائیش مدت معین کردہ
شود این اگر اجرت معین شدہ باشد ہمان واجب است واگر مدت معین نہ شدہ باشد یا ہم
اجارہ درمیان نیامدہ باشد اجر مثل لازم آید ومشائخ بلخ جوزوا الاستیجار علی تعلیم القرآن اذا ضرب
لذلک مدۃ وافتوا بوجوب المسمی عند عدم الاستیجار اصلا وعند الاستیجار بدون المدۃ افتوا بوجوب
اجر المثل کذا فی المحیط وکذا اجوزوا الاستیجار علی تعلیم الفقہ ونحوہ والمختار للفتوےٰ فی زماننا قول ہولاء
کذا فی الفتاویٰ الغیاثیۃ ہکذا فی العالمگیریۃ۔ اور نیز اجرت لینی اوپر تعلیم علم لغت اور ادب کے
بالاجماع ثابت اور جائز ہے۔ ویجوز الاستیجار علی تعلیم اللغۃ والادب بالاجماع کذا فی السراج
الوہاج ہکذا فی العالمگیریۃ۔ خلاصہ اسباب کا یہ ہے کہ متقدمین کے نزدیک امام اور موذن
اور معلم قرآن کو مزدوری لینی جائز نہیں لیکن بعضے علماء متاخرین کے نزدیک جائز ہے۔ اور
اسی پر فتوےٰ ہے۔ قال لایجوز الاستیجار علی الاذان والحج وکذا الامامۃ وتعلیم القرآن والفقہ والاصل
ان کل طاعۃ یختص بہا المسلم لایجوز الاستیجار علیہ عندنا وقال الشافعی یصح فی کل مالا یتعین علی الاجیر
لانہ استیجار علی عمل معلوم غیر متعین علیہ فیجوز ولنا قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اقرؤا القرآن ولا تاکلوا بہ
وفی آخر ما عہد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الی عثمان بن ابی العاص الثقفی ان اتخذت موذنا
فلا تاخذ علی الاذان اجرا۔ ولان القربۃ متی حصلت وقعت عن العامل ولہذا یعتبر اہلیۃ فلا یجوز لہ

اخذ الاجر من غیرہ کما فی الصوم والصلوٰۃ ولان التعلیم مما لا یقدر المعلم علیہ الا بمعنی من قبل المتعلم فیکون ملتزما
ما لا یقدر علی تسلیمہ فلا یصح وبعض مشائخنا رحمہم اللہ استحسنوا الاستیجار علی تعلیم القرآن الیوم لانہ ظہر التوانی
فی الامور الدینیۃ ففی الامتناع تضیع حفظ القرآن وعلیہ الفتوی انتہی ما فی الہدایۃ یجوز للامام والمؤذن والمعلم
اخذ الاجر انتہی ما فی النہایۃ حاشیۃ الہدایۃ - اور کتب احادیث سے بھی مزدوری لینی اوپر تعلیم
قرآن کے ثابت ہے - چنانچہ ایک حدیث برائے اختصار صحیح بخاری و مشارق الانوار ترجمہ تحفۃ الاخیار
سے معہ ترجمہ فائدہ اوپر اثبات اجرت مذکور کے تحریر کیجاتی ہے عن ابن عباس ان احق ما اخذتم
علیہ اجرا کتاب اللہ - ترجمہ - عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا جن کاموں
پر تم مزدوری لیتے ہو تو قرآن کی مزدوری لینا ان سے زیادہ تر لائق ہے - **فائدہ** - حضرت کے
اصحاب ایک گاؤں میں گئے کسی نے ان کی ضیافت نہ کی ان کے زمیندار کو سانپ نے کاٹا
جھاڑ پھونک بہتیری کی آرام نہ ہوا تو وے لوگ اصحاب کے پاس آئے کہ تم میں کسی کو منتر آتا ہو
تو اس کو جھاڑے ابو سعید خدری صحابی نے کہا کہ ہاں ہم کو منتر آتا ہے بغیر کچھ لئے ہم نہیں جھاڑنے کے
تم نے ہماری ضیافت نہ کی تیس بکریوں کا وعدہ ٹھہرا ابو سعید نے الحمد اس پر پڑھی وہ فوراً اچھا ہو گیا
تیس بکریاں لے آئے بعضے اصحاب نے کھانے میں تامل کیا اور قرآن پر محنت لینا درست
نہ جانا حضرت کے روبرو یہ سب قصہ بیان کیا حضرت نے فرمایا تم نے اچھا کیا قرآن پر مزدوری
لینا زیادہ تر درست ہے - ان بکریوں میں ہمارا بھی حصہ لگاؤ پھر حضرت نے فرمایا کہ تم کو بھلا معلوم
ہو گیا کہ الحمد سانپ کا منتر ہے - اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قرآن پڑھانے کی بھی محنت
لینی درست ہے اور یہی مذہب ہے امام مالک اور شافعی کا اور پچھلے حنفی مذہبوں کا انتہے

فقال یا رسول اللہ واللہ ما رقیت الا بفاتحۃ الکتاب فتبسم وقال وما ادراک انہا رقیۃ ثم قال خذوا
منہم واضربوا لی بسہم معکم الحدیث کذا فی صحیح مسلم ہذا تصریح لجواز اخذ الاجرۃ علی الرقیۃ بالفاتحۃ والذکر

انہا حلال لا کراہۃ فیہا وکذا الاجرۃ علی تعلیم القرآن وہذا مذہب الشافعی ومالک واحمد واسحق وابی ثور
وآخرین من السلف ومن بعدہم ومنعہا ابو حنیفۃ فی تعلیم القرآن واجازہا فی الرقیۃ کذا فی شرح
مسلم للنووی - بعد اسکے واضح ہو ماہران شریعت غرا پر کہ اجارہ تعلیم قرآن مجید کا واسطے باقی
رہنے اسکے کہ اس میں حفظ دین و اسلام پر ضرور ہے روا رکھا علماء دین حامی شرع متین نے
بخلاف اجارہ قراۃ قرآن بنا بر ایصال ثواب میت کے جیسا کہ فی زماننا سیپارہ خوانی باجرت
یا اجلاس قرآن خوان کا عند القبر رواج ہو رہا ہے محض ناجائز ہے چنانچہ سید محمد امین شامی
نے رد المحتار حاشیہ در مختار میں بخوبی لکھا ہے - تھوڑی سی عبارت اس کی بطور نمونہ مشتے
از خروارے بغرض علماء روزگار کے نقل ہوتی ہے - عبارتہ ہکذا وجمعوا علی ان الحج عن الغیر

بطريق النيابة لا الاستيجار ولهذا لو فضل مع النائب شئ من النفقة يجب عليه رده للاصيل او
ورثته ولو كان اجرة لما وجب رده فظهر لك بهذا عدم صحة ما في الجوهرة من قوله واختلفوا في الاستيجار
على قرأة القرآن مدة معلومة قال بعضهم لا يجوز وقال بعضهم يجوز وهو المختار اه - والصواب ان
يقال على تعليم القرآن فان الخلاف فيه كما علمت لا في القرأة المجردة فانه لا ضرورة فيها فان كان
ما في الجوهرة سبق قلم فلا كلام وان كان عن عمد فهو مخالف لكلامهم قاطبة فلا يقبل وقد اطنب في
رده صاحب تبيين المحارم مستندا الى النقول الصريحة فمن جملة كلامه قال تاج الشريعة في
في شرح الهداية ان القرآن بالاجرة لا يستحق الثواب لا للميت ولا للقاري وقال العيني في شرح الهداية
ويمنع القاري للدنيا والآخذ والمعطي آثمان فالحاصل ان ما شاع في زماننا من قرأة الاجزاء بالاجرة
لا يجوز لان فيه الامر بالقراءة واعطاء الثواب للآمر والقرأة لاجل المال فاذا لم يكن للقاري ثواب
لعدم النية الصحيحة فاين يصل الثواب الى المستاجر ولولا الاجرة ما قرأ احد لاحد في هذا الزمان بل
جعلوا القرآن العظيم مكسبا ووسيلة الى جمع الدنيا انا لله وانا اليه راجعون وقد اغتر بما في الجوهرة
صاحب البحر في كتاب الوقف وتبعه الشارح في كتاب الوصايا حيث يشعر كلامهما بجواز الاستيجار
على كل الطاعات ومنها القرأة وقد رده الشيخ خير الدين في حاشية البحر في كتاب الوقف
حيث قال اقول المفتى به جواز الاخذ استحسانا على تعليم القرآن لا على القرأة المجردة كما صرح به
في التاتارخانية حيث قال لا معنى لهذه الوصية ولصلة القاري بقرائته لان هذا بمنزلة الاجرة والاجارة
في ذلك باطلة وهي بدعة ولم يفعلها احد من الخلفاء وقد ذكرنا مسئلة تعليم القرآن على استحسان
اه يعني للضرورة ولا ضرورة في الاستيجار على القرأة على القبر وفي الزيلعي وكثير من الكتب لو لم
يفتح لهم باب التعليم بالاجر لذهب القرآن فافتوا بجوازه ورأوه حسنا فتنبه اه كلام الرملي وما في
التاتارخانية فيه رد على من قال لو اوصى لقاري يقرأ على قبره بكذا ينبغي ان يجوز على وجه الصلة
دون الاجر وممن صرح ببطلان هذه الوصية صاحب الولوالجية والمحيط والبزازية وفيه رد ايضا
على صاحب البحر حيث علل البطلان بانه مبني على القول بكراهة القرآن على القبر وليس كذلك
بل لما فيه من شبهة الاستيجار على القرأة كما علمت وصرح به في الاختيار ولذا قال في الولوالجية
ما نصه ولو زار قبر صديق او قريب له وقرأ عنده شيئا من القرآن فهو حسن اما الوصية بذلك فلا
معنى لها ولا معنى ايضا لصلة القاري لان ذلك يشبه استيجاره على قرأة القرآن وذلك باطل
ولم يفعل ذلك احد من الخلفاء اذ لو كانت العلة ما قاله لم يصح قوله هنا فهو حسن وممن افتى ببطلان
هذه الوصية الخير الرملي كما هو مبسوط في وصايا فتاواه فراجعها ونقل العلامة الخلوتي في حاشية المنتهى
الحنبلي عن شيخ الاسلام تقي الدين ما نصه ولا يصح الاستيجار على القرأة واهداؤها الى الميت لانه لم ينقل

عن احد من الائمۃ الاذن فی ذلک وقد قال العلماء ان القاری اذا قرأ لاجل المال فلا ثواب لہ فای شئ یہدیہ الی المیت وانما یصل الی المیت العمل الصالح والاستیجار علی مجرد التلاوۃ لم یقل بہ احد من الائمۃ وانما تنازعوا فی الاستیجار علی التعلیم اہ بحروفہ وممن صرح بذلک ایضا الامام البرکوی قدس سرہ فی اٰخر الطریقۃ المحمدیۃ فقال الفصل الثالث فی امور مبتدعۃ باطلۃ اکب الناس علیہا علی ظن انہا قرب مقصودۃ الی ان قال ومنہا الوصیۃ من المیت باتخاذ الطعام والضیافۃ یوم موتہ او بعدہ باعطاء دراہم لمن یتلو القرآن لروحہ او یسبح او یہلل لہ وکلہا بدع منکرات باطلۃ والماخوذ منہا حرام للاٰخذ وہو عاص بالتلاوۃ والذکر لاجل الدنیا اہ ملخصا انتہی - اور حدیث استیجارہ کی منافی حدیث قوس کے نہیں کہ صاحب اس کا محض نظر ثواب کی رکھتا تھا ابتداء سے نہ بارادہ اجرت کے تعلیم کیا تھا ولا ینافی حدیث القوس لان صاحبہ کان محتسبا لا اجیرا انتہی مافی مجمع بحار الانوار للفاضل محمد طاہر رحمۃ اللہ علیہ واللہ اعلم بالصواب حررہ سید شریف حسین عفی عنہ +

سید محمد نذیر حسین

الجواب صحیح

شفیع خلق محمد کریم اللہ است

علم شد از فیض قاسم قسمت عبد الحکیم

حسبنا اللہ بس حفیظ اللہ — محمد اسد علی اسلام آبادی

محمد مسعود فہو غفور رحیم — عبدہ محمد یوسف

حافظ لورہ محمد — عبد الرب

ہست منصور علی از احمد

سوال - کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مستاجر نے بعد انعقاد عقد اجارہ کے وقت اداء کرایہ کے اجیر سے ایک پیسہ مثلاً حط کرانا اور چھوڑ دینا چاہا اور اجیر نے بعد وصول کرایہ کے اپنی خوشی سے ایک پیسہ چھوڑ دیا تو اس سے عقد اجارہ میں کچھ فساد تو نہیں ہوا اور ایسا کرنا جائز ہے یا ناجائز بینوا توجروا +

الجواب - درصورت مرقومہ واضح ہو کہ موجب عقد اجارہ کا قادر اور متمکن ہونا ہے معقود علیہ کا نفع اٹھانے میں اور جو مخالف موجب عقد اجارہ ہو وہ مفسد عقد ہے اور صورت سوال میں کوئی ایسی شئے نہیں ہے جو مخالف عقد اجارہ ہو پس صورت مسئولہ میں عقد اجارہ میں فساد نہیں آیا فموجب العقد ان لا یجب الاجر الا بالتمکن من استیفاء المعقود علیہ وکل شرط یخالف موجب العقد فہو مفسد للعقد انتہی مافی الکفایۃ حاشیۃ الہدایۃ مختصرا بقدر الحاجۃ - پس بموجب روایت کفایہ کے صلب عقد اجارہ میں کوئی شرط مفسد نہیں پائی جاتی شرعاً - اور بعد انعقاد عقد اجارہ کے وقت اداء کرایہ کے مستاجر نے اجیر سے ایک پیسہ مثلاً حط کرایا اور چھوڑ دینا چاہا اور اجیر نے بعد وصول کرایہ مقررہ کے ایک پیسہ چھوڑ دیا اور حط کر دیا کرایہ میں سے بخوشی اپنے سو یہ مخالف موجب عقد اجارہ نہیں ہے اور ایسا کرنا جائز ہے جیسا کہ بعد انعقاد عقد بیع کے حط و زیادت مبیع یا ثمن میں جائز ہے اور مخالف عقد بیع نہیں اسی طرح عقد اجارہ میں بعد انعقاد کے حط و زیادت

کرایہ جائز ہے اور مخالف موجب عقد اجارہ نہین ما جاز ان یکون ثمنا فی البیع جاز ان یکون اجرۃ فی الاجارۃ لان الاجرۃ ثمن المنفعۃ فیعتبر بثمن المبیع کذا فی الہدایۃ۔ وایضا فیہما ولنا انہما بالحط والزیادۃ یغیران العقد من وصف مشروع الی وصف مشروع وہو کونہ رابحا او خاسرا او عدلا ولہما ولایۃ الرفع فاولٰی ان یکون لہما ولایۃ التغییر وصار کما اذا اسقطا الخیار او شرطا بعد العقد واللہ اعلم بالصواب۔

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ زید نے عمرو سے کہا کہ یہ کام تو کر تو مین تجھے ہر برس کو پانچسو روپیے دونگا۔ عمرو نے قبول کیا اور کام کرنا شروع کیا اس اقرار کے موافق زید نے پہلے برس کے روپے پانچسو بغیر مانگے عمرو کے عمرو کو دیدیئے مگر اب زید عمرو کو روپیہ نہین دیتا حالانکہ عمرو کو کام کرتے ہوئے کئی برس ہو گئے اور عمرو جو اپنی اجرت سالانہ زید سے مانگتا ہے تو زید سکوت کرتا ہے اور کام کرنیکو موقوف بھی نہین کراتا پس اس صورت مین عمرو اتنے برسون کی اجرت کا مستحق ہے یا نہین اور سکوت زید موجب سقوط اجرت کا ہوگا یا نہین *

الجواب۔ یہ صورت مرقومہ صورت اجارہ کی ہے کیونکہ اجارہ مین معلوم ہونا معقود علیہ یعنی منافع کا اور معقود بہ کا یعنی اجرت کا واسطے صحت اجارہ کے ضرور ہے اور صورت سوال مین معقود علیہ یعنی وہ کام مطلوب مذکور ہے اور معقود بہ یعنی وہ پانچسو روپیے اجرت اس کام کی بھی مذکور ہے تو اس صورت مین زید مستاجر یعنی کام کرانیوالا ہوا اور عمرو اجیر یعنی کام کرنیوالا ہوا پس زید کی طرف سے ایجاب اجارہ کا اور عمرو کی طرف سے قبول کرنا اس کا پایا گیا تو عقد اجارہ متحقق اور ثابت بلا ریب ہوا۔ پس جبتک زید عقد اجارہ مذکور کو فسخ نہ کرے گا یعنی وہ کام کرانا موقوف نہ کرے گا تب تک عمرو مستحق اجرت پانچسو روپیہ کا ہوتا رہے گا۔ اور بروقت طلب کرنے اجرت اس کام کے سکوت زید کا موجب سقوط اجرت کا نہ ہوگا۔ پس زید پر واجب ہے کہ جس قدر عمرو نے ہر سال کام مطلوب اس کا بناتا رہا اور کرتا رہا اجرت اس کام کی اس کو ادا کردے۔ الاجارۃ عقد یرد علی المنافع وقد شہدت بصحتہا الاٰثار وہی قولہ علیہ السلام اعطوا الاجیر اجرہ قبل ان یجف عرقہ وقولہ علیہ السلام من استاجر اجیرا فلیعلمہ اجرہ ولا تصح حتے تکون المنافع معلومۃ لما روینا ولان الجہالۃ فی المعقود علیہ وبدلہ تفضی الی المنازعۃ کجہالۃ الثمن والمثمن فی البیع واذا استوفی المنفعۃ یثبت الملک فی الاجر لتحقق التسویۃ کذا فی الہدایۃ وغیرہا من کتب الفقہ واللہ اعلم بالصواب

سید محمد نذیر حسین

سوال: چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین درین مسئلہ کہ قصہ خوان وداستان گویان کہ روبرو بادشاہ وامیر نوکری می کنند آیا این اجرت نوکری بخدمت داستان گوئی

گرفتن جائز است شرعاً یا نہ واگر ناجائز باشد حرام است یا مکروہ تحریمی ودرین دو شق است یکے آنکہ این اجرت مشروط باشد بشرط قصہ خوانی ودیگر شق آنکہ قطع نظر ازین شرط یعنی این کس مدام یا گاہ گاہے قصہ خوانی کردہ وشنوندگان نیز مدام یا گاہ گاہے چیزے مقررہ دادند بلا ذکر عوض خدمت داستان گوئی پس درین صورت ہر چہ جواز وعدم جواز باشد از روئے مذہب حنفی ارشاد فرمایند۔

الجواب۔ اجرت بر خدمت قصہ خوانی وداستان گوئی گرفتن مکروہ تحریمی است واگر دادن شنوندگان چیزے قصہ خوان وداستان گو را خواہ مدام باشد وخواہ گاہ گاہ مشروط بشرط قصہ خوانی وداستان گوئی وبازای این کار نیست گرفتن آن مباح است چرا کہ این اعطا است از جانب معطی برضا ورغبت او بدون شرط وعقد وتقاضی علے النوح والمزامیر والطبل وشئ من اللہو وعلی ہذا الحداء وقراءۃ الشعر وغیرہ من الاکاذیب والاراجیز علے ابی حنیفۃ وابی یوسف ومحمد رحمہم اللہ کذا فی غایۃ السروجی وغایۃ البیان وفی حکمہ اساطیر الاولین یعنی افسانہائے دروغ پیشینیان علے بغیر شرط ولا التقاضی یباح لہ ذلک خزانۃ الفقہ واما المغنی والنائحۃ والقوال فالامر فیہ ایسر ان کان الاعطاء بالرضا من غیر شرط وعقد رجل جمع المال وہو مطرب او مغنی ہل یباح لوارثہ ذلک ان کان اخذ المال من غیر شرط یباح لہ لانہ اعطی المال من غیر طوع عینی شرح ہدایہ۔ منقہ

محمد صدر الدین

سید محمد نذیر حسین

مسئلہ۔ مال حرام مطلق مثل آمدنی شراب وتاڑی وغیرہ اپنے تصرف وخرچ میں لانا یا غیر کو بطور ضیافت وہدیہ یا قرض یا عوض اجرت کے دینا اور لینا یا صدقہ دینا اس میں سے حرام اور منہی عنہ ہے۔ اور جو فقرا ومساکین کو بطور حصول ثواب کے دیا اور متوقع ثواب کا ہوا اور فقیر نے دیدہ ودانستہ مال حرام کو لے لیا اور اسپر مدح اور ثنا اور دعا کی تو دونوں دینے والا اور لینے والا کافر ہونگے۔ اور باوجود علم حرمت اموال کے تبادل الایدی سے مال حرام موجب حلت کا نہیں شرعاً مطعمہ حرام اور مشربہ حرام وملبسہ حرام وغذی بالحرام فانی یستجاب لذلک رواہ مسلم کذا فی المشکوۃ اور کتب فقہ مانند اشباہ ونظائر وغیرہ میں مذکور ہے ما حرم اخذہ حرم اعطائہ انتہے۔ لو مات مسلم وترک ثمن خمر باعہ مسلم لایحل لورثتہ کما بسطہ الزیلعی وفی الاشباہ الحرمۃ منتقل مع العلم الا للوارث الا اذا علے ربہ قلت ومر فی البیع الفاسد لکن فی المجتبی مات وکسبہ حرام وفی فتاوے اہل سمرقند ولسنا ناخذ بہذہ الروایۃ بل ہو حرام علے الورثۃ قولہ فتنبہ اشارہ الے ضعف ما فی الاشباہ انتہے ما فی الطحطاوی مختصراً واکل الربو وکاسب الحرام لو اہدی الیہ او ضافہ وغالب مالہ حرام لایقبل ولا یاکلہ ما لم یخبرہ ان ذلک المال اصلہ حلال ورثہ او استقرضہ وان کان غالب مالہ حلالا فلا باس بقبول ہدیۃ والاکل ہکذا فی الطحطاوی والفتاوے العالمگیریۃ وفی الخلاصۃ لو علم الفقیر بخزانتہ من الحرام ودعا لہ ولمن

المعطی کفر او فی الظهیریة رجل دفع الی فقیر من الحرام شیئا یرجو به الثواب یکفر ولو علم الفقیر بذلک فدعا له وامن المعطی کفرا جمیعا لان الدعاء والتامین یکونان فی الرجاء والکسب بالطاعة دون المعصیة وارتکاب الحرام انتهی ما فی المنح الازہر

واضح ہو کہ سبیل الی الحرام کا یہ ہے مشرع کہ جب جس کسی کا مال بوجہ رشوت یا ربا یا حرام کاری اور زنا اور غناء سے جمع کیا ہو تو فرض و واجب ہے یہ کہ ان مالوں کو مالکان مال رد کر دے اگر صاحبان اموال موجود و معلوم ہوں ورنہ ان مالوں کو صدقہ کر دے اس نیت سے کہ یا الٰہی جس جس کسی کا مال صدقہ کرتا ہوں ان لوگوں کو ثواب اس کا پہنچے اور اپنا ثواب دینے کا اسے تصور نہ کرے چنانچہ زیلعی و طحطاوی وغیرہ سے مستفاد ہوتا ہے اور جس کسی کا کسب حرام ہے یا مال حرام ہے چنانچہ مال زانیہ و رقاصہ و رشوت خوار و سود خوار وغیرہ کا تو ایسے لوگوں کے ہاتھ کچھ چیز بیچنا یا مزدوری کرنی اور وہ زانیہ وغیرہ ثمن اور اجرت و مزدوری مال حرام سے دیں تو بائع اور نوکر کو اس مال حرام کا عوض ثمن مبیعہ اور مزدوری سے لینا حرام ہے لان ما حرم اخذہ حرم اعطاؤہ

کذا فی الاشباہ ومنتقل الحرمة مع العلم کما فی الدر المختار وغیرہ یرد ونها علی اربابها ان عرفوهم والا تصدقوا بها لان سبیل الکسب الخبیث التصدق اذا تعذر الرد علی صاحبه فانه یتصدق به بنیة الخصماء کما افاد الحموی وغیرہ لیکن اگر زانیہ و رقاص کرنے والا وغیرہ کسی غیر سے قرض لے کر ثمن یا مزدوری بائع یا نوکر کو نوکری حلال کے عوض دے تو صفائی درست و جائز ہوگا۔ چنانچہ اشباہ وغیرہ سے واضح ہوتا ہے ولیکن طالب العلم کو نہ چاہیے کہ زانیہ فاجرہ یا رقاصہ وغیرہ کی نوکری تعلیم و تعلم کی قبول کرے کہ وہ ذلت حیاء و بابت ہے۔ الحیاء شعبة من الایمان الحدیث وفی روایة الحیاء من الایمان کما فی الصحاح الستة ؁

سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی ایک جایداد کسی شخص کو اجارہ یعنی ٹھیکہ پر کسی رقم معین پر دی اور ایک وثیقہ اس مضمون کا لکھا گیا کہ تا حیات میں منافع مقررہ کا منتفع رہوں گا بعد موت میری کے میری زوجہ ہندہ تا حیات منافع مذکورہ کی مالک رہے گی۔ اب زید فوت ہو گیا ہندہ حسب اس تحریر کے دعوے کرتی ہے کہ میں اس منافع کی مستحق ہوں آیا شرعا ہندہ مستحق منافع ہے یا نہیں۔ اور زید کے اور بھی وارث موجود ہیں بینوا توجروا ؁

الجواب - درصورت مرقومہ ماہرین شریعت پر واضح ہو کہ اجارہ میں شے مملوکہ موجر یعنی اجارہ دہندہ کی رہتی ہے اور تملیک منافع اس شے کا بعوض واسطے مستاجر کے ہوتی ہے کذا فی سائر کتب الفقہ والحدیث اور اجارہ وقت موت احد العاقدین کے منفسخ ہو جاتا ہے کیونکہ جس شے سے منفعت حاصل ہوتی تھی وہ شے مملوک مورث عاقد کے بروقت فوت ہو جانے

یعنی مورث عاقد کے منتقل ہو کر طرف وارث غیر عاقد کے آجاتی ہے پس جب اصل وہ شے محل
عقد عاقد سے بسبب انتقال اضطراری کے خارج ہو گئی تو منافع جو فرع ہے یعنی وہ منافع جو
شاعۃً بعد موت مورث کے حادث ہوگا تو وہ بھی منتقل [illegible] اور زید کا [illegible]
کرتا تا حیات مستاجر دعقود میں کا مقصود ہوگا کہ بعد موت زید کے وارث زید اس کے مستحق ہوں گے
اور زید کا اس میں کچھ علاقہ نہ رہیگا پس ان صورتوں میں وغیرہ کے ہندہ مستاجرہ کا باطل و ناممنوع
ہوگا شرعاً کما لا یخفی علی الماہر بالشریعۃ اذا مات احد المتعاقدین وقد عقد الاجارۃ لنفسہ انفسخت
الاجارۃ لانہ لو بقی العقد تصیر المنفعۃ المملوکۃ لہ او الاجرۃ المملوکۃ لغیر العاقد مستحقۃ بالعقد لانہ ینتقل
بالموت الی الورثۃ وذلک لا یجوز انتہی ما فی الہدایۃ وقال فی العنایۃ لان الانتقال من المورث
الی الوارث لا یتصور فی المنفعۃ والاجرۃ المملوکۃ لان عقد الاجارۃ ینعقد ساعۃ فساعۃ علی حسب حدوث المنافع فلو قلنا
بالانتقال کان ذلک قولا بالانتقال [illegible] الوارث انتہی ما فی العنایۃ [illegible]
احدہما فی موت الموجر فلقول المستحق بالعقد المعقود التی تحدث فی ملک الموجر فقد فات ذلک بموتہ
فیبطل الاجارۃ بفوات المعقود علیہ لان رقبۃ الدار تنتقل الی الوارث والمنفعۃ تحدث علی ملکہ [illegible]
الرقبۃ [illegible] فی المعقود [illegible]
فی ذلک التغییر والطریق الآخر فی موت المستاجر [illegible]
والمنفعۃ المجردۃ لا تورث الا تری ان المستعیر [illegible]
والعیال فیہ فی مقام [illegible]
الزوج لان وارثہ یخلفہ فیہ کذا فی المبسوط [illegible] انتہی کلامہ۔ پس جبکہ یہ اجارہ
مبحوث عنہا باطل ہوا شرعاً تو اس جائداد مذکورہ کو جو حصہ ہشتم متعلقہ ترکہ شوہر ہندہ کے ہے ہندہ
کو دینا ضرور ہے کہ وہ ہندہ میراث شوہری سے محروم نہ رہے اور جو جائداد مذکورہ ہشتم حصہ
میں کافی نہ ہو تو ہر وارث اپنے حصہ میں سے بقدر ہشتم حصہ کے ہندہ کو دیں کہ تدارک
مافات کا ہو جاوے۔ اور زید بھی مواخذہ آخرت سے بچا رہے [illegible]
کے میراث جنت سے محروم نہ ہو جاوے۔ عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من
قطع میراث وارثہ قطع اللہ میراثہ من الجنۃ رواہ ابن ماجہ۔ حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ۔

سید محمد نذیر حسین

مسئلہ۔ کرایہ دینا مکان کا کسی کو بائع شراب و تاڑی وغیرہ کو قیاساً جائز ہے اور استحساناً
ناجائز ہے۔ قال محمد [illegible] قیاساً [illegible] الکفایۃ وغیرہ
[illegible] کتب فقہ [illegible] مذکور ہے کہ [illegible]

ہوتا ہے۔ قیاس جلی پر فیترک العمل بالقیاس ویصار الی الاستحسان کذا فی نور الانوار کشف المنار وہدایۃ وغیرہ کما لایخفی علی الماہر بالفقہ وجہ الاستحسان قوی لانہ اعانۃ علی المعصیۃ قال اللہ تعالے وتعاونوا علے البر والتقوے ولا تعاونوا علے الاثم والعدوان الآیۃ کما لایخفی علی المتفطن الماہر بالشریعۃ الغراء

سید محمد نذیر حسین

مسئلہ۔ ٹھیکہ دینا تاڑ کے درخت کا دو وجہ سے منظور فیہا ہے ایک وجہ یہ ہے کہ اجارہ محض اشجار پر تعامل نہیں صدر اول سے لا تعامل فی اجارۃ الاشجار المجردۃ کذا فی الطحطاوی دوسری وجہ سے من قبیل مشتبہاۃ سے ہے اور جو مشتبہات سے پرہیز واجتناب کریگا دین اور آبرو اپنی بچائے گا قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فمن اتقی الشبہات استبراء لدینہ وعرضہ ومن وقع فی الشبہات وقع فی الحرام فرمود رسول خدا صلعم پس کسیکہ پرہیز کند شبہات را در نیفتد در محل اشتباہ طلب براءت کرد مر دین خود را از ذم شرعی و نگہداشت آبروئے خود را از طعن کنندگان وعیب گیرندگان وکسیکہ بیفتد در شبہات واقع شود وبیفتد در حرام چنانچہ در صحیح بخاری ومسلم وغیرہما مذکور است پس در اجارہ تاڑ اعانت بر معصیت است ولا تعاونوا علے الاثم والعدوان ✤

سید محمد نذیر حسین

کتاب المضاربۃ والبضاعۃ

سوال۔ باعث اس تحریر کا یہ ہے کہ ایک شخص تجارت پیشہ ضعیف ہوا اس نے دو ہزار روپیہ اپنے بیٹے اور پوتے کو بطور بضاعت کے دیئے۔ اور کہا کہ تجارت میں لگاؤ یعنی بطور وکالت کے تجارت کرکے کل منافع مجھکو ملتا ہے اور وہ شخص مالک دس روپیہ اس منافع میں سے آپ لے لیا کریگا اور جو کچھ منافع دس روپیہ سے زائد ہو وہ تم کو مبارک ہوگا مجھکو اس کا دعویٰ نہیں وہ میں نے معاف کیا لیکن حق والد سمجھکر سعی اور کوشش اس تجارت میں بہت سی کرتے رہو کہ اوقات بسر میری اس میں ہوتی رہے پس بیٹے اور پوتے نے اس بات کو قبول کرکے مبالغ دو ہزار روپیہ لے لیا اور اقرار دس روپیہ ماہ بماہ دینے کا کیا مگر یہ بات کہی کہ جب والد ماجد روپیہ طلب کریں گے تو یہ روپیہ بطور قسط سو روپیہ ماہواری ادا کرینگے کیونکہ روپیہ تجارت میں مشغول رہتا ہے سردست ادا کرنا اس کا یکمشت دشوار ہوگا اور کل منافع اس کا ابتدا طلب سے تا ادائے زر مرقومہ ماہیانہ ندیں گے یعنی جس قدر ماہیانہ اب دیتا رہونگا اس قدر منافع کم دیا کروں گا۔ تو اب ارباب شرع سے سوال ہے کہ یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب۔ یہ صورت بطور بضاعت کے درست ہے اور معاملہ ہل جزاء الاحسان الا الاحسان کا اسمیں پایا جاتا ہے باپ بیٹے کو مبارک ہو چنانچہ کتب شریعت سے ایسا ہی واضح ہوتا ہے۔

سید محمد نذیر حسین	حفیظ اللہ خان	عبدہ محمد قطب الدین

الجواب۔ یہ بضاعت نہیں ہے کہ اس میں کل ربح کا استحقاق مالک کے لیے مشروط ہے۔ سو عامل نہ مستحق ربح ہے اور نہ مستحق اجر اور اگر یہ روپیہ ہلاک ہو جاوے تو اس پر ضمان لازم نہیں ہے۔ وتبضیع عند اشتراطہ لرب المال فلا ربح لہ ولا اجر ولا ضمان علیہ بالہلاک بحر اب یہ عقد صریح مضاربت فاسدہ کی ہے کہ اس میں دس روپیہ ماہواری مالک کے لیے مقرر کیے گئے یہ ربوا ہے اور اس صورت میں کل نفع کا مستحق مالک ہے اور عامل مستحق اجر مثل کا ہے الرابع ان یکون الربح

بينهما شائعا كالنصف والثلث لا سهما معينا يقطع الشركة كمائة درهم ومع النصف عشرة اثنا عشر لانه يعين نصيب كل منهما معلوما فكل شرط يؤدي الى جهالة الربح فاسد والا فلا السادسة ان يكون المضاربة مشروطا من الربح لو شرط له شرعا وقيل من راس المال او منه ومن الربح فسدت وحكمها انه امين بعد دفع المال عند العمل وشريك عند الربح واجير عند الفساد فله اجر مثله والربح كل لرب المال ۔ پس چاہیے کہ یہ عقد فاسد فوراً فسخ کیا جاوے اگر اسپر عمل پھر اتفاقاً جاری ہوا ہے تو عامل کو اجر مثل کے سوا اور کچھ استحقاق نہیں اور مالک کل ربح کا مستحق ہے ورنہ ربوا لازم ہوگا فقط ۔ اور یہ جواب کہ یہ صورت بطور بضاعت کے درست ہے اور معاملہ ہل جزاء الاحسان الا الاحسان کا پایا جاتا ہے صحیح نہیں ہے واللہ تعالےٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم ۔

کریم اللہ	محمد ہاشم	عبدہ محمد قطب الدین

سابق ازین کہ بر استفتا مثل این سوال من مفتی صاحب مہر ثبت نمودہ بودیم بعد رفتن مستفتی کہ تامل کردم معلوم شد کہ صریح ربوا است لہذا براوت خود بمستفتی فرستادم کہ مہرم محو نماید مستفتی این سوال متبدل کردہ آورد این جواب صحیح است حررہ محمد قطب الدین ✣ عبدہ محمد قطب الدین

الجواب عجب است از مجیب ثانی کہ در صورت مسئولہ عقد متعاقدین را باوجود آنکہ از بضاعت بودنش انکار داشت وجہ مثبتہ وحکم مختصہ آنرا بزعم خود دلیل عدم بضاعت قرار دادہ بے دغدغہ حوالہ قلم ساخت وباسند صحیح بحر الرائق کہ صریح تعریف بضاعت می کند خلاف واقع رائے خویش را بآں مدلل گردانید اگر رقم می ساخت کہ این بضاعت است چراکہ درین کل ربح برائے مالک مشروط شدہ و حکمش چنان وچنین کذا فی البحر والمستبضع عند اشتراطہ لرب المال فلا ربح لہ ولا اجر ولا ضمان علیہ بالہلاک پس بجا بودے کما لا یخفی علی اہل الفتوی وعلاوہ برین در عبارت سوال صاف لفظ بطور بضاعت وکل ربح نسبت رب المال نوشتہ است اما مجیب ثانی بکلی ازان اغماض کردہ بر آخر کلام رب المال یعنی وہ روپیہ خود گرفتن وباقی بعامل فروگذاشتہ بودے معاف کردن نظر انداختہ مضاربۃ فاسدہ تجویز نمود حالانکہ ابتدا عقد مضاربہ بحقیقت فیما بین متعاقدین منعقد نہ شدہ تا این شرط آن را فاسد کند بلکہ این قول مالک خارج بر عقد بضاعت است از قسم کلام اختیاریہ وظاہر است کہ در عقد بضاعت نزدیک علمائے ما رب المال مستحق ومالک تصرفات کل ربح گردد وچون با خذ وتصرف کل ربح گردید باخذ بعض وایثار بعض دیگر اگرچہ بنسبت عامل باشد چگونہ ربوا خوار و ملام خواہد شد کہ تصرف او تصرف در ملک است قال الزیلعی اعلم ان للانسان ان یتصرف فی ملکہ کیف یشاء آرے در عقد استقراض کہ مضارب مالک عین المال ومستحق کل ربح می باشد دران صورت رب المال یعنی مقرض اگر چیزے از ربح برائے خود مقرر سازد

وجہ شبہ آن در ... زیراکہ تحقیق فضل مال مقروض است بلا عوض ونایاب است تعریف ربوا در ... فی منکر وغیرہا لانہ فضل ... فی معاوضۃ مال بمال وعامل بضاعت چون ہیچیک از ... استحقاق ... ندارد ہنگام عقد چون عمل قبول کرد پس نسبت رب المال متبرع شد واگر رب المال ... ملکہ خود بوے بطریق تبرع مقرر کند ہیچ قباحت ندارد بلکہ جائز و درہمچنین صورت معاملہ ... الاحسان ... الاحسان ... یا مخرمی مخرو واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ المذنب۔

العبد سراج الحق رحمۃ السلام

جواب مجیب اول صحیح اور درست ہے غرض باپ روپیہ دینے والے کی صراحۃً یہ ہے کہ کل نفع دو ہزار روپیہ کا مجکو ملنا چاہیے اور در صورتیکہ نفع دس روپیہ ماہواری سے زیادہ ہوگا وہ زیادتی تم کو مبارک رہیگی اور سوال سے یہ امر ہرگز نہیں نکلتا کہ مراد رب المال کی یہ ہو کہ دس روپیہ خواہ مخواہ ہم کو دینے ہونگے خواہ نفع اس سے زیادہ ہو یا کم جو مجیب ثانی نے سمجھا ہے پس یہ بموجب روایت کتب فقہیہ کے بضاعت ہے دفع المال الیٰ آخر مع شرط الربح کلہ للمالک بضاعۃ فیکون وکیلا متبرعا در مختار وغیرہ کتب فقہیہ اور ایفاء وعدہ یعنی مبارک کرنا زیادہ از دو روپیہ بیٹے پوتے کو ذمہ باپ کے لازم ہے قال اللہ تعالیٰ واوفوا بالعہد ان العہد کان مسئولا اور بنا مضاربۃ کی خواہ صحیحہ ہو یا فاسدہ اوپر اشتراک فی الربح کے ہے المضاربۃ عقد شرکۃ بمال من احد الجانبین ومرادہ الشرکۃ فی الربح وہو یستحق بالمال وہو یسمی بالمال من احد الجانبین والعمل من جانب الآخر ولا مضاربۃ بدونہا الا تری ان الربح لو شرط کلہ لرب المال کان بضاعۃ ولو شرط جمیعہ للمضارب کان قرضا کذا فی الہدایۃ وغیرہا من المتون والشروح قولہ فی الربح وان لم یشترکا فی الربح خرج العقد الی البضاعۃ او القرض کذا فی الطحطاوی وغیرہا من الحواشی۔ پس بموجب ان روایات کے عقد مذکور عقد مضاربۃ صحیحہ یا فاسدہ نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ اشتراک فی الربح نہیں پایا جاتا ہاں اگر اشتراک فی الربح کر کے دس روپیہ لینے کی شرط کرتا اس طور سے کہ نفع کم ہو یا زیادہ وہ زیادتی لے لیجائے گی تو مضاربۃ فاسدہ ہوتی۔ اور یہی معنی ہین ان روایات کے کہ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ دراہم مسمات کے شرط کرنے سے مضاربۃ فاسدہ ہو جاتی ہے چنانچہ عبارات کتب فقہیہ دال صریح ہیں اس مدعا پر فان شرط زیادۃ عشرۃ فلہ اجر مثلہ لفسادہ فلعلہ لا یربح الا ہذا القدر فتقطع الشرکۃ فی الربح ہکذا فی الہدایۃ اور صورت مذکورہ میں اشتراک فی الربح اصل ہی سے نہیں ہے بلکہ کل ربح رب المال کے لیے مشروط ہے اور عقد مذکور میں بو بھی ربوا کی نہیں چہ جائیکہ صریح ربوا ہو اس واسطے کہ ربوا یا قرض میں ہوتا ہے یا بیع میں چنانچہ عبارت مظہری سے معلوم ہوتا ہے قال تحت قولہ تعالیٰ وحرم الربوا اسلئے

ان اللہ تعالیٰ حرم الزیادۃ فی القرض علی المقدار المدفوع والزیادۃ فی البیع لاحد البدلین علی الآخر اور ماتحن فیہ میں ظاہر ہے کہ صورت بیع کی ہرگز نہیں اور نہ صورت قرض ہے بلکہ مجیب ثانی کی خود یہ تحریر ہے اگر سب روپیہ ہلاک ہو جاوے تو اسپر ضمان لازم نہیں آتا اگر صورت قرض کی ہے پھر ضمان لازم نہ آنیکے کیا معنے ہیں اور مفہوم ربوا کا عقد مذکور پر ہرگز صادق نہیں آتا الربو ہو فضل

خال عن عوض بمعیار شرعی مشروط لاحد المتعاقدین فی المعاوضۃ تنویر الابصار والدر المختار الربوا ہو فضل خال عن عوض شرط لاحد المتعاقدین فی معاوضۃ مال بمال ۱۲ الملتقی الابحر پس صورت مذکورہ میں ربوا کا قائل ہونا بلا سند محض ہے کوئی دلیل عقلی یا نقلی اس پر قائم نہیں بلکہ مخالف کتاب وسنت واجماع وقیاس وکتب فقہ کی ہے عالم کی شان سے بعید ہے کہ عقد صحیح کو بلا دلیل شرعی ربوا کہ اعظم کبائر سے ہے منسوب کرے رہا یہ امر کہ کلام مجیب ثانی کا تین چار وجہ سے مشتمل اوپر تعارض اور تدافع کے ہے وجہ اول تحریر کرتے ہیں یہ بضاعت نہیں کہ اس میں کل ربح کا استحقاق مالک کے لیے مشروط ہے۔ آگے روایت یہ لاتے ہیں وَمستبضع عند اشتراط رب المال پس عبارت سالقہ بذاتہ بھی وجہ صحت نہیں رکھتی اور معارض روایت آوردہ کے ہے۔ دوسری وجہ یہ کہ وہی عبارت سابقہ معارض اس کے ہے کہ کہتے ہیں کہ یہ مضاربت فاسدہ ہے حالانکہ مضاربت میں فاسدہ ہو یا صحیحہ اشتراک فی الربح شرط ہے چنانچہ روایت آئندہ آوردہ مجیب ثانی سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہتے ہیں الرابع ان یکون الربح بینہما شایعا تیسری وجہ تدافع فی الکلام کی یہ ہے کہ اس عقد کو ربوا کہتے ہیں حالانکہ اوپر تحریر کر چکے ہیں کہ ضمان ہلاکت اس روپیہ کا اس پر لازم نہیں ہے۔ ربوا بھی ہو کہ مخصوص بمعاوضات ہے اور ضمان بھی لازم نہ آوے یہ امر خلاف قاعدہ کتب فقہ کے ہے۔ چوتھی وجہ یہ کہ مضاربت فاسدہ کو ربوا کسی نے نہیں لکھا۔ واللہ اعلم بالصواب ⁂

محمد محفوظ اللہ من احفاد القاضی محمد ثناء اللہ الپانی پتی ۱۲۸۳ھ

چونکہ رب المال صرف باپ ہے صورت مضاربۃ صحیحہ و فاسدہ قطعاً نہیں ہے۔ اور جب نفع بعوض تجارت مقرر ہوا نہ بالقرض والبیع تو ربوا بھی نہ ہوا البتہ بضاعۃ ہے اور مستبضع ماذون ہے وبضع ای یدفع المال بضاعۃ بان یشترط الربح لرب المال ورد المختار ۱۲ ولو قال خذ ہذہ الالف بضاعۃ واشتر لی بہا وبع لعل اللہ یرزقنی شیئا کان جائزا عالمگیری اور مراد باپ کی صاف ہے کہ کہتا ہے نفع سے کہ میں اس کا مالک ہوں دس روپیہ لیا کروں گا نہ کہ خواہ نقصان ہو خواہ نفع اس واسطے کہ لفظ مابقی اور زائد تم کو مبارک خود دال ہے کہ نفع سے سوائے دس روپیہ کے تم کو مبارک یعنی مباح اور معاف کیا تو یہ معافی حقوق خود کسی طرح ربوا نہیں ہے بلکہ صاف مصداق ہل جزاء الاحسان الا الاحسان ہے واللہ اعلم بالصواب ⁂

رحیم است بخشندۂ عاصیان

مسئلہ۔ کوئی شخص کسی شخص مفلس سے یہ بات کہے کہ میں تجھ کو سو روپے اپنے پاس سے دیتا ہوں اس شرط پر کہ تو تجارت کر اور چار آنے فی روپیہ مجھ کو نفع دینا یا اور کسی سے اسی شرط پر دلوا دے تو صورت اولی میں دو حال سے خالی نہیں کہ یا قرض کے طور سے دیا ہو سو روپیہ پھر اس میں چار آنے یا کم و بیش اپنے واسطے نفع ٹھیرائے تو یہ بالکل سود ہے کل[1] قرض جر نفعا فھو ربا کذا فی الہدایہ وغیرہا۔ اور یہ جو بطور شرکت مضاربت کے سو روپے دیے ہوں تو اس صورت میں نفع باہم نصف نصف مقرر کرے یا دو ثلث رب المال اور ایک ثلث مضارب یعنی روپیہ لینے والا اور محنت تجارت میں کرنے والا لیلے تو اس طرح سے عقد مضاربت صحیح اور درست ہے اور جو صاحب مال اپنے واسطے نفع معین کرے کہ پانچ روپیہ یا دس روپیہ مثلاً میں لیا کروں گا باقی نفع تو لیجیو تو یہ صورت مضاربت فاسد کی ہے اور قاطع شرکت ہے روا نہیں چنانچہ تمام کتب فقہ ہدایہ وغیرہ میں مذکور ہے اور صورت ثانیہ دلوا دینے میں غیر سے اپنی معرفت سے تو اس صورت میں دلوا دینے والا محض اجنبی ہے اور شخص متوسط کسی طرح سے مستحق نفع کا نہیں ہو سکتا

---

[1] قولہ کل قرض جر نفعا الخ۔ حاصل ما قال الزیلعی انہ اخرجہ الحارث بن ابی اسامۃ فی سندہ والو الجہم فی جزءہ المعروف عن علی مرفوعا وابن عدی فی الکامل عن جابر وسندہما ضعیف وروی ابن ابی شیبۃ فی مصنفہ حدثنا ابو خالد الاحمر عن حجاج عن عطاء قال کانوا یکرہون کل قرض جر منفعۃ انتہی نصب الرایۃ جلد ۲ صفحہ ۱۵۸۔ وفی التلخیص حدیث ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن قرض جر منفعۃ وفی روایۃ کل قرض جر منفعۃ فہو ربا قال عمر بن بدر فی المغنی لم یصح فیہ شیء واما امام الحرمین فقال انہ صح وتبعہ الغزالی وقد رواہ الحارث بن ابی اسامۃ فی مسندہ من حدیث علی باللفظ الاول وفی اسنادہ سوار بن مصعب وہو متروک ورواہ البیہقی فی المعرفۃ عن فضالۃ بن عبید موقوفا بلفظ کل قرض جر منفعۃ فہو وجہ من وجوہ الربا ورواہ فی السنن الکبری عن ابن مسعود وابی بن کعب وعبد اللہ بن سلام موقوفا علیہم انتہی تلخیص جلد ۲ صفحہ ۲۴۵..... وقال الحافظ فی بلوغ المرام بعد ذکرہ عن علی مرفوعا ولہ شاہد ضعیف عن فضالۃ بن عبید عند البیہقی وآخر موقوف عن عبد اللہ بن سلام عند البخاری انتہی اقول اخرجہ البخاری فی مناقب عبد اللہ بن سلام من طریق سلیمان بن حرب حدثنا شعبۃ عن سعید بن ابی بردۃ عن ابیہ قال اتیت المدینۃ فلقیت عبد اللہ بن سلام فقال الا تجئ فاطعمک سویقا وتمرا وتدخل فی بیت ثم قال انک بارض الربا بہا فاش اذا کان لک علی رجل حق فاہدی الیک حمل تبن او حمل شعیر او حمل قت فلا تاخذہ فانہ ربا انتہی بخاری مصری جلد ۲ صفحہ ۱۹۴ ۞

ابو سعید محمد شرف الدین مصحح

کما لا یستحق الاجنبی نفعا بغیر العقد کذا فی العنایہ وغیرہا۔

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ زید نے مبلغ سو روپیہ بلا سودی واسطے سوداگری کرنے کے بکر کو اس شرط پر دیئے کہ اسباب خرید کر کے بیچے اور جس قدر منافع ہو اس میں سے نصف بحق محنت بکر کو دیوے اور نصف بقیہ آپ لیوے یہ معاملہ جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب۔ یہ صورت مرقومہ صورت مضاربت کی ہے سو یہ معاملہ بلا شبہ جائز و درست ہے المضاربة ہی شرکة بمال من جانب وعمل من جانب کذا فی الکنز وغیرہ من کتب الفقہ واللہ اعلم حررہ السید شریف حسین عفی عنہ۔

سید محمد نذیر حسین

کتاب الشفعة

سوال :- چہ می فرمایند علمائے دین و مفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ شخصے مکان خود می فروشد پس بموجب حکم شرع شریف خریداری آں بر شفیع مکان پشت میر سید یا بہ شریک فی الطریق چنانچہ ملاحظہ نقشہ انچہ حکم شرع باشد زیب تسطیر نمایند۔

الجواب :- درصورت مرقومہ باید دانست کہ بیشتر مستحق حق شفعہ شریک در مبیع است پس مستحق شریک در حق مبیع کہ عبارت از کوچہ مشترکہ سربستہ است پس جار ملاصق است کہ پشت مکان مبیع چسپیدہ باشد تجب الشفعة للخليط وهو الشريك الذي لم يقاسم في نفس المبيع ثم في حق المبيع كالشرب والطريق خاصا ثم تجب الشفعة بعد ذلك للجار الملاصق وهو الذي داره على ظهر الدار المشفوعة وبابه في سكة اخرى كذا في الكنز والعيني وغيرهما من كتب الفقه پس دریں صورت حق شفعہ آنکہ شریک فی الطریق است مقدم خواہد شد بہ نسبت آں کسیکہ شفیع مکان پشت است واللہ اعلم بالصواب

سید محمد نذیر حسین

سوال :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک قطعہ مکان خرید العبدہ عمر و بکر شفیعان کو معلوم ہوا کہ زید نے مکان مذکور کو خرید کیا لہذا بپاس خرید زید کے شفیعان نے دعوے شفع کا نہ کیا پھر شفیعان کو معلوم ہوا کہ زید آپ نہیں لیتا اوروں کو دلواتا ہے۔ لہذا شفیعان مذکورین نے پھر دعوے کیا شفعہ کا تو اس صورت میں دعوے شفیعان کا صحیح اور مسموع ہوگا شرعاً یا باطل ہوگا۔

الجواب :- درصورت مرقومہ دعوے شفیعان کا مسموع ہوگا اور مستحق حق شفعہ کے ہونگے شرعاً لو علم بان المشتري زيد فسلم ثم بان انه بكر فله الشفعة كذا في تنوير الابصار والدر المختار فالتسليم في حق البعض لا يكون تسليما في حق غيره كذا في الطحاوي وغيره من كتب الفقه واللہ اعلم بالصواب حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

سوال[1] ....

[1] اس سوال کی عبارت اصل مسودہ سے نہیں ملی۔ صرف جواب موجود ہے جو بغرض افادہ ذیل میں درج ہے

الجواب۔ درصورت مرقومہ باید دانست کہ مراتب شفعہ سہ است اول خلیط فی المبیع یعنی در نفس مبیع
مشارکت داشتہ باشد پستر خلیط در حق مبیع کہ طریق وکوچہ وشرب مراد ازان است شرکت دارد پستر جار
ملاصق کہ خانہ او پس پشت دار مشفوعہ باشد مستحق شفعہ میشود ودریں مسئلہ مذکورہ صورت شفعہ خلیطان
است وبریں معنی ہمہ شرکا در کوچہ وشرب باخذ واستحقاق شفعہ متساوی الاقدام ہستند ترجیح
نزدیکاں بر دوران ہرگز درینجا نمی شود وبعدد روس ایشان حق شفعہ واجب خواہد بود وتجب الشفعۃ
للخلیط ہو الذی یشارک فی الارض التی لم تقاسم ثم تجب للخلیط فی حق المبیع وہو الذی قاسم وبقیت لہ شرکۃ
فی حق العقار کالشرب والطریق بشرط ان یکونا خاصین ثم تجب الشفعۃ للجار الملاصق وہو الذی دارہ علی
ظہر الدار المشفوعۃ وبابہ فی سکۃ اخری کذا فی الکنز والعینی والہدایۃ وشرح الوقایۃ وغیرہا من کتب الفقہ
وجمیع اہل الزقاق الذی طریقہم فیہ شرکاء فی شفعۃ من مکان فی ادناہ واقصاہ فی ذلک سواء وتجب الشفعۃ
للخلیط علی عدد الروس بالمبیع کذا فی الکنز والعینی وغیرہ۔ دریں صورت کہ زید ملصق مکان بکر است وعمر
ہر دو در اخذ شفعہ بالمناصفہ برابر ہستند ترجیح یکے بر دیگرے اصلا نیست لانہم کلہم خلطاء فی الطریق
کذا فی العالمگیریۃ وغیرہا من کتب الفقہ واللہ اعلم بالصواب فاعتبروا یا اولی الالباب

سید محمد نذیر حسین

مسئلہ۔ صورت ہبہ بالعوض برچند گونہ است یکے آنکہ زید مثلا بکر را زمینے یا مکانے بدون شرط
عوض ہبہ کرد بعد ازاں بکر نیز قطعہ زمین یا قطعہ مکان بغیر شرط عوض ہبہ کرد دریں ہر دو صورت حق شفعہ
نمی رسد زیرا کہ تبرع واحسان یافتہ شد از جانبین اما البتہ بلا عوض مشروط فلا شفعۃ فیہا ان وقعت فی العقار
لانہا تبرع من الجانبین کذا فی کتب الفقہ من الہدایۃ والدر المختار وغیرہا۔ وصورت دیگر این است کہ
زید بہ بکر این چنیں گفتہ کہ من ایں قطعہ زمین یا مکان را ترا ہبہ می کنم بایں شرط کہ تو مرا فلان چیز یا فلان
مکان عوض بدہی پس این صورت را ہبہ بشرط عوض می گویند ودریں صورت تقابض بدلین از ہر دو
جانب ضرور است ودریں صورت حق شفعہ خواہد رسید زیرا کہ دریں صورت در ابتدا ہبہ است و
در انتہا بیع است کہ مبادلۃ المال بالمال یافتہ می شود واذا وہب بشرط العوض اعتبر التقابض فی
العوضین ویبطل بالشیوع لانہ ہبۃ ابتداء وتستحق فیہ الشفعۃ لانہ بیع انتہاء کذا فی الہدایۃ وغیرہا من کتب الفقہ
وصورت دیگر این چنیں است کہ ہبہ کردم ترا این مکان را بعوض چنیں وچناں پس ایں ہبہ از ابتدا و
انتہا بیع است ودریں صورت ہم حق شفعہ می رسد۔ اما لو ذکرہ بحرف الباء بان قال وہبت
منک ہذا العبد بثوبک ہذا او بالف درہم وقبلہ الآخر یکون بیعا ابتداء وانتہاء بالاجماع
کذا فی الکفایۃ وغیرہا من کتب الفقہ۔ واللہ اعلم بالصواب

سید محمد نذیر حسین

سوال- کیا فرماتے ہین علماے دین اس مسئلہ مین کہ زید کے حقیقی چچازاد بھائی نے اپنا حصہ سکونتی
مکان کو بدست عمرو فروخت کردیا اور عمرو سے کوئی رشتہ زید یا بائع کا نہین ہے اور نہ مکان مبیع
عمرو کے مکان سکونتی کے متصل یا پیوستہ ہے- زید مکان مبیع کو عمرو سے بسبب جدی ہونے
بائع کے بذریعہ حق شفع کے باداے زر مبیع واپس چاہتا ہی آیا بروے حکم شرع کے زید مستحق واپسی
مکان کا بہ سبب جدی ہونیکے ہی یا نہین بینوا توجروا +

الجواب- زید اس صورت مین بہ سبب جدی ہونیکے شفیع نہین ہوسکتا ہے اور اس کو یہ حق نہین
ہے کہ باداے زرثمن اس مکان کو عمرو سے واپس کرلے اس لیئے کہ حق شفع صرف تین سببون سے
ثابت ہوتا ہی- پہلا یہ کہ نفس مبیع مین شرکت ہو یعنی مبیع درمیان بائع اور شفیع کے مشترک ہو اور تقسیم
نہ ہوئی ہو- دوسرا یہ کہ حق مبیع مین شرکت ہو مثلا اس طرح پر کہ مبیع اور ملک شفیع کا ایک طریق ہو-
تیسرا یہ کہ شفیع مبیع کا جار ہو یعنی ہمسایہ- اور مکان مبیع کا جدی ہونا ان تینون سببون مین سے
کوئی سبب نہین ہے- قال فی الہدایۃ الشفعۃ واجبۃ للخلیط فی نفس المبیع ثم للخلیط فی حق المبیع کالشرب
انتہی واللہ اعلم بالصواب حررہ محمد یسین عفی عنہ +

سید محمد نذیر حسین

سوال- زید شفیع کو خبر بیع کی اس کے گھر مین ایسے وقت مین پہنچی کہ بہت سے لوگ اس وقت مین
حاضر تھے زید فی الفور بمقابلہ حاضرین مجلس کے طلب مواثبت موافق شرع کے بجالایا بعدہ زید
خبر دہندہ و جملہ حاضرین مجلس کو ساتھ لیئے ہوئے معہ روپیہ بمقدار قیمت مندرجہ قبالہ شئے مبیعہ اولا
نزد مشتری بعدہ نزد بائع بعدہ بر شئے مبیعہ جاکر موافق شرع کے طلب اشہاد بجالایا و جملہ ہمراہیان
کو ہر جگہ گواہ رکھتا گیا فقط خبر دہندہ بھی ویسے ہی موافق شفیع و موافق کتاب شرع کے شہادت دیتا
ہے کہ شفیع ہمکو و فلان فلان حاضرین مجلس کو اولا وقت طلب مواثبت بعدہ نزد مشتری و بعدہ
نزد بائع و بعدہ بر شئے مبیعہ ساتھ لے جاکر طلب اشہاد بجالایا و ہر جگہ پر یہ بھی کہا کہ تم لوگ گواہ رہو
فقط منجملہ حاضرین مجلس کے دو کس دیگر گواہان جملہ بیان مین مدعی و خبر دہندہ کے موافق ہین مگر وہ
لوگ اپنے اظہار مین یہ نہین کہتے کہ وقت طلب مواثبت و نزد مشتری و نزد بائع و بر شئے مشفوعہ
کے شفیع نے ہم لوگون سے ایسا کہا کہ تم لوگ گواہ رہو سواے خبر دہندہ کے ہر دو گواہان اس
امر خاص مین ساکت ہین نہ ان کو انکار ہے نہ اقرار نہ ان دونون سے اس امر خاص مین استفسار
ہوا فقط اور خبر دہندہ ہی ایسا گواہ معتبر نہین ہے کہ صرف اسی کے قول پر اعتماد کیا جاوے- پس
اس صورت خاص مین شہادت پر ایسے دو کسان دیگران کے طلب اشہاد موافق کتب حنفیہ کے
صحیح ہوا یا نہین بینوا توجروا +

الجواب- اگر دونون گواہون نے اس طرح سے اداے شہادت کی ہو کہ شفیع نے ہمارے

روبرو طلب شفیع کا کیا بروقت طلب مواثبت اور نزد مشتری اور نزد بائع کے اور ہم اسکے اقرار طلب شفیع پر بلا ریب گواہی دیتے ہین اور ہم بخوبی گواہ ہین۔ اُس کے طلب شفعہ کے تو اس حالت مین حق شفعہ شفیع کا ثابت ہوگا۔ اور شفعہ باطل نہ ہوگا اگرچہ شفیع نے بروقت طلب شفعہ کے یہ نہ کہا ہو کہ تم لوگ گواہ ہو کیونکہ شرط اشہاد نہین ہی صحت شہادت حقوق مین مگر بروقت ادائے شہادت علی الشہادت کے اشہاد شرط ہے فقط اور سوال مذکور سے یہ صورت ادائے شہادت علی الشہادت نہین پائی جاتی پس دعوے طلب شفعہ کا بہ نسبت شفیع کے بعدم اشہاد وقت طلب مواثبت کے ساقط نہین ہوسکتا بنا براس کے کہ مقصود ومطلوب اشہاد سے تقریر واثبات شفعہ کا ہے اور یہ مقصود یہ بیان شہادت دونون شاہدون سے کہ ہمارے روبرو طلب شفعہ اوقات ثلاثہ مین فی الفور کیا تھا۔ صاف واضح ہوتا ہے پس جو مقصود اشہاد سے حاصل ہوتا ہے وہ مقصود یہان نفس ادائے شہادت دونون شاہدون سے حاصل ہے کما لا یخفی علی الفقیہ الماہر بالشریعۃ الغراء لا یشترط لصحۃ الشہادۃ الاشہاد فان الشرط العلم فیجوز ان یشہد بکل ما سمعہ او ابصرہ کالبیع والاقرار والطلاق والغصب والقذف والقتل مما یثبت بدون القضاء وفیہ اشعار بان الاشہاد لیس بلازم فی حق الا فی حق لم یثبت الا بالقضاء مثل الشہادۃ علے الشہادۃ فانہ شرط فیہا کذا فی مختصر الوقایۃ وجامع الرموز مختصر الا ان من سمع اقرار غیرہ حل لہ الشہادۃ وان لم یقل لہ اشہد کذا فی الہدایۃ والعینا فیہا فاذا سمع ذلک الشاہد اورا وسعہ ان یشہد بہ وان لم یشہد علیہ لانہ علم ما ہو الموجب بنفسہ وہو الرکن فی اطلاق الاداء قال اللہ تعالے الا من شہد بالحق وہم یعلمون ومنہ ما لا یثبت الحکم فیہ بنفسہ مثل الشہادۃ فاذا سمع شاہد الیشہد بشئے لم یجز لہ ان یشہد علے شہادتہ الا ان یشہد علیہا لان الشہادۃ غیر موجبۃ بنفسہا وانما تصیر بالنقل الی مجلس القضاء کذا فی الہدایۃ۔ پس اس صورت خاص مین اوپر شہادت دو کسان دیگران ثبوت شفعہ ہوگا۔ کما لا یخفی علے المتأمل واللہ اعلم بالصواب فاعتبروا یا اولی الالباب حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

مع علی الشہادۃ

کتاب المزارعۃ

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ زمین مزارعت مین دینا باین شرط کہ مزارع رب الارض کو چند روپیہ بطور قرض دیوے جائز ہے یا ناجائز بینوا توجروا۔ سوال دوم۔ مالک نے زمین کا شتکار کو باین شرط دی کہ دس من غلہ اس مین سے ہم کو دیدینا باقی تمہارا۔ جائز ہے یا ناجائز۔ اور اگر خزانہ دو روپیہ فی بیگھہ مثلاً مقرر کرکے دیوین تو جائز ہے یا ناجائز بینوا توجروا۔ سوال سوم۔ زمین کو گرو دینا اور چند روپیہ مرتہن سے لینا اور جبتک وہ روپیہ واپس نہ دیوے تب تک محصول اس زمین کا مرتہن کے ذمہ مقرر کرنا اور بخوف سود چند آنے پیسے فی بیگھہ اس سے منہا کرنا بمقدار مالگذاری سرکاری جائز ہے یا ناجائز بینوا توجروا *

الجواب۔ سوال اول یعنی زمین مزارعت کے لیئے اس شرط پر دینا کہ مزارع رب الارض کو چند روپیہ بطور قرض کے دے ناجائز ہے کیونکہ اس صورت مین مزارع کو زمین مذکور سے نفع اٹھانا جائز نہین ہے اس واسطے کہ جب رب الارض نے مزارعت مین زمین دینے کیلئے یہ شرط لگائی کہ مضارع رب الارض کو چند روپیہ بطور قرض دیوے تو اب ظاہر ہے کہ یہ نفع اسی قرض کی وجہ سے ہوگا اور قرض ہی اس نفع کا ذریعہ ٹھیریگا اور قرض کے ذریعہ سے نفع اٹھانا جائز نہین ہے۔ بلوغ المرام مین ہے عن علیؓ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کل قرض جر منفعۃ فہو ربا رواہ الحارث بن ابی اسامۃ واسنادہ ساقط ولہ شاہد ضعیف عن فضالۃ بن عبید عند البیہقی وآخر موقوفا عن عبد اللہ بن سلام عند البخاری[1] یہ حدیث اگرچہ فی نفسہ ضعیف ہے لیکن تعدد طرق کی وجہ سے قابل استدلال ہے روضۃ الندیہ شرح درر بہیہ مین ہے ولا یجوز ان یجر القرض نفعا للمقرض۔ پھر احادیث و آثار کو نقل کرکے لکھتے ہین وما فی الباب من الاحادیث والآثار یشد بعضہا البعض۔ جواب سوال دوم۔ زمین اس شرط پر دینا کہ دس من غلہ اس مین سے ہم کو دیدینا باقی تمہارا جائز نہین ہے کیونکہ یہ شرط فاسد ہے اسواسطے کہ

[1] اخرجہ فی مناقب عبد اللہ بن سلام کما تقدم تحقیقہ فی کتاب المضاربۃ تحت مسئلہ صفحہ ۹۹ ابو سعید محمد شرف الدین

ممکن ہے کہ صرف دس ہی من غلہ پیدا ہو تو اس صورت مین بیچارہ مزارع بالکل محروم رہجاویگا اور سراسر خسارہ مین پڑجاویگا۔ ہان اس شرط پر زمین دینا جائز ہے کہ جس قدر غلہ پیدا ہو اس مین سے مثلاً ایک ثلث ہمارا باقی تمہارا یا نصف ہمارا نصف تمہارا یا دو ثلث ہمارا باقی تمہارا یعنی جزو مشاع کی شرط کرنا کہ جس سے کسی صورت مین قطع شرکت نہ ہو بلکہ جس قدر غلہ پیدا ہو تھوڑا یا زیادہ اس مین دونون اپنے اپنے حصہ مقررہ کے شریک رہین جائز و درست ہے موطا امام محمد صفحہ ۳۵۴ مین ہے۔ اخبرنا مالک اخبرنا ربیعۃ بن ابی عبد الرحمن ان حنظلۃ الانصاری اخبرہ انہ سأل رافع بن خدیج عن کراء المزارع فقال قد نہی عنہ قال حنظلۃ فقلت لرافع بالذہب والورق قال رافع لا باس بکرائہا بالذہب والورق قال محمد وبہذا ناخذ لا باس بکرائہا بالذہب والورق بالحنطۃ کیلا معلوما وضربا معلوما ما لم یشترط ذلک مما یخرج منہا فان اشترط مما یخرج منہا کیلا معلوما فلا خیر فیہ وہو قول ابی حنیفۃ والعامۃ من فقہائنا و نیز اسی کتاب مین ہے قال محمد وبہذا ناخذ لا باس بمعاملۃ النخل علی الشطر والثلث والربع ومزارعۃ الارض البیضاء علی الشطر والثلث والربع الخ۔ حاشیہ موطا امام محمد مین ہے۔ قولہ فلا خیر فیہ ای لا یحل ذلک فلعلہ لا یخرج منہ الا ذلک القدر المعہود فہذا الشرط لکونہ فاسدا یفسد العقد نعم کرائہا بثلث ما یخرج او ربعہ ونحو ذلک من الکسور جائز انتہے اور فی بیگہ دو روپیہ مثلاً خزانہ مقرر کرکے زمین دیوین تو اس کے جائز ہونے مین کچھ کلام نہین ہے۔ جواب سوال سوم۔ یہ صورت ناجائز ہے کیونکہ محصول زمین مین سے بمقدار مالگذاری سرکاری منہا کرنیکے بعد بقیہ زر محصول جو مرتہن کے پاس باقی رہتا ہے وہ صریح سود ہے کیونکہ یہ تو ظاہر ہے کہ صورت مذکورہ رہن کی صورت ہے اور رہن کی صورت فی الحقیقت قرض کی صورت ہے چنانچہ سبل السلام شرح بلوغ المرام مین ہے۔ ہو ای الرہن لغۃ الاحتباس وفی الشرع جعل مال وثیقۃ علی دین انتہے۔ مختصرا۔ لہذا مرتہن نے جو بقیہ زر محصول سے نفع اٹھایا ہے یہ نفع قرض کے ذریعہ سے اٹھایا ہے اور سوال اول کے جواب مین ثابت ہو چکا ہے کہ یہ ناجائز ہے پس ثابت ہوا کہ یہ صورت جو سوال سوم مین مذکور ہے ناجائز ہے واللہ اعلم بالصواب

حررہ عبد الحق اعظم گڈھی عفی عنہ۔ ۱۴۔ رجب ۱۳۱۰ہ ہجری ❊

سید محمد نذیر حسین

کتاب الشرکۃ

سوال۔ ایک شخص کے چند لڑکے اور چند لڑکیاں مختلف زوجات کے بطن سے ہوئیں از انجملہ اس نے ایک لڑکے کو جو بڑا تھا اپنی دکان کے کاروبار میں شریک کیا۔ اس لڑکے نے دکان کو اپنی چند سال کی کوشش سے ایسی ترقی دی کہ سیکڑوں سے ہزاروں ہوگئے۔ پھر اس شخص نے لڑکے کو مع اسکے عیال کے اپنے عیال سے علیحدہ کردیا اور اسکے اخراجات کا حصہ آمدنی دکان سے اپنے حصہ اخراجات روزمرہ کے مساوی مقرر کردیا۔ اخراجات کیلئے ایک دفعہ تنخواہیں مقرر کرنی تجویز کیں بائیس روپیہ ماہوار اپنے خرچ کیلئے اور بائیس ہی روپیہ اسکے لئے مقرر کئے اور خرید و فروخت مال دکان میں اور خرید دیگر مکانات میں اپنا اور اس ایک بیٹے کا نام درج کاغذات کردیا۔ لیسنس بارود وغیرہ میں دونوں کا نام درج کرایا۔ دکان کے متعلق سرکار سے جرمانہ ہوا تو دونوں پر ہوا جس سے قرض لیا دونوں کے نام سے لیا جسکو دیا دونوں کے نام سے دیا۔ اخیر عمر میں باپ نے کاروبار کا تعلق چھوڑکر جملہ کاروبار بیٹے ہی کے سپرد کردیا۔ اور بیٹے نے دکان کا کام ایک مدت دراز تک اسی طور پر کیا اور اپنی عمر کا حصہ اسی کام میں صرف کیا۔ وہ شخص اب فوت ہوگیا ہے اب بیٹا مدعی ہے کہ میں اس دکان میں اپنے باپ کے سامنے نصف حصہ کا شریک رہا ہوں نصف دکان و مکانات وغیرہ اموال جس میں میرا نام ہے مجھے بطور شراکت ملنا چاہیئے اور نصف میں مجھے حصہ حسب فرائض و وراثت ملنا چاہیئے۔
علمائے دین سے سوال ہے کہ یہ دعوے اسکا بجا ہے یا نہیں اور عملدرآمد مذکور سے اسکی شراکت ثابت ہوئی یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب۔ صورت مسئول عنہا میں عقد شرکت ثابت نہیں ہوئی کیونکہ انعقاد عقد شرکت میں اختلاط راس مال کا طرفین سے کہ جس پر ربح متفرع ہو ضرور ہے اور سوال سائل سے یہ قید معرا و خالی ہے اور نیز ہر عقد شرعی میں ایجاب و قبول رکن عقد ہوتا ہے اور ایجاب و قبول سوال سائل میں مفقود ہے پھر کیونکر عقد شرکت متصور ہو کر پسر مستحق نصف مال تجارت پدر کا کیا جاوے۔ الشرکۃ ہی

شرعاً ما یحدث بالاختیار بین اثنین فصاعداً من الاختلاط لتحصیل الربح وقد یحصل بغیر قصد کالارث کذا فی فتح الباری شرح صحیح البخاری من باب الشرکۃ۔ اور باپ نے جو کچھ خرچ اخراجات بقدر حاجت روائی کے بیٹے کا معمول کر رکھا تھا وہ بطور ہدیہ و معاش کے تھا۔ نہ بطریق حصہ نصفی شرکت کے۔ اول وسعادت مند فرمانبردار اور کارگذاری کی بہبودی والدین کے منقوش خاطر رہتی ہے۔ اور سعادۃً تمام فرضی درج کرنا پسر کلان کا واسطے وجاہت و اعتماد اسکے تھا اور ایسا معمول سوداگروں میں ہوا کرتا ہے۔ تو یہ بطریق شرکت کے نہیں کیا جا سکتا کما لا یخفی علی الماہر بالعرف۔ واللہ اعلم بالصواب۔ سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بنگالہ میں دستور ہے کہ بچھڑا خرید کر دوسرے کو دیدیتے ہیں جب وہ بڑا ہو جاتا ہے تو خریدنے والا اس کو بیچ کر پوری قیمت کے دو حصے کر کے ایک حصہ خود اور ایک حصہ پالنے والیکو یا بعد اصل قیمت کے ایک حصہ خود لیتے ہیں اور ایک حصہ پالنے والیکو دیتے ہیں پس یہ جائز ہے کہ نہیں +

الجواب۔ معاملہ مذکورہ جائز ہے کیونکہ یہ منجملہ صور شرکت کے ہے اور شرکت کا جواز نصوص کثیرہ سے ثابت ہے۔ عن ابی ہریرۃ مرفوعاً قال اللہ تعالے انا ثالث الشریکین الحدیث اخرجہ ابو داؤد اور کوئی وجہ ممانعت کی اس میں پائی نہیں جاتی و نیز حدیث المسلمون علے شروطہم الحدیث اخرجہ الترمذی وغیرہا اس کی صحت و جواز پر دال ہے۔ واللہ اعلم۔ سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید و حبیبہ شوہر و زوجہ ہیں اور اولاد پسری بکر و خالد رکھتے ہیں زید و حبیبہ و بکر و خالد لشمولیت زندگی بسر کرتے رہے اور بکر باجازت زید امورات خانگی کو انجام دیتا رہا اور اس عرصہ میں کمائی زید و بکر و خالد سے اعانت کر کے جائداد خریدکی اور شراکت بدستور رہی مگر بکر نے بوجہ کارکردگی کاغذات و قبالجات سرکاری میں پوشیدہ طور سے نام خود درج کرا لیا صورت بدستور میں زید نے ۱۸۸۹ء میں انتقال کیا ازان بعد بکر و خالد بھی ۱۸۹۳ء تک بدستور شامل رہے۔ ۱۸۹۳ء میں بوجہ تکرار خالد پسر خرد نے دعوے حصہ خود بحصہ مساوی کیا۔ بکر کا جواب ہی کہ اس نے بذات خود بصورت علیحدگی پدر کے جائداد پیدا کی ہے۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ جائداد متنازعہ مذکورہ ترکہ پدری متصور ہو کر خالد پسر خرد حصہ نصفی کا مستحق ہے یا کہ نہیں اور علیحدگی از روے شرع شریف کس طور سے تصور ہوتی ہے آیا بلا تقسیم یا کہ بالتقسیم جائداد منقولہ و غیر منقولہ بروئے شرع شریف مفصل بیان ہونا چاہئے۔ فقط۔

الجواب۔ صورت مسئولہ میں جبکہ یہ محقق و معلوم ہے کہ زید و بکر و خالد تینوں شریک رہے اور آمدنی ہر ایک کی دوسرے کی آمدنی سے مخلوط رہی اور خرچ بھی مخلوط رہا تو اب جو کچھ جائداد بکر نے آمدنی مشترک سے خریدی وہ سب کی ہے صرف بکر کے نام درج کرا دینے سے وہ جائداد بکر کی نہ ہوگی بلکہ اگر یہ

معلوم ہو جاوے کہ ہر ایک کا کس قدر روپیہ صرف ہوا ہے تب تو وہ اسی مقدار کا مالک ہوگا اور اگر
یہ معلوم و متعین نہ ہو تو پھر بعد انتقال زید ہر دو برادر بحصہ مساوی مالک ہوں گے کتب فقہ میں یہ
مصرح ہے کہ اگر بھائی بھائی باہم شریک رہیں اور ہر ایک کسب حاصل کریں اور بعد میں جدے ہوں
تو برابر تقسیم کریں گے۔ جبکہ مقدار ہر ایک کے کسب کی معلوم نہ ہو۔ اسی طرح باپ اور بیٹا ایک جگہ ایک
گھر میں رہیں اور ہر ایک کسب کرے اور آمدنی و خرچ مختلط رہے تو اس کی دو صورتیں ہیں اگر وہ اولاد
جو باپ کی شریک ہیں باپ ہی کے عیال میں شمار ہوتے ہیں اور دست نگر باپ کے ہیں تو اس صورت
میں کل مکسوبہ باپ کا شمار ہوگا اور سب اولاد کو برابر تقسیم ہوگا۔ اور اگر اولاد باپ کے عیال میں
شمار نہ ہو تو پھر سب برابر ہونگے۔ کما فی الشامی فی زوج امرأۃ و ابنہا اجتمعا فی دار واحدۃ واخذ
کل منہما یکتسب علیحدۃ ویجمعان کسبہما ولا یعلم التفاوت ولا التساوی ولا التمیز فاجاب بانہ بینہما بالسویۃ
وکذلک لو اجتمع اخوۃ یعملون فی ترکۃ ابیہم ونمی المال فہو بینہم سویۃ ولو اختلفوا فی العمل والرای ثم ہذا فی
غیر الابن مع ابیہ لما فی القنیۃ الاب وابنہ یکتسبان فی صنعۃ واحدۃ ولم یکن لہما شیئ فالکسب کلہ للاب
ان کان الابن فی عیالہ لکونہ معینا لہ الاتری لو غرس شجرۃ تکون للاب۔ پس صورت مسئولہ میں ضرور ہے
کہ اس جایداد کو ترکہ پدری شمار کیا جاوے اور ہر ایک کو بحصہ مساوی مالک سمجھا جاوے ہر دو
میں دونوں بھائی بکر اور خالد بحصہ مساوی مالک اس جایداد کے ہونگے مگر جبکہ بکر علیحدگی
اپنی اور خالص ہونا اس جائداد کا اپنے لئے بینہ سے ثابت کر دیوے۔ اور علیحدگی اس وقت
ثابت ہوگی کہ آمدنی خرچ کا جدا جدا حساب ہو۔ کھانے پہننے اور دیگر اخراجات میں شرکت نہ ہے
تا وقتیکہ کھانے اور پہننے اور دیگر اخراجات و آمدنی میں شراکت باقی ہے۔ حکم مذکور بالا باقی
ہے یعنی وہ جدے جدے شمار نہیں ہونگے۔ اسی طرح جائداد غیر منقولہ کی آمدنی غلہ وغیرہ اگر مختلط
رہے تب بھی جدے جدے شمار نہ ہونگے۔ اگر آمدنی تقسیم ہو جاتی اور ہر ایک اس میں سے
جدا ہو کر خرچ کرتا اسوقت علیحدہ سمجھے جاتے فقط واللہ تعالے اعلم کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ
دیوبندی۔ ۱۳۔ ربیع الاول سنہ ۱۳۱۸ ہجری +

الجواب صحیح۔ بندہ محمود عفی عنہ۔ الجواب صحیح محمد یعقوب عفی عنہ مدرس مدرسہ عربیہ دیوبند۔

سید محمد نذیر حسین	سید محمد ابو الحسن	سید محمد عبد السلام

سوال۔ علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ دو بھائی دو ماں کے
بطن سے ہیں مگر ایک بھائی عرصہ تخمیناً چودہ برس کا ہوا فوت ہو گیا جسکے ایک لڑکا نابالغ
اسوقت تھا اور اب بھی موجود ہے اور اس کی ماں بھی موجود ہے تاریخ وفات متوفی سے وہ
لڑکا اور اس کی ماں میرے ساتھ رہتے رہے اور کل سرمایہ مشترکہ تھا عرصہ تخمیناً سات برس کا

ہوا کہ مین نے از روے احکام شرع شریف زکوۃ مال کی ادا کرنی چاہی اور اپنی بھاوج یعنی مادر نابالغ مذکور سے بھی پوچھا کہ مال کی زکوۃ دینا چاہیئے اس نے کہا چونکہ میرا حصہ ہے زکوۃ مت دیجیئے ورنہ مین روز قیامت مین دامن گیر ہونگی - تو مین نے مجبوراً مولانا فضل الرحمن صاحب مراد آبادی سے دریافت کیا اور پوچھا کہ مین کل سرمایۂ مشترکہ سے زکوۃ دینا چاہتا ہون مگر میری بھاوج روکتی ہے اور مین نے یہ بھی پوچھا کہ آیا مین کل مال کی زکوۃ دے سکتا ہون یا صرف اپنے نصف حصہ کی تو آپ نے فرمایا کہ چونکہ تمہاری بھاوج لڑکے نابالغ کی ولیہ ہے تم اپنے نصف مال کی زکوۃ دیسکتے ہو - مین نے پوچھا کہ کس طرح پر کرون تو آپ نے فرمایا کہ تمام مال مشترکہ کو شمار کر کے نصف جدا کر دو اور نصف مین سے زکوۃ دو - اور نابالغ کے حصہ مال کو علیحدہ رکھدو - اوسمین سے ہرگز مت چھونا ورنہ خدا ورسول کے نزدیک گنہگار ہوگے اور مین نے یہ بھی پوچھا کہ کس زمانہ تک اس طرح رکھا رہے فرمایا کہ جبتک لڑکا بعمر اٹھارہ سال بالغ نہ ہو جاوے تب پھر اس بالغ کو اختیار ہوگا کہ چاہے زکوۃ دے یا نہ دے مین نے پوچھا کہ اس کی اور اسکی مان کی پرورش کیونکر ہووے تو آپ نے فرمایا کہ چاہے اسکے حصہ سے ان کی پرورش کرو یا اپنے پاس سے اگر اسکے حصہ سے پرورش کرو تو یادداشت کیلئے خرچہ لکھتے جانا - چنانچہ مراد آباد سے واپسی وقت مین نے بھی تمام حالات مولوی محمد نعیم صاحب عالم فرنگی محلی لکھنوی سے ظاہر کیے تو آپ نے بھی مثل مولانا صاحب ممدوح کے ارشاد فرمایا - چنانچہ مین نے ویسا ہی کیا - یعنے تمام جائداد مشترکہ از قسم نقد و زیورات و اشیاء دوکانداری جو اسوقت موجود تھی سب کو شمار کر کے نصفا نصف تقسیم کر کے اپنے نصف حصہ سے زکوۃ ادا کی اور ابتک اپنے حصہ سے سال بسال ادا کرتا ہون اور اپنے ہی حصہ سے دوکانداری کرتا ہون اور تمام مال نابالغ کا محفوظ جگہ پر رکھ دیا ہے اور لڑکے کی مان یعنی اپنی بھاوج کو نہین دیا اس خیال سے کہ ان سے ضائع نہ ہو جاوے مین نے ولیہ نابالغ مذکور کو اسوقت ان حالات تقسیم سے مطلع بھی کر دیا تھا - لیکن مین نے اسکے سامنے تقسیم نہین کی اور نہ اسکو مقدار حصہ کی بتلائی - عرصہ تخمیناً چار برس کا ہوتا ہے کہ مجھ سے و میری بھاوج سے چند معاملات خانگی مین جھگڑا ہوا تھا تو مین نے اپنے تین عزیزون سے ولیہ نابالغ کے پاس کہلا بھیجا کہ اگر وہ چاہین تو جائداد تقسیم شدہ کو اپنے پاس رکھ لین یا اگر کہین تو اور کسی کے پاس رکھدی جاوے تو انہون نے جواب دیا کہ جس طور پر رکھی ہے رکھی رہنے دین اور جس طرح میری اور میرے لڑکے کی پرورش کرتے رہے کرتے رہین چنانچہ پھر بھی وہ مال میرے پاس رکھا رہا - اور ابتک رکھا ہے اور مین برابر پرورش کرتا رہا - اب لڑکا اٹھارہ سال کا ہو کر

بالغ ہوا اور مجھ سے اس وقت تک کی تمام جائداد موجودہ مین نصف حصہ لینا چاہتا ہے اور تقسیم سابقہ کو قبول نہین کرتا ہے۔ اور سوالات حسب ذیل پیش کرتا ہے۔ اول یہ کہ نابالغ کی ولیہ کیا کیا اختیار رکھتی ہی۔ دوم اگر ولیہ کو اختیار از طرف نابالغ حاصل ہے، تو تقسیم جایداد کے کیا فرائض ہین۔ سویم ولیہ کا موجود ہونا وقت تقسیم جائداد نابالغ جائز ہے، یا ناجائز۔ چہارم اگر ولیہ کی بلا موجودگی مین جائداد تقسیم کی گئی تو اس تقسیم کو بالغ تسلیم کرسکتا ہے یا نہین۔ پس اب علماے دین اس مسئلہ مین کیا فرماتے ہین کہ آیا وہ تقسیم سابقہ شرعا جائز ہے یا نہین اور آیا وہ لڑکا وہی حصہ تقسیم شدہ سابق کا پاسکتا ہے یا آنکہ کل جایداد موجودہ بشمول حصہ منقسمہ مین بھی جو مین نے خود پیدا کیا ہے بقدر نصف حصہ پاسکتا ہے ✤

الجواب - اگر وہ لڑکا جو اب بالغ ہوچکا ہے اس تقسیم کو جائز رکھے تو تقسیم صحیح ہوگی ورنہ نہ فتاوی عالمگیریہ مین ہی واذا اقتسم القوم القریۃ وہی میراث بینہم بغیر قضاء قاض وفیہم صغیر لیس لہ وصی لم تجز القسمۃ قال وکذلک لو رضوا الحکم لبعض الفقہا فقسمہا بینہم علی الاصل والمیراث ثم قسمہا بینہم بالعدل وفیہم صغیر لا وصی لہ لم یجز لان الحکم لا ولایۃ لہ علی الصغیر قال وان کبر الصبی واجاز فہو جائز انتہے مختصراً۔ توجب یہ تقسیم ناجائز ٹھیری تو جمیع جائداد وغیرہ کو اُس حالت پر راجع کیا جاویگا جیسا کہ وقت وفات مورث کے تھا پھر از سر نو تقسیم ہوگی اور جو کچھ اس فریق تقسیم کنندہ نے اُسپر زائد کیا ہے اسکو الگ کرلے اور جو زکوۃ نکالی ہے اس کو ہی منہا کرلے واللہ تعالے اعلم حررہ عبدالحق ملتانی -

سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہین علماے دین اس مسئلہ مین کہ زید وعمرو دونون شراکت مین کھیت کرتے ہین زید کا ایک بیل ہے۔ عمرو نے بیل کا منہ رسی سے خوب باندھ دیا بیل بوجہ دم رکنے کے اس صدمہ سے مرگیا تو اب زید عمرو سے قیمت بیل لے سکتا ہے یا نہین ✤

الجواب - اگر وہان کا عرف یہی ہی کہ جب بیل کو ہل جوتنے وغیرہ کیلئے باہر لیجاتے ہین تو اسکا منہ غیر کی زراعت کھانیکے خیال سے باندھ دیا کرتے ہین تو اس صورت مین زید عمرو سے قیمت بیل وصول نہین کرسکتا ہی اور اگر یہ عرف نہین ہی پھر کسی اُس نے اسکا منہ باندھ دیا تو اس صورت مین قیمت بیل وصول کرسکتا ہی حررہ علی محمد عفی عنہ۔ سید محمد نذیر حسین

مسئلہ - چیز مشترک کی خرید وفروخت مین ایک شریک کا اجرت ٹھیرانا بنا بر محنت ومشقت حصول اس چیز کے درست نہین یہ اجرت فاسد ہی نزدیک امام ابو حنیفہ رح کے اور اکثر علماء حنفیہ اسی پر فتوی دیتے ہین چنانچہ ہدایہ وشرح وقایہ ودر مختار وفتاوے عالمگیری وغیرہ مین مذکور ہے مگر علماء حنفیہ بلخ کے روا رکھتے ہین اس کو چنانچہ اشباہ ونظائر وغیرہ سے واضح ہوتا ہے۔ من حمل طعاما مشترکا بینہ وبین غیرہ لایستحق الاجر لانہ لایعمل شیئا لشریکہ لان لا یقع بعضہ لنفسہ فلا یستحق الاجر زیلعی وہکذا فی الکنز وہدایہ وغیرہا ✤

سید محمد نذیر حسین

کتاب الودیعت

سوال - ایک شخص صاحب علم نے ایک انجمن قائم کی اور آپ بمنظوری انجمن اس کے میر مجلس بنے چنانچہ عرصہ تک کام چلتا رہا جو کچھ سرمایہ انجمن کے نام سے جمع ہوتا تھا وہ انہیں کے پاس جمع رہتا جہان سے حسب ضرورت بمنظوری انجمن کے مدرسہ کیلئے منگایا جاتا تھا میر مجلس صاحب موصوف کے فوت ہونیکے بعد ایک اور صاحب میر مجلس ہوئے ان کے فوت ہونیکے بعد ایک صاحب بمنظوری انجمن تجویز ہوئے۔ دس گیارہ سال کے بعد میر مجلس اول کے صاحبزادے کے ایک دو دوستون نے خواہش کی کہ صاحبزادہ مذکور کو میر مجلس بنایا جائے مگر مجلس مین باقاعدہ پیش نہ ہوئے صرف بالا ہی بالا ممبران سے استفسار کیا گیا جسے اکثر ممبران نے مسترد کر دیا اس پر صاحبزادہ مذکور مع اپنے ان دوستون کے انجمن مذکور سے الگ ہو گئے اور چند ایک اور آدمی جو اس انجمن کے ممبر بھی نہ تھے ملا کر ایک انجمن قائم کی اور خود میر مجلس بنے۔ مدرسہ مذکور کے ایک مدرس کو مع اسکے چند شاگردون کے اپنی مسجد مین اپنی انجمن کی نگرانی مین کر لیا مگر سابق انجمن بدستور جاری ہے اسی طرح اس کی کارروائی اجلاس وغیرہ ہوتی رہی جیسے جلسے ہمیشہ ہوئے کرتے تھے سالانہ جلسہ بھی بدستور ہوا جن مین علمائے کرام تقریرین اور وعظ کرتے ہین بلکہ صاحبزادہ مذکور کو بھی مدعو کیا جاتا ہے اشتہار بھی اسی نام سے مشتہر کئے جاتے ہین اور چسپان ہوتے ہین۔ اب سوال یہ ہے کہ سابق انجمن کا سرمایہ جو امین کے پاس ہے کس کا حق ہے اُس انجمن کا جو باوجود علیحدگی صاحبزادہ مذکور کے جاری رہی اور کارروائی عام طور پر جلسون مین دکھاتی رہی یا اس انجمن کا جو صاحبزادہ نے نئی قائم کی جس کا ذکر اوپر ہوا۔ واضح رہے کہ انجمن کے قواعد کے مطابق انجمن ایک باقاعدہ لوگونکے مجموعہ کا نام ہے کسی خاص شخص کا نہین اتنے عرصہ مین کئی صاحب آئے اور کئی گئے ایسے ہی کئی عہدہ دار بدلے اور کئی تجویز ہوئے۔ یہ سوال امین اپنی تسلی کیلئے پوچھتا ہے۔ بینوا توجروا ؎

الجواب - ومن اللہ توفیق الصواب - آج تک جتنی انجمنین قائم ہو چکی ہین اور ہوتی جاتی ہین اُن مین سے میرے علم مین ایک بھی ایسی نہین جو قدیم اسلام کی مجالس شوریٰ کے اصول و طریق

پر قائم ہو وہان صدر انجمن یا امام وقت جو صدر اول مین آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم تھے اور
من بعد خلفائے راشدین اور اُن کے اتباع سلف صالحین ہوئے بطریق ارشاد واجب الانقیاد
وشاورہم فی الامر ارباب شوریٰ اہل حل وعقد سے مشورہ لیتے مگر آخر بفحوائے واذا عزمت
فتوکل علے اللہ فیصلہ امام وقت ہی کی رائے پر ہوتا اور منجملہ آرائے اصحاب شوریٰ اُن ہی
لوگون کی رائے کو غلبہ ہوتا تھا جو امام وقت کی رائے سے متوافق ہوتے۔ گو اُن کی تعداد مین قلت
اور جانب مخالف مین کثرت ہوا کرتی۔ اور یہان یورپ کے آئین وقانون کے مطابق پریزیڈنٹ
صاحب یا صدر انجمن کی رائے کو صرف دو ارکان مجلس کے برابر سمجھا جاتا ہے اور آرا ارکان
مجلس سے جس طرف کثرت ہو اسی طرف کو غالب قرار دیا جاتا ہے گو صدر انجمن یا پریزیڈنٹ
کی رائے جانب ثانی کے موافق ہو اور کثرت رائے کے برخلاف۔ ومعہذا ان انجمنون کی نسبت
یہ دیکھنا ضروری ہے کہ انجمن کے فیصلجات جو کثرت رائے پر ہوتے ہین یہ کبھی شرعی اصول
کی شہادت سے نفاذ پا سکتے ہین یا نہین۔ اور یہ حکم جواز شرعی کا محل ہو سکتے ہین یا نہین مین نے
اس امر مین غور وفکر سے کام لیا تو مجھے چند اصول وقواعد شرعی ایسے مل گئے جن سے کثرت
رائے پر فیصلہ نفاذ وجواز حاصل کر سکتا ہے اول یہ شرعی قاعدہ المعروف کالمشروط
یعنی عرف جو مخالف شرع نہ ہو ایسے ہی ہوتی ہے جیسے ایک امر مشروط۔ اس قاعدہ کو
صحیح بخاری مین باب من اجری امر الامصار علے ما یتعارفون الخ مین احادیث وآثار سے
ثابت کیا ہے اور کتب فقہیہ مین سے الاشباہ والنظائر مین بذیل قاعدہ العادۃ محکمۃ
اس کو مدلل کیا ہے۔ دوم قاعدہ کلیہ نبویہ المسلمون علے شروطہم الا شرطا احل حراما او حرم
حلالا۔ یہ قاعدہ آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صریح ارشاد سے ثابت ہے جو کتب حدیث
مین مروی ہے اور فقہائے اسلام مین بلا اختلاف مسلم چلا آتا ہے۔ سوم قاعدہ کلیہ فقہیہ
شرط الواقف کنص الشارع جو کتب فقہ درمختار وغیرہ مین بیان کیا گیا ہے۔ ان قواعد کے
علاوہ بعض آثار سلف مین صریح بھی پایا جاتا ہے کہ وہ عند الاختلاف کثرت رائے کا لحاظ فرماتے
اور اکثر کی رائے کو اقل پر ترجیح دیتے ان اصول وروایات کی شہادت سے معلوم ہوتا
ہے کہ انجمنون کے فیصلے جو کثرت رائے پر ہوتے ہین وہ شرعی حکم جواز ونفاذ کے محل ہین
اور اس کثرت کے مخالف بعض شذوذ کی رائے ہرگز لائق لحاظ نہین ہے۔ جب یہ امر ثابت
ومسلم ہوا تو اس سے سوال متعلق رقم چندہ کا (جو امین کے پاس امانت ہے) جواب آسانی سے
حاصل ہو گیا کہ اس انجمن مین جو لوگ بطریق رکن ممبر شریک ہوتے ہین وہ اس انجمن کے قاعدہ
فیصلہ کثرت رائے کو تسلیم کئے ہوئے ہین اور یہ قاعدہ ان مین معروف ہے اور جو لوگ اس

انجمن مین چندہ دیچکے ہین وہ بھی اس قاعدہ کے علم و اطلاع کے ساتھ کہ وہ چندہ انجمن کی کثرت رائے کے ساتھ صرف ہوگا دے چکے ہین گویا ان لوگون کے چندہ دینے کے وقت یہ شرط ہوچکی ہے کہ وہ غلبہ و کثرت رائے انجمن سے صرف ہو۔ نہ کسی خاص شخص یا بعض اشخاص کی خاص و شاذ رائے سے۔ اس سے صاف و یقینی نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ اس چندہ کے صرف و تصرف کی مستحق وہ انجمن ہے جو قدیم سے قائم ہے اور اس کے اکثر ممبرون کی رائے سے وہ صرف ہونا چاہیئے نہ شذوذ و معدودے چند اشخاص کی رائے سے جنہون نے انجمن کی کثرت رائے حاصل کرنیکے بغیر ایک جداگانہ انجمن اور جداگانہ صدر انجمن پیدا کرلی ہے۔ اس محدث انجمن کا کوئی حق اس چندہ کے صرف کرنے مین نہین ہے۔ امین انجمن خدا کا خوف رکھتا ہے اور خدا کے لئے مستفتی ہوا ہے تو اب اس حکم شرعی کا کاربند ہو۔ مین اس وقت سفر مین ہون میرے پاس کوئی کتاب حدیث و فقہ کی اس وقت نہین ہے اسلیئے نقل عبارت سے معذور ہون اور مجرد حوالجات پر مکتفی ہوا ہون جو اہل علم اس فتوے کی تصدیق کرین وہ میرے حوالجات کی تصدیق کیلیئے عبارات کتب حدیث و فقہ نقل کرین۔ آخر مین یہ کہدینا بھی ضروری ہے کہ ممکن ہے کہ بعض اشخاص نے انجمن کے قاعدہ فیصلہ کثرت رائے سے محض ناواقف ہوکر کسی خاص شخص کی تقلید و پیروی سے اسکے اختیار و تصرف کی نیت سے چندہ دیا ہو اور اسکو اس چندہ کے صرف کرنیکا حق دیدیا ہو انجمن یا اس کے اکثر ممبرونکو اختیار تصرف اور صرف کرنیکا حق نہ دیا ہو اگر کسی ایسے شخص کا امین انجمن کو علم و یقین ہوا اور اس کی رقم عطائیہ کا بھی خصوصیت کے ساتھ علم ہو کہ اس قدر روپیہ اس نے کسی خاص شخص کے اختیار و تصرف مین دیا تھا انجمن یا اس کی کثرت رائے کو ممتاز تصرف نہ ٹھیرایا تھا تو اسقدر روپیہ وہ انجمن کے حوالہ نہ کرے باقی سب کا سب روپیہ انجمن کے حوالہ کرے۔ راقم ابوسعید محمد حسین بٹالوی۔ سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ ایک شخص نے کسی کے پاس کوئی چیز امانت رکھی امین کے قصور حفظ سے وہ شے تلف ہوگئی اس صورت مین امین کو ضمان دینا واجب ہے یا نہین بینوا توجروا۔

الجواب۔ اس صورت مین ضمان دینا واجب ہے ہکذا فی جمیع کتب الفقہ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع فی کل باب کتبہ محمد عبدالقادر عفی عنہ + ضمان آتا ہے تعدی سے اگر تعدی کے معنے اس مین پائے جاتے ہین تو بے شک ضمان امین پر واجب ہوگا فقط واللہ اعلم حررہ ابوالحسن۔ سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ ہندہ لاولد فوت ہوئی اور والد ہندہ کا قبل از شادی ہندہ فوت ہوچکا ہے اسکا پدری حصہ جو ترکہ پدر سے ملا تھا وہ موجود ہے

علاوہ اس کے ہندہ کے جو بھائی بہن لاولد فوت ہوئے اس مین سے بھی حصہ شرعی پہنچا تھا مگر اس دیگر حصہ مین آپس کی رضامندی سے یہ بات طے و رجسٹری شدہ ہوگئی تھی کہ اس حصہ کی رقم ہندہ کی شادی مین صرف کیجاوے گی لہذا وہ رقم حصہ ثانی کی جس کا تخمینہ ایک ہزار روپیہ تھا ہندہ کی شادی مین لگادیا گیا اور وہ ثانی رقم شادی کے مصرف کو کافی ووافی تھی اب والی ہندہ یہ کہتے ہین کہ ہم نے دونون حصون کی رقم ہندہ کی شادی مین صرف کردی اب شرع شریف سے یہ استفسار ہے کہ آیا والی ہندہ کو یہ حق ہے کہ دونون حصون کی رقم خواہ کسی قدر ہو لگادین یا موافق ضرورت و کاراجرا کے صرف کرین بینوا توجروا +

الجواب - صورت مسئولہ مین جبکہ صرف دیگر حصہ کی بابت آپس کی رضامندی سے یہ بات طے و رجسٹری شدہ ہوئی تھی کہ اس حصہ دیگر کی رقم ہندہ کی شادی مین صرف کیجاویگی اور حصہ دیگر کی رقم مصارف شادی کو کافی ووافی تھی تو اولیاء ہندہ کو ہرگز یہ حق وجائز نہین تہا کہ دونون حصہ کی رقم خواہ کسی قدر ہو شادی مین لگادین بلکہ حصہ دیگر سے بھی ان کو بقدر ضرورت ہی کے صرف کرنا جائز تھا پس اولیاء ہندہ کا ہندہ کے دونون حصون کی رقم کو اس کی شادی مین صرف کردینا ان کی صریح خیانت ہے واللہ تعالے اعلم حررہ السید ابوالحسن عفی عنہ - [سید محمد نذیر حسین]

سوال - ایک شخص نے اپنا زیور اپنے دوست کو بدین مراد دیا کہ میرے مسکن مین ہمیشہ خوف وخطر رہتا ہے تم اس زیور کو حفاظت سے اپنے پاس رکھو جب اپنے والدین کے گھر جاؤنگا جب آپ سے یہ زیور لیکر اُن کے پاس رکھدونگا کیونکہ کل میرا زیور وہان رکھا رہتا ہے چنانچہ حسب فہمائش سائل کے وہ زیور اس کا دوست اپنے گھر لیگیا بعد تین روز کے امین زیور آیا اور بیان کیا کہ زیور آپکا گم ہوگیا صاحب زیور نے دریافت کیا کہ کہان رکھا تھا جواب دیا کہ چھپر مین رکھدیا تھا صاحب زیور نے کہا کہ مین اپنا زیور تم سے لونگا کیونکہ تم نے حفاظت سے نہین رکھا تھا اب امین یہ کہتا ہے کہ اگر شرعاً مجھکو دینا پہنچتا ہے تو مین ضرور دونگا ورالا نہین بینوا توجروا +

الجواب - ضمان لینا اُس زیور مذکور کا آتا ہے شرعاً بسبب قصور حفاظت کے کیونکہ حفاظت زیور کی صندوقچہ اور صندوق اور مکان محفوظ اور محرز مین ہوتی ہے باعتبار عرف وعادت خواص عوام کے اور چھپر محل حفاظت زیور نہین ہے کہ وہ مکان محفوظ اور محرز نہین پس جبکہ اس شخص نے ودیعت اور امانت کے رکھنے مین قصور کیا اور حفاظت حسب حال اس زیور کے موافق دستور وعرف وعادت کے نہین پائیگی تو اس صورت مین ضمان دینا لازم آتا ہے کہ اس مین تعدی اور عدم خبرگیری پائی گئی المحافظۃ علے غیر المعتاد فی حکم التعدی کذا فی الغیاثیۃ وغیرہا من کتب الفقہ واللہ اعلم -

حررہ سید شریف حسین عفی عنہ + [سید محمد نذیر حسین]

کتاب الرہن

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ اگر کسی شخص نے زمین رہن رکھی تو مرتہن کو اس سے نفع اٹھانا جائز ہے یا نہین اور زمین مرہونہ کا قیاس سواری کے جانور اور دودھ کے جانور پر صحیح ہے یا نہین بینوا توجروا ؎

الجواب - شئے مرہون سے نفع اٹھانے کے بارے مین احادیث سے دو باتین ثابت ہین ایک تو یہ کہ سواری اور دودھ کے جانور مرہون سے بمقابلہ اسکے نفقہ کے مرتہن کو نفع اٹھانا جائز ہے یعنی جب سواری کا کوئی جانور یا دودھ کا کوئی جانور مرہون ہو اور اسکے دانہ گھاس وغیرہ کا خرچہ مرتہن کے ذمہ ہو تو مرتہن کو جائز ہے کہ بقدر اپنے خرچہ کے سواری کے جانور مرہون پر سواری کرے اور دودھ کے جانور مرہون کا دودھ پیئے اور اس کو اپنے خرچہ سے زیادہ نفع اٹھانا جائز نہین مثلاً گائے مرہون پر مرتہن کا روزانہ دو آنہ صرفہ ہوتا ہے اور گائے روزانہ چار آنہ کا دودھ دیتی ہے تو اس کو صرف بقدر دو آنہ کے دودھ پینا جائز ہے اور باقی دو آنہ کا دودھ راہن کا ہے اور مرتہن کو اس باقی دودھ کا پینا جائز نہین اگر اسکو پیئے گا تو سود مین داخل ہوگا صحیح بخاری مین ہے - عن ابی ہریرة قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الظہر یرکب بنفقتہ اذا کان مرہونا ولبن الدر یشرب بنفقتہ اذا کان مرہونا وعلی الذی یرکب ویشرب النفقة - ونیز صحیح بخاری مین ہے قال المغیرة عن ابراہیم ترکب الضالة بقدر علفہا وتحلب بقدر علفہا والرہن مثلہ قال الحافظ فی الفتح قولہ والرہن مثلہ ای فی الحکم المذکور وقد وصلہ سعید بن منصور بالاسناد المذکور ولفظہ الدابة اذا کانت مرہونة ترکب بقدر علفہا واذا کان لہا لبن یشرب منہ بقدر علفہا ورواہ حماد بن سلمة فی جامعہ عن حماد بن ابی سلیمان عن ابراہیم باوضح من ہذا ولفظہ اذا ارتہن شاة شرب المرتہن من لبنہا بقدر ثمن علفہا فان استفضل من اللبن بعد ثمن العلف فہو ربا انتہے - اور دوسری بات یہ ہے کہ سوائے سواری اور دودھ کے جانور کے کسی اور شئے مرہون سے نفع اٹھانا جائز نہین ہے کیونکہ اس کا کوئی ثبوت نہین بلکہ اس کی ممانعت ثابت ہے منتقی مین ہے عن ابی ہریرة عن النبی

صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یغلق الرہن من صاحبہ الذی رہنہ لہ غنمہ و علیہ غرمہ رواہ الشافعی والدارقطنی وقال ہذا اسناد حسن متصل قال فی نیل الاوطار قولہ لہ غنمہ و علیہ غرمہ فیہ دلیل لمذہب الجمہور المتقدم ذو قال فی ما تقدم قال الشافعی وابو حنیفۃ و مالک وجمہور العلماء لا ینتفع المرتہن من الرہن بشئ بل الفوائد للراہن والمؤن علیہ) لان الشارع قد جعل الغنم والغرم للراہن انتہی - پس جب احادیث سے یہ دونوں باتیں ثابت ہیں تو معلوم ہوا کہ زمین مرہونہ سے مرتہن کو نفع اٹھانا جائز نہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ زمین مرہونہ کا قیاس سواری کے جانور اور دودھ کے جانور پر صحیح نہیں ہے واللہ اعلم بالصواب - کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ + سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بیع الوفا جائز ہے یا نہیں یعنی اگر پوری قیمت زمین کی دیجاوے اور ایک مدت مقرر کیجاوے کہ بعد گذر جانے مدت معینہ کے زمین مشتری کے پاس رہیگی - اگر مدت کے اندر اقالہ کرے تو کچھ نہ دیا جاویگا جو مشتری کو منافع زمین سے حاصل ہوا ہے وہ اسی کے پاس رہے گا یہ منافع سود میں داخل ہوگا یا صورت جواز میں رہیگا بینوا توجروا - سوال دوم - زید نے اپنا مکان سکونت کیلئے عمرو کو دیدیا - تینتیس سال اور چھ ماہ سکونت کرتے ہوئے گذر گئے زید نے کہا میرا مکان خالی کردے عمرو نے کہا از روئے حدیث کے یہ مکان میرے ملک میں ہوگیا آیا از روے حکم اللہ اور اس کے رسول کے زمین عمرو کی ہوگئی یا زید لے سکتا ہے بینوا توجروا +

الجواب - بیع الوفا کی جو صورت سوال میں مندرج ہے وہ جائز نہیں ہے اور مشتری کو منافع مذکورہ کا لینا ناجائز ہے - کیونکہ ظاہر ہے کہ مدت معینہ تک زمین مذکور رہن ہے ہاں البتہ جب مدت گذر جاوے گی تو بیع ہو جاوے گی اور جبکہ مدت مذکورہ کے اندر زمین مذکور رہن ہے تو اب مدت مذکورہ کے اندر مشتری کو جو کچھ منافع زمین سے حاصل ہوا ہے وہ اسے نہیں مل سکتا کیونکہ مرتہن کو شئے مرہون سے باستثناء سواری اور دودھ کے اور نفع اٹھانا جائز نہیں ہے چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں ہے - عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الظہر یرکب بنفقتہ اذا کان مرہونا ولبن الدر یشرب بنفقتہ اذا کان مرہونا و علے الذی یرکب ویشرب النفقۃ رواہ البخاری وعن ابی ہریرۃ ایضا ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال لا یغلق الرہن من صاحبہ الذی رہنہ لہ غنمہ و علیہ غرمہ رواہ الشافعی والدارقطنی وقال ہذا اسناد حسن متصل کذا فی المنتقے واللہ اعلم بالصواب - جواب سوال دوم - شرع کی رو سے زمین عمرو کی نہیں ہوئی بلکہ زید اسکو لے سکتا ہے کیونکہ زید نے مکان مذکور عمرو کو سکونت کے لئے دیا تھا سکونت کے لفظ سے صاف ظاہر ہے کہ زید نے عمرو کو مکان مذکور کا مالک نہیں کر دیا تھا بلکہ اسکو احسان کے طور پر سکونت کیلئے

دیا تھا کہ جبتک ہم چاہین عمرو اس مین رہا کرے لہذا زید مکان مذکور جب چاہے لیسکتا ہے ہان اگر زید نے مکان مذکور کا عمرو کو مالک کر دیا ہوتا تو بیشک نہین لیسکتا تھا واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب + الراقم محمد عبد الحق اعظم گڈھی عفی عنہ -

سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہین علماے دین اس مسئلہ مین کہ کسی شخص نے اپنا مکان رہن رکھا اس شرط سے کہ ہمارے مکان کا کرایہ نہین اور تمہارے روپیہ کا سود نہین تو یہ جائز ہے یا نہین - سوال دوم - دوسرے شخص کا مکان رہن کر کے اُس مین رہے تو کرایہ اسکو دیوے یا نہین اور اس کی مرمت مین جو روپیہ صرف ہو تو وہ اس سے لیوے یا نہین - سوال سوم - میوہ جات کے درخت رہن لینا اور ان کا میوہ کھانا درست ہے یا نہین اور اس کی میعاد خواہ کتنے ہی سال کی ہو اور درخت کی خشک لکڑی اپنے خرچ مین وہ شخص جس کے پاس رہن ہے لاوے یا نہین بینوا توجروا +

الجواب - جواب سوال اول - کسی شخص کا اس شرط سے مکان رہن رکھنا کہ ہمارے مکان کا کرایہ نہین اور تمہارے روپیہ کا سود نہین جائز نہین کیونکہ ظاہر ہے کہ مرتہن کا مکان مرہون مین بلا کرایہ کے خود رہنا یا کسی کو اس مین رکھنا شئے مرہون سے نفع اٹھانا ہے اور شئے مرہون سے باستثنائے سواری اور دودھ کے نفع اٹھانا جائز نہین ہے اگرچہ راہن مرتہن کو شئے مرہون سے نفع اٹھانے کی اجازت بھی دیدیوے اس واسطے کہ شئے مرہون سے نفع اٹھانا سود مین داخل ہے - جواب سوال دوم - دوسرے شخص کا مکان رہن مین رکھکر اس مین رہے تو ضرور اسکا کرایہ دینا چاہئے کیونکہ مکان مرہون مین مرتہن کا بلا کرایہ رہنا جائز نہین ہے جیسا کہ جواب سوال اول مین معلوم ہوا - اور اس کی مرمت مین جو روپیہ راہن کی اجازت سے صرف کیا ہے راہن سے اسکو وصول کرے - جواب سوال سوم - میوہ جات کے درخت رہن لینا اور ان کا میوہ مرتہن کو کھانا جائز نہین ہے اور درخت کی خشک لکڑی بھی اسکو اپنے خرچ مین لانا جائز نہین ہے جیسا کہ اوپر معلوم ہوا واللہ تعالے اعلم - حررہ عبد الرحیم عفی عنہ -

سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہین علماے دین اس مسئلہ مین کہ زید دو بیگھہ زمین ایک سو روپیہ پر عمرو کو نو برس کے واسطے اس طور پر اجارہ دیتا ہے کہ جو کچھ اس مین پیدا ہو وہ تم نو برس تک لو اور زر محصول زمین کا فی سال مبلغ عا - تم ادا کرتے رہو اور مرمت چاہ وغیرہ بھی کرتے رہو نو برس کے اندر اگر مین تم کو سو روپیہ دیدون تو زمین مذکور میری ورنہ بعد نو برس کے یہی اجارہ بیع خیال کیا جاویگا - یہ معاملہ شرعًا جائز ہے کہ نہین فقط -

الجواب - صورت مسئولہ مین کہ جو اصل رہن ہے دو باتین قابل توجہ ہین اول مرتہن کا منافع مرہونہ سے منتفع ہونا سو واضح رہے کہ اکثر علما کا ذہن جن کی تنصیص اس بارہ مین نظر پڑی

مذہب یہ ہے کہ مرتہن کو بقدر اپنے صرف کے فائدہ لینا جائز ہے زائد نہیں۔ جواز کی دلیل حدیث الظہر یرکب بنفقتہ الحدیث ہے۔ اور زائد کے عدم جواز کی دلیل وہ آیات واحادیث ہیں جو سود کی حرمت پر دلالت کرتی ہیں۔ دوسری بات یہ شرط ہے کہ درصورت عدم فک رہن کے یہ رہن بیع خیال کیا جاوے تو یہ شرط صحیح ہے اور بیشک درصورت عدم فک رہن کے بیع ہو جاوے گی اسلئے کہ یہ معاملہ تجارۃ عن تراض میں داخل ہے اور ممانعت کی خاص کوئی نص پائی نہیں گئی بلکہ حدیث المسلمون علے شروطہم الحدیث اخرجہ الترمذی وابوداؤد والحاکم والدارقطنی وصححہ ابن حبان والترمذی سے جواز ثابت ہے فقط حررہ العبد الاواب ابوتراب عبدالوہاب عفی عنہ۔ الجواب صحیح والرای نجیح ابویحیی محمد ۱۳۰۱ھ

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ انتفاع شئے مرہون سے مثل مکان وملک وغیرہ کے جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب۔ جائز نہیں مکروہ تحریمی ہے بلکہ بشرط ارادہ انتفاع کے قرض دینا سود ہے۔

کل قرض جر نفعا فہو ربوا الحدیث یکرہ للمرتہن ان ینتفع بالرہن وان اذن لہ الراہن قال المصنف وعلیہ یحمل ما عن محمد بن اسلم من انہ لا یحل للمرتہن ذلک ولو بالاذن لانہ ربا قلت وتعلیلہ یفید انہا تحریمیۃ کذا فی الدر المختار قلت والغالب من احوال الناس انہم انما یریدون عند الدفع الانتفاع ولولاہ لما اعطاہ الدراہم وہذا بمنزلۃ الشرط لان المعروف کالمشروط وہو مما یعین المنع واللہ تعالیٰ اعلم کذا فی الطحطاوی الراقم سید محمد نذیر حسین۔

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ چہ می فرمایند علمائے دین متین کہ بعوض رہن مرتہن را از شئے مرہون انتفاع گرفتن جائز است یا حرام اگرچہ باجازت راہن باشد بینوا توجروا۔

الجواب۔ انتفاع از مرہون اگرچہ باجازت راہن باشد مکروہ است بموجب روایت اشباہ وغیرہ کہ در کتب فقہ مرقوم است۔

محمد کرم الدین　　محمد رضی الدین ۱۲۳۲

فقیر احمد سعید احمدی ۱۲۵۵

اگرچہ روایت خلاف آن نیز آمدہ مگر اصح ومفتی بہ ہمین است کہ در جواب مرقوم شدہ۔ محمد صدر الدین

سطرے چند از آخر باب رہن در مختار ومنح الغفار وقنیہ واشباہ مؤید جواب بنقل می آید اگرچہ صاحب ہدایۃ وغیرہ بجواز انتفاع گرفتن مرتہن باشیاء مرہونہ باذن راہن رفتہ است مگر ترجیح جانب کراہتہ وعدم جواز است زیراکہ ہرگاہ حلال وحرام ومحرم ومبیح مجتمع شوند غلبہ جانب حرام می شود۔

اذا اجتمع الحلال والحرام او المحرم والمبیح غلب الحرام کذا فی الاشباہ وغیرہ ثم نقل عن التہذیب انہ یکرہ للمرتہن ان ینتفع بالرہن وان اذن الراہن قال المصنف وعلیہ یحمل ما عن محمد بن اسلم من انہ لا یحل للمرتہن ذلک ولو بالاذن لانہ ربوا قلت وتعلیلہ یفید انہ التحریمیۃ کذا فی الدر المختار ومنح الغفار عن ابی یوسف رحمہ

المرتہن سکنی الدار باذن الراہن یکرہ واطلق فی الصرف انہ لا یکرہ حج الاحتیاط الاجتناب عنہ قلت لما فیہ من شبہ الربوا ظم من قنیہ علامہ نجم الدین زاہدی ومثل ہذا نقل البرجندی عن القنیۃ ویکرہ للمرتہن الانتفاع باذن الراہن کذ فی الاشباہ الراقم محمد نذیر حسین ✦

محمد مخصوص اللہ	سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زمین گرو رکھکر اُس کا نفع بغیر وضع کے مرتہن کو جائز ہے یا نہیں - زید کہتا ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے تو جبتک ادلۂ شرعیہ سے اس کی حرمت ثابت نہ ہوگی مرتہن اور راہن کی باہمی رضا پر اُس کا نفع مرتہن کو جائز ہوگا اور جو دلائل اسکی حرمت پر ہیں سب ضعیف ہیں اور نہ اس پر اجماع ہی پس علمائے محققین کے نزدیک زید کا قول صحیح ہے یا غلط اور اس کی حرمت پر قرآن وحدیث صحیح اور اجماع ثابت ہی یا نہیں - بینوا بالدلیل توجروا الاجر الجزیل عند رب الجلیل ✦

الجواب - بلغنی کتابک منذ ایام لکن بسبب کثرۃ المشاغل وعدم الفرصۃ وقع التوقف فی الجواب وارجو منکم العفو والعذر عند کرام الناس مقبول - اختلف اہل العلم فی منافع المرہون ہل یجوز اخذہا للمرتہن ام لا قال الجمہور لا یجوز وتمسکوا بعموم ادلۃ حرمۃ الربا واحادیث منہا حدیث سفیان بن عیینۃ عن زیاد بن سعد عن الزہری عن سعید بن المسیب عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا یغلق الرہن ممن رہنہ لہ غنمہ وعلیہ غرمہ اخرجہ ابن حبان فی صحیحہ والحاکم فی المستدرک والدارقطنی فی سننہ وقال زیاد بن سعد من الحفاظ الثقات وہذا اسناد حسن متصل وقال الحافظ فی بلوغ المرام ان رجالہ ثقات قال الحاکم ہذا حدیث صحیح لعلے الاسناد علے شرط[1] الشیخین وتابع زیاد بن سعد علی ہذہ الروایۃ مالک بن انس وابن ابی ذئب وسلیمان ابن ابی داؤد الحرانی ومحمد بن الولید الزبیدی ومعمر بن راشد ثم اخرج احادیثہم واخرج الدارقطنی ایضا احادیثہم الاحدیث مالک - واخرجہ ابن ماجہ من طریق اسحق بن راشد عن الزہری ورواہ الاوزاعی ویونس وابن ابی ذئب عن الزہری عن سعید مرسلا وصحح[2] ابو داؤد والبزار وابن القطان ارسالہ وصحح الدارقطنی وعبد الحق

[1] قولہ علی شرط الشیخین ثم قال بعدہ ولم یخرجاہ لاختلاف فیہ علی اصحاب الزہری وقد تابع زیاد بن سعد الخ کذا فی نصب الرایۃ جلد ۲ صفحہ ۳۲۹ - [2] قولہ وصحح ابو داؤد والبزار وابن القطان ارسالہ وصحح الدارقطنی وعبد الحق وابن عبد البر وصلہ الخ اقول فی التلخیص الحبیر جلد ۲ صفحہ ۲۴۶ مطبوعہ انصاری دہلی - وصحح ابو داؤد والبزار والدارقطنی وابن القطان ارسالہ ولہ طرق فی الدارقطنی والبیہقی کلہا ضعیفۃ وصحح ابن عبد البر وعبد الحق وصلہ الخ قال فی نصب الرایۃ جلد ۲ صفحہ ۳۲۹ ورواہ الدارقطنی فی سننہ وقال ہذا اسناد حسن متصل انتہی وکذا رایت فی سنن الدارقطنی جلد ۱ صفحہ ۳۰۲ - قال بعد اخرجہ زیاد بن سعد من الحفاظ الثقات وہذا اسناد حسن متصل انتہے کما تقدم فی اصل الفتوی ثم قال الدارقطنی بعد قلیل فی جلد ۱ صفحہ ۳۰۳ - ارسلہ عبد الرزاق وغیرہ عن معمر ثم ساقہ فالحاصل انہ ارسلہ معمر ووصلہ زیاد ابن سعد وغیرہ واللہ اعلم ۱۲ ابو سعید محمد شرف الدین مصحح ✦

وابن عبد البر وصله وحسن ابن حزم رواية ابن ابی ذئب المتصلة وصححه ابن عبد البر وعبد الحق وقال ابن القيم
فی اعلام الموقعين اسناده حسن قوله له غنمه وعليه غرمه قيل انها مدرجة من قول ابن المسيب صرح به ابن وهب
وابو داؤد ورفعها ابن ابی ذئب ومعمر وغيرهما قلت الحديث متصل عند الجمهور ولو صححنا قول من يرسله فمراسيل
ابن المسيب قال احمد بن حنبل وابن معين فيها اصح المراسيل وقد تأمل الائمة المتقدمون مراسيله فوجدوها
باسانيد صحيحة وهذه الشرائط لم توجد فی مراسيل غيره مع ان المرسل حجة عند الجمهور وهو مذهب ابی حنيفة
ومالک واحمد فی المشهور عنهما وقال الحافظ ابن جرير واجمع التابعون باسرهم على قبول المرسل ولم
يأت عنهم انكاره ولا عن احد من الائمة بعدهم الى راس المائتين قال ابو داؤد فی رسالته الى اهل مكة
اما المراسيل فقد كان يحتج بها العلماء فيما مضى مثل سفيان الثوری ومالک والاوزاعی حتی جاء الشافعی
فتكلم فيه قلت والشافعی ايضا يقول بحجيته بشرط ان يعتضد بمجيئه من وجه آخر مرسلا او مسندا صحيحا
كان او ضعيفا كما فی شرح النخبة وشروحه۔ قال الحافظ ابن القيم والمرسل اذا اتصل به عمل وعضده
قياس او قول صحابی او كان مرسله معروفا باختيار الشيوخ ورغبته عن الرواية عن الضعفاء والمتروكين
ونحو ذلک مما يقتضی قوته عمل به۔ وهذا المرسل معتضد بمجيئه من وجه آخر رواه الدارقطنی عن محمد بن
عمرو بن ابی سلمة عن ابی هريرة ووافقه قياس واتصل به عمل الجمهور ومرسله معروف باختيار الشيوخ
ورغبته عن الرواية عن الضعفاء والمتروكين فهو مقبول عند الجميع واما قول من قال قوله له غنمه وعليه
غرمه مدرجة من قول ابن المسيب فلا ادری وجهه مع انها موجودة فی غير طريق ابن المسيب فكيف
تكون من قول ابن المسيب ومنها حديث كل قرض جر منفعة فهو ربا لكنه لم يصح مرفوعا والاصل
فيه انه موقوف اخرجه البيهقی موقوفا على ابن مسعود وابی بن كعب وعبد الله بن سلام وابن عباس
وفضالة بن عبيد ومنها حديث عائشة مرفوعا الخراج بالضمان رواه احمد وابو داؤد والنسائی والترمذی و
ابن ماجه والشافعی والحاكم وابو داؤد الطيالسی وصححه الترمذی وابن حبان وابن الجارود والحاكم وابن القطان
وابن خزيمة وضعفه البخاری ولهذا الحديث فی سنن ابی داؤد ثلاث طرق اثنتان رجالهما رجال الصحيح
والثالثة قال ابو داؤد اسناده ليس بذاک ولعل سبب ذلک ان فيه مسلم بن خالد الزنجی شيخ الشافعی
وقد وثقه يحيى بن معين وتابعه عمرو بن علی المقدمی وهو متفق على الاحتجاج به قال الشوكانی ولا ادری وجه
تضعيف البخاری لهذا الحديث والحق ان الشیٔ المرهون مال الراهن فان هلک هلک مال الراهن ولا
ضمان على المرتهن فعلم من الحديث ان اخراج المرهون وغلته للراهن ومنها حديث عمرو بن شعيب
عن ابيه عن جده مرفوعا لا يحل بيع ما ليس عندک ولا ربح ما لم يضمن اخرجه ابن ماجه والبيهقی والحاكم وفی
المشكوة قال الخطابی وفی قوله صلى الله عليه وسلم هلا جلس فی بيت امه وابيه فينظر ايهدى اليه ام
لا دليل على ان كل امر يتذرع به الى محظور فهو محظور قال السيد فی تفسير كلام الخطابی ومن ذلک القرض

يحجر المنفعة والدار المرهون لسكنها المرتهن بلا كراء - وقال بعض اهل العلم يجوز الانتفاع بالمرهون وهو مذهب احمد واسحق والليث والحسن وغيرهم واستدلوا بحديث الظهر يركب بنفقته اذا كان مرهونا ولبن الدر يشرب بنفقته اذا كان مرهونا وعلى الذي يركب ويشرب النفقة رواه البخاري واهل القول الاول يجيبون عن هذا الحديث باجوبة منها ان هذا الحديث ليس بمخالف للاحاديث الماضية بل المراد منه ان على الراهن النفقة وبنفقته يكون الشرب والركوب لكن يرد هذا الوجه ان هذا الحديث في رواية عند احمد بلفظ اذا كانت الدابة مرهونة فعلى المرتهن علفها ولبن الدر يشرب وعلى الذي يشرب نفقته ففيه بيان للاجمال الوارد في الحديث وتصريح بان الركوب والشرب للمرتهن بنفقته لكن لا ادري الحديث بلفظ احمد صحيح عند اهل الحديث ام لا ورجال اسناده ثقات ويحتمل ان تكون هذه الزيادة مختلطة من هشيم فهما من الحديث لان عبد الله بن المبارك وجعفرا وغيرهما رووه بغير هذه الزيادة والله اعلم ثم لا يخفى عليك ان مجوزي الانتفاع بالمرهون من السلف لا يعمون الحكم في كل مرهون بل يخصون الحكم بذات الدر والمركوب لمفهوم الحديث كما قال الحافظ ابن حجر في الفتح وهو قول احمد واسحق وطائفة قالوا ينتفع المرتهن من الرهن بالركوب والحلب بقدر النفقة ولا ينتفع بغيرهما وقد صرح بذلك الامام محمد بن قدامة المقدسي الحنبلي في كتابه المسمى بالعمدة في الفقه ولا ينتفع بشيء من الرهن الا ما كان مركوبا او محلوبا فللمرتهن ان يركب ويحلب بمقدار العلف وللراهن غنمه من غلته وكسبه ونمائه لكنه يكون رهنا معه وعليه غرمه من مؤنته ومخزنه وكفنه ان مات انتهى وقال محمد بن عبد الوهاب الحنبلي في مختصره لشرح ابن تيمية قال احمد الرهن لا ينتفع منه بشيء الا حديث ابي هريرة خاصة في الذي يركب ويحلب ويعلف قيل له فان الركوب واللبن اكثر قال لا يقدره ونقل حنبل ان له استخدام العبد ايضا وبه قال ابو ثور اذا امتنع المالك من الانفاق قال ابو بكر خالف حنبل الجماعة والعمل على انه لا ينتفع من الرهن بشيء الا ما خصه الشارع فيما عداه يبقى على مقتضى القياس قال احمد اكره قرض الدور وهو الربا المحض يعني اذا كانت الدار في قرض رهنا ينتفع بها المرتهن انتهى فثبت بما ذكرنا ان مجوزي الانتفاع يخصون الانتفاع بالركوب والشرب بقدر النفقة لا الزائد عليها ولا يجوزون الانتفاع بغيرهما وفي البخاري عن ابراهيم النخعي تركب الضالة بقدر علفها وتحلب بقدر علفها والرهن مثله قال الحافظ في الفتح ورواه حماد بن سلمة في جامعه باوضح من هذا ولفظه اذا ارتهن شاة شرب المرتهن من لبنها بقدر ثمن علفها فان استفضل من اللبن بعد ثمن العلف فهو ربا وقد ظفرت ولله الحمد في هذه المسئلة بحديثين كل واحد منهما فصل الخطاب والقول الفيصل في الباب احدهما عن سمرة ان النبي صلى الله عليه وسلم قال[1] من رهن ارضا بدين عليه فانه يقضي من ثمرتها ما فضل بعد نفقتها يقضي ذلك من دينه ذلك الذي عليه

---

[1] قوله من رهن ارضا الخ - اقول اخرجه الطبراني في الكبير كذا في كنز العمال في سنن الاقوال والافعال (دیکھو صفحہ ۹۳)

بعد ان يحسب لصاحبها الذي هي عنده عمله ونفقته بالعدل اخرجه عبد الرزاق وثانيهما ما اخرجه ايضاً عن طاؤس قال في كتاب[١٥] معاذ بن جبل من ارتهن ارضاً فهو يحسب ثمرها لصاحب الرهن من عام حج النبي صلى الله عليه وسلم ولا اعلم احدا من السلف والخلف قال بجواز الانتفاع بالارض المرهونة او الدار المرهونة للمرتهن في القرض ومن ادعى فعليه الاثبات والاصل ان عموم الكتاب وتصريحات السنة والقياس وسلف الامة وخلفها على المنع فمن قال بجوازه مع ورود الادلة في منعه مستدلا بان الاصل في الاشياء الاباحة فمنشاء قوله غفلة عن هذه الروايات واصطلاحات اهل العلم بل الاصل في اموال المسلمين والفروج الحرمة الا ما احله الله لنا والكتاب والسنة واهل العلم متفقون على ان الفروج واموال المسلمين معصومة لايحل اخذها الا بحقها والا كان ذلك من الزنا واكل اموال الناس بالباطل هذا ما تيسر لي الآن ولعل الله يحدث بعد ذلك امرا - حرره

عبد الجبار بن عبد الله الغزنوي رضي الله عنهما

بسم الله الرحمن الرحيم جواب نہایت ہی صحیح اور مدلل ہے اور اس کا ماحصل مختصر اردو مین یہ ہے حدیث شریف مین آیا ہے کہ پیغمبر خدا صلعم نے فرمایا لا یغلق الرہن ممن رہنہ لہ غنمہ وعلیہ غرمہ - یعنی رہن رکھنے والا اگر اپنے رہن کو چھوڑانا چاہے تو اسکے رہن کو روکنا نہین چاہیے اس کا فائدہ بھی اسی کو دینا چاہیے - اور اس کا نقصان بھی اسی پر ڈالنا چاہیے یعنی قرض کے بدلے مال مرہون سے کسی قسم کا فائدہ جائز نہین اور نہ نقصان اٹھانا - اس حدیث کو ابن حبان نے اپنے صحیح مین اور حاکم نے اپنے مستدرک مین اور دارقطنی نے اپنے سنن مین روایت کیا ہے اور اس کے راوی بھی سب ثقہ ہین دارقطنی نے کہا ہے اس کی اسناد حسن متصل ہے - حاکم نے اس کو صحیح اعلی الاسناد علی شرط الشیخین فرمایا ہے - بعض محدثین نے اسکو مرسل بھی کہا ہے مگر دارقطنی اور عبد الحق اور ابن عبد البر نے اس کے متصل ہونیکو صحیح کہا ہے - اور ابن حزم ظاہری نے بھی ایک روایت متصلہ کو حسن کہا ہے اور علامہ ابن القیم نے اعلام الموقعین مین کہا ہے کہ اس حدیث کی اسناد حسن ہے اور اصول حدیث مین ہے کہ جس روایت کے راوی سب ثقہ ہون مگر بعض کی روایت مرسل ہے اور بعض کی متصل تو محدثین محققین اسی طرف گئے ہین کہ متصل صحیح ہوگی کیونکہ زیادتی ثقہ کی مقبول ہے - پس روایات متصلہ تو حجت قاطعہ ہین باقی رہی مرسل اس کے قبول کر لینے مین بھی تمام تابعین کا اجماع ہے اور کسی سے اس کا انکار ثابت نہین ہوا - اور نہ سنہ ۲۰۰ ہجری تک کسی امام نے مرسل مین کلام کیا - ہان شافعی

(بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۹۲) جلد ۳ صفحہ ۲۴۷ و ۲۴۸ مطبوعہ حیدر آباد دکن وقال في الجامع الازهر من حديث النبي الانور بعد ان عزاه الى الطبراني في الكبير وفي اسناده مساتير انتهى + ١٥ قوله في كتاب معاذ بن جبل الخ كذا عزاه الى عبد الرزاق في الجامع صاحب كنز العمال جلد ٣ صفحہ ٢٤٨ + ابو سعيد محمد شرف الدين مصحح -

نے مرسل کے قبول کرنیسے انکار کیا مگر جب کسی دوسری روایت مرسل یا مسند صحیح یا ضعیف سے اس کی تقویت ہوتی ہو تو وہ مرسل امام شافعی کے نزدیک بھی حجت ہے اور ما نحن فیہ مین ایسا ہی ہے بہرصورت اس حدیث کی روایات متصلہ اور مرسلہ سب حجت ہین اور حدیث مین آیا ہے کل قرض جر منفعۃ فہو ربا یعنی جس قرض سے نفع حاصل کیا جائے وہ سود ہے۔ یہ حدیث اگرچہ مرفوع بھی ہے مگر موقوف صحیح ہے اور پانچ صحابہ کا قول ہے یعنی ابن مسعود اور ابی بن کعب اور عبد اللہ بن سلام اور ابن عباس اور فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہم کا اور جب کوئی حدیث مرفوع ان کے مخالف نہین اور نہ کوئی صحابی اُن کے مخالف ہے تو ان صحابہ مذکورین کے اقوال حجت ہونگے۔ خصوصاً جب حدیث مرفوع کے موافق بھی ہین اور یہ جو حدیث مین آیا ہے الظہر یرکب بنفقتہ اذا کان مرہونا ولبن الدر یشرب بنفقتہ اذا کان مرہونا۔ سو اول تو اس حدیث کے معنون ہی مین اختلاف ہے ایک معنے یہ ہین کہ سواری کے جانور کی سواری اور دودھ دینے والے جانور کا دودھ رہن کی حالت مین کھلانے پلانے کے بدلے مین لے لیا کرے اور دوسرے معنے یہ کہ کھلانے پلانیکے قدر لے لیا کرے اور انہین معنی کو ابراہیم نخعی تابعی نے اختیار کیا ہے جیسا کہ صحیح بخاری مین ہے بلکہ جامع حماد مین ہے کہ کھلانے پلانیسے زیادہ سواری یا دودھ لیگا تو وہ سود ہے اور اگر پہلے معنے ہی لئے جائین توبھی شارع نے خاص سواری اور دودھ کے جانور کا نام لیا ہے کوئی قاعدہ کلیہ بیان نہین فرمایا۔ قاعدہ کلیہ تو اسکے منع پر فرمایا جیسا کہ پہلی حدیث مین گذر چکا چونکہ سواری اور دودھ اکثر کھلانے پلانے کے قریب قریب ہوتا ہے اور اس مین اندازہ کرنا کہ کتنا کھلایا پلایا اور کتنے کا دودھ ہوا اور کتنے کی سواری یہ مشکل تھا اس لئے شارع نے اس امر مین امت پر تنگی نہین کی اور قاعدہ کلیہ سے اس کو خاص کر لیا باقی سب صورتین سود مین داخل رہین اسی لئے جن لوگون نے اس حدیث کے پہلے معنے کئے ہین انہون نے تصریح کر دی ہے کہ اس کے ماسوا مین نفع حاصل کرنا جائز نہین چنانچہ امام احمد وغیرہ جو جائز کہتے ہین انہون نے کہا ہے کہ یہ معاوضہ سواری اور دودھ کے ساتھ جو نص مین وارد ہے خاص ہے اس کے ماسوا مین حرام اور سود ہے جیسے کہ امام احمد نے گروی مکان سے نفع حاصل کرنیکو سود فرمایا ہے۔ غرض امت محمدیہ مین سے کسی صحابی یا تابعی یا امام محدث یا فقیہ نے زمین مرہونہ کا نفع جائز نہین کہا جو دعوے کرے اسپر لازم ہے کہ دلیل پیش کرے اور ایسے معاملات مین قیاس کرنا حرام ہے خصوصاً جب قاعدہ کلیہ پیغمبر خدا صلعم نے فرما دیا کہ رہن سے فائدہ حاصل کرنا جائز نہین تو نص کے مقابلہ مین قیاس کرنا سب کے نزدیک مردود ہے لیجئے خدا کے فضل سے قاعدہ کلیہ کے علاوہ خاص اس مسئلہ مین دو حدیثین مل گئی ہین جو اس باب مین نص قاطع ہین۔ حدیث اول سمرہ رض سے روایت ہے کہ پیمبر خدا صلعم نے فرمایا کہ جو کوئی قرض کے بدلے اپنی زمین کو کسی کے

پاس رہن رکھے تو زمین کی پیداوار مین سے بعد وضع خرچ اخراجات کے جو باقی بچے وہ قرض مین محسوب کیا جائے اور مزدوری اور خرچ جو کچھ ہوا ہو اسکو بھی انصاف کے ساتھ لگائے روایت کیا اس حدیث کو عبد الرزاق نے۔ حدیث دوم۔ طاؤس تابعی کہتے ہین کہ معاذ صحابی (جنکو پیغمبر خدا نے ملک یمن مین قاضی اور حاکم مقرر کر رکھا تھا اُن) کی کتاب مین لکھا ہوا تہا کہ جو کوئی کسی کی زمین گروی رکھے تو اس کی پیداوار قرض مین محسوب کرے اور یہ حکم پیغمبر خدا نے اُن دنون دیا تھا جب آپنے حج کیا یعنی آخر عمر مین روایت کیا اس حدیث کو عبد الرزاق نے۔ اور آیہ اذا تداینتم بدین الی قولہ تعالے فرہان مقبوضۃ اسپر دال ہے کہ معاملہ رہن فرد دین ہے اور نیل مین ہے اذا کانت الزیادۃ علے الدین مشروطۃ فی العقد فتحرم اتفاقا۔ پس اول تو صحابہ و تابعین اور دیگر ائمہ مجتہدین مین سے کوئی اہل علم زمین گروکے نفع کو جائز نہین کہتا اور بالفرض اگر کوئی جائز بھی کہتا تو بھی اسکا قول ان احادیث مرفوعہ کے مقابلے مین مردود ہوتا۔ غرض نہ تو احادیث کے رو سے یہ نفع جائز ہوسکتا ہے اور نہ کسی اہل علم کے قول سے۔ بلکہ حرمت پر نصوص مذکورہ صریح دال ہین اور اصل شئے مین اباحت کا مسئلہ اول تو اموال اور فروج کے ماسوا مین ہے جیسا کہ اصول مین مصرح ہے کہ اموال اور فروج مین اصل حرمت ہے مگر جسکو خدا اور رسول ہمارے لئے حلال کرے ورنہ زنا اور اکل اموال الناس بالباطل مین داخل ہوگا۔ دوم نصوص کے مقابلے مین بالاتفاق مردود ہے۔ حررہ العاجز ابو عبد الرحمن محمد تغمدہ اللہ الصمد لفضلہ المؤید۔

بدلائل مذکورہ بالا اراضی مرہونہ سے مرتہن کو نفع حاصل کرنا حرام ہے۔ حررہ السید محمد نذیر حسین عافاہ اللہ فی الدارین ✦

سید محمد نذیر حسین ۱۲۸۱ھ	سید محمد عبد السلام غفرلہ ۱۲۹۹ھ	سید محمد ابو الحسن ۱۳۰۵ھ
اسمہ احمد عفی عنہ ۱۳۱۴ھ	خادم شریعت رسول الاواب ابو محمد عبد الوہاب ۱۳۱۰ھ	
ابو عبد الحی محمد ولایت حسین ۱۳۱۴ھ	خادم شریعت محمدی ابو عبد اللہ محمد نعمت اللہ عفی عنہ ۱۳۱۳	
ابو عبد اللہ محمد امانت اللہ عفا اللہ عنہ ۱۳۰۹ھ	محمد مسلم خان ۱۳۰۰ھ	
محمد بنیامین خان عفی عنہ ۱۳۰۹ھ	ابو البشیر محمد عبد العزیز ۱۳۱۳ھ	

کتابُ الہبۃ

سوال- کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ ہبہ کرنا ولی کا ولد نابالغ کو جائز ہے یا نہین بینوا توجروا+

الجواب- درصورت مرقومہ واضح ہو کہ ہبہ کرنا ولی کا ولد نابالغ کو جائز ہے اور تمام اور پورا ہوتا ہے بمجرد عقد یعنی ایجاب فقط کے بلاشرط قبول وقبضہ کے چنانچہ تمام کتب فقہ معتبرہ مین ساتھ بسط وتفصیل کے مذکور ہے- ہبۃ من لہ ولایۃ علے الطفل تتم بالعقد لو کان الموہوب معلوما وکان فی یدہ او فی ید مودعہ لان قبض الولی ینوب عنہ والاصل ان کل عقد یتولاہ الواحد یکتفی فیہ بالایجاب انتہے مافی تنویر الابصار والدر المختار- واللہ اعلم بالصواب الراقم العاجز سید محمد نذیر حسین

سید محمد نذیر حسین

سوال- کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ زید نے ہبہ کیا لیکن کل کارروائی اس کی اپنے نام سے رکھی آیا اس صورت مین وہ ہبہ تام ہوگا یا نہین بینوا توجروا+

الجواب- صورت مسئولہ مین واضح ہو کہ ہبہ بلا قبضہ موجب ملکیت موہوب لہ کا نہین ہوسکتا اور قبل قبضہ کے اگر واہب فوت ہوجاوے تو ہبہ بنابراس اصل کے باطل ہوجاویگا اور مال ہبہ کردہ شدہ ورثہ واہب کا ہوگا- اور اسی طرح اگر موہوب لہ فوت ہوجاوے اور قبضہ اس کا نہین ہوا ہے اور دلیل اشتراط قبضہ کی یہ حدیث ام کلثوم ہے- رواہ احمد والطبرانی عن ام کلثوم بنت ابی سلمۃ وہی بنت ام سلمۃ قالت لما تزوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ام سلمۃ قال لہا انی قد اہدیت الی النجاشی حلۃ واواقی من مسک ولا اری النجاشی الا قد مات ولا اری ہدیتی الا مردودۃ علی فان ردت علی فہی لک قالت وکان کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وردت علیہ ہدیتہ فاعطی کل امراۃ من نسائہ اوقیۃ مسک واعطی ام سلمۃ بقیۃ المسک والحلۃ اسنادہ حسن انتہی ما فی فتح الباری شرح البخاری وعن عائشۃ ان ابابکر الصدیق کان نحلہا جاد عشرین وسقا من مالہ بالغابۃ فلما حضرتہ الوفاۃ قال یا بنیۃ انی کنت نحلتک جاد عشرین وسقا ولو کنت جددتیہ واحترثتیہ کان لک

وانما ہو الیوم مال وارث فاقتسموہ علی کتاب اللہ رواہ مالک فی الموطا من طریق ابن شہاب عن عروۃ وہذا الاثر یدل علی ان الہبۃ انما تملک بالقبض لقولہ لو کنت جددتہ واحترثتہ کان لک وذلک لان قبض الثمرۃ یکون بالجداد وقبض الارض بالحرث کذا فی النیل واما اقوال العلماء ففی صحیح البخاری باب اذا وہب ہبۃ او وعد ثم مات قبل ان تصل الیہ وقال عبیدۃ ان مات وکانت فصلت الہدایۃ والمہدی لہ حی فہی لورثتہ وان لم تکن فصلت فہی لورثۃ الذی اہدی انتہی وفی العالمگیریۃ قال فی الاصل ولا تجوز ہبۃ المریض ولا صدقۃ الا مقبوضۃ فاذا قبضت جازت من الثلث واذا مات الواہب قبل التسلیم بطلت انتہی وفی الہدایۃ وتصح بالایجاب والقبول والقبض اما القبض فلا بد منہ لثبوت الملک لقولہ علیہ السلام لا تجوز الہبۃ الا مقبوضۃ والمراد نفی الملک لان الجواز بدونہ ثابت انتہے ملخصا وفی فتح الباری والنیل ذہب الجمہور الی ان الہدیۃ لا تنتقل الی المہدی الیہ الا بان یقبضہا ہو او وکیلہ۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اشیاء موہوبہ کی تملیک بلا قبضہ کے نہیں ہو سکتی ایسا ہی حدیث مذکور اور اثر مذکور اور اقوال مذکورہ سے ثابت ہوتا ہے۔ اور یہی مذہب جمہور کا ہے۔

واللہ اعلم بالصواب۔ سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنے پوتے کو کچھ جائداد ہبہ کی مگر قبضہ نہیں دلایا اس کی رسید وغیرہ اپنے ہی نام سے دیتا رہا۔ اب پوتے اس کے دعوے کرتے ہیں آیا دعوے اُن کا صحیح ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب۔ اگر اس شخص نے اپنے پوتے کو ان کی صغر سنی وحالت نابالغی میں ہبہ کیا تھا تو ان کا دعوے صحیح ہے۔ ہدایہ میں ہے۔ واذا وہب الاب لابنہ الصغیر ملکہا الابن بالعقد لانہ فی قبض الاب فینوب عن قبض الہبۃ انتہے۔ درمختار میں ہے۔ ہبۃ من لہ ولایۃ علے الطفل تتم بالعقد لو کان الموہوب معلوما وکان فی یدہ او فی ید مودعہ لان قبض الولی ینوب عنہ انتہے۔ اور اگر اس شخص نے اپنے پوتوں کو بالغ ہونے کے بعد ہبہ کیا تھا تو ان کا دعوے صحیح نہیں۔ واللہ تعالے اعلم وعلمہ اتم سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک قطعہ مکان عمرو کے پاس رہن رکھا اس میں شرط یہ تھی کہ روپیہ رہن کا بعد میعاد یکمشت ادا کروں گا اس کے بعد زید فوت ہو گیا۔ زید کے وارث تین ہیں۔ ایک خالد دوسری ہندہ تیسری ناطقہ خالد دو حصہ کا مالک ہے اور ہندہ اور ناطقہ ایک ایک حصہ کی مالک۔ خالد نے اپنے حقوق متعلقہ مکان عمرو کے نام ہبہ کر دیا اور قابض کرا دیا اور ہندہ اور ناطقہ نے دوسرے شخص کے ہاتھ اپنے حقوق بیع کر دیے سو خالد کا ہبہ کرنا اپنے حقوق متعلقہ مکان کا بنام عمرو جائز ہے یا نہیں اور ہندہ اور ناطقہ کی طرف سے مشتری اس نصف مکان کو انفکاک کر سکتا ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب درصورت مرقومہ واضح ہو کہ ہبہ کرنا خالد کا عمرو کو غیر صحیح ہے کیونکہ حصہ خالد کا مقسوم نہیں ہے

ــــ قولہ لقولہ علیہ السلام لا تجوز الہبۃ الخ قلت غریب ورواہ عبد الرزاق من قول النخعی رواہ فی آخر الوصایا من مصنفہ فقال اخ

ولا یجوز الہبۃ فیما یقسم الا محوزۃ مقسومۃ کذا فی الہدایۃ - اور حصہ ہندہ اور ناطقہ کا اس وقت عمرو سے منفک
کیا جا سکتا ہے کہ کل دین عمرو کا جو ذمہ مورث یعنی زید کے ہے ادا کیا جاوے کیونکہ خالد نے جو ہبہ کیا
تھا وہ صحیح نہیں ہے جو بوجہ مشاع ہونیکے پس کل دین کے عوض کل مکان مرہون رہا ولو قضاہ بعض
الدین الذی رہن بہ کان لہ ان یحبس الکل حتی یستوفی مابقی اقل او اکثر کذا فی التاتارخانیۃ واللہ اعلم
بالصواب - حررہ احمد ابراہیم - سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے دو لڑکے اور چار لڑکیاں ہیں ان میں
ایک لڑکے اور دو لڑکیوں کی شادی کر چکا ہے اور ایک لڑکا اور دو لڑکیاں ہنوز نا کتخدا ہیں اور
زید کے پاس جائداد منقولہ اور غیر منقولہ تخمیناً نو ہزار ہیں ان میں سے اٹھ ہزار کے مکان اور ایک ہزار روپیہ
کی غیر منقولہ مالیت ہے اب زید کی یہ استدعا ہے کہ حیات کا اعتبار نہیں اپنی حیات میں اس کو کس
طور پر تقسیم کرے از روئے حدیث و قرآن مجید کے ہر ایک کا حصہ تحریر فرمایا جاوے بینوا توجروا

الجواب - بعد حمد و صلوۃ کے واضح ہو کہ نیل الاوطار جلد پنجم میں نعمان بن بشیر رض کی روایت ہے
کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اعدلوا بین ابنائکم اعدلوا بین ابنائکم اعدلوا بین ابنائکم رواہ ابوداؤد
والنسائی یعنی اپنے بیٹوں میں انصاف کرو اپنے بیٹوں میں انصاف کرو اپنے بیٹوں میں انصاف
کرو - اور ابن عباس رضی اللہ تعالے عنہ کی روایت میں یہ لفظ ہے سووا بین اولادکم فی العطیۃ
ولو کنت مفضلا احدا لفضلت النساء (نیل الاوطار صفحہ ۲۴۲ جلد ۵) یعنی اپنی اولاد کے ساتھ
سلوک کرنے میں برابری کرو - (یہ نہیں کہ کسی کو کم کسی کو زیادہ دو بلکہ سب کو برابر دو) اگر میں
کسی کو زیادہ دینے کا حکم کرتا تو لڑکیوں کے واسطے کرتا - اور مسلم کی بھی ایک روایت میں یہ
لفظ ہے اعدلوا فی اولادکم یعنی اپنی اولاد کے ساتھ سلوک کرنے میں برابری کرو - ان روایتوں
میں یہ بات تو صاف طور پر بیان ہی ہو گئی کہ اولاد میں سے ہر ایک کو برابر دینا چاہیے اتنی
بات کو معلوم کرنا باقی رہا کہ برابر دینے کا آیا یہ مطلب ہے کہ از روئے فرائض کے جس کا
جتنا حق ہے اس قدر دیا جاوے یعنی لڑکوں کو دوہرا حصہ اور لڑکیوں کو اکہرا حصہ یا سب کو
برابر دیا جاوے - سو امام احمد و اسحق اور بعض شافعیہ اور مالکیہ نے کہا ہے کہ فرائض کے
موافق دینا مراد ہے یعنی لڑکوں کو دوہرا اور لڑکیوں کو اکہرا اور باقی سب علما کا قول یہ ہے
کہ لڑکا ہو خواہ لڑکی ہو سب کو برابر دیا جاوے اور بظاہر الفاظ حدیثوں کے اسی قول کی
تائید کرتے ہیں (نیل الاوطار جلد پنجم صفحہ ۲۴۴ و ۲۴۶) پس یہ مسئلہ یوں ہوا کہ مورث کے فوت
ہونے پر لڑکی کو بہ نسبت لڑکے کے نصف ملتا ہے اور مورث خود اپنی زندگی میں تقسیم
کرے تو لڑکا لڑکی دونوں برابر ہیں اور سوال میں مذکور ہے کہ ایک لڑکے اور دو لڑکیوں کی

شادی کر دی ہے اور ایک لڑکا اور دو لڑکیاں شادی سے باقی ہیں لہذا بحکم تسویہ یا تو زید کو یوں چاہئے کہ ان تینوں پسر و دختران کی شادی کر دے تب جو کچھ باقی رہے اس کو سب اولاد پر بطریق مساوات تقسیم کر دے یا جتنا پہلے تینوں شادیوں میں صرف کیا ہے اس قدر مال منقولہ یا جائداد اول جدا کر کے تینوں بچوں نا کتخدا کے واسطے کسی متولی کے سپرد کر دے بعد اس کے جو کچھ بچے اس کو سب اولاد پر بطریق مساوات تقسیم کر دے واللہ تعالے اعلم وعلمہ اتم واحکم۔ حررہ العاجز حمید اللہ عفی عنہ۔ ساکن سراوہ ضلع میرٹھ ۱۲ جمادی الاولی ۱۳۱۷ھ ہجری

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے دو صد گز زمین عمرو کو ہبہ کر دی اور یہ شرط کی کہ زمین موہوبہ میں عمرو مدرسہ تعمیر کرے مگر عمرو بعد قبض کے خلاف شرط کے عمل میں لایا پس شرط مذکور کے فوت ہونے سے ہبہ برقرار رہا یا ٹوٹ گیا بینوا توجروا۔

الجواب۔ واضح ہو کہ ہبہ و صدقہ وغیرہ تبرع ہے اور تبرع متحمل شروط کا نہیں ہوتا اسلئے شارع نے شرط کو باطل ولغو گردانا ہے اور عقد کو برقرار رکھا ہدایہ میں ہے۔ فان وہبہا لہ علی ان یردہا علیہ او علی ان یعتقہا او یتخذہا ام ولد او وہب لہ دارا او تصدق علیہ بدار علی ان یرد علیہ شیئا منہا او یعوضہ شیئا منہا فالہبۃ جائزۃ والشرط باطل لان ہذہ الشروط تخالف مقتضے العقد فکانت فاسدۃ والہبۃ لاتبطل بہا الاتری ان النبی علیہ السلام اجاز العمری وابطل شرط المعمر بخلاف البیع لانہ علیہ السلام نہی عن بیع وشرط ولان الشرط الفاسد فی معنی الربوا وہو یعمل فی المعاوضات دون التبرعات انتہے۔ پس معلوم ہوا کہ یہ شرط کرنا زید کا کہ زمین موہوبہ میں مدرسہ تعمیر کرے لغو و بیکار ہے۔ ہبہ کے درست ہونے میں کوئی کلام نہیں صرف یہ شرط لغو و باطل شرعا قرار پائے گی کفایہ شرح ہدایہ میں ہے واما فی باب الہبۃ فالحکم وہو الملک والملک یثبت بالقبض فی حکم رکن العلۃ فی باب الہبۃ والفساد لایؤثر فی الرکن فلغا الشرط واللہ اعلم وعلمہ اتم حررہ السید عبد الحفیظ۔

سید محمد نذیر حسین

فقیر محمد حسین

یقال لہ ابراہیم

الجواب صحیح ابو محمد عبد الحق عفی عنہ۔

الجواب صحیح الور شاہ کشمیری مدرس مدرسہ امینیہ۔ ہبہ صحیح است وشرط باطل لیکن رجوع از ہبہ جائز است۔

فتح محمد

مدرس مدرسۂ فتحپوری دہلی۔

جواب صحیح و ثواب ہے۔ بیشک ہبہ صحیح و نافذ ہوا اور شرط واہب کی باطل ہے الا موہوب لہ کو اپنے اقرار سے پھرنا اور مدرسہ کی زمین میں نہ بنانے کا گناہ ضرور ہوگا۔

قال اللہ تعالے یا ایہا الذین آمنوا اوفوا بالعقود۔ اور رجوع از ہبہ جائز علی الاطلاق نہیں

كما ہو مذكور فی كتب الفقہ فقط

محمد یعقوب

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ اپنی جائداد منقولہ وغیر منقولہ کو بنام اپنی اولاد ذکور وانات کے ہبہ کرنا چاہتی ہے۔ آیا اس کو یہ حق شرعًا پہنچتا ہے یا نہیں کہ بیٹے اور بیٹی کو برابر مساوی حصہ دے۔ بینوا توجروا۔

الجواب۔ صورت مسئولہ میں ہندہ کو شرعًا یہ حق ہے کہ اپنے بیٹے اور بیٹی کو برابر مساوی حصہ دے کیونکہ ظاہر فیصلہ نبوی یہی ہے کہ جب کوئی شخص اپنی زندگی میں اپنی اولاد کو کچھ ہبہ کرے تو بیٹے اور بیٹی کو مساوی حصہ دے جیسا کہ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے واضح ہوتا ہے۔ عن نعمان بن بشیر ان اباہ اتی النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقال انی نحلت ابنی ہذا غلامًا کان لی فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اکل ولدک نحلتہ مثل ہذا فقال لا فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فارجعہ وفی لفظ فانطلق ابی الی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لیشھدہ علی صدقتی فقال افعلت ہذا بولدک کلہم قال لا قال فاتقوا اللہ واعدلوا بین اولادکم فرجع ابی فرد تلک الصدقۃ متفق علیہ وفی روایۃ لمسلم قال فاشہد علی ہذا غیری ثم قال ایسرک ان یکونوا لک فی البر سواء قال بلی قال فلا اذن کذا فی بلوغ المرام۔ اس حدیث سے ظاہر ہی ہے کہ ہبہ اور عطیہ میں بیٹا اور بیٹی کو برابر اور مساوی حصہ دینا چاہئے۔ اور بعض اہل علم کہتے ہیں کہ جب باپ اپنی اولاد کو کچھ ہبہ کرے یا کچھ عطیہ دیوے تو بیٹے کو دو حصہ دے اور بیٹی کو ایک حصہ دے جیسا کہ باپ کے مرنے کے بعد بیٹا اور بیٹی میں اس کا ترکہ تقسیم کیا جاتا ہے۔ مگر ظاہر الفاظ حدیث نعمان ابن بشیر سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ جب باپ اپنی زندگی میں اپنی اولاد کو کچھ ہبہ کرے تو بیٹا اور بیٹی کو برابر حصہ دے اور زندگی کی حالت میں باپ کے ہبہ وعطیہ کرنے کو تقسیم ترکہ پر قیاس کرنا ٹھیک نہیں۔ علامہ محمد بن اسمٰعیل الامیر سبل السلام میں نعمان بن بشیر کی حدیث کے تحت میں لکھتے ہیں۔ الحدیث دلیل علی وجوب المساواۃ بین الاولاد فی الہبۃ وقد صرح بہ البخاری وہو قول احمد واسحق وآخرین وانہا باطلۃ مع عدم المساواۃ وہو الذی یفیدہ الفاظ الحدیث من امرہ صلے اللہ علیہ وسلم بارجاعہ من قولہ ومن قولہ اتقوا اللہ وقولہ اعدلوا بین اولادکم وقولہ فلا اذن وقولہ لا اشہد علی جور واختلف فی کیفیۃ التسویۃ فقیل بان تکون عطیۃ الذکر والانثی سواء وہو ظاہر قولہ فی بعض الفاظ عند النسائی الا سویت بینہم وعند ابن حبان سووا بینہم ولحدیث ابن عباس سووا بین اولادکم فی العطیۃ فلو کنت مفضلا احدا لفضلت النساء۔ اخرجہ سعید ابن منصور والبیہقی باسناد حسن وقیل التسویۃ ان یجعل للذکر مثل حظ الانثیین علی حسب التوریث انتہی حررہ السید محمد عبد الحفیظ غفرلہ۔

سید محمد نذیر حسین۔

سوال - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اپنے ماں باپ سے علیحدہ ہے سارا کاروبار جدا ہے ایسی صورت میں زید کے مال کو اس کا باپ یا ماں ڈوم با چار کو بلا اذن زید کے دیدے تو جائز ہے یا نہیں اور جبکہ زید کو خبر ہوئی تو اس شے کو واپس اپنی ماں سے کرایا۔ واپس کرانیکا مواخذہ شرعی زید کے ذمہ ہوگا یا نہیں۔ اور واضح رہے کہ واپس لینے سے اس کے ماں باپ زید سے مطلق رنجیدہ نہیں ہیں۔ بینوا توجروا + مکرر آنکہ جواب بدلائل قرآن وحدیث موافق مذہب حنفی تحریر فرمایا جاوے فقط الراقم حکیم عبد الحلیم از شہر چھپرہ متصل صدر تھانہ ۸ صفر المظفر ۱۳۲۱ ہجری۔

الجواب ھو الموفق للصواب صورت مسئولہ میں زید کے ماں اور باپ کو بغیر اجازت و اذن زید کے مال میں تصرف کرنا اور کسی کو ہبہ کرنا شرعاً جائز نہیں ہے۔ البتہ ضرورت کے وقت باپ کو حق تملک زید کے مال میں شرعاً ثابت ہے۔ فی رد المحتار ان للاب ولایۃ تملک مال ابنہ للحاجۃ الی ابقاء نفسہ فکذا الی صون نسلہ لانہ جزء منہ لکن الاول اشد ولذا یتملک الطعام بغیر قیمۃ والجاریۃ بالقیمۃ ویحل لہ الطعام عند الحاجۃ دون وطوء الجاریۃ ویجبر الابن علی الانفاق علیہ دون دفع الجاریۃ للتسری فللاب منہ جاز لہ التملک ولقصورہا اوجبنا علیہ القیمۃ مراعاۃ للحقین اور حدیث میں جو آیا ہے۔ انت و مالک لابیک اس سے ظاہر مراد نہیں ہے تاکہ جملہ تصرفات مثل بیع و ہبہ کے باپ کے لئے جائز ہو جیسے خود اس حدیث سے ظاہر ہے کہ بیٹا ہرگز مملوک نہیں ہے ورنہ باپ کو اختیار ہوتا کہ اپنے بیٹے کی بیع وفروخت کرے اور کوئی عاقل اس کا قائل نہیں ہے اور نیز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مالک بھی فرمایا ہے۔ اور اضافت مال کی کاف خطاب کی طرف جو عبارت ابن سے ہے مفید تملک اور اختصاص ہے۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ مال بیٹے کا مملوک باپ کا نہیں ہے ورنہ لازم آویگا کہ شے واحد مملوک بملک تام دو مالکوں کی ہے۔ حالت واحد میں اور بطلان اس کا ظاہر ہے بلکہ مراد اس حدیث سے یہ ہے کہ جائز ہے باپ کے لئے انتفاع مال ابن سے وقت ضرورت کے۔ فی شرح الوقایۃ فان قولہ علیہ السلام انت و مالک لابیک لا یراد بہ المعنی الحقیقی وھو ان یکون ملکا للاب ضرورۃ کون ملک الابن یدل علیہ قولہ انت و مالک لابیک فیراد بہ المعنی المجازی وھو حل الانتفاع واللہ اعلم بالصواب

حررہ غلام حسین عفی عنہ۔ | سید محمد نذیر حسین |

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید باحیات ہے اس کی ایک لڑکی اور ایک لڑکا ہے زید اپنی جائداد منقولہ وغیر منقولہ کو اپنے لڑکے یا اپنے پوتے کے نام ہبہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اور اس حیلہ سے اپنے بعد وفات لڑکی کو ترکہ سے محروم رکھنا چاہتا ہے۔ آیا یہ ہبہ شرعاً جائز ہے یا نہیں۔ اس ہبہ ہو جانے کے جبکہ زید انتقال کرے تو اسکی لڑکی شرعاً ترکہ لے سکتی ہے یا نہیں۔ ہبہ کے جواز وعدم جواز کو اور نیز شرعاً ترکہ پانے یا نہ پانے کو مدلل بقرآن وحدیث تحریر

فرمائیے۔ بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب۔

الجواب۔ یہ ہبہ شرعًا ناجائز ہے اس لئے کہ یہ ہبہ لڑکی کے اضرار کو مستلزم ہے اور اضرار شرعًا ناجائز ہے قال العلامۃ الزیلعی فی نصب الرایۃ جلد ۲ صفحہ ۳۶۳۔ روی الحاکم فی المستدرک فی البیوع من حدیث عثمان بن محمد بن عثمان بن ربیعۃ بن ابی عبد الرحمن حدثنی عبد العزیز بن محمد الدرا وردی عن عمرو بن یحیی المازنی عن ابیہ عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا ضرر ولا ضرار من ضر ضرہ اللہ ومن شق شق اللہ علیہ اھ وقال صحیح الاسناد ولم یخرجاہ اھ و قال العلامۃ رح وروی ہذا الحدیث عن عبادۃ بن الصامت وابن عباس وابی لبابۃ وثعلبۃ بن مالک وجابر بن عبد اللہ وعائشۃ رضـ ایضا انتہی وہذہ الاحادیث وان کان فی طرق بعضہا واکثرہا کلام لکنہا بتعدد طرقہا تتقوی۔ اور بھی یہ ہبہ لڑکی کے عقوق کو مؤدی ہے اور عقوق گناہ کبیرہ و ناجائز ہے قال فی المشکوۃ صفحہ ۹۔ عن عبد اللہ بن عمرو رضـ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الکبائر الاشراک باللہ وعقوق الوالدین الحدیث۔ اور بھی یہ ہبہ لڑکی کو میراث سے محروم کرنے کو متضمن ہے اور عورتوں کو میراث سے محروم کرنا جاہلی طریقہ ہے جس کو اسلام نے باطل و ناجائز قرار دیا ہے قال فی الجلالین صفحہ ۶۸۔ نزل ردا لما کان علیہ الجاہلیۃ من عدم توریث النساء والصغار للرجال نصیب مما ترک الوالدان والاقربون وللنساء نصیب مما ترک الوالدان والاقربون مما قل منہ او کثر نصیبا مفروضا اھ۔ اور جب یہ ہبہ شرعًا ناجائز ہے تو شرعا باطل و کالعدم ہے۔ لحدیث من عمل عملا لیس علیہ امرنا فہو رد رواہ مسلم جلد ۲ صفحہ ۷۷۔ اور جب یہ شرعا باطل و کالعدم ہے تو لڑکی بعد انتقال زید اس کے مال سے شرعا ترکہ لے سکتی ہے واللہ اعلم بالصواب کتبہ محمد عبد اللہ۔ [مدرسہ احمدیہ آرہ] الجواب صحیح کتبہ محمد حامد غفر لہ۔ المجیب مصیب کتبہ احمد عفی عنہ۔ طابق الجواب بالکتاب کتبہ محمد نعمان عفی عنہ۔ الجواب صحیح محمد نجم الدین عفی عنہ۔ الجواب صحیح کتبہ محمد عبد العزیز عفی عنہ۔ اصاب من اجاب واللہ اعلم بالصواب محمد ضمیر الحق عفی عنہ۔ الجواب صحیح کتبہ عبد الوہاب عفی عنہ۔ الجواب صحیح عبد النور المظفر پوری۔ الجواب صحیح یوسف المرشد آبادی۔ الجواب صحیح والمجیب نجیح کتبہ محمد ہاشم عفی عنہ المجیب مصیب واللہ اعلم ابو صالح محمد عبد الوہاب عفی عنہ۔ من اجاب فقد اصاب فضل رب بہاری

[سید محمد نذیر حسین]

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ زید نے مسماۃ ہندہ اہلیہ سابقہ کو کہ جسکے عقد کو عرصہ چھتیس سال کا ہوا اور اس سے ایک بیٹا اور بیٹی اور پوتا و پوتی و نواسہ وغیرہ پیدا ہوئے ہین اور اب زید نے مسماۃ ہندہ اہلیہ سابقہ کے پاس دوسرے مکان مین آنا جانا اور

خدمت لینا اور حق شب داری وغیرہ واسطے لگانے الزام عدم اطاعت و نافرمانی کے ترک کیا۔ اور اس مدت دراز زمانہ موافقت میں (یعنی چھتیس سال میں) جو کچھ زید نے تھوڑی یا بہت جائداد منقولہ یا غیر منقولہ اپنی رضامندی سے اہلیہ سابقہ اپنی کو ہبہ کرکے دیدی اور قابض کر دیا۔ اب بوجہ طمع نفسانی یا کسی کے اغوا شخص یا اہلیہ جدیدہ کی آسایش کے خیال سے وہ ہبہ کی ہوئی جائداد کو عدم اطاعت و نافرمانی کا الزام اہلیہ سابقہ کو لگاکر واپس لینا چاہتا ہے۔ حالانکہ اہلیہ سابقہ کو اطاعت و فرمانبرداری میں بموجب حکم شرع کے زید شوہر اپنے سے بالکل انکار نہیں۔ پس ایسی حالت واقعہ میں زید کا جائداد موہوبہ کو اہلیہ سابقہ سے واپس لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب۔ درصورتیکہ زید نے اپنی جائداد منقولہ یا غیر منقولہ برضا و رغبت اپنی زوجہ اولی کو ہبہ کر دی اور قابض بھی کر دیا تو بلا شبہ جائداد موہوبہ ملک زوجہ اولی کی ہو گئی۔ اب زید کو جائداد موہوبہ کو واپس لینا شرعاً جائز نہیں۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العائد فی ہبتہ کالکلب یقیٔ ثم یعود فی قیئہ متفق علیہ۔ عالمگیریہ میں ہے اذا وہب احد الزوجین لصاحبہ لا یرجع فی الہبۃ وان انقطع النکاح بینہما انتہی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ السید عبد السلام عفی عنہ۔ ۷ المحرم ۱۳۱۸ ہجری۔ سید محمد نذیر حسین

ہو الموفق۔ فی الواقع صورت مسئولہ میں زید کو ہرگز جائز نہیں ہے کہ جائداد موہوبہ کو اپنی زوجہ اولے سے واپس لیوے۔ بلوغ المرام میں ہے۔ عن ابن عمر و عن ابن عباس رضی اللہ عنہم عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال لا یحل لرجل ان یعطی العطیۃ ثم یرجع فیہا الا الوالد فیما یعطی ولدہ رواہ احمد والاربعۃ وصححہ الترمذی وابن حبان والحاکم۔ قال فی سبل السلام قولہ لا یحل ظاہر فی التحریم والقول بانہ مجاز عن الکراہۃ الشدیدۃ صرف لہ عن ظاہرہ وقولہ الا الوالد دلیل علی انہ یجوز للاب الرجوع فیما وہبہ لابنہ کبیرا کان او صغیرا وخصتہ الہدویۃ بالطفل وہو خلاف ظاہر الاحادیث انتہی۔ وقال فیہ تحت حدیث العائد فی ہبتہ کالکلب الخ۔ فیہ دلالۃ علی تحریم الرجوع فی الہبۃ وہو مذہب جماہیر العلماء وبوب البخاری باب لا یحل لاحد ان یرجع فی ہبتہ وصدقتہ الخ۔ واللہ تعالے اعلم کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفاء اللہ عنہ۔

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنے مکان سے تین لڑکے چھوڑ کے نکل گیا۔ دو چار مہینہ کے انتظار کے بعد اسکے لڑکوں نے اسکے مال کو آپس میں برابر تقسیم کر لیا اس تقسیم کے دو برس کے بعد پھر وہ شخص آگیا اور اس تقسیم سے کچھ بھی ناخوش نہ ہوا بلکہ اپنی زبان سے کہہ بھی دیا کہ تم لوگوں نے اچھا کیا۔ پھر چند دنوں کے بعد وہ شخص مکان سے یہ کہتا ہوا چلا گیا

کہیں کچھ پتہ نہیں آتا تھا۔ لڑکوں نے جو پہلے تقسیم کر لیا تھا وہی تقسیم قائم رہی۔ اس شخص کے دوسری مرتبہ نکل جانے کے دو برس کے بعد اس کا ایک بیٹا انتقال کر گیا۔ اس متوفی کے ایک بیٹا اور ایک بیٹی اور بھائی وغیرہ ہیں۔ اب اس کے بھائی لوگ کہتے ہیں کہ اس کی اولاد کو حصہ نہیں ملے گا۔ کیونکہ شاید ہمارے والد آج تک زندہ ہوں۔ اور اولاد متوفی کہتے ہیں کہ ضرور ملے گا۔ کیونکہ شخص غائب پہلی تقسیم میں راضی تھا۔ اور اپنی زبان سے کہہ بھی دیا تھا کہ تم لوگوں نے اچھا کیا اور معترض نہ ہوا تو گویا اسی کی تقسیم کی ہوئی ہے۔ اور غائب کا آجتک پتہ نہیں ہے اور جب تقسیم کر دیا تو مال میرے باپ کا ہے اب آیا متوفی کا ترکہ اس کی اولاد کو پہنچے گا یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب صورت مسئولہ میں متوفی کا ترکہ اس کی اولاد کو ضرور پہنچے گا۔ متوفی کا والد خواہ زندہ ہو خواہ نہ زندہ ہو کیونکہ جب اس کا والد ان لوگوں کی تقسیم سے کچھ بھی ناخوش نہ ہوا بلکہ اس تقسیم پر اپنی رضامندی ظاہر کی اور یہ کہا کہ تم لوگوں نے اچھا کیا تو گویا اس کے والد نے اپنے مال کو خود تقسیم کر کے اپنے تینوں لڑکوں کو علی السویہ ہبہ کر دیا اور قبضہ بھی کرا دیا۔ پس متوفی اپنے حصہ کا آپ مالک تھا۔ اس کے بعد اس کی اولاد کو پہونچے گا۔ اور اس کی اولاد کے علاوہ اس کا کوئی اور بھی وارث ہوگا تو وہ بھی پائیگا واللہ تعالیٰ اعلم۔ حررہ عبد العزیز عفی عنہ۔

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید لاولد نے ایک مکان اپنے روپیہ سے اپنی زوجہ کے نام سے خریدکیا اور اسپر لاگت وغیرہ لگا کر اسکو درست کرایا اور زید مذکور نے کوئی ہبہ نامہ اس کی نسبت نہیں لکھا اور نیز اس کے قبضہ و تصرف میں بھی نہیں دیا اور زید مذکور نے وصیت نامہ میں بھی اپنی ملکیت میں لکھا ہے۔ مساۃ مذکور کہتی ہے کہ مکان مذکور میری ملکیت ہے اور دیگر ورثا کہتے ہیں کہ مکان مذکور ملکیت زید ہے۔ اب عند الشرع جائداد مذکور کس کی ملکیت قرار دیجاوے گی بینوا توجروا۔

الجواب صورت مسئولہ میں جائداد مذکور شرعاً زید کی ملکیت قرار دیجائے گی اور زید کے تمام ورثہ پر بقدر ان کے سہام کے تقسیم ہوگی۔ کیونکہ زید نے اس کی نسبت نہ کوئی ہبہ نامہ لکھا ہے اور نہ اسکو اپنی زوجہ کے قبضہ و تصرف میں دیا ہے بلکہ وصیت نامہ میں اسکو اپنی ملکیت میں لکھا ہے پھر جائداد مذکور زوجہ کی ملکیت کیونکر ہو سکتی ہے۔ رہا زید کا اپنی زوجہ کے نام سے جائداد مذکور کو خریدنا اور قبالہ میں زوجہ کا اسم فرضی درج کرنا سو یہ بنام زوجہ ہبہ کرنا نہیں ہے اور بالفرض اگر ہبہ ہو تو بھی زوجہ کا اسپر قبضہ نہیں ہے۔ اور ہبہ بلا قبضہ مفید ملک نہیں ہوتا اسوجہ سے جائداد مذکور زوجہ کی ملکیت نہیں ہو سکتی

واللہ تعالےٰ اعلم بالصواب حررہ السید ابوالحسن عفی عنہ۔ سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ زید نے اپنے لڑکے صغیر السن کے نام ایک مکان خرید کیا اور اس کے نام سرخط کیا اور اس کا کرایہ وغیرہ اس کے نام علیحدہ جمع کرتا رہا اب زید فوت ہوگیا۔ پس وہ مکان اس لڑکے کے نام خاص رہا یا سب وارث اُس مین شریک ہونگے بینوا توجروا +

الجواب - جبکہ زید نے مکان بنام اپنے پسر صغیر السن کے خریدا اور اسکو کرایہ دیا اور کرایہ دار سے سرخط مکان اس لڑکے کے نام کا لکھوا دیا اور اس کا کرایہ وغیرہ بھی اس کے نام کا علیحدہ جمع کرتا رہا تو وہ مکان پسر نابالغ کے ملک مین آگیا بحکم ہبہ اور جو سرخط اپنے نام سے زید لکھتا اور کرایہ اپنے نام جمع کرتا تو وہ مکان ملک زید مین رہتا اور بنام پسر فرضی متصور ہوتا جیسے کپڑا پسر نابالغ کیلئے قطع کرا دیا تو بمجرد قطع کرا دینے کے پسر نابالغ مالک اس کپڑے نادوختہ کا ہوجاتا ہے اور قبضہ باپ کا قائم مقام قبضہ پسر نابالغ کے متحقق ہوتا ہے شرعًا اور فتاویٰ عالمگیری مین غیاثیہ سے منقول ہے کہ صغیر کے باپ نے انگور یا کوئی درخت لگایا اور کہا جعلتہ باسم ابنی یعنی اسکو مین نے اپنے بیٹے کے نام ٹھیرا دیا اور مشہور کیا تو یہ ہبہ ہے اور یہی قول اظہر ہے اسی پر ہمارے اکثر مشائخ ہین۔ ابوالصغیر غرس کرما او شجرا ثم قال جعلتہ لابنی فھو ہبۃ وان قال جعلتہ باسم ابنی فکذلک ہو الاظہر وعلیہ اکثر مشائخنا کذا فی الغیاثیۃ کذا فی الفتاوے العالمگیریۃ وفی البحر الرائق اغرسہ باسم ابنی الاقرب الصحۃ انتہی ما فیہ مختصرا۔ پس جیسے انگور یا درخت لگایا پسر کے نام سے وہ انگور یا درخت ملک پسر نابالغ کا ہوجاتا ہے بطور ہبہ کے اسی طرح جو مکان اسکے نام سے خریدا تو وہ مکان اسکے ملک مین آجاتا ہے لان حکم المثلین واحد کما لایخفی علے المتامل واللہ اعلم بالصواب - حررہ احقر الانام عبد السلام نبیرہ حضرت مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی عفی عنہ۔ سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ زید نے اپنی جائداد زرخرید بتحریر ہبہ نامہ اپنی زوجہ مسماۃ رحمت بی بی اور دختر صلبی مسماۃ افضل کو ہبہ کردی اور مالک بنا دیا اور ہبہ نامہ رجسٹری کرا دیا۔ اور موہوب لہما مکان پر قابض ہین۔ عرصہ قریبًا پندرہ سال کا ہوگیا اب چچا مسماۃ افضل موہوب لہما کے اس مکان پر جوکہ پدر افضل نے بنام مسماۃ افضل و رحمت بی بی زوجہ اپنی کے ہبہ کردیا تھا۔ دعوے کرتے ہین آیا شرعًا ان کا حصہ مکان موہوبہ مین کچھ پہنچتا ہے یا نہین۔ بینوا توجروا +

الجواب - صورت مرقومہ مین جبکہ زید نے اپنی جائداد زرخرید اپنی زوجہ اور دختر کو ہبہ کردیا

اور مالک بنا دیا اور موہوب لہا جائداد موہوب پر قابض بھی ہو گئے تو جائداد موہوب موہوب لہا کی ملک ہو گئی پس چچا کا دعوے شرعًا غیر مسموع و ناجائز ہے اور جائداد موہوب مین چچا کا کچھ بھی حصہ نہین پہنچتا ہے ہدایہ مین ہے وتصح بالایجاب والقبول والقبض والقبض لابد منہ لثبوت الملک وقال مالک رحمۃ اللہ علیہ یثبت الملک فیہ قبل القبض اعتبارا بالبیع ولنا قولہ علیہ السلام لایجوز الہبۃ الا مقبوضۃ والمراد نفی الملک لان الجواز بدونہ ثابت انتہے مختصرا حررہ السید ابو الحسن عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

سوال- کیا فرماتے ہین علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ زید نے اپنے روپیہ سے ایک قطعہ زمین اپنے بیٹے بکر کے نام سے خریدی اور اسکو اپنے روپیہ سے تعمیر کرایا اسکے بعد زید پندرہ بیس برس زندہ رہا اور اس مکان مین مع ورثہ سکونت پذیر رہا- جب کبھی ضرورت ہوئی اپنے روپیہ سے مرمت کرواتا رہا- بعد انتقال زید کے کل ورثہ اسی مکان مین سکونت پذیر رہے اور قبضہ بھی سب ورثہ کا رہا بعد انتقال زید کے جب کبھی مرمت مکان کی ضرورت ہوئی مال متروکہ سے ہوتی رہی- از روے شرع شریف یہ مکان خاص ملکیت بکر ہے یا مثل اور جائداد کے سب ورثہ کا ہے بینوا توجروا +

الجواب- صورت سوال سے ظاہر ہے کہ موافق دستور کے اسم فرضی بنام بکر کے خرید کیا اور اسم فرضی موجب ملک بکر نہین ہو سکتا اس واسطے کہ غایۃ ما فی الباب خریدنا باسم فرضی اقرار کرنا ایک ملک کا ہے بنام غیر اور اقرار شرعًا عبارت ہے غیر شخص کے اس حق کی خبر دینے سے جو مقر پر ثابت اور لازم ہے اور اقرار اخبار ہے- ہو لغۃ الاثبات یقال قر الشئی اذا ثبت وشرعًا اخبار بحق علیہ للغیر کذا فی تنویر الابصار والدر المختار- اور عقد بیع انشا ہے- اما حکمہ فثبوت الملک فی البیع للمشتری وفی الثمن للبائع اذا کان باتا انتہے ما فی العالمگیریۃ اور سوال سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مباشر عقد زید ہے اور فرضی نام بکر کا وقت خرید کے درج کر دیا اور ثمن اپنے مال مملوکہ سے ادا کیا کیونکہ قبل خرید کے یہ زید کا نہ تھا- کیونکہ ہنوز خرید ہی نہ تھا- کہ اقرار زید کا بہ نسبت بکر کے مفید ملک مقر لہ کا ہوئے اور بعد خرید کے صریح عاقد اور مودی ثمن زید ہے تو اب وہ مکان ملک زید مین آگیا اور اقرار اخبار حق ثابت سے جو زید پر تھا مشعر ہے اور یہ بات صریح کذب ہے کہ ملک بکر کا نہین ہو سکتا بنابر اس کے کہ اقرار اخبار ہے محتمل ہے صدق وکذب کا اور مدلول لفظی وضعی کا تخلف لفظ سے جائز ہے اور جو اقرار انشا ہوتا تو تخلف صحیح نہ ہوتا اس واسطے کہ انشا مین مدلول لفظی وضعی کا تخلف ممتنع ہے جیسا کہ کتب فقہ مالا مال ہے اور اسباب ملک کے تین چیزین ہین یا استیلا یا بیع وہبہ یا وراثت

دوصیت سوال مین یہ تینون چیزین مفقود ہین پس اس قاعدہ فقہیہ سے ظاہر ہوا کہ نام فرضی درج ہوجانا سبب ملک نہین ہوسکتا ہے شرعًا۔ ہان صورت ہبہ پر محمول ہوسکتا ہے اور یہ مفید ملک موہولہ جب ہوتا ہے کہ قبضہ موہوب لہ کا پایا جاوے اور یہان قبضہ مفقود ہے تو ہبہ بھی صحیح اور مفید ملک موہوب نہ ہوا شرعًا چنانچہ فتاوی قاضی خان اور عالمگیری مین مذکور ہے۔ من اراد التحقیق فلراجع الیہما۔ پس صورت مسئول عنہا مین موافق التحریر مذکور کے ہبہ ثابت نہین ہوتا۔ یعنی اس تقریر سے کہ مکان خرید تا ہون باسم بکر کما لایخفی علی الماہر المتقن بالفقہ۔ پس جیساکہ ملک زید کا تھا ویساہی قائم رہا اور بعد موت زید کے متروکہ زید ہے اور سب ورثہ مستحق ہین نہ ملک بکر خاص اور ہبہ بغیر قبضہ باطل ہے اور یہان قبضہ کبھی نہین پایا گیا اور یہان کا عرف ہے کہ دوکان ومکان بنام ایک اولاد کے کرتے ہین اور ملک اپنی رکھتے ہین۔ پس بقاعدہ کلیۃ فقہاء......... المعروف کالمشروط کے ہبہ نہین ہے واللہ اعلم بالصواب المجیب تلطف حسین عفی عنہ | سید محمد نذیر حسین |

مولوی عبد الحی لکھنوی کے مجموعۃ الفتاوے مین ہے۔ استفتا زید نے اپنے زر ذاتی سے رہننا وشراء اکثر جائداد واسطے اپنے اور بکر اور خالد اپنے برادران علاتی کے حاصل کی اور قبالجات رہن اور بیع کے بھی اپنے بھائی وغیرہ کے نام سے تیار کرائے اب ورثہ زید مذکور کے بکر وخالد کو اشیاء موصوفۃ الذکر سے بے دخل اور ان کی ملکیت کو ان اشیاء سے زائل کرسکتے ہین یا نہین۔ ہوالموفق۔ اگر جائداد واشیاء زید کی ہین بثبوت شرعی تو ورثہ زید کو اختیار ہے واللہ اعلم نمقہ خادم اولیاء الصمد علی محمد غفرلہ اللہ الاحد الجواب صحیح حررہ محمد عبد الحی عفی عنہ۔

اس مضمون کا ایک اور سوال ہے اس کے جواب مین لکھتے ہین سجال نامہ شرعًا لاشے محض است وجود وعدم او برابر است ازان رفع حجت اولاد عبد الرشید نمی تواند شد واللہ اعلم حررہ عبد الحی عفا اللہ عنہ۔

اس مضمون کا ایک فتوے مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب کا بھی میرے پاس موجود تھا مگر وہ اسوقت دستیاب نہ ہوا فقط عبد الجبار غزنوی عفی عنہ۔

سوال۔ کیا فرماتے ہین علماے دین اس مسئلہ مین کہ زید نے اپنی حین حیات مین اپنی ایک لڑکی زینب کا جہیز اکٹھا کیا تھا پلنگ صندوق برتن وغیرہ سب اسی کے نام سے خریدے اور کپڑے بھی اسی کے بدن کے سلوائے اور عنقریب اس کی شادی ہونیوالی تھی کہ زید کا انتقال ہوگیا اب وہ جہیز جو زینب کیلئے مخصوص کیا گیا تھا مثل دیگر مال متروکہ زید کے تمام

ورثہ پر تقسیم ہوگا یا فقط زینب ہی کیلئے خاص کیا جاویگا بینوا توجروا +

دیگر یہ کہ زید کی زوجہ ایام عدت مین اگر اپنے مان باپ یا خالہ کے گھر بذریعہ اس کھڑکی کے جو اسکے اور اسکے مان باپ یا خالہ کے گھر مین لگی ہوئی ہے چلی جایا کرے تو درست ہے یا نہین۔ بینوا بالسنۃ والکتاب توجروا عند اللہ یوم الحساب۔

الجواب۔ علمائے حنفیہ کے نزدیک صورت مسئولہ مین اگر سامان جہیز کے خریدنے اور کپڑے سلوانیکے وقت لڑکی مسماۃ زینب نابالغہ تھی تو وہ جہیز زینب کی ملک ہے وہ اسی کے لئے خاص کیا جاویگا اور مثل دیگر ترکۂ زید کے تمام ورثہ پر تقسیم نہ ہوگا۔ اور اگر بالغہ تھی تو وہ جہیز اس کی ملک نہین ہے اور اسکے لئے خاص نہین کیا جاویگا۔ بلکہ امثل دیگر ترکہ زید کے تمام ورثہ پر تقسیم ہوگا۔ فتاوے عالمگیریہ مین ہے رجل جہز لابنتہ لہ ثمات قبل التسلیم الیہا وطلب بقیۃ الورثہ نصیبہم من الجہاز فان کانت الابنۃ بالغۃ وقت التجہیز فلبا قی الورثۃ نصیبہم ہٰکذا ذکروہو الصحیح لانہا اذا کانت بالغۃ ولم یسلم الیہا لایصح القبض والملاک بخلاف ما اذا کانت صغیرۃ حیث لا نصیب للباقین لانہا اذا کانت صغیرۃ کان الاب قابضا لہا انتہے۔ علمائے حنفیہ کے نزدیک یہ بات اسلئے ہے کہ ان کے نزدیک ہبہ بلا قبض مفید ملک نہین ہوتا ہان اولاد صغیر کو جو کچھ باپ ہبہ کرے وہ ہبہ بلاقبض کے بھی مفید ملک ہوتا ہے۔ لیکن امام مالک وغیرہ جن علما کا مذہب یہ ہے کہ ہبہ بلاقبض بھی مفید ملک ہوتا ہے سوان کے نزدیک صورت مسئولہ مین وہ جہیز زینب ہی کی ملک ہے خواہ وہ بالغہ ہو یا نابالغہ اس واسطے کہ امام مالک وغیرہ کے نزدیک ہبہ بلاقبض بھی مفید ملک ہوتا ہے۔ عون الباری مین ہے۔ واختلف ہل من شرط صحۃ الہبۃ القبض ام لا فالجمہور وہو قول الشافعی الجدید والکوفیون انہا لاتملک الا بالقبض لقول ابی بکر الصدیق لعائشۃ رضی اللہ عنہما فی مرضہ فیما نحلہا فی صحتہ من عشرین وسقا ودوت انک حزتیہ او قبضتیہ وانما ہوالیوم مال الوارث ولانہ عقد ارفاق کالقرض فلا یملک الا بالقبض وفی القدیم تصح بنفس العقد وہو مشہور مذہب المالکیۃ وقال المرداوی من الحنابلۃ و تصح بعقد وتملک بہ ایضا ولو بمعاطاۃ بفعل فتجہیز بنتہ بجہاز الی الزوج تملیک وہو کبیع فی تراخی قبولہ وتقدیمہ وغیرہما انتہے مختصرا +

جواب سوال دوم۔ سوال کی تقریر سے ظاہر ہے کہ یہ دونون مکان الگ الگ ہین درمیان کھڑکی ہے تو بوقت حاجت کے دن کو جانا جائز ہے بغیر حاجت کے نہین۔ امام نووی شرح صحیح مسلم صفحہ ۴۸۶ جلد ا مین لکھتے ہین وفی الحدیث دای فی حدیث جابر طلقت خالتی فارادت ان تجذ نخلہا فزجرہا ان تخرج فاتت النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقال بلی فجذی نخلک فانک عسی ان

تصدق او تفعلی معروفا) دلیل لخروج المعتدۃ البائن للحاجۃ ومذہب مالک والثوری واللیث والشافعی
واحمد واخرین جواز خروجہا فی النہار للحاجۃ وکذلک عندہولا یجوزلہا الخروج فی عدۃ الوفاۃ ووافقہم
ابوحنیفۃ فی عدۃ الوفاۃ وقال فی البائن لاتخرج لیلا ولا نہارا انتہے قاضی شوکانی نیل الاوطار مین
لکھتے ہین وقد روی جواز خروج المتوفی عنہا للعذر عن جماعۃ منہم عمر اخرج عنہ ابن ابی شیبۃ انہ
رخص للمتوفی عنہا ان تاتی اہلہا بیاض یومہا وان زید بن ثابت رخص لہا فی بیاض یومہا واخرج
عبدالرزاق عن ابن عمر انہ کان لہ ابنۃ تعتد من وفاۃ زوجہا فکانت تاتیہم بالنہار فتحدث الیہم فاذا
کان باللیل امرہا ان ترجع الی بیتہا واخرج ایضا عن ابن مسعود فی نساء نعی الیہن ازواجہن وتشکین
الوحشۃ فقال ابن مسعود تجتمعن بالنہار ثم ترجع کل امراۃ منہن الی بیتہا باللیل واخرج سعید بن منصور
عن علی رضی اللہ عنہ انہ جوز للمسافرۃ الانتقال وروی الحجاج بن منہال ان امراۃ سالت ام سلمۃ
بان ابا ہا مریض وانہا فی عدۃ وفاۃ فاذنت لہا فی وسط النہار واخرج الشافعی وعبدالرزاق
عن مجاہد مرسلا ان رجالا استشہد وا باحد فقال نساؤہم یارسول اللہ انا نستوحش فی بیوتنا فنبیت
عند احدانا فاذن لہن ان یتحدثن عند احداہن فاذا کان وقت النوم تاوی کل واحدۃ الی بیتہا انتہی

حررہ محمد عبدالحق ملتانی عفی عنہ۔ سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ زید نے ایک زمین سکنی اپنے زر خالص سے خریدی اور قبالہ مین نام بکر اپنے فرزند کا درج کرایا جس کی عمر قریب بارہ سال کے تھی بعدہ زمین مذکورہ پر عملہ مکان اپنے زر خالص سے زید نے بنوایا اور بکر کو آباد کیا جسکو عرصہ تخمینا چوبیس سال کا ہوا۔ زید فوت ہوگیا دو سال ہوگئے۔ اور اپنی زندگی مین زید اس عملہ کی مرمت شکست وریخت ضروری کراتا رہا۔ اور کبھی بکر بھی کراتا رہا چونکہ اب ترکہ زید ورثا زید پر تقسیم کرتے ہین آیا وہ زمین وعملہ اس کا متروکہ زید مین شمار کیا جائیگا یا کہ ملکیت بکر قرار دیجاویگی بینوا توجروا+

الجواب۔ صورت مسئولہ مین جبکہ زید نے زمین مذکور اپنے زر خالص سے خریدی اور قبالہ مین اپنے فرزند بکر کا نام درج کرایا اور پھر زمین مذکور پر عملہ مکان بنواکر بکر کو آباد کیا تو ظاہر یہی ہے کہ زید نے زمین مذکور مع عملہ مکان کے بکر کو ہبہ کردیا ہے اور زید کا بکر کو اس مکان مین آباد کرنا اس کو قبضہ دلانا ہے اور زید کا اپنی زندگی مین گاہے گاہے اس مکان کی مرمت کرانا اسکے ہبہ کرنیکے منافی نہین ہے پس صورت مسئولہ مین وہ زمین اور اس کا عملہ متروکہ زید مین نہین شمار کیا جاویگا۔ بلکہ ملکیت بکر کی قرار دیجاوے گی۔ واللہ تعالی اعلم حررہ السید ابوالحسن عفی عنہ۔

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ سوال از علمائے دین اندرین معنی کہ مسمی بخش بن عظیم الدین بحالت حیات خود کہ از

اولاد وبہرہ نداشت موازی سی درعہ اراضی مسکن مملوکہ مقبوضہ خویش کہ از ترکہ پدری بموجب فرائض اللہ باو رسیدہ بود بخوشی تمام بمسماۃ عزیزن بنت شیخ فیض علی برادر زادی خود ہبہ نمودہ داد چنانچہ بروقت ہبہ اراضی موہوبہ مسمیان سید احمد علی و شیخ فیض وغیرہ و چند مستورات برادری موجود بودند و گواہ این معنی موجود بعد ہفت سال پیر بخش مذکور بقضائے الٰہی وفات یافت الحال فیض علی برادر پیر بخش متوفی براہ عصبیت اراضی موہوبہ را فروخت کردہ و درین ضمن قبالہ آن تیار نہ گردیدہ کہ فیض علی ہم فوت شد و فی الحال بہادر خان نامی داماد فیض علی متوفی کہ اصلا حقیت و عصبیت ندارد خواہان اراضی مذکور موہوب لہ است پس درین صورت انچہ حکم شرع شریف درین باشد قلمی فرمایند بینوا توجروا ؟

الجواب۔ درصورت مرقومہ اگر پیر بخش اراضی مذکورہ را بہ برادر زادی خود ہبہ کردہ قابض کنانیدہ باشد پس ہبہ صحیح و نافذ و مفید ملک موہوب لہا گردید بعد ازان نہ اورا و نہ وارثانش رادران دعوے نخواہد بود زیراکہ قبضہ منجملہ شرائط ہبہ است وہرگاہ وجود قبضہ یافتہ شد ہبہ مفید ملک موہوب لہا گشت من شرائط الہبۃ القبض وحکمہا ثبوت الملک للموہوب لہ کذا فی کتب الفقہ واللہ اعلم بالصواب۔

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ عرصہ چھ برس کا گذرا کہ زید نے بروقت نکاح کے تیسرا حصہ ایک قطعہ مکان مین سے اپنی بہو زوجہ پسر اپنے کو ہبہ کیا اور بخش دیا اور قبضہ بھی بہو کا بصفت مشاع اسپر کرا دیا اور ہبہ نامہ اسٹامپ کے کاغذ پر لکھدیا اور بنا بر وثوق اور زیادہ مضبوطی کے قبالہ اس مکان کا بھی بہو کے حوالہ کر دیا۔ چنانچہ قبالہ اس کا تاحال بہو کے پاس موجود ہے اور بہو کا قبضہ اس پر ایک سال تک رہا بعد ازان بہو اپنی مان کے یہان چلی آئی۔ اب ارباب شرع شریف سے عرض ہے کہ ہبہ بصفت مشاع مع قبضہ ایک سال کے مفید ملک موہوب لہ کے ہوتا ہے یا نہین ؟

الجواب۔ درصورت مرقومہ یہ صورت ہبہ مشاع کی ہے اور ہبہ مشاع مع قبض بصفت مشاع کے مفید ملک موہوب لہ کے ہوتا ہے اور یہ قول مفتی بہ کے جیساکہ فصول اور درمختار سے واضح ہوتا ہے۔ عن الفصول الہبۃ الفاسدۃ تفید الملک بالقبض وبہ یفتی ومثلہ فی البزازیۃ علے خلاف ماصححہ فی العمادیۃ لکن لفظ الفتوے آکد من لفظ الصحیح کما بسط المصنف مع بقیۃ احکام المشاع انتہے مافی الدر المختار۔ اور قبضہ ایک دن کا کافی ہے چہ جائیکہ ایک سال وہ مسماۃ موہوب لہا اوسپر قابض رہی اور قبالہ اس مکان کا جب دیدیا فاسطے اعتماد کے تو قول عاقل کا جہانتک ممکن ہو اوپر محمل صحیح کے حمل کرنا چاہیئے اور جبکہ روایت مفتی بہ موجو

ہو تو اُس میں کسی کو جگہ کلام کی نہ رہی بہر حال وہ مکان تیسرا حصہ ملک میں موہوب لہا کے آگیا جیسا کہ درمختار سے مستفاد ہوتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

سوال- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ زید نے بہو بیوہ کیواسطے ہندی چھٹی میں یہ الفاظ لکھدئے کہ جو اُس کا گہنا کپڑا برتن ہے اس سے ہمیں کچھ واسطہ نہیں ان الفاظ کے لکھنے سے کہ جو قسم زیور وغیرہ مذکور قسم اعیان سے ہے ملک زید سے نکل جاتا ہے یا نہیں یا ملک بہو بیوہ کی ہوگیا اور یہ ابراء شرعاً صحیح ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا +

الجواب- شرعاً یہ ابراء مجہول ہے کیونکہ زیور وغیرہ اعیان سے ہے اور الفاظ مذکورہ بالا سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ زید نے اپنے مملوکہ اعیان سے یعنی زیور وغیرہ سے ابراء کیا ہے یا زیور وغیرہ بہو بیوہ سے جو کہ اس کو باپ کی جانب سے جہیز میں ملا تھا اور نہ اس صورت مسئولہ میں کچھ تعداد زیور وغیرہ اور نہ قدر نہ جنس نہ وصف اور نہ نوع بیان ہے یعنی یہ زیور طلائی اور فلان فلان عدد یا نقرئی یا کپڑا ریشمی یا سوتی اور اتنے عدد ہیں اور برتن مسی ہیں یا کانسی یا گلی ہیں اور اتنے ہیں پس اس صورت میں جہالت ثابت ہے اور شرع شریف میں ابراء مجہول اور تملیک مجہول باطل ہے جیسا کہ فتاوے قاضی خان میں مسطور ہے عبارتہ۔ ہکذا والابراء المجہول باطل وکذا التملیک المجہول باطل۔ حررہ سید سلطان حسین مدرس کرانہ۔

ہذا الجواب غلط غیر صحیح لان الجہالۃ المقربہ لاتمنع صحۃ الاقرار کذا فی شرح الطحاوی والکفایۃ وہکذا فی العالمگیریۃ وغیرہا من کتب الفقہ وانما یعتبر الاقرار اظہاراً فی حق ملکیۃ المقربہ حتی یحکم بملکیۃ للمقرلہ بنفس الاقرار ولاتسمع الدعوے بعد الابراء العام کذا فی تنویر البصائر شرح الاشباہ والنظائر وہکذا فی الہندیۃ۔ ارباب بصیرت پر مخفی نہیں کہ جب لکھنے والے نے اس طرح پر لکھا کہ جو اسکا گہنا اور کپڑا اور برتن ہے اس سے ہمیں کچھ واسطہ نہیں تو دو امر اس سے ثابت ہوئے ایک اقرار ملکیت مقرلہ کا بقرینہ اضافت کہ مشعر ہے بافادہ ملکیت مقرلہ کے اسکا گہنا اور کپڑا برتن یعنی یہ چیزیں ملک اس کی ہیں۔ دوسرا ابراء یعنی مجھ کو ان چیزوں سے اسکے کچھ واسطہ نہیں تو اس تحریر سے اقرار ملک مقرلہ کا اور ابراء اُس سے پایا جاتا ہے ولو قال این چیز آن فلان است فہذا اقرار کذا فی الظہیریۃ کذا فی العالمگیریۃ۔ اُس سے ہمیں کچھ واسطہ نہیں یعنی دعوے اُس سے نہیں تو ابراء دعوے اعیان سے متحقق ہوا پھر بعد ابراء کے دعوی مقر کا ساقط ہوا اور جو چیز ساقط ہوئی وہ پھر عود نہیں کرتی وقد صرحوا بان البراءۃ من دعوے الاعیان تصح کذا فی الحموی وغیرہ من کتب الفقہ ان الساقط لایعود لان الساقط تلاشی فلایحتمل

العود کذا فی الاشباہ والحموی وغیرہما من کتب الفقہ - پس وہ گہنا اور کپڑا اور برتن زن مذکورہ کا ہوگا
اور دعوے وارثان مقر کا اُس مین باطل ہوگا شرعًا کما لایخفی علی العالم بالفقہ واللہ اعلم بالصواب
حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

سوال[1] ....

الجواب - درصورت مرقومہ وصحیح ہو کہ اگر شخص مالدار مذکور الصدر نے دو ہزار روپئے اپنے
لڑکے کو اس طرح پر دیئے کہ تجارت اُن روپیون مین ہمارے واسطے کرے چنانچہ وہ لڑکا تجارت
اُن روپیون مین کرتا رہا اور بعد چندے وہ شخص مذکور فوت ہوا تو وہ مبالغ مع منافع جملہ متروکہ
شخص متوفی سے شمار ہونگے اور تمام روپیہ اس کے اُن مبالغ مع منافع مین مستحق میراث ہونگے
اور جو اس طرح سے کہکر نہ دیا کہ ہمارے واسطے تجارت کر تو وہ مبالغ مذکور مع منافع موہوب
ہونگے بہ نسبت پسر مذکور کے - کیونکہ جب قید تجارت کی اپنے واسطے ذکر نہ کی اور بلا ذکر اس
قید کے مبالغ پسر کو دیدیئے تو وہ مبالغ مذکور موجب و مفید ہبہ کو ہون گے اس لئے کہ ایجاب و
قبول اور قبض بلا ذکر قید مذکور کے پائے گئے - تو صراحۃ اور دلالۃ تملیک پسر کی تحقق ہوئی -
رجل دفع الی ابنہ فی صحتہ مالا یتصرف فیہ ففعل وکثر ذلک فمات الاب ان اعطاہ ہبۃ فالکل
لہ وان دفع الیہ لان یعمل فیہ للاب فہو میراث کذا فی جواہر الفتاوے کذا فی الفتاوی العالمگیریۃ
اور دوسری وجہ ہبہ کی یہ ہے کہ عرف عام شرقًا و غربًا ہو رہا ہے کہ ہرگاہ کوئی شخص کسی اپنے
بیٹے کو کسی سبب سے معیت اکل و شرب سے جدا کر دیتا ہے تو جو کچھ نقد حسب مقدور اپنے اسکو
دیدیا کرتا ہے تو نقد ملک بیٹے کا ہوتا ہے اور اسیوجہ سے صورت سوال مین پدر کا حساب و
کتاب نفع و نقصان کا لینا پسر سے مذکور نہین ہے اور قاعدہ کلیہ فقہا کا منعقد ہوا کہ المعروف
کالمشروط اور اعتبار کرنا عرف عام پر اور اسپر کاربند ہونا احکام شرعیہ مین قرآن مجید سے
ثابت ہے قولہ تعالے اذا تراضوا بینہم بالمعروف و قولہ تعالے رزقہن وکسوتہن بالمعروف
و قولہ تعالے اذا سلمتم ما اتیتم بالمعروف و قولہ تعالے الا ان تقولوا قولا معروفا و قولہ تعالے علی الموسع
قدرہ وعلے المقتر قدرہ متاعًا بالمعروف و قولہ تعالے وللمطلقات متاع بالمعروف وغیرہا من الآیات
الکریمۃ اعتبار و اعتماد عرف عام پر ناطق ہین اور جسکو زیادہ تحقیق منظور ہو صحیح بخاری وغیرہ کتب
احادیث کیطرف رجوع کرے کہ مدار کار اکثر مسائل کا عرف عام پر موقوف اور مربوط ہونا اسپر اضح
ہو جاوے واللہ اعلم بالصواب - فاعتبروا یا اولی الالباب حررہ السید شریف حسین عفی عنہ -

سید محمد نذیر حسین

[1] اصل مسودہ سے سوال کا مضمون نہین ملا - جواب بجنسہ بغرض رفاہ عام درج کر دیا گیا ہے -

مسئلہ اگر مرض دق یا سل وغیرہ میں کوئی مبتلا ہوا اور ایک سال گذرنے سے پہلے مرگیا یا خوف موت
اس میں ہو یعنی روز بروز مرض ترقی پکڑتا رہا اور اسی مرض میں فوت ہوگیا تو یہ مرض الموت ہے اگر مریض نے
اپنے اس مرض الموت میں کسی کو اپنی کوئی شئے ہبہ کی ہے تو فقط ایک ثلث میں جاری ہوگا اور ایسا
ہبہ حکم وصیت میں محسوب ہوگا اور وصیت غیر وارث کے حق میں معتبر ہوگی اور وارث کے حق
میں معتبر نہ ہوگی۔ وہبۃ مقعد ومفلوج واشل ومسلول من کل مالہ ان طالت مدتہ سنۃ ولم یخف
موتہ منہ وان لم تطل وخیف موتہ فمن ثلثہ کذا فی تنویر الابصار وغیرہ من المتون واللہ اعلم۔

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ زید نے اول ہندہ سے نکاح کیا پھر بعد اس کے دوسری بہن زینب سے نکاح کیا سو ہندہ سے
کوئی اولاد نہیں ہوئی دوسری بہن سے دو لڑکیاں ہیں ایک لڑکی بڑی بہن کو دی اور دوسری لڑکی
دوسری بہن کو دی اور زید نے اپنی ہمین حیات میں ورثہ اپنا نصفا نصف کرکے دونوں لڑکیوں کو
ہبہ کیا اور قبضہ کرادیا از روئے شرع شریف کے ورثہ زید کا دونوں لڑکیوں کو پہنچتا ہے یا
نہیں بینوا توجروا۔

الجواب۔ درصورتیکہ زید نے بحالت صحت وثبات عقل میں اشیاء مملوکہ اپنی کو نصفا نصف
کرکے جدا جدا دونوں لڑکیوں کو دیدیا اور ہبہ کردیا اور دونوں کو اس پر قابض کرادیا تو وہ شئے موہوب
ملک مالک سے باہر ہوکر ملک میں دونوں لڑکیوں موہوب لہما کے آگئی اور دونوں لڑکیاں
اس شئے موہوب کی از روئے ہبہ کے بلا ریب مالک ہوگئیں اور بعد ازاں زید واہب فوت
ہوگیا تو یہ ہبہ کسی طرح سے مسترد نہیں ہوسکتا اور دعوے دیگر وارثان زید کا اس میں باطل
اور نامسموع ہوگا شرعا ومن شرائط صحتہا فی الموہوب بان یکون مقبوضا غیر مشاع ممیزا غیر مشغول
ورکنہا الایجاب والقبول وحکمہا ثبوت الملک للموہوب لہ الی آخر ما فی الدر المختار والہدایۃ وغیرہما
من کتب الفقہ وموت احد المتعاقدین یمنع الرجوع فیہا کذا فی الدر المختار وغیرہ من کتب الفقہ واللہ
اعلم بالصواب۔ حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ۔

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ مسماۃ ہندہ از عمرو اقرار کرد و نوشتہ داد کہ پس از علیحدگی حصہ من از ترکہ والد مرحوم کہ درمیان
حصص دیگر شرکا مشترک است بسبب رعایۃ حقوق ملازم قدیمی نزد والد خود ونیز بجلدوے سعی و
علیحدگی حصہ ام ہفت روپیہ ماہوار بشما تا حین حیات خود خواہم داد وبعد من اولاد من بشما و اولاد شما
ہمین نمط سلوک خواہد کرد بعد پنج شش ماہ ازین اقرار مسماۃ ہندہ مذکورہ جملہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ
بنام دختر خود ہبہ کردہ بدون ذکر این ہفت روپیہ ماہواری ہبہ نامہ مرتب کنانیدہ داد ومنجملہ دیگر
گواہان عمرو مذکور بدون تعرض ازان ہفت روپیہ موعود بران ہبہ نامہ گواہی خود ثبت گردانیدہ بعد

واہبہ مسطورہ انتقال کردہ ہنوز حصہ مشترکہ مسماۃ مذکورہ از قبضہ دیگر ورثہ علیحدہ تمام وکمال نہ شدہ باشد بلکہ لفظ نصف یا کم و بیش جدا گردیدہ باشد کہ عمرو مذکور از موہوب لہا دعوے آن ہفت روپیہ ماہوارہ می کند پس سوال کردہ می شود کہ باوجود عدم علیحدگی تمام وکمال حصہ مشترکہ مسماۃ ہندہ وعدم تقرر ذکر آن ہفت روپیہ ماہوار دران ہبہ نامہ وتعرض نکردن مسمی عمرو عند الشہادت بر ہبہ نامہ دعوے مسمی عمرو درست است یا نہ بینوا توجروا +

الجواب۔ درصورت مرقومہ باید دانست کہ دعوے عمرو بمجرد اقرار مسماۃ ہندہ قابل سماعت نخواہد بود شرعاً زیراکہ اقرار سبب ملک نیست چہ اقرار اخبار است واخبار محتمل کذب میشود آری اگر مسماۃ ہندہ بذات خود چیزے دادہ او را قابض بران کنانیدہ دادے تا این بطور ہبہ مبتداۃ بودے وحالانکہ مسماۃ ہندہ در زندگی چیزے ندادہ لبعد ازان دعوے عمرو بابت ہفت روپیہ بر ہندہ مسموع نشود ولا تسمع دعواہ علیہ بانہ اقرلہ بشئے معین بناء علے الاقرار کہ بذلک بہ یفتی لانہ اخبار یحتمل الکذب حتی لو اقر کاذبا لم یحل لہ لان الاقرار لیس سببا للملک نعم لو سلمہ برضاہ کان ابتداء ہبۃ وہو الاوجہ بزازیۃ کذا فی تنویر الابصار والدر المختار قولہ لانہ اخبار ای لا سبب للزوم المقربہ علے المقر وہو قد جعل سبب وجوب المدعی بہ علے المقر الاقرار وہذا باطل لما علم من کلام مشائخنا ان الاقرار لیس سببا للملک کذا فی الطحطاوی۔ ودیگر وجہ بر عدم سماعت دعوے عمرو این است کہ وقت ہبہ بر ہندہ دعوے ہفت روپیہ نہ کردہ وبعد انتقال وے اشیاء مملوکہ بسبب ہبہ در ملک ہندہ باقی نماندہ کہ بران دعوے کند معہذا علیحدگی تمام وکمال نہ شدہ کہ بحلد وے آن مستحق ہفت روپیہ شدے اذا فات الشرط فات المشروط کہ قاعدہ کلیہ فقہااست موجب سقوط دعوے او گردیدہ۔ واللہ اعلم بالصواب حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ چہ مے فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین درصورتیکہ زوجۂ زید فوت شد وزید آنچہ کہ بنفقہ وبیماری زوجہ خود خرچ کرد از وارثان او طلب می کند پس زید را دعوے خرچہ بیماری از وارثان زوجہ متوفاۃ میرسد یا در نفقہ کہ بر زوج واجب است محسوب خواہد بود۔ ودیگر ماجرا این است کہ روبرو دو چہار مردمان زید بزوجہ خود گفتہ کہ آنچہ حقوق من بر شما بود ازان ابراء کردم وآن را بخشیدم پس برین تقدیر دعوے زوج آنچہ در تیمارداری زوجہ صرف کردہ ازان ابراء وہبہ از زوج صادر گردیدہ است ساقط شدن می تواند یا نہ وہم ہبہ مہر مسماۃ مرحومہ در حالت بیماری کہ بہ سبب ولادت حالت بیقراری وبدحواسی بر وطاری بود شرعاً جائز خواہد بود یا نہ بینوا توجروا +

الجواب - درصورت مرقومہ نفقہ زوجہ کہ عبارت از طعام ولباس وسکنی است شرعًا بر زوج واجب است بشرط عدم نشوز آن النفقة ہی شرعًا الطعام والکسوة والسکنی للزوجة علی الزوج ولو صغیرا کذا فی تنویر الابصار والدر المختار وہکذا فی الفتاوی العالمگیریة والہدایة وغیرہا من کتب الفقہ - وآنچہ در بیماری زوجہ از طرف خود خرچ کردہ از روئے احسان وتبرع دران رجوع نمی رسد زوج را شرعًا المتبرع لا یرجع کذا فی العینی شرح الکنز والہدایة والمتبرع لا یرجع فیما تبرع کذا فی العنایة - آرے اگر زوج بروقت خرچ کردن این چنین گفتی کہ این قدر مال بطریق استدانة وقرض از طرف شما گرفتہ در بیماری شما صرف می کنم بر شما واجب الادا خواہد بود وزوجہ باستدانة ہم راضی بودے درین صورت البتہ این چنین دین بر ذمہ زوجہ واجب شدے وازا سوال زوجہ بعد وفات او زوج را گرفتن لازم آمدے وبدون وجود این شرط مذکور ہرگز زوج را از وارثان زوجہ دعوی دین عوض صرف بیماری او نخواہد رسید ولو کفل بامرہ رجع علیہ وان بغیرہ لا یرجع لتبرعہ کذا فی الدر المختار والہدایة وغیرہما من کتب الفقہ - وبر تقدیر ثبوت دعوے دین بابت خرچہ بیماری زوجہ بزعم زوج درین حالت درصورت ابراء زوج بروجہ عموم کہ تبری کردہ تمام حق او ساقط شد مگر در امر حادث او کہ بعد ازین باشد لا تسمع الدعوی بعد الابراء العام الا بحق حادث بعدہ والدین یسقط والساقط لا یعود کذا فی الاشباہ والنظائر والدین لا یسقط الا بالابراء ولو حکما الی آخر ما فی تنویر الابصار والدر المختار وغیرہما من کتب الفقہ - وہبہ کردن در مرض الموت کہ خوف غالب ہلاکت درو باشد در ہوشیاری در ثلث مال واہب مریض جائز وصحیح خواہد بود کہ در حکم وصیت است ووصیت در ثلث جاری میشود در غیر وارث ہبة ای ہبة الرجل فی مرضہ ای مرض الموت وصیة لحکم الوصیة حتی یعتبر من الثلث کذا فی الکنز والعینی والہدایة والدر المختار والله اعلم بالصواب -

سید محمد نذیر حسین

سوال - ما قولکم دام فیضکم رحمکم الله سبحانہ کہ ایک جاگیر عطاء سلطانی بنامزد خانقاہ اور مدد معاش اولاد صاحب خانقاہ ہے تو اب وہ جائداد نسلاً بعد نسلٍ وبطنًا بعد بطنٍ علی سبیل الارث اولاد صاحب خانقاہ پر منقسم ہوتی ہوئی زید اور عمرو تک کہ یہ دونوں برادر حقیقی ہیں پہنچی اور طریقہ قدما اور سلف اس خاندان کا دربابِ مصارف آمدنی اس جائداد کے یوں شائع اور جاری رہا کہ بعد خرچ ضروری کے درویشان اور واردان کی خدمت کیا کرتے تھے اور اب عمرو نے بقضاء الٰہی انتقال کیا اور ایک برادر حقیقی یعنی زید اور زوجہ اپنی اور ایک دختر اپنی اور والدہ اور برادر عم زاد کہ وہ برادر حقیقی متوفی کی اور ایک دختر برادر حقیقی متوفی کی اور ایک والدہ اور برادر عم زاد چھوڑے ہیں اب زوجہ زید اور زوجہ عمرو کہ یہ دونوں ہمشیرہ حقیقی ہیں چاہتی ہیں کہ عمرو داماد اپنے کو کہ وہ ایک جدی ہے جائداد موروثی اپنے کو ہبہ وبخشش کر دیں اور وہ داماد مصارف اس جائداد کا جیسا کہ طریقہ قدماء اس خاندان کا ہے ویسا

ہی کرتا رہے تو اس صورت مین زوجہ زید اور زوجہ عمرو جائداد موروثی اپنی داماد اپنے کو ہبہ کیا چاہتی ہین درست ہے یا نہین بینوا توجروا +

الجواب - درصورت مرقومہ زوجہ زید و زوجہ عمرو اپنے داماد کو ہبہ کرنے مین مختار و مجاز ہین - ولیکن دغدغہ اس بات کا ہے کہ داماد مذکور بعد حصول ہبہ کے دستور قدیم پر عمل نہ کرے تو دونون مستورات دست افسوس ملتی رہین گی اس صورت مین مناسب یہ ہے کہ تا زندگی اپنے داماد کو بطور وکالت جائداد موروثی پر اپنے مقرر کرین کہ بطور قدیم کارگزار رہے اور بعد انکے دختر مالک رہیگی - یا نصفی ہبہ کرین اور نصفی باقی مین بدستور قدیم عملدرآمد جاری رہے اور بعد وفات اسکے یہ نصفی بھی میراث مین دختر کے آجاوے گی تو اس صورت مین ضرر کسی کا نہ ہوگا آیندہ اختیار جس طرح اپنی رائے مین مصلحت تصور کرین اسیپر کاربند ہون یجوز للمرء ان یتصرف فی ملکہ کیف یشاء کذا فی الھندیۃ و فی الظہیریۃ لو اعطی الخلیفۃ ارضا المستحق لایجوز الشرع عنہ فکان ملکا لہ ولورثتہ بحیث یجوز بیعہ و شراؤہ وغیر ذلک و بہ یفتی و علیہ اکثر المشائخ انتھی کلامہ واللہ اعلم بالصواب

سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ مثلا زید نے مسماۃ ہندہ اجنبیہ کو ایک موضع ان الفاظ سے دیا کہ نقد و غلہ واسطے مصارف ضروری کے بطور خدمت گذاری جو دیا جاتا تھا کارندہ میرے تکملا اس کا نہین کرتے تھے لہذا فلان موضع اپنا واسطے جملہ اخراجات ہندہ کے ہبہ کیا بطور خود انتظام کرکے آمدنی دیہہ مذکور سے حوائج ضروری اپنے وادائے مالگذاری سرکار کرتی رہے اس مین ہمکو حجت و مزاحمت نہ ہوگی - اور مسماۃ مذکورہ نے باین لفظ قبول کیا کہ خورد و پوش ضروری کے لئے یہ گاؤن دیا ہے مین رضامند ہون یہ دینا شرعا عاریت ہے یا ایجاب و قبول ہبہ کا ہی فقط

الجواب - درصورت مرقومہ یہ صورت عاریت کی ہو نہ ہبہ کی کیونکہ ہرگاہ مسماۃ ہندہ نے باین لفظ قبول کیا کہ خورد و پوش ضروری کیلئے یہ گاؤن دیا ہے تو ہندہ نے فحوائے کلام زید سے یہی سمجھکر کہ یہ عاریت صریح ہے مجازا بنابر اطلاق محل اور حال کے قبول کیا کہ عین گاؤن بنفسہا سے خورد و پوش متعذر ہے مگر بمنافع اور آمدنی اس گاؤن سے خورد و پوش متصور ہوگا تو یہ صریح مجازا تملیک منافع ہے نہ عین رقبہ زمین گاؤن کی تو عبارت زید بلاریب مماثل اس عبارت اطعمتک ارضی کے ہوئی لان حکمہما فی افادۃ المعنی المراد واحد کما لایخفی علی المتفطن قال فی الدر المختار اطعمتک ارضی ای غلتہا لانہ صریح مجازا من اطلاق اسم المحل علی الحال انتھی - اور یہی معنی مراد عبارت زید سے اظہر من الشمس ہے اور تشریح اس کی یہ ہے کہ مین نے اپنی اراضی فلان گاؤن کی تجکو خورد و پوش کیلئے دی یعنی اراضی کا غلہ تیرے کھانیکو دیا پس لفظ خورد و پوش کا مثل غلہ زمین کے عبارات مین صریح مجاز ہے من قبیل

اسم محل کے حال پر کیونکہ غلہ پیدا ہوتا ہے زمین میں تو غلہ حال اور زمین گاؤں محل اس کا یعنی جیسے غلہ جب مضاف ہو مثلاً زمین کی طرف تو غلہ ہی مراد ہوتا ہے عرفاً تو ایسا ہی جب خور و پوش مضاف ہوگا زمین گاؤں کی طرف تو وہی منافع مراد ہوگا نہ عین زمین کما لایخفی علی المتامل قال فی الدر المختار و منحتک امی اعطیتک ثوبی او جاریتی ہذہ وحملتک علی دابتی ہذہ اذا لم یرد بہ بمنحتک وحملتک الہبۃ لانہ صریح فیفید العاریۃ بلا نیۃ والہبۃ بہا ای مجاز ا- انتہی ما فی الدر المختار یعنی عاریت صحیح ہے اس لفظ سے کہ منحتک یعنی میں نے تجکو کپڑا یا یہ لونڈی دی اور عاریت صحیح ہے اس لفظ حملتک سے یعنی میں نے تجھکو چڑھایا اپنے اس جانور پر جبکہ متکلم منحتک اور حملتک کے لفظ سے ہبہ کا ارادہ نہ کرے اس واسطے کہ وہ ہبہ عین صریح ہے تو عاریت کو مفید ہے بلا نیت ہبہ اور ہبہ کو مفید ہے بطریق مجاز کے نیت ہبہ سے کذا یستفاد من حواشی الدر المختار والبحر- اور سوال مذکور سے نیت ہبہ کی زید سے ہرگز معلوم نہیں ہوتی بلکہ زید نیت ہبہ سے صاف منکر ہے اور اشباہ والنظائر میں یہ قاعدہ کلیہ لکھا ہے کہ الامور بمقاصدہا پھر جب زید نے نیت ہبہ کی نہ کی تو ہبہ معدوم ہوا اور مفقود ہوا اور عاریت مقصود اسی نظر سے ہندہ نے بایں لفظ قبول کیا کہ خور و پوش ضروری کیلئے یہ گاؤں دیا ہے کیونکہ قبول مرتب ہوتا ہے اوپر فحوائے ایجاب کے کما لایخفی علی الماہر بالفقہ واللہ اعلم بالصواب فاعتبروا یا اولی الابصار فقط-

سید محمد نذیر حسین	سید محمد شریف حسین	محمد یوسف		
محمد صدیق	محمد عبد الحلیم	محمد حفیظ اللہ	محمد اسمعیل	محمد مسعود
محمد سعد اللہ	محمد سعد اللہ	محمد عالم علی		

فی العالمگیریۃ والاصل فی ہذہ المسائل انہ اذا اتے بلفظ ینبئ عن تملیک الرقبۃ یکون ہبۃ واذا کان ینبئ عن تملیک المنفعۃ یکون عاریۃ واذا احتمل ہذا وذلک ینوی فی ذلک کذا فی المستصفی شرح النافع انتہی

محمد لطف اللہ

سوال- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کی چار دختر اور ایک بھائی اور بہن حقیقی ہیں اس نے اپنی چاروں دختر کی اولاد ذکور و اناث کو کل مال ہبہ کر دیا اور بھائی بہن کو کچھ نہیں دیا پس شرعاً ہبہ مذکورہ بموجب مذہب حنفی اور قرآن وحدیث کے جائز رہا یا نہیں بینوا توجروا

الجواب- درصورت مرقومہ معلوم کرنا چاہیے کہ ہندہ مذکورہ نے جو اپنی اولاد کی اولاد کے نام کیا اس میں سراسر حق تلفی بھائی بہن کی پائی گئی سو بموجب مذہب حنفی کے یہ ہبہ صحیح رہا مگر قرآن اور صحیح حدیث کے مخالف ہوا کیونکہ قرآن سے عموماً وخصوصاً نہی ضرر کی ثابت ہے علے ہذا القیاس حدیث سے بھی نہی ضرر کی عموماً وخصوصاً پائی جاتی ہے جیسا کہ کتب معتبرہ سے ظاہر ہے حدثنا عبد اللہ بن خالد النمیری ابو المغلس حدثنا فضیل بن سلیمان حدثنا موسی بن عقبۃ حدثنا اسحق بن یحیی بن الولید

عن عبادۃ بن الصامت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضی ان لا ضرر ولا ضرار۔ حدثنا محمد بن یحیی ثنا عبد الرزاق انبانا معمر عن جابر الجعفی عن عکرمۃ عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا ضرر ولا ضرار کذا فی سنن ابن ماجہ قال ابن کثیر اما حدیث لا ضرر ولا ضرار فرواہ ابن ماجہ عن عبادۃ بن الصامت وروی من حدیث ابن عباس وابی سعید الخدری وہو حدیث مشہور انتہی وحدیث عبادۃ اخرجہ ایضا البیہقی وحدیث ابی سعید اخرجہ ابن ماجہ والدارقطنی والحاکم والبیہقی وقد رواہ من حدیث ثعلبۃ ابن مالک القرظی الطبرانی فی الکبیر وابو نعیم کذا فی الروضۃ الندیۃ اور علمائے حنفیہ ایسے ہبہ کو جس مین بعض ورثہ کی حق تلفی پائی جاتی ہے اگرچہ جائز کہتے ہین مگر ایسے ہبہ کرنیکو گناہ اور ایسے ہبہ کرنے والیکو گنہگار بتاتے ہین اور بعض مذہب مین ایسا ہبہ رد کر دیا جاویگا اور ہر وارث کو بقدر اُس کی میراث کے دیدیا جاوے گا۔ در مختار مین ہے۔ ولو وہب فی صحتہ کل المال للولد جاز واثم انتہی۔ اور طحطاوی مین ہے قولہ کل المال للولد ای وحرمان لبقیۃ الورثۃ قولہ جاز ای صح لا ینقض وفی بعض المذاہب یرد علیہ قصدہ ویجعل متروکہ میراثا لکل الورثۃ انتہی۔ واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ السید شریف حسین عفی عنہ ؎

سید محمد نذیر حسین	سید محمد شریف حسین

سلہ وقال صحیح الاسناد ولم یخرجاہ کذا فی نصب الرایۃ ۱۲ ابو سعید محمد شرف الدین عفی عنہ مصحح۔

کتاب الشروط

سوال- کیا فرماتے ہین علمائے دین اِس مسئلہ مین کہ ایک شخص نے چند بیگھہ زمین بلا منافع ایک شخص کو اس شرط پر دی تھی کہ اگر تم اپنے بھائی برادری کو جو کہ بد دین ہین چھوڑ دو اور مع اپنے اہل و عیال کے دین پر ثابت قدم اور مضبوط رہو جبتک تم اس شرط مذکور پر قائم رہوگے زمین بلا منافع ہے۔ ابتک شخص مذکور ویسا ہی ہے جیسا کہ پہلے تھا یعنی شرط کو بجا نہین لایا ایسی صورت مین صاحب دہندہ اپنی زمین کو واپس کر سکتا ہے یا نہین دلائل قرآن و حدیث سے ہونے چاہیئے بینوا توجروا۔

الجواب- جب شخص مذکور شرط بجا نہین لایا تو بیشک صاحب دہندہ اپنی زمین کو واپس کر سکتا ہے قرآن مجید مین حضرت موسی اور خضر علیہما السلام کے قصہ مین یہ مذکور ہے کہ موسے علیہ السلام نے خضر علیہ السلام سے یہ شرط کی تھی کہ اگر اس کے بعد آپ سے مین کچھ پوچھون تو آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھنا جب موسی علیہ السلام اپنی اس شرط کو بجا نہین لائے تو خضر علیہ السلام نے ان کو جواب دیدیا اور فرمایا ہذا فراق بینی و بینک یعنی اب میرے اور تیرے درمیان جدائی ہے صحیح بخاری مین ہے باب الشروط مع الناس بالقول حافظ ابن حجر اس کی شرح مین لکھتے ہین اشارة الی قولہ ان سألتک عن شئ بعدہا فلا تصاحبنی والتزام موسے بذلک ولم یکتبا ذلک ولم یشہدا احدا وفیہ العمل بمقتضی مادل علیہ الشرط فان الخضر قال لموسے لما اخلف الشرط ہذا فراق بینی و بینک ولم ینکر موسے علیہ السلام ذلک انتہے واللہ اعلم بالصواب حررہ علی محمد۔

سید محمد نذیر حسین

مسئلہ- اگر شرط حرام اور خلاف شرع نہ ہو تو اس شرط کو وفا کرنا مرد مسلم دیندار کو ضرور ہے جیسا کہ حدیث بخاری و مسلم سے مستفاد ہوتا ہے عن عقبة بن عامر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احق الشروط ان توفوا بہ فرمود آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کہ سزاوار ترین شرطہا کہ باید کہ وفا کنید شما بان شرط ما استحللتم بہ الفروج شرطیست کہ حلال کردہ اید شما بآن شرط فرجہا را و تصرف کردہ اید دران تصرف خاص و مراد بآن شرط مہر یا ہر حقے کہ مستحق است آن را زن د شوہ

کتاب الوقف

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ مثلاً زید کے قبضہ مین زمین ہو اور کسی نے زید پر دعوے کیا کہ یہ زمین جو تیرے قبضہ مین ہے وقفی ہے اور سند مین ایک ایسا کاغذ پیش کیا کہ جس پر تصدیق کسی حاکم کی نہین ہے اور گواہان حاشیہ مین سے کوئی باقی نہین ہے اور اُس کاغذ مین لکھا ہے کہ یہ زمین مذکور وقفی ہے اور حاکم سے بذریعہ اس کاغذ کے چاہا کہ یہ زمین وقفی قرار دیجاوے اور زید کی ملک سے نکال لیجاوے تو آیا حاکم کو شرعاً اُس زمین مذکور کو وقفی قرار دیکر زید کی ملک سے نکال لینا پہنچتا ہے یا نہین +

الجواب۔ صورت مسئول عنہا مین زمین مذکور کا غذ مذکور سے کہ جس مین لکھا ہوا ہے کہ یہ زمین وقفی ہے شرعاً وقفی ہونا ثابت نہین ہوتا بنا بران حاکم کو شرعاً زمین مذکور وقفی قرار دیکر زید سے نکال لینا نہین پہنچتا جبتک وقف کرنیوالا خود اقرار نہ کرے کہ یہ کاغذ میرا لکھا ہوا ہے یا گواہان عادل سے ثابت ہو کہ کاغذ مذکور وقف کرنیوالے کا لکھا ہوا ہے چنانچہ درمختار مین مرقوم ہے۔

ذکر فی الخانیۃ والاسعاف ادعی رجل علی رجل فی یدہ ضیعۃ انہا وقف واحضر صکا فیہ خطوط العدول والقضاۃ الماضیین وطلب من القاضی القضاء بذلک الصک قالو الیس للقاضی ذلک لان القاضی انما یقضی بالحجۃ والحجۃ انما ہی البینۃ او الاقرار اما الصک فلا یصلح الحجۃ لان الخط یشبہ الخط وما ذکرناہ عن الخانیۃ محلہ ما اذا لم یکن للصک وجود فی سجل القضاۃ اما لو وجد فیہ فانہ یعمل بہ انتہی ملخصا۔ ترجمہ۔ اس روایت کا یہ ہے کہ خانیہ اور اسعاف مین مذکور ہے کہ کسی آدمی کے قبضہ مین زمین ہے اور دوسرے شخص نے اُسپر دعوے کیا کہ یہ زمین وقفی ہے اور ایسا کاغذ کہ جس مین نوشتہ اشخاص عادل اور قاضی امام گذشتہ کا تھا پیش کیا اور بذریعہ اس کاغذ کے چاہا کہ یہ زمین مندرجہ کاغذ وقف قرار دیجاوے تو حاکم کو مناسب نہین ہے کہ زمین مذکور کو وقف قرار دیدے کیونکہ حاکم تو حکم حجت پر کرتا ہے اور حجت اصل مین گواہ معتبر یا اقرار ہے اور کاغذ تو کسی طرح صلاحیت حجت ہونیکی نہین رکھتا اس وجہ سے کہ خط مشابہ دوسرے خط کے بھی ہوتا ہے پس خط پر کیسے اعتماد کر لیا جاوے اور وہ کہ خانیہ سے ذکر کیا کہ کاغذ پر عمل نہ کیا جاوے گا یہ اُس صورت مین ہے

کہ اس کی نقل اور وجود دفتر قاضی مین نہ ہو اور اگر دفتر قاضی مین اس کا وجود ہو تو اس پر عمل کیا جاوے گا۔
فقط واللہ سبحانہ اعلم وعلمہ اتم۔
بیشک اِس زمین کا وقفی ہونا محض اس کاغذ سے تا وقتیکہ اس کی کوئی اصل رجسٹر سرکار
مین نہ ہو ثابت نہین ہوتا قال العلامۃ الشامی فی رد المختار والعرف الان ما کتب فی الواقعۃ و بقی
عند القاضی ولیس علیہ خطہ والحجۃ ما علیہ علامۃ القاضی اعلاہ وخط الشاہدین اسفلہ واعطی الخصم محضرا
وانما یطلبہ لان الدیوان وضع لیکون حجۃ عند الحاجۃ فیجعل فی ید من لہ ولایۃ القضاء وما فی ید الخصم لا
یومن علیہ التغییر بزیادۃ ونقصان انتہی۔ امانت اللہ۔ سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ زید نے ایک قطعہ اراضی زرعی جس مین ایک مسجد
بھی قدیم دکہنہ غیر آباد موجود ہے واسطے گورستان کے خریدی اور چند قبرین بھی اس نے اپنے خاندان کی
اس مین بنائین لیکن کچھ زمانہ کے بعد سرکار سے زمین مذکورہ مین مردون کا دفن کرنا حکما موقوف ہوگیا
اور وہ اراضی عرصہ سے محض بیکار پڑی ہے جبکہ زید کا انتقال ہوگیا تو اس کے جائز ورثہ چاہتے
ہین کہ اراضی مذکورہ کو باستثنائے مسجد وقبور کے باقی افتادہ زمین کو بیع کر کے ایک ایسے دیگر
شہر مین کہ جہان کے مسلمانون کو واسطے زمین گورستان زرچندہ کی خواہش ہے زرثمن زمین
مذکورہ کا بھیجدیا جاوے تاکہ دوسرے مسلمانون کے گورستان مین روپیہ زمین مذکورہ کا
لگ جاوے۔ آیا عند الشرع شریف بیع زمین گورستان مذکورہ کی جائز ہے یا نہین
بینوا توجروا +

الجواب۔ جب سرکار سے زمین مذکورہ بالا مین مردون کا دفن کرنا موقوف وممنوع ہوگیا اور
زمین بیکار ہوگئی تو اس کو بیع کر کے اس کا زرثمن دوسرے شہر مین جہان کے مسلمانون کو واسطے
زمین گورستان کے زرچندہ کی حاجت ہے بھیجدیا جاوے درست وروا ہے کہ قربت واحد
ہے۔ خصوصا نزدیک امام محمد کے ولو خرب ما حولہ واستغنی عنہ یبقی مسجدا عند الامام والثانی وبہ
یفتی عاد الی الملک ای ملک البانی او ورثتہ عند محمد وعن الثانی ینقل الی مسجد آخر باذن القاضی
کذا فی تنویر الابصار والدر المختار حررہ العاجز السید محمد نذیر حسین سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ ایک شخص نے ایک
باغ کو وقف کیا اور اس کے لئے چند آدمیون کو متولی مقرر کر دیا۔ اب اس کے متولی لوگ اس کا
حساب وکتاب ٹھیک نہین رکھتے اور اس کی آمدنی کو بخوبی نہین سمجھاتے پس اب واقف کو
یہ اختیار حاصل ہے یا نہین کہ ان متولیون کو معزول کر کے خود اپنے آپ کو یا اپنے بھائی کو
متولی مقرر کرے تو یہ جائز ہوگا یا نہین +

الجواب - واقف نے ان متولیوں کے مقرر کرنیکے وقت اگر ماہ بماہ یا سال بسال وغیرہ ازمنہ کے حساب فہمی کی شرط لگائی تھی تو یہ حساب دہی اُن متولیوں پر واجب ہے لان شرط الواقف کنص الشارع فیجب اتباعہ کما صرح بہ فی شرح المجمع للمصنف ہکذا فی رد المحتار علی الدر المختار وفیہ ایضا شرائط الواقف معتبرة اذا لم تخالف الشرع وہو مالک فلہ ان یجعل مالہ حیث شاء مالم یکن معصیة انتہی اور اگر شرط نہیں لگائی ہے تو بھی متولیوں کو لازم تھا کہ اپنی امانت داری و دیانت داری ثابت رکھنے کیلئے اور اپنے کو تہمت خیانت سے بچانیکے لئے بموجب اتقوا من مواضع التہم ٹھیک ٹھیک حساب دیتے رہتے تاکہ مال موقوفہ کے مصرف کا پورا پتہ چلتا اور واقف کو اطمینان ہوتا رہتا اور اس کے دل میں خطرہ و شبہ خیانت نہ پیدا ہوتا لیکن جب شبہ خیانت پایا گیا تو محاسبہ لازم ہوا در مختار میں لکھا ہے لا تلزم المحاسبة فی کل عام ویکتفی القاضی منہ بالاجمال لو معروفا بالامانة ولو متہما یجبرہ علی التعیین شیئا فشیئا انتہی پس اب اپنے اطمینان کیلئے واقف کو اختیار ہے کہ ان متولیوں کو معزول کر کے اپنے کو یا اپنے کسی دوسرے بھائی کو متولی مقرر کرے در مختار میں ہے للواقف عزل الناظر مطلقا بہ یفتی اور اسی میں ہے جعل الواقف الولایة لنفسہ جاز بالاجماع انتہی اور اسی میں یہ بھی ہے وما دام یصلح احد للتولیة من اقارب الواقف لا یجعل المتولی من الاجانب لانہ اشفق ومن قصدہ نسبة الوقف الیہم انتہی وہکذا فی عامة الکتب - واللہ اعلم بالصواب - کتبہ العبد الضعیف الراجی الی اللہ ابو محمد عبد اللہ غفرلہ ۱۴ محرم ۱۳۱۳ ہجری -

الجواب صحیح زاہد حسین عفی عنہ - سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کے اجداد کو زمانہ شاہی میں اس غرض سے سلاطین اسلام نے معافی دی کہ اس سے خرچ مسجد و صرف خوراک طلبا و افطاری ماہ رمضان المبارک ہوا کرے و نیز متولیان اپنے و اپنے عیال و اطفال و غربا کے خورد و نوش کے بھی کفیل رہیں چنانچہ اسی طرح پر عملدرآمد ہوتا رہا۔ جب زید متولی ہوا تو اس نے اسراف و فضول کر کے اس جائداد کو زیر بار قرضہ کا کر کے رہن کر دیا۔ پس فعل زید کا ایسی جائداد کی نسبت جو اغراض مذکورہ بالا کیواسطے دی گئی تھی کیا اثر رکھے گا اور ایسی جائداد وقف قرار پاویگی یا نہیں۔ جواب عنایت فرمایئے ثواب خدا سے پایئے فقط۔

الجواب - ہو المصوب صورت مسئولہ میں جائداد مذکور وقف قرار پائیگی اور زید یا تو معزول کردیا جاوے یا اس کے ساتھ ایک اور دوسرا شخص امین مقرر کردیا جاوے عالمگیریہ میں ہے متولی الوقف لو باع شیئا منہ او رہن فہو خیانة فینعزل او یضم الیہ ثقة اور رد المحتار میں ہے اذا کان للوقف متول من جہة الواقف او من جہة غیرہ من القضاة لا یملک القاضی نصب

متول آخر بلا سبب موجب لذلک وہو ظہور خیانۃ واللہ اعلم بالصواب۔ سید محمد نذیر حسین

سوال - شرعاً متولی اوقاف جائداد موقوفہ کو بنظر اصلاح اس جائداد کے یا بنظر اصلاح اُس شئے جس پر یہ جائداد وقف کی گئی ہے رہن کر سکتا ہے یا نہیں۔ متولی محاصل وقف سے باختیار خود یا باجازت وقف کنندگان کسی قدر اپنے مصارف کیلئے سالانہ یا ماہواری لے سکتا ہے یا نہیں۔ اصلاح وقف کی تدابیر نکالنے مین صرف اہل محلہ ہی شرعاً مجاز ہین یا اور بقیہ اہل اسلام بھی اسکے مجاز ہین اگر جملہ اہل اسلام کو بہبودی اوقاف مین رائے زنی کا اختیار رہے تو شرعاً عماداہل اسلام کی رائے قابل اعتماد اور لائق استناد ہے۔ یا رائے عوام بینوا توجروا ؛

الجواب - واضح ہو کہ مضمون سوال ونیز بیان سائل سے ظاہر ہوا کہ دکاکین متعلقہ مسجد کو بانی رہن رکھ کر مرگیا پھر کوئی صورت اس کے انفکاک وخلاص کی ظہور مین نہ آئی۔ اس بات کو عرصہ سال ہا سال کا گذر گیا اور میعاد رہن کی موافق قوانین سرکار حال منقضی ہونے لگی اس مین خوف تلف دکاکین کا پایا گیا اور امداد اہل اسلام ونیز بانی کی اولاد نہین پائی گئی۔ اس اثنار مین بخوف تلف متولی مسجد و دکاکین نے موافق قاعدہ الضرورات تبیح المحظورات کے دکاکین موقوفہ کی رہائی کیواسطے دوسرے شخص کے پاس بعض دکاکین کو رہن رکھ کر تمام روپیہ مرتہن اول کا ادا کر دیا اور مرتہن ثانی کے لئے ماہوار قسط مقرر کر دی کہ اس مین روپیہ اس کا ادا ہو جاوے تو اس صورت مین واسطے اصلاح والقار دکاکین موقوفہ کے متولی کا رہن رکھنا جائز ہے البتہ اتلاف کی صورت مین رہن رکھنا ناجائز ہے سو وہ یہ صورت نہین ہے دکذا الفتی بکل ما ہو انفع للوقف فیما اختلف العلماء فیہ حاوی القدسی کذا فی تنویر الابصار والدر المختار۔ متولی موافق عمل اور مزدوری اپنی کے اجرت لے سکتا ہے زائد کا مستحق نہین ہے۔ ومر ایضاً ان للمتولی اجر مثل عملہ فتنبہ انتہے ما فی الدر المختار وغیرہ۔ مسجد کے نمازی وغیرہ کو وقف کی اصلاح وغیرہ مین کسی طرح کا اختیار و مجاز حاصل نہین ہے لیس لاہل المسجد التولیۃ کذا فی السراجیۃ وغیرہا اس سے معلوم ہوا کہ جب اہل مسجد کو اس کی اصلاح وغیرہ کی تولیۃ حاصل نہین تو غیر اہل مسجد کو بدرجہ اولے اختیار حاصل نہین ہٰکذا فی المعتبرات واللہ اعلم بالصواب حررہ السید شریف حسین عفی عنہ ؛

سید محمد نذیر حسین محمد عبد الحمید ۱۲۹۳	ز شرف سید کونین شد شریف حسین	سید حامد علی ۱۳۰۲

سوال - زید نے اپنے ثبات ہوش وعقل وحواس مین ایک وصیت نامہ لکھا اور اس وصیت نامہ مین اپنی جائداد مین سے ایک مکان واسطے صرف مسجد کے باین شرط کہ نصف آمدنی مرمت مکان مین ونصف آمدنی صرف مسجد مین لکھا بعد لکھنے وصیت نامہ کے زید مذکور نے تمام

اہل محلہ کے روبرو اس مکان کو وقف کر دیا اور حوالہ متولی کر کے قبضہ اپنا اس سے اٹھالیا اور سات برس سے جس قدر آمدنی آئی متولی مسجد پر صرف کرتا رہا بعد اس کے زید فوت ہوگیا اب یہ مکان وقف شدہ ورثا کو ملیگا یا بموجب وصیت نامہ کے حکم جاری ہوگا یا وقف تصور کیا جاویگا۔ فقط۔

الجواب۔ درصورت مرقومہ معلوم کرنا چاہئے جبکہ زید مذکور نے بعد لکھنے وصیت نامہ کے کل مکان اپنے کو وقف کر دیا تو اس صورت مین وقف صحیح رہا اور وصیت باطل ہوگئی پس دعوی ورثا زید کا نسبت مکان مذکور کے لغو و ناجائز ہے اگر وہ کرین جیساکہ اس حدیث بخاری سے ثابت ہوتا ہے عن ابن عمر رض قال اصاب عمر ارضا بخیبر فاتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یستامرہ فیہا فقال یا رسول اللہ انی اصبت ارضا بخیبر لم اصب مالا قط ہو انفس عندی منہ فقال ان شئت حبست اصلہا وتصدقت بہا قال فتصدق بہا عمر وغیر تنویر الابصار و درمختار سے مستفاد ہے فاذا تم ولزم لا یملک ولا یعار ولا یرہن فلا یجوز لہ ابطالہ ولا یورث عنہ وعلیہ الفتوی ابن الکمال وابن الشحنۃ کذا فی تنویر الابصار والدر المختار وغیرہما من کتب الفقہ واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ سید شریف حسین عفی عنہ۔

سید محمد نذیر حسین

مسئلہ۔ ہر ہوشمند عاقبت اندیش پر مخفی نہین کہ شئے وقفی خصوصاً مسجد کا بیع یا نیلام یا اسمار کرنا بخاطر کسی اہل ہنود کے مندر یا شوالہ مین ملانیکے واسطے دینا ہرگز درست و روا نہین خواہ اس مین خود واقف قصد کرے یا حاکم وقت ارادہ ان امور مذکورہ کا کرے ہرگز جائز نہین جو شخص اقدام اس باب مین کریگا گنہ گار ہوگا۔ کیونکہ پرستش گاہ مین تصرف مالکانہ کرنا کسی ادیان مین درست نہین اور حکم شئے وقفی کا مثل حر کے ہے یعنی جیسے حر قبضہ غلام ہونیکی صلاحیت نہین رکھتا ویسا ہی شئے وقف بعد وقف کے ملک ہونا نہین قبول کرتا فان الوقف بعد الصحۃ لا یقبل الملک کالحر لا یقبل الرقیۃ کذا فی شرح الوقایۃ وغیرہا الوقف لا یباع ولا یوہب ولا یورث کذا فی الفتاوی العالمگیریۃ والدر المختار وغیرہما من کتب الفقہ واللہ اعلم۔ حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ۔

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ اگر کسی واقف نے یہ وصیت کی ہو کہ آمدنی فلان مکان موقوف یا فلان دکان موقوف کی فلان مسجد کے مصرف مین خرچ ہوتی رہے تو کیا کسی وارث واقف یا حاکم یا متولی کو جائز ہے کہ اس مکان یا دکان موقوف کی آمدنی کسی دوسری مسجد کے مصرف مین صرف کرے۔ بینوا توجروا۔

الجواب۔ ہرگاہ نص صریح واقف کی طرف سے یہ پائی گئی کہ فلان مکان موقوف یا فلان دکان موقوف کی آمدنی فلان مسجد کے مصرف مین خرچ ہوتی رہے تو بعد ازان کسی وارث

واقف یا حاکم یا متولی کو روا نہین کہ آمدنی اس مکان موقوف یا دکان موقوف کی کسی دوسری مسجد کے مصرف مین صرف کرے شرط الواقف یجب اتباعہ لقولہم شرط الواقف کنص الشارع کذا فی الاشباہ والقنیۃ والدر المختار وغیرہا من کتب الفقہ۔ وان اختلف احدہما بان بنی رجلان مسجدین اورجل مسجدا ومدرسۃ ووقف علیہما اوقافا لایجوزلہ ذلک کذا فی الدر المختار۔ یعنی اگر مختلف ہو اس طرح پر کہ دو شخصون نے دو مسجدین بنائین یا ایک شخص نے مسجد اور مدرسہ بنایا اور دونون پر اوقاف وقف کئے تو حاکم کو یہ جائز نہین کہ ایک کا محصول دوسرے پر صرف کرے پھر جو کوئی خلاف نص موصی واقف کے کرے گا وہ وعید مین اس آیت کریمہ کے فمن بدلہ بعد ما سمعہ فانما اثمہ علی الذین یبدلونہ داخل ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب +

سید محمد نذیر حسین

مسئلہ - دعوی زید باقامت بینۂ وگذاردن دو گواہ عدل بر ثبوت وقف قدیمے زمین مقبول ومسموع خواہد بود وثبوت وقف آن قطعہ بلاریب شود وبیع دران قطعہ ثابت نخواہد شد ان کل وقف[1] ہو حق اللہ تعالی فالشہادۃ علیہ صحیحۃ بدون الدعوی وکل وقف[2] ہو حق العباد فالشہادۃ علیہ لاتصح بدون الدعوی کذا فی الذخیرۃ۔ وزیادہ برین این است کہ اگر قطعہ زمین را باظہار ملکیت خود فروختہ باشد بعد ازان گوید کہ من وقف کردہ بودم این را وبینہ بر وقف قائم نمودہ پس بینہ او معتبر شود ووقف بدان بینہ ثابت خواہد بود من باع ارضا ثم قال کنت وقفتہا اوقال ہی وقف علی ان لم یقم بینۃ علی ذلک واراد تحلیف المدعی علیہ لیس لہ ذلک لان سبق الدعوی الصحیحۃ شرط التحلیف وقد انعدم لمکان التناقض منہ وان اقام البینۃ فالمختار انہا تسمع لان الدعوی ان بطلت للتناقض بقیت الشہادۃ وہی مقبولۃ علی الوقف من غیر دعوے کذا فی الغیاثیۃ ومتے قبلت ینقض البیع کذا فی الواقعات الحسامیۃ ہکذا فی الہندیۃ وغیرہا من کتب الفقہ واللہ اعلم۔ حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ +

سید محمد نذیر حسین

سوال - وقف بالوکالت اس طرح پر جائز ہے کہ ایک شخص یہ کہے کہ مجھکو اپنی جائداد وقف کرنی منظور ہے لہذا مین نے زید کو واسطے تحریر دستاویز وقف کے مختار کیا اور نسبت نامزد کرنے متولی کے کچھ اختیار نہین دیا اور مختار نے واقف کی طرف سے یعنی واقف کے اقرار سے ایک دستاویز وقف نامہ تحریر کر کے واقف کے دستخط اپنے قلم سے کر کے اپنے اقرار سے رجسٹری کرا دی درحقیقت شرعا یہ وقف عمل مین آیا یا نہین اور جائز ہے یا نہین +

---

[1] کالمسجد وغیرہ ۱۲ [2] کالمدرسۃ وغیرہا ۱۲

الجواب- اس طرح پر کہنا کہ مجھ کو اپنی جائداد وقف کرنی منظور ہے لہذا زید کو واسطے تحریر دستاویز وقف کے مختار کیا الی آخرہ موجب ثبوت وقف کا نہین ہو سکتا کیونکہ واقف نے اپنی زبان سے رکن وقف کو بیان نہین کیا اور جبتک رکن شئے کا نہین مذکور ہو تب تک اس شئے کا ثبوت نہین ہو سکتا ورکنہ الخاصۃ کارضی ہذہ صدقۃ موبدۃ علے المساکین ونحوہ کذا فی تنویر الابصار والدر المختار والفتاوی العالمگیریۃ وغیرہا من کتب الفقہ- اور واقف کا یہ کہنا کہ مجھ کو اپنی جائداد وقف کرنی منظور ہے بطور اخبار کے آیندہ پر ہے نہ انشاء وقف کرنیکا بالفعل- پس اس صورت مین ثبوت وقف و اعتبار تحریر وقف نامہ کا ہرگز نہین ہو سکتا- واللہ اعلم بالصواب +

سید محمد نذیر حسین

سوال- کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ زید صاحب جائداد و اولاد چاہتا ہے کہ بعد فوت ہونے میرے کے وارثان شرعی اس کی جائداد کو باہم تقسیم اور منتقل اور تلف نہ کرین اس واسطے وہ وصیت کیا چاہتا ہے انہین وارثان شرعی کو اور در صورت اندیشہ انکار و عدم تعمیل ان کے دیگر اشخاص غیر کو اس مضمون سے کہ بعد میرے وارثان شرعی اس جائداد کو ضائع اور تلف نہ کر سکین- بلکہ اس کی آمدنی کرایہ وغیرہ سے بقدر حصص شرعی ہر وارث اپنا حصہ لیکر گذارہ کرتا رہے اور جائداد بحالہ قائم اور محفوظ انتقال اور تقسیم وغیرہ سے رہے آیا ایسی وصیت برضامندی وارثان شرعی یا بلا رضامندی ان کے بدون وقف کرنے جائداد کے نسبت حفظ جائداد کے شرعاً جائز ہے یا نہین اور وارثان مذکور شرعاً ممنوع التصرف انتقالات جائداد سے ہو سکتے ہین یا نہین اگر نہین ہو سکتے تو در صورت وقف کرنے جائداد کے وارثان مذکور آمدنی جائداد موقوفہ سے بقدر حصص شرعی خود متمتع ہو سکتے ہین یا نہین یعنی موصی جائداد کو بہ نیت حفظ جائداد اور بقا اس کی کے وقف کر دے اور آمدنی نقدی جائداد کو اوپر وارثان کے بقدر حصص شرعی منقسم کر دے تو یہ طریق شرعاً بھی جائز ہے یا نہین اور اگر یہ دونون صورتین شرعاً جائز نہین ہین تو وہ کونسی صورت ہے کہ جس سے جائداد محفوظ رہے اور محاصل اس کا وارثان مین تقسیم ہوتا رہے- بینوا توجروا +

الجواب- در صورت مرقومہ سائل نے سوال مذکور مین جو دو صورتین ایک وصیت دوسری وقف واسطے امتناع تصرف وارثان خود و عدم انتقال جائداد تحریر کی ہین اور استفسار کیا ہے کہ ان دونون صورتون مین کونسی ایسی جائز صورت ہے کہ جس سے جائداد منتقل نہ ہونے پائے اور اس کی آمدنی سے وارثان بقدر حصص خود اپنا اپنا حصہ بھی پاتے رہین پس واضح ہو کہ ان دونون صورتون مین صورت وقف موافق مدعا سائل ہے اور جائز بھی ہے اس صورت مین بلا شک جائداد انتقال سے محفوظ رہیگی اور محاصل اس کا وارثان مین تقسیم ہوتا رہے گا اور یہ بات وصیت

ین حاصل نہین۔ واللہ تعالےٰ اعلم بالصواب۔ حررہ السید شریف حسین عفی عنہ +

سید محمد نذیر حسین	ز شرف سید کونین شد شریف حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین اس صورت مین کہ زید نے اپنے جیتے جی اپنے آپ کو متولی ٹھیراکر اپنی جائداد منقولہ وغیر منقولہ کو بشرط ان شرائط مفصلہ ذیل کے وقف کیا۔ اول یہ کہ نفع فلان موضع کا ہمیشہ مصارف وارد وصادر و مرمت چاہ و پل مین رہے۔ دوسرے یہ کہ فلان فلان موضع کا نفع فلان فلان شخص اور ان کی اولاد در اولاد دیا وے۔ تیسرے یہ کہ ہر شخص اپنے حصہ کے موافق متولی رہے۔ اور چاہین تو سب متفق ہوکر ایک کو متولی کردین چوتھے یہ کہ موقوف علیہم کو ہبہ یا بیع یا کسی طرح کا انتقال کرنیکا اختیار نہین ہان بصورت مناسب باخذ ضمانت پانچسالہ ٹھیکہ دین۔ پانچوین یہ کہ اندرونی گھر جس کے قبضہ مین ہے وہ اسی کے پاس رہے بیرونی گھر شراکت مین رہے فقط اب یہ استفسار ہے کہ حسب مذہب حنفی کے وقف مین یہ شرائط صحیح ہین یا نہین۔

الجواب۔ کتب فقہ حنفی مین لکھا ہے کہ شرط واقف کی نص شارع کی طرح واجب العمل ہے چنانچہ اشباہ مین ہے شرط الواقف یجب اتباعہ لقولہم شرط الواقف کنص الشارع ای فی وجوب العمل۔ ہان آٹھ مسئلون کو فقہا نے اس حکم مین سے الگ کیا ہے سو سوائے چوتھی شرط مندرجہ سوال کی شرائط مندرجہ سوال مین سے اور کوئی شرط ان الگ کئے ہوئے مسائل .... مین سے نہین ہے البتہ صرف چوتھی شرط مین بصورت مصلحت قاضی کو استبدال پہنچتا ہے۔ کمافی الاشباہ السابعۃ شرط الواقف عدم الاستبدال فللقاضی الاستبدال اذا کان اصلح۔ محصل کلام یہ ہے کہ بر تقدیر شرائط مذکورہ کی صحت وقف مین کچھ کلام شرعی نہین فقط

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ کسی بادشاہ نے زید کو دیہہ یا اراضی دیہہ وغیرہ بقید لفظ التمغا مدد معاش با فرزندان زید بلا قید اسامی نسلاً بعد نسل عطا کیا ہو اور اس پر فرزندان زید کا عملدرآمد روز عطائے سلطانی سے بموجب آئین وتجویز و اذن سلطان موصوف کے ایک مدت مدید تخمیناً دو ڈھائی سو برس تک دستور العمل جاری رہا ہو اور قواعد میراث اور فرائض مثل حجب ارث سوانع ارث وغیرہ جاری کبھی نہین ہوئے ہون۔ اور اب کوئی شخص فرزندان زید سے برخلاف اس عملدرآمد قدیم کے اجرائے قواعد میراث شرعی کا چاہے اور پہلے بذریعہ تحریر اقرارنامہ مہری خود عملدرآمد قدیم پر عمل کرچکا ہو اور باقی فرزندان زید عملدرآمد قدیم کو تسلیم کرین اور برخلاف عملدرآمد قدیم کے اجرائے قواعد میراث شرعی کا نہ چاہین تو بموجب احکام شرع شریف کے دیہہ عطیہ سلطانی مین کہ جو بصفت بالا موصوف ہے

فرائض جاری ہوگی یا عملدرآمد قدیم جاری رہیگا بینوا توجروا۔

الجواب - ارباب شریعت غرا پر مخفی نہین کہ حکم التمغا وعطیہ مدد معاش دوامی نسلاً بعد نسل مانند حکم وقف کے ہی ہیں جیسے وقف مین ترکہ اور قسمت شرعی جاری نہین ہوتی اسی طرح مدد معاش مین تقسیم بطور فرائض شرعی کے جاری نہین ہوسکتی کیونکہ غرض اور نیت عطا کرنیوالے کی عطاء مدد معاش مین پرورش ہر کس ذکور واناث مین سے موافق حاجت ہر شخص کے ہوتی ہے اور یہ غرض مہام شرعی مین نہین پائی جاتی پس خواہ مخواہ حکم اسکا حکم وقف کا سا ہوگا الامور بمقاصدہا کذا فی الاشباہ والنظائر وغیرہ من کتب الفقہ۔ لہذا علمائے کرام سابقین نے تنصیص کی ہے کہ در مدد معاش عطاء سلطانی فرائض جاری نہیتود کذا فی رسالۃ التمغا للعلامۃ الجھانیسری۔ اور دلیل قاطع اور برہان ساطع اسپر خالصہ بنی نضیر و فدک وغیرہ کا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لانورث ما ترکنا صدقۃ الحدیث رواہ البخاری ومسلم وغیرہما پھر باوصف اسکے تصریح وتنصیص سلطان معطی کے اور شدآمد اور دستور العمل وڈہائی سو برس سے چلاآیا درمیان اولاد جداعلے کے اور تعامل وتعارف بلاقسمت شرعی حسب الحکم فرمان سلطانی نیز جاری رہا بعد ازان خلاف اس کے مقبول نہ ہوگا لان شرط الواقف کنص الشارع والمعروف کالمشروط کذا فی الدرالمختار والاشباہ وغیرہما من کتب الفقہ۔ پس بموجب تجویز وشرائط واذن سلاطین موصوفین پیشین کے حسب عطیہ دیہہ مرقومہ بالامین عملدرآمد قدیمانہ جاری رہیگا اور قول ایک شخص کا اولاد زید موصوف سے برخلاف عملدرآمد قدیم کے مقبول اور مسموع نہ ہوگا خصوصاً جبکہ وہ بذات خود عملدرآمد کرچکا بطریق اوسے قول اس کا ثانی الحال مین باطل ہوگا۔ کما لایخفی علی العالم الماہر بالشریعۃ الغراء واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ سید شریف حسین عفی عنہ۔

سید محمد نذیر حسین

سوال - اندرین مسئلہ کہ موضع عطائے سلطانی بلفظ التمغا مدد معاش فرزندان نسلاً بعد نسل باولاد مورث یعنی موہوب لہ بمنظوری نواب گورنر جنرل بہادر بابطال ہبہ وبیع حصص ہائے موہوبہ ویافتہ باذن اولادبپسر سے حصہ خود بعد ممات پدر خود ونیز عملدرآمد تمامی اولاد موہوب لہ بہمین قاعدہ کہ روبروئے حیات زید ولد یا ولد ولد زید کدامی حصہ از عطائے مسطورہ ہیچ نیابد از عرصہ دونیم صد ۲۵۰ سال جاری وساری است وقاعدہ مدد معاش واہب اول روبروئے عمل درآمد وچلن وروبہ خاندان موہوب لہ از مرور مدت مذکور نیست ونابود گردیدہ الحال وقت حیات زید فرزند فرزند متوفی دعوی کدامی قدر حصہ

از موضع موہوبہ مجددبہ بیان مدد معاش بمفقود العمل درآمد بر زید میکند درست است یا نه واگر بر تقدیر زید مذکور بر رعایت پرورش پسر فرزند متوفی را قدرے ماہوار تا حیات خود و بعد ممات دادن حصہ برابر فرزندان با وجود موجود بودن دین ذمہ خود مندرج اقرارنامہ موسومہ پسر مذکور تحریر کردہ باشد بصورت یافتگی حصہ مذکور پسر را ادائے دین ذمگی جد یعنی زید مذکور میرسد یا نمیرسد بینوا توجروا +

الجواب۔ درصورت مرقومہ ہرگاہ حکم نواب گورنر جنرل بہادر در ابطال ہبہ و بیع حصہ ہائے موہوبہ دیافتہ ہندان اول دپسری بعد ممات پدر خود نافذ شد و نیز عملدرآمد تمامی اولاد موہوب لہ چنانکہ در سوال مذکور است از مدت دو نیم صد سال جاری و ساری است پس ازان انحراف جائز نخواہد بود۔

لان تصرف الامام والحاکم فیما یریٰ المصلحۃ فیہ نافذ یجب الاتباع فیہ ولا یجوز الانحراف عنہ کذا فی الغائیۃ۔ ودرو بردے زید ولد زید و ولد ولد او را دعوی کدامی قدر حصہ از موضع موہوبہ مذکورہ نخواہد رسید بلکہ دعوی او باطل خواہد بود زیراکہ درحیات مورث وارث را حقیت وراثت نمیرسد شرعاً و عرفاً و بموجب اقرارنامہ موسومہ پسر مذکور و بصورت یافتگی حصہ مذکور پسر را ادائے دین زید جد فرزند فرزند مقدم است تا وقتیکہ ادائے دین نشود پسران زید و فرزند فرزند زید مذکور را دران دعوے نخواہد رسید لان الدین مقدم علی المیراث کذا فی کتب الفقہ واللہ اعلم حررہ سید شریف حسین +

سید محمد نذیر حسین

کتاب الحقوق والدعوی والاقرار

مسئلہ۔ ارباب شریعت پر مخفی نہین کہ مدعی کو حلف دینا خلاف کتاب وسنت کے ہی قال اللہ تعالے ما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نہٰکم عنہ فانتہوا۔ اور حدیث شریف سے صاف واضح ہوتا ہے کہ اقامت بینہ مدعی پر ہے اور یمین مدعی علیہ پر عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال البینۃ للمدعی والیمین علی المدعی علیہ رواہ الترمذی وعن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لو یعطی الناس بدعوٰہم لادعی ناس دماء رجال واموالہم ولکن الیمین علی المدعی علیہ رواہ مسلم وفی شرحہ للنووی انہ قال وجاء فی روایۃ البیہقی باسناد حسن او صحیح زیادۃ عن ابن عباس مرفوعاً لکن البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر کذا فی المشکوۃ۔ اور مدعی علیہ کا کہنا مدعی کو تو قسم شرعی طور پر کھالے سراسر لغو اور خلاف شرع ہے اور حاکم ذی الاقتدار پر واجب ہے کہ مدعی سے بینہ طلب کرے اور اگر اسکے پاس بینہ نہ ہون تو مدعی علیہ سے حلف لے اگر مدعی علیہ حلف سے انکار کرے تو مدعی علیہ پر حق مدعی کا لازم و واجب الادا کر دیوے اور آیت کریمہ فمن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ہم الفاسقون سے ڈرتا رہے

حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ۔ سید محمد نذیر حسین

مسئلہ۔ دعوی احد الشرکاء در کمی حصہ مقسومہ خود از راہ غلطی بعد اقرار باستیفاء حصہ خود مقبول ومصدق نخواہد بود مگر بحجت شرعیہ یعنی بگواہان یا باقرار خصم یا نکول مدعی علیہ لعموم حدیث البینۃ للمدعی والیمین علی المدعی علیہ اخرجہ الترمذی۔ ولو ادعی احدہم ان من نصیبہ شیئاً وقع فی ید صاحبہ غلطا وقد کان اقر بالاستیفاء او لم یقر بہ ذکرہ البرجندی لم یصدق الا ببرہان او اقرار الخصم او نکولہ کذا فی تنویر الابصار والدر المختار۔ حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ۔ سید محمد نذیر حسین

سوال۔ چہ میفرمایند علمائے دین اندرین مسئلہ کہ در ہر دیار و امصار اکثر مقدمات بر تحریر کاغذات مثل قبالجات ومسکات ووصیت نامہ وہبہ نامہ واقرار نامہ وکاغذ مہر وفرمان شاہی وغیرہا فیصل میشوند و این کاغذہائے مرقومہ ثبوت دعوے وسند مدعی میباشند حالانکہ بسبب گذشتن سالہائے دراز نہ وصیت کنندہ باقی می ماند و نہ ہبہ کنندہ وغیرہ و نہ گواہان حاشیہ وباوجود

فوت شدن جمیع آنہا باز آن کاغذات صحیح و درست می مانند خصوصاً کاغذیکہ دستخط حاکم آن وقت ہم باشد پس اگر کسے از مثل این چنین تحریر کہ مزین بمواہیر و گواہی گواہان معتبرہ باشد ابالسبب انقضاء مدت مدیداز موصی و واہب و شواہد حاشیہ ہمہ فوت شدہ باشند اثبات دعوے خود خواہد عند الشرع الشریف آن تحریر معتبر و مثبت مدعاء او خواہد شد یا نہ بینوا توجروا۔

الجواب - درمسئلہ مسئول عنہا نزد اکثر علماء حنفیہ قبالجات و تمسکات و فرامین قدیمہ بدون اقامت بینہ یا اقرار مدعی علیہ یا نکول او قابل حجت شرعیہ نخواہند بود زیراکہ حجت شرعیہ ہمین بینہ و اقرار نکول اند چنانکہ از اشباہ و نظائر واضح میشود و از بعض روایات چنان مستفاد می شود کہ اگر قبالجات وغیرہ چنانکہ در سوال مذکور است بشرطیکہ مظنہ کذب و تزویر نباشد مقبول خواہد بود و مذہب امام مالک ہمین است پس احتجاج بدان درین دیار کہ مروج است بنا بر بعض روایت حنفیہ یا بر مذہب امام مالک است -

لا یعتمد علی الخط و لا یعمل بہ فلا یعمل بالمکتوب الوقف الذی علیہ خطوط القضاۃ الماضین لان القاضی لا یقضی الا بالحجۃ وہی البینۃ او الاقرار او النکول کما فی وقف الخانیۃ اشباہ قولہ کما فی وقف الخانیۃ نص عبارتہا رجل فی یدہ ضیعۃ فجاء رجل وادعی انہا وقف واحضر صکا فیہ خطوط العدول والقضاۃ الماضیۃ فطلب من القاضی القضاء بذلک الصک قالوا لیس للقاضی ان یقضی بذلک الصک لان القاضی انما یقضی بالحجۃ والحجۃ ہی البینۃ او الاقرار او النکول اما الصک فلا یصح حجۃ لان الخط یشبہ الخط کذا فی الحموی وہکذا فی الطحطاوی وغیرہ و فی حاوی الزاہد من فصل القضاء بالصکوک القدیمۃ بلا شاہد معلما بعلامۃ دفتر صک قدیم لا یوجد احد من وقت کتابتہ وفیہ الحکم بالبینۃ او بالاقرار فی املاک او فی المسیل او الوقف وقال الشام فی آخرہ کتبہ تذکرۃ وحجۃ وقت مساس الحاجۃ او وقت الاحتیاج الیہ یقوم مقام الشاہدین حتی جاز الحکم بہ لمن کان فی یدہ ان لم یتہمہ الخصم بالتغییر والتزویر فیہ وان اتہمہ کذلک یستحلف من کان فی یدہ علی عدم التغییر والتزویر فیہ فان حلف یحکم بہ ایضا لانہ یقوم مقام الشاہدین وان لم یحلف علی ذلک بطل کونہ حجۃ حتی لو اقام من کان الصک فی یدہ بینۃ علی انہ صک فلان القاضی وما فیہ من الحکم حکمہ تقبل بینۃ وامضاہ قاضی الوقت وہذا ینافی ما ذکرہ قاضی خان الموافق لاصل المذہب کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم بالصواب حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ -

سید محمد نذیر حسین

فائدہ - باید دانست کہ تقادم زمانہ موجب اسقاط حق عبد نمی شود موافق مذہب امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ الحق لا یسقط بتقادم الزمان قذفا او قصاصا او لعانا او حقا للعبد کذا فی الجوہرۃ النیرۃ کذا فی الاشباہ والنظائر ظاہر المذہب وعلیہ الفتوی ان الحق متی ثبت واستقر لا یسقط الا باسقاطہ وہو التصریح بلسانہ کما فی سائر الحقوق کذا فی الہدایۃ ویقبل تحمل الشہادۃ الناشئۃ عند تقادم الزمان فی الشہادۃ وان مات شہودہا حیث کان مضمونہا ثابتا فی السجل المحفوظ کذا فی الدر المختار مختصراً - واللہ اعلم بالصواب۔

سید محمد نذیر حسین

سوال - مسلمانون کو اپنے مقدمہ او فیصلہ مین کافر کو پنچ اور ثالث بنانا اور اُن سے رائے لینا جائز ہے یا نہین +

الجواب - مسلمانون کو اپنے مقدمہ اور فیصلہ مین کافر کو پنچ اور ثالث بنانا جائز نہین ہے شرعاً لقوله تعالے - لن یجعل اللہ للکافرین علی المومنین سبیلا الآیۃ - ہان اگر کافر فیصلہ مین مسلمانون کی رائے کی موافقت کرے تو مضائقہ نہین - امور دنیا مین اگر کافر سے رائے لے تو درست ہے امور دین مین درست نہین واللہ اعلم -

سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ پسر زید مرگیا اور ایک لڑکا اور دو لڑکیان بعد اپنے چھوڑین اس وقت زید نے ایک اقرار نامہ اس مضمون کا کہ چھ روپیہ ماہواری واسطے نان و نفقہ نبیرہ و نبیریٔن کو ین کے تا حین حیات دیتا رہون گا لکھ دیا بعد اس کے زید نے ماہوار مذکور دینا بند کر دیا اس واسطے کہ وہ مفلس و قرضدار ہوگیا ہے پس سوال یہ ہے کہ از روئے اقرار نامہ مذکور کے زید پر چھ روپیہ ماہوار کا دعوی کرنا صحیح و مسموع ہوگا شرعاً یا نہین بینوا توجروا +

الجواب - مقر اپنی خوشی سے اپنے اقرار کے مطابق جو دیوے تو وہ بطور ہبہ مبتداہ کے ہوگا اور اگر وہ نہ دے تو اسپر دعوے کرنا صحیح اور مسموع نہ ہوگا بالخصوص جبکہ مقر مفلس اور مقروض ہوگیا ہو تو بطریق اولے اُسپر دعوے کرنا غیر مسموع ہوگا - ولا تسمع دعواہ علیہ بانہ اقر لہ بشئ معین بناء علی الاقرار لہ بذلک به یفتی لانه یحتمل الکذب حتی لو اقر کاذبا لم یحل لہ لان الاقرار لیس سببا للملک نعم لو سلمہ برضاہ کان ابتداء ہبۃ وهو الاوجه بزازیة کذا فی الدر المختار لانه اخبار ای لا سبب للزوم المقر به علی المقر وهو قد جعل سبب وجوب المدعی به علی المقر الاقرار فکانه قال اطالبه بلا سبب بوجوبه علیه اولزومه باقراره هذا باطل لما علم من کلام مشائخنا ان الاقرار لیس سببا للملک کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم بالصواب -

سید محمد نذیر حسین

سوال - مساۃ ہندہ از عمرو اقرار کرد و نوشتہ داد کہ پس از علیحدگی حصہ من از ترکہ والد مرحوم کہ درمیان حصص دیگر شرکا مشترک است بسبب رعایت حقوق ملازمی قدیمی نزد والد خود و نیز بجلدوی سعی در علیحدگی حصہ ام ہفت روپیہ ماہوار بشما تا حین حیات خود خواہم داد و بعد من اولاد من بشما و اولاد شما ہمین نمط سلوک خواہد کرد بعد پنج شش ماہ ازین اقرار مساۃ ہندہ مذکورہ جملہ جائداد منقولہ و غیر منقولہ بنام دختر خود ہبہ کردہ بدون ذکر این ہفت روپیہ ماہواری ہبہ نامہ مرتب کنانیدہ داد و جملہ دیگر گواہان عمرو مذکور بدون تعرض ازان ہفت روپیہ موعود بران ہبہ نامہ گواہی خود ثبت کردانیدہ بعدہ واہبہ مذکورہ انتقال کرد و ہنوز حصہ مشترکہ مساۃ مذکورہ از قبضۂ دیگر ورثہ علیحدہ تمام و کمال نشدہ باشد بلکہ بقدر نصف یا کم و بیش جدا گردیدہ باشد کہ عمرو مذکور از موہوب لہا دعوی آن ہفت روپیہ

ماہواری کند پس سوال کردہ میشود کہ باوجود عدم علیحدگی تمام وکمال حصہ مشترکہ مسماۃ ہندہ وعدم تقریر وذکر آن ہفت روپیہ ماہوار دران ہبہ نامہ وتعرض نکردن مسمی عمرو عند الشہادت بر ہبہ نامہ دعوے مسمی عمرو درست است یا نہ بینوا توجروا ⁂

الجواب - درصورت مرقومہ باید دانست کہ دعوی عمرو بوجہ اقرار مسماۃ ہندہ قابل سماعت نخواہد بود شرعاً زیراکہ اقرار سبب ملک نیست چہ اقرار اخبار است واخبار محتمل کذب میشود آرے اگر مسماۃ ہندہ بذات خود چیزے دادہ وابراء ان تا لبض کنانیدہ دروے این بطور ہبہ مبتداء بودے ولکن مسماۃ ہندہ درزندگی خود چیزے ندادہ پس دعوی عمرو بابت ہفت روپیہ مسموع برہندہ نخواہد شد لا تسمع دعواہ علیہ بانہ اقرلہ بشیئ معین بناء علی الاقرار لہ بذلک بہ یفتی لانہ اخبار یحتمل الکذب حتی لو اقر کاذبا لم یحل لہ لان الاقرار لیس سبب للملک نعم لو سلمہ برضاہ کان ابتداء ہبۃ وہو الوجہ بزازیہ کذا فی تنویر الابصار والدر المختار قولہ لانہ اخبار ای لاسبب للزوم المقربہ علی المقر وہو قد جعل سبب وجوب المدعی بہ علی المقر الاقرار وہذا باطل لما علم من کلام مشائخنا ان الاقرار لیس سببا للملک کذا فی الطحطاوی - ودیگر وجہ برعدم سماعت دعوے عمرو این است کہ وقت ہبہ برہندہ دعوے ہفت روپیہ نکردہ وبعد انتقال وے اشیاء مملوکہ بسبب ہبہ در ملک ہندہ باقی نماندہ کہ برآن دعوے کند معہذا علحدگی تمام وکمال نشدہ کہ بحیلہ وے آن مستحق ہفت روپیہ شدے اذا فات الشرط فات المشروط کہ قاعدہ کلیہ فقہاء است موجب سقوط دعوے او گردیدہ - واللہ اعلم بالصواب - حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ -

سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے یا ہندہ نے فارغ خطی اس طرح سے لکھدی کہ چند کلمہ بطور فارغ خطی لادعوی حقوق اپنے سے لکھدیتے تو دعوے زید وہندہ کا ساقط ہوا یا نہیں - بینوا توجروا ⁂

الجواب - درصورتیکہ زید نے یا ہندہ نے لادعوی حق تاک اپنے سے لکھدیا تو دعوے زید وہندہ کا ئی حق سے ساقط ہوگیا پھر دعوے اس کا باطل ہوگا شرعاً کیونکہ ابراء دعوے عین سے درست ہے پھر جب ابراء دعوی اعیان سے پایا گیا تو وہ ابراء صحیح ہوا تو بعد ازاں دعوے کرنا اس کا مسموع نہ ہوگا وقد صرحوا بان البراءۃ من الاعیان لاتصح ومن دعوی الاعیان تصح کذا فی عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر وغیرہ من کتب الفقہ واللہ اعلم بالصواب حررہ السید شریف حسین عفی عنہ -

سید محمد نذیر حسین

سوال - درین واقعہ علمائے کرام چہ میفرمایند کہ درجائے یک طفل ذکر ودیگر انثی است ودو زنان ہستند وہر واحد میگوید کہ پسر من است درین حال میان ہر دو زن مدعیہ پسر دعوے ہر دو زن صحیح خواہد بود یا نہ وآن ولد ذکر کرا میرسد در شرع محمدی حنفی کہ مایان بر مذہب ابوحنیفہ ایم بینوا توجروا - دیگر آنکہ علماے

ہندو یا نصرانی گواہی دو مسلم گذرانید برانیکہ پدر من و مادر من ہندو یا نصرانی بودند و من پسران ہر دو نصرانی یا ہندو وام و دیگر مسلم دو شاہد مسلم برین گذرانید کہ پدر و مادر او مسلم بودند پس درین صورت شاہدے کدام شخص ازین ہر دو مقبول و معتبر است در شریعت بینوا توجروا ❊

الجواب- اگر یکے ازان ہر دو زن کہ ہر واحد از ینہا دعوی طفل کہ معبر عن نفسہ نیست می کند ذوالید است پس یا ہر دو بینہ دارند یا نمیدارند اگر ہر دو بینہ دارند پس بینہ ذوالید مقبول است واگر ہر دو بینہ ندارند پس حکم برائے ذوالید کردہ خواہد شد واگر ذوالید بینہ دارد و زن خارج بینہ نہ دارد دران صورت ہم حکم برائے ذوالید کردہ خواہد شد واگر عکس آن است پس حکم برائے خارج است واگر احدے از ہر دو زن ذوالید نیست پس ہر یکے ازان دو زن کہ بینہ خواہد آورد حکم برائے اوست واگر ہر دو بینہ دارند پس بر قول صاحبین رحمہما اللہ نسب آن طفل از ہیچ یکے از ینہا ثابت نخواہد شد و بر قول امام اعظم رحمہ اللہ نسب او از ہر دو ثابت میشود واگر برائے ہر دو زن بینہ نیست حکم نہ کردہ خواہد شد بہ نسب طفل ازان ہر دو بلا خلاف و در صورتیکہ طفل و دختر در یکجا ہر دو جمع شدہ است چنانکہ در سوال سائل است ہر واحد از ہر دو زن دعوے پسر سکینہ و دختر را از خود نفی می نماید پس از دو حال خالی نیست یا آن ہر دو زن شیر دار بودہ اند یا نبودہ اند اگر شیر دار نبودہ اند پس حکم آن مذکور شد آنفا و در صورتیکہ شیر دار بودہ اند دران حال شیر ہر دو زن وزن کردہ خواہد شد پس شیر ہر یکے از ینہا کہ ثقیل و گران تر در وزن خواہد بود پسر پسر اوست واللہ اعلم. صبی فی یدی امرأۃ ادعت امرأۃ اخری انہ ابنہا و شہد لکل واحد منہما رجلان تقضی لذی الید ولو شہدت لصاحبۃ الید امرأۃ واحدۃ و شہد للخارجۃ رجلان یقضی للخارجۃ کذا فی المحیط- المرأتان اذا ادعتا نسب ولد و اقامت کل واحدۃ منہما رجلین او رجلا و امرأتین فعلی قول ابی یوسف رحمہ اللہ و محمد رحمہ اللہ لا یثبت النسب من واحدۃ منہما وعلی قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ یثبت نسبہ منہما ولو لم تکن لواحدۃ منہما حجۃ لا یقضی بنسب الولد منہما بلا خلاف قال فی مجموع النوازل ولو کان احد الولدین ذکرا والآخر انثی ادعت کل واحدۃ منہما الابن و نفت الابنۃ یوزن لبنہما فیجعل الابن للتی لبنہا اثقل کذا فی المحیط- جواب سوال دوم- بینہ غلام را ترجیح و اولویۃ است بر بینہ مدعی الاسلام واگر غلام شاہدان نصرانی بردعوی خود می آورد دران صورت بینہ مسلم اولویۃ داشت و غلام را جبر کردہ ی شد بر اسلام لو کان الغلام نصرانیا و اقام بینۃ مسلمۃ علی نصرانی و نصرانیۃ انہ ابنہما و اقام مسلم و مسلمۃ بینۃ علی ذلک فبینۃ الغلام اولے و یترجح من بینۃ مدعی الاسلام ولو کانت بینۃ الغلام نصرانیۃ فبینۃ المسلم اولی و یجبر الغلام علی الاسلام کذا فی محیط السرخسی کتبہ محمد صدر الدین ختم اللہ لہ بالحسنی-

سید محمد نذیر حسین

کتاب القضاء

مسئلہ۔ مخفی مباد کہ جس منصب حکومت اور قضا میں تنفیذ احکام موافق شرع شریف کے ممکن نہ ہو اور مرتکب غیر مشروع کا اس میں ہونا پڑے تو ایسا عہدہ حکومت اور قضا کا اختیار کرنا حرام اور منہی عنہ ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ہم الفاسقون الآیۃ۔ وقال رسول اللہ صلعم لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق رواہ فی شرح السنۃ کذا فی المشکوۃ ویجوز تقلد القضاء من السلطان العادل والجائر ولو کان کافرا ذکرہ مسکین وغیرہ الا اذا کان یمنعہ عن القضاء بالحق فیحرم کذا فی تنویر الابصار والدر المختار وہکذا یستفاد من الہدایۃ وغیرہا۔ اور اسی طرح جو شخص اہلیت ولیاقت منصب حکومت اور قضا کی نہ رکھتا ہو پس اس میں کاربند ہونا اور اس کا اختیار کرنا بھی حرام ہے اور جو شخص احکام غیر شرعیہ پر دستخط کرے اور بموجب دستخط اس کے یہ کار جاری ہوتا ہو تو دستخط کرنا اس کا حرام اور ممنوع ہے شرعا قال اللہ تعالیٰ تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان الآیۃ ویحرم علی غیر الاہل الدخول فیہ قطعا من غیر تردد فی الحرمۃ کذا فی تنویر الابصار والدر المختار وغیرہما واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ السید محمد نذیر حسین عفی عنہ۔ سید محمد نذیر حسین

سوال۔ یک شخص را عہدہ قضا است ومہر ہم از نام اوست وآن قاضی را دو چہار برادران ہم ہستند پس مہر قضا آن قاضی را باشد یا ہر برادر از نام خود مہر قضا جاری کند امید کہ مہربانی فرمودہ و این مسئلہ تفحص کردہ عبارت کتاب بعینہ درعربی یا فارسی نوشتہ بران مہر کردہ عنایت فرمایند۔

الجواب۔ ہر کہ بر عہدہ قضا از طرف حاکم مامور ومقرر است مہر بنام او لازم است نہ بنام دیگر برادران چہ دیگر برادران بہ نسبت آن عہدہ اجنبی ہستند ایشان را مہر بنا بر عہدہ روا نیست آرے اگر ہمہ بر عہدہ قضا مقرر باشند تاہمہ را باید العطاء لمن کتب اسمہ فی الدیوان وحکم القضاۃ والخاتم لانہ مامور علی القضاء کذا فی کتب الفقہ من الغیاثیۃ وغیرہا۔ واللہ اعلم الراقم السید محمد نذیر حسین عفی عنہ۔ سید محمد نذیر حسین

سوال۔ چہ سے فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین اندرین مسئلہ کہ ہر دیار و امصار کفر مقدار است بر تحریر کا غذات

مثل قبالجات و تمسکات و وصیت نامہ و ہبہ نامہ و اقرار نامہ و کاغذ مہری فرمان شاہی وغیرہ تفصیل میشوند و این کاغذہائے در قوم ثبوت دعوے و سند مدعی می باشند حالانکہ بسبب گذشتن سالہائے دراز نہ وصیت کنندہ باقی می ماند و نہ ہبہ کنندہ وغیرہ و نہ گواہان حاشیہ و باوجود فوت شدن جمیع آنہا باز آن کاغذات صحیح و درست می مانند خصوصا کاغذیکہ دستخط حاکم آن وقت ہم باشد پس اگر کسے از مثل این چنین تحریر کہ مزین بمواہیر و گواہی گواہان معتبرہ باشد بسبب انقضاء مدت مدید از موصی و گواہان و شواہد حاشیہ ہمہ فوت شدہ باشند اثبات دعوے شود خواہد عند الشرع الشریف آن تحریر معتبر و مثبت مدعا او خواہد شد یا نہ بینوا توجروا +

الجواب۔ در مسئلہ مسئول عنہا نزد اکثر علماء حنفیہ قبالجات و تمسکات و فرامین قدیمہ بدون اقامت بینہ یا اقرار مدعی علیہ یا نکول او قابل حجت شرعیہ نخواہند بود زیراکہ حجت شرعیہ ہمین بینہ و اقرار و نکول اند چنانکہ از اشباہ و نظائر واضح میشود و از بعض روایات چنان مستفاد می شود کہ اگر قبالجات وغیرہ چنانکہ در سوال مذکور است بشرطیکہ مظنہ کذب و تزویر نباشد مقبول خواہد بود و مذہب امام مالک ہمین است پس احتجاج بدان درین دیار کہ مروج است بنا بر بعض روایت حنفیہ یا بر مذہب امام مالک است لا یعتمد علی الخط و لا یعمل بہ فلا یعمل بمکتوب الوقف الذی علیہ خطوط القضاۃ الماضین لان القاضی لا یقضی الا بالحجۃ وہی البینۃ او الاقرار او النکول کما فی وقف الخانیۃ اشباہ قولہ کما فی وقف الخانیۃ نص عبارتہا رجل فی یدہ ضیعۃ فجاء رجل وادعی انہا وقف واحضر صکا فیہ خطوط العدول و القضاۃ الماضیۃ فطلب من القاضی القضاء بذلک الصک قالوا لیس للقاضی ان یقضی بذلک الصک لان القاضی انما یقضی بالحجۃ والحجۃ ہو البینۃ او الاقرار او النکول اما الصک فلا یصح حجۃ لان الخط یشبہ الخط کذا فی الحموی وہکذا فی الطحطاوی وغیرہ و فی حاوی الزاہد من فصل القضاء بالصکوک القدیمۃ بلا شاہد سجلا بعلامۃ دفتر صک قدیم لا یوجد احد من وقت کتابتہ و فیہ الحکم بالبینۃ او بالاقرار فی الملک او فی المسیل او الوقف و قال الحاکم فی آخرہ کتبہ تذکرۃ و حجۃ وقت مساس الحاجۃ او وقت الاحتیاج الیہ یقوم مقام الشاہدین حتی جاز الحکم بہ لمن کان فی یدہ ان لم یتہمہ الخصم بالتغییر والتزویر فیہ وان اتہمہ کذلک یستحلف من کان فی یدہ علی عدم التغییر والتزویر فیہ فان حلف یحکم بہ ایضا لانہ یقوم مقام الشاہدین وان لم یحلف علی ذلک بطل کونہ حجۃ حتی لو اقام من کان فی یدہ الصک بینۃ علی انہ صک فلان القاضی وما فیہ من الحکم حکمہ تقبل بینتہ و امضاہ قاضی الوقت و ہذا بنا فی ما ذکرہ قاضی خان الموافق لاصل المذہب کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم بالصواب حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ + سید محمد نذیر حسین

سوال۔ گواہون کو خوراک لینا یا اس کے موافق خرچ لینا جائز ہے یا نہین اور گواہی ان کی مقبول ہے یا نہین مذہب حنفی کے مطابق جواب تحریر فرمایا جاوے بینوا توجروا +

الجواب۔ امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک گواہوں کو خوراک لینا یا اس کے موافق خرچ لینا جائز ہے اور اسی قول پر فتوے ہے اور امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک جائز نہیں اور ان کا قول مفتی بہ نہیں ہے ۔

والفتوے علی قول ابی یوسف والعادۃ جرت بذلک فیما بین الناس خصوصا فی الانکحۃ فانہم یبذلون السکر والجلاب وینثرون الدراہم ولو کان ذلک قدحا فی الشہادۃ لما فعلوا ذلک کذا فی فتاوی قاضیخان

وجوز الثانی الاکل مطلقا وبہ یفتی بحر کذا فی تنویر الابصار والدر المختار وعن ابی یوسف یقبل فیہما وہو الاوجہ للعادۃ الجاریۃ باطعام من حل محل الانسان ممن نزل علیہ شاہدا اولا کذا فی فتح القدیر حاشیۃ الہدایۃ

واللہ اعلم بالصواب. حررہ السید شریف حسین عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

زشرف سید کونین شد شریف حسین

سوال۔ جو گواہ کہ بوجہ بڑھاپے کے بغیر سواری کے حاضر عدالت نہ ہو سکتا ہو اور نہ اسکو خود سواری کا مقدور ہو تو مدعی سے سواری لینا اور اس کی سواری پر سوار ہونا جائز ہے یا ناجائز فقہا اس بارے میں کیا لکھتے ہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب فقہا لکھتے ہیں کہ جو گواہ بوجہ بڑھاپے کے قادر علی المشی نہ ہو اور بدون سواری کے حاضر عدالت نہیں ہو سکتا ہو اور نہ کرایہ کا اس کو مقدور ہو پس ایسے گواہ کو مدعی سے سواری لینا اور اسکی سواری پر سوار ہونا درست ہے اور جو گواہ ایسا نہ ہو پھر وہ سوار ہو تو اس کی شہادت امام یوسف رح کے نزدیک باطل ہے۔ ولو کان الشاہد شیخا لا یقدر علی المشی ولا یمکنہ الحضور لاداء الشہادۃ الا راکبا ولیس عندہ دابۃ ولا ما یستکری بہ دابۃ فیبعث المشہود لہ الیہ دابۃ فرکبہا لاداء الشہادۃ لا تبطل شہادتہ وان لم یکن کذلک وہو یقدر علی المشی او کان یجد دابۃ فبعث المشہود لہ دابۃ فرکبہا لا تقبل شہادۃ فی قول ابی یوسف رحمتہ اللہ علیہ کذا فی الفتاوی العالمگیریہ وغیرہا واللہ اعلم بالصواب حررہ السید شریف حسین عفی عنہ۔

سید محمد نذیر حسین

زشرف سید کونین شد شریف حسین

کتاب الشہادۃ

سوال. کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مساۃ ہزا اپنے شوہر پر اس بیان سے طلاق کا دعوی پیش کرتی ہے کہ میرے شوہر نے بموجودگی چار عورتوں کے ایک جلسہ میں مجھکو تین بار طلاق دی اور اس کو عرصہ دو مہینہ کا ہوا۔ اب ان چار عورتوں میں ایک عورت زمانہ طلاق کا تخمیناً ڈیڑھ سال بیان کرتی ہے اور دوسری عورت زمانہ طلاق کا سوا یا ڈیڑھ سال بیان کرتی ہے اور باقی دو عورتوں کی نسبت مساۃ کا بیان ہے کہ مجھکو ان دو کی شہادت دینا منظور نہیں ہے اور علاوہ ان کے دو مرد مسلمان اور تین مرد قوم ہندو جن کی نسبت مساۃ سنتے نہ سنتے کی لاعلمی بیان کرتی ہے ان میں سے ایک گواہ زمانہ طلاق کا چودہ پندرہ ماہ کا بیان کرتا ہے اور دوسرا گواہ قریب دو سال بیان کرتا ہے اور تین گواہ قوم ہندو کوئی سوا برس کوئی ڈیڑھ برس بیان کرتا ہے اور مساۃ زمانہ طلاق کا دو مہینہ کا بیان کرتی ہے اور شوہر طلاق دینے کا منکر ہے پس ایسی صورت میں مساۃ کا دعوے طلاق کا شہادت مذکورہ سے شرعاً کیا حکم رکھتا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب۔ صورت مسئولہ میں چونکہ مساۃ ہزا مدعیہ کے گواہوں کا بیان اس کے دعوے کے خلاف ہے وہ اپنے دعوے میں زمانہ طلاق کا دو مہینہ بیان کرتی ہے اور اس کے گواہ زمانہ طلاق کا برس روز سے زیادہ بیان کرتے ہیں اور ساتھ اس کے اس کے گواہوں کے بیان میں بھی اختلاف ہے۔ اس وجہ سے مساۃ ہزا کا دعوے اس کے گواہوں کے بیان سے ثابت نہیں ہوسکتا ہدایہ میں ہے۔ الشہادۃ اذا وافقت الدعوے قبلت وان خالفتہا لم تقبل انتہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ حررہ السید محمد ابوالحسن عفی عنہ۔

سید محمد نذیر حسین

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عالم ہو کر کسی مسلمان کے گناہ کا تجسس شرابخانہ میں جا کر کرنا اور امر نا شدہ کا الزام قایم کر کے دعوے کرنا اور اہل اسلام کو بنا بر دینے خلاف شہادت ترغیب دیکر آمادہ کرنا کس جرم شرعی کا مرتکب ہے اور منکر خلاف شہادت سے کس ثواب کا مستحق ہے۔ لہٰذا جواب از روئے احادیث معتبرہ بحوالہ کتب مستندہ وآیات قرآنی

براہ مہربانی عطا فرماویں بینوا توجروا۔

الجواب تجسس احوال مسلمین ناجائز وحرام ہے۔ قرآن مجید اور حدیث شریف میں اس کی حرمت وممانعت وارد ہے۔ قال اللہ تعالی یا ایہا الذین آمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا۔ مشکوۃ شریف میں ہے۔ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث ولا تحسسوا ولا تجسسوا الحدیث متفق علیہ اور امر ناشدہ کا الزام قائم کرکے دعوے کرنا اور جھوٹی اور خلاف شہادت دینے پر آمادہ کرنا اور ترغیب دینا گناہ کبیرہ ہے اور اس کا مرتکب گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے مشکوۃ شریف میں ہے عن ابی ذر انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من ادعی مالیس لہ فلیس منا ولیتبوأ مقعدہ من النار رواہ مسلم۔ ونیز مشکوۃ شریف میں ہے عن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الکبائر الاشراک باللہ وعقوق الوالدین وقتل النفس والیمین الغموس وفی روایۃ انس وشہادۃ الزور بدل الیمین الغموس متفق علیہ۔ بلوغ المرام میں ہے۔ وعن ابی بکرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم انہ عد شہادۃ الزور من اکبر الکبائر متفق علیہ۔ اور جو شخص جھوٹی اور خلاف شہادۃ سے منکر ہو وہ مستحق اجر وثواب کا ہے رہی یہ بات کہ وہ کس قدر ثواب یا کس ثواب کا مستحق ہے۔ سو اس کی تصریح حدیث میں نہیں آئی ہے واللہ تعالی اعلم۔ کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ۔

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ ما قولکم کثرکم اللہ فیما اذا وقعت الشہادۃ مخالفۃ للدعوے فابطلہا القاضی او وقعت موافقۃ لہا ولکن ردہا القاضی لفسق الشہود او للتہمۃ المانعۃ للقبول او لغیر ذلک من الوجوہ المعتبرۃ المقررۃ لعدم القبول فبعد ذلک طلب المدعی استحلاف خصمہ المنکر اعنی المدعی علیہ ہل للقاضی فی الصورۃ المذکورۃ ان یحلف المدعی علیہ المذکور ام لا بینوا توجروا۔

الجواب۔ یجوز للقاضی بل یجب علیہ تحلیف المدعی علیہ فی الصورۃ المذکورۃ لان القاضی لا یقضی الا بالحجۃ وہی البینۃ او الاقرار او النکول کما فی وقف الخانیۃ ہکذا فی الاشباہ والحموی وغیرہما من کتب الفقہ ولکن ثبوت الحق فی الیمین مرتب علی العجز عن اقامۃ البینۃ لقولہ علیہ السلام الک بینۃ فقال لا فقال لک یمینہ سأل ورتب الیمین علے فقد البینۃ کذا فی الہدایۃ والمراد من البینۃ ہی البینۃ العادلۃ لقولہ تعالی ممن ترضون من الشہداء ولقولہ تعالے واشہدوا ذوی عدل منکم الآیۃ ولان العدالۃ ہی المعینۃ للصدق ولذا قالوا القضاء مبنیۃ علی الحجۃ وہی شہادۃ العدل ہکذا یستفاد من الہدایۃ وغیرہا من المعتبرات الحنفیۃ واما فی صورۃ المخالفۃ فلم یوجد من المدعی

مطابقۃ ما شہد بہ الشہود فما لم تقبل ویعتبر اتفاق الشاہدین لان القضاء انما یجوز بحجۃ وہی شہادۃ المثنے فما لم یتفقا فیما شہدا بہ لا یثبت الحجۃ کذا فی الکفایۃ والنہایۃ وغیرہما من کتب الفقہ فلما لم یثبت الحجۃ من جہۃ البینۃ وجب المصیر الی الحجۃ الاخری وہی یمین المدعی علیہ ولا فصل بینہما کما لا یخفی علی الماہر بالشریعۃ الغراء وحینئذ لا حاجۃ الی الروایۃ الجزئیۃ لان ہذہ المسئلۃ التی بینت وجہہا مطردۃ منعکسۃ فی جمیع الاحوال واللہ اعلم بالصواب فاعتبروا یا اولی الالباب

حررہ السید شریف حسین عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

کتاب الصلح

سوال - کیا فرماتے ہیں علماے دین اس مسئلہ میں کہ مابین حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ وحضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے صلح واقع ہوئی یا نہیں۔ اگر واقع ہوئی توکس عنوان سے اس کا مضمون مفصل ارشاد ہو ونیز حدیث من لم یعرف امام زمانہ مات میتۃ جاہلیۃ ودیگر من مات ولیس فی عنقہ بیعۃ مات میتۃ جاہلیۃ۔ ان حدیثوں کا کیا منشا ہے۔ اور کس درجہ کی ہیں۔ اور کس محدث نے روایت کیا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب - حضرت علی جنگ جمل کے بعد جب کوفہ میں آئے تو حضرت معاویہ نے مع اپنے شامی ساتھیوں کے ان پر خروج کیا اور اس خبر کے معلوم ہونے پر حضرت علی لشکر لیکر چلے۔ اور مقام صفین میں حضرت معاویہ سے مقابلہ ہوا اور کئی روز برابر لڑائی ہوتی رہی۔ پھر شامیوں نے قرآن مجید کو نیزوں پر بلند کیا مطلب یہ کہ لڑائی بند کرنی چاہیئے اور قرآن مجید کا جو حکم ہے اسپر ہم سب کو کاربند ہونا چاہیئے پس لوگوں نے لڑائی وقتال کو ناپسند کیا اور باہم صلح کی ٹھیرائی۔ اور طرفین سے حکم مقرر ہوئے۔ کہ جس عنوان سے حکم صلح کریں سبکو منظور وقبول ہے حضرت علی نے ابو موسیٰ اشعری رضؓ کو اپنی جانب سے حکم تجویز کیا اور حضرت معاویہ نے عمرو بن عاص رضؓ کو اور اسوقت اس مضمون کا صلحنامہ لکھا گیا کہ تمامی سال پر سب لوگ مقام اذرح میں جمع ہوں اور امت کے بارے میں جو اصلاح کی صورت ہو سوچیں اور غور کریں اسی پر لوگ وہاں سے متفرق ہوئے حضرت علی کوفہ کو واپس ہوئے اور حضرت معاویہ شام کو اور یہ واقعہ ماہ صفر ۳۷ھ میں ہوا تھا پھر حسب وعدہ ماہ شعبان ۳۸ھ میں بمقام اذرح لوگ جمع ہوئے اور سعد بن وقاص رضؓ اور ابن عمر رضؓ وغیرہما بھی حاضر تھے پس عمرو بن عاص رضؓ نے تقریر کے لئے ابو موسیٰ رضؓ کو آگے کیا انہوں نے جو تقریر کی اس کا حاصل یہ تھا کہ ایسی حالت میں حضرت علی کو خلافت سے برطرف ہونا چاہیئے۔ اور عمرو بن عاص نے جو تقریر کی اس کا حاصل یہ تھا کہ حضرت معاویہ کو خلافت پر برقرار رہنا چاہیئے۔ اور خود انہوں نے معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کرلی پھر اسی بات پر لوگ متفرق ہوگئے اور حضرت علی کے لوگوں میں آپس میں اختلاف ہوگیا حضرت علی رضؓ اپنے دانتوں تلے انگلیاں دیکر فرمانے لگے اعصیٰ ویطاع معاویۃ یعنی میری نافرمانی کیجاتی ہے اور معاویہ کی فرمانبرداری اور اطاعت کی جاتی ہے۔

علامہ سیوطی تاریخ الخلفا میں ابن سعد سے نقل کرتے ہیں ثم خرج معاویۃ بن ابی سفیان ومن معہ بالشام فبلغ علیا فسار فالتقوا بصفین فی صفر سنۃ سبع وثلثین ودام القتال بہا ایاما فرفع اہل الشام المصاحف یدعون الی ما فیہا مکیدۃ من عمرو بن العاص فکرہ الناس الحرب وتداعوا الی الصلح وحکموا الحکمین فحکم علی اباموسی الاشعری وحکم معویۃ عمرو بن العاص وکتبوا بینہم کتابا علی ان یوافوا راس الحول باذرح فینظروا فی امر الامۃ فافترق الناس ورجع معویۃ الی الشام وعلی الی الکوفۃ فخرجت علیہ الخوارج من اصحابہ ومن کان معہ وقالوا لاحکم الا للہ وعسکروا بحروراء فبعث الیہم ابن عباس فخاصمہم وحجہم فرجع منہم قوم کثیر وثبت قوم وساروا الی النہروان فعرضوا السبیل فسار الیہم علی فقتلہم بالنہروان وقتل منہم ذوا الثدیۃ وذلک سنۃ ثمان وثلثین واجتمع الناس باذرح فی شعبان من ہذہ السنۃ وحضرہا سعد بن ابی وقاص وابن عمر وغیرہما من الصحابۃ فقدم عمرو اباموسے الاشعری مکیدۃ منہ فتکلم فخلع علیا وتکلم عمرو فاقر معویۃ وبایع لہ فتفرق الناس علی ہذا وصار علی فی خلاف من اصحابہ حتی صار یعض علی اصبعہ ویقول اعصی ویطاع معویۃ انتہے۔ حدیث من لم یعرف امام زمانہ الخ کی نسبت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب لکھتے ہیں حدیث من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتۃ جاہلیۃ صحیح الاسناد است ومقولہ جناب نبوی است صلی اللہ علیہ وسلم ومعنی معرفت وجوب اطاعت است درصورت وجود امام وتحذیر از منازعت ومخالفت چنانکہ از لفظ مات میتۃ جاہلیۃً ظاہر است کہ اہل جاہلیت اتباع رئیس واحد نداشتند وہر فرقہ برائے خود رئیس می کروند (فتاوی عزیزی صفحہ ۷۷ جلد دوم) شاہ صاحب نے اس حدیث کو صحیح الاسناد بتایا ہے مگر حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی نسبت منہاج السنہ صفحہ ۲۷ جلد ۱ میں لکھتے ہیں ہذا الحدیث بہذا اللفظ لا یعرف انما المعروف مثل ما روی مسلم فی صحیحہ عن نافع قال جاء عبداللہ بن عمر الخ ثم ذکر حدیث ابن عمر ومن مات ولیس فی عنقہ بیعۃ مات میتۃ جاہلیۃ۔ اور یہ حدیث بہت صحیح ہے امام مسلم نے اس کو اپنے صحیح میں حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے۔ یہ حدیث صحیح مسلم کے کتاب الامارۃ صفحہ ۱۲۸ جلد ۲ میں مذکور ہے۔ پوری حدیث اس طرح پر ہے من خلع یدا من طاعۃ لقی اللہ یوم القیمۃ لا حجۃ لہ ومن مات ولیس فی عنقہ بیعۃ مات میتۃ جاہلیۃ اس حدیث کے جملہ اخیرہ یعنی ومن مات ولیس فی عنقہ الخ کا مطلب ومنشا یہ ہے کہ جو شخص امام وقت کے ہوتے ہوئے اس کی بیعت نہ کرے۔ اور بلا بیعت کے مرجائے تو وہ جاہلیت کی موت مرا یعنی گمراہی پر مرا یا اہل جاہلیت کی موت مرا کہ جیسے ان کا کوئی امام مطاع نہیں اس کا بھی کوئی امام مطاع نہیں۔ مجمع البحار میں ہے وفی ح الفتن فقد مات میتۃ جاہلیۃ بالکسر حالۃ الموت ای کما یموت اہل الجاہلیۃ من الضلال والفرقۃ ک من خرج من السلطان مات میتۃ جاہلیۃ ای کموت اہل الجاہلیۃ حیث لم یعرفوا اماما مطاعا ولا یرید انہ یموت کافرا بل عاصیہ

امام نووی شرح صحیح مسلم میں لکھتے ہیں۔ بکسر المیم ای علی صفتہ موتہم من حیث ہم فوضی لا امام لہم انتہے جناب نواب صدیق الحسن صاحب رح بغیۃ الرائد فی شرح العقائد صفحہ ۹۲ میں لکھتے ہیں مراد بمردن جاہلیت آن ست کہ باوجود امام دست بیعت باو ندہد و متابعت او نکند واگر زمانہ آید کہ امامے دران موجود نباشد و نصب امام صورت نہ بندد امید آنست کہ داخل درین وعید نباشد انتہے۔ شاہ عبد العزیز صاحب رح لکھتے ہیں۔ وانچہ از ابن عمر نقل کردہ کہ من مات ولیس فی عنقہ بیعۃ الامام مات میتۃ جاہلیۃ صحیح است لیکن مراد آنست کہ بعد از انعقاد امامت امام باجماع اہل حل وعقد اگر عادل باشد در تسلط واستیلاء بلا منازع اگر جائز باشد توقف در بیعت روا نیست انتہے۔(فتاوی عزیزی جلد دوم صفحہ ۷۷) واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ۔

سید محمد حسین

سوال۔ ماقولکم رحمکم اللہ۔ درین صورت کہ اگر در چند متخاصمین بابت ترکہ موروثہ صلح علی معنی استیفاء بعض حقوق و اسقاط البعض من الجانبین صلح واقع شد پس نقض این صلح میتوان شد یا نہ درین باب فقہاء حنفیہ رح چہ می نویسند بینوا توجروا۔

الجواب۔ نقض این صلح نمی تواند شد در جامع الفصولین می آرد کل صلح وقع بعد صلح فالاول صحیح والثانی باطل وبطل الصلح اذا کان الصلح من جنس حقہ فصالح باقل منہ ثم تفاسخ الصلح لا ینقض الصلح الاول لانہ اسقاط والساقط لایعود انتہے۔ ودر سراج منیر می آرد صالحا ثم تفاسخا قیل ینفسخ وقیل لا والصواب ان الصلح ان کان بمعنی المعاوضۃ ینفسخ واذا کان بمعنی استیفاء البعض واسقاط البعض لا ینقض کما فی القنیۃ انتہے۔ ودر مجمع البرکات می نویسد صالح عن العشرۃ بالخمسۃ ثم نقض الصلح لا ینقض لان الصلح بجنس حقہ اسقاط والساقط لایعود انتہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ السید شریف حسین عفی عنہ۔

سید محمد نذیر حسین

کتاب النکاح

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ محمد علی ابتدائے عمر سے شعر گوئی کا شوق رکھتا ہے۔ نعت و منقبت بھی لکھتا ہے مرثیہ تصنیف کرتا ہے اور پڑھتا ہے جن مجلسوں میں وہ مرثیہ پڑھتا ہے وہ مجالس اہل تشیع کے یہاں ہوتی ہیں۔ محمد علی ہمیشہ سنی حنفی المذہب ہونیکا دعوے کرتا ہے۔ اور نماز جمعہ و عیدین و جمعہ وغیرہ میں شریک اہل سنت والجماعت رہتا ہے آیا اسکو رافضی کہہ سکتے ہیں یا نہیں اور اس کا حلف کے ساتھ یہ کہنا کہ میں سنی المذہب ہوں قابل اعتبار ہے یا نہیں اور اس کا نکاح اس کی منکوحہ زوجہ سے ساقط ہوجاوے گا یا نہیں۔ اس کی زوجہ بلا اُس کے طلاق کے اپنا نکاح ثانی کر سکتی ہے یا نہیں۔

الجواب۔ جب محمد علی ہمیشہ سنی المذہب ہونیکا دعوے کرتا ہے اور نماز عیدین و جمعہ وغیرہ میں شریک اہل سنت والجماعت رہتا ہے اور حلف کے ساتھ کہتا ہے کہ میں سنی المذہب ہوں تو اس کا یہ کہنا ضرور قابل اعتبار ہے۔ اور اس کو رافضی کہنا ہرگز جائز نہیں اور اس کا نکاح اس کی زوجہ منکوحہ سے ساقط نہیں ہوگا۔ اور بغیر اس کے طلاق کے اس کی زوجہ اپنا نکاح ثانی نہیں کر سکتی ہے رہا محمد علی کا مرثیہ تصنیف کرنا اور مجالس اہل تشیع میں پڑھنا سو یہ ناجائز اور گناہ کا کام ہے۔ کیونکہ ایسے مرثیہ کا تصنیف کرنا اور پڑھنا جس سے حزن و غم میں ہیجان ہو اور دبا ہوا غم و الم تازہ ہو اور جوش میں آئے اور نوحہ و بکا کرنے پر باعث و محرک ہونا جائز و ممنوع ہے اور مجالس اہل تشیع میں اسی قسم کے مرثیے پڑھے جاتے ہیں۔ حافظ ابن حجر فتح الباری میں باب رثاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم سعد بن خولہ کے تحت میں لکھتے ہیں الرثاء بکسر الراء و بالمثلثۃ بعدہا مدۃ مدح المیت و ذکر محاسنہ لیس ہو المراد من الحدیث حیث قال الراوی یرثی لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولہذا اعترض الاسمعیلی فقال لیس ہذا من مراثی الموتی وانما ہو من التوجع یقال رثیتہ اذا مدحتہ بعد موتہ و رثیت لہ اذا تحزنت علیہ ویمکن ان یکون مراد البخاری ہذا بعینہ کانہ یقول ما وقع من النبی صلی اللہ علیہ وسلم فہو من التحزن والتوجع وہو مباح ولیس معارضا للنہی عن المراثی التی ہی ذکر اوصاف المیت الباعثۃ

علی تہییج الحزن و تجدید اللوعۃ وہذا ہو المراد بما اخرجہ احمد و ابن ماجہ وصححہ الحاکم من حدیث عبداللہ بن ابی اوفی قال نہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عن المراثی وہو عند ابن ابی شیبۃ بلفظ نہانا ان نتراثی الخ۔ پس محمد علی کو ایسے مرثیہ تصنیف کرنے اور اس کو مجالس اہل تشیع مین پڑہنے سے توبہ کرنا لازم ہے اور محمد علی کو مجرد اس نقل سے رافضی کہنا جائز نہین ہے اور محمد علی کا مرثیہ کے علاوہ اور شعر کہنا اگر حد شرع سے متجاوز نہین ہی تو جائز ہے ورنہ نہین واللہ اعلم بالصواب کتبہ محمد عبدالرحمن المبارکفوری عفااللہ عنہ +

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ زوجہ بالغہ کو نکاح کے بدلہ مین جو مہر ملا ہے اگر وہ مہر کے روپیہ سے لوگون کی ضیافت کرے تو اس کے یہان ضیافت کھانا درست ہی یا نہین +

الجواب۔ زوجہ کو جو مہر ملا ہے وہ اسی کی ملک ہے اُس کو اُس مین ہرطرح کے جائز تصرف کرنیکا اختیار ہے۔ پس اگر وہ مہر کے روپیہ سے لوگون کی ضیافت کرے تو اس کے یہان ضیافت کھانا درست ہے واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ عین الدین عفی عنہ۔　　سید محمد نذیر حسین

سوال۔ عورت مشرکہ جب مسلمان ہو جاوے تو کتنی مدت کے بعد نکاح کر سکتی ہے۔

الجواب۔ جب عورت مشرکہ مسلمان ہو جاوے تو وہ تین حیض کے بعد نکاح کر سکتی ہی کیونکہ وہ مسلمان ہونیکی وجہ سے حرہ ہو گئی اور حرہ کی عدت تین حیض ہی اور یہی جمہور کا مذہب ہے اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عورت مشرکہ مسلمان ہو جائے تو اس کی عدت ایک حیض ہے ایک حیض کے بعد وہ نکاح کر سکتی ہی حافظ ابن حجر باب من اسلم من المشرکات و عدتہن کے تحت مین لکھتے ہین ای قدرہا والجمہور علی انہا تعتد عدۃ الحرۃ وعن ابی حنیفۃ یکفی ان تستبرء بحیضۃ۔ اور اس باب مین امام بخاری نے جو حدیث روایت کی ہے اس کے لفظ حتی تحیض وتطہر کے تحت مین لکھتے ہین۔ تمسک بظاہرہ الحنفیۃ واجاب الجمہور بان المراد تحیض ثلث حیض لانہا صارت باسلامہا وہجرتہا من الحرائر بخلاف مالو سبیت انتہی۔ حررہ عین الدین عفی عنہ +

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ جس شادی والے گھر مین ڈھولک بجائی جاوے اور مغنیہ عورتین گائین یا رسوم بدعیہ فسقیہ ہوتی ہون اُن کی شادی مین شریک ہونا۔ اور جو برات باجے بجاتی ہوئی آوے یا اور رسوم بدعیہ فسقیہ کرے اُس کی آؤ بھگت کرنا اور اس کی خدمت گذاری اور مہانداری بجالانا شرعًا جائز ہے یا نہین +

الجواب۔ جن شادی والے گھرون مین ڈھولک بجائی جاوے اور مغنیہ عورتین گائین یا رسوم بدعیہ فسقیہ عمل مین لاوین تو اُن کی شادی مین شریک ہونا ناجائز ہے اور اُن کی دعوت قبول کرنا

نادرست - اسی طرح جو برات باجے بجاتی ہوئی آوے یا اور رسوم بدعیہ فسقیہ کرے اس کی آؤبھگت کرنا اور اسکی خدمت گذاری اور مہمانداری بجالانا ناجائز ہے کیونکہ یہ سب گناہ کے کام ہین اور گناہ کے کام مین شریک ہونا اور گناہ کے کام پر اعانت و مدد کرنا ممنوع و ناجائز ہے قال اللہ تعالے تعاونوا علی البر والتقوے ولا تعاونوا علے الاثم والعدوان - عن عمران بن حصین قال نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن اجابۃ طعام الفاسقین اخرجہ الطبرانی فی الاوسط کذا فی فتح الباری وعن ابراہیم بن میسرۃ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علی ہدم الاسلام رواہ البیہقی فی شعب الایمان مرسلا کذا فی المشکوۃ - قال فی سبل السلام قال ابن دقیق العید فی شرح الالمام و قد یسوغ ترک الاجابۃ لاعذار منہا ان یکون فی الطعام شبہۃ او یخص بہا الاغنیاء او یکون ہناک من یتاذی بحضورہ معہ او لا یلیق مجالستہ او یدعوہ لخوف شرہ او لطمع فی جاہہ او لیعاونہ علی باطل او یکون ہناک منکر من خمر او لہو او فراش حریر او ستر لجدار البیت او صورۃ فی البیت او یعتذر الی الداعی فیترکہ او کانت فی الثالث کما یاتی فہذہ الاعذار ونحوہا فی ترکہا علے القول بالوجوب وعلی القول بالندب بالاولی وہذا ماخوذ مما علم من الشریعۃ ومن قضایا وقعت للصحابۃ الی ان قال فیہ وبالجملۃ الدعوۃ مقتض للاجابۃ وحصول المنکر مانع عنہا فتعارض المانع والمقتضی والحکم للمانع انتہے - اور راگ اور باجے کی حرمت و ممانعت مین آیات و احادیث کثیرہ وارد ہوئی ہین واللہ اعلم بالصواب حررہ علی محمد عفی عنہ مورخہ ۱۰ محرم ۱۳۱۹ھ

سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ ایک شخص نے اپنی دختر نابالغہ کا نکاح ایک شخص کے لڑکے نابالغ سے کر دیا - جب دونون بالغ ہوگئے تو لڑکے کی عادت بدچلنی بدطواری چوری نشہ پینے کی ایسی ہوگئی کہ اپنی زوجہ کی خبر گیری اور اس کے حقوق کے ادا کرنے سے بالکل کنارہ کش ہوگیا - اور زیور متعینہ مہر کا اس کی طرف سے دختر کو ملا تھا وہ اور جو باپ کے گھر تھا سب فروخت کر کے نشہ پینے مین اڑا دیا - نان ونفقہ بالکل نہین دیتا اور نہ کبھی اپنی زوجہ کو اپنے گھر لیجاتا ہے نماز روزہ ارکان اسلام سے بالکل ناواقف - ہنود کی صحبت مین رہتا ہے اور اکثر اوقات انہین کے یہان کھاتا پیتا ہے دختر بھی اس سے ناراض ہے اس کے ساتھ رہنا پسند نہین کرتی طلاق بھی نہین دیتا - جب طلاق کی نسبت اس سے کہا جاتا ہے تو اور روپیہ طلب کرتا ہے کیونکہ نشہ پینے کے لئے اور کسی جگہ سے روپیہ مل نہین سکتا - صرف نشہ کے لئے روپیہ لیتا ہے حالانکہ زرمہر جو اس نے دیا تھا وہ سب اپنے صرف مین لاچکا - غرضکہ نہ طلاق دیتا ہے نہ زوجہ کو اپنے گھر لیجاکر اس کے حقوق ادا کرتا ہے - دختر چونکہ جوان ہے ایسی حالت مین اس کا اس طرح پر رہنا نہایت خوفناک ہے اسلئے اب اس صورت مین شرعا اس کا نکاح فسخ ہوکر دوسرے شخص سے نکاح ہوسکتا ہے یا نہین بینوا توجروا

الجواب - صورت مسئولہ مین شوہر جو روپیہ طلاق دینے پر طلب کرتا ہے اگر زوجہ اس کے دینے پر قادر ہے تو بہتر ہے کہ خلع کرا دیا جاوے اور یہ حنفیہ غیر حنفیہ سب کے نزدیک جائز ہے ضرورت کے وقت مین جواز خلع کے اندر کیا کلام ہے قال اللہ تعالے - فان خفتم ان لا یقیما حدود اللہ فلا جناح علیہما فیما افتدت بہ - اور اگر زوجہ اس روپیہ کے دینے پر قادر نہین ہے اور خاوند نہ طلاق دیتا ہے اور نہ حقوق زوجیت نان ونفقہ وغیرہ کو ادا کرتا ہے اور زوجہ بہ سبب فوات ضروریات بشری وعدم حصول حقوق زوجیت متضرر ہے اور اس ضیق وتنگی کی برداشت سے عاجز ہے تو اس صورت مین فسخ نکاح جائز ہوگا - اور مسماۃ کو کسی دوسرے سے نکاح کر لینا درست ہوگا کیونکہ شرح مین حرج مرفوع ہے قال اللہ تعالی وما جعل علیکم فی الدین من حرج - اور حدیث مین فرمایا ہے لا ضرر ولا ضرار - [1] ووقع فی روایۃ فی الرجل لا یجد ما ینفق علی امرأتہ قال رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم یفرق بینہما - [2] اور چونکہ یہان پر ضرورت ہے اسوجہ سے حنفیہ کے نزدیک بھی اسپر فتوے جائز ہے - خیر الدین رملی حنفی استاذ مؤلف در مختار لکھتے ہین - المختار عندنا انہ لا یفتی ولا یعمل الا بقول الامام الاعظم ولا یعدل الی قولہما او قول احدہما او غیرہا الا لضرورۃ - معلوم ہوا کہ حنفیہ کے نزدیک ضرورت کے وقت غیر کے قول پر فتوے جائز ہے اور ایسی صورت مین جواز تفریق کا مذہب بہت سے علما کا ہے واللہ اعلم بالصواب - ابو یحیے محمد الشاہ جہانپوری لعشرین خلون من شعبان ۱۳۱۵ھ ہجری +

سید محمد نذیر حسین

سوال - زید نے اپنی دختر ہندہ کا نکاح ایک شخص مسمی عمرو سے نیک وصالح سمجھکر کر دیا بعدہ مین عمرو مذکور کو نہایت بدچلن شراب خوار وزانی وقمار باز وغیرہ پایا آیا یہ نکاح قائم رہا یا نہین قبل نکاح کے دختر مذکورہ نابالغہ تھی - بعد بلوغ ہو نیکے وہ اس نکاح سے راضی نہین ہوا اس بارہ مین شرع شریف کا کیا حکم ہے -

[1] قولہ لا ضرر ولا ضرار الخ قول حدیث لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام اخرجہ احمد وابن ماجہ والطبرانی فی الکبیر ورجالہ ثقات واخرجہ ایضا الطبرانی فی الاوسط عن جابر وفیہ ابن اسحاق ثقۃ مدلس واخرجہ ایضا ابن ماجہ عن عبادۃ وحسنہ فی الجامع الصغیر الجامع مع الازہر من حدیث النبی الانور - ابو سعید محمد شرف الدین مصحح ۱۲

[2] قولہ لا یجد ما ینفق الخ اخرجہ الدارقطنی والبیہقی من طریق عاصم القاری عن ابی صالح عن ابی ہریرۃ مرفوعا واعلہ ابو حاتم وفی الباب عن سعید بن المسیب عند سعید بن منصور والشافعی وعبد الرزاق فی الرجل لا یجد ما ینفق علی اہلہ قال یفرق بینہما قال ابو الزناد قلت لسعید سنۃ قال سنۃ وہذا مرسل قوی وعن عمر عند الشافعی وعبد الرزاق وابن المنذر انہ کتب الی امراء الاجناد فی رجال غابوا عن نسائہم اما ان ینفقوا واما ان یطلقوا ویبعثوا نفقۃ ما حبسوا انتہی کذا فی النیل ۱۲ ابو سعید محمد شرف الدین مصحح +

الجواب - نکاح مین کفاءت فی الدین والتقوی کا اعتبار کرنا قرآن وحدیث سے ثابت ہے پس جب زید نے ہندہ کا نکاح عمرو سے نیک وصالح گمان کرکے کردیا پھر بعد کو ظاہر ہوا کہ عمرو نہایت بدچلن شراب خوار وزانی وقمار باز وغیرہ ہے اور ہندہ بالغ ہونیکے بعد اس نکاح سے راضی نہین ہے تو اس صورت مین یہ نکاح صحیح نہین ہوا بلکہ باطل ہے فقہائے حنفیہ نے بھی ایسی صورت مین بطلان نکاح کی تصریح کی ہے - ذکر اصحاب الفتوی ان الاب اذا زوج بنتہ الصغیرۃ ممن ینکر انہ یشرب المسکر فاذا ہو مدمن لہ وقالت بعد ما کبرت لا ارضی بالنکاح ان لم یکن یعرف الاب بشربہ وکان اہل بیتہ صالحین فالنکاح باطل اتفاقا لانہ انما زوج علی ظن انہ کفو انتہی ثم انہ لاخصوصیۃ لما اذا علمہ فاسقا وانما المراد اذا زوجہ بناء علی انہ کفو فاذا ہو لیس بکفو فانہ باطل بالاتفاق ولہذا قال فی القنیۃ زوج بنتہ الصغیرۃ من رجل ظنہ حر الاصل وکان معتقا فہو باطل بالاتفاق بحر الرائق واللہ اعلم بالصواب حررہ السید ابو الحسن عفی عنہ

سید محمد ابو الحسن	سید محمد عبد السلام غفرلہ	سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ زید نے ہندہ سے نکاح کرکے پھر خبر نہ لی اور ہندہ کو کالمعلقہ ڈال رکھا ہے نہ بلاتا ہے نہ آتا ہے نہ طلاق دیتا ہے نہ نان ونفقہ کی خبر لیتا ہے نہ کسی کی فہمائش سنتا ہے اب اس صورت مین کیا کیا جاوے اور دعوے مہر کا پہنچ سکتا ہے یا نہین وچڑھاوا جو عروسی کے وقت چڑھایا جاتا ہے اور جوڑہ وہ زید نے دبا رکھا ہے وہ ہندہ کو پہنچتا ہے یا نہین بینوا توجروا فجزاکم اللہ فی الدارین خیرا احسن الجزاء +

الجواب - جاننا چاہیئے کہ نکاح کا موجب شرعی حسن معاشرت بالمعروف ہے یعنی زوج پر واجب ہے کہ زوجہ کی دستور کے موافق نان ونفقہ کی خبر لے - اور جیسے دنیا مین میان وبیوی رہتے ہین رہے - اور حقوق زوجیت عرف کے موافق پورا پورا ادا کرے یا اس کو طلاق دے اور خوبی کے ساتھ رخصت کرے - وعاشروہن بالمعروف بالانصاف فی الفعل والاجمال فی القول کذا فی تفسیر القاضی ناصر الدین البیضاوی فامساک بمعروف بالمراجعۃ وحسن المعاشرۃ وہو یوید المعنی الاول او تسریح باحسان بالطلقۃ الثالثۃ او بان لا یراجعہا حتی تبین وعلی المعنی الاخیر حکم مبتداء وتخییر مطلق عقیب تعلیمہم کیفیۃ التطلیق کذا فی البیضاوی - فامساک بمعروف قیل اراد بالامساک الرجعۃ بعد الثانیۃ والصحیح ان المراد منہ الامساک بعد الرجعۃ یعنی اذا راجعہا بعد الطلقۃ الثانیۃ فعلیہ ان یمسکہا بالمعروف والمعروف کل ما یعرف فی الشرع من اداء حقوق النکاح وحسن الصحبۃ او تسریح باحسان ہو ان یترکہا بعد الطلاق حتی تنقضی عدتہا وقیل الطلقۃ الثالثۃ کذا فی تفسیر معالم التنزیل للامام محی السنۃ البغوی - اور صورت مسئولہ مین زید نہ تو کوئی حق زوجیت ادا کرتا ہے اور نہ طلاق دیتا ہے حالانکہ اس پر ان دونون امرون مین سے ایک امر واجب ہے تو ضرور ہوا کہ قاضی اسکے قائم مقام ہوکر تفریق کرادے اسکے ظلم کے دفع کے واسطے کیونکہ یہ زید کا ظلم

صریح ہے اور ہندہ کا بڑا حرج ہے اور دین میں حرج نہیں ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے وما جعل علیکم فی الدین من حرج - غرضکہ قاضی اُس کے قائم مقام ہوکر تفریق کرادے اگر ہندہ تفریق چاہے موافق قاعدہ مقررہ شرع کے کہ جب زوج امساک بمعروف و تسریح باحسان دونوں میں کوئی نہ کرے تو قاضی تفریق کرادے جیسا کہ بہت مسئلوں میں یہ قاعدہ برتا جاتا ہے مثل لعان ومفقود الخبر کے ولنا ان ثبوت الحرمۃ یفوت الامساک بالمعروف فیلزمہ التسریح بالاحسان فاذا امتنع ناب القاضی منابہ دفعا للظلم کذا فی الہدایۃ صفحہ ۴۰۹ جلد ا - نفات الامساک بالمعروف ووجب علیہ التسریح بالاحسان فاذا امتنع ناب القاضی منابہ ففرق بینہما ولابد من طلبہا لانہ حقہا کذا فی الہدایۃ - اور دعوے مہر کا ہندہ کو پہنچتا ہے اگر خلوت صحیحہ ہوئی ہے تو پورے مہر کا ورنہ نصف مہر کا - اور خلوت صحیحہ اسکو کہتے ہیں کہ زوج و زوجہ ایک جا مکان میں ہوں اور کوئی چیز وطی سے مانع نہ ہو اگرچہ وطی نہ ہو - واذا خلا الرجل بامرأتہ ولیس ہناک مانع من الوطی ثم طلقہا فلہا کمال المہر کذا فی الہدایۃ وان طلقہا قبل الدخول والخلوۃ فلہا النصف المسمی کذا فی الہدایۃ - فرمایا اللہ تعالیٰ نے وان طلقتموہن من قبل ان تمسوہن وقد فرضتم لہن فریضۃ فنصف ما فرضتم الایۃ - اور چڑھاوا وغیرہ ملک ہندہ کی ہے کیونکہ عرف میں ہندہ کو دیتے ہیں زید کا اس میں کچھ حق نہیں اس کا دبا رکھنا صریح ظلم ہے پس جب ہندہ کا مال ہے اور زید ظلم سے دبائے ہوئے ہے تو ہندہ کو دعوے حق کا ہے کما لا یخفی علی من لہ ادنی تفقہ ہذا ما ظہر لی واللہ اعلم بالصواب فاعتبروا یا اولی الالباب قد حررہ العبد المہین محمد یسین الرحیم آبادی عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا نکاح بحالت عدم بلوغ بغیر اجازت اسکے باپ کے اس کی ماں نے زید کے ساتھ کر دیا اور باپ ہندہ کا راضی نہیں ہے اور اجازت نکاح کی نہیں دیتا ہے آیا عند الشرع یہ نکاح جائز رہیگا یا نہیں بینوا توجروا +

الجواب - صورت مرقومہ میں واضح ہو کہ نکاح مذکور جائز نہیں ہے کیونکہ ماں ولی ابعد ہے اور باپ ولی اقرب اور ولی ابعد کا نکاح کیا ہوا ولی اقرب کی اجازت پر موقوف رہتا ہے اور صورت مرقومہ میں باپ جو ولی اقرب ہے وہ راضی نہیں ہے اور نہ اجازت دیتا ہے لہذا نکاح مذکور جائز نہیں ہے - وان زوج الصغیر او الصغیرۃ ابعد الاولیاء فان کان الاقرب حاضرا وہو من اہل الولایۃ توقف نکاح الابعد علی اجازتہ وان لم یکن من اہل الولایۃ بان کان صغیرا او کبیرا مجنونا جاز وان کان الاقرب غائبا غیبۃ منقطعۃ جاز نکاح الابعد کذا فی المحیط فتاوی عالمگیری واللہ اعلم بالصواب - حررہ سید ابو الحسن -

سید محمد نذیر حسین | سید محمد عبد السلام غفرلہ | سید محمد ابو الحسن

سوال- کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ زید نے اپنی خوشدامن سے زنا کیا اب اسکی زوجہ اس پر حرام ہوئی یا نہین- اگر حرام ہوئی تو نکاح باطل ہوا یا فاسد یعنی طلاق کی ضرورت ہے کہ نہین- پھر کسی صورت سے زید اپنی زوجہ مذکورہ کو نکاح مین لاسکتا ہے یا نہین بینوا توجروا

الجواب- واللہ الموفق للصواب صورت مرقومہ مین زید کی زوجہ زید پر حرام نہین ہوئی کیونکہ کتاب اللہ سے منکوحہ کی فرع کی حرمت ثابت ہوتی ہے نہ مزنیہ کی فرع کی اثر ابن عباس رض فی رجل غشی ام امرأتہ قال تخطی حرمتین لاتحرم علیہ امرأتہ واسنادہ صحیح اور اثر علی رض لایحرم الحرام الحلال اس کا مؤید ہے واللہ اعلم وعلمہ اتم- کتبہ محمد بشیر-

سید محمد نذیر حسین

سوال- کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ کسی شخص نے اپنے لڑکے کی بیوی سے جبراً زنا کیا آیا اب وہ عورت اپنے خاوند کے نکاح مین رہی یا نہین اور وہ عورت خاوند سے کس قدر مہر لینے کی مستحق ہوگی- بینوا توجروا +

الجواب- حنابلہ اور حنفیہ و مالکیہ کے نزدیک وہ عورت اپنے خاوند کے نکاح سے نکل گئی اور اس کو مہر مثل دینا پڑے گا- اور مہر مثل کے معنے یہ ہین کہ اس عورت کی ہمجنس عورتون مین جس قدر کم سے کم مہر کا رواج ہو دلوایا جاوے لیکن شافعیہ اور اہل حدیث کے نزدیک وہ عورت اپنے خاوند کے نکاح سے باہر نہین ہوئی صرف زنا کرنیوالے پر گناہ ہوا اور اس عورت کا گناہ کچھ نہین ہے اس لئے کہ وہ مجبور تھی اور حرام کام کرنے سے حلال چیز حرام نہین ہو سکتی جیسا کہ دارقطنی وغیرہ مین آیا ہے- عن عائشۃ قالت سئل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عن رجل زنی بامرأۃ فاراد ان یتزوجہا او ابنتہا فقال لایحرم الحرام الحلال- لیکن اس حدیث کی صحت مین کچھ کلام بھی ہے اور اصل استدلال خصوم کا آیۃ کریمہ ولا تنکحوا ما نکح آباؤکم من النساء سے ہے لیکن اس مین لفظ نکاح مبحوث فیہ ہے اگر نکاح وطی کے معنون مین حقیقت اور عقد کے معنون مین مجاز ہے- تب تو استدلال حرمت مصاہرت بالزنا کا ٹھیک ہے اور اگر عقد مین حقیقت ہے تب تحریم موطوءہ بالزنا مین کلام ہوگا لیکن اس مین شک نہین ہے کہ حقیقت اور مجاز دونون ایک وقت مین مراد نہین ہو سکتے اور ادلہ صحیحہ محکمہ اس بات کی مقتضی ہین کہ نکاح عقد مین حقیقت ہے اور اس کی مزید تحقیق تفسیر کبیر جلد سوم صفحہ ۱۸۲ مین ہے تو خلاصہ یہ ہوا کہ بمقتضائے مذہب شافعیہ و اہلحدیث وہ عورت اپنے خاوند کے نکاح سے باہر نہین ہوئی واللہ اعلم-

الراقم ابو اسمعیل یوسف حسین عفی عنہ- الجواب صحیح محمد بشیر عفی عنہ-

الجواب صحیح خلیل الرحمن- من اجاب فقد اصاب احمد عفی عنہ-

سید محمد نذیر حسین

سوال- کیا فرماتے ہین علماے دین اس مسئلہ مین کہ ایک عورت بیوہ ہے اور اپنا نکاح کرنا چاہتی ہے لیکن عورت مذکورہ کا باپ کچھ تو اسوجہ سے کہ حسب رواج جہالت قدیمہ بیوہ کے نکاح کو برا جانتا ہی اور اپنی توہین سمجھتا ہی دوسرے اسوجہ سے کہ وہ خود تو بددین ہے توحید وسنت والوںکو وہابی وغیرہ کہتاہے اور اس امر پر ہرگز راضی نہین ہے کہ اس کی دختر ایسے آدمی سے نکاح کرے اور عورت مذکورہ شرک و بدعت وغیرہ سے تائب ہوگئی ہے- نماز کی پابند ہے اور یون چاہتی ہے کہ کسی دیندار آدمی سے نکاح ہوجاوے تو اس صورت مین شریعت اسلام یہ اجازت دیتی ہے یا نہین کہ عورت مذکورہ اپنی قرابت مین سے کسی اور شخص کو اپنے نکاح کا ولی بناکر کسی دیندار شخص سے اپنا نکاح پڑھوالے اور باپ وغیرہ کے ڈر سے اعلان عام نہ ہوسکے اور ایسے جلسہ مین نکاح ہو جس مین ایک مرد حاضر ہے جوکہ بیوہ مذکورہ کا داماد بھی ہے اور خالہ کا بیٹا بھی ہے اور اسی کو عورت نے اپنے نکاح کا ولی بنایا اور وہی قاضی نکاح بھی ہے اور دو عورتین حاضر ہین تو ایسا نکاح شرعاً صحیح ہے یا نہین بینوا توجروا*

الجواب - ان الحکم الا اللہ- معلوم کرنا چاہئے کہ درصورت مذکورہ سوال شریعت اسلام اجازت دیتی ہے کہ عورت مذکورہ اپنے قرابت مند سے ایک مرد صالح کو اپنے نکاح کا ولی بناکر کسی دیندار شخص سے اپنا نکاح پڑھوالے اور ایسا نکاح جو سوال مین مذکور ہے شرعاً صحیح و درست ہے- تفصیل اس مسئلہ کی یہ ہے کہ شرط اذن الولی فی النکاح مین تین مذہب ہین اول مذہب احناف کا ہے مسلک اُن کا یہ ہے کہ اذن ولی کی صحت نکاح کے لئے شرط نہین ہے عورت خواہ باکرہ ہو خواہ ثیبہ ہو بلکہ عورت خود اپنا نکاح بلا اذن ولی کے کرسکتی ہے مگر یہ مسلک بالکل ضعیف ہے اور ادلہ صحیحہ اس کے خلاف پر قائم ہین- دوسرا مذہب امام شافعی و امام احمد واکثر محدثین کا ہے کہ اذن ولی صحت نکاح کے لئے شرط ہے عورت باکرہ ہو خواہ ثیبہ ہو اور عورت کو یہ اختیار نہین کہ بغیر ولایت کے اپنا نکاح کسی سے کرلے قال اللہ تبارک وتعالی انکحوا الایامی منکم- پس یہان پر خطاب ہے اولیا کو کہ تم بے خاوند والی عورتون کا نکاح کرو*

وعن ابی بردۃ بن ابی موسی عن ابیہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لانکاح الابولی رواہ الامام احمد و اصحاب السنن الاربعۃ وصححہ علی بن المدینی وعبدالرحمن بن مہدی والترمذی والبیہقی وغیر واحد من الحفاظ ورواہ ابویعلی الموصلی فی مسندہ عن جابر مرفوعاً قال الحافظ الضیاء رجالہ کلہم ثقات وقال الحاکم وقد صحت الروایۃ فیہ عن ازواج النبی صلے اللہ علیہ وسلم عائشۃ وام سلمۃ وزینب بنت جحش قال وفی الباب عن علی وابن عباس ثم سرد ثلاثین صحابیا والحدیث دل علے انہ لایصح النکاح الا بولی کذا فی سبل السلام شرح بلوغ المرام- مذہب سوم داؤد ظاہری کا ہے کہ عورت

ثیبہ کے لیئے شرط اذن ولی نہین ہو بلکہ ثیبہ خود بلا اذن ولی کے نکاح کر سکتی ہو اور باکرہ کا نکاح بغیر ولایت ولی کے نہین جائز ہے اور اس کو کچھ اختیار نہین ہو۔ لحدیث ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الثیب احق بنفسہا من ولیہا والبکر تستامر واذنہا سکوتہا رواہ مسلم وفی لفظ من روایۃ ابن عباس لیس للولی مع الثیب امر والیتیمۃ تستامر رواہ ابو داؤد والنسائی وصححہ ابن حبان۔ وقال النووی فی شرح صحیح مسلم واختلف العلماء فی اشتراط الولی فی صحۃ النکاح فقال مالک والشافعی یشترط ولا یصح النکاح الا بولی وقال ابو حنیفۃ لا یشترط فی الثیب ولا فی البکر البالغۃ بل لہا ان تزوج نفسہا بغیر اذن ولیہا وقال داؤد یشترط الولی فی تزویج البکر دون الثیب انتہے۔ اور رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ مین ہے۔ ولا یصح النکاح عند الشافعی واحمد الا بولی ذکر وقال ابو حنیفۃ للمرأۃ ان تتزوج بنفسہا وقال داؤد ان کانت بکرا لم یصح نکاحہا بغیر ولی وان کانت ثیبا صح انتہے۔ پس مسلک اول تو ضعیف ہے اور مذہب ثانی وثالث پر ادلہ قویہ قائم ہین ومیل قلبی الی المذہب الثالث پس بنا بر اس مذہب ثالث کے اس عورت ثیبہ کو اختیار ہے کہ بغیر اذن اپنے باپ کے جس سے چاہے نکاح کر لے اور بنا بر مذہب ثانی کے بھی وہ عورت کسی کو اپنے نکاح کا ولی بنا کر نکاح کر سکتی ہے۔ کیونکہ صورت مذکورہ سوال سے ظاہر ہے کہ باپ اسکا فاسق ہے اور ولی کا عادل ہونا امام شافعی واحمد کے نزدیک ضرور ہے پس فاسق کی ولایت جائز نہین ہے بلکہ اس کے باپ کی ولایت دوسری طرف منتقل ہو جاوے گی۔ کتاب مسند الشافعی مین ہے اخبرنا مسلم بن خالد وسعید عن عبد اللہ بن عثمان بن خثیم عن سعید بن جبیر ومجاہد عن ابن عباس رض قال لا نکاح الا بشاہدی عدل وولی مرشد انتہے اور مغنی المحتاج شرح المنہاج للشیخ الخطیب الشربینی الشافعی مین ہے ولا ولایۃ للفاسق علے المذہب بل تنتقل الولایۃ للابعد لحدیث لا نکاح الا بولی مرشد رواہ الشافعی فی مسندہ بسند صحیح وقال الامام احمد انہ اصح شئے فی الباب ونقل عن الشافعی فی البویطی انہ قال المراد بالمرشد فی الحدیث العدل انتہے۔ اور کتاب کشف القناع شرح الاقناع للشیخ منصور بن ادریس الحنبلی مین ہے۔ ویشترط فی الولی سبعۃ شروط احدہا حریۃ والثانی ذکوریۃ والثالث اتفاق دین والرابع بلوغ والخامس عقل والسادس عدالۃ لما روی عن ابن عباس لا نکاح الا بشاہدی عدل وولی مرشد قال احمد اصح شئے فی ہذا قول ابن عباس وروی عنہ مرفوعا لا نکاح الا بولی وشاہدی عدل وایما امرأۃ انکحہا ولی مسخوط علیہ فنکاحہا باطل ولانہا ولایۃ نظریۃ فلا یستبد بہا الفاسق ولو کان الولی عدلا ظاہرا فیکفی مستور الحال لان اشتراط العدالۃ ظاہرا وباطنا حرج ومشقۃ انتہے۔ اور ایسا ہی کتاب شرح منتہے الارادات فی فقہ الحنبلی مین ہے۔ وفی سبل السلام اخرج الطبرانی فی الاوسط باسناد حسن عن ابن عباس بلفظ لا نکاح الا بولی مرشد او سلطان انتہے اور تلخیص الحبیر

مین ہے۔ حدیث ابن عباس لانکاح الابولی مرشد وشاہدی عدل اخرجہ الشافعی والبیہقی من طریق ابن خثیم عن سعید بن جبیر عنہ موقوفا وقال البیہقی بعد ان رواہ من طریق اخری عن ابن خثیم بسندہ مرفوعا بلفظ لانکاح الا باذن ولی مرشد او سلطان قال والمحفوظ الموقوف ثم رواہ من طریق الثوری عن ابن خثیم بہ ومن طریق عدی بن الفضل عن ابن خثیم بسندہ مرفوعا بلفظ لانکاح الابولی وشاہدی عدل فان انکحھا ولی مسخوط علیہ فنکاحھا باطل وعدی ضعیف انتہے۔ اور رحمۃ الامۃ مین ہے۔ ولا ولایۃ للفاسق عند الشافعی واحمد وقال ابوحنیفہ ومالک الفسق لایمنع الولایۃ انتہے۔ اور اگر فاسق کی ولایت علی رائے بعض الائمہ تسلیم بھی کرلی جائے تب بھی ولایت اس عورت کے باپ سے منتقل ہوجاوے گی کیونکہ باپ اس عورت کا باعث فسق اپنے کے عاضل ہے یعنی مانع نکاح ثانی سے ہے اور اس کو برا سمجھتا ہے اور عورت کو ضرورت نکاح کرنے کی ہے پس اس صورت میں اگر کوئی دوسرا ولی بعید بھی موجود نہ ہو اور اگر موجود ہو مگر وہ بھی اجازت نہیں دیتا ہو تو اب وہ عورت ایک مرد دیندار کو اپنا ولی قرار دیکر بولایت اس رجل صالح کے اپنا نکاح کرے عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایما امرأۃ نکحت بغیر اذن ولیہا فنکاحہا باطل فان اشتجروا فالسلطان ولی من لاولی لہ اخرجہ الاربعۃ الا النسائی وصححہ ابوعوانۃ وابن حبان والحاکم کذا فی بلوغ المرام وقال فی سبل السلام قال ابن کثیر وصححہ یحیی بن معین من الحفاظ والمراد بالاشتجار منع الاولیاء من العقد علیہا وہذا ہو العضل وبہ تنتقل الی السلطان ان عضل الاقرب و قیل بل تنتقل الی الابعد وانتقالہا الی السلطان مبنی علی منع الاقرب والابعد وہو محتمل ان السلطان ولی من لاولی لہ لعدمہ اولمنعہ ومثلہا غیبۃ الولی ثم المراد بالسلطان من الیہ الامر انتہے۔ اور موطا امام مالک مین ہے عن سعید بن المسیب انہ قال قال عمر بن الخطاب لاتنکح المرأۃ الا باذن ولیہا اوذی الرای منہا اوالسلطان انتہے۔ وقال الزرقانی فی شرح الموطا قال ابو عمر اختلف اصحابنا فی قول عمر ہذا فقال بعضہم کل واحد من ہؤلاء یجوز انکاحہ اذا اصاب وجہ النکاح من الکفو والصلاح وقال آخرون علی الترتیب لا التخییر انتہے۔ اور مغنی المحتاج شرح المنہاج مین ہے لو عدم الولی والحاکم فولت مع خاطبہا امرہا رجلا مجتہدا لیزوجہا منہ صح لانہ محکم والمحکم کالحاکم وکذا لو ولت معہ عدلا صح علے المختار وان لم یکن مجتہدا لشدۃ الحاجۃ الی ذلک قال فی المہمات ولایختص ذلک بفقد الحاکم بل یجوز مع وجودہ سفرا وحضرا بناء علے الصحیح فی جواز التحکیم انتہے۔ اور نیز مغنی المحتاج مین ہے وکذا یزوج السلطان اذا عضل النسیب القریب وانما یحصل العضل من الولی اذا دعت بالغۃ عاقلۃ الی کفو وامتنع الولی من تزویجہ لانہ انما یجب علیہ تزویجہا من کفو انتہے اور کشف القناع مین ہے فان عدم الولی مطلقا بان لم یوجد احد او عضل ولیہا ولم یوجد غیرہ زوجہا ذو سلطان فی ذلک المکان کوالی البلد وکبیرہ او امیر القافلۃ ونحوہ لان لہ سلطنۃ فان تعذر ذو سلطان فی ذلک المکان زوجہا عدل باذنہا انتہے اور شرح منتہی الارادات مین ہے

فان عدم الکل ای عصبۃ النسب والولاء والسلطان ونائبہ من المحل الذی بہ الحرۃ زوجہا ذو سلطان فی مکانہا
کعضل اولیائہا مع عدم امام ونائبہ فی مکانہ والعضل الامتناع من تزویجہا واشتراط الولی فی ہذہ الحال
یمنع النکاح بالکلیۃ انتہی کلامہ - اور رحمۃ الامہ میں ہے - فان کانت المرأۃ فی موضع لیس فیہ حاکم
ولا ولی فوجہان احدہما تزوج نفسہا والثانی انہا ترد امرہا الی رجل من المسلمین یزوجہا انتہی - اب رہا یہ
امر کہ نکاح میں شہادت عورت کی جائز ہے یا نہیں اور ایک مرد دو عورت شہادت کے لئے کافی
ہیں یا نہیں پس امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک شہادت عورتوں کی نکاح میں جائز نہیں ہے
کشف القناع فی فقہ الحنابلہ میں ہے - الشرط الرابع الشہادۃ علی النکاح فلا ینعقد النکاح الا بشاہدین
مسلمین عدلین ذکرین ماروی ابو عبید فی الاموال عن الزہری انہ قال مضت السنۃ ان لا تجوز شہادۃ
النساء فی الحدود ولا فی النکاح ولا فی الطلاق انتہی - اور تلخیص الحبیر میں ہے حدیث الزہری مضت السنۃ
من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والخلیفتین من بعدہ ان لا تقبل شہادۃ النساء فی الحدود وروی عن
مالک عن عقیل عن الزہری بہذا زاد ولا فی النکاح ولا فی الطلاق ولا یصح عن مالک ورواہ ابو یوسف
فی کتاب الخراج عن الحجاج عن الزہری بہ ومن ہذا الوجہ اخرجہ ابن ابی شیبۃ عن حفص بن غیاث
عن حجاج بہ انتہی - واخرج ابن ابی شیبۃ نا عیسی بن یونس عن الاوزاعی عن الزہری مضت السنۃ
بانہ تجوز شہادۃ النساء فیما لا یطلع علیہ غیرہن ورواہ عبد الرزاق عن ابن جریج عن ابن شہاب قال
مضت السنۃ ان تجوز شہادۃ النساء فیما لا یطلع علیہ غیرہن من ولادات النساء وعیوبہن انتہی -
وہکذا فی نصب الرایۃ فی تخریج احادیث الہدایۃ للزیلعی والدرایۃ للحافظ ابن حجر مگر یہ روایت
زہری کی مرسل ہے قابل حجت نہیں ہے اور لفظ ولا فی النکاح ولا فی الطلاق کا من طریق مالک
محفوظ نہیں ہے اور حجاج بن ارطاۃ راوی مدلس ہے بلکہ کتاب الخراج لابی یوسف القاضی و
مصنف ابن ابی شیبۃ وعبد الرزاق میں جملہ ولا فی النکاح کا نہیں ہے صرف امام ابو عبید القاسم
بن سلام نے کتاب الاموال میں اس زیادتی کے ساتھ روایت کیا ہے مگر وہ روایت قابل
احتجاج نہیں ہے - واخرج الامام الشافعی فی مسندہ اخبرنا الثقۃ عن ابن جریج عن عبد الرحمن
ابن القاسم عن ابیہ قالت کانت عائشۃ تخطب الیہا المرأۃ من اہلہا فتشہد فاذا بقیت عقدۃ
النکاح قالت لبعض اہلہا زوج فان المرأۃ لا تلی عقدۃ النکاح انتہی - اس روایت میں امام شافعی
کے شیخ کا نام مذکور نہیں ہے پس علی قاعدۃ المحدثین سند اس کی صحیح نہیں ہوئی اور قطع نظر اسکے حکم عام
قرآن شریف کی تخصیص کے لئے حدیث صحیح مرفوع چاہیئے نہ اثر موقوف صحابہ اور امام ابو حنیفہ
کے نزدیک عورت کی شہادت نکاح میں جائز ہے پس ایک مرد دو عورت کی گواہی نکاح میں درست
ہوگی اور یہ مسلک از روئے دلیل کے قوی ہے قال اللہ تبارک وتعالی واستشہدوا شہیدین

من رجالکم فان لم یکونا رجلین فرجل وامرأتان ممن ترضون من الشھداء۔ اور صحیح بخاری وغیرہ میں ہے
عن ابی سعید قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الیس شہادۃ المرأۃ مثل نصف شہادۃ الرجل قلن بلی
قال فذلک من نقصان عقلھا۔ پس آیۃ کریمہ وحدیث صحیح سے ثابت ہوا کہ دو عورتوں کی شہادت
قائم مقام ایک شہادت کے ہے پس یہ حکم عام جمیع احکام شرعی میں داخل ہوگا من غیر تخصیص فی
فرد دون فرد اور اس عام کی تخصیص کیلئے صریح سنت مرفوع چاہیئے اور وہ جو روایت مسند
امام شافعی کی ہے۔ اخبرنا مالک عن ابی الزبیر قال اتی عمر رض بنکاح لم یشھد علیہ الا رجل وامرأۃ فقال
ہذا نکاح السر ولا اجیزہ۔ پس یہ انکار حضرت عمر رض کا اس سبب سے ہوا کہ اس نکاح کا گواہ صرف
ایک مرد تھا اور ایک عورت تھی حالانکہ اگر ایک مرد موجود تھا تو پھر بجائے دوسرے مرد کے دو عورتوں کا
ہونا ضروری تھا۔ اور ہدایہ میں ہے۔ ولا ینعقد نکاح المسلمین الا بحضور شاہدین حرین عاقلین
بالغین مسلمین رجلین او رجل وامرأتین ولا یشترط وصف الذکورۃ حتی ینعقد بحضور رجل وامرأتین
وفیہ خلاف للشافعی انتہی۔ پس حاصل کلام یہ ہوا کہ اگر اس عورت کا باپ بلا وجہ شرعی باعث فسق اپنے
اس عورت کو نکاح سے روکتا ہے اور مانع از نکاح ہے اور وہ عورت خواہشمند نکاح کرنیکی ہے اور
دوسرا ولی بعید بھی اس کا نہیں ہے اور اگر ہے تو وہ بھی مانع از نکاح ہے تو اس صورت میں مطابق
مذہب ائمہ اربعہ و دیگر ائمہ کرام کے وہ عورت اپنے نکاح کا ولی بنا کر نکاح کرلے وہ نکاح صحیح ہوگا اور
بنا بر مذہب صحیح و دلیل قوی کے دو عورت و ایک مرد کی گواہی کافی ہوگی مگر خروجا عن الخلاف
اگر دو مرد کو گواہ مقرر کرلے تو بہتر ہے واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب وصلے اللہ علی خیر خلقہ
محمد وآلہ واصحابہ اجمعین وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین حررہ العبد الضعیف الفقیر ابو الطیب
محمد شمس الحق العظیم آبادی۔

محمد ادریس	محمد ایوب عبد الفتاح

بعد حمد وصلوۃ کے واضح ہو کہ مجیب سلمہ اللہ تعالے نے جو کچھ لکھا ہے ٹھیک ہے جزاہ اللہ تعالی
خیرا۔ اس طور پر نکاح ہونا جیسا سوال میں لکھا ہے شرعاً صحیح اور درست ہے کیونکہ نکاح میں حدیثوں کے
رو سے بہت ضروری امر ولی کا ہونا ہے سو اس سوال میں صاف مذکور ہے کہ عورت نے اپنے
قرابت میں سے ایک شخص کو ولی بنا دیا اور ولی کیواسطے جو علما نے عصبہ ہونیکی قید لگائی ہے وہ
کسی آیت یا حدیث سے نہیں پائی جاتی اور یہ بات سب کی مانی ہوئی ہے کہ قرآن وحدیث کے
مقابلہ میں اور کسی کا قول وفعل شرعی حجت نہیں ہے۔ دوسری شرط گواہوں کا ہونا ہے سو گواہ اقدر
ضرورت نکاح کے جلسے میں حاضر ہوگئے یعنی ایک مرد اور دو عورتیں اور گواہی کے معتبر ہونیکے
واسطے اتنا نصاب کافی ہے جیسا کہ مجیب سلمہ اللہ تعالے نے لکھا ہے اور دارقطنی ابواب النکاح
صفحہ ۳۲۵ میں حضرت ابن عمر رض سے روایت ہے قال اذا کان ولی المرأۃ مضارا فولت رجلا فانکحھا

فنکاحہ جائز۔ یعنی وہ کہتے ہیں کہ جب عورت کے ولی عورت کی مخالفت کریں یعنی نکاح سے روکیں یا معقول جگہ میں کرنے نہ دیں اس صورت میں اگر عورت کسی مرد کو اپنا ولی بنا کر اپنا نکاح کرائے تو وہ نکاح جائز ہی۔ اور ایک عورت کا باپ زندہ تھا مگر وہاں موجود نہیں تھا۔ عورت کی والدہ نے نکاح کرادیا جب عورت کا باپ آیا اس نے اس نکاح سے بیزاری اور ناخوشی ظاہر کی مگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس نکاح کو جائز رکھا یہ روایت بھی دار قطنی کے صفحہ مذکور میں موجود ہے۔ پس ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ ولی کے واسطے قرابت مند ہونے کی بھی شرط نہیں ہے۔ باقی رہا اعلان عام اس کی بات یہ ہے کہ اولے ہی کہ اعلان عام ہو ورنہ نکاح کے جواز کی شرط یا قید نہیں ہے جیسا کہ دار قطنی کی ان دونوں روایتوں سے ظاہر ہوا۔ حررہ العاجز حمید اللہ عفی عنہ ساکن سراوہ ضلع میرٹھ۔

سید محمد نذیر حسین | حمید اللہ

صورت مرقومہ میں موافق مسلک اول وثالث کے نکاح صحیح ودرست ہی کتبہ محمد بشیر عفی عنہ

محمد بشیر

ہوالموفق - جواب اول میں مسند شافعی سے جو ابن عباس رض کی یہ حدیث نقل کی گئی ہے لانکاح الا بشاہدی عدل وولی مرشد اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نکاح کی صحت کے لیے علاوہ ولی کے دو گواہ ہونے چاہئیں اور صورت مسئولہ میں ولی کے علاوہ دو گواہ نہیں ہیں بلکہ ولی کے علاوہ صرف دو عورتیں ہیں جو قائم مقام ایک گواہ کے ہیں لہذا صورت مسئولہ میں ایک گواہ اور ہونا چاہیئے تب نکاح صحیح ہوگا اور صرف ولی اور دو عورتوں کے حاضر ہونے سے نکاح صحیح نہیں ہوگا اور ہاں ابن عباس رض کی حدیث مذکور کے علاوہ اور احادیث بھی اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ نکاح کے انعقاد کے لئے علاوہ ولی کے دو گواہ ہونے چاہئیں منتقی میں ہے عن عائشہ قالت قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم لانکاح الا بولی وشاہدی عدل الحدیث رواہ الدارقطنی۔ نیل الاوطار صفحہ ۲۴ جلد ۶ میں ہے۔ عن ابی ہریرۃ مرفوعا وموقوفا عند البیہقی بلفظ لانکاح الا باربعۃ خاطب وولی وشاہدین وفی اسنادہ المغیرۃ بن موسی البصری قال البخاری منکر الحدیث وعن عائشۃ غیر حدیث الباب عند الدارقطنی بلفظ لابد فی النکاح من اربعۃ الولی والزوج وشاہدین وفی اسنادہ ابو الخصیب نافع بن میسرۃ مجہول وروی نحوہ البیہقی فی الخلافیات عن ابن عباس موقوفا وصححہ وابن ابی شیبہ بنحوہ عنہ ایضا وعن انس اشار الیہ الترمذی انتہی۔ واللہ تعالے اعلم وعلمہ اتم۔ کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ

سوال - کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کسی مدت کے گذر جانیسے دین مہر اور ترکہ ملسکتا ہے یا نہیں اور منجانب دیگر ورثا جائداد غیر منقولہ کے رہن اور بیع ہونیسے دعوے دین مہر و ترکہ کرسکتا ہے یا کیا۔ ان ہر دو امور میں جو حکم خدا و رسول ہو صادر فرمایا جاوے

عند اللہ ماجور وعند الناس مشکور ہوں۔

الجواب۔ واضح ہو کہ دین مہر ہر حال میں واجب الادا ہے جو میت کے ترکہ میں سے اول ادا کیا جاویگا بحکم آیت قرآنی وحکم ربانی من بعد وصیۃ یوصی بہا او دین الخ بعد ادائے دین و وصیت کے تقسیم ترکہ حسب حکم شرعی ہونا چاہیئے۔ شریعت میں تمادی کا دخل نہیں ہے کسی قدر مدت کے بعد کوئی وارث یا صاحب قرض (مہر ہو یا کوئی اور قرض) اپنا حصہ یا اپنا قرض طلب کرے تو دیگر ورثہ کو ادا کرنا ہوگا۔ پس جو ورثہ بغیر ادائے دین مہر کے یا بغیر ادائے حصہ کسی وارث کے کل ترکہ میت کو تقسیم کرکے قبضہ کر چکے ہیں ان کو لازم ہے کہ وہ حسب الحصص ادا کریں ورنہ مخالف شرع وحکم اسلام ٹھیریں گے۔

فقط واللہ اعلم۔ عبید الرحمن کفاہ المنان۔ سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کو نکاح کئے ہوئے تقریباً بارہ برس ہوئے اس نے اپنی بیوی سے ابتک کچھ کلام وغیرہ نہیں کیا اور اس کے نان ونفقہ کی بھی خبر گیری نہیں کرتا اس سے لوگوں نے بارہا کہا کہ تو اپنی بیوی سے کلام وغیرہ نہیں کرتا اور اس کے نان ونفقہ کی خبر نہیں لیتا تو اس کو طلاق ہی دیدے اس پر بھی اس نے کچھ توجہ نہیں کی۔ اب اس کی بیوی کے والدین چاہتے ہیں کہ یا تو زید اپنی بیوی سے معاملہ دنیوی رکھے اور نان ونفقہ دیوے یا طلاق دیدیوے تو اس پر موافق شرع شریف کے کس طرح عمل کیا جاوے بینوا توجروا +

الجواب۔ اس صورت میں زید کی بیوی حاکم کے یہاں اس مضمون کا استغاثہ دائر کرے کہ میرے خاوند (زید) کو حکم دیا جاوے کہ یا تو میرے حقوق ادا کرے یا مجھے طلاق دیدے تاکہ میں دوسرا عقد کرکے اپنی زندگی بسر کروں۔ اور اگر زید مفت طلاق نہ دے اور معاوضہ طلب کرے اور اسکی بیوی طلاق کا معاوضہ دیسکتی ہو تو حاکم بمعاوضہ طلاق دلوا دے۔ اگر زید اسپر بھی راضی نہ ہو تو اگر ممکن ہو کہ حاکم فریقین کے لوگوں میں سے ثالث مقرر کرکے اس مقدمہ کو ان ثالثوں کے سپرد کرے تو یہی کرے پھر وہ ثالثین نیک نیتی سے دونوں کے حق میں جو فیصلہ بہتر جانیں کردیں۔ اور اگر یہ صورت بھی ممکن نہ ہو تو حاکم ان دونوں میں تفریق کرا دے اور بعد تفریق اگر عورت چاہے تو اسکا دوسرا نکاح کرا دیا جائے قال اللہ تعالیٰ ولہن مثل الذی علیہن بالمعروف (سورہ بقرہ رکوع ۲۸)

وقال تعالیٰ وعاشروہن بالمعروف (سورہ نساء رکوع ۳) عن حکیم بن معاویۃ عن ابیہ قال قلت یارسول اللہ ما حق زوج احدنا علیہ قال تطعمہا اذا اکلت وتکسوہا اذا اکتسیت الحدیث[1] قال فی سبل السلام صفحہ ۸۰ جلد ۲۔ دل الحدیث علی وجوب نفقۃ الزوج وکسوتہا اھ وعن جابر فی حدیث الحج

[1] اخرجہ احمد والنسائی وابوداؤد وابن ماجہ وعلق البخاری بعضہ وصححہ ابن حبان والحاکم ۱۲ سبل صفحہ ۸۰ جلد ۲۔ ابو سعید محمد شرف الدین مصحح۔

بطولہ قال فی ذکر النساء ولہن علیکم رزقہن وکسوتہن بالمعروف اخرجہ مسلم قال فی سبل السلام صفحہ ۱۲۵ جلد ۲
وہو دلیل علی وجوب النفقۃ والکسوۃ للزوجۃ کما دلت لہ الآیۃ - اھ وعن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم الید العلیا خیر من الید السفلی ویبدأ احدکم بمن یعول تقول المرأۃ اطعمنی او طلقنی رواہ الدارقطنی و
اسنادہ حسن قال فی سبل السلام صفحہ ۱۲۶ جلد ۲ واستدل علی ان للزوجۃ اذا اعسر زوجہا بنفقتہا طلب الفراق
اھ وعن عمر رضی اللہ عنہ انہ کتب الی امراء الاجناد فی رجال غابوا عن نسائہم ان یاخذوہم بان ینفقوا و یطلقوا
فان طلقوا بعثوا بنفقۃ ما حبسوا اخرجہ الشافعی ثم البیہقی باسناد حسن قال فی سبل السلام صفحہ ۱۲۸ جلد ۲ دلیل
علی انہا عند عمر رض لا یسقط النفقۃ بالمطل فی حق الزوجۃ وعلی انہ یجب احد الامرین علی الازواج الانفاق او
الطلاق اھ وقال اللہ تعالے ولا تمسکوہن ضرارا لتعتدوا (سورہ بقرہ رکوع ۲۹) عن ابن عباس رضی اللہ
عنہما ان امرأۃ ثابت بن قیس اتت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالت یا رسول اللہ ثابت بن قیس لا اعیب علیہ
فی خلق ولا دین ولکنی اکرہ الکفر فی الاسلام فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اتردین علیہ حدیقتہ فقالت
نعم فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اقبل الحدیقۃ وطلقہا تطلیقۃ رواہ البخاری قال فی سبل السلام
صفحہ ۹۳ فیہ دلیل علی شرعیۃ الخلع وصحتہ وانہ یحل اخذ العوض من المرأۃ اھ وقال اللہ تعالے وان خفتم
شقاق بینہما فابعثوا حکما من اہلہ وحکما من اہلہا ان یریدا اصلاحا یوفق اللہ بینہما (سورہ نساء رکوع ۶)
وعن سعید بن المسیب رض فی الرجل لا یجد ما ینفق علی اہلہ قال یفرق بینہما اخرجہ سعید بن منصور عن سفیان
عن ابی الزناد قال قلت لسعید بن المسیب سنۃ قال سنۃ وہذا مرسل قوی قال فی سبل السلام صفحہ ۱۲۷
جلد ۲ ومراسیل سعید معمول بہا لما عرف من انہ لا یرسل الا عن ثقۃ قال الشافعی والذی یشبہ ان یکون
قول سعید سنۃ سنۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اھ وفیہ ایضا صفحہ ۱۲۷ جلد ۲ وقد اخرج الدار
قطنی والبیہقی من حدیث ابی ہریرۃ مرفوعا بلفظ قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فی الرجل لا یجد ما ینفق
علی امرأتہ قال یفرق بینہما اھ واللہ اعلم بالصواب کتبہ محمد عبد اللہ۔ مہر مدرسہ احمدیہ

سید محمد نذیر حسین | سید محمد عبد السلام | سید محمد ابو الحسن

سوال - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی پوتی مسماۃ زینب کا نکاح خالد سے بدون
اطلاع و اجازت والد زینب کے بولایت اپنی و اجازت زینب کے کر دیا حالانکہ زینب نابالغہ ہے
پس ایسی صورت میں نکاح صحیح و جائز تصور کیا جاویگا یا نہیں - اور زینب مذہب قادیانی رکھتی ہے اور
خالد اہل سنت والجماعت ہے - تو اس میں نکاح میں فساد تو لاحق نہیں ہوا بینوا توجروا +
الجواب - صورت مرقومہ میں نکاح مسماۃ زینب کا والد کی اجازت پر موقوف رہیگا اگر والد زینب

لہ تقدم ذکرہ وتنقیدہ فی حاشیۃ صفحہ ۱۴۷ جواب نمبر ۶ - مصحح ۱۲

اس نکاح کو قائم رکھے تو رہیگا ورنہ فسخ ہو جاویگا اور زینب کی اجازت کا کوئی اعتبار نہین ہے کیونکہ نابالغہ ہے عالمگیریہ مین ہے وان زوج الصغیر والصغیرۃ ابعد الاولیاء فان کان الاقرب حاضرا وہو من اہل الولایۃ توقف نکاح الابعد علی اجازتہ انتہے۔ اور زینب اگرچہ مذہب قادیانی رکھتی ہے مگر اس سے نکاح مین خلل نہین آتا۔ کیونکہ مرد عورت کو اپنے مذہب وعقیدہ مین لا سکتا ہے بخلاف مرد کے لہذا چندان مضایقہ نہین واللہ اعلم بالصواب حررہ السید جمیل الدین جاروی بہاری۔

پہلے مسئلہ کا جواب صحیح ہے اور دوسرے مسئلہ کا جواب تفصیل چاہتا ہے یعنی جن علما کے نزدیک قادیانی اور اسکے مذہب والے کافر ہین ان کے نزدیک یہ نکاح فسخ ہوگیا اور جن علما کے نزدیک مسلمان ہین ان کے نزدیک نکاح مین خلل نہین آیا۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم کتبہ محمد بشیر عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالے عنہا کا کیا مہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر کیا تھا اور روپیہ مروجہ کے حساب سے کس قدر روپئے ہوئے۔

الجواب۔ واللہ الموفق للصواب۔ خاصکر تعیین مہر کی کہ کس قدر مقرر کیا گیا تھا حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالے عنہا کا ثابت نہین مگر حکم کلیہ سے ثبوت پایا جاتا ہے کہ پانچسو درہم تھا جو تخمینا سکہ انگریزی سے ایکسو بتیس روپیہ پانچ آنہ ہوئے [۱۳۲] اس پر یہ حدیث دلالت کرتی ہے۔ عن ابی العجفاء قال سمعت عمر یقول لا تغلوا فی صداق النساء فانہا لو کانت مکرمۃ فی الدنیا او تقوے فی الآخرۃ کان اولاکم بہا النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ما اصدق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم امرأۃ من نسائہ ولا اصدق امرأۃ من بناتہ اکثر من ثنتی عشرۃ اوقیۃ رواہ الخمسۃ وصححہ الترمذی۔ یعنی ابو العجفا سے روایت ہے کہ انہون نے کہا کہ سنا مین نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہ وہ فرماتے تھے کہ مت غلو کرو عورتون کے مہر مین اس واسطے کہ مہر کی زیادتی اور اس مین غلو کرنا اگر دنیا مین بزرگی ہوتی یا آخرت مین تقوے ہوتا تو اسکے ساتھ زیادہ لائق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہوتے حالانکہ آپ نے بارہ اوقیہ سے زیادہ مہر نہ اپنی بیبیون مین سے کسی بی بی کا مقرر کیا اور نہ اپنی لڑکیون مین سے کسی لڑکی کا مقرر کیا۔ روایت کیا اس کو اصحاب سنن اربعہ نے اور صحیح کہا اس کو ترمذی نے۔ ایک اوقیہ ہوتا ہے چالیس درہم کا۔ اور دوسری روایت مین ایک نش کی اور زیادتی آئی ہے جس کے بیس درہم ہوتے ہین کل مجموعہ پانچسو درہم ہوئے جسکے تخمینا ایک سو بتیس روپیہ پانچ آنہ ہوتے ہین۔ اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا مہر جو چار ہزار درہم تھا سو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ مہر خود مقرر نہین کیا تھا۔ بلکہ نجاشی بادشاہ حبشہ نے اپنی طرف سے مقرر کرکے ادا کردیا تھا۔ واللہ تعالے اعلم۔

حررہ احمد عفی عنہ۔ الجواب صحیح محمد بشیر عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

سوال - چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین درین مسئلہ کہ زید خواہر خود را بلا اجازت پدر بعمرو نکاح داد بعد چند روز پدر بران ترویج زید راضی شد ونیز فیما بین سالے بگذشت بعد ازان بسبب تنازع خسرو داماد پدر آن منکوحۂ عمرو را بمرد دیگر نکاح داد پس مطابق قرآن وحدیث واجماع وقیاس آن زن بکہ رسد بینوا توجروا +

الجواب - واللہ الموفق للصواب نکاح زوج اول صحیح ودرست شد زیراکہ ولی ابعد یعنی برادر خواہر خود را نکاح داد وولی اقرب یعنی پدر بران نکاح راضی نیز شد وبعد راضی شدن پدر را ہرگز وہر آئینہ درست نیست کہ فسخ نکاح کند چنانچہ در قاضی خان است ان زوجہا الا بعد والاقرب حاضر یتوقف علے اجازۃ الاقرب فاذا اجاز الاقرب فلا خیار لہ ان یفسخ النکاح - پس ازین عبارت معلوم شد کہ ترویج ولی ابعد موقوف ماند بر اجازت ولی اقرب پس چون ولی اقرب اجازت داد نکاح لازم گردید وور مسئلہ مسئولہ زید خواہر خود را نکاح داد وپدر بران نکاح راضی شد ونیز بران نکاح سالے بگذشت پس اکنون چگونہ پدر را درست باشد کہ فسخ نکاح کند تا از زوج اول بسبب طلاق یا خلع یا مرگ منکوحہ جدا نہ گردد ہرگز وہر آئینہ برائے زوج ثانی درست نباشد ہذا حکم الکتاب واللہ اعلم بالصواب - اصاب من اجاب ابو تراب عبدالوہاب الجواب صحیح محمد بشیر عفی عنہ -

سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ ایک عورت بیوہ نے اپنا نکاح ایام عدت کے اندر کر لیا اور ناکح کو نکاح کے چند روز بعد اس بات کی اطلاع ہوئی اور ناکح اور منکوحہ چند عرصہ تک ہم بستر رہا کئے پس عند اللہ وعند الرسول یہ نکاح صحیح ہے یا باطل - اور جو مہر بروقت نکاح کے مقرر ہوا تھا وہ واجب الادا ہے یا نہین اور اب ان دونون زن وشوہر کو کیا کرنا چاہئے تاکہ آیندہ کو نکاح قائم رہے یا دوبارہ نکاح کیا جاوے یا چھوڑ ہی دینا چاہیئے اگر ناکح کو بھی قبل نکاح کے اس امر کا کہ ابھی عدت پوری نہین ہوئی معلوم ہو گیا تھا یا شک واقع ہوا تھا مگر اس نے قصداً تحقیقات نہین کی اور نکاح کر لیا تو اب اس کو کیا کرنا چاہیئے کہ وہ اس گناہ سے بری ہو - ان سب صورتون مین اللہ اور اس کے رسول کا کیا حکم ہے اللہ تعالے آپ کو جزاء خیر دیوے فقط -

الجواب - واللہ الموفق للصواب - نکاح مذکور باطل ہے اور مہر واجب الادا ہے اور اگر عورت کا رکھنا منظور ہے تو دوبارہ نکاح کیا جاوے اور اگر ناکح کو قبل نکاح کے اس امر کا علم ہو گیا تھا کہ ابھی عدت پوری نہین ہوئی یا شک واقع ہوا تھا مگر اس نے قصداً تحقیقات نہین کی اور نکاح کر لیا تو اس کو توبہ کرنا چاہیئے - ادلہ ان کی ذیل مین لکھی جاتی ہین - قال اللہ تعالے فی سورۃ البقرۃ ولا تعزموا عقدۃ النکاح حتے یبلغ الکتاب اجلہ - عن عائشۃ ان رسول اللہ

صلے اللہ علیہ وسلم قال ایما امرأۃ نکحت نفسہا بغیر اذن ولیہا فنکاحہا باطل فنکاحہا باطل فنکاحہا باطل فان دخل بہا فلہا المہر بما استحل من فرجہا الحدیث رواہ احمد والترمذی وابو داؤد وابن ماجہ والدارمی۔ اور دلیل مسئلتین اخیرتین کی ظاہر ہے واللہ اعلم وعلمہ اتم۔ کتبہ محمد بشیر عفی عنہ۔ سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ ایک عورت کا یہ حال ہو کہ اس کا خاوند جب اس کو اپنے گھر لیجاتا ہے تو مار پیٹ کرتا ہے اور ناک کاٹنے کی دھمکی دیتا ہے اور جب وہ اپنے والدین کے گھر چلی آتی ہے تو نان ونفقہ نہین دیتا ہے اور نہ دیگر حقوق زوجیت ادا کرتا ہے اور اگر طلاق اس سے مانگی جاتی ہے تو طلاق بھی نہین دیتا ہے اس حال کو پانچ برس سے زیادہ زمانہ گذرا۔ اس صورت مین یہ عورت اپنا دوسرا نکاح کر سکتی ہے یا نہین بینوا توجروا +

الجواب۔ صورت مرقومہ مین عورت کو چاہیئے کہ حاکم وقت کی طرف رجوع کرے اور حاکم ان سب امور مندرجہ سوال کی تحقیق کرے اگر بعد تحقیق کے امور مندرجہ سوال کا صدق ثابت ہوا اور عورت تفریق کی طالب ہو تو حاکم مرد وعورت مین تفریق کردے بلوغ المرام مین ہے عن سعید بن المسیب رض فی الرجل لا یجد ما ینفق علی اہلہ قال یفرق بینہما اخرجہ سعید بن منصور عن سفیان عن ابی الزناد عنہ قال فقلت لسعید بن المسیب سنۃ فقال سنۃ وہذا مرسل قوی انتہی۔ سبل السلام مین ہے ومراسیل سعید معمول بہا لما عرف من انہ لا یرسل الا عن ثقۃ قال الشافعی والذی یشبہ ان یکون قول سعید سنۃ سنۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وقد اختلف العلماء فی ہذا الحکم وہو فسخ الزوجۃ عند اعسار الزوج علی اقوال الاول ثبوت الفسخ وہو مذہب علی وعمر وابی ہریرۃ وجماعۃ من التابعین ومن الفقہاء مالک والشافعی واحمد وبہ قال اہل الظاہر انتہے ملخصا۔ اور صورت مرقومہ سوال مین اعسار سے زیادہ ضرر ہے اس لئے بالاولی تفریق جائز ہے جب حاکم حکم تفریق کا کر دے اس وقت عورت پر واجب ہے کہ عورت طلاق کی عدت پوری کرے اور بعد عدت پوری ہونیکے جس کے ساتھ چاہے نکاح کرلے واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

کتبہ محمد بشیر عفی عنہ۔ الجواب صحیح تلطف حسین عفی عنہ + محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ ایک شخص کا نکاح اس وقت ہوا تھا جس وقت وہ نابالغ تھا۔ اس کے وارثون نے نکاح قبول کیا تھا۔ جب وہ شخص بالغ ہوا تو وہ عنین نامرد نکلا جو

لہ قولہ ایما امرأۃ نکحت الخ۔ اخرجہ ایضا ابن حبان والحاکم وصححاہ وابو عوانۃ وصححہ وصححہ ایضا یحیی بن معین وحسنہ الترمذی وقد اعل بالارسال نیل الاوطار صفحۃ ۲۵ جلد ۶ سبل السلام صفحہ ۱۴۲ جلد ۲۔ ابو سعید محمد شرف الدین عفی عنہ مصحح ۱۲

عورت کے قابل نہین ہے اب اُس عورت کیواسطے شرع شریف سے کیا حکم ہے آیا اس کی وہ عورت بیٹھی رہے یا دوسرا نکاح کرے اور جو اُس شخص سے کہا جاتا ہے کہ تو طلاق دے تو وہ اجہل طلاق دینے سے انکار کرتا ہے جیسا کچھ حکم شرع شریف سے ہو ویسا کیا جاوے۔

الجواب - صورت مسئولہ مین اس عورت کو چاہئے کہ حاکم وقت کے یہان اس امر کی درخواست کرے کہ میرا شوہر عنین ہے پھر وہ حاکم موافق فتوے حضرت عمرؓ وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے اس کے شوہر کو علاج کرنیکے لئے ایک برس کی مہلت دیوے۔ اگر اس کا شوہر اس ایک برس کے اندر اچھا ہوگیا فبہا ورنہ وہ حاکم اس عورت اور اس کے شوہر مین تفریق کردے پھر بعد تفریق کے وہ عورت اپنا دوسرا نکاح کرسکتی ہے - حافظ ابن حجر درایہ صفحہ ۲۲۲ تخریج ہدایہ مین لکھتے ہین اما عمر فعند عبد الرزاق والدارقطنی من روایۃ سعید بن المسیب قال قضی عمر فی العنین ان یوجل سنۃ واخرجہ ابن ابی شیبۃ من وجہ آخر عن سعید و اخرجہ محمد بن الحسن فی الآثار عن ابی حنیفۃ عن اسمعیل بن مسلم عن الحسن عن عمر (الی قولہ) واخرجہ ابن ابی شیبۃ من وجہ آخر احسن منہ عن الحسن عن عمر یوجل العنین سنۃ فان وصل الیھا والا فرق بینھا ومن طریق الشعبی ان عمر کتب الی شریح ان یوجل العنین سنۃ من یوم یرفع الیہ فان استطاعھا والا فخیرھا (الی قولہ) واما ابن مسعود فاخرجہ عبد الرزاق وابن ابی شیبۃ والدارقطنی من طریق حصین بن قبیصۃ عنہ قال یوجل العنین سنۃ فان جامع والا فرق بینھما وفی الباب عن المغیرۃ بن شعبۃ انہ اجل العنین سنۃ اخرجہ ابن ابی شیبۃ والدارقطنی وزاد فی روایۃ من یوم رافعتہ ومن طریق الشعبی والنخعی وابن المسیب وعطا والحسن قالوا یوجل العنین سنۃ انتھی - کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ

سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ ایک لڑکی نابالغہ کا نکاح ہمراہ ایک لڑکے نابالغ کے ہوا اور لڑکے کے بدر بزرگوار نے یہ اقرار کیا تھا کہ ہم ذمہ وار ہین مبلغ چار روپیہ ماہوار واسطے خرچ نان و پارچہ کے لڑکی کے والدین کو دیتے رہین گے تا سن بلوغ بعد وداع اور کوئی طرح کی تکلیف نہ دین گے - فساد کسی طرح سے نہ کرین گے اور کاغذ پختہ یعنی اسٹامپ کا واسطے اطمینان کے تحریر کردین گے اور مہر عند الطلب ادا کردینگے جسکو عرصہ تین سال کا گذر گیا اور ہنوز کوئی وعدہ ایفا نہ کیا اور اگر ان سے تحریر کاغذ کیلئے کہا تو جواب دیا کہ ہم تحریر نہین کرتے تم وداع کردو ہم اس کی پرورش کرین گے یہ ذکر لڑکی کے گھر مین جو ہوا کہ وہ لوگ یہ کہتے ہین کہ لڑکی کو وداع کردو تو لڑکی نہایت لرزان و ترسان ہوئی اور کہنے لگی کہ یہ لوگ وعدہ خلاف ہین مین ہرگز ان کے ہان نہین جانے کی ہون میری شادی اور جگہ کرنی چاہئے مین اس گھر کو ہرگز نہین قبول کرونگی یہ میرے ہمراہ بدسلوکی سے پیش آئین گے - اگر مینے سُنا ہے اپنی خالہ کے گھر مین کہ یہ لوگ

ذکر کیا کرتے ہین کہ ایکدفعہ بھی اگر لڑکی ہمارے گھر آجاوے پھر کیا مجال جو لڑکی گھر اپنے چلی جاوے اب کاغذ تحریر کرنیکی کیا ضرورت ہے نکاح ہوگیا ہے اب جب چاہین گے لڑکی کو زبردستی سے لے آوینگے اور مین نے اپنی استانی کے ہان درس مین سنا ہے کہ جبتک لڑکی اپنے دل سے نہ قبول کرلے نکاح درست نہین مین یہ نکاح ہرگز منظور نہین کرتی میرا نکاح بھی ناجائز ہے تم شرع شریف سے دریافت کرو کیون مجھکو غضب مین ڈالتے ہو صریحا وہ لوگ دشمن ہین وہ کہتے ہین کہ بارہ سال مین قابو مین آئے ہین اب ساری کسر نکالین گے اب عاجز امیدوار ہے کہ شرعاً یہ نکاح جائز ہے یا نہین فقط۔

الجواب۔ حنفیہ کے نزدیک جب صغیرہ کا نکاح اس کا باپ یا دادا کردیوے تو بعد بلوغ کے صغیرہ کو فسخ نکاح کا اختیار باقی نہین رہتا ہے اور اگر باپ یا دادا کے سوا کوئی اور ولی صغیرہ کا نکاح کردیوے تو بعد بلوغ کے اسکو فسخ نکاح کا اختیار باقی رہتا ہے پس صورت مسئولہ مین حنفی مذہب کے روسے یہ نکاح جائز ہے اور اس لڑکی نابالغہ کو بعد بلوغ کے فسخ نکاح کا اختیار نہین خواہ اس نکاح سے وہ راضی ہو یا راضی نہ ہو چاہے شوہر کے یہان اس کے گذر کی صورت ہو یا نہ ہو کچھ ہی ہو چونکہ یہ نکاح باپ کا کیا ہوا ہے اس وجہ سے لازم ہوگیا اب لڑکی کی نامنظوری و ناراضی سے فسخ نہین ہوسکتا۔ اور اہلحدیث کے نزدیک جب صغیرہ کا نکاح باپ یا دادا یا کوئی اور ولی کردیوے اور وہ صغیرہ بالغ ہوکر اس نکاح سے راضی نہ ہو تو اس کو فسخ نکاح کا اختیار باقی رہتا ہے چاہے وہ اپنے نکاح کو فسخ کرے یا باقی رکھے پس صورت مسئولہ مین حدیث کے روسے اس لڑکی کو بالغ ہونے پر اختیار ہے چاہے اپنے اس نکاح کو فسخ کرڈالے یا باقی رکھے۔ اور یہی بات حق ہے اور حنفیہ کا جو مذہب اوپر بیان ہوا اس کی کوئی دلیل صحیح نہین ہے بلوغ المرام مین ہے۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ان جاریۃ بکرا اتت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فذکرت ان اباہا زوجہا وہی کارہۃ فخیرہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رواہ احمد وابوداؤد وابن ماجہ[1]۔ سبل السلام صفحہ ۲ جلد ۲ مین ہے۔ فالعلۃ کراہتہا فعلیہا علق التخییر لانہا المذکورۃ فکانہ قال صلی اللہ علیہ وسلم اذا کنت کارہۃ فانت بالخیار وقول المصنف انہا واقعۃ عین کلام غیر صحیح بل حکم عام لعموم علتہ فاینما وجدت الکراہۃ ثبت الحکم وقد اخرج النسائی عن عائشۃ ان فتاۃ دخلت علیہا فقالت ان ابی زوجنی من ابن اخیہ یرفع بی خسیسۃ وانا کارہۃ قالت اجلسی حتی یاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاخبرتہ فارسل الی ابیہا فدعاہ فجعل الامر الیہا فقالت

---

[1] قولہ رواہ احمد وابو داؤد وابن ماجہ قال الحافظ فی بلوغ المرام واعل بالارسال انتہی وقال فی التلخیص واجیب عنہ بانہ رواہ ایوب بن سوید عن الثوری عن ایوب موصولا وکذلک رواہ معمر بن سلیمان الرقی عن زید بن حبان عن ایوب موصولا واذا اختلف فی وصل الحدیث وارسالہ فالحکم لمن وصلہ قال المصنف الطعن فی الحدیث لا معنی لہ لان لہ طرقا یقوی بعضہا بعضا انتہی۔ ابو سعید محمد شرف الدین عفی عنہ مصحح ۱۲

یا رسول اللہ قد اجزت ما صنع ابی ولکن اردت ان اعلم النساء ان لیس للآباء من الامر شیء والظاہر انہا بکر ولعلہا البکر التی فی حدیث ابن عباس وقد زوجہا ابوہا کفوا ابن اخیہ وان کانت ثیبا فقد صرحت انہ لیس مرادہا الا اعلام النساء انہ لیس للآباء من الامر شیء ولفظ النساء عام للثیب والبکر وقد قالت ہذہ عندہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فاقرہا علیہ والمراد بنفی الامر من الآباء نفی التزویج للکراہۃ لان السیاق فی ذلک فلا یقال ہو عام لکل شیء انتہی ما فی السبل صفحہ ۶۷ جلد ۲ - حررہ علی محمد پنجابی فیروزپوری عفی عنہ +

سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ زید کی شادی ہوئی اور اس زوجہ سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہے لڑکا نابالغ ہے اور لڑکی بالغہ ہے - زید نے اس زوجہ کو طلاق دیدی اور مہر وغیرہ کل ادا کردیا بعد مین زید نے دوسرا نکاح کیا مگر زید کو اس زوجہ ثانی سے ہم بستری کا بالکل موقع نہین ہوا اور زید کا انتقال ہوگیا اس صورت مین زوجہ ثانیہ زید کی کل زرمہر پانیکی مستحق ہوسکتی ہے یا نہین - اگر کل زرمہر پانیکی مستحق ہوسکتی ہے تو متروکۂ زید زرمہر سے بہت کم ہے اور زید متوفی قرضدار بھی ہے اور لڑکا اور لڑکی بھی ورثہ طلب کرتے ہین تو اس صورت مین منکوحۂ زوجہ کی نسبت شرع شریف کیا حکم دیتی ہے بینوا توجروا +

الجواب - صورت مسئولہ مین زید متوفی کی زوجہ اپنا کل زرمہر مقررہ پانیکی مستحق ہے ہدایہ مین ہے ومن سمی مہرا عشرۃ فما زاد علیہ فعلیہ المسمی ان دخل بہا او مات عنہا لانہ بالدخول یتحقق تسلیم المبدل وبہ یتاکد البدل وبالموت ینتہی النکاح نہایتہ والشیء بانتہائہ یتقرر ویتاکد فیتقرر بجمیع مواجبہ انتہے - عالمگیریہ مین ہے - والمہر یتاکد باحد معان ثلثۃ الدخول والخلوۃ الصحیحۃ وموت احد الزوجین انتہے مختصراً مگر چونکہ صورت مسئولہ مین متروکۂ زید کم ہے اور قرضہ اور زرمہر زائد اس لئے اس صورت مین زرمہر اور قرضہ قبل تقسیم ترکہ کے حصہ رسدی ادا کردیا جاوے کیونکہ دین مقدم ہے میراث پر دین مہر ہو خواہ کوئی اور دین - اور زید کے تمام وارثین محروم الارث ہین واللہ تعالے اعلم بالصواب -

حررہ السید عبد السلام عفی عنہ -

سید محمد نذیر حسین | سید محمد عبد السلام غفرلہ

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ دو لڑکیان ہین اور دو لڑکیون کے تایا ہین اور لڑکیون کی دادی اور نانا اور نانی ہین - اب شرعاً یہ دریافت کیا جاتا ہے کہ لڑکیون کی سگائی وشادی وغیرہ کا ولی کون ہونا چاہئے اور لڑکیون کا باپ فوت ہوگیا اور والدہ لڑکیون کی موجود ہے - فقط بینوا توجروا +

الجواب - صورت مرقومہ مین واضح ہو کہ باب نکاح مین اختیار وولایت چچا کو ہے چچا کے ہوتے مان ودادی ونانا ونانی کو کچھ اختیار نہین ہے شرح وقایہ مین ہے - والولی العصبۃ علے ترتیب الارث

والحجب ای قدم الجزء وان سفل ثم الاصل وان علا ثم جزء اصل القریب کالاخ ثم بنوہ وان سفلوا ثم جزء الاصل البعید کالعم ثم بنوہ وان سفلوا الخ حررہ السید ابوالحسن عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین	سید محمد ابوالحسن

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ ایک لڑکی باکرہ نے بغیر رضامندی اپنے والد کے نکاح کر لیا اور والد اس کا بفاصلہ بیس کوس کے رہتا تھا اور نکاح غیر کفو مین کیا بعدہ اس کے والد سے اجازت چاہی گئی تو اس نے ایک شخص کو اپنا مختار کر دیا کہ فلان شخص کو اجازت ہے کہ وہ میری لڑکی کا نکاح کر دے اور اجازت آنیسے پیشتر ہی وہ لڑکی اپنے نکاح مصنوعی سے ناراض ہو کر اپنی والدہ کے یہان چلی گئی بباعث شکایت کھانے پینے و مار پیٹ کے۔ اب خاوند اس کا اس کو لیجانا چاہتا ہے۔ اور لڑکی کا بیان یہ ہے کہ اگر مجھ کو لیجائیگا تو مین ہرگز ہرگز نہ جاؤن گی بلکہ جان کا خطرہ بیان کرتی ہے اب عالمان شریعت محمدی سے یہ بات دریافت طلب ہے کہ آیا نکاح مذکورہ ہوا ہے یا نہین اگر ہوا ہے تو وہ شخص لیجا سکتا ہے یا نہین اور جس شخص کو اجازت اس کے والد نے دی ہے وہ شخص بھی اس جگہ اس کے نکاح کرنیسے ہرگز راضی نہین ہے اور اس نے مہر کی بھی ایک کوڑی ادا نہین کی ہے اور بغیر مہر دیئے اس کو جبراً لیجانے کا حق پہنچتا ہے یا نہین بینوا بالقرآن والحدیث توجروا بالجنان والفرادیس بحکم اللہ تعالے آمین ثم آمین

الجواب - بعد حمد و صلوۃ کے واضح ہو کہ نکاح کے واسطے ولی کی اجازت شرط ہے یعنی بدون اسکے ہوتا ہی نہین کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا نکاح الا بولی یعنی نہین ہوتا نکاح بدون ولی کے اس حدیث کو امام احمد و ابوداؤد و ابن ماجہ و ترمذی و ابن حبان و حاکم نے روایت کیا ہے۔ اور ابن حبان نے کہا کہ صحیح ہے۔ روضۃ الندیہ صفحہ ۱۸۶۔ اور ایک روایت مین یہ لفظ ہین۔ ایما امرأۃ نکحت بغیر اذن ولیہا فنکاحہا باطل فنکاحہا باطل فنکاحہا باطل فان دخل بہا فلہا المہر بما استحل من فرجہا فان استجروا فالسلطان ولی من لا ولی لہ یعنی جس عورت کا نکاح اس کے ولی کے بدون اجازت کے کیا جاوے پس اس کا نکاح باطل ہے پس اس کا نکاح باطل ہے۔ پس اُسکا نکاح باطل ہے۔ پس اگر شوہر نے اس سے صحبت کر لی تو اس عورت کا مہر اس شوہر پر واجب ہو گیا اور اگر کئی ولی ہون اور ان کا آپس مین عورت کے نکاح کے بارے مین اختلاف ہو تو اس صورت مین حاکم وقت اس کا ولی ہے جس کا کوئی ولی نہ ہو۔ یعنی عورت کے کئی ولی ہین مگر ان مین باہم اختلاف ہے یا یہ کہ ولی کوئی موجود ہی نہین ہے تو ان دونون صورتون مین حاکم وقت کو ولایت نکاح کی حاصل ہے اس حدیث کو ابوداؤد و امام احمد و ابن ماجہ و ترمذی نے اور ابن حبان و حاکم نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ حسن ہے روضۃ الندیہ صفحہ ۱۸۶ الخ اور شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اصحاب

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مین سے حضرت علی کرم اللہ تعالی وجہہ کو اس بارے مین بڑی شدت تھی یعنی وہ
بدون ولی کے نکاح ہونیکو بہت برا جانتے تھے اور جو کوئی ایسا کرتا اس کو تعزیر کرتے یعنی سزا دیتے
تھے۔ اور انہون نے کہا ہے کہ جو شخص کسی عورت سے بدون اجازت اسکے ولی کے نکاح کرکے
یا کسی دوسرے شخص سے اسکا نکاح پڑھاوے وہ نکاح باطل ہے دار قطنی صفحہ ۳۸۵۔ اور
ابن المنذر نے کہا ہے کہ حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالے علیہم مین سے کسی کا بھی خلاف اس
مسئلے مین ثابت نہین ہوا یعنی کسی نے بھی یون نہین کہا ہے کہ ولی کی اجازت بدون نکاح درست
ہے۔ فتح الباری پارہ اکیس صفحہ ۷۔ پس ان سب روایات کے روسے ظاہر ہے کہ اس لڑکی کا نکاح
جو ہوا تھا وہ باطل ہے اور چونکہ نکاح باطل ہے لہذا لڑکی کو اختیار ہے کہ اس شوہر کے گھر نہ جاوے
اور شوہر کو بھی حق اس کے لیجانیکا نہین ہے اور چونکہ وہ لڑکی اس کے پاس رہ چکی ہے اس لئے
مہر تمام وکمال اس شوہر مصنوعی سے وصول کر لینے کی مستحق ہے واللہ تعالے اعلم حررہ العاجز
حمید اللہ عفی عنہ ساکن سراوہ ضلع میرٹھ۔ سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے علمائے دین اس مسئلہ مین کہ ہندہ کو حمل تھا اور زید کو معلوم نہین تھا کہ ہندہ حاملہ ہے
زید نے ہندہ سے باجازت ولی اس کے روبرو گواہان کے نکاح کیا تو یہ نکاح از روے شرع
شریف کے درست وجائز ہے یا نہین اور زید کو ہندہ سے صحبت وغیرہ کرنا حلال ہے
یا حرام فقط۔

الجواب۔ اگر ہندہ کسی کے نکاح مین تھی اور وہ شخص مرگیا یا اس شخص نے طلاق دیدی اور
ہندہ حاملہ ہے تو نکاح جائز نہین کیونکہ حاملہ کی عدت وضع حمل ہے اور قبل عدت گذرنیکے نکاح
ناجائز ہے۔ اور اگر ہندہ کسی کے نکاح مین نہ تھی اور حاملہ ہے تو وہ حبلی من الزنا ہوئی اور حبلی
من الزنا کے ساتھ نکاح جائز ہے مگر قبل وضع حمل کے صحبت جائز نہین واللہ اعلم وعلمہ اتم کتبہ محمد بشیر عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ ما قولکم رحمکم اللہ تعالے مسئلہ ذیل مین دو برادر حقیقی تھے ایک فوت ہوگیا چچا نے بھتیجی کو حصہ
دینے سے انکار کیا بھتیجی نے حاکم کے یہان دعوے کرکے ڈگری حاصل کرلی چچا نے بلحاظ جائداد
کے یہ صورت پیدا کی کہ بھتیجی عاقلہ بالغہ کنواری کا نکاح اپنے نابالغ پسر کے ساتھ بعد استیذان
کر دیا۔ استیذان بذریعہ چند اشخاص کے ہوا جن کا یہ بیان ہے کہ ہم نے اس سے پوچھا کہ تو بعوض
چار صد روپیہ کے اپنا نکاح ہمراہ پسر خورد فلان شخص کے منظور کرتی ہے یا نہین اس کے جواب میں
اس نے سکوت کیا اور چچا کی شفقت کا یہ حال ہے کہ بعد ہوجانے نکاح کے لڑکی کو کچھ روپیہ دینے
کا وعدہ کیا اس غرض سے کہ عدالت مین نہ جاوے اور نکاح بالجبر کا دعوے نہ کرے بلکہ جبرا

نکاح ہوا لڑکی کو مع اس کی والدہ اور ہمشیرہ کلان کے رات بھر حبس مین رکھا تاکہ عدالت مین رجوع نہ کرے بلکہ دوسرے روز رستہ سے واپس کیا تیسرے روز پھر خفیہ نکل کر نکاح بالجبر وحبس بیجا کا لڑکی نے دعوی کیا اور حاکم نے جبری نکاح ثابت کیا اب یہ سوال ہے کہ یہ سکوت عاقلہ بالغہ بکر کا شرعاً رضا متصور ہوگا یا نہین بینوا توجروا یوم الحساب +

الجواب- واللہ الموفق للصواب- صورت مرقومہ مین یہ سکوت شرعاً رضا نہین ہے کیونکہ یہان اگرچہ استیذان وکیل ولی اقرب یا رسول ولی اقرب کا پایا جاتا ہے اور وقت استیذان وکیل یا رسول ولی اقرب کے سکوت بکر بالغہ کا اذن ہوتا ہے درمختار مین ہے- فان استاذنہا ہو او وکیلہ او رسولہ فسکتت فہو اذن انتہے ملخصاً اور ہدایہ مین ہے- فاذا استاذنہا الولی فسکتت او ضحکت فہو اذن انتہے- گر مراد یہان ولی سے ولی غیر سئی الاختیار ہے درمختار مین ہے- ہو البالغ العاقل الوارث ولو فاسقاً علی المذہب مالم یکن متہتکا انتہے حاشیہ طحطاوی مین ہے قولہ مالم یکن متہتکا الا ولی ان یزید او سئی الاختیار مجانۃ او فسقاً قال مشائخنا لو عرف سوء اختیار الاب فسقاً او مجانۃ لم یجز عند الامام وہو الصحیح انتہے- درمختار مین ہے- لم یعرف منہما سوء الاختیار مجانۃ وفسقاً وان عرف لا یصح النکاح اتفاقاً وکذا لو کان سکران فزوجہا من فاسق او شریر او فقیر او ذی حرفۃ دنیۃ لظہور سوء اختیارہ فلا تعارضہ شفقتہ المظنونۃ بحر انتہے- طحطاوی سوء الاختیار کے تحت مین لکھتے ہین- والظاہر ان المراد انہما لا یحسنان التصرف اما لطمع او سفہ او غیر ذلک انتہے- ان عبارات سے واضح ہوا کہ ولی سے مراد باب الولی مین ولی غیر سئی الاختیار ہے- اور صورت مرقومہ مین ولی سئی الاختیار ہے بچند وجوہ اول چچا کا جائداد پدری سے بھتیجی کو حصہ نہ دینا- دوم بھتیجی نے حاکم کے یہان سے ڈگری حاصل کی تو چچا نے بلحاظ طمع جائداد بھتیجی کا نکاح ہمراہ پسر نابالغ خود کر دیا جس سے ظاہر نکاح بالجبر ہے- سوم چچا نے بعد ہو جانے نکاح کے کچھ روپیہ دینے کا وعدہ کیا تاکہ عدالت مین نہ جاوے اور دعوے نکاح بالجبر نہ کرے- چہارم جب روز نکاح ہوا لڑکی کو مع اس کی والدہ کے اور ہمشیرہ کلان کے رات بھر حبس مین رکھا تاکہ عدالت مین رجوع نہ کرے بلکہ دوسرے روز رستے سے واپس کیا- تیسرے روز لڑکی نے خفیہ نکل کر نکاح بالجبر وحبس بیجا کا دعوے کیا اور حاکم نے جبری نکاح ثابت کیا- ان سب امور سے سوء اختیار ظاہر ہو گیا پس شفقت مظنونہ اس کی معارض نہ ہوگی- ایک وجہ صورت سوال مین سکوت کے برضا نہ ہونیکی یہ ہوئی- دوم فان استاذنہا غیر الاقرب فلا عبرۃ لسکوتہا بل لابد من القول کالثیب اس قول کی تعلیل ہدایہ وغیرہ مین اس طرح کی ہے لان ہذا السکوت لقلۃ الالتفات الی کلامہ فلم یقع دلالۃ علی الرضا ولو وقع فہو محتمل والاکتفا

بمنزلۃ للحاجۃ ولا حاجۃ فی غیر الاولیاء انتہی۔ اسی طرح صورت سوال مین محتمل ہیکہ یہ سکوت قلت التفات کے سبب سے ہو کیونکہ وہ ولی جو سئی الاختیار ہے اس کی طرف التفات کم ہوتا ہے بلکہ یہان دو احتمال دیگر بھی موجود ہین ایک یہ کہ یہ سکوت بہ سبب خوف کے ہو کیونکہ اضرار ولی ظاہر ہے یا شہود سکوت جھوٹے اور جعلی ہون اور اگر رضا پر دلالت تسلیم کیجاوے تو اس مین احتمال دلالۃ علی عدم الرضا کا بھی ہے اور ما یحتمل الوجہین ضرورت کے وقت معتبر ہوتا ہے اور یہان ضرورت نہین ہے کیونکہ ولی سئی الاختیار ہے اور لوگ اس کی طرف رجوع نہین کرتے ہین پس حق سکوت مین معتبر نہ ہوگا۔ سوم وقت تعارض مین حق الولی وحق البالغہ بالاجماع حق بالغہ کو ترجیح ہوتی ہے لحدیث الایم احق بنفسہا من ولیہا۔ چہارم۔ سکوت کا رضا ہونا اس وقت ہے کہ منطوق اس کا معارض نہ ہو اور صورت سوال مین منطوق معارض ہے کیونکہ بکر بالغہ سنے دعوے نکاح بالجبر کا کیا اور حاکم کے نزدیک وہ پایہ ثبوت کو پہنچ گیا الحاصل سکوت صورت مرقومہ مین رضا متصور نہ ہوگا واللہ اعلم وعلمہ اتم کتبہ محمد بشیر عفی عنہ +

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ زید نے اپنی زوجہ ہندہ کو مدت دراز سے اسکے میکے مین چھوڑ رکھا ہے نہ نان ونفقہ کی خبر لیتا ہے اور نہ طلاق ہی دیتا ہے جب اس سے کہا جاتا ہے کہ اپنے گھر لیجاؤ تو منظور نہین کرتا اور کہتا ہے میرے پاس کچھ دینے کو ہے ہی نہین اور اگر کہا جاتا ہے کہ طلاق دیدو تو طلاق بھی نہین دیتا اور کہتا ہے کہ عمر بھر ایسا ہی لٹکا رکھونگا پس ہندہ سخت مصیبت اور پریشانی مین ہے علاوہ نان ونفقہ کی عسرت و تکلیف کے جوان عورت کا ایسے بیٹھی رہنے مین بڑے بڑے مفاسد کا خوف ہے اور زید نہ خود ہی خبر لیتا ہے اور نہ اسکی رہائی کرتا ہے کہ دوسرے سے نکاح کرکے زندگانی بسر کرے پس اس صورت مین زید کی نسبت کیا حکم ہے اور شرع مین ہندہ کی کوئی صورت ہے یا نہین +

الجواب۔ صورت مرقومہ مین زید بڑا ظالم ہے اور اس قسم کی ایذا رسانی شرع مین سخت ممنوع ہے اللہ تعالٰے فرماتا ہے ولا تمسکوہن ضرارا لتعتدوا یعنی عورتون کو ضرر رسانی کیلئے نہ روک رکھو کہ لگو زیادتی کرنے اور دوسری جگہ فرمایا فتذروہا کالمعلقۃ یعنی ایسا نہ کرو کہ عورت کو لٹکا چھوڑ رکھو پس زید کو چاہیئے کہ یا اپنی زوجہ کے نان ونفقہ وغیرہ سے خبر گیران ہو اور اسکے حقوق ادا کرے یا اسکو طلاق دیکر رہا کرے اور ویسے طلاق پر راضی نہ ہو تو خلع پر راضی ہو جاوے اور ہندہ کا پیچھا چھوڑے۔ اگر زید ان صورتون مین کوئی بھی صورت منظور نہ کریگا تو چونکہ ایسی صورت مین ہندہ سخت ضیق اور تنگی مین ہے اور شرع مین کسی پر تنگی اور حرج نہین رکھا گیا ہے اور نہ کسی کو طاقت سے زائد تکلیف دی گئی ہے قال اللہ تعالٰے وما جعل علیکم فی الدین من حرج یعنی اللہ تعالٰی نے

تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی وقال اللہ تعالےٰ لا یکلف اللہ نفساً الا وسعہا۔ یعنی اللہ کسی کو اس کی طاقت سے زائد تکلیف نہیں دیتا تو بر تقدیر کوئی اور صورت مخلصی کی نہ نکلنے کی وجہ سے شرعاً حاکم و قاضی کو جائز ہوگا کہ وہ نکاح ہندہ کا فسخ کر دے اور ہندہ دوسرے سے نکاح کر لے اور اسکی مؤید وہ حدیث جو در صورت عجز شوہر کے نان و نفقہ زوجہ سے حکم فسخ کا کرتی ہے عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الرجل لا یجد ما ینفق علی امرأتہ قال یفرق بینہما اخرجہ الدارقطنی یعنی پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے بارے میں جو عورت کا نان و نفقہ دے نہ سکے فسخ نکاح کا حکم کیا۔ علامہ قاضی شوکانی نیل الاوطار میں لکھتے ہیں۔ استدل بہ علی ان الزوج اذا اعسر عن نفقۃ امرأتہ واختارت فراقہ فرق بینہما والیہ ذہب جمہور العلماء کما حکاہ فی فتح الباری وحکاہ صاحب البحر عن الامام علی وعمر وابی ہریرۃ والحسن البصری وسعید بن المسیب وحماد وربیعۃ ومالک واحمد بن حنبل انتہی۔ یعنی خاوند کے نان و نفقہ دینے سے عاجز ہونیکی صورت میں اکثر علما جن میں حضرت علی اور حضرت عمر و ابو ہریرہ اور حسن بصری اور سعید بن المسیب اور حماد اور ربیعہ اور امام احمد بھی ہیں فسخ کرا دینے کے قائل ہیں اور ضرورت کے وقت میں حنفی بھی گو امام ابو حنیفہ رح کا قول نہ ہو دوسرے کے قول پر فتوی دیتے ہیں جیسا کہ مفقود الخبر کے مسئلہ میں رد المحتار میں لکھتے ہیں ذکر ابن وہبان فی منظومتہ انہ لو افتی بقول مالک فی موضع الضرورۃ یجوز۔ اور لکھتے ہیں دوسرے مسئلہ میں جس کو نظیر کے طور پر ذکر کیا ہے۔ وقد قال فی البزازیۃ ہنالک الفتوی فی زماننا علی قول مالک وقال الزاہدی کان بعض اصحابنا یفتون بالضرورۃ۔ اور رد المحتار میں مسئلہ حصار میں لکھتے ہیں۔ قال فی غرر الاذکار ثم اعلم ان مشائخنا استحسنوا ان ینصب القاضی الحنفی نائباً ممن مذہبہ التفریق بینہما اذا کان الزوج حاضراً وابی عن الطلاق لان دفع الحاجۃ الدائمۃ بالاستدانۃ لا یتیسر الی قولہ فالتفریق ضروری اذا طلبتہ انتہے۔ خلاصہ یہ کہ حنفی بھی ضرورت کے وقت دوسرے کے مذہب پر عملدر آمد جائز رکھتے ہیں۔ واللہ اعلم حررہ ابو یحیی محمد عفی عنہ۔

سید محمد نذیر حسین

سوال ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے نکاح کیا اور سن ہندہ کا تیرہ برس سے زاید قریب چودہ برس کے ہوا اور بعد نکاح کے خلوت صحیحہ بھی ہوئی اور پھر طلاق بائن دی تو بعد طلاق کے پورا مہر ذمہ شوہر کے آئیگا یا نصف اور جو زیور کہ موافق دستور برادری کے ہندہ کے پاس چڑھاوا بھیجا وہ کس کی ملک تصور کیا جاویگا۔ بینوا توجروا ⁂

الجواب ۔ صورت مرقومہ میں طلاق بعد خلوت صحیحہ کے جو کہ موجب کمال مہر کا ہے واقع ہوئی ہے لہذا پورا مہر زید کو دینا ہوگا رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمہ میں ہے وقال ابو حنیفۃ واحمد یستقر المہر

ل قولہ یفرق بینہما الخ تقدم تخریجہ وتنقیدہ فی صفحہ ۱۶۳ جواب نمبر ۶۔ مصحح۔

بالخلوة التی لامانع فیها وان لم یحصل وطی وبموت احد الزوجین یستقر المہر بالاتفاق انتہی۔ ہدایہ مین ہے۔ واذا خلا الرجل
بامرأته ولیس ہناک مانع من الوطی ثم طلقها فلها کمال المہر انتہی۔ زید نے ہندہ سے اگرچہ وطی نہین کی لیکن
اس کو پورا مہر دینا آئیگا کیونکہ کوئی امر مانع از وطی مثل مرض وصغر سنی وغیرہ کے پایا نہین جاتا بلکہ ہندہ ایام
مشتہاۃ یعنی حد بلوغ تک پہنچی ہوئی ہو جیسا کہ درمختار مین ہے وغیرہا الحق بہا صبی یشتہی وقدر بتسع وبہ یفتی وثبت
احدی عشر مشتہاۃ اتفاقا زیلعی۔ لہذا مہر پورا دلایا جاویگا۔ اور جو زیورات کہ زید نے ہندہ کو بطور چڑھاوے کے
دیئے ہین وہ ہندہ کے ہین کیونکہ اس نواح کا دستور ہے کہ جو کچھ کہ چڑھاوے مین دیتے ہین وہ ہبہ وعطیہ
کرتے ہین عاریۃ نہین دیتے۔ اور شارع علیہ السلام نے ایسے معاملات مین عرف کو معتبر کیا ہے لہذا
بنا بر عرف کے اشیاء چڑھاوے کی ملک ہندہ تصور کی جائین گی واللہ اعلم حررہ السید ابو الحسن عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ مین کہ ہندہ کا عقد زید سے ہوا ہندہ نے بوجہ بدچلنی اپنے
شوہر کو چھوڑ کر کے بکر کے ساتھ ارتباط پیدا کیا اور اس سے بدفعلی کرانے لگی اور اس کے یہان بسر اوقات
کرنے لگی چنانچہ بکر سے چند لڑکے بھی پیدا ہوئے بعد اس کے بکر مر گیا تب خالد سے جا ملی اور اسکے
یہان بدستور سابق رہنے لگی اور اس کو مدت آٹھ برس کی ہو گئی۔ اب عورت مذکورہ چاہتی ہے کہ توبہ
کر کے عقد کر لیوے۔ شوہر سابق یعنی زید ہنوز زندہ ہے اس کو واسطے طلاق کے برابر کہتی ہے مگر
زید نہین دیتا اور کہتا ہے کہ دو تین سو روپیہ دے تب طلاق دونگا۔ زید بارہ برس سے نان نفقہ
کا ہندہ کی کچھ خبر نہین لیتا اور چار سال سے غائب ہے مگر زندہ ہے اب ہندہ اپنا نکاح دوسرے سے
کرنا چاہتی ہے زید کی زوجیت مین نہین رہنا چاہتی۔ پس ایسی صورت مین توبہ کر کے بدون طلاق
حاصل کئے ہوئے اپنا عقد کر سکتی ہے یا نہین بینوا توجروا۔

الجواب۔ صورت مسئولہ مین ہندہ جب عفیفہ تائب ہوئی ہے تو کیا ضرور ہے کہ شوہر ہوتے
ہوئے دوسرا عقد کرے۔ اگر اس کے چھوڑنے کی یہ وجہ ہے کہ نان ونفقہ نہین دیتا تو یہ عذر اسوقت
پہنچ سکتا ہے کہ ہندہ اسکے گھر رہتی اور پھر نان ونفقہ نہین دیتا تو یہ عذر عند الشرع مسموع ہوتا۔ اور
اس کی بنا پر حکم دیا جاتا۔ سوال سے یہ خوب واضح ہے کہ ہندہ اس کے گھر مین نہین رہتی تو دعوے
نان ونفقہ کا باطل۔ یا اور کوئی وجہ ہے کہ جس کے سبب سے ہندہ اس کی زوجیت مین نہین رہنا چاہتی
تو اس کا فیصلہ اللہ نے کر دیا ہے۔ قال اللہ تعالی فان خفتم ان لا یقیما حدود اللہ فلا جناح علیہما
فیما افتدت بہ الخ۔ یعنی اگر خوف ہو اس بات سے کہ زن شوہر کے بگاڑ مین اللہ صاحب کے حدود
کی نگہداشت مین فرق آجائیگا تو ان دونون پر کچھ گناہ نہین کہ عورت اپنے شوہر کو کچھ دیکر اس سے
اپنی جان چھڑا لے اور اس سے طلاق لیلے۔ پس ان دونون پر اللہ صاحب نے [illegible]

دی ہے۔ پس بموجب ارشاد باری تعالیٰ ہندہ مہر پاکر واپس کرے یا جس قدر زید روپیہ مانگتا ہو دیکر طلاق حاصل کرے بدون طلاق حاصل کئے ہوئے نکاح جائز نہیں ہوگا۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔ السید محمد عبدالحفیظ

الجواب صحیح شیخ حسین عرب۔ الجواب صحیح۔ محمد سلامت اللہ ✦

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عمرو نے اپنی دختر نابالغہ کا نکاح بحالت عدم بلوغ غیر کفو میں بکر کے ساتھ کر دیا بعد بلوغ کے دختر مذکورہ راضی نہیں ہے حنفی مذہب کے رو سے اس کو اختیار فسخ نکاح کا ہے یا نہیں ✦

الجواب۔ صورت مرقومہ میں واضح ہو کہ عند الحنفیہ عمرو کی دختر مذکورہ کو خیار فسخ کا نہیں ہے

ولزم النکاح ولو بغبن فاحش بنقص مہرہا وزیادۃ مہرہا او زوجہا بغیر کفو ان کان الولی المزوج بنفسہ بغبن ابا او جدا کذا فی الدر المختار واللہ اعلم اجاب بذلک احمد ابراہیم عفی عنہ ✦

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ ما قولکم رحمکم اللہ تعالیٰ۔ اس سوال میں کہ ایک دختر نابالغہ صغیرہ کا نکاح بلا اذن باپ کے دادا نے کر دیا اور باپ دختر کا اور تمام اقارب اس نکاح سے راضی نہیں ہوئے اور نیز وہ دختر بھی بالغہ ہو گئی ہے اس سے سخت ناراض ہے کیونکہ اس کی زوجہ اولی جو مر گئی ہے اسکو بہت مصیبت اور تنگی معاش اور ہر طرح کی ایذا اور تکلیفات میں رکھتا تھا پس یہ نکاح کر دینا اس دختر کا حالت صغر میں دادا کی ولایت سے بلا اذن باپ کے شرعاً صحیح و درست ہو گیا یا نہیں بینوا توجروا ✦

الجواب۔ چونکہ صورت مسئولہ میں ولی ابعد یعنی دادا نے بلا اذن ولی اقرب یعنی باپ کے یہ نکاح کر دیا ہے اور ولی اقرب اس نکاح سے راضی نہیں ہے اس لئے یہ نکاح شرعاً ناجائز و نادرست ہے۔ قال فی الدر المختار فلو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ انتہی۔ وقال فی قاضیخان الاصل فی اعتبار الولی قولہ صلے اللہ علیہ وسلم لا نکاح الا بولی وہو شرط جواز النکاح فی الصغار واقرب العصبات الی الصغیرۃ الاب ثم الجد اب الاب وان علا۔ پس جبکہ یہ نکاح شرعاً ناجائز و نادرست ہے تو اس دختر کا نکاح کسی اور مرد سے کر دینا بلاشبہ جائز و درست ہے حررہ الفقیر محمد حسین ✦

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید دعوے کرتا ہے کہ میں نے ہندہ سے نکاح کیا یہاں تک کہ گواہ بھی ثبوت نکاح کے پیش کرتا ہے ہندہ محض انکار کرتی ہے اور بیان کرتی ہو کہ جو اوقات نکاح کے زید بیان کرتا ہے اس وقت میں فلان جگہ تھی غرض اس کے بھی یعنی ہندہ کے بھی چند گواہ ہیں آیا عند الشرع یہ نکاح قرار دیا جاویگا یا نہیں بینوا توجروا ✦

الجواب - اگر فریقین کے گواہ معتبر و ثقہ ہین تو شرعاً یہ نکاح قرار دیا جاویگا کیونکہ زید کے گواہ مثبت نکاح اور ہندہ کے گواہ نافی نکاح ہین اور اثبات کے گواہ مقدم ہوتے ہین نفی کے گواہ پر ہان جس صورت مین کہ نفی کے گواہ متواتر ہون تو نفی کے گواہ مقدم ہوتے ہین - مگر صورت مسئولہ مین نفی کے گواہ متواتر نہین ہین جیسا کہ عبارت سوال سے ظاہر ہے فی الفتاوی الهندیة اقام امرأة رجلین ان فلانا طلق امرأته یوم النحر بالکوفة واقام فلان البینة انه کان فی ذلک الیوم حاجا بمنی فالبینة بینة المدعی ولا یلتفت الی بینة المدعی علیه الا ان تاتی العامة وتشهد بذلک فیوخذ بشهادتهم کذا فی الذخیرة انتهی و فی الدر المختار شهادة النفی المتواتر مقبولة انتهی - واللہ تعالے اعلم بالصواب کتبه ابو الحسن +

سید محمد ابو الحسن	سید محمد عبد السلام غفرلہ	سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین متین بجواب سوالات ذیل اول جبکہ بوقت نکاح مہر کا نام نہ لیا گیا کہ معجل ہے یا مؤجل اور نہ کوئی کاغذ مہر کا لکھا گیا اور زید کی قوم کے کل نکاحون مین معجل و مؤجل کا ذکر تک نہین آتا اور اس کی قوم مین دستور بھی نہین کہ مہر اسی وقت یا عند الطلب پیچھے دیا جاوے اور کسی نے آجتک طلب نہین کیا منکوحہ کی مان اور خالاؤن پھوپھیون ممانیون دادی نانیون وغیرہ کسی نے بھی مہر طلب نہین کیا - اب آیا یہ مہر مذکور معجل قرار دیا جاویگا یا مؤجل اور بر تقدیر مؤجل قرار دیئے جانیکے کیا حکم ہے - دوئم زوجہ اگر ایسے مہر کے طلب کے باعث زوج کے گھر مین آنیسے مانع آوے اور طرح طرح کے فساد خلاف شرع نکالے آیا وہ ناشزہ قرار دی جاوے گی یا نہین بینوا توجروا +

الجواب - صورت مرقومہ مین جب بوقت نکاح مہر معجل یا مؤجل ہونیکی تصریح نہین کی گئی اور زید کی قوم مین مہر مؤجل کا دستور ہے اور منکوحہ کی مان خالاؤن پھوپھیون وغیرہا کے نکاح مین بھی مہر مؤجل ہی قرار پاتا رہا ہے تو مہر مذکور مؤجل قرار دیا جاویگا کیونکہ مہر کے مؤجل یا معجل کی تصریح نہ ہونیکی صورت مین اعتبار عرف کا ہوتا ہے جیسا عرف ہوگا ویسا ہی مہر قرار پاوے گا - والمعجل والمؤجل ان بینا فذاک والا فالمتعارف کذا فی مختصر الوقایة و فی الخزانة ان کان الکل مؤجلا فلیس لها حق المطالبة الی اجله بشرط ان یکون الاجل معلوما انتهی - اور جب صورت مرقومہ مین مہر مؤجل قرار پایا تو منکوحہ زید کو اس بات کا حق نہین ہے کہ مہر مذکور کے طلب کے باعث زوج کے گھر آنیسے مانع آوے - اور طرح طرح کے فساد خلاف شرع نکالے اگر ایسا کریگی تو ضرور ناشزہ قرار دیجاوے گی واللہ تعالے اعلم - حررہ سید عبد السلام عفی عنہ -

سید محمد نذیر حسین	سید محمد عبد السلام غفرلہ

سوال - علمائے دین اس مسئلہ مین کیا فرماتے ہین کہ ایک شخص کا نکاح حالت نابالغی مین

ہوا تھا۔ سولہ برس کے بعد اس کی عورت اس کے پاس آئی ہے وہ ایک شخص کے مکان پر رہتا ہے اور وہ علیحدہ مکان لینے کو کہتی ہے وہ نہین لیتا ہے وہ عورت خود مکان علیحدہ لے کر رہ سکتی ہے یا نہین اس مین خدا و رسول کے موافق کیا حکم ہے بینوا توجروا +

الجواب ۔ صورت مذکورہ مین عورت علیحدہ مکان نہین لے سکتی اس لئے کہ مردون کے حق مین اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ اسکنوہن من حیث سکنتم یعنے ٹھیراؤ اپنی عورتون کو جہان تم ٹھیرتے ہو ۔ اور دوسری جگہ فرمایا لینفق ذوسعۃ من سعتہ یعنے چاہئے کہ خرچ کرین صاحب مقدور اپنے مقدور کے موافق ۔ پس شخص مذکور اپنے مقدور اور حیثیت کے مطابق جیسی گنجائش دیکھے اپنی بی بی کو مکان وسیع یا غیر وسیع مین رکھے اس سے زیادہ عورت کو حق نہین پہنچ سکتا واللہ تعالےٰ اعلم بالصواب حررہ احمد عفی عنہ ۔ [سید محمد نذیر حسین]

ہوالموفق ۔ صورت مسئولہ مین ایک غیر شخص کے مکان پر اس عورت کو رکھنے مین اُس عورت کا ضرر ہے لہذا اسکے شوہر کو چاہئے کہ اسکو ایک علیحدہ مکان مین رکھے قال اللہ تعالیٰ اسکنوہن من حیث سکنتم من وجدکم ولا تضاروہن لتضیقوا علیہن (پارہ ۲۸ رکوع ۱۷) ہدایہ مین ہے وعلی الزوج ان یسکنہا فی دار مفردۃ لیس فیہا احد من اہلہ الا ان تختار ذلک لان السکنی من کفایتہا فیجب لہا کالنفقۃ وقد اوجبہ اللہ تعالےٰ مقرونا بالنفقۃ واذا وجب حقا لہا لیس لہ ان یشرک غیرہا فیہ لانہا تتضرر بہ فانہا لاتامن علی متاعہا ویمنعہا ذلک من المعاشرۃ مع زوجہا ومن الاستمتاع الا ان تختار لانہا رضیت بانتقاص حقہا انتہے ۔ واللہ تعالےٰ اعلم کتبہ محمد عبدالرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ +

سوال ۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ دختر جوان بالغہ کا نکاح فقط اس کے اذن سے ہو سکتا ہے یا نہین ۔ اگر بغیر اذن کسی ولی کے نکاح اس کا ہو جائے تو درست ہے یا نہین بینوا توجروا +

الجواب ۔ دختر بالغہ کا نکاح فقط اس دختر کے اذن سے صحیح اور درست ہے اور اذن باکرہ دختر کا یہی ہے کہ جب اُس سے اذن نکاح کا لیا جاوے تو وہ بولے یا خاموش رہے اس کا سکوت بھی اذن ہے ۔ کسی ولی کا جبر اس پر درست نہین ۔ تمام فقہ کی کتابون مین صریح ہے ۔ واللہ اعلم بالصواب ۔ رقمہ الفقیر محمد حسین عفی عنہ سورخہ ۲۳ ربیع الثانی ۱۳۱۹ ہجری +

موافق مذہب حنفی کے نکاح درست ہے بشرطیکہ کفو مین ہو ۔ اور اگر غیر کفو مین ہو تو اس کے ولی کو نکاح فسخ کرانیکا اختیار باقی رہتا ہے ۔ راقم سید ابوالحسن عفی عنہ ۔

ہوالموفق - موافق حدیث صحیح کے صورت مسئولہ مین اگر بغیر اذن ولی کے نکاح اُس دختر جوان بالغہ کا ہو جائے تو صحیح اور درست نہین ہوگا - قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لانکاح الا بولی رواہ احمد والاربعۃ وصححہ ابن المدینی والترمذی وابن حبان واعلہ بارسالہ وقال ایما امرأۃ نکحت بغیر اذن ولیہا فنکاحہا باطل الحدیث اخرجہ الاربعۃ الا النسائی وصححہ ابو عوانۃ وابن حبان والحاکم کذا فی بلوغ المرام - واللہ تعالے اعلم - کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ ؎ | سید محمد نذیر حسین |

سوال - حضرات علمائے کرام وفقہائے عظام صورت مسئولہ ذیل مین کیا ارشاد فرماتے ہین کہ بعض اہل سنت حنفی مذہب مین دستور ہے کہ ناکح کی طرف سے ایک دستاویز اس مضمون کی لکھواتے ہین کہ اگر اس منکوحہ کے سوا دوسری عورت سے نکاح کرے تو اسپر طلاق - اور یہی شرط نکاح خوانی کے وقت کیجاتی ہے لہذا گذارش ہے کہ صورت مسئولہ مین نکاح مذکور صحیح ہے یا فاسد اور شرعاً یہ شرط جائز ہے یا ناجائز ایفا اس کا ناکح پر ضروری ہے یا نہین - درصورت عدم جواز شرط مذکور حاکم وقت کو اس باب مین احتساب جائز ہے یا نہین جو کچھ اس باب مین حق تحقیق ہو بحوالہ ادلہ عقلیہ ونقلیہ حوالۂ قلم فرماوین - بینوا توجروا ؎

الجواب - حامداً ومصلیاً - واضح ہو کہ اس مسئلہ مین دو امر ہین جو قابل بحث ہین - اول اشتراط عدم نکاح دیگر یعنی شرط اس بات کی کہ اس منکوحہ کی زندگی مین دوسری سے نکاح نہین کرونگا - دوسرے تعلیق ویمین طلاق زوجۂ آخر یعنی اس نکاح کے بعد دوسری عورت سے نکاح کرون تو اس کو طلاق ہے - پس اول ہر دو امر کا حکم معلوم کرنا ضروری ہے تاکہ صورت مسئولہ کا حکم ظاہر ہو تو واضح رہے کہ ایسی شروط کے بارے مین اہل علم کا اختلاف ہے کہ آیا ان کا وفا ضروری ہے یا نہین اور یہ شروط شرعاً معتبر وجائز ہین یا نہین - قال الخطابی الشروط فی النکاح مختلفۃ فمنہا ما یجب الوفاء بہ اتفاقا وہو ما امر اللہ بہ من امساک بمعروف او تسریح باحسان ومنہا ما لا یوفی بہ اتفاقا کسوال المرأۃ طلاق اختہا ومنہا ما اختلف فیہ کاشتراط ان لا یتزوج علیہا او لا یتسری او لا ینقلہا من منزلہا الی منزلہ انتہے - اور ظاہر ہے کہ جو لوگ ایسی شروط کے وجوب الوفا ہونیکے قائل ہین ان کے نزدیک یہ شروط شرعاً معتبر اور جائز ہین اور جو لوگ کہتے ہین کہ ایسی شرطین وفا نہ کی جاوین ان کے نزدیک یہ شروط ناجائز اور ساقط عن درجۃ الاعتبار ہین اور حنفیہ کا مذہب اس بارہ مین ان شروط کے جواز کا ہے چنانچہ کتب فقہ سے ظاہر ہے قال فی العالمگیریۃ رجل اراد ان یتزوج امرأۃ فخافت المرأۃ ان یخرجہا من ذلک البلد او خافت ان یتزوج علیہا فارادت التوثق بغیر یمین فالحیلۃ ان تزوجہ نفسہا علی مہر مسمی علی ان لا یخرجہا من البلدۃ فلہا تمام مہر مثلہا ولیقر الزوج ان مہر مثلہا کذا وکذا بشئے اکثر مما یثقل علی الزوج ولیشہد بذلک علی نفسہ انتہے - اور حضرت علی اور امام ثوری اور لیث

اور دیگر جمہور علما کا مذہب یہ ہے کہ یہ شروط ناجائز اور غیر واجب الایفا ہیں دلیل ان لوگون کی یہ حدیثین ہین عن عقبہ بن عامر مرفوعاً نہی ان تشترط المرأۃ طلاق اختہا - عن عبد اللہ بن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یحل ان تنکح امرأۃ بطلاق اخری - وعن جابر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خطب ام مبشر فقالت انی شرطت لزوجی ان لا اتزوج بعدہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان ہذا لا یصلح - وعن عائشۃ فی قصۃ بریرۃ مرفوعاً ما کان من شرط لیس فی کتاب اللہ فہو باطل وان کان مائۃ شرط قضاء اللہ احق وشرط اللہ اوثق - ومرفوعاً المسلمون علی شروطہم الا شرطاً احل حراماً وحرم حلالاً - ان دلائل سے جمہور کہتے ہین کہ ایسی شروط ناجائز اور باطل ہین - رہی یہ بات کہ درصورت فساد اس شرط کے نکاح فاسد ہوگا یا صحیح تو حنفیہ اور بہت سے دیگر علما کا مذہب اس بارہ مین یہ ہے کہ شرط فاسد نکاح کی صحت وفساد مین مؤثر نہیں ہوتی بلکہ خود ساقط ہو جاتی ہے چنانچہ کتب فقہ سے ظاہر ہے قال فی الہدایۃ بل یبطل الاستثناء لان ہذہ العقود لا تبطل بالشروط الفاسدۃ - ذکرہ بعد ذکر الہبۃ والنکاح والخلع والصدقۃ - ہان شافعی کے ایک قول مین نکاح نہین ہوگا - قال العلامۃ الشوکانی فلا یجب الوفاء بشیٔ من ذلک ویصح النکاح وفی قول للشافعی یبطل - باقی رہی تعلیق ویمین طلاق تو اس مین بھی اختلاف ہے - کہ آیا یہ طلاق واقع ہو جاوے گی یا نہین تو حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ جب دوسری عورت سے نکاح کرے گا اس کو طلاق واقع ہو جاوے گی کیونکہ اضافت طلاق کی نکاح کی طرف کر کے تعلیق کی ہے - چنانچہ کتب فقہ مثل ہدایہ اور شرح وقایہ اور عالمگیریہ سے ظاہر ہے - اور شافعیہ اور جمہور صحابہ اور محدثین کا مذہب یہ ہے کہ طلاق نہین پڑے گی - قال العلامۃ الشوکانی واما التعلیق وہو ان یقول ان تزوجت فلانۃ فہی طالق فذہب جمہور الصحابۃ والتابعین ومن بعدہم الی انہ لا یقع انتہی - دلیل ان لوگون کی یہ حدیث ہے عن المسور بن مخرمۃ مرفوعاً لا طلاق قبل نکاح اور درصورت ناجائز ہونے اس شرط کے احتساب حاکم کو ضروری ہے - عن ابی سعید مرفوعاً من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ الحدیث مسلم - الحاصل حنفیہ کے نزدیک یہ شرط جائز ہے - اور صورت مسئولہ مین نکاح ثانی کرنے سے طلاق پڑ جاوے گی - وحسب مذہب راجح من حیث الدلیل یہ شرط ناجائز ہے اور اس کی وفا ضروری نہین - اور صورت مسئولہ مین نکاح ثانی کرنے سے زوجہ ثانیہ کو طلاق نہین پڑنے کی واللہ اعلم بالصواب حررہ ابو یحیی محمد الشاہجہانپوری ۳ جمادی الاولی ۱۳۱۵ہجری -

سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ موطوءۃ الابن سے اگر والد جبراً وطی کرے تو کیا وہ ابن پر حرام ہو جاتی ہے یا نہین - اب ابن کو اس سے وطی کرنا جائز ہے یا نہین اور کسی صورت سے اس کو ابن کے گھر مین رہنا جائز ہے یا نہین اور اگر جائز نہین ہے تو اس کا

نکاح اول فسخ سمجھا جاویگا یا ضرورت طلاق کی ہوگی فقط بینوا توجروا +

الجواب - ہوالموفق بصورت مرقومہ جب زید نے اپنی بہو سے جبراً وطی کی تو اس صورت مین وہ اپنے خاوند کے نکاح سے باہر ہوگئی کما قال اللہ تعالے ولا تنکحوا ما نکح اباؤکم اس آیت کی تفسیر مین اکثر مفسرین نے یون تحریر کیا ہے ای ما وطی آباؤکم - وطی حرام ہو خواہ حلال الصہریۃ تثبت بالعقد الجائز وبالوطی حلالا کان اوعن شبہۃ او زنا - قاضی خان - فمن زنی بامرأۃ حرمت علیہ امہا وان علت وابنتہا وان سفلت وکذا تحرم المزنی بہا علے آباء الزانی واجدادہ وان علوا وابنائہ وان سفلوا کذا فی فتح القدیر - اور نیز نکاح سے باہر ہوجانیکے بعد کسی صورت سے اُس کو اپنے خاوند کے گھر رہنا جائز نہین کیونکہ حرمت مصاہرہ مؤبدہ ہوتی ہے یعنی کوئی زمانہ اسکے لئے شوہر سے حلت کا ثابت نہین ہوتا - حرمۃ النکاح علے نوعین مؤبدۃ وغیر مؤبدۃ فالمؤبدۃ تثبت بالنسب والرضاع والصہریۃ قاضی خان - اور طلاق کے لئے تحقق نکاح ضروری ہے - اس صورت مین جب نکاح جاتا رہا تو طلاق کی کچھ ضرورت نہین واللہ اعلم بالصواب حررہ حبیب احمد دہلوی

صح الجواب عبد الجمیل عفی عنہ +

ہوالموفق - مسئلہ مرقومہ مین واضح ہو کہ جب موطوءۃ الابن سے والد نے جبراً وطی کی تو اس سے وہ ابن پر نہ حرام ہوئی اور نہ اس کا نکاح فسخ ہوا بلکہ وہ ابن کے نکاح مین علی حالہا باقی ہے ہان والد اس حرامکاری کی وجہ سے سخت گنہگار ہوا لیکن اس کی اس حرامکاری کی وجہ سے موطوءۃ الابن ابن پر حرام نہین ہوئی - اسواسطے کہ آیۃ ولا تنکحوا ما نکح اباؤکم مین نکاح سے مراد نکاح شرعی ہے نہ مجرد وطی حلال ہو خواہ حرام اور جمہور کا یہی مذہب ہے - قال الحافظ ابن حجر فی فتح الباری وحجتہم (ای حجۃ الجمہور) ان النکاح فی الشرع انما یطلق علی المعقود علیہا لا علی مجرد الوطی انتہے - ونیز حدیث مرفوع (لا یحرم الحرام الحلال اخرجہ الدارقطنی والطبرانی عن عائشۃ وابن ماجہ عن ابن عمرؓ) سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ صورت مسئولہ مین موطوءۃ الابن ابن کے نکاح سے باہر نہین ہوئی بلکہ اس کے نکاح مین باقی ہے واللہ اعلم بالصواب کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ

سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ ایک شخص نے باغوائے نفس امارہ ایک عورت سے زنا کیا بعد اس کے اس مزنیہ کی لڑکی سے نکاح کیا اور بعد نکاح کے بھی دونون سے وطی کی تو نکاح درست ہوا یا نہین - بر تقدیر عدم جواز صورت نباہ کی ہے یا نہین بینوا توجروا +

الجواب - نکاح مذکور درست ہوا اس لئے کہ یہ عورت اُن عورتون مین سے نہین ہے جن سے نکاح حرام ہے پس بحکم آیہ کریمہ واحل لکم ما وراء ذلکم اس ... عورت سے نکاح درست ہوا

رہا یہ شبہ کہ یہ عورت اس شخص کی ربیبہ ہوئی اور ربیبہ سے نکاح ناجائز ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ شبہ اس بنا پر ہے کہ زنا نکاح کے حکم مین ہے اور جب زنا نکاح کے حکم مین ہوا تو عورت مذکورہ اس شخص کی مزنیہ کی لڑکی ہے تو اس شخص کی ربیبہ ہو گئی لیکن اس بات پر کہ زنا نکاح کے حکم مین ہے کوئی شرعی نص وارد نہین ہے البتہ بعض ائمہ دین کا یہ اجتہاد ہے جو آیت کریمہ واحل لکم ما وراء ذلکم کے مقابلہ مین معتبر نہین ہو سکتا۔ الحاصل اس مسئلہ مین اختلاف ہے۔ اور جب کسی مسئلہ مین اختلاف ہو تو اُس وقت ہمارے لئے آسمانی قانون یہ ہے کہ ہم اللہ تعالے اور اسکے رسول کی طرف رجوع کرین اللہ و رسول کے قول سے جو بات ثابت ہو اسپر کاربند ہون۔ اللہ تعالے سورہ نساء رکوع ۸ مین فرماتا ہے۔

فان تنازعتم فی شئ فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تومنون باللہ والیوم الآخر ذلک خیر واحسن تاویلا پس اس قانون کے بموجب ہم نے اللہ و رسول کی طرف رجوع کیا تو اللہ کی کتاب مین یہ پایا کہ یہ عورت ان عورتون سے نہین ہے جن کو اللہ نے حرام فرمایا ہے جس طرح اوپر معلوم ہوا تو بحکم آیت شریفہ واحل لکم ما وراء ذلکم یہ عورت حلال ٹھیری۔ اور حدیث شریف مین یہ پایا لایحرم الحرام الحلال رواہ الدارقطنی صفحہ ۴۰۲ وابن ماجہ صفحہ ۱۴۴ عن ابن عمر رضی اللہ عنہ۔ یہ حدیث اس بات پر دلیل ہے کہ زنا نکاح کے حکم مین نہین ہے ورنہ حرام کا حلال کو حرام کر دینا لازم آجاویگا فقط واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ محمد عبداللہ از مدرسہ احمدیہ مقام آرہ ضلع شاہ آباد۔ سید محمد نذیر حسین

اما بعد ماہرین شریعت پر مخفی نہ رہے کہ ماحصل جواب مرقوم کا یعنی صحیح ہونا نکاح کا بنت مزنیہ سے صحیح ہے اور یہی مذہب منصور ہی ہے ہرچند اس مین حنفیہ مخالف ہین لیکن باعتبار قوت دلیل کے قابل عمل مذہب صحت نکاح والا ہے حنفیہ کی دلیل صرف اس قدر ہے کہ قول اللہ تعالیٰ ولاتنکحوا ما نکح آباؤکم مین وہ نکاح کے معنے عقد کے نہین لیتے ہین بلکہ اس کے ایک ایسے عام معنے کہتے ہین جو شامل ہوتا ہے جماع بالعقد و بلاعقد و لمس وغیرہ کو بناء علیہ حرمت مصاہرہ بالزنا کے قائل ہین لہذا ان کے مسلک کے موافق یہ نکاح درست نہین ہے واضح ہو کہ اللہ تعالے کے قول مذکور مین بوجوہ چند عقد ہی مراد ہے اور جماع مراد نہین ہے جو حنفیہ کی دلیل ہے۔ بنظر اختصار یہان پر دو وجہین ذکر کیجاتی ہین ایک تو یہ ہے کہ صحاح مین ہے کہ نکاح کے اصل معنے عقد کے ہین اور جماع مین استعارۃً استعمال کیا جاتا ہے اور محال ہے کہ جماع اصلی معنے ہون اور عقد مین لفظ نکاح استعارۃً استعمال کیا جاوے اس لئے کہ لغت عرب مین جس مین قرآن شریف نازل ہوا ہے کل اسماء جماع کے کنائی ہین علاوہ برین قول اللہ جل ذکرہ وانکحوا الایامی منکم وغیر ذلک من الآیات مین نکاح سے جماع بلاعقد نہین کہتے پس تخصیص ایک مقام مین ساتھ عام معنے لینے کے محض بے دلیل ہے وجہ ثانی یہ ہے کہ نکاح سے وطی مراد لینے مین بھی ان کا قاعدہ کلیہ نہین رہتا خالف

اجماع کے ہوتا ہے جیسا کہ عبارت منقولہ سے ظاہر ہے۔ وفی الصحاح اصل النکاح العقد ثم استعیر للجماع ومحال ان یکون فی الاصل للجماع ثم استعیر للعقد لان اسماء الجماع کلہا کنایات لاستقباحہم تعاطیہ ومحال ان یستعیر من لا یقصد فحشا اسم ما یستفظعونہ لما یستحسنونہ بالنکاح فی ہذہ الآیۃ العقد دون الجماع للاجماع علی ان منکوحۃ الاب التی وقع علیہا عقد النکاح ولم یطأہا یحرم علی الابن لاخلاف فی ذلک وثبوت حرمۃ المصاہرۃ بالزنا مختلف فیہ فحمل الآیۃ علی معنی یوجب حکما مجمعا علیہ اولی من خلاف ذلک انتہی ما فی التفسیر المظہری للقاضی ثناء اللہ الپانی پتی رحمہ اللہ علیہ ملخصاً۔ پس دلائل مذکورۃ الصدر صاف اس بات پر شاہد ہیں کہ قول حنفیہ کا باوجود قوت دلائل قائلین صحت نکاح کے مقابل میں مذہب منصور جمہور کے معتبر نہیں ہوسکتا جمہور بھی حرمت کے مخالف ہیں جیسا کہ فتح الباری میں ہے۔ فمذہب الجمہور لا تحرم الا بالجماع مع العقد اب جو کوئی براہ تعصب مذہبی صحت نکاح بنت مزنیہ سے منکر ہو اور بینہ سے حق و باطل میں امتیاز نہ کرے تو یہ امر آخر ہے وما علینا الا البلاغ نمقہ العبد المعتصم بحبل ربہ المعبود محمد محمود الرحیم آبادی۔

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا صرف نکاح ہوا نوبت وداع وخلوت صحیحہ کی نہ ملی بعد چند روز کے زید فوت ہو گیا اسوقت میں زید کے ذمہ کامل مہر ہوگا یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب۔ درصورت مرقومہ واضح ہو کہ زید کے ذمہ کامل مہر ہوگا ومن سمی مہر عشرۃ فما زاد فعلیہ المسمی ان دخل بہا او مات عنہا لانہ بالدخول تحقق تسلیم المبدل وبہ یتأکد البدل وبالموت ینتہی النکاح نہایتہ والشئے بانتہائہ یتقرر ویتاکد فیتقرر بجمیع مواجبہ کذا فی الہدایہ واللہ اعلم۔

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت اپنے بھائیوں کے یہاں چلی گئی اور خاوند اس کا پچاس یا سو کوس کے فاصلہ پر ہے اس عورت نے اپنے خاوند کی بے اجازت اور بے مرضی سے اپنی لڑکی کا نکاح کر دیا وہ لڑکی بالکل نابالغ ہے اب شرع شریف میں اس کا نکاح ہوا یا نہیں اور نکاح پڑھانیوالیکو خوب معلوم ہے کہ اس کے والد کے بے مرضی سے نکاح ہوتا ہے اس پر شرع کا کیا حکم ہے بینوا توجروا۔

الجواب۔ یہ نکاح باپ کی اجازت پر معلق رہیگا اگر باپ نے اجازت دیدی اور اس نکاح سے راضی ہو گیا تو یہ نکاح صحیح و درست ہوگا۔ ورنہ نہیں واللہ تعالی اعلم بالصواب حررہ السید ابوالحسن عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی دختر کا نکاح کیا اور اس کا شوہر ایک مہینہ رہا اور پھر باہر چلا گیا اور کسی سے ذکر نہ کیا جس کو عرصہ پورا چار برس کا گذرا نہ خط بھیجا اور نہ کہیں کچھ پتہ ہے بہت تلاش بھی کی مگر کچھ پتہ ونشان نہیں معلوم ہوا دختر مذکور جوان ہے اب اسکے واسطے علمائے دین کیا فرماتے ہیں اس کا نکاح کسی اور سے کیا جاوے یا نہ۔ بینوا توجروا۔

الجواب۔ صورت مسئولہ میں معلوم ہو کہ جب چار برس اور چار مہینہ دس روز گذر جاویں تو دختر مذکورہ کا نکاح کسی اور شخص سے کر دینا جائز ہے۔ امام مالک اور امام شافعی رح کا یہی مذہب ہے۔ اور حضرت عمر اور حضرت عثمان اور حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کا یہی فتوے ہے۔ مالک عن یحیی بن سعید بن المسیب ان عمر بن الخطاب قال ایما امرأة فقدت زوجها فلم یدر این ہو فانہا تنتظر اربع سنین ثم تعتد اربعة اشہر وعشرا ثم تحل کذا فی الموطا وکذا رواہ الشافعی وعبد الرزاق وابو عبید والبیہقی قال فی التلخیص ولہ طرق اخری قال وہکذا یروی عن عثمان وعلی وابن عباس انتہی۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے مسوی شرح موطا میں ایک مفید کلام تحریر فرما کر مذہب امام مالک کو ترجیح دی ہے علمائے حنفیہ بھی اسی کے قائل ہیں جامع الفتاوی میں ہے افتی علماؤنا وعلماء العراق وما وراء النہر علی مذہب الشافعی ومالک فی سبعة مسائل منہا حکم تفریق امرأة الغائب باربع سنین۔ اور تحفۃ الصلحاء میں ہے۔ قال مالک اذا مضے اربع سنین یفرق القاضی بینہ وبین امرأتہ فتعتد عدة الوفاة ثم تتزوج من شاءت وقول مالک فی ہذہ المسئلة معمول وہو احد قولی الشافعی ولو افتی الحنفیة بذلک جاز فتواہ لان عمر فعل ہکذا انتہی واللہ تعالے اعلم بالصواب۔ العبد عبد الحق ملتانی۔

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ کو تین طلاقیں بیک جلسہ دیں پس یہ طلاق بائن ہوئی یا رجعی بینوا توجروا

الجواب۔ یہ طلاق رجعی ہوئی اسواسطے کہ ایک جلسہ میں تین طلاق دینے سے صرف ایک طلاق رجعی واقع ہوتی ہے صحیح مسلم میں ہے عن ابن عباس قال کان الطلاق علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وسنتین من خلافة عمر طلاق الثلث واحدة فقال عمر بن الخطاب ان الناس قد استعجلوا فی امر کانت لہم فیہ اناة فلو امضیناہ علیہم فامضاہ علیہم۔ اور مسند احمد بن حنبل میں ہے:۔ عن ابن عباس قال طلق رکانة بن عبد یزید اخو بنی المطلب امرأتہ ثلاثا فی مجلس واحد فحزن علیہا حزنا شدیدا قال فسئالہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف طلقتہا قال طلقتہا ثلاثا قال فقال فی مجلس واحد قال نعم قال فانما تلک واحدة فارجعہا ان شئت قال فراجعہا فکان ابن عباس یری انما الطلاق عند کل طہر قال ابن القیم فی اعلام الموقعین وقد صحح الامام ہذا الاسناد وحسنہ وقال الحافظ فی فتح الباری بعد ذکر ہذا الحدیث اخرجہ احمد وابو یعلی وصححہ من طریق محمد بن اسحق وہذا الحدیث نص فی المسئلة لا یقبل التاویل الذی فی غیرہ من الروایات انتہی فان قلت قال الحافظ فی الفتح ان ابا داؤد رجح ان رکانة انما طلق امرأتہ البتة کما اخرجہ ہو من طریق آل بیت رکانة وہو تعلیل قوی لجواز ان یکون بعض رواتہ حمل البتة علی الثلاث فقال طلقہا ثلاثا فبہذہ النکتة یقف الاستدلال بحدیث ابن عباس انتہی قلت قال ابن القیم فی الاغاثة ان ابا داؤد انما رجح حدیث البتة علی حدیث ابن جریج لانہ روی حدیث

ابن جریج من طریق فیہا مجہول ولم یرو ابوداؤد الحدیث الذی رواہ احمد فی مسندہ من طریق محمد بن اسحق ان رکانۃ طلق امرأتہ ثلاثا فی مجلس واحد فلذا رجح ابوداؤد حدیث البتۃ ولم یتعرض لہذا الحدیث ولا رواہ فی سننہ ولا ریب انہ اصح من الحدیثین وحدیث ابن جریج شاہد لہ وعاضد فاذا انضم حدیث ابی الصہباء الی حدیث ابن اسحق والی حدیث ابن جریج مع اختلاف مخارجہما وتعدد طرقہا افاد العلم بانہا اقوی من البتۃ بلاشک ولا یمکن من شم روائح الحدیث ولو علی بعد ان یرتاب فی ذلک فکیف یقدم الحدیث الضعیف الذی ضعفہ الائمۃ ورواتہ مجاہیل علی ہذہ الاحادیث انتہی کلام ابن القیم۔ واللہ تعالے اعلم وعلمہ اتم۔ کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ۔ ابو العلی محمد عبد الرحمن

ابو الطیب محمد شمس الحق — سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی کمسن دختر کہ جسکی عمر تقریباً ساڑھے پانچ برس کی ہوگی ایک شخص مسمی فقیر محمد پسر شیخ امام الدین پوسٹ ماسٹر سکنہ ڈیسہ سے بعوض اکیسو پانچ روپیہ مہر کے نکاح کیا اس امر کو عرصہ ڈیڑھ سال کا گذرا اب دختر زید مذکور کی عمر سات سال کی ہے لیکن قبل ازیں نکاح مسمی مذکور کی قومیت اور چال وچلن کی بہت تعریف کی بلکہ مبالغہ کیا اور ظاہراً وہ لوگ معلوم بھی ایسے ہی ہوتے تھے یعنی تمام لوگ عمدہ عمدہ عہدہ داری پر مامور ہیں مگر اس شخص نے خود بھی اپنی نسبت بہت کہا اور کہوایا اور سکونت خاص کا ثبوت احمدآباد کا دیا مگر ایک چند عرصہ کے بعد اس شخص کی قومیت معلوم ہوئی کہ ذات سے حجام ہے اور ڈیسہ کا رہنے والا ہے چنانچہ اس شخص نے ہر طرح سے جھوٹ بولا اور نیز دھوکا دیا پس بعد نکاح کے اس کا چلن نہایت خراب دیکھا گیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک عورت گوڈمر ہٹن اس کے گھر پڑی ہوئی ہے غرضکہ زید مذکور نے اپنی دختر کو اکثر طلب کیا لیکن مسمی مذکور نے لیت ولعل رکھا اور نہ بھیجا اور اب زید مذکور کو نہایت رنج گذر رہا ہے کیونکہ چال وچلن اور ذات صفات میں کہ جس قدر مبالغہ ہوا تھا غالباً اس سے دوچند فرق اور دروغ اور فریب ثابت ہوا۔ اب زید مذکور اپنی دختر کو اس کے شوہر سے علیحدہ کرنا چاہتا ہے بوجہ ان امورات مذکورہ کے چنانچہ سائل امیدوار ہے کہ برائے مہربانی بتلایئے کہ زید مذکور کی دختر کی رہائی اس کے شوہر سے کس صورت سے ہوسکتی ہے واجب جانکر عرض کیا بینوا توجروا۔

الجواب۔ درصورتیکہ ہم کفوی کی شرط ناکح سے ہوئی تھی وقت نکاح کے اور پھر بعد نکاح کے معلوم ہوا کہ وہ ہم کفو نہیں ہے یعنی وہ قوم کا نائی ہے تو ولی عورت کو فسخ کرنے نکاح کا اختیار ہے کیونکہ شرط خلاف پائی گئی۔ اذا شرطوا الکفاءۃ او اخبرہم بہا وقت العقد فزوجوہ علے ذلک ثم ظہر انہ غیر کفو کان لہم الخیار کذا فی الدر المختار وغیرہ من کتب الفقہ واللہ اعلم بالصواب حررہ السید محمد نذیر حسین

سید محمد نذیر حسین

سوال- کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ سماۃ ہندہ نابالغہ کا نکاح بولایت اُس کے باپ کے ہمراہ زید ہوگیا تھا چند روز کے بعد زید شوہر ہندہ نابالغہ کا چلا گیا قریب پندرہ سولہ برس کے ہوگئے زید مفقود الخبر ہے کہین پتہ نشان نہین لگتا ہے اور باپ ہندہ کا عیسائی ہوگیا- اب ہندہ قریب تئیس برس کے جوان ہوگئی- مان ہندہ کی ضعیف اور بیمار محتاج ہے ازروئے شرع شریف ہندہ اپنا نکاح دوسرے شخص سے کر سکتی ہے یا نہین وجہ معاش ہندہ کی کوئی نہین ہے محنت مزدوری سے گذر اوقات کرتی ہے- بینوا توجروا +

الجواب- درصورت مرقومہ جبکہ شوہر ہندہ کا عرصہ پندرہ سولہ سال سے مفقود الخبر ہے اس کا کہین پتہ ونشان نہین لگتا ہے تو بلا شبہ ہندہ بعد انقضاء عدت چار مہینے دس روز کے اپنا دوسرا نکاح کرنیکی مجاز ومختار ہے شرعًا- یعنی دوسرا نکاح کرنا اس کو درست وروا ہے اوپر قول حضرت عمر رض وحضرت عثمان وعبداللہ بن عمر رض وغیرہم کے اور یہی مذہب امام مالک کا ہے- مؤطا امام مالک مین ہے- عن سعید بن المسیب ان عمر بن الخطاب قال ایما امرأۃ فقدت زوجہا فلم تدراین ہو فانہا تنتظر اربع سنین ثم تعتد اربعۃ اشہر وعشرا ثم تحل قال مالک وان تزوجت بعد انقضاء عدتہا فدخل بہا زوجہا او لم یدخل بہا فلا سبیل لزوجہا الاول الیہا قال مالک وذلک الامر عندنا وان ادرکہا زوجہا قبل ان تتزوج فہو احق بہا انتہے ما فی الموطا- اور چند علماء حنفیہ نے بھی ضرورت کے وقت یہی مذہب اختیار کیا ہے چنانچہ حسب المفتین وجامع الرموز وطحطاوی وشامی وغیرہ کتب حنفیہ مین مذکور ہے-

سید محمد نذیر حسین

سوال- کیا فرماتے ہین علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ سماۃ ہندہ کا شوہر زید مفقود الخبر ہے تو سماۃ ہندہ کو کتنی مدت انتظار کرکے نکاح کر لینا چاہئے بینوا توجروا +

الجواب- ہندہ کو کامل چار برس تک انتظار کرنا چاہئے پھر عدت وفات یعنی چار مہینہ دس روز پوری کرکے نکاح کر لینا چاہئے مطابق فتوے حضرت عمر فاروق وعثمان وعبداللہ بن عمر رض وعبداللہ ابن عباس رض وغیرہم رض کے- فتح الباری مین ہے- واما قولہ وسنتہ سنۃ المفقود فان مذہب الزہری فی امرأۃ المفقود انہا تتربص اربع سنین وقد اخرجہ عبدالرزاق وسعید بن منصور وابن ابی شیبۃ باسانید صحیحۃ عن عمر منہا لعبدالرزاق من طریق الزہری عن سعید بن المسیب ان عمر وعثمان قضیا بذلک واخرج سعید بن منصور بسند صحیح عن ابن عمر وابن عباس قال تنتظر امرأۃ المفقود اربع سنین وثبت ایضا عن عثمان وابن مسعود فی روایۃ وعن جمع من التابعین کالنخعی وعطاء والزہری ومکحول والشعبی واتفق اکثرہم علی ان التاجیل من یوم ترفع امرہا للحاکم وعلی انہا تعتد عدۃ الوفاۃ بعد مضی الاربع سنین واتفقوا ایضا علی انہا ان تزوجت فجاء الزوج الاول خیر بین زوجتہ وبین الصداق وقال اکثرہم اذا اختار الاول الصداق غرمہ الثانی انتہی واللہ

تعالی اعلم وعلمہ اتم کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ۔ | ابو العلی محمد عبد الرحمن |

| سید محمد نذیر حسین |

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ زید نے ہندہ سے نکاح کیا اور مہر باندھا زید نے ہندہ کو اول دفعہ طلاق دی لیکن زید نے ہندہ سے جلدی سے رجوع کرلیا پھر عرصہ دراز کے بعد زید نے دوسری دفعہ طلاق دی تب ہندہ نے زید سے کہا کہ اب مجھ پر دو طلاق گذر چکی ہیں مجھ سے نکاح کرے بغیر نکاح کئے مجھے ہاتھ نہ لگائیو۔ زید نے ہندہ سے نکاح ثانی کرلیا بروقت نکاح ثانی کے زید نے ہندہ سے کہا کہ میں اپنے پہلے ہی مہر پر نکاح ثانی کروں گا۔ ہندہ نے زید سے کہا کہ میں اپنا مہر پہلا بھی لوں گی اور نکاح ثانی کا مہر بھی لوں گی اس بات پر زید نے راضی ہوکر نکاح ثانی کا مہر پہلے مہر سے زیادہ باندھا۔ اب زید نے ہندہ کو پہلا مہر ادا کردیا اور دوسرے مہر کو کہتا ہے کہ دوسرا مہر قائم نہیں رہا اور میرے اوپر دوسرا مہر ادا کرنا فرض نہیں اور زید کو اس قدر مقدور ہے کہ ہندہ کا دوسرا مہر اچھی طرح سے ادا کرسکتا ہے اب زید کو ہندہ کا دوسرا مہر ادا کرنا فرض ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب۔ زید نے اگر دوسرا نکاح اندر عدت کے کیا ہے تو اس دوسرے نکاح کا مہر کا ادا کرنا نہ زید پر فرض ہی اور نہ ہندہ اس کی مستحق ہے کیونکہ دوسری طلاق کے بعد اندر عدت بغیر نکاح کے زید ہندہ سے رجعت کرسکتا تھا اس دوسرے نکاح کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ پس یہ دوسرا نکاح محض لغو وبیکار ہوا ہے لہذا اس کے مہر کی نہ ہندہ مستحق ہے اور نہ اس کا ادا کرنا زید پر فرض ہے۔ اور اگر زید نے ہندہ سے دوسرا نکاح بعد انقضاء عدت کے کیا ہے تو بلاشبہ اس دوسرے نکاح کے مہر کا ادا کرنا زید پر فرض ہی اور ہندہ اس دوسرے مہر کی مستحق ہے کیونکہ اس صورت میں یہ نکاح صحیح ہوا ہے اور جب نکاح صحیح ہوا ہے تو اس کا مہر ادا کرنا زید پر فرض ولازم ہے۔ قال اللہ تعالے ان تبتغوا باموالکم وقال فی الدر المختار وحاشیۃ الطحطاوی ثم تزوجہا ثانیا بعد العدۃ وجب کمال المہر الثانی واللہ تعالی اعلم بالصواب حررہ ابو الحسن عفی عنہ

| سید محمد ابو الحسن | | سید محمد نذیر حسین |

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بی بی ہندہ کو بعوض مہر کے خلع کے طور پر طلاق دی پھر کوئی عرصہ دو برس کے بعد یہ نوبت پہنچی کہ زید اپنی اس مطلقہ کے ساتھ اوقات بسر کرنے لگا اور چاہتا ہے کہ اس کو بنکاح جدید اپنی زوجیت میں لاؤں اب آیا وہ موافق حدیث و قرآن کے بغیر حلالہ کے نکاح جدید سے اپنی زوجیت میں لاسکتا ہے یا نہیں اور زید جو اس مطلقہ کے ساتھ ہم بستر ہوا بغیر نکاح کے اور وہ مقر بھی ہے اس کا کیا کفارہ ہے اور آیا وہ وطی شرعی کہلائیگی یا زنا بینوا توجروا۔

الجواب۔ واضح ہو کہ صورت مذکورہ میں زید بغیر حلالہ کے اپنی اس مطلقہ کو بنکاح جدید اپنی زوجیت

مین لاسکتا ہے کیونکہ خلع طلاق بائن ہوتا ہے اور طلاق بائن مین حلالہ کی ضرورت نہین پڑتی ہان البتہ نکاح جدید کی ضرورت ہوتی ہے اور زید جو بغیر نکاح کے ہندہ کے ساتھ ہم بستر ہوا ہے اس کی یہ ہم بستری شرعی نہین ہے بلکہ یہ صریح زنا ہے اس گناہ کا یہی کفارہ ہے کہ خالص دل سے حضرت باری تعالی کی جناب مین اس سے توبہ کرے اس کے سوا کوئی اور مالی کفارہ اسکے لئے شریعت مین نہین ہے۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب۔ حررہ ابو محمد عبدالحق اعظم گڈھی۔ سید محمد نذیر حسین

سوال۔ واقعات یہ ہین کہ زید ایک شخص عاقل بالغ علی گڈھ کالج کا تعلیم یافتہ نیچری مذہب ہے اُسکا نکاح اس کے کفو مین ہندہ کے ساتھ تجویز ہوا زید نے انکار کیا زید کے والدین نے زید کا یہ انکار نئی روشنی والون کے خیال پر محمول کیا اور شادی کا سامان درست کر کے زید کو کسی بہانہ سے وطن بلایا زید کو وطن پہنچ کر یہ حال معلوم ہوا تو اس نے سخت انکار کیا حتی کہ والدین کے مجبور کرنے پر سہارنپور وغیرہ کی طرف بھاگ گیا۔ زید کے والد نے اس کا تعاقب کیا اور منت و سماجت اور لطائف الحیل کے ساتھ پھر وطن لے آئے مگر زید برابر انکار مین اصرار کرتا رہا اور ایک دو شخص کے مواجہ مین اپنا عنین ہونا بھی ظاہر کیا اور کہا کہ کیون کسی کی لڑکی کی قسمت پھوڑتے ہو۔ زید کے والدین سامان شادی بہم پہنچا کر زید کی شادی کی تاریخ بھی مقرر کر چکے تھے۔ بخیال نقصان مایہ و شماتت ہمسایہ زید کو نکاح کر لینے پر سخت مجبور کرتے تھے اور ان کو ایک مشکل یہ بھی پیش آئی تھی کہ ان تاریخون مین زید کی ہمشیرہ کا نکاح بھی ہندہ کے برادر حقیقی کے ساتھ قرار پایا تھا ادھر سے التوا یا انکار ہو تو ادھر سے بھی جواب ترکی بترکی تھا۔ زید کے والدین اور ان کے مشیرون نے یہ معاملہ ہندہ کے والدین اور ان کے اعزہ سے بالکل مخفی رکھا اور زید کو ہر طور سے مجبور کیا۔ زید برات کے دن جوڑہ پہننے سے بھی پہلوتہی کرتا تھا زید کو نکاح خوانی سے قبل کلمہ پڑہنے سے اور تجدید توبہ سے بھی تامل تھا۔ ایجاب و قبول کے وقت بھی باوجود تکرار نکاح خوانی کے اس نے یہ الفاظ نہ کہے کہ (قبول کیا مین نے اسکو) بلکہ ان کلمات پر اکتفا کیا (بہت اچھا بہت خوب) مگر نکاح خوان کے اصرار پر اس نے ایک مرتبہ یہ کہا کہ (مین نے اسکو قبول کیا) بعد نکاح اور رخصت کے زید گھر مین بھی نہ جاتا تھا بہت جبر اور زبردستی کرنے سے فقط ایک مرتبہ گیا۔ ہندہ کا قول ہے کہ صورت دیکھنے اور گفتگو کرنے کی بھی نوبت نہین آئی اور تھوڑی دیر توقف کر کے باہر چلا آیا۔ زید نے بھی اپنے بعض رازدارون سے ایسا ہی بیان کیا تھا زید بعد دو تین روز کے حیدرآباد کو روانہ ہوا چلتے وقت کئی آدمیون کے روبرو یہ کہا کہ عورت کو تو طلاق دے چکا تھا اب وطن کو بھی طلاق دیتا ہون پھر آپ مجھ کو یہان نہ دیکھین گے سننے والون نے کہا توبہ کرو خدا و رسول سے ڈرو بلاوجہ بلا تصور طلاق دیتے ہو تو معاذ اللہ خدا و رسول کی شان مین بے ادبانہ الفاظ زبان پر لایا جن کو گالیان کہا جاتا ہے۔ زید عرصہ تک حیدرآباد سے واپس نہ آیا زید و ہندہ کے

والدین واقارب نے متواتر خطوط طلبی کے اس کے نام روانہ کئے کچھ جواب نہ ملا۔ پھر زید کا والد خود حیدرآباد گیا زید کو بہت عجز وزاری وخوشامد کے ساتھ سمجھایا مگر اس نے خود وطن آنا اور ہندہ کو اپنے گھر بسانا یا اپنے پاس بلانا منظور نہ کیا بلکہ زید نے اپنے والد کے ساتھ اس بارہ مین اتفاق رائے کیا کہ ہندہ کا نکاح زید کے بڑے بھائی حقیقی کے ساتھ کر دیا جاوے جس کی ابھی شادی نہین ہوئی۔ زید کے والدین نے ہندہ کے والدین سے یہ درخواست بھی کی مگر ہندہ اور اس کے والدین نے نامنظور کیا۔ ہندہ کے اقربا کی طرف سے زید کے نام ایک رجسٹری شدہ نوٹس بھی دیا گیا تھا کہ اپنے قلم سے جواب صاف لکھے۔ زید نے ایک سال تک کوئی جواب نوٹس کا نہین دیا تھا۔ جب زید کے والدین مایوس ہوئے کہ ہندہ کا نکاح زید کے بڑے بھائی سے نہین ہو سکتا تو انہون نے زید کی طرف سے نوٹس کا جواب روانہ کرایا کہ زید وقتاً فوقتاً اپنے والد کی معرفت ہندہ کو خرچ بھیجتا رہا ہے زید کے والد نے اسکو دیا ہو یا نہ دیا ہو اور آئندہ برابر بھیجتا رہیگا بلکہ ہندہ کو اپنے پاس بلالیوے گا۔ اس تحریر سے زید اور اس کے بھائی اور والدین کی یہ غرض ہے کہ ہندہ کا نکاح دوسری جگہ نہ ہو سکے اور ہمیشہ اسی طرح ایک جھگڑا پڑا رہے۔ واقعات بالا سے سوالات ذیل پیدا ہوتے ہین۔ (۱) نیچری مذہب والا اسلام مین داخل ہے یا خارج از اسلام (۲) نیچری مذہب والا اہل سنت مسلمہ سنیہ کا کفو ہے یا نہین (۳) زید ایجاب وقبول کے وقت الفاظ قبول بجز داکراہ زبان پر لا یا نکاح صحیح ہوا یا نہین۔ (۴) زید نے اپنے عنین ہونیکا اقرار جن لوگون کے روبرو کیا وہ ہر وقت اور ہر جگہ ادائے شہادت کو آمادہ ہین اور چھ سال تک انتظار بھی ہو چکا ہے ایسی حالت مین بطور خود یا ذریعہ حاکم وقت تفریق ہو سکتی ہے یا نہین (۵) جبکہ زید کو اپنے عنین ہونیکا اقبال ہے تو کیا پھر بھی کوئی صورت تجربہ اور امتحان کی باقی رہ جاتی ہے (۶) زید نے چھ سال تک کوئی جواب متواتر تحریرات کا نہین دیا اور تاریخ اجراء نوٹس سے بھی ایک سال تک جواب نوٹس سے ساکت رہا۔ عدالت کے نزدیک تاریخ بناء مخاصمت تاریخ اجراء نوٹس ہی آیا عند الشرع بھی عنین سے تفریق کرانیکے لئے یہ مہلت ایک سال کافی ہے یا نہین۔ (۷) اگر مجدداً مہلت دیا جانا ضروری ہے تو کس قدر۔ اور مہلت دینے کا مجاز حاکم وقت ہے یا کون۔ (۸) بوجہ عنین ہونیکے تفریق کرا دینے کے بعد ہندہ کل مہر مقررہ یا نصف مہر کی مستحق ہے یا کس قدر۔ (۹) ہندہ کے پاس زید کی فقط آمد ورفت ہندہ اور زید کے قول سے ثابت ہے آیا خلوت صحیحہ واقع ہوئی یا نہین۔ (۱۰) بصورت عدم وقوع خلوت صحیحہ ہندہ کسقدر مہر کی مستحق ہے۔ (۱۱) زید نے چھ سال تک ہندہ کو نان ونفقہ نہین دیا اور نہ ہندہ کو زید کے نام سے قرض مل سکتا ہے اگر مل بھی جاوے تو زید ایسا قرض ہرگز ادا نہ کرے گا اور نہ زید کی کوئی ایسی جایداد نہین کہ اسپر ایسے مصارف کا بار پڑ سکے ایسی حالت مین فوراً تفریق کرائی جا سکتی ہی یا نہین۔ (۱۲) بمذہب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اگر فوراً تفریق نہین ہو سکتی تو عند الضرورت والتشدید مذکورہ

بالاعلی بمذہب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جائز ہے یا نہیں (۱۳) ہندہ اب حالت موجودہ میں زیادہ صبر نہیں
کرسکتی کیا یہ صورت مذہب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پر فتوے دینے اور عمل کرنیکے لئے کافی
ہے۔ (۱۴) زید نے دو شخص کے روبرو یہ کہا کہ وہ عورت کو طلاق دے چکا اور اسی بنا پر زید نے
اپنے بھائی کے ساتھ ہندہ کا نکاح ہوجانے پر رضامندی ظاہر کی۔ آیا اس قدر کہنے سے طلاق واقع
ہوئی یا نہیں (۱۵) اگر طلاق رجعی واقع ہوئی تو پھر زید کا رجوع عرصہ تک ثابت نہیں ہوا۔ آیا تین
طلاقین ہوگئین یا نہین (۱۶) وقوع طلاق کی صورت مین ہندہ کس قدر مہر کی مستحق ہے (۱۷) زید نے
دو شخص کے مواجہ مین خدا اور رسول کو گالیان دین مرتد ہوگیا یا نہین اور ہندہ اس کے نکاح سے خارج
ہوئی یا نہین اور اس حالت مین ہندہ کل یا نصف مہر پانیکی مستحق ہے یا نہین (۱۸) بصورت وقوع
طلاق یا بصورت ارتداد زید اب ہندہ کا نکاح دوسرے شخص سے ہوسکتا ہے یا نہین یا کسی قدر
مہلت اور عدت کی ضرورت ہے اور اس کی کیا مدت ہے۔ (۱۹) اس عدت اور مہلت کے
زمانہ کا نفقہ بھی زید پر واجب الادا ہے یا نہین۔ (۲۰) نفقہ کا اندازہ فقط شوہر کی حیثیت کے لحاظ
سے ہونا چاہئے یا زوج وزوجہ دونون کی حیثیت ملحوظ ہوگی یا کوئی اور قاعدہ شرع مین مقرر ہے
حضرات اہل علم وافتا کی خدمت مین التماس ہے کہ براہ کرم وبرائے خدا جلد جواب مفصل ومدلل
مرحمت فرمائین اللہ تعالی اجر جزیل عطا فرمائیگا والتسلیم فقط۔

الجواب - زید اگر اس نکاح سے پہلے بلا جبر واکراہ اپنے کو مسلمان کہتا تھا اور اس کا کوئی قول وفعل
ایسا نہین تھا جو ایمان کا سلب کرنیوالا ہو تو وہ قبل از نکاح مسلمان تھا اور صورت مسئولہ مین جبکہ
نکاح خوان کے اصرار پر اس نے ایک مرتبہ یہ کہا کہ (مین نے اس کو قبول کیا) تو یہ نکاح صحیح ہوا۔
اور پھر دو تین روز کے بعد حیدرآباد کو روانہ ہوتے وقت جبکہ اس نے کئی آدمیون کے روبرو یہ
کہا کہ (عورت کو تو طلاق دے چکا تھا اب وطن کو بھی طلاق دیتا ہون پھر آپ مجھکو یہان نہ دیکھینگے)
تو اس کے اس قول سے اس کی عورت مسماۃ ہندہ پر طلاق واقع ہوگئی۔ اب ہندہ جس شخص سے
چاہے اپنا نکاح کرسکتی ہے اور ہندہ کو عدت بیٹھنے کی ضرورت نہین ہے کیونکہ یہ طلاق قبل
وطی وقبل خلوت صحیحہ کے ہوئی ہے اسواسطے کہ ہندہ کا قول ہے کہ صورت دیکھنے اور گفتگو کرنیکی
بھی نوبت نہین آئی اور زید نے بھی اپنے بعض رازدارون سے ایسا ہی بیان کیا اور طلاق قبل
الوطی وقبل خلوت صحیحہ مین عدت نہین ہے۔ اور اس صورت مین ہندہ صرف نصف مہر کی
مستحق ہے۔ اور اگر زید قبل از نکاح اپنے کو مسلمان نہین کہتا تھا مگر ساتھ لگے ایسا کلمہ زبان سے
نکالتا تھا جس سے وہ دائرہ اسلام سے باہر ہوجاتا تھا جیسے خدا ورسول کو گالیان دینا یا اس قسم کا
کوئی فعل اس سے وقوع مین آتا تھا تو اس تقدیر پر وہ قبل از نکاح مسلمان نہین تھا اور یہ نکاح صحیح نہ

جائز نہین ہوا اور جب نکاح صحیح وجائز نہ ہوا تو اس صورت مین ہندہ مہر کی بھی مستحق نہین ہے۔صورت مسئولہ کا اسیقدر جواب کافی ہے اور باقی سوالات جو سائل نے کئے ہین وہ بلاضرورت ہین اس وجہ سے ان کا جواب نہین لکھا گیا واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

سید محمد نذیر حسین

سوال۔کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ زید وعمرو کا ایک مقدمہ نکاح کا ہے جس مین زید مدعی کا کہتا ہے کہ میرا نکاح دختر عمرو سے روبرو گواہان فلان فلان کے ہوگیا ہے اور بذات خود عمرو نے میرے سنے نکاح اپنی دختر کا کردیا ہے اور عمرو کہتا ہے کہ مین نے نکاح اپنی دختر کا زید سے نہین کیا اور نہ مین اس تاریخ موعودہ پر جس کو زید بیان کرتا ہے اس جگہ تھا بلکہ مین اپنی نوکری پر تھا جو کہ بفاصلہ تیس میل پر واقع ہے اور اس پر گواہ تمام عملہ وغیرہ عملہ موجود ہین اور دعوے زید کا محض بے اصل ہے آیا بیان عمرو کا اس مقدمہ مین لائق سماعت کے ہے اور اس سے گواہ سنے جاوین از روئے شریعت کے یا فقط بیان زید وگواہان زید پر فیصلہ ہونا چاہیئے۔اور عمرو کے بیان کی اور اس کے گواہون کی کچھ حاجت نہین۔بینوا توجروا۔

الجواب۔صورت مرقومہ مین معلوم ہو کہ عمرو اور اس کے گواہون کا بھی بیان ضرور ہونا چاہیئے۔فقط زید اور اس کے گواہون کے بیان پر فیصلہ کرنا صریح ظلم ہے جس کا شریعت انکار کرتی ہے کیونکہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر لوگون کو مجرد ان کے دعوے کے ساتھ انکے حقوق دلوا دیئے جاوین تو لوگ دعوے خونون اور مالون کا ناحق کرنا شروع کردیوین ولیکن گواہ مدعی کے اوپر ہین اور قسم اوپر مدعاعلیہ کے ہے۔عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لو یعطی الناس بدعواہم لادعی ناس دماء قوم واموالہم ولکن الیمین علی المدعی علیہ متفق علیہ وللبیہقی باسناد صحیح البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر۔اور دوسری حدیث شریف مین آچکا ہے کہ اگر دونون فریق گواہ پیش کرین اور گواہ دونون فریق کے مطابق شریعت کے دیندار پرہیز گار ہون تو اسوقت جس کا قبضہ ہو اس کو چیز دلوائی جائے کیونکہ گواہ دونون فریق کے برابر ہین ایک کو دوسرے پر ترجیح نہین دے سکتے لہذا وجہ ترجیح قبضہ ٹھہرائی گئی ہے۔عن جابر رضی اللہ عنہ ان رجلین اختصما فی ناقۃ فقال کل واحد منہما نتجت عندی واقاما البینۃ فقضی بہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لمن ہی فی یدہ رواہ الدارقطنی۔اور ایک دوسری حدیث شریف مین آچکا ہے کہ دو شخصون نے جھگڑا کیا ایک جانور مین اور گواہ کسی کے پاس نہ تھا اور نہ اس جگہ قبضہ تھا تو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس جانور کو آدھوں آدھ کردیا کیونکہ وقت مساوات کے ترجیح کسی کو نہین دے سکتے لہذا نصف نصف کردیا غرض ان احادیث شریفہ سے یہ ثابت ہے کہ بیان مدعاعلیہ سننا ضروریات سے ہے اور اگر وہ گواہ پیش کرے تو اس کے گواہون کا بیان بھی سننا ضرور ہے بعد اسکے فیصلہ ہونا چاہیئے ورنہ

صریح ظلم ہوگا۔ اللہ تعالے بچاوے فقط۔ حررہ عبد الحکیم ابوعبد الرشید۔ الجواب صحیح سراج الدین ضلع حصار
حسب ارشاد جناب میان صاحب مدظلہم کے یہ تحریر اس جواب پر بڑھائی گئی۔ اگر عمرو کے گواہ بمقابلہ زید کے معتبر و متواتر ہین تو بلاشبہ عمرو کے گواہ شرعا قابل سماعت ہونگے۔ قاعدۂ شرعی یہ ہے کہ بمقابلہ گواہان اثبات کے نفی کے گواہ قابل سماعت نہین ہوتے مگر جس صورت مین کہ گواہ نفی کے معتبر و متواتر ہون تو بیشک نفی کے گواہ بمقابلہ اثبات کے معتبر سمجھے جاوین گے۔
تقبل بینة النفی المتواتر کما فی الظہیریة والبزازیة وفی ایمان الہدایة کذا فی الاشباہ والنظائر والحموی واللہ اعلم بالصواب حررہ سید عبد السلام عفی عنہ ۱۶۔ ذی الحجہ ۱۳۱۶ ہجری +

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ وقت عقد کرنے ناکح و منکوحہ کے کل دو ہی شخص کسی سبب سے موجود ہین ایک ولی قریبی ہے یا اجنبی اور ایک مرد مومن دوسرا ہے یا اس طرح پر ہے کہ ایک قاضی تعلیم کنندہ ایجاب و قبول ہے اور ایک مرد مومن دوسرا ہے۔ زید کہتا ہے کہ ولی اور قاضی شہادت مین داخل نہین ہو سکتے اور ایک مومن مرد کی شہادت سے عقد صحیح نہین ہوتا جبتک دوسرا مرد مومن بجز قاضی یا ولی کے نہ ہو سو عرض ہے کہ ولی یا قاضی ساتھ مومن دوسرے کے شہادت مین قبول ہے یا نہین۔
(۲) مسئلہ شغار مین عرض ہے کہ دونون عورتون کا اول مہر علیحدہ علیحدہ باندھکر پیچھے عقد کیا جاوے درست ہے یا نہین بینوا توجروا +

الجواب۔ نکاح مین ماسوا ولی کے دو شاہد کا ہونا ضروری ہے اور بغیر دو شاہد کے نکاح منعقد نہین ہوتا
عن عائشة قالت قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا نکاح الا بولی وشاہدی عدل الحدیث رواہ الدارقطنی ولہ شواہد۔ نیل الاوطار صفحہ ۴۳ جلد ۶ مین ہے۔ استدل بالاحادیث من جعل الاشہاد شرطا وقد حکی ذلک فی البحر عن علی وعمر وابن عباس والعترة والشعبی وابن المسیب والاوزاعی والشافعی وابی حنیفة واحمد بن حنبل قال الترمذی والعمل علی ہذا عند اہل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومن بعدہم من التابعین وغیرہم قالوا لا نکاح الا بشہود الخ۔ اور انعقاد نکاح کے لئے شہادت قاضی کی مع مومن آخر کے بالاتفاق صحیح و مقبول ہے لٰکن ولی کی شہادت صحیح و مقبول نہین کیونکہ ولی کے علاوہ شاہدین کا ہونا ضروری ہے پس صورت مسئولہ مین یا تو فقط دو شاہد ہی ہین تو بوجہ نہ ہونے ولی کے نکاح کا انعقاد نہ ہوا یا فقط ایک ہی شاہد ماسوا ولی کے ہے تو بھی نکاح صحیح نہ ہوا۔ واللہ اعلم
جواب سوال دوم۔ جب دونون عورتون کا اول مہر علیحدہ علیحدہ باندھا جاوے پھر عقد کیا جاوے تو یہ عقد نکاح درست ہے اور شغار ممنوع مین داخل نہین ہے۔ بلوغ المرام مین ہے عن نافع
عن ابن عمر قال نہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم عن الشغار والشغار ان یزوج الرجل ابنتہ علی

ان يزوجه الآخر ابنته وليس بينهما صداق متفق عليه واتفقا من وجه آخر على ان تفسير الشغار من كلام نافع
سبل السلام میں ہے۔ قال القرطبي تفسير الشغار بما ذكر صحيح موافق لما ذكره اهل اللغة فان كان مرفوعا فهو المقصود وان كان من قول الصحابي فمقبول ايضا لانه اعلم بالمقال واقعد بالحال انتهى واذا قد ثبت النهي عنه فقد اختلف الفقهاء هل هو باطل او غير باطل فذهبت الهدوية والشافعي ومالك الى انه باطل للنهي عنه وهو يقتضي البطلان وللفقهاء خلاف في علل النهي لا نطول به فكلها اقوال تخمينية ويظهر من قوله في الحديث لا صداق بينهما انه علة النهي انتهى والله اعلم المجيب محمد عبد الحق ملتانی

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین ومتبعین سنت سید المرسلین کہ ایک عورت عاقلہ بالغہ ثیبہ بغیر اجازت ولی کے روبرو شاہدین عاقلین بالغین کے اپنا نکاح کر سکتی ہے یا نہیں۔ سوال دوسرا۔ نکاح کی شرائط شرع محمدی میں کون کون ہیں۔ سوال تیسرا جبر کرنا ولی کا ایسی عورت عاقلہ بالغہ ثیبہ پر درست ہے یا نہیں۔ ان مسائل کا جواب بشہادت کتاب معتبر سے جو ہو بیان فرما دیں۔ عند اللہ ماجور وعند الناس مشکور رہوں۔

الجواب۔ وہو الموفق للصواب۔ سوال اول کا جواب یہ ہے کہ وہ عورت خود مختار ہے اسکو ولی کی کچھ حاجت نہیں ہے جیسا کہ سرور کائنات ﷺ سے حدیث شریف موجود ہے۔ عن ابن عباس ان النبي صلى الله عليه وسلم قال الايم احق بنفسها من وليها وفي رواية قال الثيب احق بنفسها من وليها وفي رواية الثيب احق من وليها رواه مسلم اور صریح حدیث موجود ہے۔ وعن خنساء بنت خدام ان اباها زوجها وهي ثيب فكرهت ذلك فاتت رسول الله صلى الله عليه وسلم فرد نكاحه رواه البخاري وفي رواية ابن ماجه فرد نكاح ابيها مشکوٰۃ صفحہ ۲۷۲۔ دوسرے سوال کا جواب ومن شرائط النكاح رضاء المرأة اذا كانت بالغة بكرا كانت او ثيبة فلا يملك الولي اجبارها على النكاح ومن شرائط النكاح الشهادة عندنا (فتاوی قاضی خان من عینیہ مطبوعہ مصر صفحہ ۲۸۳) تیسرے سوال کا جواب یہ ہے۔ نفذت نكاح حرة مكلفة بلا ولي ولا تجبر بكر بالغة على النكاح (کنز الدقائق صفحہ ۹۷) ولا تجبر البكر البالغة على النكاح لانقطاع الولاية بالبلوغ (در مختار من یمنہ صفحہ ۱۶۳) اور حدیث لا نکاح الا بولی مجنونہ اور صغیرہ کے حق میں ہے چنانچہ شیخ عبد الحق صاحب نے اور صاحب شامی وغیرہما نے تحقیق فرمائی ہے جو چاہے وہ کتب خود دیکھ لے واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم العاجز محمد علاء الدین عفی عنہ از گوجرانوالہ ۱۳۱۷ھ ہجری جمادی الثانی۔

ہو الموفق۔ پہلے سوال کا جواب صحیح نہیں ہے اس واسطے کہ کوئی عورت بالغہ ہو یا نابالغہ خود مختار نہیں ہے کہ اسے ولی کی حاجت نہ ہو اور بلا ولی کے اسکا نکاح درست ہو بلکہ کسی عورت کا نکاح

ہرگز ہرگز بلا ولی کے جائز نہیں ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا نکاح الا بولی رواہ احمد والاربعۃ وصححہ ابن المدینی والترمذی وابن حبان واعل بالارسال کذا فی بلوغ المرام وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایما امرأۃ نکحت بغیر اذن ولیہا فنکاحہا باطل الحدیث اخرجہ الاربعۃ الا النسائی وصححہ ابو عوانۃ وابن حبان والحاکم کذا فی البلوغ۔ اور حدیث الایم احق بنفسہا من ولیہا سے عورت کی خود مختاری اور ولی سے غیر محتاج ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایم کو ولی کی حاجت ضرور ہے مگر اس کا نکاح بغیر اس کی رضامندی کے ولی نہیں کر سکتا۔ قال فی سبل السلام ومن الادلۃ علی اعتبار الولی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم الثیب احق بنفسہا من ولیہا فانہ اثبت حقا للولی کما یفیدہ لفظ احق واحقیتہا ہی الولایۃ واحقیتہا رضاہا فانہ لا یصح عقدہ بہا الا بعدہ فحقہا بنفسہا آکد من حقہ لتوقف حقہ علی اذنہا الحدیث انتہی۔ وقال فی النیل واجیب بان المراد اعتبار الرضا منہا جمعا بین الاحادیث انتہی۔ اور حدیث خنساء بنت خدام سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے۔ دوسرے سوال کے جواب میں اتنا اور زیادہ ہونا چاہئے ومن شرائط النکاح انہ لا نکاح الا بولی وانہ لا تزوج المرأۃ المرأۃ ولا نفسہا کما ثبت من الاحادیث الصحیحۃ تیسرے سوال کا بھی جواب صحیح نہیں ہے کما ظہر مما تقدم اور حدیث لا نکاح الا بولی کو مجنونہ اور صغیرہ کے ساتھ خاص کرنا تخصیص بلا مخصص ہے اور شیخ عبد الحق صاحب وغیرہ نے اس خصوص میں جو کچھ لکھا ہے وہ مدلل و تشفی بخش نہیں ہے واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ۔

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ ایک عورت نابالغہ پانچ سال کی شادی زید کے ساتھ ہوئی بعد شادی کے زید چار پانچ برس زندہ رہا۔ اس عرصہ میں وہ عورت اپنے والدین کے گھر رہی اور زید شادی سے چار پانچ برس کے بعد فوت ہوگیا پھر بھی برادران و والدین زید اس کو یعنی عورت بیوہ کو اپنے گھر نہیں لیگئے بعد فوت ہونے شوہر خود کے بھی چار پانچ برس تک وہ عورت اپنے والدین ہی کے گھر میں گذر اوقات کرتی رہی جب چودہ پندرہ برس کی ہوئی اور بلوغت کو پہنچی تو اس عورت نے برضا و رغبت خود و والدین خود کے ایک شخص خالد سے اپنا نکاح کرلیا۔ برادر زید متوفی نے یہ حال نکاح خوانی کا سن کر عدالت میں نالاں ہوا کہ عورت مجھکو ملنی چاہئے میں اس سے نکاح پڑھاؤں گا۔ اور عورت سے عدالت نے استفسار کیا تو وہ کہتی ہے کہ میں خالد سے راضی ہوں اور برادر زید سے راضی نہیں یعنی نکاح نہیں کرتی سو اب اس عورت کا نکاح فسخ کراکر برادر زید متوفی سے نکاح کرانا جائز ہے یا نہیں اور برادر زید اب اس عورت کا ولی ہے یا نہیں اور ہے تو کس صورت میں۔ سوال دوم۔ زید متوفی نے بروقت شادی شادی خود چند زیور عورت کو دیئے تھے تو اس زیور کی مالک عورت ہے یا برادر زید

اور برادر زید اس کے حین حیات ہیں اس سے جدا بھی تھا۔ سوال سوم۔ مہر شرعی کی دعویدار عورت برادران ووالدین زید سے ہو سکتی ہے یا نہیں۔ سوال چہارم۔ ایک مفتی صاحب نے عدالت کے دریافت پر فتوے دیا ہے کہ عورت کا ولی برادر زید متوفی ہے۔ عورت نے غیر کفو جو شخص خالد ہے اس سے نکاح اپنا کر لیا تو برادر زید اس کا نکاح قاضی شرع سے فسخ کرا کر اپنا نکاح کر سکتا ہے۔ سو یہ مسئلہ کیونکر ہے۔ سوال پنجم۔ نکاح کا دار مدار ایجاب اور قبول پر ہے جب عورت برادر زید کو قبول ہی نہیں کرتی اور خالد سے برضا ورغبت اپنا نکاح کر لیا اب وہ اس سے نہ طلاق چاہتی ہے اور نہ خالد طلاق دیتا ہے تو پھر بقول مفتی صاحب یہ نکاح فسخ ہو کر برادر زید کا نکاح کس طرح ہو گا۔ فقط۔

الجواب۔ جب اس عورت نے اپنے بلوغت کے بعد برضا ورغبت خود ووالدین خود کے خالد سے اپنا نکاح کر لیا اور برادر زید کے ساتھ نکاح کرنے سے راضی نہیں ہے تو یہ نکاح جائز و درست ہوا۔ اب اس نکاح کو فسخ کرا کر برادر زید متوفی سے نکاح کرانا ہرگز جائز نہیں ہے اور ولایت بالاتفاق جمیع اہل علم اقرب عصبات کو ہے۔ اور صورت مسئولہ میں والد موجود ہے اسکے ہوتے ہوئے کوئی دوسرا ولی نہیں ہو سکتا۔ جواب سوال دوم۔ اس زیور کی مالک عورت ہے۔ اور اس کا مالک برادر زید نہیں ہے۔ حدیث عمرو بن شعیب میں مرفوعاً آیا ہے۔ ایما امرأة نکحت علی صداق اوحباء او عدة قبل عصمة النکاح فهو لها وما کان بعد عصمة النکاح فهو لمن اعطیه واحق ما اکرم الرجل علیه ابنته او اخته رواه احمد والاربعة الا الترمذی رجاله ثقات کذا فی بلوغ المرام والنیل۔ جواب سوال سوم۔ بے شک مہر شرعی کی دعویدار عورت برادران زید اور اسکے والدین سے ہو سکتی ہے۔ اگر زید متوفی کا ترکہ برادران زید اور اس کے والدین کے قبضہ میں ہے اور اگر ان کے قبضہ میں نہیں ہے تو ان سے دعویدار نہیں ہو سکتی۔ جواب سوال چہارم۔ مفتی کا یہ فتوے بالکل غلط ہے۔ نہ برادر زید اس عورت کا ولی ہے اور نہ وہ اس عورت کا نکاح فسخ کرا کر اس سے اپنا نکاح کر سکتا ہے۔ اسواسطے کہ جب عورت نے اپنی رضا ورغبت سے اور اپنے والدین کی رضا ورغبت سے نکاح کیا ہے تو یہ نکاح صحیح و درست ہوا اگرچہ غیر کفو سے ہوا ہے۔ پس اب یہ نکاح کسی کے فسخ کرنے سے نہ فسخ ہو سکتا ہے۔ اور نہ کسی کو فسخ کرانے کا اختیار ہے۔ جواب سوال پنجم۔ مفتی کا قول سراسر غلط و باطل ہے بے شک جب وہ عورت برادر زید کو قبول ہی نہیں کرتی اور خالد سے برضا ورغبت اپنے اور اپنے والدین کے نکاح کر لیا ہو اور اب اس سے نہ طلاق چاہتی ہے اور نہ خالد طلاق دیتا ہے تو کسی صورت سے یہ نکاح فسخ ہو کر برادر زید کے ساتھ نہیں ہو سکتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ

عبد الحق ملتانی عفی عنہ۔ ۲۶۔ جمادی الاخری ۱۳۰۳ ہجری۔ سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہین علماے دین اس مسئلہ مین کہ ہندہ ایک لڑکی ہے کہ جس کا باپ اس لڑکی کے بچپن مین مرگیا۔ زید اس لڑکی کا چچا حقیقی ہے مگر حفاظت وحراست اور پرورش ماں اور نانی کے ہاتھ مین اس کی رہی اور ہے۔ اس لڑکی کے چچا مسطور نے نکاح اس کا بولایت اپنے اپنے بیٹے کے ساتھ بدین منظ کر دیا کہ قبل نکاح اس لڑکی سے جاکر طلب اجازت کی لڑکی چپ رہی۔ لیکن نانی اس کی موجود تھی سخت مخالف ہوئی بعد اس کے سامنے شاہدین عادلین کے اس لڑکی نکاح بولایت اپنی اپنے بیٹے سے کر دیا۔ اور اس نکاح کی اطلاع لڑکی چچا نے دی لڑکی چپ رہی لیکن ماں اور نانی نے مخالفت سخت کی۔ آیا بصورت بالغہ ہونے اس لڑکی کے بعد دو تین روز کے اختیار فسخ نکاح کا ہے یا نہین۔ اور وہ سکوت لڑکی کا شرعًا بجائے ایجاب ہوگا یا نہین۔ در صورت نابالغہ ہونے اس لڑکی کے سوائے ولی جابر کے دوسرے اقربا یعنی ماں اور نانی کو کوئی حق مداخلت درباب نکاح اس کے ہے یا نہین جواب مسئلہ ہذا موافق مذہب حنفی رقم فرمادین۔

الجواب۔ صورت مذکورہ مین اگر نکاح کیوقت وہ لڑکی بالغہ تھی تو اس صورت مین لڑکی کو نکاح کے فسخ کا اختیار نہین ہے ہدایہ مین ہے۔ وینعقد نکاح الحرۃ العاقلۃ البالغۃ برضاہا وان لم یعقد علیہا ولی بکرا کانت او ثیبا واذا استاذنہا الولی فسکتت او ضحکت فہو اذن انتہے۔ اور اگر نکاح کے وقت وہ لڑکی نابالغہ تھی تو اس صورت مین بالغ ہونیکے وقت اس کو اختیار ہے چاہے اس نکاح کو باقی رکھے چاہے فسخ کر ڈالے۔ مگر ہاں جب بلوغ کے وقت ساکت رہے گی تو پھر فسخ کا اختیار اسکو نہین رہیگا۔ وان زوجہما غیر الاب والجد فلکل واحد منہما الخیار اذا بلغ ان شاء اقام علے النکاح وان شاء فسخ ثم خیار البکر یبطل بالسکوت وخیار البلوغ فی حق البکر لایمتد الی اخر المجلس کذا فی الہدایہ۔ چچا کی موجودگی مین ماں اور نانی کو کوئی حق نہین ہے۔ والولی العصبۃ علے ترتیب الارث والحجب ثم الام ثم ذوالرحم الاقرب فالاقرب کذا فی الہدایۃ۔

حررہ علی احمد مدراسی عفی عنہ۔ سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہین علماے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ ایک عورت دیندار ہے اور کہ خاوند اس کا کبھی نماز پڑھتا ہے کبھی نہین۔ اس عورت نے ایک دیندار پرہیز گار مرد سے کہا کہ تو مجھ سے نکاح کرے مرد نے کہا کہ اگر تیرا خاوند تجھ کو طلاق دیدے تو البتہ ہم تجھ سے نکاح کرین گے یہ سن کر وہ عورت اپنے خاوند سے بگاڑ کرنے لگی اور اپنے خاوند کے گھر سے گاہ بگاہ بلا اجازت خاوند کے میکے چلی گئی۔ اور اس مرد دیندار نے چاہا کہ اگر اس کا خاوند ہم سے

روپیہ لیتا اور اس کو طلاق دیدیتا تو اچھی بات ہوتی۔ اور اس کے خاوند کو معلوم ہوا کہ ہماری عورت سے اور فلان شخص سے یہ بات چیت ہوئی ہے اب ہمارے یہان نہین رہے گی۔ یہ بات اسکو اچھی طرح سے یقین ہوگئی۔ تب اسکے خاوند سے اور مرد دیندار سے کچھ بات چیت ہوئی۔ اس دیندار نے اسکے خاوند سے کہا کہ تو اپنی عورت کو طلاق دیدے۔ اور ہم سے بیس پچیس روپیہ لیلے۔ اسکے خاوند نے سوچا کہ اب طلاق دیدینا اچھا ہے کیونکہ بی بی تو ہمارے یہان رہیگی نہین تو ہم کیون اٹکے رہین یہ سوچکر اس نے روپے لیلئے۔ اور اپنی بی بی کو طلاق دیدی۔ بروقت طلاق دینے کے لوگون نے پوچھا کہ تو کیون طلاق دیتا ہے۔ اس نے کہا کہ ہم اپنی خوشی سے طلاق دیتے ہین۔ پس بعد طلاق و عدت کے اس شخص نے یعنے جس نے روپے دیئے تھے اس عورت سے نکاح کر لیا۔ آیا یہ نکاح عند الشرع جائز ہے یا نہین اور ایسے شخص سے مسلمان پرہیزگار کو سلام و دعوت و تواضع کرنا جائز ہے یا نہین بینوا توجروا +

الجواب ۔ یہ نکاح جائز ہے اسلئے کہ وقوع طلاق مین کسی قسم کا شک باقی نہین رہا کیونکہ اس شخص نے لوگون کے سامنے طلاق دی ہان شرط روپے کی باطل ہے ۔ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام ما کان من شرط لیس فی کتاب اللہ فہو باطل وان کان مائۃ شرط قضاء اللہ احق وشرط اللہ اوثق الحدیث رواہ البخاری ۔ اس شخص کو لازم ہے کہ آیندہ ایسی بات سے پرہیز کرے یعنی رشوت دیکر طلاق نہ طلب کیا کرے اس واسطے کہ رشوت کا لینے والا اور دینے والا دونون دوزخی ہین ۔ پس اگر آیندہ کے واسطے توبہ کرے تو اس سے سلام کرنا اور اس کی دعوت قبول کرنی اور اس کی دعوت کرنی جائز ہے ورنہ اہل تقوے کو چاہئے کہ اس سے پرہیز کرین تاکہ وہ اس فعل سے باز آوے ۔ کتبہ عبد الرحمن گورکھپوری عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

ہو الموفق ۔ صورت مسئولہ مین اگر اس عورت نے اپنا نکاح خود بلا ولی کیا ہے تو یہ نکاح ناجائز ہے ۔ اور اگر یہ نکاح ولی کی ولایت سے ہوا ہے تو جائز ہے ۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ +

سوال ۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ ایک عورت ہنود کی ایک مسلم کلمہ گو سے کسی نوع کی یاری ہوئی یعنے وہ کلمہ گو ہنود کے گھر آیا جایا کرتا تھا ۔ چندروز کے بعد اس عورت ہنود نے دین اسلام قبول کیا اور اپنے شوہر کے گھر سے نکل آئی لیکن ہمیشہ سے ہنود کی اسکے ساتھ مواکلت و مباشرت تھی اور وطی بھی ثابت ہے پس جس روز شوہر کے گھر سے

مکمل کرائی اور اسلام قبول کیا۔ اسی روز قاضی صاحب نے اس کا نکاح اس مسلم کلمہ گو سے کر دیا لیکن ناکح کو کفارہ کا حکم کیا تب سے ناکح اور منکوحہ کے درمیان مواکلت اور مباشرت یعنی وطی اور جو چیزیں مرد عورت کے درمیان ہوا کرتی ہیں تا ایندم جاری ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ کفارہ اور یہ نکاح بدون عدت کے عند الشرع ثابت ہے یا نہ بینوا بالقرآن والحدیث+

الجواب۔ جب کوئی مشرک عورت مسلمان ہو جاوے اور اس کا شوہر مسلمان نہ ہو تو اس عورت مسلمہ کی عدت تین حیض ہیں فتح الباری میں تحت حدیث ابن عباس رضی کان اذا ہاجرت امرأۃ من اہل الحرب لم تخطب حتی تحیض وتطہر الحدیث مرقوم ہے۔ قال الجمہور ان المراد تحیض ثلثۃ حیض لانہا صارت باسلامہا وہجرتہا من الحرائر انتہے اور ایام عدت میں نکاح بالاتفاق ناجائز وحرام ہے قال اللہ تعالے ولا تعزموا عقدۃ النکاح حتی یبلغ الکتاب اجلہ۔ اور اگر ایام عدت میں نکاح ہو جاوے تو بالاتفاق تفریق لازم ہے قال فی نیل الاوطار وقد وقع الاتفاق علی انہ اذا وقع العقد لزم التفریق بینہما۔ پس صورت مسئولہ میں چونکہ یہ نکاح عدت کے اندر ہوا ہے لہذا یہ حرام وناجائز ہے اور درمیان اس عورت مسلمہ اور مسلم کلمہ گو کے تفریق لازم ہے اور بعد پوری ہونے عدت کے اگر وہ مسلم کلمہ گو اس عورت مسلمہ سے نکاح کرنا چاہے تو عند الجمہور نکاح کر سکتا ہے باقی رہا کفارہ سو اس کا کچھ ثبوت نہیں ہے کفارہ کے جتنے مواقع ہیں وہ سب معین ومقرر ہیں اُن مواقع کے سوا کسی اور موقع میں اپنی طرف سے کفارہ مقرر کرنا ہرگز جائز نہیں واللہ تعالے اعلم حررہ عبد الحق ملتانی عفی عنہ۔

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک طوائف سے نکاح کیا بعد چند ماہ کے نا اتفاقی ہو کر نوبت طلاق کی پہنچی۔ خاوند نے ایک جلسہ میں تین طلاق دیدی اور طلاق نامہ لکھدیا اور عورت مطلقہ نے اس بات پر راضی ہو کر مہر جو مقرر ہوا تھا خاوند کو معاف کیا۔ اور ایک دستاویز لادعوے بہ نسبت مہر کے لکھدی اور دوسرے شہر میں جا کر اپنا پیشہ سابقہ جو زناکاری تھا کرنے لگی اب بعد ایک سال کے پھر دونوں شخص مذکور باہم رضامند ہیں اس واسطے علمائے شریعت سے عرض ہے کہ یہ عورت مذکورہ مرد مذکور کے نکاح میں اب پھر دوبارہ کس ترکیب سے آسکتی ہے آیا حلالہ کیا جاوے یا فقط تجدید نکاح کیا جاوے یا وہی نکاح اول اس قدر مدت تک قائم رہا بموجب قرآن وحدیث کے بیان فرماویں۔ سوال دوم۔ ایک مرد کی منکوحہ کو ایک شخص ورغلا کر اپنے ہمراہ لے گیا اور عرصہ ایک سال تک دونوں مفقود الخبر رہے بعد ایک سال کے خود عورت نے ایک شہر دور دراز سے بنام خاوند اپنے کے بدیں مضمون خط بھیجا کہ مجھکو فلاں شخص بہکا کر لایا تھا اب تم مجھ کو آکر لیجاؤ۔ چنانچہ خاوند اسکا جا کر عورت کو اپنے ہمراہ لے آیا اور اپنے گھر میں لا کر مثل سابق کے اس عورت سے عمل برآمد کیا اس واسطے علمائے دین سے عرض ہے

کہ یہ عورت اس کے نکاح سے باہر ہوتی یا نہیں اگر نکاح سے باہر ہوگئی تو اب نکاح مین آنیکی کیا صورت ہے بموجب قرآن وحدیث کے بیان فرمایئے۔ سوال سوم۔ ایک عورت بیوہ کو ایک شخص کا حمل حرام کا اب یہ عورت مذکورہ انہین ایام حمل مین اسی شخص کے ساتھ جس کا اس کو حمل حرام ہے نکاح کر سکتی ہے یا نہین۔ اور اگر نکاح کر سکتی ہے تو بعد نکاح تا وضع حمل اپنے خاوند سے صحبت اور وطی وغیرہ کرا سکتی ہے یا نہین بموجب قرآن وحدیث کے جواب مرحمت فرمایا جاوے۔

الجواب۔ جواب سوال اول عورت مذکورہ مرد مذکور کے نکاح مین اب پھر دوبارہ تجدید نکاح سے آسکتی ہے حلالہ کی کچھ ضرورت نہین ہے کیونکہ ایک جلسہ مین تین طلاق حکم مین ایک طلاق رجعی کے ہوتی ہے موافق حدیث ابن عباس رضہ کان الطلاق علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وسنتین من خلافۃ عمر طلاق الثلث واحدۃ الحدیث۔ صورت مسئولہ مین چونکہ عدت گذر گئی ہے اس وجہ سے تجدید نکاح کی ضرورت ہوئی۔ اگر عدت باقی ہوتی تو فقط رجعت کر لینا کافی تھا۔ ہان یہ واضح رہے کہ عورت مذکورہ زانیہ ہے پس جب تک یہ عورت زنا سے توبہ نہ کریگی تب تک مرد مذکور کا نکاح اس عورت زانیہ سے درست نہین ہوگا۔ قال اللہ تعالی الزانی لا ینکح الا زانیۃ او مشرکۃ والزانیۃ لا ینکحہا الا زان او مشرک وحرم ذلک علی المومنین (سورہ نور) جواب سوال دوم۔ یہ عورت مذکورہ اس شخص مذکور کے نکاح سے باہر نہین ہوئی جیسے پہلے اس کے نکاح مین تھی اب بھی اس کے نکاح مین باقی ہے اگرچہ عورت بسبب نکلجانے غیر مرد کے ساتھ اور ایک سال تک اس کے ہمراہ رہنے کیوجہ سے بہت بڑے گناہ کی مرتکب ہوئی ہے مگر اس گناہ کے مرتکب ہونیکی وجہ سے اس کا نکاح نہین ٹوٹتا ہے جواب سوال سوم۔ بیوہ مذکورہ ایام حمل مین اس شخص کے ساتھ جس سے اسکو حمل حرام کا ہے نکاح کر سکتی ہے کیونکہ یہ دونون زانی ہین اور زانیہ کا نکاح زانی سے جائز ہے اور یہ شخص بعد نکاح کے اس بیوہ منکوحہ کے ساتھ وطی بھی کر سکتا ہے کیونکہ یہ حمل اسی شخص کا ہے استبراء رحم کی کچھ حاجت نہین ہے واللہ اعلم بالصواب۔

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ ایک عورت عاقلہ بالغہ اپنا شوہر معین ہونے اور عین ایجاب کیوقت کہہ رہی تھی اور گریہ وزاری کر رہی تھی کہ میرا نکاح زید کے ساتھ نہ کرنا چنانچہ شاہد موجود ہین مگر باپ نے نہ لڑکی کی مرضی پر توجہ کی اور نہ کسی غیر کا کہنا مانا بلکہ گریہ وزاری ہی مین اس کا نکاح کردیا زید کے ساتھ اور ایسے الفاظ کہنے سے (گویا فریب دینے سے) کہ اگر تو وہان رضی نہ ہوئی تو تمہین ان سے واپس کرا لونگا خسر کے گھر روانہ کر دیا اور لڑکی وہان سے واپس چلی آئی اور اس کی طرف سے تاحال نہ بالرضا اور بالاکراہ ایجاب ہوا نہ قبول آیا۔ پس سوال یہ ہے کہ اس عورت کا خسر کے گھر چلا جانا موجب رضا یا قبول یا ایجاب شرعی ہو سکتا ہو یا نہین بینوا توجروا۔

الجواب - صورت مسئولہ مین جبکہ عورت عاقلہ بالغہ مذکورہ اپنے شوہر معین ہونیکے وقت اور عین ایجاب کے وقت کہہ رہی تھی کہ میرا نکاح زید کے ساتھ نہ کرنا اور ساتھ اس کے گریہ وزاری بھی کر رہی تھی مگر اس کے باپ نے نہ اس کی مرضی پر توجہ کی اور نہ کسی غیر کا کہنا مانا اور بلا مرضی اسکے اس کا نکاح زید کے ساتھ کر دیا اور تا حال وہ راضی نہین ہے تو یہ نکاح منعقد نہین ہوا کیونکہ عورت عاقلہ بالغہ کے نکاح کے منعقد ہونیکے لئے اس کی اجازت و مرضی شرط ہے - مشکوۃ شریف مین ہے

عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الایم احق بنفسہا من ولیہا والبکر تستاذن فی نفسہا واذنہا صماتہا وفی روایۃ قال الثیب احق بنفسہا من ولیہا والبکر تستامر واذنہا سکوتہا وفی روایۃ قال الثیب احق بنفسہا والبکر یستاذنہا ابوہا فی نفسہا واذنہا صماتہا رواہ مسلم - وعن ابن عباس قال ان جاریۃ بکرا اتت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فذکرت ان اباہا زوجہا وہی کارہۃ فخیرہا النبی صلی اللہ علیہ وسلم رواہ ابوداؤد - اور اس کے باپ نے جو یہ کہہ کر کہ اگر تو وہان راضی نہ ہوئی تو تمہین ان سے واپس کرا لون گا خسر کے گھر روانہ کر دیا اور وہ جاکر وہان سے واپس چلی آئی - سو باپ کے اس کہنے سے اس کا خسر کے گھر چلا جانا موجب رضا وقبول نہین ہو سکتا - ہان وہان جاکر زید سے بلا جبر واکراہ راضی ہوتی تو اس کا یہ فعل البتہ موجب رضا وقبول نکاح ہوتا مگر جبکہ وہ وہان سے بلا رضامندی واپس چلی آئی اور تا حال وہ راضی نہین ہے تو اس کا خسر کے گھر مجرد چلا جانا ہرگز موجب رضا و قبول نکاح نہین ہو سکتا - واللہ اعلم حررہ عبدالرحیم عفی عنہ +

سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ ایک شخص نے اپنی دختر کو ایک سید کی زوجیت مین اس شرط پر دیا کہ اپنے گھر داماد رکھون گا - شادی کے بعد کچھ عرصہ تک ہر دو خاوند و زوجہ اپنے گھر آباد رہے - چند دن کے بعد بسبب باہمی تنازعہ کے خاوند نے اپنی زوجہ کو اپنے ہمراہ مقام ملازمت پر لیجانا چاہا مگر لڑکی کے والد نے انکار کیا اور نوبت عدالت تک پہنچی اور عدالت مین عذر پیش کیا کہ ہمارا داماد مذہب شیعہ رکھتا ہے اور لڑکی سنی ہے اس لئے نکاح ناجائز ہے اور یہ بھی واضح ہو کہ لڑکی حاملہ ہے آیا اس نکاح کی اولاد حلال ہے یا حرام - اور نکاح جائز ہے یا ناجائز بینوا توجروا +

الجواب - یہ نکاح جائز ہے اور اس نکاح کی اولاد حلال ہے کیونکہ سوال سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس نکاح سے پہلے سب راضی تھے لڑکی بھی اور لڑکی کا باپ بھی پھر چند روز کے بعد باہمی تنازعہ کیوجہ سے جب خاوند نے اپنی زوجہ کو مقام ملازمت لیجانا چاہا تب لڑکی کے والد نے انکار کیا اور عدالت تک نوبت پہنچنے پر عدالت مین خاوند کے مذہب شیعہ ہونے کا عذر پیش کر کے اس نکاح کے ناجائز ہونے کا دعوے کیا - پس اب لڑکی کے والد کا یہ عذر شرعا غیر مسموع

ہے۔ رہی یہ بات کہ خاوند نے جو اس شرط پر نکاح کیا ہے کہ اپنی زوجہ کے گھر رہیگا یعنی اس کو اس کے گھر سے کسی دوسرے مقام میں نہیں لیجائیگا سو اس شرط کا ایفا خاوند پر لازم ہے یا نہیں سو اس بارے میں علما کا اختلاف ہے بعض اہل علم کے نزدیک لازم ہے اور بعض کے نزدیک لازم نہیں نیل الاوطار صفحہ ۴۹ جلد ۶ میں ہے۔ اختلف اہل العلم فی اشتراط المرأة ان لا یخرجہا زوجہا من بلدہا فحکی الترمذی عن اہل العلم من الصحابة قال ومنہم عمر انہ یلزم قال وبہ یقول الشافعی واحمد واسحق وروی ابن وہب باسناد جید ان رجلا تزوج امرأة فشرط ان لا یخرجہا من دارہا فارتفعوا الی عمر فوضع الشرط وقال المرأة مع زوجہا قال ابو عبید تضادت الروایات عن عمر فی ہذا وحکی الترمذی عن علی انہ قال سبق شرط اللہ شرطہا قال وہو قول الثوری وبعض اہل الکوفة قال ابو عبید وقد قال بقول عمر عمرو بن العاص ومن التابعین طاؤس وابو الشعثاء وہو قول الاوزاعی وقال اللیث والثوری والجمہور بقول علی حتی لو کان صداق مثلہا مائة مثلا فرضیت بخمسین علی ان لا یخرجہا فلہ اخراجہا ولا یلزمہ الا المسمی وقالت الحنفیة لہا ان ترجع علیہ بما نقصت لہ من الصداق وقال الشافعی یصح النکاح ویلغو الشرط ویلزمہ مہر المثل وعنہ یصح وتستحق الکل کذا فی الفتح وقال ابو عبید والذی ناخذ بہ انا نامر بالوفاء بشرطہ من غیر ان نحکم علیہ بذلک انتہی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ عبد الحق ملتانی عفی عنہ۔ سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دو دختران کا نکاح ان کے باپ نے دو لڑکے حقیقی برادران سے کر دیا تھا ایک لڑکی وداع کی گئی اس کے شوہر و خوشدامن و خسر نے از بس تکلیفات پہنچائیں اور بباعث انہیں تکلیفات کے یہ لڑکی فوت ہوگئی ایام بیماری میں چند مرتبہ اس کو علاج کے لئے بلایا گیا مگر نہیں بھیجا۔ اب رہی ایک لڑکی جس کی عمر بوقت عقد نکاح آٹھ سال کی تھی۔ اب یہ لڑکی بالغ ہے اور ہر ایک امور نیک و بد کو سمجھ سکتی ہے اور ہنوز اس کی وداع نہیں ہوئی ہے اب یہ لڑکی بخوف ضائع ہو جانے جان کے اپنے شوہر کے یہاں جانا نہیں چاہتی اور نکاح ہونا بزمانہ نابالغیت قبول نہیں کرتی ہے۔ شرعاً یہ نکاح فسخ ہو سکتا ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب۔ یہ نکاح شرعاً فسخ ہو سکتا ہے کیونکہ جب کسی لڑکی کا نکاح اس کے ولی نے کر دیا ہو اور وہ لڑکی اس نکاح سے راضی نہ ہو گو وہ نکاح اس کے باپ ہی کا کیا ہوا کیوں نہ ہو تو اس نکاح میں وہ لڑکی مختار ہے چاہے اس کو قائم رکھے چاہے فسخ کر دے۔ ایسی صورت میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہی فیصلہ کیا ہے بلوغ المرام میں ہے۔ عن ابن عباس رضی ان جاریة بکرا اتت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فذکرت ان اباہا زوجہا وہی کارہة فخیرہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رواہ احمد وابو داؤد واعل بالارسال یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک کنواری لڑکی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور اس نے ذکر کیا کہ اس کے باپ نے اس کا نکاح کر دیا ہے اور وہ اس نکاح سے راضی نہیں ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اختیار دیا (کہ اس نکاح کو وہ قائم رکھے یا فسخ کر دے) روایت کیا اس حدیث کو احمد اور ابو داؤد اور ابن ماجہ نے۔ اور اس میں یہ علت بیان کی گئی ہے کہ مرسل ہے۔ اس علت ارسال کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث دوسرے طریق سے موصولاً بھی مروی ہے۔ اور جب کوئی حدیث مرسلاً اور موصولاً دونوں طرح سے مروی ہو تو موصول ہی کا اعتبار ہوتا ہے۔ علاوہ اس کے اس حدیث کے متعدد طرق ہیں جو بعض بعض کے مقوی ہیں۔ سبل السلام شرح بلوغ المرام میں اس حدیث کے تحت میں مرقوم ہے۔ واجیب عنہ بانہ رواہ ابن سوید عن الثوری عن ایوب موصولا و کذلک رواہ معمر بن سلیمان الرقی عن زید بن حبان عن ایوب موصولا واذا اختلف فی وصل الحدیث وارسالہ فالحکم لمن وصلہ قال المصنف الطعن فی الحدیث لا معنی لہ لان لہ طرقا یقوی بعضہا بعضاً انتہی

اس مقام میں لڑکی نے اپنے نکاح کے متعلق صرف اتنی بات کہی تھی کہ میں اس نکاح سے ناراض ہوں اس پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکو اختیار دیدیا کہ چاہے تو اس نکاح کو فسخ کر دے یا باقی رکھ تو گویا آپ نے یوں فرمایا کہ اگر تو اپنے نکاح سے نارضامند ہے تو تجھکو اس میں اختیار ہے اس سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو لڑکی کو اختیار دیا سو اس کی وجہ یہی تھی کہ وہ اپنے اس نکاح سے راضی نہیں تھی سبل السلام میں حدیث مذکور کے تحت میں مرقوم ہے۔ قالت انہ زوجہا وہی کارہۃ فالعلۃ کراہتہا فعلیہا علق التخییر لانہا المذکورۃ فکانہ قال صلی اللہ علیہ وسلم اذا کنت کارہۃ فانت بالخیار انتہی۔ پس جبکہ حدیث مذکور میں لڑکی کو اس کے نکاح میں اختیار حاصل ہونے کی یہی وجہ تھی کہ وہ اپنے اس نکاح سے راضی نہیں تھی تو یہی وجہ صورت مسئولہ میں بھی موجود ہے لہذا صورت مسئولہ میں لڑکی کو اس کے اس نکاح میں اختیار ہے پس شرعاً یہ نکاح فسخ ہو سکتا ہے واللہ اعلم۔ حررہ عبد الحق اعظم گڈھی + سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی منکوحہ نابالغہ کو طلاق دیکر اس کا نکاح اپنے بھائی حقیقی سے کر دیا عدت کے گذرنے سے پہلے اور منکوحہ مذکورہ کی ماں سے خود نکاح کر لیا۔ عند الشرع یہ ہر دو نکاح جائز ہیں یا نہیں بینوا توجروا +

الجواب - زید نے اگر اپنی عورت منکوحہ نابالغہ کو قبل دخول کے طلاق دی ہے تو اس صورت میں اس عورت پر عدت نہیں ہے۔ قال اللہ تعالے ثم طلقتموہن من قبل ان تمسوہن فما لکم علیہن من عدۃ تعتدونہا۔ فتح البیان میں ہے۔ ای تجامعوہن۔ ابن کثیر میں ہے اجمع العلماء علے انہ اذا کان الطلاق قبل المسیس والخلوۃ فلا عدۃ علیہا انتہی۔ تو جب اس پر عدت ہی نہیں تو نکاح

اس کا بلاشبہ درست ہے - اور اگر زید نے اس کو بعد دخول کے طلاق دی ہے تو اس پر عدت ہے پس اس صورت مین اس کا نکاح قبل انقضاء عدت کے ہوا ہے لہذا یہ نکاح ناجائز ہوگا - اور تفریق لازم ہوگی نیل الاوطار مین ہے وقد وقع الاتفاق علی انہ اذا وقع العقد فی العدۃ لزم التفریق بینہما - رہا زید کا اپنی منکوحہ غالفعہ مطلقہ کی والدہ سے نکاح کرنا سو یہ حرام وناجائز ہے - ہر صورت مین خواہ اس نے قبل دخول طلاق دی ہو یا بعد دخول کے سوی مین ہے - ویحرم علی الناکح امہات المنکوحۃ وجداتہا تحریما مؤبدا بمجرد العقد انتہے - امام طحاوی فرماتے ہین اما امہات النساء اللاتی لم یدخل بہن ازواجہن فان جمہور السلف ذہبوا الی ان الام تحرم بالعقد علی الابنۃ انتہے - ابن المنذر فرماتے ہین - والصحیح قول الجمہور لدخول جمیع امہات النساء فی قولہ تعالے وامہات نسائکم - اور مؤید اس مذہب جمہور کی یہ حدیث ہے - عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا نکح الرجل المرأۃ فلا یحل لہ ان یتزوج امہا دخل بالابنۃ او لم یدخل الحدیث رواہ عبد الرزاق ص امام ابن کثیر فرماتے ہین - ہذا الخبر وان کان فی اسنادہ ما فیہ فان الاجماع حجۃ علی صحۃ القول بہ انتہے - ہذا ہو القول الفصل فی الباب واللہ تعالی اعلم بالصواب - حررہ محمد عبد الحق ملتانی -

سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ عورت نے اسلام قبول کیا اور زوج اس کا کافر ہے تو کیا عورت اس سے جدا ہوئی یا نہین - اگر ہوئی تو کس عدت کے بعد نکاح ثانی کر سکتی ہے بینوا توجروا ؟

الجواب - اس مسئلہ مین اہل علم کے درمیان اختلاف ہے فقہائے کوفہ اور عطا اور طاؤس اور ثوری کے نزدیک بمجرد اسلام لانے عورت کے فرقت ہو جاتی ہے اور ابن المنذر نے اسی کو اختیار کیا ہے اور امام بخاری کا بھی اسی طرف میلان ہے اور قرآن مجید کی یہ آیت لاہن حل لہم ولاہم یحلون لہن اسی قول کی تائید کرتی ہے مگر فقہائے کوفہ نے یہ شرط لگائی ہے کہ جب عورت مسلمان ہو جائے اور اس کا شوہر کافر ہو اور وہ دونون دار الاسلام مین ہون تو ان دونون مین فوراً تفریق نہین کی جاویگی - بلکہ شوہر پر اسلام پیش کیا جاویگا - اگر وہ مسلمان ہو جاوے تو وہ عورت علی حالہا اس کی عورت باقی رہیگی - اور اگر وہ مسلمان ہونے سے انکار کرے تو ان دونون مین تفریق کر دی جاوے گی - اور ایسی عورت کی عدت مین بھی اختلاف ہے جمہور کے نزدیک تین حیض ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صرف ایک حیض ہے - صحیح بخاری مین ہے - باب اذا اسلمت المشرکۃ والنصرانیۃ تحت الذمی او الحربی قال عبد الوارث عن خالد عن عکرمۃ عن ابن عباس اذا اسلمت النصرانیۃ قبل زوجہا بساعۃ حرمت علیہ وقال داؤد عن ابراہیم الصائغ سئل عطاء عن امرأۃ من اہل العہد اسلمت ثم اسلم زوجہا فی العدۃ ہی امرأتہ قال لا الا ان تشاء ہی بنکاح جدید وصداق

وقال مجاہد اذا اسلم فی العدۃ یتزوجہا وقال اللہ تعالی لاہن حل لہم ولاہم یحلون لہن انتہی۔ فتح الباری صفحہ ۱۹۴ جزو ۲۲ میں ہے۔ قولہ (سئل عطاء الخ) وہو ظاہر ان الفرقۃ تقع باسلام احد الزوجین ولا تنتظر انقضاء العدۃ قولہ (وقال اللہ الخ) ہذا ظاہر فی اختیارہ القول الماضی فانہ کلام البخاری وہو استدلال منہ لتقویۃ قول عطاء المذکور فی ہذا الباب وہو معارض فی الظاہر لروایۃ عن ابن عباس فی الباب الذی قبلہ وہی قولہ لم تخطب حتی تحیض وتطہر ویمکن الجمع بینہما بانہ کما یحتمل ان یرید بقولہ لم تخطب حتی تحیض وتطہر انتظار اسلام زوجہا مادامت فی عدتہا یحتمل ایضا ان تاخیر الخطبۃ انما ہو لکون المعتدۃ لا تخطب مادامت فی العدۃ فعلی ہذا الثانی لا یبقی بین الخبرین تعارض وبظاہر قول ابن عباس فی ہذا وعطاء قال طاؤس والثوری وفقہاء الکوفۃ ووافقہم ابو ثور واختارہ ابن المنذر والیہ جنح البخاری وشرط اہل الکوفۃ ومن وافقہم ان یعرض علی زوجہا الاسلام فی تلک المدۃ فیمتنع ان کانا معا فی دار الاسلام انتہی۔ اور موطا امام محمد صفحہ ۲۶۷ میں ہے۔ قال محمد اذا اسلمت المرأۃ وزوجہا کافر فی دار الاسلام لم یفرق بینہما حتی یعرض علی الزوج الاسلام فان اسلم فہی امرأتہ وان ابی ان یسلم فرق بینہما وکانت فرقتہما تطلیقۃ بائنۃ وہو قول ابی حنیفۃ وابراہیم النخعی انتہی۔ صحیح بخاری میں ہے باب نکاح من اسلم من المشرکات وعدتہن۔ حافظ ابن حجر اس کے تحت میں لکھتے ہیں۔ ای قدرہا والجمہور علی انہا تعتد عدۃ الحرۃ وعن ابی حنیفۃ یکفی ان تستبرأ بحیضۃ۔ پھر امام بخاری نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث ذکر کی ہے جس کا ایک ٹکڑا یہ ہے وکان اذا ہاجرت امرأۃ من اہل الحرب لم تخطب حتی تحیض وتطہر فاذا طہرت حل لہا النکاح۔ اس ٹکڑہ کے تحت میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔ تمسک بظاہرہ الحنفیۃ واجاب الجمہور بان المراد تحیض ثلاث حیض لانہا صارت باسلامہا وہجرتہا من الحرائر بخلاف ما لو سبیت انتہی۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم۔ کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ۔

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ ما قولکم ایہا العلماء رحمنا ورحمکم اللہ تعالیٰ ہل ثبت عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المتعۃ التی احلتہا فرقۃ باغیۃ شئی نقتدی بہ ونتبع وہل اختلف الصحابۃ فی حلتہا وحرمتہا رضی اللہ تعالیٰ عنہم ام اتفقوا علی حرمتہا وہل ثبت عن تابعیہم فی حلہا شئی یحتج بہ ام لا۔ بینوا بالقول الفاصل جزاکم اللہ تعالیٰ فی الآجل والعاجل۔

الجواب۔ لم یثبت عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المتعۃ شئی یدل علی حلتہا بعد تحریمہا بل ثبت عنہ صلی اللہ علیہ وسلم ما یدل علی حرمتہا قال البخاری فی صحیحہ باب نہی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن المتعۃ اخیرا قال الحافظ فی الفتح قولہ اخیرا یفہم منہ انہ کان مباحا وان النہی عنہ وقع فی آخر الامر ولیس فی احادیث الباب التی اوردہا التصریح بذلک لکن قال فی آخر الباب ان علیا بین انہ منسوخ وقد وردت عدۃ احادیث صحیحۃ

صريحة بالنهي عنها بعد الاذن فيها واقرب ما فيها عهدا بالوفاة النبوية ما اخرجه ابو داؤد من طريق الزهري قال كنا عند عمر بن عبد العزيز فتذاكرنا متعة النساء فقال رجل يقال له ربيع بن سبرة اشهد على ابي انه حدث ان رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عنها في حجة الوداع انتهى۔ ولم يختلف الصحابة رضي الله عنهم والتابعون رحمهم الله في حلتها وحرمتها بل اتفقوا على حرمتها وما ذكر عن بعض الصحابة والتابعين من اباحتها فهو لا يدل على انه مذهبهم لانه كما نقل عنهم الاباحة كذلك نقل عنهم التحريم ايضا قال الحافظ في الفتح قال الخطابي تحريم المتعة كالاجماع الا عن بعض الشيعة ولا يصح على قاعدتهم في الرجوع في المختلفات الى علي وآل بيته فقد صح عن علي انها نسخت ونقل البيهقي عن جعفر بن محمد انه سئل عن المتعة فقال هي الزنا بعينه قال الخطابي ويحكى عن ابن جريج جوازها اه وقد نقل ابو عوانة في صحيحه عن ابن جريج انه رجع عنها بعد ان روى بالبصرة في اباحتها ثمانية عشر حديثا وقال ابن دقيق العيد ما حكاه بعض الحنفية عن مالك من الجواز خطاء فقد بالغ المالكية في منع النكاح الموقت حتى ابطلوا توقيت الحل بسببه فقالوا لو علق على وقت لا بد من مجيئه وقع الطلاق الآن لانه توقيت للحل فيكون في معنى النكاح المتعة قال عياض واجمعوا على ان شرط البطلان التصريح بالشرط فلو نوى عند العقد ان يفارق بعد مدة صح نكاحه الا الاوزاعي فابطله واختلفوا هل يحد ناكح المتعة او يعزر على قولين ماخذهما ان الاتفاق بعد الخلاف هل يرفع الخلاف المتقدم وقال القرطبي الروايات كلها متفقة على ان زمن اباحة المتعة لم يطل وانه حرم ثم اجمع السلف والخلف على تحريمها الا من لا يلتفت اليه من الروافض وجزم جماعة من الائمة بتفرد ابن عباس باباحتها فهي من المسئلة المشهورة وهي ندرة المخالف ولكن قال ابن عبد البر اصحاب ابن عباس من اهل مكة واليمن على اباحتها ثم اتفق فقهاء الامصار على تحريمها وقال ابن حزم ثبت على اباحتها بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم ابن مسعود ومعاوية وابو سعيد وابن عباس وسلمة ومعبد ابنا امية بن خلف وجابر وعمرو بن حريث ورواه جابر عن جميع الصحابة مدة رسول الله صلى الله عليه وسلم وابي بكر وعمر الى قرب خلافة عمر قال ومن التابعين طاؤس وسعيد ابن جبير وعطاء وسائر فقهاء مكة قلت وفي جميع ما اطلقه نظر اما ابن مسعود فمستنده فيه الحديث الماضي في اوائل النكاح وقد بينت فيه ما نقله الاسماعيلي من الزيادة فيه المصرحة عنه بالتحريم قد اخرجه ابو عوانة من طريق ابي معاوية عن اسماعيل بن ابي خالد وفي آخره ففعلنا ثم ترك ذلك واما معاوية فاخرجه عبد الرزاق من طريق صفوان بن يعلى بن امية اخبرني يعلى ان معاوية استمتع بامرأة بالطائف واسناده صحيح لكن في رواية ابي الزبير عن جابر عند عبد الرزاق ايضا ان ذلك كان قديما ولفظه استمتع معاوية مقدمه الطائف بمولاة لبني الحضرمي يقال لها معانة قال جابر ثم عاشت معانة الى خلافة معاوية فكان يرسل اليها بجائزة كل عام وقد كان معاوية متبعا لعمر مقتديا به فلا يشك انه عمل بقوله بعد النهي ومن ثم قال الطحاوي خطب عمر فنهى عن المتعة ونقل ذلك عن النبي صلى الله عليه وسلم فلم ينكر عليه ذلك

منکر وفی ہذا دلیل علی متابعتہم لہ علی ما نہی عنہ واما ابو سعید فاخرج عبد الرزاق عن ابن جریج ان عطاء قال اخبرنی من شئت عن ابی سعید قال لقد کان احدنا یستمتع بملء القدح سویقا وہذا مع کونہ ضعیفا للجہل باحد رواتہ لیس فیہ التصریح بانہ کان بعد النبی صلے اللہ علیہ وسلم واما ابن عباس فتقدم النقل عنہ والاختلاف ہل رجع اولا واما سلمۃ ومعبد فقصتہما واحدۃ اختلف فیہما ہل وقعت لہذا او لہذا فروی عبد الرزاق بسند صحیح عن عمرو بن دینار عن طاؤس عن ابن عباس قال لم یرع عمر الا ام اراکۃ قد خرجت حبلی فسألہا عمر فقالت استمتع بی سلمۃ بن امیۃ واخرج من طریق ابی الزبیر عن طاؤس فسماہ معبد بن امیۃ واما جابر فمستندہ قولہ فعلناہا وقد بینتہ قبل ووقع فی روایۃ ابی نضرۃ عن جابر عند مسلم فنہانا عمر فلم نفعلہ بعد فان کان قولہ فعلنا یعم جمیع الصحابۃ فقولہ ثم لم نعد یعم جمیع الصحابۃ فیکون اجماعا وقد ظہر ان مستندہ الاحادیث الصحیحۃ التی بیناہا واما عمرو بن حریث وکذا قولہ رواہ جابر عن جمیع الصحابۃ فعجیب وانما قال جابر فعلناہا وذلک لایقتضی تعمیم جمیع الصحابۃ بل یصدق علی فعل نفسہ وحدہ واما ما ذکرہ عن التابعین فہو عند عبد الرزاق عنہم باسانید صحیحۃ وقد ثبت عن جابر عند مسلم فعلناہا مع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ثم نہانا عمر فلم نعد لہا فہذا یرد عدہ جابر فیمن ثبت علی تحلیلہا وقد اعترف ابن حزم مع ذلک بتحریمہا لثبوت قولہ صلے اللہ علیہ وسلم انہا حرام الی یوم القیمۃ قال فامنا بہذا القول نسخ التحریم واللہ اعلم الراقم ابو محمد عبد الحق اعظم گڈھی عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

ہوالموفق۔ قال الحازمی فی کتاب الاعتبار بسندہ الی ابن مسعود رض یقول کنا نغزو مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولیس معنا النساء فاردنا ان نختصی فنہانا عن ذلک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم رخص لنا ان ننکح المرأۃ الی اجل بالشئے ہذا طریق حسن صحیح وہذا الحکم کان مباحا مشروعا فی صدر الاسلام وانما اباحہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم للسبب الذی ذکرہ ابن مسعود وانما کان یکون ذلک فی اسفارہم ولم یبلغنا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اباحہ لہم وہم فی بیوتہم ولہذا نہاہم عنہ غیر مرۃ ثم اباحہ لہم فی اوقات مختلفۃ حتی حرمہ علیہم فی اخر ایامہ صلے اللہ علیہ وسلم فی حجۃ الوداع وکان تحریم تابید لا تاقیت فلم یبق الیوم فی ذلک خلاف بین فقہاء الامصار وائمۃ الامۃ الا شیئا ذہب الیہ بعض الشیعۃ ویروی ایضا عن ابن جریج جوازہ وسند کر احادیث تدل علی صحۃ ما ادعیناہ ثم ذکر الحازمی عدۃ احادیث علے دعواہ من شاء الوقوف علیہا فلیراجع کتاب الاعتبار صفحہ ۱۷۸ واللہ تعالے اعلم کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفی عنہ

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ ایک شخص نے عورت مطلقہ سے عدت کے اندر نکاح کر لیا اور اس عورت کو شوہر ثانی سے حمل بھی ہے اس صورت مین نکاح ہوا یا نہین اگر نہین ہوا تو اسپر تجدید نکاح کی ضرورت ہے یا نہین اگر ہے تو کب کر سکتا ہے اور اسپر مہر دینا لازم

سے ہے یا نہیں اور اس حمل پر کیا حکم ہوگا بینوا توجروا۔

الجواب۔ صورت مسئولہ میں یہ نکاح صحیح نہیں ہوا کیونکہ عدت کے اندر ہوا ہے اور عدت کے اندر جو نکاح ہو وہ صحیح نہیں ہوتا ہے بلکہ فاسد ہوتا ہے اور تفریق لازم ہوتی ہے۔ پس صورت مسئولہ میں تفریق ضروری ہے اور امام مالک اور امام لیث اور امام اوزاعی کے نزدیک اس ناکح فی العدت پر وہ عورت ہمیشہ کے لئے حرام ہوگئی اور جمہور علماء کے نزدیک اس پر یہ عورت حرام نہیں ہوئی بلکہ اگر وہ پھر اس عورت سے نکاح کرنا چاہے تو اس سے نکاح کر سکتا ہے مگر اس نکاح فاسد کی عدت پوری ہونیکے بعد یعنی وضع حمل کے بعد کر سکتا ہے۔ اس کے پہلے نہیں۔ اور اس ناکح فی العدۃ پر مہر دینا لازم ہے۔ اور اس حمل سے جو اولاد پیدا ہوگی وہ ثابت النسب ہوگی کیونکہ نکاح فاسد سے جو اولاد پیدا ہوتی ہے وہ ثابت النسب ہوتی ہے ہر ایک بات کا ثبوت یہ ہے۔ قال اللہ تعالے ولا تعزموا عقدۃ النکاح حتی یبلغ الکتاب اجلہ قال ابن عباس ای لا تنکحوا حتی تنقضی العدۃ اخرجہ عنہ ابن جریر وابن المنذر واخرج عبد الرزاق وابن ابی شیبۃ عن مجاہد مثلہ۔ موطا امام محمد میں ہے۔ اخبرنا مالک اخبرنا ابن شہاب عن سعید بن المسیب وسلیمان بن یسار انہما حدثاان ابنۃ طلحۃ بن عبید اللہ کانت تحت رشید الثقفی فطلقہا فنکحت فی عدتہا اباسعید بن منبہ او ابا الجلاس بن منیۃ فضربہا عمر وضرب زوجہا بالمخفقۃ ضربات وفرق بینہما وقال عمر ایما امرأۃ نکحت فی عدتہا فان کان زوجہا الذی تزوجہا لم یدخل بہا فرق بینہما واعتدت بقیۃ عدتہا من الاول ثم کان خاطبا من الخطاب وان کان قد دخل بہا فرق بینہما ثم اعتدت بقیۃ عدتہا من الاول ثم اعتدت عدتہا من الآخر ثم لم ینکحہا ابدا قال سعید بن المسیب ولہا مہرہا بما استحل من فرجہا انتہی۔ اور اسی طرح موطا امام مالک میں بھی ہے۔ نیل الاوطار صفحہ ۱۴ جلد ۶ میں ہے۔ وقد وقع الاتفاق علی انہ اذا وقع العقد فی العدۃ لزم التفریق بینہما واختلفوا ہل تحل لہ بعد ذلک فقال مالک واللیث والاوزاعی لا یحل نکاحہا بعد وقال الباقون بل یحل لہ اذا انقضت العدۃ ان یتزوجہا اذ اشاء انتہی۔ ہدایہ صفحہ ۴۰۳ جلد ۱ میں ہے۔ النسب کما یثبت بالنکاح الصحیح یثبت بالنکاح الفاسد وبالوطی عن شبہۃ وبملک الیمین اہ۔ فتاوی ظہیریہ میں ہے۔ لثبوت النسب ثلث مراتب احدہا النکاح الصحیح وما ہو فی معناہ من النکاح الفاسد والحکم فیہ انہ یثبت النسب من غیر دعوۃ۔ واللہ اعلم حررہ محمد عبد الحق ملتانی۔ سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو نکاح کے قبل لڑکی والا شرط کرتا ہے لڑکے والے سے کہ میں اپنی لڑکی کا نکاح جب کروں گا کہ سیری لڑکی کے واسطے اتنا زیور اور اتنا قیمت کا جوڑا پہلے تیار کر کے دو۔ لڑکے والا یہ شرط قبول کر لیتا ہے اور قبل نکاح ایک دو دن زیور جوڑا تیار کر کے لڑکی والے کے گھر پہنچا دیتا ہے اور وقت نکاح کے یہ ذکر نہیں ہوتا کہ مال لڑکی کا ہے

یا مرد کا اگر مرد کی نیت یہی ہوتی ہے کہ یہ مال میرا ہے اور لوگ یہی جانتے ہین کہ یہ مال مرد کا ہے اب وہ مال وقت طلاق عورت کے یا بعد وفات کے یا دونون کی حیات مین کس کی ملک ہے عورت کا مال ہے یا مرد کا اس مال کی زکوۃ کون دیوے مرد یا عورت دیوے کس کے ذمہ زکوۃ فرض ہے اور ان دونون آیت کا کیا مطلب ہے و قد اٰتیتم احداہن قنطارا فلا تاخذوا منہ شیئا ولا یحل لکم ان تاخذوا مما اٰتیتموہن شیئا۔ بینوا بالکتاب والسنۃ +

الجواب - صورت مرقومہ مین معلوم ہو کہ وہ مال ملک عورت کی ہے فرمایا آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے المسلمون علی شروطہم الحدیث کذا فی صحیح البخاری اور نیز فرمایا آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایما امرأۃ نکحت علی صداق او حباء او عدۃ قبل عصمۃ النکاح فہو لہا وما کان بعد عصمۃ النکاح فہو لمن اعطیہ واحق ما یکرم علیہ الرجل ابنتہ واختہ کذا فی المنتقی بروایۃ الخمسۃ الا الترمذی قال الامام الشوکانی رحمۃ اللہ علیہ فی نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار فیہ دلیل علی ان المرأۃ تستحق جمیع ما یذکر قبل العقد من صداق او حباء وہو العطاء او عدۃ بوعد ولو کان ذلک الشئ مذکورا لغیرہا الخ وقال فی سبل السلام شرح بلوغ المرام الحدیث دلیل علی ان ما سماہ الزوج قبل العقد فہو للزوجۃ وان کان تسمیۃ لغیرہا من اب واخ وکذلک ما کان عند العقد انتہے - غرضنکہ شوہر کی نیت اور عوام لوگون کے جاننے کا کچھ اعتبار نہین شارع کا حکم مقدم ہے جو عام لفظ (فہو لہا) سے ہے اور نیز لوگ یہ جانتے ہین کہ یہ چیز عورت کو شوہر نے دی ہے یہ نہین جانتے کہ مالک کون ہے - شارع نے عورت کو مالک قرار دیا ہے لہذا اس کی مالک عورت ہی ہوگی اور اس کی زکوۃ عورت ہی کے ذمہ ہوگی - آیات مذکورہ کا مطلب یہ ہے کہ عورتون کو ان کا مہر دیکر پھر اس مین سے کچھ لینا جائز نہین ہے - واللہ تعالے اعلم -
حررہ العاجز ابو محمد عبد الوہاب الملتانی نزیل الدہلی تجاوز اللہ عن ذنبہ الخفی والجلی ماہ ربیع الاول ۱۳۱۱ھ

سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ مسمی زید نے اپنی دختر مسماۃ ہندہ بالغہ کو جس کا سن تیرہ و چودہ برس کا ہے ساتھ بکر کے منسوب کر کے فوت ہوگیا اور بعد فوت ہوجانے زید مذکور کے مسمی عمر پدر زید مذکور یعنی جد ہندہ نے بلا اطلاع و واقفیت و رضامندی مسماۃ ہندہ مذکورہ بالغہ کا عقد .... بولایت اپنی ساتھ خالد کے کر دیا بعد عقد خوانی کے جب مسماۃ ہندہ کو اس نکاح کی جو خالد کے ساتھ ہوا خبر ہوئی تو اپنی ناراضی ظاہر کی پس صورت مذکورہ مین نکاح درست ہوا یا نہین بینوا توجروا - سوال دوم - مسماۃ ہندہ بالغہ مذکورہ کہ جس کا عقد اس کے دادا نے بغیر اطلاع اس کے بولایت اپنی ساتھ خالد کے کر دیا ہے مسماۃ اپنی مرضی سے ساتھ بکر مذکور کے اپنا عقد کیا چاہتی ہے یہ عقد اس کا درست ہوگا یا نہین بینوا توجروا +

الجواب- منجملہ شروط صحت نکاح رضاء زوجہ ہے۔ چنانچہ حدیث متفق علیہ میں ہے لا تنکح البکر حتی تستاذن الحدیث ونیز مسند احمد و ابو داؤد و ابن ماجہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ان جاریۃ بکرا اتت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فذکرت ان اباہا زوجہا وہی کارہۃ فخیرہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم- سبل السلام میں تحت اس حدیث کے مرقوم ہے وہذا الحدیث دل علی تحریم اجبار الاب لابنتہ البکر علی النکاح وغیرہ من الاولیاء بالاولی- عالمگیریہ میں ہے- ومنہا رضاء المرأۃ اذا کانت بالغۃ بکرا کانت او ثیبا فلا یملک الولی اجبارہا علی النکاح اھ- پس صورت مذکورہ میں ہندہ کا نکاح جو اسکے دادا نے خالد کے ساتھ جبراً کر دیا ہے درست نہیں ہوا واللہ اعلم- جواب سوال دوم ہندہ کا بلا ولایت کسی ولی کے اپنا نکاح خود آپ کرنا جائز نہیں ہے- ابن ماجہ و دارقطنی میں ابوہریرہ سے مروی ہے- لا تزوج المرأۃ المرأۃ ولا تزوج نفسہا- سبل السلام میں ہے- فیہ دلیل علی ان المرأۃ لیس لہا ولایۃ فی الانکاح لنفسہا ولا لغیرہا قال وہو قول الجمہور اہ- تو ضروری ہے کہ ہندہ اپنے دادا کی ولایت سے اپنا نکاح کرے اور اگر دادا راضی نہ ہو تو اپنے اقارب میں سے کسی اور ولی کی ولایت سے نکاح کرے کیونکہ نکاح بلا ولی کے منعقد نہیں ہوتا واللہ اعلم حررہ محمد عبدالحق ملتانی عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

سوال- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے بکر کو لکھا کہ زید کی بالغہ لڑکی کا عقد اسقدر دین مہر پر کر دے مگر بکر نے بخیال اس امر کے کہ لڑکا چودہ برس کی انتہا عمر کا تھا- زید کی دوسری لڑکی نابالغہ سے باجازت مادر نابالغہ اس چودہ برس کے لڑکے سے کر دیا اور ایجاب و قبول چودہ برس کے لڑکے نے خود کیا- مگر نابالغہ لڑکی کی طرف سے نہ تو اس کی مادر کا ایجاب و قبول ہوا اور نہ اس کے باپ یعنی زید کا جو بہت دور نوکری پر تھا- پس کیا فرماتے ہیں علمائے دین محمدی امورات ذیل میں (۱) آیا مادر نابالغہ باوجود موجود رہنے زید کے یعنی پدر نابالغہ کے اختیار اجازت دینے عقد کا ہے یا نہیں (۲) دوسرے چودہ برس کا لڑکا ایجاب و قبول کرنیکا مکلف ہے یا نہیں- (۳) آیا نابالغہ لڑکی کی طرف سے اس کے ولی جائز یعنی باپ کا ایجاب و قبول کافی ہے یا نہیں اور باپ کا حاضر رہنا مجلس عقد میں نابالغہ کے ضرور ہے یا نہیں (۴) آیا حسب حالات مصرحہ صدر نکاح جائز ہے یا کیا بینوا توجروا +

الجواب- (۱) ماں کی ولایت صحیح نہیں ہے بالخصوص باپ کے موجود رہنے کی حالت میں کما یدل علیہا الحدیث المرفوع لا تزوج المرأۃ المرأۃ الحدیث رواہ ابن ماجہ والدارقطنی- (۲) چودہ برس کا لڑکا اگر بالغ ہے تو قابل ایجاب و قبول کے ہے اور اس کا ایجاب و قبول درست و صحیح ہے قال فی العالمگیریۃ واما شروطہ فمنہا العقل والبلوغ والحریۃ فی العاقد الخ پس چودہ برس

مین وہ لڑکا اگر محتلم ہوگیا ہے تو بالاتفاق بلغ ہے اس کا ایجاب وقبول صحیح ہے وگرنہ صحیح نہین کیونکہ حد بلوغ جمہور اہل علم کے نزدیک پندرہ برس ہے۔ قال فی الفتح قال الشافعی واحمد وابن وہب والجمہور حدہ فیھما استکمال خمس عشرۃ سنۃ علی ما فی حدیث ابن عمر الخ۔ (۳) ہان نابالغہ لڑکی کی طرف سے اس کے ولی یعنی باپ کا ایجاب وقبول کافی ہے اور مجلس عقد نابالغہ مین باپ کا حاضر رہنا ضروری ہے اور اگر وہ کسی وجہ سے خود حاضر نہ ہو سکے تو وہ جس کو وکیل بنا دے اس وکیل کا حاضر رہنا ضروری ہے (۴) صورت مذکورہ مین نکاح جائز نہین ہوا کیونکہ یہ نکاح بلا ولی کے ہوا ہے اس واسطے کہ صورت مذکورہ مین ولی جو والد ہے اس کی اجازت اس نابالغہ کے لئے نہین تھی اور اس کے وکیل بکر نے بلا اجازت اس کے اس نابالغہ کا نکاح کر دیا ہے اور اس وکیل کا مادر نابالغہ سے اجازت لینا بیکار ہے کیونکہ مان ولی نہین ہے واللہ اعلم بالصواب۔ المجیب محمد عبدالحق ملتانی عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو بعد طہر از حیض طلاق دی بعد پندرہ بیس روز کے اپنی بیوی کو اس کے اقارب سے کہلا بھیجا کہ اگر بیوی راضی وخوش ہو تو مین رجوع کرتا ہون بیوی اس کی راضی ہوگئی مگر والدین اس کے راضی نہ ہوئے قریب دو برس کے بیوی اپنے والدین کے گھر رہی بہت جگہ سے پیغام خطبہ کا آیا مگر بیوی راضی نہ ہوئی اور کہتی رہی کہ اگر مجھکو نکاح کرنا ہوگا تو اس پہلے شوہر سے کرون گی۔ اول خاوند سے اس کے والدین خوش نہین ہوتے تھے۔ آخر مجبوراً اپنے والدین کے گھر سے نکل کر اپنے شوہر سے ایک ولی مقرر کر کے نکاح کر لیا آیا یہ نکاح درست ہے یا نہ۔

الجواب - صورت مسئولہ مین جبکہ شخص مذکور نے عدت کے اندر اپنی بیوی کو اس کے اقارب سے کہلا بھیجا کہ اگر بیوی راضی ہو تو مین رجوع کرتا ہون اور اس کی بیوی راضی ہوگئی تو بلاشبہ اسکا رجوع کرنا صحیح ودرست ہے پس اس نکاح جدید کی کوئی ضرورت نہین تھی اور بیوی کے والدین کا راضی نہ ہونا کچھ مضر نہین ہے بلکہ اگر شخص مذکور رجوع کرتا اور اس کی بیوی راضی نہ ہوتی تب بھی اس کا رجوع صحیح ودرست ہوتا۔ فتح الباری مین ہے وقد اجمعوا علی ان الحر اذا طلق الحرۃ بعد الدخول بہا تطلیقۃ او تطلیقتین فھو احق برجعتہا ولو کرہت المرأۃ ذلک فان لم یراجع حتی انقضت العدۃ فتصیر اجنبیۃ فلا تحل لہ الا بنکاح مستانف انتھی۔ واللہ تعالے اعلم۔ حررہ علی محمد عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ قریبا عرصہ دو سال کا ہوا ہے کہ مجھ کو ایک عورت بیوہ کے ساتھ محبت تھی۔ ایک شخص نے جو کہ اس راز سے واقف تھا ہمکو یہ ترغیب دی

کہ تم اس عورت سے تن بخشی کر لو۔ اور اس نے کہا کہ تن بخشی بھی ایک نکاح ہے جس سے کہ عورت پر وہی حقوق پڑتے ہین جیسے کہ منکوحہ پر ہین نے اس مسئلہ کے باعث اس سے تن بخشی کر لی۔ مگر اس تن بخشی کی قبولیت کے وقت سوائے ہم تینون کے اور کوئی غیر نہ تھا اس معاملہ کے قریبا دو سال گذرنے پر بسبب گھر کے جھگڑا و فساد کے مین نے تین طلاق دے کر اس عورت کو نکالدیا تن بخشی کے وقت بھی تین قبولیت مین سلئے اس سے کی تھی مگر بعد اس کے مین بھی اور وہ عورت بھی پشیمان ہوئے۔ آپ چونکہ مفتی ہین لہذا عرض ہے کہ تحریر فرماوین کہ میرا تن بخشی کرنا جائز تھا یا ناجائز تھا۔ اور اگر جائز تھا تو اس طلاق دینے سے وہ عورت بغیر دوسرے خاوند کے دوبارہ نکاح کرنیسے مجھپر حلال ہوسکتی ہے یا نہین اور اگر تن بخشی کرنا جائز نہ تھا تو بھی دوبارہ نکاح سے وہ مجھ پر حلال ہوسکتی ہے یا نہین۔ یہان کے مولوی لوگ یہ کہتے ہین کہ چونکہ تن بخشی کرنا جائز نہین ہے اس لئے اس کو طلاق ہی نہین ہوسکتی ہے کیونکہ جس سے کہ نکاح نہین ہے اس کو طلاق بھی نہین ہوسکتی لہذا وہ عورت تمہارے نکاح مین آسکتی ہے بینوا توجروا +

الجواب - تن بخشی کرنا حرام و ناجائز ہے اور تن بخشی ہرگز کوئی نکاح نہین ہے جو مرد کسی عورت سے تن بخشی کرے وہ دونون بلاشبہ زناکار ہین۔ عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال البغایا اللتی ینکحن انفسھن بغیر بینۃ رواہ الترمذی وعن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا نکاح الا بولی وشاہدی عدل رواہ الدار قطنی ولمالک فی موطاہ عن ابی الزبیر المکی ان عمر اتی برجل فی نکاح لم یشہد علیہ الا رجل وامرأۃ فقال عمر ہذا نکاح السر ولا نجیزہ ولو کنت تقدمت فیہ لرجمت۔ پس صورت مسئولہ مین تن بخشی کرنا جائز نہین تھا۔ اور اس تن بخشی سے نکاح نہین ہوا اور جب نکاح نہین ہوا تو طلاق بھی نہین ہوگی اور سائل اور اس عورت کو اپنے اس کار بد سے توبہ کرنا لازم ہے۔ اور اب سائل کا نکاح اس عورت سے بغیر حلالہ کے جائز و درست ہے واللہ تعالی اعلم وعلمہ اتم۔

المجیب سید عبد الوہاب عفی عنہ + سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ زینب عاقلہ بالغہ غیر منکوحہ کی زید سے آشنائی ہوئی اور دونون باہم غیر کفو ہین۔ آشنائی سے کچھ عرصہ بعد دونون نے دو گواہان اور ایک قاضی کے روبرو خفیہ نکاح کر لیا زینب کے ورثا سے اس کی والدہ اور برادر اور چچا سب کے سب حقیقی موجود ہین جو زید و زینب کے خفیہ نکاح مین نہ شامل تھے اور نہ رضامند ہین۔ بعد از نکاح زینب کو زید سے حمل بھی ہوگیا۔ زینب زید کے گھر حسب معمول آباد نہین ہوئی بلکہ خفیہ نکاح کے بعد بھی بحیثیت آشنائی خفیہ ہی تعلق رہا۔ مگر بعض احباب ناصح کے پاس زید اظہار نکاح کرتا رہا ہے۔ اب بوجہ ناراضگی جملہ ورثا زینب کے زینب کی والدہ نے بقبولیت ورضا اسکے حقیقی چچا کے اسکا نکاح اپنے خاندان مین

بکر سے کر دیا اس وقت زید و بکر دونوں مدعی زوجیت زینب کے ہیں۔ آیا از روئے شرع شریف زینب زید کی منکوحہ ہوگئی کہ جس سے حسب کیفیت مذکورۃ الصدر نکاح ہوا یا بکر کی منکوحہ قرار پاسکیگی۔ کہ جس سے برضا والدہ و چچا زینب بموجودگی حمل چار پانچ ماہ علی رؤس الاشہاد نکاح ہوا اور زینب اب حالت مخاصمت زوجین میں ہے۔ باوجود ثبوت ایجاب و قبول بالمواجہ ہمراہ بکر کے بظاہر زوجیت بکر سے ناخوش اور زید سے خوشی ظاہر کرتی ہے اور ورثا کا بکر سے بجور وجبر نکاح پڑھانا بتلاتی ہے شہادت کوئی نہیں ہے۔ بلکہ قبل از نکاح ثانی زینب اور اس کی والدہ کا زید سے بقول زید درخواست طلاق کرکے نکاح ثانی ہمراہ بکر کا ظاہر کرنا اور بوجہ ندامت قومی یا کسی غرض نفسانی کے زید سے یہ درخواست طلاق و اظہار نکاح ثانی کرکے زید سے پھر تعلق ناجائز قائم رکھنے کا وعدہ دینا یہ قرینہ رضامندی زینب نسبت نکاح ہمراہ بکر موجود ہے اب بہر صورت حسب کیفیت وصورت مندرجہ صدر زینب کس کی زوجہ منکوحہ رہیگی۔ جن جن اسباب و وجوہات مندرجہ سے جس کی منکوحہ از روئے کتاب اللہ وسنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رہتی ہے اسکو تفصیل سے درج فرماکر عند اللہ ماجور و عند الناس مشکور ہوجئیگا۔ مکرر آنکہ بصورت عدم جواز نکاح زید پھر زینب زید سے مہر و گذارہ لینے کی مستحق ہوسکتی ہے یا نہیں اور جبکہ حمل زینب کا ثبوت باقبال زید و زینب زید سے ہونا ثابت ہے تو پھر مولود کس کا وارث قرار پائیگا حق پرورش و ترکہ زید سے شرعاً مستحق ہوسکتا ہے یا نہیں بینوا توجروا +

الجواب۔ صورت مسئولہ میں از روئے احادیث صحیحہ کے زینب کا پہلا نکاح صحیح نہیں ہوا کیونکہ یہ نکاح بلا ولی کے ہوا ہے اور جس عورت کا نکاح بلا ولی کے ہو وہ نکاح صحیح نہیں ہوتا۔ منتقی الاخبار میں ہے۔ عن ابی موسے عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لانکاح الا بولی وعن سلیمان ابن موسے عن الزہری عن عروۃ عن عائشۃ ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال ایما امرأۃ نکحت بغیر اذن ولیہا فنکاحہا باطل فنکاحہا باطل فان دخل بہا فلہا المہر بما استحل من فرجہا فان اشتجروا فالسلطان ولی من لا ولی لہ رواہ الخمسۃ الا النسائی۔ اور زینب کا یہ پہلا نکاح اگرچہ صحیح و جائز نہیں ہوا ہے لیکن چونکہ وطی ہوچکی ہے اسلئے زینب اپنا مہر مقررہ زید سے لینے کی مستحق ہے جیسا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث مذکور سے ثابت ہے اور مولود زینب کا وارث قرار پائیگا اور زینب اس کی پرورش کی بھی مستحق ہے اور ترکہ زید سے وہ مولود میراث نہیں پا سکتا ہے۔ رہا زینب کا دوسرا نکاح جو بکر سے ہوا ہے سو چونکہ اولیاء زینب کا یہ دعوے ہے کہ زینب کا یہ دوسرا نکاح انہوں نے اس کی رضا و اجازت سے کیا ہے اور زینب کو اس سے انکار ہے اور وہ بجور و جبر نکاح پڑھانا بتلاتی ہے پس اولیاء زینب اگر اپنے دعوے کے ثبوت

مین معتبر گواہ پیش کرین اور ان کے بیان سے اپنے دعوے کو ثابت کرین تو اس صورت مین یہ نکاح صحیح ہوگا اور زینب بکر کی منکوحہ ٹھیرے گی۔ اور اگر اپنے دعوے کے ثبوت مین معتبر گواہ پیش نہ کر سکین تو اس صورت مین زینب سے قسم لیجاویگی اگر اس نے قسم کھانیسے اعراض و نکول کیا تو اس صورت مین بھی یہ نکاح صحیح ہوگا اور زینب بکر کی منکوحہ ٹھیرے گی اور اگر اس نے قسم کھالی کہ میرا یہ دوسرا نکاح میری رضا و اجازت سے نہین ہوا ہے بلکہ بجور و جبر پڑھایا گیا ہے تو اس صورت مین یہ نکاح صحیح نہین ہوگا اور زینب بکر کی منکوحہ نہین ٹھیریگی۔ مشکوۃ شریف صفحہ ۳۲۱ مین ہے۔ عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لو یعطی الناس بدعوٰہم لادعی ناس دماء رجال و اموالہم ولکن الیمین علی المدعی علیہ رواہ مسلم وفی شرحہ للنووی انہ قال وجاء فی روایۃ البیہقی باسناد حسن او صحیح زیادۃ عن ابن عباس مرفوعا لکن البینۃ علے المدعی والیمین علی من انکر۔ ونیز اسی کتاب مین ہے عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر رواہ الترمذی۔ واللہ تعالے اعلم کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ +

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہین علماے دین اس مسئلہ مین کہ اہل تشیع متعۃ النسا کو بدلائل عقلی و حوالہ آیۃ قرآن مجید جائز بتلاتے ہین۔ آیا متعہ مذہب سنت والجماعت مین بھی جائز ہے یا نہین۔ اگر جائز نہین ہے تو وہ آیت جس کے ذریعہ سے حکم متعہ منسوخ کیا گیا ہو بالتصریح عام فہم اردو زبان مین ارقام فرماوین بینوا توجروا +

الجواب۔ جاننا چاہئے کہ عموم آیۃ والذین ہم لفروجہم حٰفظون الا علی ازواجہم او ما ملکت ایمانہم فانہم غیر ملومین فمن ابتغی وراء ذلک فاولئک ہم العدون۔ یعنی اور وہ لوگ جو اپنی شرمگاہون کی حفاظت کرنیوالے ہین مگر اپنی بیبیون پر اور لونڈیون پر جن مالک ہوئے ان کے داہنے ہاتھ پس بے شک وہ لوگ نہین ہین ملامت کئے گئے پس جو کوئی سوا اسکے چاہے تو وہ حد سے بڑھنے والے ہین۔ اس آیت سے صاف معلوم ہوا کہ جو شخص اپنی زوجہ منکوحہ یا لونڈی مملوکہ کے علاوہ کسی قسم کی بے نکاحی عورت مثل متاعی عورت وغیرہ سے فائدہ اٹھاوے وہ اللہ کی مقررہ حد سے تجاوز کرنیوالا ہے پس اس آیت سے متعۃ النساء کی حرمت صاف ظاہر ہے۔ اور فرمایا اللہ تعالے نے سورہ نساء مین واحل لکم ما وراء ذلکم ان تبتغوا باموالکم محصنین غیر مسافحین فما استمتعتم بہ منہن فاتوہن اجورہن فریضۃ۔ مولانا شاہ عبد القادر صاحب اس آیت کا ترجمہ یون فرماتے ہین۔ اور حلال ہوئین تم کو جو ان کے سوا ہین یون کہ طلب کرو اپنے مال کے بدلے قید مین لانے کو نہ مستی نکالنے کو پھر جو کام مین لائے تم ان عورتون مین سے انکو

دو۔ اُن کے حق جو مقرر ہوئے۔ اور اس آیت کے فائدے میں لکھتے ہیں یعنی جو عورتیں حرام فرما دیں
ان کے سوائے سب حلال ہیں لیکن چار شرط سے اول یہ کہ طلب کرو یعنی زبان سے ایجاب و قبول
درمیان آوے دوسرے یہ کہ مال دنیا قبول کرو یعنی مہر۔ تیسرے یہ کہ قید میں لانے کی طرح ہو مستی
نکالنے کی نہ ہو۔ یعنی ہمیشہ کو وہ عورت اس مرد کی ہو جاوے اس کے چھوڑے بغیر نہ چھوٹے یعنی
مدت کا ذکر نہ آوے کہ مہینے تک یا برس تک اس سے متعہ حرام ٹھیرا الخ۔ اس آیت سے بھی متعہ
کا حرام ہونا صاف ظاہر ہے کیونکہ متعہ میں قید میں لانیکی غرض نہیں ہوتی وہاں تو صبح کہیں شام
کہیں کا مضمون رہتا ہے۔ اہل تشیع کا آیۃ فما استمتعتم بہ منھن الخ سے متعہ کے جواز پر دلیل پکڑنا
قرآن کے مذاق سے ناواقفیت ظاہر کرنا ہے کیونکہ اس آیت کو متعہ سے کوئی علاقہ ہی نہیں ہے
اس آیت کا مطلب تو یہ ہے کہ جب تم نے نکاح کرنیکے بعد اپنی منکوحہ عورتوں سے فائدہ اٹھایا
یعنی صحبت کی یا خلوت صحیحہ ہوئی تو ان کو پورا مہر دینا ضروری ہوا۔ اگر کوئی اہل تشیع حضرت عبد اللہ
ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت الی اجل مسمی سے حلت متعہ کی ثابت کرے تو اس کا جواب یہ ہے
کہ عبد اللہ بن مسعود کی یہ قرأت قرأت مشہورہ کے خلاف ہے لہذا اس قرأت شاذہ سے کوئی حکم
ثابت نہیں ہوسکتا اور اگر بالفرض والتقدیر اس قرأت شاذہ سے حکم حلت متعہ ثابت ہو تو حدیث
سبرہ جہنی کی جو صحیح مسلم میں مروی ہے اس حکم کی ناسخ ہوگی۔ عن الربیع بن سبرۃ الجھنی ان اباہ حدثہ
انہ کان مع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقال یا ایھا الناس انی قد کنت اذنت لکم فی الاستمتاع
من النساء وان اللہ قد حرم ذلک الی یوم القیمۃ فمن کان عندہ منھن شئ فلیخل سبیلھا ولا تاخذوا
مما آتیتموھن شیئا رواہ مسلم۔ یعنی ربیع بن سبرہ سے روایت ہے کہ ان کے باپ نے ان سے حدیث
بیان کی کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے پس آپ نے فرمایا کہ میں نے تم کو عورتوں
سے متعہ کرنیکے بارہ میں اذن دیا تھا اور اللہ تعالے نے اس کو قیامت تک کے لئے حرام کر دیا۔
پس جس کے پاس متاعی عورتوں میں سے کوئی متاعی عورت ہو تو چاہیئے کہ اسکو چھوڑ دے اور
جو کچھ خرچی اسکو دیا ہو اس میں سے کچھ نہ لیوے روایت کیا اس کو مسلم نے۔ متعہ کے حرام اور منسوخ
ہونیکے بارے میں۔ اور کئی حدیثیں آئی ہیں طوالت کیوجہ سے نقل نہیں کی گئیں واللہ تعالے اعلم بالصواب

حررہ علی احمد مدراسی یکم ماہ رجب ۱۳۱۶ھ | سید محمد نذیر حسین

ھو الموفق۔ علامہ حازمی کتاب الاعتبار صفحہ ۱۷۸ میں لکھتے ہیں کہ ابتداء اسلام میں متعہ مباح و مشروع
تھا اور فقط سفر میں مباح تھا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے متعہ کو کئی بار مباح کیا اور کئی بار حرام
کیا یہانتک کہ اپنے آخر ایام میں حجۃ الوداع میں اس کو ہمیشہ کیلئے حرام کر دیا پس اب باتفاق فقہاء
امصار و ائمہ امت متعہ حرام ہے۔ مگر ہاں بعض شیعہ اسکو جائز بتاتے ہیں اور ابن جریج سے بھی

اس کا جواز مروی ہے پھر علامہ حازمی نے اپنے اس دعوے کے ثبوت میں متعدد حدیثیں نقل کی ہیں
من اراد الاطلاع علیہا فلیراجع الاعتبار۔ اور علامہ ممدوح نے جو یہ لکھا کہ ابن جریج سے بھی اس کا جواز
مروی ہے سو واضح رہے کہ ابو عوانہ نے اپنے صحیح میں لکھا ہے کہ ابن جریج نے اس سے رجوع
کر لیا۔ حافظ ابن حجر فتح الباری صفحہ ۱۶۲ جز ۲۱ میں لکھتے ہیں۔ قال الخطابی و یحکی عن ابن جریج جوازہ اھ
وقد نقل ابو عوانۃ فی صحیحہ عن ابن جریج انہ رجع عنہا بعد ان روی بالبصرۃ فی اباحتہا ثمانیۃ عشر حدیثا انتہی
واللہ تعالی اعلم کتبہ محمد عبد الرحمن عفا اللہ عنہ

سوال۔ ایک عورت بیوہ مذہب سنت والجماعت جس کا عقد نکاح مرد شیعہ سے ہوا تھا اب وہ ایسے
مقام پر رہتی ہے جہاں سوائے شیعہ لوگوں کے اور کوئی نہیں رہتا ہے۔ نکاح اب کسی مصلحت
کی وجہ سے نہیں چاہتی۔ مگر چونکہ مسلمانوں کے ایک فریق میں متعہ جائز ہے اگر زنا سے بچنے کیلئے یا بنظر
ثواب متعہ پڑھا لے تو جائز ہے یا نہیں اور اس حالت میں یہ امر موجب ثواب ہوگا یا نہیں بینوا توجروا
الجواب۔ متعہ چونکہ قرآن وحدیث سے حرام ہو چکا ہے ثواب تو درکنار الٹا عذاب ہو جائیگا
ایسا شخص اہل سنت والجماعت کے یہاں زانی مرتکب کبیرہ کا ہے متعہ کا کسی ایک فریق اہل اسلام
کے یہاں جائز ہو جانا اللہ کے یہاں کفایت نہیں کرتا۔ اگر عورت ایسی ہی پارسا ہے تو اس کو چاہئے
کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر عمل کر کے روزے رکھے جو زنا سے بچنے کا عمدہ علاج
نبوی ہے۔ عمل کرنیکی بات تو یہ ہے جو بیان ہوئی یوں تو جو چاہے اتباع نفس میں شراب کو شیرہ
انگور قرار دیکر چڑھا جائے تو شراب شراب ہی رہیگی شربت بننے سے رہی اللہ حقیقت امر کو دیکھتا
ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ علی احمد مدراسی عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین ۱۲۸۱	سید محمد عبد السلام غفر لہ ۱۲۹۹	محمد ابو الحسن

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت ثیبہ مومنہ غیر کفو ایک مرد بیدار
کے گھر میں کاروبار عرصہ تخمینا تین سال تک کرتی رہی پھر ان دونوں کی یہ مرضی ہوئی کہ نکاح کرلیں پھر
وہ شخص عاقل بالغ عالم پاس بیٹھا کر ایجاب وقبول کیا اور مہر دس روپیہ باندھا پھر ناکح نے
گواہوں کو کہا کہ تم اس بات کو پوشیدہ رکھنا کیونکہ میری بیاداری مجھکو تکلیف دیگی پھر جب بعد گذرنے
چند ماہ کے حمل ظاہر ہوا بیاداری نے ناکح و منکوحہ سے پوچھا کہ یہ حمل کیسا ہے انہوں نے کہا

یہ حلال ہے ہم نے نکاح کیا ہے اور ایجاب وقبول مع مہر ہوا ہے پھر ان کے ایک لڑکا اور پھر
ایک لڑکی پیدا ہوئی اب تک عرصہ پندرہ سال سے اس کے گھر مین آباد ہے برادری ان کو ورثہ
دینے سے انکار کرتی ہے کہ یہ اولاد غیر کفو سے ہے۔ اور ان کا نکاح پوشیدہ ہوا ہے۔ تو غرض یہ ہے
کہ یہ نکاح دو شاہدون سے پوشیدہ ہوتا ہے یا نہین اور اولاد جو غیر کفو سے ہو اس کو ورثہ ملتا
ہے یا نہین بینوا توجروا *

الجواب۔ نکاح مذکور صحیح ہوا اور عورت مذکورہ کا غیر کفو ہونا نکاح کے صحیح ہونیسے مانع نہین
اور اعلان فی نفسہ مشروع تو ضرور ہے لیکن یہ بات نہین کہ بلا اعلان کے نکاح ہی صحیح نہ ہو خلاصہ
یہ کہ صورت مسئولہ مین نکاح صحیح ہوا اور جب نکاح صحیح ہوا تو اس نکاح سے جو اولاد ہوئی ہے اس کو
ورثہ بھی ضرور ملیگا واللہ اعلم بالصواب حررہ عبد الحق اعظم گڈھی عفی عنہ *

ہوالموفق۔ فقہ حنفی کے رو سے یہ نکاح بلاشبہ صحیح ہوا کیونکہ فقہاء حنفیہ کے نزدیک عورت
عاقلہ بالغہ اپنا نکاح آپ بلا ولی کے کر سکتی ہے اور دو گواہ صحت نکاح کے لئے کافی ہین اگرچہ
ان سے کہدیا گیا ہو کہ تم لوگ اس نکاح کو پوشیدہ رکھنا موطا امام محمد مین ہے۔ باب نکاح
السر اخبرنا مالک عن ابی الزبیر ان عمر اتی برجل فی نکاح لم یشہد علیہ الا رجل وامرأۃ فقال عمر ہذا نکاح
السر ولا نجیزہ ولو کنت تقدمت فیہ لرجمت قال محمد وبہذا ناخذ لان النکاح لا یجوز فی اقل من
شاہدین وانما شہد علی ہذا الذی ردہ عمر رجل وامرأۃ فہذا نکاح السر لان الشہادۃ لم تکمل ولو کملت
الشہادۃ برجلین او رجل وامرأتین کان نکاحا جائزا وان کان سرا وانما یفسد نکاح السر ان یکون
بغیر شہود فاما اذا کملت فیہ الشہادۃ فہو نکاح العلانیۃ وان کانوا اسروہ انتہے۔ رہا حدیث کے
رو سے اس نکاح کا صحیح ہونا سو اگر یہ نکاح بولایت ولی کے ہوا ہے تو بلاشبہ صحیح ہے اور
بلا ولی کے اس عورت نے خود آپ اپنا نکاح کر لیا ہے تو صحیح نہین ہوا۔ واللہ تعالے اعلم بالصواب

کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ * | سید محمد نذیر حسین |

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ عورت سنت جماعت سے ہے اور مرد شیعہ مذہب
سے۔ ان دونون کا نکاح بموجب شرع شریف ہو سکتا ہے یا نہین بینوا توجروا *

الجواب۔ شیعہ اگر منکر ضروریات دین سے ہے اور ایسے امور کا قائل وفاعل ہے جن کی وجہ
سے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے تو ایسے شیعہ سے عورت اہل سنت کا نکاح ہرگز
جائز نہین اور اگر فقط سب شیخین کرتا ہے تو اگرچہ سب شیخین کرنیوالا کافر نہین مگر فاسق ضرور
ہے اور فاسق سے بھی نکاح نہین کرنا چاہیئے زاد المعاد مین ہے۔ الذی یقتضیہ حکمہ اعتبار الدین

فی الکفاءۃ اصلا وکما لا فلا تزوج مسلمۃ بکافر ولا عفیفۃ بفاجر انتہی۔ عالمگیریہ مین ہے۔ لا یکون الفاسق
کفوا لصالحۃ سواء کان معلن الفسق اولم یکن انتہی۔ خلاصہ یہ کہ عورت اہل سنت کا نکاح شیعہ سے
نہین کرنا چاہیئے واللہ تعالے اعلم بالصواب حررہ محمد الحق ملتانی عفی عنہ ۱۵۔ شعبان سنہ ۱۳۱۷ھ۔

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ زید کی بیٹی ہندہ عرصہ نو برس سے عدم
بلوغیت کے زمانہ مین بیوہ ہو گئی۔ اس درمیان مین چند جگہ سے پیغام نکاح بھی ہندہ کے آئے
مگر زید نے بوجہ پابندی رسم وعیب وبرا سمجھنے کے نامنظور کیا۔ آخر ہندہ زید کے مکان سے
باہر آئی اور جماعت مسلمین کے سردار کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ میرا نکاح فلان شخص سے جلد
پڑھا دیجئے ورنہ حرامکاری کی مرتکب ہو جاؤنگی اور میرے والد کو مت خبر دیجئے ورنہ وہ نکاح
نہ ہونے دینگے۔ سردار صاحب کو بہت خیال ہوا اور دریافت کر کے ایک جماعت مسلمین
کے روبرو خود قاضی ووکیل وولی بن کر ہندہ کا نکاح پڑھوا دیا۔ جب اسکے والد وغیرہ کو خبر
ہوئی تو اس کو زدوکوب کر کے پکڑ کر مکان لے گئے اور یہ مشہور کیا کہ ہندہ کہتی ہے کہ وہ نکاح
میری منظوری سے نہین ہوا اور ہم کو منظور نہ تھا یہ کہنا زید کا یا ہندہ کا معتبر ہے یا نہین اور یہ نکاح بیوہ کا
جو ولی اقرب رہتے ہوئے ولی ابعد سردار مسلمین نے پڑھوایا صحیح ہے یا نہین بینوا توجروا

الجواب۔ عورت کے نکاح مین عورت کا اذن بھی ضرور ہے اور اسکے ولی کا اذن بھی۔ اگر عورت
ثیبہ ہے تو اس کا صریح اذن ضرور ہے اور باکرہ ہے تو صریح اذن ضرور نہین اس کا سکوت
بھی کافی ہے تو اگر عورت کا نکاح بلا اذن اس کے کر دیا جاوے تو صحیح نہین جبتک وہ منظور
نہ کرے ہان جس عورت کا کوئی ولی نہ ہو یا ہو لیکن عورت کو نکاح کرنے سے روکتا ہو جیسا کہ سوال مین
مذکور ہے تو ان دونون صورتون مین سلطان یعنی سردار جماعت مسلمین ہی اس عورت کا ولی ہے
اُسی کے اذن سے اس عورت کا نکاح صحیح ہے فی المشکوۃ صفحہ ۲۷۲ عن ابی ہریرۃ قال قال
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا تنکح الایم حتی تستامر ولا تنکح البکر حتی تستاذن قالوا یا رسول اللہ
وکیف اذنہا قال ان تسکت متفق علیہ وعن عائشۃ ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم قال
ایما امرأۃ نکحت بغیر اذن ولیہا فنکاحہا باطل (الی قولہ) فان اشتجروا فالسلطان ولی من لا ولی لہ رواہ
احمد والترمذی وابوداؤد وابن ماجہ والدارمی اھ۔ وفی نیل الاوطار صفحہ ۲۲۶ فاذا لم یکن ثمہ ولی
اوکان موجودا وعضل انتقل الامر الی السلطان لانہ ولی من لا ولی لہ کما اخرجہ الطبرانی من حدیث
ابن عباس وفی اسنادہ الحجاج بن ارطاۃ اھ وفی فتح الباری صفحہ ۲۷ جلد ۵ وفی اسنادہ الحجاج
ابن ارطاۃ وفیہ مقال واخرجہ سفیان فی جامعہ ومن طریقہ الطبرانی فی الاوسط باسناد آخر حسن عن

ابن عباس بلفظ لانکاح الا بولی مرشد او سلطان اھ- باقی رہا یہ امر کہ ہندہ کا یہ نکاح اسکی منظوری سے ہوا یا نہین- اس کا جواب یہ ہے کہ اگر شہادت معتبرہ سے ثابت ہو کہ ہندہ کی منظوری سے نکاح مذکور ہوا تھا اور اب بخوف زد و کوب منظوری سے انکار کرتی ہے تو نکاح مذکور صحیح ہو گیا- اور اب زید یا ہندہ کا کہنا کہ یہ نکاح بمنظوری ہندہ نہین ہوا ہے نامعتبر ہے ورنہ معتبر ہے واللہ تعالے اعلم بالصواب کتبہ محمد عبد الصمد- مدرسہ احمدیہ ۱۲۹۸

سید محمد نذیر حسین

سوال- زید نے ایک نابالغہ لڑکی سے شادی کی اور قبل اس کے کہ دونون ایک جا باہم ہون زید مرگیا اب سوال یہ ہے کہ اس زوجہ نابالغہ کو مہر ملیگا یا نہین-

الجواب- زید کی اس زوجہ نابالغہ کو مہر ملیگا اگر مہر مقرر ہو چکا ہے تو جس قدر مقرر ہوا ہے وہ کل اس کو ملیگا اور اگر مقرر نہین ہوا ہے تو اس زوجہ کی بہن اور پھوپھی وغیرہا کے مہر کی مثل اسکو مہر ملیگا- اور اس زوجہ کو ترکہ بھی ملیگا اور اسپر عدت بھی ہے مشکوۃ شریف مین ہے-

عن علقمۃ عن ابن مسعود انہ سئل عن رجل تزوج امرأۃ ولم یفرض لہا شیئا ولم یدخل بہا حتی مات فقال ابن مسعود لہا مثل صداق نسائہا لا وکس ولا شطط وعلیہا العدۃ ولہا المیراث فقام معقل ابن سنان الاشجعی فقال قضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بروع بنت واشق امرأۃ منا بمثل ما قضیت ففرح بہا ابن مسعود رواہ الترمذی وابو داؤد والنسائی والدارمی- اور اعلام الموقعین مین ہے سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن رجل تزوج امرأۃ ولم یفرض لہا صداقا حتی مات فقضی لہا صداق نسائہا وعلیہا العدۃ ولہا المیراث ذکرہ احمد واہل السنن وصححہ الترمذی وغیرہ قال ابن القیم وہذہ فتوے لا معارض لہا فلا سبیل الی العدول عنہا انتہے- واللہ اعلم بالصواب حررہ عین الدین المٹیابرجی عفی عنہ-

سید محمد نذیر حسین

سوال- چہ می فرمایند علمائے شرع متین وفقہائے مہتدین رحمہم اللہ اندرینکہ ہر خواص وعوام بلا دچاٹگام برائے زن خود کابین نامہ اش بدین نمط یمین بالطلاق نویسانیدہ دادہ واقرار لسانی ساختہ بر خود موکد نمایند کہ بے اذن بی بی موصوفہ ہر زنے را اگر نکاح کنم اگرچہ آن نکاح بطور فضولی باشد بر وسہ طلاق واقع خواہد شد بعدہ ہر گرا تزویج زن دیگر ضرورت رود ہمان کس از زن مخلوف علیہا اذن حاصل نمودہ اورا طلاق بائن یا سہ طلاق دادہ اگر زن ثانیہ را بنکاح خود درآورد پس درین صورت بر منکوحہ ثانیہ از تعلیق سہ طلاق واقع گردد یا نہ- بینوا بیانا شافیا توجروا اجرا کافیا+

الجواب- درصورت مسئولہ از تحقیق وتفتیش دو قول دیدہ می شود قول اول اینکہ بعدم حنث یمین ای عدم وقوع تعلیق بالطلاق بر منکوحہ ثانیہ دلالت می کند چنانکہ این قول در مختار ی

سراجیہ مذکور است کہ قال رجل لامرأته اگر بے دستوری تو زن خواہم یا کنیزک خرم فہی طالق او حرة فابانہا ثم تزوج امرأة او اشتری جاریة لم یحنث انتہی - و بر وفق قول ثانی کہ آن را صاحب قنیہ از برہان صاحب محیط و علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ از فتح القدیر و ذخیرہ نقل کردہ اند بر زن ثانیہ آنکس تعلیق مندرج بہ طلاق واقع خواہد شد زیرا کہ یمین زید بقائے نکاح مقید نیست و اگر زن بولایت اذن و منع در عقد نکاح مستفید شدے پس یمین آنکس نیز بقائے نکاح مقید شدے و اما اگر لفظ اذن بسوئے زوج راجع شدے اے اگر آنکس چنین حلف نمودے کہ امرأة او بغیر اذن آنکس از خانہ بیرون نشود البتہ درین یمینش تا وقت قیام نکاح مقید شدے زیرا کہ زوج در عقد ولایت دستوری و منع خروج از خانہ می دارد و بہم وضح می شود کہ این قول بر قول سراجیہ بدو وجہ استحقاق تقدیم و ترجیح می دارد - وجہ اول اینکہ قول منقولہ صاحب قنیہ و علامہ ابن عابدین رح با تعلیل واضحہ و وجوہ قویہ مرقوم اند و قول سراجیہ از ذکر تعلیل و تصحیح اصلا معرا است و ہرگاہ کہ چنین دو قول در یک حادثہ یافتہ شود پس درین صورت تعلیل برائے مبطل ترجیح خواہد یافت - و وجہ ثانی اینکہ سراجیہ از کتب فتاوے است و فتح القدیر شرح ہدایہ است پس اگر در یک حادثہ چنین دو قول متعارض شود یعنی یکے در فتوے و دیگر برعکس وے در شرح پس درین صورت قول شروح بر فتاوی مقدم خواہد شد لہذا عمل و افتا برین قول ای بر قول ثانی شدن قرار یافت

لما فی القنیة فی باب الیمین علی فعل یضاف بجہة الملاک او غیرہ (عن برہان صاحب محیط) قال ان تزوجت امرأة بغیر اذنک فہی طالق ثم طلق المخاطبة و تزوج باخری بغیر اذنہا تطلق بخلاف ما اذا قال ان خرجت من الدار الا باذنی فانہ یتقید بحال قیام النکاح والفرق ان للرجل ولایة المنع لامرأته فیتقید یمینہ بحال قیام ولایتہ ولیس للمرأة ولایة الاذن والمنع من التزوج فکان الیمین مطلقة باطلاق اللفظ انتہی - ونقل الشامی رحمۃ اللہ علیہ فی رد المحتار فی آخر باب الیمین فی القرب والقتل وغیر ذلک نقلا عن فتح القدیر و ذخیرہ تحت قولہ (لو حلف لاتخرج امرأته الا باذنہ تقید بحال قیام الزوجیة بخلاف لاتخرج امرأته من الدار لعدم دلالة التقیید) لانہ لم یذکر الاذن فلا موجب لتقییدہ بزمان الولایة فی الاذن وعلی ہذا لو قال لامرأته کل امرأة اتزوجہا بغیر اذنک فطالق فطلق امرأته طلاقا بائنا او ثلاثا ثم تزوج بغیر اذنہا طلقت لم تتقید یمینہ ببقاء النکاح لانہا انما تتقید بہ لو کانت المرأة تستفید ولایة الاذن والمنع بعقد النکاح اھ فتح ای بخلاف الزوج فانہ یستفید ولایة الاذن بالعقد وکذا رب الدین کما فی الذخیرة وما قیل من الاضافة فی قولہ (امرأتی) تدل علی التقیید لانہا بعد العدة لم تبق امرأته مدفوع بان الاضافة للتقیید بل للتعریف کما قالوا فی قولہ ان قبلت امرأتی فلانة فہی کذا فقبلہا بعد البینونة یحنث فافہم والنظر ما قدمناہ فی التعلیق من کتاب الطلاق انتہی -

وایضا فی رد المحتار (فی مطلب رسم المفتی) وکذا لو عللوا احدہما دون الآخر کان التعلیل ترجیحا للمعلل کما افادہ الرملی فی فتاواہ من کتاب الغصب انتہے۔ و در جلد رابع من رد المحتار مذکور است اذا تعارض ما فی المتون والفتاوی فالمعتمد ما فی المتون کما فی انفع الوسائل وکذا یتقدم ما فی الشروح علی ما فی الفتاوی انتہے۔ و ہم مخفی مباد کہ از روایات قنیہ و فتح القدیر معلوم می شود کہ این روایت نزد علماء ثلثہ رحمہم اللہ تعالے متفق علیہ اند وصاحب قنیہ و فتح القدیر و صاحب ذخیرہ از محققین علمائے متاخرین و فقہائے متبحرین اند ایشان در تحقیق مقام توفیق جہد بلیغ نمودہ اند اگر نزد آن صاحبین درین مسئلہ اختلاف علمائے متقدمین رحمہم اللہ تعالے ثابت شدے البتہ آن را در ذیل این قول تحریر فرمودے چنانکہ صاحب قنیہ پس و بیش قول برہان صاحب محیط دو مسئلہ دیگر کہ دران ہر دو مسئلہ میان امام اول و ثانی و ثالث رحمہم اللہ تعالے اختلاف ظاہر است نقل کردہ است و ہرگاہ کہ روایات برہان صاحب محیط کہ در قنیہ منقول است و فتح القدیر و ذخیرہ از وجود اختلاف میان علمائے متقدمین و فقہائے متاخرین معرا و مبرا است و نیز آن ہمہ روایات بباعث تعلیل و فتح القدیر بہ سبب یکے از کتب شروح است لہذا استحقاق تقدیم بر سراجیہ کہ یکے از کتب فتاوے است بخوبی ثابت شد پس بلاشک در صورت مسئولہ منکوحہ زید مطلقہ بہ طلاق کہ تعلیق ہم بہ طلاق است خواہد شد ہٰذا احکم الکتاب واللہ اعلم بالصواب فقط الراقم احقر العباد محمد عبد الباری غفر اللہ لہ ولوالدیہ فی یوم التناد +

الجواب - بر ماہرین شریعت مخفی مباد کہ شرط مذکور فی السوال کہ بدون اذن بی بی موصوفہ ہر زنے را کہ نکاح کنم ہیچکے در وقوع طلاق اثرے نمی دارد زیرا کہ این شرط لغو و باطل است و مخالف کتاب و سنت۔ قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کل شرط لیس فی کتاب اللہ فہو باطل۔ و حدیث جابر رض و حدیث عمرو بن شعیب نیز بر عدم وقوع طلاق اقوی دلیل است۔ عن جابر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا طلاق الا بعد نکاح ولا عتق الا بعد ملک رواہ ابو یعلی وصححہ الحاکم - قال صاحب سبل السلام تحت ہذا الحدیث والحدیث دلیل علے انہ لا یقع الطلاق علی المرأۃ الاجنبیۃ فان کان تنجیزا فاجماع وان کان تعلیقا بالنکاح کان یقول ان نکحت فلانۃ فہی طالق ففیہ ثلثۃ اقوال الاول انہ لا یقع مطلقا وہو قول الہدویۃ والشافعیۃ واحمد وداؤد وآخرین ورواہ البخاری عن اثنین وعشرین صحابیا ودلیل ہذا القول حدیث الباب وان کان فیہ مقال من قبل الاسناد فہو متاید بکثرۃ الطرق وبما اخرج ما قال ابن عباس قال اللہ تعالے یا ایہا الذین آمنوا اذا نکحتم المومنات ثم طلقتموہن ولم یقل اذا طلقتموہن ثم نکحتموہن وبانہ اذا قال المطلق ان تزوجت فلانۃ فہی طالق مطلق للاجنبیۃ فانہا حین انشاء الطلاق اجنبیۃ والمتجدد ہو نکاحہا فہو کما لو قال للاجنبیۃ ان

دخلت الدار فانت طالق فدخلت وہی زوجتہ لم تطلق اجماعا انتہے - وعن عمرو ابن شعیب عن ابیہ عن جدہ
قال قال رسول صلی اللہ علیہ وسلم لا نذر لابن آدم فیما لا یملک ولا عتق لہ فیما لا یملک ولا طلاق لہ فیما
لا یملک اخرجہ ابو داؤد والترمذی وصححہ ونقل عن البخاری انہ اصح ما ورد فیہ - پس این ہر دو حدیث
قوی ترین دلیل است بر عدم وقوع طلاق در صورت مسئولہ کما لایخفی علی الماہر ونزد امام محمد نیز
در تعلیق طلاق بنکاح امرأۃ اجنبیہ طلاق نمی افتد بر قول امام موصوف ائمہ خوارزم نیز فتوے
دادہ اند چنانکہ در در مختار مذکور است وقول ائمہ مجتہدین کہ دلیل آن معلوم نیست بمقابلہ حدیث کے
حجت تواند شد بل ترکش واجب چنانچہ ملا علی قاری در کتاب تزئین العبارۃ قول امام اعظم رح
نقل فرمودہ اند - والحال ان امامنا الاعظم قال لا یحل لاحد ان یاخذ بقولنا مالم یعرف ماخذہ من الکتاب
والسنۃ او اجماع الامۃ او القیاس الجلی فی المسئلۃ انتہے - بالجملہ شرط مذکور لغو و باطل است بدین
شرط مطلقا طلاق نخواہد افتاد واللہ تعالے اعلم بالصواب - حررہ السید محمد عبد الحفیظ عفر لہ
ولوالدیہ ۲۷ - ذیقعدہ ۱۳۱۸ ہجری ۞　　سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ زید نابالغ کا نکاح ہندہ نابالغہ سے ہوا - اور
اس نکاح مین زوجین کے باپ ولی تھے - اب ہندہ بالغہ ہے اور زید نابالغ اور ہندہ کو زید
سے سخت کراہت ہے - پس بموجب حدیث شریف مرویہ ابن عباس رضی اللہ عنہ ہندہ
کو اب یہ اختیار حاصل ہے یا نہین کہ دوسری جگہ برضائے خود نکاح کر لے - عن ابن عباس
ان جاریۃ بکرا اتت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فذکرت ان اباہا زوجہا وہی کارہۃ فخیرہا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اخرجہ ابو داؤد والنسائی وابن ماجہ - اور جو بعض شراح حدیث نے اس
حدیث کو باکرہ بالغہ پر محمول کیا ہے اس کا کیا ثبوت ہے اور اگر اس مین نقاد حدیث کے نزدیک
جرح ہو سکتی ہو اور یہ حدیث قابل عمل نہ ہو تو اس کے وجوہ صحیحہ مع عبارات کتب معتبرہ
شرعیہ تحریر فرماوین اور کتب فقہ ہدایہ وغیرہ مین لکھا ہے - ولو زوجہا الاب والجد فلا خیار لہما
بعد بلوغہما لانہما وافر الشفقۃ اسکا ماخذ کوئی آیت قرآنی و حدیث صحیح صراحۃً ہے یا نہین
بینوا توجروا ۞

الجواب - جب باپ اپنی لڑکی کا نکاح کسی شخص سے کر دے اور وہ لڑکی اس نکاح سے راضی
نہ ہو تو اس لڑکی کو فسخ نکاح کا اختیار حاصل ہے لڑکی بالغہ ہو یا نابالغہ باپ نے اس کا نکاح
کفو سے کیا ہو یا غیر کفو سے لڑکی کا اس نکاح سے کارہ اور ناراض ہونا ہی علت ہے
فسخ نکاح کے حاصل ہونے کی جیسا کہ اسپر ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث مذکور فی السوال دلالت
کرتی ہے - صاحب سبل السلام اس حدیث کے تحت مین لکھتے ہین ہذا الحدیث دل علی

تحریم اجبار الاب لابنته البکر علی النکاح وغیرہ من الاولیاء ادلی (الی قولہ) وقال البیہقی فی تقویۃ کلام الشافعی ان حدیث ابن عباس ہذا محمول علی انہ زوجہا من غیر کفو قال المصنف (ای الحافظ ابن حجر) جواب البیہقی ہو المعتمد لانہا واقعۃ عین فلا یثبت الحکم بہا تعمیما قلت کلام ہذین الامامین محاماۃ علی کلام الشافعی ومذہبہم والا فتاویل البیہقی لادلیل علیہ فلو کان کما قال لذکرتہ المراۃ بل قالت انہ زوجہا وہی کارہۃ فالعلۃ کراہتہا فعلیہا علق التخییر لانہا المذکورۃ فکانہ قال صلی اللہ علیہ وسلم اذا کنت کارہۃ فانت بالخیار وقول المصنف انہا واقعۃ عین کلام غیر صحیح بل حکم عام لعموم علتہ فاینما وجدت الکراہۃ ثبت الحکم وقد اخرج النسائی عن عائشۃ ان فتاۃ دخلت علیہا فقالت ان ابی زوجنی من ابن اخیہ یرفع بی خسیسہ وانا کارہۃ قالت اجلسی حتی یاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاخبرتہ فارسل الی ابیہا فدعاہ فجعل الامر الیہا فقالت یا رسول اللہ قد اجزت ماصنع ابی ولکن اردت ان اعلم النساء ان لیس للآباء من الامر شیئ والظاہر انہا بکر ولعلہا البکر التی فی حدیث ابن عباس وقد زوجہا ابوہا کفوا ابن اخیہ وان کانت ثیبا فقد صرحت انہ لیس مرادہا الا اعلام النساء انہ لیس للآباء من الامر شیئ ولفظ النساء عام للثیب والبکر وقد قالت ہذہ عندہ صلی اللہ علیہ وسلم فاقرہا علیہ والمراد بنفی الامر من الآباء نفی التزویج للکارہۃ لان السیاق فی ذلک فلا یقال ہو عام لکل شیئ انتہی۔ اور بعض شراح نے جو ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو بالغہ پر محمول کیا ہے سو اسکا کوئی ثبوت صحیح نہیں معلوم ہوتا اور ابن عباس کی یہ حدیث بلاشبہ قابل عمل ہے دیکھو تلخیص الحبیر ودرایہ اور کتب فقہ ہدایہ وغیرہ میں جو یہ لکھا ہے کہ ولو زوجہا الاب والجد فلا خیار لہما بعد بلوغہما۔ سو اسکا ماخذ آیت قرآنی یا حدیث صحیح سے نہ فقہا لکھتے ہیں اور نہ دیکھنے میں آیا ہے واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ علی محمد فیروزپوری عفی عنہ۔ سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی بہن کو بلا زوج بٹھا رکھا ہے یہانتک کہ اس دختر ناکتخدا کی عمر پچاس سال کی ہوگئی اور شخص مذکور نے چار دختریں ایک بعمر ۲۴ سال دوسری بعمر ۲۳ سال اور تیسری بعمر ۱۸ سال اور چوتھی بعمر ۱۲ سال بلا زوج بٹھا رکھا ہے اور کہیں کفو وغیر کفو میں نکاح نہیں کرتا جب کہیں سے نسبت معقول آتی ہے تو کہتا ہے کہ میں نے اپنی بہن کو بلا زوج کنواری بٹھا رکھا ہے میں اپنی دختروں کو بھی اپنی زندگی تک کنواری ہی رکھونگا مجھکو عار معلوم دیتی ہے اگر میں اپنی دختروں کا نکاح کردوں تو مجھکو گالی لگتی ہے میں ہرگز نکاح نہ کرونگا۔ چونکہ زمانہ کی رنگت گونہ غیر مناسب ہے دختروں کی والدہ کہتی ہے کہ میں بلا اجازت دختروں کے والد کے عقد شرعی باجازت دختر بالغہ کردینا

تو درست ہے یا نہیں ہے بینوا توجروا

الجواب۔ صورت مذکورہ مین اگر دختر بالغہ کی والدہ شادی اس کی باجازت دختر معقول اور مناسب جگہ کرے تو درست اور جائز ہے اور باپ اگر نکاح کرنیسے منع کرتا ہے جیسا سوال مین مذکور ہے تو باپ کی ولایت باطل اور ساقط ہوگئی اور ولی البعد جو بالفعل والدہ ہے ولی اقرب یعنی والد کے قائم مقام ہوگئی اور والدہ کا عقد شرعاً جائز اور نافذ ہے چنانچہ درمختار مین لکھا ہے۔ ویثبت للابعد من اولیاء النسب التزویج بعضل الاب ای بامتناعہ عن التزویج اجماعا۔ یعنی اختیار نکاح کا ولی بعید کے لئے ثابت ہو جاتا ہے۔ جس وقت ولی قریب یعنی باپ مثلاً نکاح کرنیسے منع کرے جیساکہ سوال مین درج ہے عالمگیری مین لکھا ہے اجمعوا ان الاقرب اذا عضل تنتقل الولایۃ الی الابعد۔ پس صورت مذکورہ مین والدہ کا نکاح کیا ہوا جائز ہے اور شرعاً نافذ ہے

حررہ یقال لہ ابراہیم فقیر محمد حسین۔

ہوالموفق۔ یہ جواب فقہ حنفی کے رو سے صحیح ہے اور حدیث کے رو سے صورت مسئولہ مین والدہ کا عقد کرنا جائز نہین بلکہ اس صورت مین باپ سے ولایت نکاح منتقل ہوکر اس ولی بعید کو پہنچے گی جو مرد ہو اور اگر کوئی ولی بعید نہ ہو تو حاکم کو پہنچے گی۔ عورت نہ خود اپنا نکاح کر سکتی ہے اور نہ غیر کا کر سکتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ کسی عورت کو ولایت نکاح حاصل نہین بلوغ المرام مین ہے عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لاتزوج المرأۃ المرأۃ ولاتزوج المرأۃ نفسہا رواہ ابن ماجہ والدارقطنی ورجالہ ثقات قال فی سبل السلام صفحہ ۱۵۶ جلد ۲ فیہ دلیل علے ان المرأۃ لیس لہا ولایۃ فی الانکاح لنفسہا ولالغیرہا فلاعبارۃ لہا فی النکاح ایجابا ولا قبولا فلاتزوج نفسہا باذن الولی لاغیرہ ولاتزوج غیرہا بولایۃ ولابوکالۃ ولاتقبل النکاح بولایۃ ولاوکالۃ وہو قول الجمہور انتہے واللہ تعالے اعلم۔ کتبہ محمد عبدالرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ۔

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ عمرو نے اپنی دختر نابالغہ کا نکاح غیر کفو مین بکر کے ساتھ کر دیا۔ مگر جب وہ سن بلوغ کو پہنچی اور اپنے نکاح پر مطلع ہوئی تو اس نے بکر کی زوجیت مین رہنا قبول نہ کیا۔ اس صورت مین اس دختر کا نکاح دوسرے شخص کے ساتھ کس طرح ہو سکتا ہے بینوا توجروا

الجواب۔ کنواری لڑکی کا نکاح اگر کسی شخص سے کوئی ولی بالجبر کرے یا اس کو اطلاع نہ ہو یا نابالغ ہو - - - - - - - - تو بعد علم وبلوغ کے اس کو اختیار رہے ہے خواہ اس زوج کے نکاح مین رہے یا نہ رہے حدیث

شریف میں آیا ہے۔ لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام[ل] یعنی اسلام میں ضرر کا اختیار کرنا یا دوسرے کو ضرر دینا یا ایسا کام کرنا کہ باہمی ضرر ہو ہرگز جائز نہیں اور سنن اربعہ یعنی ابوداؤد ونسائی وترمذی وابن ماجہ میں لکھا ہے بروایت ابن عباس ان جاریۃ بکرا اتت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فذکرت ان اباہا زوجہا وہی کارہۃ فخیرہا النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی ایک لڑکی کنواری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور عرض کی کہ میرے باپ نے (ایک شخص سے) زبردستی میرا نکاح باندھ دیا تو آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو اختیار دیدیا اور صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ باکرہ کا نکاح بغیر اس کی اجازت کے ہرگز نہ کرنا چاہیئے۔ دوسری حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب اختیار عورت کو دیا گیا اور عورت نے الگ ہوجانا چاہا تو یہ فرقت موسوم بطلاق نہ ہوگی کیونکہ طلاق اس وقت ہوتی ہے جب مرد مختار ہو اور یہاں قضیہ بالعکس ہے تو بحسب منطوق ان احادیث کے یہ لڑکی مختار ہے خواہ اس شوہر کے نکاح میں رہے خواہ اور کسی سے نکاح کرلے کوئی عدت نہیں۔ اور ہدایہ میں ہے۔ قال ثم عندہما اذا بلغت الصغیرۃ وعلمت النکاح فسکتت فہو رضا وان لم تعلم بالنکاح فلہا الخیار حتی تعلم فسکتت الی ان قال ثم خیار البکر یبطل بالسکوت ولا یبطل خیار الغلام مالم یقل رضیت او یجیئ منہ ما یعلم انہ رضا وکذلک الجاریۃ اذا دخل بہا الزوج قبل البلوغ الی قولہ وخیار البلوغ فی حق البکر لا یمتد الی آخر المجلس ولا یبطل بالقیام فی حق الثیب والغلام اور اس سے تھوڑے دور کے بعد یوں لکھا ہے۔ ثم الفرقۃ بخیار البلوغ لیس بطلاق انتہی۔ واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ العبد الضعیف ابو اسمعیل یوسف حسین محمدی عفا اللہ عنہ +

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت بالغہ ہے اس کا نکاح اس کے والد کی اجازت سے بگواہی دو گواہان ایک شخص سے ہوچکا مگر جیسا کہ رواج ہے قبولیت کی تکمیل عورت کی زبان سے کہلا کر نہیں ہوئی۔ البتہ دوسرے ظاہری وسائل مثل نہلانے اور کپڑے پہنانے اور بارات کے آنے اور باراتی کو کھانا کھلانے اور نکاح کے لئے آکر بیٹھنے وغیرہ وغیرہ سے اسکو پورا پورا علم ہے کہ میرا ہی نکاح ہوا ہے اور اسکو خاوند کے ساتھ جانے سے کوئی انکار نہیں اور نہ اس کی جانب سے نامنظوری نکاح کا کوئی اظہار ہوا بلکہ اس عورت کو بیاہتک معلوم ہے

ل قولہ لا ضرر ولا ضرار الخ اقول اخرجہ ابن ماجہ والدارقطنی والبیہقی والحاکم وقال الحاکم صحیح الاسناد ولم یخرجاہ انتہی۔ واخرجہ ایضا ابن ماجہ والبیہقی عن عبادۃ بن الصامت وایضا ابن ماجہ عن ابن عباس واخرجہ الطبرانی فی الکبیر وابونعیم من حدیث ثعلبۃ بن مالک القرظی نصب الرایۃ روضۃ الندیۃ ۱۲ ابو سعید محمد شرف الدین

کہ میرا نکاح فلاں شخص سے ہوا ہیں ایسی حالت میں از روئے شرع شریف نکاح واقع ہوگیا یا نہیں کیونکہ عام لوگوں کا خیال ہے کہ ایجاب و قبول کی تکمیل عورت کی زبان سے کرائے بغیر نکاح نہیں ہوتا *

الجواب - صورت سوال سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں نکاح بغیر استیذان کے ہوا ہے اور نکاح بغیر استیذان کے اگرچہ خلاف سنت ہے مگر متوقف ہے عورت کی رضا پر اور صورت مرقومہ میں رضا ظاہر ہے اس لئے یہ نکاح صحیح ہوا طحطاوی میں ہے - وان زوجها بغیر استیمار فقد اخطا السنۃ و توقف علی رضاہا انتہی واللہ اعلم وعلمہ اتم - کتبہ محمد بشیر عفی عنہ -

سید محمد نذیر حسین

سوال - چہ می فرمایند علمائے دین دریں صورت کہ اگرچہ در حدیث شریف زنان بیوہ را عقد ثانی سنت است مگر زنیکہ شہوت نفسانی را باز داشتہ عقد ثانی نہ کرد و زنیکہ باتباع شریعت عقد ثانی کردہ مستلذ شد پس درمیان ہر دو زن کدام را فضیلت و ترجیح خواہد بود بینوا توجروا *

الجواب - در صورت مرقومہ فضیلت و ترجیح بزیادت ثواب مر زن عقد کنندہ ثانی راست کہ بدل وجان امر خدا تعالیٰ و رسول مقبول بجا آورد چہ اتباع سنت سنیہ موجب کثرت ثواب و علامت محبت و رضا مندی خدا و رسول است چنانکہ قول حق سبحانہ وتعالیٰ شانہ - قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ بدان ناطق است ؎

ہر کہ در راہ محبت بیشتر * بر دل او بار محنت بیشتر * و نیز قول آن سرور خیر البشر و من احب سنتی فقد احبنی و کسیکہ دوست دارد سنت مرا پس ہر آئینہ دوست میدارد مرا و دوست داشتن طریقہ و سیرت کسے را ناشی از فرط محبت او و باعث بران است و من احبنی کان معی فی الجنۃ رواہ الترمذی و کسیکہ دوست دارد مرا باشد با من در بہشت چنانکہ روایت کرد این را ترمذی و دریں حدیث اشارہ است بآنکہ دوست داشتن سنت پیغمبر خدا صلعم را مورث محبت آنحضرت و مرافقت اوست صلے اللہ علیہ وسلم چہ جائے عمل بدان چنانکہ شیخ عبدالحق محدث در ترجمہ مشکوۃ افادہ فرمودہ اند ؎

تا در رہ او کار محبان نکنی * زنہار دم از صدق محبت نزنی * و اعراض از سنت سنیہ سبب ناخوشی آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم است چنانکہ پارہ از حدیث طویل در معرض بیان می آرد فمن رغب عن سنتی فلیس منی فرمود آنحضرت صلعم پس کسیکہ اعراض کند از سنت من پس نیست آن کس از تابعان من گمار رواہ البخاری ومسلم لیس این وعید

در اعراض از سنت مردان و زنان ہر دو را شامل است چنانکہ بر علما پوشیدہ نیست ؎
حقا کہ بے متابعت سید رسل ✤ ہرگز کسے بمنزل مقصود رہ نیافت ✤ از ہیچ رو بہیچ درے
رہ نمی دہند ✤ آن را کہ ز آستانۂ او روے دل بتافت ✤ فی الجملہ در امتثال امر شارع سعادت
دارین منحصر است نہ در انچہ دل خود خواہد و تابع ہواے نفسانی شود چنانکہ او رب العالمین در
قرآن حمید می فرماید و ما کان لمؤمن ولا مؤمنۃ و نباشد ہیچ مردے گرویدہ را و نہ ہیچ زن ایمان
آوردہ را اذا قضی اللہ و رسولہ امراً چون حکم کرد خدا و رسول او کارے را ان یکون لہم الخیرۃ
آنکہ باشد مر ایشان را اختیارے من امرہم از کار خود چیزے را بلکہ واجب بود بر ایشان اختیار خود را
تابع اختیار خدا و رسول او سازند قال فضیلۃ فی الاتباع لا فیما تمیل النفس کذا فی المرقاۃ شرح
المشکوۃ لملا علی قاری ؎ مژدہ زن چون دہر اد م کہ بندۂ مقبل ✤ قبول کرد بجان ہر سخن کہ جانان گفت
و عمل بر منشور لامع النور و انکحوا الایامی منکم از تہ دل نماید تا در رحمت و کرامت بر خود کشاید ؎

ہر کہ دارد چون قلم سر بر خط احکام او　　می نویسد بخت طغراے ظفر بر نام او

عن علی رضہ قال یا علی ثلث لا تؤخرہا الصلوۃ اذا اتت والجنازۃ اذا حضرت والایم اذا وجدت لہا
کفوا ۔ وایم شامل است زن باکرہ و ثیبہ را اینست فرمان خدا و رسول ؎

سخن دوست گران بود فراوان کردم　　جان بہ بیعانہ بیارید کہ ارزان کردم

پس زن نکاح ثانی کنندہ کہ ذائقہ حلاوت از شکرستان بلاغت لقد کان لکم فی رسول اللہ
اسوۃ حسنۃ چشیدہ بجام دو جہانے مسرور و کامگار شد ؎

راہ دان و راہ بین و راہ بر　　در حقیقت نیست جز خیر البشر

و از خطاب پر عتاب لا یومن احدکم حتی یکون ہواہ تبعا لما جئت بہ اندیشیدہ و از ملامت قبائل
و عشائر خود و ہجو اے تو قیع رفیع لا یخافون لومۃ لائم درگذشتہ و پروانہ کردہ احیاء سنت سنیہ
یعنی اقدام بہ نکاح ثانی نمودہ خط رضا و تسلیم بر خود کشیدہ ؎

راہ سنت رو اگر خواہی طریق مستقیم　　کز سنن راہے بود سوئے رضاے ذو المنن
ہر مژہ در چشم وے ہمچون سنانے تیز باد　　کز سنانے زندگی خواہد زمانے بے سنن

زہے وے مستورہ در سراپردہ کتمانی حسب فرمان رحمانی بہ نیل حظوظ نفسانی در نکاح ثانی
بہ بشارت ربانی فبشر عبادی الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ اولئک الذین ہداہم اللہ
و اولئک ہم اولو الالباب ہمچو در زمرہ صاحبان عقول صافیہ از شوائب اوہام و خالیہ از
عوائد و عادات عوام جلوہ گر بحجلہ کامرانی بودہ لذت چہار شربت زندگانی بعشرت جاودانی دریافت
و نور ایمانی بلوامع اخلاص جنانی ہمچو کرشمہ نیرین بر ایشان بر تافت ؎

چو روے بر تابی ز من گردم ہلالی ممتحن — در روے سوئے من کنی چون بدر بی نقصان شوم
تو آفتابی من چو مہ گرد تو گردم روز و شب — گہ در محاق افتم ز تو گہ شمع نور افشان شوم

و زن دیگر بحلیہ عفت ظاہر بشرم و حیا و دل تنگ از عار و ننگ اولیا و اقربا در پیچ و تاب و بباطن در سوز دلی و آتش ہجر بیدلی در اضطراب بر بستر کمخواب ؎

شوخی کہ دامن می کشید از پیچ و تاب خاطرش — بہ پیچیدہ در عشق کسے چون عشق پیچانش کمر
و آہ و نالہ از و نیاز دلنواز ہر دمش فسازہ ؎

ورا در دلیست اندر دل اگر گوید زبان سوزد — و گر دم در کشد ترسد کہ مغز استخوان سوزد

معہذا از قرب مولے دور تر و از ثواب دارین محروم سر بسر بلکہ در روا داشتن نکاح بیوگان را موجب مشاقت خدا و رسول و مخالفت سبیل مومنین است چنانکہ بر ماہران شریعت غرا مخفی نیست واللہ اعلم بالصواب - حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ -

سید محمد نذیر حسین ۱۲۸۱

سوال - عمرو نے خاتون کے گھر آکر کہا کہ تم پردہ کر لو دو شخص آتے ہین پھر خاتون نے یہ سُن کر پردہ کر لیا عمرو نے ان دو شخصون کو گھر مین بلوایا - ایک شخص نے ان مین سے خاتون کو آواز دی خاتون نے ہون کری پھر وہ دونون باہر چلے گئے - اور عمرو نے آکر خاتون سے یہ کہا کہ میرا نکاح تم سے ہو گیا وہ خاموش ہو گئی شاید اس اثنا مین وطی بھی واقع ہوئی من بعد خاتون نے اور نکاح اپنا بکر سے کیا اب عمرو دعویدار ہے کہ میرا نکاح پہلے ہو چکا ہے مین مستحق خاتون کا ہون - اب نکاح اول جائز رہا یا بکر کا نکاح جائز رہا بینوا توجروا +

الجواب - درصورت مرقومہ بمجرد ہون کہنے سے نکاح منعقد نہ ہوا کیونکہ رکن نکاح کا ایجاب ہے اور نیز قبول ہے اور سوال مین نہ ایجاب پایا جاتا ہے نہ قبول پایا جاتا ہے پس کیونکر نکاح بغیر ایجاب و قبول کے منعقد ہوگا - اس صورت مین کہنا عمرو کا کہ میرا و تمہارا نکاح ہو گیا باطل اور نا مسموع ہے شرعا - اور عمرو سراسر جھوٹا اور دغا باز ہے اور جو اس نے از راہ فریب وطی کیا تو خاتون معذور رہے گی اور عمرو گنہگار ہوگا کما لا یخفی علی العالم اما رکن النکاح فالایجاب والقبول کذا فی الکافی وغیرہ والایجاب ما یتلفظ بہ اولا من ای جانب کان والقبول جوابہ ہکذا فی العنایۃ والفتاوی العالمگیریۃ والدر المختار وغیرہا من کتب الفقہ اور دوسرا نکاح یعنے بکر کا صحیح ہوا بلا ریب - واللہ اعلم بالصواب - حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہین علماے دین اس مسئلہ مین کہ رسومات مروجہ ہند مفصلہ ذیل کا ایام

شادی میں کرنا کیسا ہے تفصیل رسومات یہ ہے۔ (۱) لگن یعنی چند روز قبل از نکاح واسطے تعین تاریخ عقد نکاح جانب عروس سے کچھ نقد وجنس آتا ہے اور ناکح کی طرف سے تقسیم شیرینی ہوتی ہے (۲) روز مذکور سے عروس کو جائے معین میں رکھنا (۳) ہر شام کو گانا بجانا۔ (۴) پھر روز لگن سے عروس و داماد کو ابٹنا و روغن ملنا (۵) ایک تاریخ خاص میں مٹی واسطے تیاری دیگدان جدید کے لانا (۶) تاریخ عرد سالی وغیرہ کی مقرر کرنا (۷) رتجگہ کرنا (۸) بعد غسل کے عروس و داماد کا ناخن لینا اور حجام کو نقد جنس دینا (۹) سہرہ پھول کا سر پر باندھنا اور سرمہ آنکھ میں لگانا (۱۰) محفل رقص و سرود کی قائم کرنا۔

الجواب۔ بھائی مسلمانوں دیندار پر مخفی نہ رہے کہ لگن وغیرہ مندرجہ سوال منجملہ شگون و رسومات کفار سے ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تین شخص ہیں کہ خدا تعالے ان سے بہت بغض رکھتا ہے اور یہ بہت بڑے دشمنان خدا تعالے ہیں۔ ایک وہ شخص کہ الحاد حرم میں کرے یعنی گناہ۔ دوسرا وہ شخص کہ رسم اور طریقہ جاہلیت کا اسلام میں اختیار کرے۔ اور تیسرا وہ شخص ہے جو کسی مسلمان آدمی کا خون ناحق طلب کرے تاکہ اس کا خون بہاوے۔ عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ابغض الناس الی اللہ ثلثۃ ملحد فی الحرم ومبتغ فی الاسلام سنتہ الجاہلیۃ ومطلب دم امرء مسلم بغیر حق لیہریق دمہ رواہ البخاری کذا فی المشکوۃ۔ اور بیشک لگن وغیرہ ساری رسمیں کفار کی ہیں۔ مسلمانوں کو ان رسموں سے بچنا فرض ہے کہ شعار کفار ہے۔ اور فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص کسی قوم کے ساتھ تشبہ اور برابری رسم و عادت میں یا عبادت میں کریگا اسی قوم سے شمار کیا جاوے گا۔ من تشبہ بقوم فہو منہم رواہ ابوداؤد کذا فی المشکوۃ ای من تشبہ بالکفار فی اللباس وغیرہ او بالفساق او باہل التصوف او بالصلحاء فہو منہم کذا فی مجمع البحار للشیخ المحدث محمد طاہر رحمہ اللہ۔ اور رقص و ناچ گناہ کبیرہ ہے کتاب منظومہ فقہ حنفی میں لکھا ہے۔ کہ رقص و ناچ کرنیوالا اور کرانیوالا سارے فاسق ہوتے ہیں۔ اور امام شافعی وغیرہ کے نزدیک شاہدین فاسقوں سے نکاح نہیں ہوتا کہ سارے اہل مجلس فاسق ہونے سے نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ بھائی مسلمانوں پر واجب ہے کہ رسم لگن وغیرہ اور رقص و ناچ سے پرہیز کریں کہ غضب خدا میں گرفتار نہ ہوں آیندہ اختیار ما علینا الا البلاغ۔

الراقم العاجز محمد نذیر حسین عفی عنہ۔ سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین محمدی کے درحق مجھ بیوہ وبیکس ومفلس ومحتاج کے ایک شخص نے دغابازی اور مکاری سے رقعہ منگنی کا میرے پاس بھیجا کہ تمہارا نکاح

اپنی دختر دوازدہ سالہ سے کردو اور مین مرفہ الحال نان ونفقہ سے خوش وخرم اور ذی مقدور ہون گوالیار مین نوکر ہون اور وردی بانات کی پہن کر آیا اور از راہ فریب بیان کیا کہ ہنڈی تو دو سو روپیہ کی امروز فردا مین آتی ہے الغرض تملق زور بندی وچالاکی اور فریب بازی سے نکاح اپنا میری دختر کے ساتھ جلدی سے کرلیا اور نام بدل کر اظہار کیا اور بعد ایک ماہ بعلت دزدی ساڑھے تین برس کی قید مین مقید جیلخانہ کا ہوا - اور بعد ازان معلوم ہوا کہ یہ بڑا قزاق دغا باز ہے کہی جگہ چند بار قید ہوا اور دو تین عورتون سے الہ آباد اور دوسرے شہر مین دغا بازی سے نکاح کیا اور نان ونفقہ سے خبر گیران ان کا نہ ہوا اور وہ عورتین تنگ ولاچار ہوکر کسب زنا کرتی ہین اور اس بیوہ نے دار وغہ قید خانہ سے استغاثہ کیا دار وغہ قید خانہ نے اوسے کہا کہ تو یا نان ونفقہ اپنی زوجہ کو دے یا اسکو طلاق دیدے - درجواب اسکے اس نے کہا نہ میرے پاس نان ونفقہ ہے اور نہ مین طلاق دیتا ہون کسب کرکر اوقات بسر کرے - پس اس صورت مین لڑکی کہتی ہے یا میرا نکاح دوسرے سے کرادو فہو المراد ورنہ مین بازار مین کسب کرتی ہون کہ رفع حاجت نفسانی اور نان ونفقہ کی ہووے اور مین بیوہ محتاج کہان سے کھلاؤن جوان دختر کو کسی صورت سے فسخ نکاح ہوجاوے کہ اور کسی نیک مرد سے نکاح اسکا کرادیا جاوے برائے خدا مجھ بیوہ پر ترحم فرماکر اس کا جواب عنایت فرمائین کہ فسخ نکاح ہوجاوے کہ وہ دختر حرام کاری سے محفوظ رہے اور خانہ آباد ہووے - بینوا توجروا

الجواب - ہر انسان پر نفقہ زوجہ کا زوج پر موافق مقدور واجب ہے - چنانچہ قرآن مجید وحدیث وفقہ مین بوجہ تفصیل مذکور ہے - اور اہل علم پر یہ امر مخفی نہین اور جب شوہر تنگ دست ہو کہ نان ونفقہ زوجہ کو نہین دے سکتا اور زوجہ ہر طرح سے لاچار ہے اور فقر وفاقہ کی برداشت نہین کرسکتی اور نہ قرض ملتا ہے تو زوجہ کو اختیار ہے کہ کسی قاضی یا حاکم سے استغاثہ کرکے فسخ نکاح کرالے اور بعد گذرنے عدت کے کسی مرد ذی مقدور سے کہ نان ونفقہ دے سکتا ہو نکاح اپنا کرلے کہ حرام کاری سے بچے - یہی قول اور مذہب ہے جمہور علما کا اور مذہب حضرت عمر وعلی وزید بن ثابت وابو ہریرہ وحسن بصری وابن مسیب وحماد وربیعہ ومالک وشافعی واحمد وامام یحیی کا ہے - جیسا کہ بدر التمام شرح بلوغ المرام مین کہ جو تصنیف ہے علامہ قاضی حسین بن محمد مغربی کی بوجہ بسط ومدلل مذکور ہے - قال الشاہ ولی اللہ المحدث الدہلوی فی المسوی یجب نفقۃ الزوجۃ علی الزوج موسرا کان او معسرا قال اللہ تعالی

لینفق ذو سعة من سعته ومن قدر علیه رزقه فلینفق مما آتاه الله وقال الله تعالی وعلی المولود له رزقهن و
کسوتهن بالمعروف انتهی کلامہ مختصرا وکذا فی الهدایة وغیرها۔ اور آیت کریمہ فامساک بمعروف
او تسریح باحسان فامسکوهن فراجعوهن بمعروف بحسن عشرة وانفاق مناسب او فارقوهن بمعروف
بایفاء الحق واتقاء الضرر انتهی۔ ما فی التفسیر البیضاوی وغیرہ عن ابی هریرة قال قال رسول الله
صلی الله علیه وسلم الید العلیا خیر من الید السفلی ویبدأ احدکم بمن یعول تقول المرأة اطعمنی او طلقنی
رواه الدارقطنی واسناده حسن انتهی ما فی بلوغ المرام للشیخ العلامة ابن حجر العسقلانی حدثنا عمر بن حفص قال
حدثنا ابی قال حدثنا الاعمش قال حدثنا ابو صالح حدثنا ابو هریرة قال قال النبی صلی الله علیه وسلم افضل الصدقة
ما ترک غنی والید العلیا خیر من الید السفلی وابدأ بمن تعول تقول المرأة اما ان تطعمنی واما ان تطلقنی
ویقول العبد اطعمنی واستعملنی ویقول الابن اطعمنی الی من تدعنی قالوا یا ابا هریرة سمعت هذا من رسول الله
صلی الله علیه وسلم قال لا هذا من کیس ابی هریرة انتهی ما فی صحیح البخاری وقد استدل بهذا علی ان المرأة
اذا اعسر الزوج بنفقتها کان لها ان تطلب التفریق وهو قول جمهور العلماء وعن سعید بن المسیب فی الرجل
لا یجد ما ینفق علی اهله قال یفرق[۵] بینهما اخرجه سعید بن منصور عن سفیان عن ابی الزناد عنه قال قلت لسعید بن المسیب
سنة فقال سنة هذا مرسل قوی الحدیث قال الشافعی ان یکون قول سعید سنة سنة رسول الله صلی الله
علیه وسلم ومراسیل سعید معمول بها لما عرف من عادته انه لا یرسل الا عن ثقة واخرجه ایضا الدارقطنی قال
حدثنا عثمان بن احمد بن السماک وعبد الباقی بن قانع واسمعیل بن علی قال اخبرنا احمد بن علی الخزاز قال حدثنا
اسحق بن ابراهیم الماوردی قال حدثنا اسحق بن منصور قال حدثنا حماد بن سلمة عن یحیی بن سعید عن سعید بن
المسیب فی الرجل لا یجد ما ینفق علی امرأته قال یفرق بینهما وبهذا الاسناد الی حماد بن سلمة عن عاصم بن بهدلة
عن ابی هریرة عن النبی صلی الله علیه وسلم مثله واخرجه البیهقی بهذا الاسناد۔ انتهی ما فی البدر التمام
شرح بلوغ المرام للعلامة القاضی حسین بن محمد بن سعید بن عیسی المغربی مختصرا۔ اور مذہب حنفی میں
باعث مفلس ومحتاج ہونے زوج کے تفریق نہیں ہے بنا براں کے کہ قاضی حکم کرے زوجہ کو قرض لیکے
کر اوقات بسر کرے اور ظاہر ہے کہ کب تک کوئی قرض دیگا اور کس جایداد پر قرض لیگا اور غنی ہونا زوج
کا امر متوہم اور خیال خام ہے تو موافق مذہب حنفی کے بھی وقت ضرورت اور نہ دستیاب ہونے
قرض کے حکم تفریق کا صاف ظاہر ہوتا ہے لانتفاء السبب بانتفاء السبب کما لا یخفی علی الماہر اور اسی
واسطے متاخرین حنفیہ نے بر وقت ضرورت کے اچھا جانا ہے کہ وہ عورت طرف شافعی مذہب کے
رجوع کرے کہ قاضی شافعی مذہب کا تفریق کرا دے۔ اور واضح ہے کہ یہاں کوئی قاضی شافعی مذہب
کا نہیں ہے۔ تو مذہب حنفی والا بھی مطابق مذہب شافعی کے یہاں تفریق کرا دے۔ واصحابنا

[۵] اے یفرق القاضی او الحاکم ۱۲

لما شاہدوا الضرورۃ فی التفریق لان دفع الحاجۃ الدائمۃ لاتتیسر بالاستدانۃ والظاہر انہا لاتجد من یقرضہا وغنی الزوج فی المآل امر متوہم استحسنوا ان ینصب القاضی نائبا شافعی المذہب لیفرق بینہما انتہی۔ مافی شرح الوقایہ وللقاضی الحنفی ان یفعل ذلک اخذا بہذا المذہب وان لم یکن مذہبہ انتہی۔ مافی الفتاوے العالمگیریۃ والعدۃ والفصول العمادیۃ وادعی فی البحر ان المقلد اذا قضی علی خلاف مذہبہ نفذ واقوی ماتمسک بہ مافی البزازیۃ ان لم یکن القاضی مجتہدا وقضی بالفتوے علی خلاف مذہبہ نفذ ولیس لغیرہ نقضہ عند محمد وقال الثانی لیس لہ ان ینقضہ انتہے مافی البحر وہکذا فی الطحطاوی۔
الغرض عمل کرنا عورت ستفتیہ کا اوپر قول جمہور علما کے بہرحال درست اور صحیح اور مستحسن ہے وقت ضرورت ولاچاری کے اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول پر کاربند ہونا چاہیئے اور دلیل اور حجت جمہور کی آیت وحدیث ہے کہ جو بالا مذکور ہو چکی۔ قطع نظر مذہب حنفی سے اور نیز حسب بیان صاحب شرح وقایہ کے بھی عملدرآمد اوپر مذہب شافعی کے روا ہے چنانچہ علمائے ماہرین ربانی پر مخفی نہیں ہے واللہ اعلم بالصواب۔

سید محمد نذیر حسین ۱۲۸۱	سید شریف حسین ۱۲۸۸	سید احمد حسن ۱۲۸۹
حسبنا اللہ بس حفیظ اللہ ۱۲۸۱	بسم اللہ الرحمن الرحیم ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم محمد حسین	حافظ عبداللہ

الجواب صحیح العبد محمد خانپوری

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی بی بی منکوحہ کہ ایک بچہ بھی رکھتی ہے اور وہ نافرمان زبان دراز اور طعن باز ہے اور اپنے خاوند کے خلاف مرضی کام کرتی ہے۔ اور خاوند اس کا بارہا اس کو کئی مہینہ تک منع کر چکا ہے اور دبایا بھی اور ڈرایا بھی مگر وہ عورت اپنی ان حرکات سے باز نہیں آئی اور ان حرکات کو اس نے نہ چھوڑا۔ اور خاوند اس کا اس سے بہت ناراض ہے شرع اسکے واسطے کیا حکم فرماتی ہے۔

الجواب۔ درصورت مرقومہ معلوم کرنا چاہیئے کہ ایسے حادثہ اور واقعہ میں جیسا کہ سوال میں مذکور ہے بموجب ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کرنا چاہیئے وہ یہ کہ عورت کی بدخلقی و بدمزاجی پر خیال نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ اس میں ایک بات بری ہے تو دوسری اچھی۔ اور ساتھ اسکے عورت کی پیدائش میں کجی وخمی ہے اسکو ہر طرح پر خاطر خواہ درست اور ٹھیک کرنا ممکن نہیں۔ پس اگر عورت کی بدخلقی اور بدمزاجی پر تحمل کرکے اس کو اپنے پاس رکھنا اور اس سے فائدہ اٹھانا منظور

ہو تو اسے رکھے اور اس سے فائدہ اٹھاوے اور نہیں تو طلاق دیدیوے سوائے اس کے اور کچھ علاج نہیں

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یفرک مومن مومنۃ ان کرہ منہا خلقا رضی منہا آخر رواہ مسلم وایضا فیہ ان المرأۃ خلقت من ضلع لن تستقیم علی طریقۃ فان استمتعت بہا استمتعت وبہا عوج وان ذہبت تقیمہا کسرتہا وکسرہا الطلاق واللہ اعلم بالصواب حررہ السید شریف حسین۔

زشرف سید کونین شد شریف حسین | سید محمد نذیر حسین

سوال۔ اگر مرد و زن خفیہ بغیر حضوری شاہدین ایجاب و قبول با خودہا در تنہائی کردند بعد ازین خبر دادند از نکاح کردہ خود پس این نکاح منعقد گشت یا نہ بینوا توجروا۔ سوال دوم۔ در صورتیکہ ایجاب و قبول اولا بلا شہود باشد وثانیا تقرر مہر روبرو شاہد گردد و در چنین حال خلوت صحیحہ یا وطی یافتہ شود ہر دو گنہگار و مرتکب حرام شوند یا نہ بینوا توجروا ÷

الجواب۔ در صورت مرقومہ باید دانست کہ نکاح شرعی بدون دو گواہ منعقد نمی شود بنا بر آنکہ حضوری دو شاہد در انعقاد ایجاب و قبول شرط افتادہ است وایجاب و قبول بدون وجود شرط قابلیت صحت انعقاد ندارد شرعا فاذا فات الشرط فات المشروط کما تقرر فی الاصول۔ وہمین است قول صحابہ رض وتابعین و واکثر ائمہ دین مجتہدین ومحدثین ونزد امام مالک اعلان واشتہار شرط است در انعقاد نکاح وقول بعض مردم کہ اگر مرد و زن بے گواہ ایجاب و قبول کنند عند اللہ نکاح صحیح شود پس آن قول مردود و باطل است این را اصلے نیست در شرع شریف وہرگاہ مرد و زن خفیہ ایجاب و قبول با خودہا در تنہائی کردند بے دو شاہد وبعد ازین از نکاح کردہ تنہائی خود شاہدین را خبر دادند دو گواہ نمودند پس این نکاح ہرگز منعقد نہ شد شرعا۔ آری اگر تجدید ایجاب و قبول روبرو دو شاہد کنند البتہ نکاح منعقد وصحیح خواہد بود زیرا کہ حضوری دو شاہد خواہ ہر دو مرد باشند یا یک مرد و دو زن بروقت ایجاب و قبول شرط صحت انعقاد نکاح است بدلیل حدیثیکہ صاحب ہدایہ نقل کردہ لا نکاح الا بشہود[فی] وبدلیل حدیثیکہ در ترمذی وغیرہ مذکور است باب ماجاء لا نکاح الا ببینۃ یعنی نکاح منعقد نمی شود مگر بشہادت شاہدین۔

حدثنا یوسف بن حماد المعنی البصری ثنا عبد الاعلی عن سعید عن قتادۃ عن جابر بن زید عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال البغایا اللاتی ینکحن انفسہن بغیر بینۃ الحدیث از ابن عباس روایت است کہ فرمود آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم زنان زانیہ آن زنانند کہ نکاح می کنند نفسہائے خود را بے گواہان وازین حدیث معلوم می شود کہ نکاح بے شہود باطل است وہمین است مذہب ائمہ وہمین است

ف قال فی نصب الرایۃ فی تخریج احادیث الہدایۃ غریب بہذا اللفظ ثم ذکر حدیث عائشۃ مرفوعا بحوالۃ ابن حبان لا نکاح الا بولی وشاہدی عدل وما کان من نکاح علی غیر ذلک فہو باطل الحدیث انتہی مختصرا۔ ابو سعید محمد شرف الدین عفی عنہ۔

منقول از صحابہ وتابعین وانچہ از بعض متاخرین برخلاف آن آمدہ غیر صحیح است چنانکہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی در شرح فارسی وعربی مشکوۃ افادہ فرمودہ اند وہمچنان در مرقات ملا علی قاری وغیرہ مذکور است۔

جواب سوال دوم۔ این است کہ حضوری شاہدین در نکاح برائے اثبات ملک بضعہ کہ محل ذی خطر است تصداً شرط گردانیدہ شد در شرع نہ برائے اثبات مہر بلکہ وجوب مہر در ضمن ثبوت ملک بضعہ تبعاً می شود۔ ان الشہادۃ شرطت فی النکاح علی اعتبار اثبات الملک لورودہ علی محل ذی خطر لا علی اعتبار وجوب المہر فلا شہادۃ تشترط فی لزوم المال انتہی ما فی الہدایۃ وغیرہا من کتب الشریعۃ۔ پس در صورتیکہ ایجاب وقبول اولا بلا شہود باشد وثانیا اقر مہر روبرو شاہد گردد ودر چنین حال خلوت صحیحہ یا وطی یافتہ شود مہر دو گنہگار ومرتکب فعل حرام شوند وما دامیکہ از سر نو تجدید ایجاب وقبول بحضوری دو شاہد نہ کنند از عصیان پاک نشوند ہکذا حکم الشریعۃ الغراء واللہ اعلم بالصواب حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ۔

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے کہ ایک لڑکی نابالغہ کے دو ولی ہین ایک اقرب یعنی باپ دوسرا ابعد اور ولی ابعد ہمیشہ سے اس لڑکی کی خبر گیری کرتا رہا اور ہر طرح سے سلوک اور پرورش کرتا رہا اور نہایت شفقت کے ساتھ رکھا اور دیندار عاقل بھی ہے اور ولی اقرب نے کبھی اس سے سروکار نہ رکھا اور کچھ بھی خبر نہ لی اور کچھ شفقت کا اثر اس پر نہین ہے اور فاسق اور بیہودہ ہے۔ اب ولی اس کا ایک اچھی جگہ نکاح کرنا چاہتا ہے تو ولی اقرب مانع ہے۔ اس مین سراسر نقصان لڑکی کا متصور ہے۔ آیا اس کا منع کرنا صحیح ہے یا نہین اور بغیر اجازت اسکے نکاح ولی ابعد کر سکتا ہے یا نہین بینوا توجروا ❊

الجواب۔ جاننا چاہئے کہ بناء ولایت کی شرع مین صغیرین کی خیر خواہی وشفقت پر ہے اور ولی کی عقل پر تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ صغیرین کی عقل ناقص وغیر تام ہوتی ہے اگر ان کو تصرفات کا اختیار حاصل ہو تو بہ سبب بے عقلی کے بہت اپنا نقصان کرین اس لئے ان کو سارے تصرفات جانی مثل نکاح ومالی سے مثل بیع وہبہ وغیرہا کے شارع نے مجبور کیا ہے اور ان کی باگ ایک ایسے شخص کے ہاتھ مین دیدی جو ان کا سب سے زیادہ شفیق وخیر خواہ وعاقل ہے۔ تاکہ ان کے حق مین جو امر بہتر اس کی عقل مین آوے کرے اور ضرر سے باز رکھے اس مین سراسر لحاظ وخیال بہبودی صغیرین کا ہے اسی سبب سے جو شخص اگرچہ بالغ ہو مگر مسرف واحمق وبے عقل ہو تو اسکو بھی شارع نے بلحاظ اسی مآل اندیشی کے جو صغیرین مین ہے سارے تصرفات مین مجبور وممنوع کیا۔ باب الحجر للفساد قال ابو حنیفۃ رح لا یحجر علی العاقل البالغ السفیہ وتصرفہ فی مالہ جائز وان کان مبذرا مفسدا یتلف مالہ فیما لا غرض بہ فیہ ولا مصلحۃ وقال

ابو یوسف رح ومحمد رح وھو قال الشافعی رح یحجر علی السفیہ ویمنع من التصرف فی مالہ لانہ مبذر مالہ بصرفہ لا علی الوجہ الذی یقتضیہ العقل فیحجر علیہ نظرا لہ اعتبارا بالصبی بل اولی لان الثابت فی حق الصبی احتمال التبذیر وفی حقہ حقیقۃ ولہذا منع عنہ المال۔ کذا فی الہدایۃ۔ اور اس کا نام ولی رکھا کیونکہ ولی لغت مین دوست وخیر خواہ کو کہتے ہین تسمیہ مین بھی مقصود پر تنبیہ کی۔ باب الولی ھو لغۃ خلاف العدو وشرعا البالغ العاقل الوارث کذا فی در المختار ملخصا ولنا ماذکرنا من تحقق الحاجۃ ووفور الشفقۃ کذا فی الہدایۃ۔ اور اسی سبب سے ولی عاقل کو بنایا غیر عاقل کو نہین جیسا کہ عبارت در مختار سے ظاہر ہے۔ کما لایخفی علی الماہر بالشریعۃ اسی واسطے ولی کو صرف ان تصرفات کا اختیار ہے جن مین صغیرین کا نفع متصور ہے۔ اور جن مین سراسر ضرر صغیرین کا ہے اس ولی کو منع کیا ہے اور اجازت نہین دی ہے جیسے کہ صغیرین کے مال کو عاریت دینا یا ہبہ کرنا یا اسکے مال سے اپنے ہبہ کا عوض لینا۔ لانہ لا یملک علیہ الدائر بین النافع والضار فاولی ان یملک النافع اسبحہ ما فی الہدایۃ ولیس للاب اعارۃ مال طفلہ لعدم البدل کذا فی الدر المختار شرح تنویر الابصار۔ لایجوز للاب ان یعوض عما وہب للصغیر من مالہ کذا فی الدر المختار۔ اسی سبب سے جب ولی خائن اور مفسد اور نقصان کرنیوالا ہو یعنے صغیرین کا اس کی ولایت مین ضرر متصور ہو اگرچہ باپ ہو تو وہ ولی نہین رہیگا ولایت سے موقوف کیا جاوے گا۔ الاب ولی اشفق مالم یکن مفسدا او خائنا او متہتکا کذا فی الفتاوے الغیاثیۃ کیونکہ غرض ولایت کی مفقود ہوگئی کما مر سابقا اور اسی سبب سے ولایت مین لحاظ قرب قرابت کا رکھا جو سب سے صغیرین کے قریب ہے از روے قرابت کے اس کو ولی بنایا پھر اقرب فالاقرب کیونکہ اقرب مین باعتبار ابعد کے زیادہ شفقت متصور ہے۔ والترتیب فی العصبات فی ولایۃ النکاح کالترتیب فی الارث فالابعد محجوب بالاقرب کذا فی الہدایۃ۔ خلاصہ اس تقریر کا یہ ہوا کہ جسکو زیادہ شفقت ہو وہی ولی ہوگا۔ بناء ولایت کی شفقت پر ہے جس مین شفقت قاصر ہے وہ مقابلہ مین اس کے جس کی شفقت کامل ہے ولی نہین ہو سکتا اسی سبب سے بھائی وغیرہ کی ولایت لازم نہین کیونکہ ان کی شفقت قاصر ہے۔ ولہما ان قرابۃ الاخ ناقصۃ والنقصان یشعر بقصور الشفقۃ لیتطرق الخلل الی المقاصد کذا فی الہدایۃ۔ پس جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ بناء ولایت کی شفقت و نفع صغیرون پر ہے کما لایخفی علے من لہ ادنے درایۃ تو مین کہتا ہون کہ صورت مسئولہ مین ولی اقرب کی عدم شفقت و ولی ابعد کی شفقت کالشمس فی نصف النہار واضح ولائح ہے کیونکہ اگر اس کو کچھ بھی شفقت ومحبت ہوتی تو کبھی ضرور نابالغون کی خبرگیری کرتا اور بالکل بے سروکار نہ رہتا اس کا اس طرح بے تعلق رہنا صراحۃ بے شفقتی پر دال ہے۔ کما لایخفی علی من لہ ادنی تامل اور نابالغہ کا ضرر بھی اس کی ولایت مین متصور ہے جیسا کہ سوال سے ظاہر ہے اور حالانکہ مقصود ولایت

سے صغیرین کا ہے نہ کہ ضرر کما مر مفصلا و مدلا پس کیونکر وہ اقرب ولی ہو سکتا ہے کما لا یخفی علی من فقہہ اللہ فی الدین علاوہ اس کے وہ فاسق بھی ہے اور عالمگیری میں ہے کہ اگر باپ دادا فاسق ہوں تو ان کی ولایت نہیں ہے قاضی نکاح کر دے۔ نخاب الولی او عضل او کان الاب والجد فاسقان فللقاضی ان یزوجہما من کفوء کذا فی الوجیز الکردری کذا فی الفتاوے العالمگیریۃ۔ واللہ اعلم بالصواب قد حررہ العاجز المہین محمد یسین الرحیم آبادی ثم العظیم آبادی + الجواب صحیح کتبہ محمد ابو عبد الرحمن الفنجابی۔

سید محمد نذیر حسین	محمد یوسف ۱۳۰۳	عبد الرؤف ۱۳۰۲	ابو محمد عبد الحق ۱۳۰۵
سید محمد عبد السلام غفرلہ ۱۲۹۹	خادم شریعت رسول الاواب ابو محمد عبد الوہاب	محمد طاہر ۱۳۰۴	سلہٹی

الجواب صحیح۔ حسبنا اللہ بس حفیظ اللہ۔ جواب ہذا صحیح ہے۔ ابو القاسم محمد عبد الرحمن عفرلہ الرحمن۔

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خالد ولی عمرو نے زید ولی ہندہ سے کہا کہ تم اپنی دختر واسطے خدا کے عمرو کو دید و زید ولی دختر نے اس کو منظور کیا اور کہا کہ میں نے اپنی دختر واسطے خدا کے عمرو کو دی پھر اسی وقت باہم یہ قرار پایا کہ عرصہ یکماہ میں نکاح شرعی کیا جاوے گا مگر پھر بعد کو نکاح شرعی نہیں ہوا بلکہ بعد کو زید ولی دختر نے اس بات کو نامنظور کیا اور انکار کر دیا پس سوال یہ ہے کہ ولی عمرو کا ولی دختر سے یہ کہنا کہ تم اپنی دختر واسطے خدا کے عمرو کو دید و اور ولی دختر کا یہ کہنا کہ میں نے واسطے خدا کے اپنی دختر عمرو کو دی یہ بمنزلہ نکاح کے متصور ہوگا یا نہیں۔ اور اس درمیان میں ولی عمرو کی طرف سے جو اشیاء ولی دختر کے پاس بھیجی گئی تھیں ان اشیاء کا کیا حکم ہے بینوا توجروا

الجواب۔ یہ بمنزلہ نکاح کے متصور نہیں ہوگا کیونکہ یہ تقرر وعدہ نکاح کر دینے کا ہے آیندہ کو بعد خواستگاری زن کے اور قبول و تسلیم کرنا ولی دختر کا خواستگاری خاطب کو محاورہ ہندوستان میں اس کو منگنی اور عربی میں خطبہ اور فارسی میں خواستگاری کہتے ہیں چنانچہ کتب لغت اور حدیث اور فقہ سے واضح ہوتا ہے۔ اور منگیتر ہندوستان میں اس عورت کو کہتے ہیں کہ جس سے خواستگاری نکاح کی ہوئی ہو اور عربی میں اس کو خطب اور خطیبی بکسر خاء معجمہ و طاء مہملہ مشددہ و سکون تحتانی و باء موحدہ با الف مقصورہ کہتے ہیں اور اس کو فارسی میں نامزد کہتے ہیں طالب آملی کہتا ہی ؎

طالب دلی مادر گر و حور و پری نیست دوشیزۂ معنی شدہ تا نامزد ما

اور سوال میں یہ جملہ کہ عرصہ یکماہ میں نکاح شرعی کیا جاوے گا مخبر اور مشعر اوپر اس امر کے ہے کہ منگنی اور ناطہ اور خطبہ الفاظ انعقاد نکاح سے نہیں اور ولی دختر کا یہ کہنا کہ اپنی دختر واسطے خدا کے عمرو کو دی یعنی وعدہ نکاح کر دینے کا کیا آیندہ کو اور خواستگاری خاطب کو قبول کیا نکیا نہ یہ کہ یہ

الفاظ مذکورہ موجب انعقاد نکاح ہیں کہ یہ خلاف عرف ہند و فارس و عرب وغیرہ کے ہے عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لایخطب الرجل علی خطبۃ اخیہ۔ گفت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ فرمود آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم خواستگاری نہ کند مرد بر خواستگاری برادر خود حتی ینکح او یترک تاآنکہ خود نکاح کند از مخطوبہ برادر خویش تاآنکہ بگذارد خواستگار اول متفق علیہ کذا فی المشکوٰۃ۔ اس حدیث سے واضح ہوا کہ خواستگاری موجب انعقاد نہیں۔ اور جو اشیا خاطب نے بطور ہدیہ اور تحفہ کے تابقائے منگنی کے بھیجی تھیں سو بعد فسخ منگنی اس کو پھیر نے جو وہ موجود ہوا ورنہ پھیرے جو چیز ہالک و مستہلک ہو۔ اور ہالک و مستہلک کا پھیر لینا اس واسطے جائز نہ ہوا کہ ہدیہ اور تحفہ دینے میں معنی ہبہ کے موجود ہیں اور موہوب جب ہالک اور مستہلک ہو تو اس کا پھیر لینا اور اس میں رجوع کرنا درست نہیں شرعا۔ اور جو اشیا مہر میں بھیجی تھیں ان کا پھیر لینا درست ہے جو موجود ہوا اور جو ہالک ہو تو اس کی قیمت لینا پہنچتا ہے کیونکہ یہ معاوضہ ہے اور جب نکاح نہ کیا تو عوض کو پھیر لینا درست ہوا

خطب بنت رجل وبعث الیہا اشیاء ولم یزوجہا ابوہا فما بعث للمہر یسترد عینہ قائما فقط وان تغیر بالاستعمال او قیمۃ ہالکا لانہ معاوضۃ ولم تتم فجاز الاسترداد وکذا یسترد ما بعث ہدیۃ وہو قائم دون الہالک والمستہلک لان فیہ معنی الہبۃ کذا فی الدر المختار وہکذا فی الفتاوی العالمگیریۃ وغیرہا من کتب الفقہ واللہ اعلم بالصواب فاعتبروا یا اولی الالباب حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ۔ سید محمد نذیر حسین

مسئلہ خطبہ یعنی خواستگاری اور منگنی موجب انعقاد نکاح نہیں ہے بلکہ یہ آئندہ نکاح کر دینے کا وعدہ ہے اور یہ ایک ظاہر بات ہے اور اس پر صحیح بخاری اور مسلم کی یہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لایخطب الرجل علی خطبۃ اخیہ خواستگاری نکند مرد بر خواستگاری برادر خود حتی ینکح او یترک تا خود نکاح کند تاآنکہ بگذارد او را خواستگار اول متفق علیہ ۔۔۔ پس اس حدیث سے واضح ہوا کہ خواستگاری و منگنی موجب انعقاد نکاح نہیں۔ اور جو اشیا خاطب نے بطور ہدیہ اور تحفہ کے تابقائے منگنی کے بھیجی تھیں سو بعد فسخ منگنی ان کو پھیر لے اور وہ موجود ہوں اور جو چیز ہالک اور مستہلک ہو اسکو نہ پھیرے اور ہالک اور مستہلک کا پھیر لینا اس واسطے جائز نہ ہوا کہ ہدیہ اور تحفہ دینے میں معنے ہبہ کے موجود ہیں اور موہوب جب ہالک اور مستہلک ہوا تو اس کا پھیر لینا اور اس میں رجوع کرنا درست نہیں شرعا۔ اور جو اشیا مہر میں بھیجی تھیں ان کا پھیر لینا درست ہے جو موجود ہوا اور جو ہالک ہو تو اس کی قیمت لینا پہنچتا ہے کیونکہ یہ معاوضہ ہے اور جب نکاح نہ کیا تو عوض کو پھیر لینا درست ہوا۔

خطب بنت رجل وبعث الیہا اشیاء ولم یزوجہا ابوہا فما بعث للمہر یسترد عینہ قائما فقط وان تغیر بالاستعمال او قیمۃ ہالکا لانہ معاوضۃ ولم تتم فجاز الاسترداد وکذا یسترد ما بعث ہدیۃ وہو قائم دون الہالک والمستہلک

لان فیہ معنی البتہ کذا فی الدر المختار وہکذا فی الفتاوی العالمگیریۃ وغیرہا من کتب الفقہ واللہ اعلم بالصواب فاعتبروا یا اولی الالباب حررہ السید محمد نذیر حسین عفی عنہ۔

سید محمد نذیر حسین

سوال - زید دو بیٹیاں اپنی چھوڑ کے مرگیا۔ ولایت ان کی درباب نکاح کردینے ان کے کے اہلیہ زید کو جو کہ مادر اصلی ان لڑکیوں کی ہے پہنچتی ہے یا لڑکیوں کے پھوپھی زادہ بھائی کو جو کہ ہمشیر زادہ زید کا ہے ولایت پہنچتی ہے بینوا توجروا +

الجواب - درصورت مرقومہ عند الحنفیہ ولایت نکاح لڑکیوں کی مادر کو پہنچتی ہے نہ لڑکیوں کے پھوپھی زادہ بھائی کو کہ ذوی الارحام سے ہے اور باوجود مادہ کے ذوی الارحام کو ولایت نکاح کی نہیں پہنچتی جیسا کہ کتب فقہ مانند ہدایہ و شرح وقایہ میں مذکور ہے واللہ اعلم حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس باب میں کہ دریں ولا ہماری قوم میں اکثر بدمعاشان نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ بعض بعض مستورات کو بہکا کر ان کے شوہروں سے جدا کرتے ہیں اور جب شوہران کے معائنہ حرکات و سکنات اور بد اطواری و بدوضعی ان کی سے تنگ ہو کر براہ غیرت طلاق دیتے ہیں تو بسازش انہیں بدمعاشان کے وہ مستورات مطلقہ بابت اپنے اپنے مہر ہزار روپیہ کے اپنے شوہروں سے دعویدار ہوتی ہیں اور شرع شریف میں ہمارا دعوے یہ ہے کہ آئندہ کو انسداد ایسی حرکات ناشائستہ کا قرار واقعی ہو جاوے اور اس قسم کی مستورات کو حوصلہ و منصب مہر و زیور وغیرہ کا نہ رہے اور ہم سب لوگوں نے باہم گر متفق ہو کر واسطے انسداد رخنہ و فتنہ آئندہ یہ امر ٹھیرایا ہے اور یہ فیصلہ کیا ہے کہ جو عورت مرتکب ایسی حرکات نالائق کی ہوگی اس کو حسب رواج اپنی برادری کے مہر و زیور نہیں دلاویں گے پس بغرض انسداد فتنہ مذکورہ کے ہم لوگوں کا یہ امر ٹھیرانا اور یہ فیصلہ کرنا ہمارے مذہب حنفی کے روسے درست ہے یا نہیں بینوا توجروا +

الجواب - یہ فیصلہ روایات فقہیہ کے روسے درست ہے۔ ایسی عورت بدوضع و بد اطوار کا نفقہ و مہر علمائے متاخرین نے بسبب فساد زمانہ کے ساقط کیا ہے اور بنا اکثر احکام شرعی کی اوپر جلب مصالح اور دفع مفاسد کے ہے۔ اور سد باب مفاسد اور فتن کا واجب ہے۔

ولیس للقاضی والمفتی ان یترک المصالح والعرف۔ فقہا لکھتے ہیں کہ الدفع اسہل من الرفع پس صورت مرقومہ میں ایسی عورت کو مہر دلانا نہ چاہیے۔ سد الباب الفساد وزجرا و تہدید اللنساء الزانیات عن طریق الصلاح والسداد واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ العبد المستکین محمد صدر الدین ختم اللہ لہ بالحسنے مرقوم ۲۵۔ ذیقعدہ ۱۲۷۲ھ ہجری +

محمد نقی خان

وفی فتاوے صدر الشہید المرأۃ اذا خرجت من البیت مع غیر محرم بغیر اذن الزوج یبطل مہرہا

ونفقتہا وکسوتہا وسکناہا وعلیہ الفتوی خلاصۃ وفی شرح الطحاوی المرأۃ اذا خرجت من البیت بغیر اذن الزوج یبطل مہرہا وکسوتہا وسکناہا تحفۃ الفقہا۔

محمد رحمت اللہ | سید محمد نذیر حسین

محمد کریم اللہ

الضرورات تبیح المحذورات محمد شاہ پنجابی

امیر حسن | محمد صدیق پیشاوری | محمد غوث مجددی

فی الحقیقت جو کچھ حضرات علما سوہیرنے لکھا ہے درست وبجا ہے اور جواب باصواب ہے۔ اور سد باب فتنہ وفساد اہم امورات سے ہے۔

حسبنا اللہ لبس حفیظ اللہ

ہذا الجواب فی ہذا الزمان صحیح کما یعلم من خزانۃ الروایات فی مثل ہذہ المسئلۃ قال فی جامع الفتاوی واحتیاطا فی زماننا سد اللباب لفساد الزمان وفشو الکذب وبالفتوی الیوم علی ہذا انتہی فالمجیب مصیب محمد عالم علی عفی عنہ

محمد عالم علی ۱۲۷۶

سوال۔ ایک عورت کا شوہر گذر گیا ہے اور اس کے چار پسر ہین اور ایک دختر نابالغہ ہے وہ چارون پسر بہت ذی عزت اور معزز ہین اور نوکر قریب قریب سو سو روپیہ ماہوار کے ہین دختر مذکورہ کے نکاح کا اختیار چارون برادران کو ہے یا اس کی والدہ کو ہے۔

الجواب۔ ولایت نکاح دختر نابالغہ کی ہر چہار برادران کو ہے والدہ صغیرہ کو باوجود ہونے برادران کے اختیار نکاح کا نہین ہے الولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ فان لم یکن عصبۃ فالولایۃ للام در مختار مختصر پس اگر ہر چہار برادر مساوی درجہ کے ہین تو ان مین سے جو چاہے صغیرہ کا نکاح کر دے نکاح جائز ہو جاوے گا۔ چاہے دوسرا ان مین سے اجازت دے یا نہ دے۔ واذا اجتمع للصغیر والصغیرۃ ولیان مستویان کالاخوین والعمین فایہما زوج جاز عندنا کذا فی العالمگیریہ واللہ اعلم بالصواب

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ ایک شخص نے اپنی زوجہ کے مہر مین ایک جایداد اپنی بخش دی اور بعد اس کے بی بی نے بخوشی اپنے شوہر کو چند اشخاص کے روبرو اپنا مہر بخشدیا۔ اب وہ بی بی بقضائے الہی فوت ہو گئی تو اس کی بہن اس کے شوہر سے دعوے مہر اپنی بہن کا کرتی ہے۔ پس اس صورت مین دینا مہر کا اس کے شوہر کو پہنچتا ہے یا نہین۔ اور دعوے اس کی بہن کا درست ہے یا نہین بینوا توجروا

الجواب۔ صورت مرقومہ جبکہ شخص مذکور نے اپنی زوجہ کے مہر مین ایک جایداد بخشدی اور

اس کی بی بی نے بعد اس کے بخوشی اپنے شوہر کو چند اشخاص کے روبرو اپنا مہر معاف کر دیا تو اب شخص مذکور کو دینا مہر کا نہیں پہنچتا اور دعوے مہر اس کی سالی کا نادرست ہے واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ سید شریف حسین عفی عنہ۔ سید محمد نذیر حسین

مسئلہ۔ درصورتیکہ ولی اقرب باوجود خاطب ہمکفو وصلح و ذی معاش کے نکاح کر دینے میں تعلل وحیلہ وحوالہ کرتا ہو یا مانع ہو تو ولی ابعد کو نکاح کر دینا بلاریب پہنچتا ہے کیونکہ جب ولی اقرب اس صورت میں متعلل یا مانع ہوا تو ولایت سے معزول ہوا اور ولی ابعد مستحق نکاح کر دینے کا ہوا

وتثبت للابعد من اولیاء النسب التزویج بعضل الاقرب ای بامتناعہ عن التزویج اجماعا خلاصۃ کذا فی تنویر الابصار والدر المختار۔ سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت بالغہ صالحہ کو اس کے خاوند نے بسبب بدوضعی اپنی کے چھوڑ دیا اور ماں اور بھائی کے گھر میں آ بیٹھی۔ اس کے بھائی وغیرہ کی نیت بہ سبب خدمت کرنے گھر ان کے کی یہ معلوم ہوئی کہ اس کا نکاح ثانی نہ ہونے دیں اور وہ تکلیف میں تھی بہ سبب خدمت گذاری کے اور نہ فرصت پانے کے عبادت کیلئے اور نہ میسر ہونے کپڑے وغیرہ یا محتاج کے۔ پس اس عورت نے ناچار ہو کر ایک پٹھان صالح سے کہ حاجی بھی ہے اور امام مسجد کا بھی ہے اور لڑکے بھی پڑھاتا ہے نکاح کر لیا اور اس عورت کے باپ وغیرہ بھی پٹھان ہیں زمیندار قرابتی چودھری گاؤں کے۔ پس اس صورت میں حنفی مذہب کے رو سے یہ دونوں کفو ہیں یا نہیں اور نکاح اس عورت کا اس پٹھان سے بے اجازت بھائی وغیرہ کے صحیح ہوا یا نہیں۔ اور بھائی وغیرہ کو فسخ کرانا اس نکاح کا پہنچیگا یا نہیں بینوا توجروا فقط۔

الجواب۔ درصورت مرقومہ معلوم کیا چاہئے کہ عند الحنفیہ اعتبار کفاءت کا عرب میں ہے از روئے نسب کے اور عجمیوں میں ہم کفو ہونا باعتبار اسلام اور دیانت اور حریت کے ہے نہ بنظر نسب کے اس لئے کہ عجم والوں نے ضائع کیا نسب اپنا۔ پھر اس صورت میں صحیح ہونے نکاح عورت بالغہ صالحہ عاقلہ کے عند الحنفیہ بحضوری شاہدین ایک پٹھان صالح کے ساتھ کچھ شک و شبہ نہیں کیونکہ پٹھان پٹھان آپس میں ہم کفو ہیں اور نکاح کرنا حرہ عاقلہ بالغہ کا بغیر اجازت ولی ہمکفو میں جائز ہے۔ ولی کو اس سے تعرض فسخ کا نہیں پہنچتا۔ اور جو غیر کفو میں کرے تو اہل عرب کو اعتراض پہنچتا ہے اور اہل عجم کو نہیں پہنچیگا۔ اس واسطے کہ عجمیوں نے نسب کو ضائع کیا۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ عجم والوں کو اسلام اور حریت پر افتخار ہوتا ہے نہ نسب پر۔ لہذا بھائی اس کے کو تعرض اور دعوے فسخ نکاح اس کے کا نہیں پہنچتا ہے

انما خص الکفاءۃ النسب بالعرب لان العجم ضیعوا انسابہم الی آخر ما فی شرح الوقایۃ۔ نفذ نکاح حرۃ

مکلفۃ بلا ولی عند ابی حنیفۃ وابی یوسف فی ظاہر الروایۃ کذا فی الفتاوی العالمگیریۃ وتعتبر الکفاءۃ فی الحریۃ والاسلام فی حق العجم لانہم کانوا الفتخرون بہما دون النسب کذا فی التبیین کذا فی العالمگیریۃ - واما فی العجم فتعتبر حریۃ واسلاما کذا فی الدر المختار ولا یعتبر النسب فی العجم لانہم ضیعوہ کذا فی شرح الملتقی کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم بالصواب

سید محمد نذیر حسین ۱۲۷۰	نوازش علی	محمد ضیاء الدین ۱۲۴۱

محمد کریم اللہ ۱۲۴۱	فقیر احمد سعید احمدی ۱۲۵۵	سید محبوب علی جعفری	سید رحمت علی

سوال - علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کیا ارشاد فرماتے ہین کہ حامد نے اپنی کسی عزیزہ کی نسبت محمود سے کر کے یہ استدعا کی ہے کہ اس کے نان نفقہ اور مہر کی بابت تحریر کر دو - محمود کہتا ہے کہ لکھکر دینا بدعت و ناورست ہے اس واسطے مجھ کو منظور نہین ہے پس شرع شریف کے علماء سے استدعا ہے کہ فی الواقع مہر کا عذا ور نان نفقہ کا اقرار نامہ لکھنا نادرست وگناہ ہے بینوا توجروا

الجواب - درصورت مرقومہ معلوم کرنا چاہیئے کہ مہر کا عذا ور نان نفقہ کا اقرار نامہ لکھنا شرعاً درست ہے گناہ و نادرست ہرگز نہین ہے - اس واسطے کہ اللہ صاحب نے فرمایا ہے کہ جب کوئی معاملہ قرض وغیرہ کا کرو تو اس کو لکھو جیسا کہ پارہ تلک الرسل سورہ آل عمران مین لکھا ہے " یا ایہا الذین آمنوا اذا تداینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوہ الآیۃ - واللہ اعلم بالصواب -
حررہ سید شریف حسین عفی عنہ -

سید محمد نذیر حسین	ز شرف سید کونین شد شریف حسین	خادم شریعت رسول الثقلین محمد تلطف حسین

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ ایک شخص ایسا بیدین ہے کہ اپنی زوجہ کو نماز پڑھنے نہین دیتا - اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اقوال کو صراحتاً اور صاف صاف یہ کہتا ہے کہ ہم نہین مانتے تو اب یہ استفسار ہے کہ اس سے اس کی عورت کے نکاح مین شرعاً کچھ فتور آیا یا نہین - اور اس عورت کو اس کے یہان بھیجنا شرعاً روا رہا یا نہین بینوا توجروا

الجواب - جاننا چاہیئے کہ اقوال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو صراحتاً اور صاف صاف کہدینا کہ ہم نہین مانتے صاف کفر وارتداد ہے کیونکہ یہ احکام آوردہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو نہ ماننا اور ان سے انکار کرنا ہے اور فقہا نے اس کو کفر وارتداد لکھا ہے چنانچہ رد المحتار حاشیہ در مختار مین ہے - قال فی الشفاء قال ابو حنیفۃ واصحابہ من رد محمدا صلے اللہ علیہ وسلم

او کذب بہ فهو مرتد حلال الدم الا ان یرجع انتہی اور بحر الرائق مین ہے۔ من لم یرض بسنۃ من سنن المرسلین علیہم الصلوۃ والسلام فقد کفر انتہے۔ اور کتب فقہ مین لکھا ہے کہ جس عورت کو اس کے شوہر کے ارتداد کی خبر ایک ثقہ شخص سے پہنچ جاوے تو نکاح اس کا ٹوٹ جاتا ہے اور عدت کے بعد اس کو اور سے نکاح کرنا جائز ہو جاتا ہے تنویر الابصار متن درمختار مین ہے۔ اخبرت بارتداد زوجها فلها التزوج باٰخر بعد العدة۔ شامی مین ہے قولہ اخبرت بارتداد زوجها ای من رجلین او رجل وامراتین علی روایۃ السیر وعلی روایۃ کتاب الاستحسان یکفی خبر الواحد العدل لان حل التزوج وحرمتہ امر دینی کما لو اخبر بموتہ والفرق علی الروایۃ الاولے ان ردۃ الرجل تعلق بها استحقاق القتل کما فی شرح السیر الکبیر للسرخسی ونقل المصنف عنہ ان الاصح روایۃ الاستحسان ومثلہ فی الشرنبلالیۃ معللا بان المقصود الاخبار بوقوع الفرقۃ لا اثبات الردۃ انتہے۔ پس صورت مرقومہ مین معلوم ہو کہ نکاح ٹوٹ گیا اور اس عورت کو اس شخص بیدین کے یہان بھیجنا روا نہین اور اس عورت کا نکاح کسی اور مرد صالح سے کر دینا درست ہے۔ واللہ اعلم بالصواب حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ۔

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہین علماے دین ومفتیان شرع متین زادہم اللہ شرفا وتعظیما۔ اس مسئلہ مین کہ جس قدر نقدی اور زیور جوڑہ اور بری وغیرہ تحفہ تحائف ولی زوجہ زوجہ کے نام سے اس کے زوج سے لیکے بوقت نکاح اور قبل اور بعد مین اپنے اور اپنی بیٹی کے تصرف مین بیدریغ لاتے ہین اور عقد اپنی بیٹی کا ساتھ شوہر معین کے بتعیین مہر کثیر بغرض طمع فوائد اپنے بہزار رد وکد کہ جس کے ادا سے شوہر زوجہ کا علی الدوام تا مرگ عاجز رہ کے مفت مواخذہ دار عند اللہ ٹھیرتا ہے ٹھیراتے ہین۔ ابھی اس خاوند زوجہ نے قرضہ بارگران وطلب زر کثیر والیان زوجہ سے فرصت نہین پائی کہ بار نان ونفقہ بذمہ زوج کے بیوی کا عائد ہوا لامحالہ بحالت مایوسی وغیر مایوسی بسبیل ادائے دین زر مہر بذمہ شوہر کے واجب آئی۔ آیا وہ نقدی وزیور وجوڑہ وبری وغیرہ تحفہ تحائف جس کو ولی زوجہ اپنی بیٹی کے نام سے اسکے خاوند سے لیکے برت برتا چکے جو کچھ بیٹی برت چکی و یا ولی برت رہے ہین خواہ برت چکے وہ سب قیمت روپیہ شوہر اپنے قرضہ مہر کہ جس کے وصول کی صورت واسطے شوہر کے اور کوئی نہین مجرا لے سکتا ہے یا نہین۔ اور نقدی وزیور وجوڑہ وبری وغیرہ تحفہ تحائف کا حق رقم مہر سے وضع پانے کا مستحق ہو سکتا ہے۔ یا نہین بینوا توجروا۔

الجواب۔ درصورت مرقومہ شوہر کیون زیادہ اپنے مقدور سے مہر اپنے ذمہ قبول کرتا ہے اور جب قبول کر لیا تو دینا پڑیگا۔ اور وقت عقد نکاح جوڑا وزیور و دیگر اسباب بری جو چڑھایا تھا کہہ دیا کہ عوض مہر کے ہے اور یہ اشیا مہر مین مجرا ہونگی تو مہر مین شمار ہوتے ورنہ سوا ان

دستور و رواج کے یہ اشیا ہدیہ مین شمار ہونگی عرفاً المعروف کالمشروط کذا فی کتب الفقہ واللہ اعلم بالصواب۔ سید محمد نذیر حسین ۔ سید محمد عبد السلام غفرلہ

جواب ہذا صحیح ہے۔ حسبنا اللہ بس حفیظ اللہ۔

سوال۔ کیا حکم ہے اس مسئلہ کا کہ یتیمہ کی شادی قبل بلوغ کے کوئی عصبہ اس کا مثلاً چچا و حقیقی بھائی وغیرہ یا کوئی ذوالرحم مثلاً نانا وغیرہ حسب شرع کر سکتا ہے یا نہین۔ سوال دوم فقرا کو قربانی کی کھال دینا چاہیئے یا اس کو بیچ کر اس کی قیمت بھی دینا جائز ہے۔ اگر وقت پر مساکین نہ ہون تو کیا کرے بینوا توجروا +

الجواب۔ یتیمہ کا نکاح قبل بلوغ جائز ہے لیکن بعد بلوغ کے اس کو خیار فسخ کا حاصل ہے زاد المعاد صفحہ ۱۶۷ جلد ۲ مین ہے۔ وقضی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان الیتیمۃ تستامر فی نفسہا ولا یتم بعد احتلام فدل ذلک علے جواز نکاح الیتیمۃ قبل البلوغ وہذا مذہب عائشۃ رضی اللہ عنہا وعلیہ یدل القرآن والسنۃ وبہ قال احمد رح وابوحنیفۃ رح وغیرہما قال تعالے ویستفتونک فی النساء قل اللہ یفتیکم فیہن وما یتلی علیکم فی الکتاب فی یتامی النساء اللاتی لا تؤتونہن ما کتب لہن وترغبون ان تنکحوہن قالت عائشۃ رضی اللہ عنہا ہی الیتیمۃ تکون فی حجر ولیہا فیرغب فی نکاحہا ولا یقسط لہا سنۃ صداقہا فنہوا عن نکاحہن الا ان یقسطوا لہن سنۃ صداقہن وفی السنن الاربعۃ عنہ صلے اللہ علیہ وسلم الیتیمۃ تستامر فی نفسہا فان صمتت فہو اذنہا وان ابت فلا جواز علیہا ا ہ یہ ہم بھی تسلیم کرتے ہین کہ یہان یعنی حدیث مذکور مین یتیمہ سے مراد یتیمہ بالغہ ہے۔ لیکن اس سے یہ لازم نہین آتا کہ یتیمہ غیر بالغہ کا نکاح جائز نہین ہے دیکھو حدیث البکر تستاذن مین مراد بکر سے بکر بالغہ ہے لیکن اس سے یہ لازم نہین آتا کہ بکر غیر بالغہ کا نکاح جائز نہین ہے بلکہ باتفاق ائمہ بکر غیر بالغہ کا نکاح درست ہے۔ پس یہی حالت یتیمہ غیر بالغہ کی ہے اور ان دونون مین کوئی وجہ فرق کی بھی نہین ہے خلاصہ یہ کہ یتیمہ ہو یا بکر اگر وہ بالغہ ہین تو اولیا کو بدون استیمار اور استیذان کے نکاح کرنا درست نہین ہے اور اگر بالغہ نہین ہین تو اس صورت مین اولیا بدون استیمار اور استیذان کے نکاح کر سکتے ہین۔ یہی ہے مطلب حدیثین مذکورین کا نہ یہ کہ بلوغت نکاح کے لئے شرط ہے۔ جس طرح بکر کیلئے بلوغت شرط نہین ہے اسی طرح یتیمہ کیلئے بھی شرط نہین ہے واللہ اعلم بالصواب۔ جواب سوال دوم۔ قربانی کی کھال کو بیچ کر فقرا کو نہ دے کیونکہ صاحب قربانی کو بیچنا کھال قربانی کو باتفاق ائمہ اربعہ نادرست ہے اور یہی امر نص حدیث ثابت ہے۔ مسند امام احمد مین ہے۔ واستمتعوا بجلودہا ولا تبیعوہا اور بیہقی کے سنن کبری مین ہے من باع جلد اضحیتہ فلا اضحیۃ لہ ان کے علاوہ اور بھی دلائل ہین لیکن جس جگہ فقرا

میسر نہ آتے ہوں اور چمڑے کے تلف کا خوف ہو تو کھال کو بیچ ڈالنا مضائقہ نہیں اس واسطے کہ بناء شرع کی جلب مصالح و دفع مفاسد پر ہے واللہ اعلم۔ کتبہ محمد علی ابو المکارم غفر اللہ لہ ولوالدیہ ۲۔ ربیع الاول ۱۳۱۲ھ۔

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ عند الحنفیہ روافض فاسق ہیں یا کافر اور مناکحت ساتھ روافض کے چاہئیے۔ یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب۔ روافض نزدیک بعض علمائے حنفیہ متاخرین کے کافر ہیں اور نزدیک متقدمین کے کافر نہیں ہیں بلکہ فاسق اور اہل الاہواء و اہل بدعت قبیحہ سے ہیں بدلیل قبول شہادت اہل اہواء کے چنانچہ تمام متون و شروح و فتاوے معتبرہ حنفیہ میں مذکور ہے۔ مسلم الثبوت میں لکھا ہے۔ ومن ہہنا لم یکفر الروافض وضروریات الدین خارجۃ انتہی کلامہ مختصرا۔ وتقبل شہادۃ اہل الاہواء الا الخطابیۃ وقال الشافعی لا تقبل لانہ اغلظ وجوہ الفسق ولنا انہ فسق من حیث الاعتقاد وما اوقعہ فیہ الا تدینہ فیمتنع عن الکذب وصار کمن یشرب المثلث او یاکل متروک التسمیۃ عامدا مستبیحا لذلک بخلاف الفسق من حیث التعاطی اما الخطابیۃ فہم قوم من غلاۃ الروافض یعتقدون الشہادۃ لکل من حلف عندہم وقیل یرون الشہادۃ لشیعتہم واجبۃ فتمکنت التہمۃ فی شہادتہم لظہور فسقہم انتہی۔ ما فی الہدایۃ وہکذا فی النہایۃ والکفایۃ والدر المختار والشرح الوقایۃ۔ ولم یعلل احد لعدم قبول شہادتہم بالکفر کما تری نعم استثنوا الخطابیۃ لانہم یرون شہادۃ الزور لاشیاعہم او للمخالف وکذا نص المحدثون علی قبول روایۃ اہل الاہواء فہذا تیقن ان سب عامۃ الصحابۃ وتکفیرہم بناء علی تاویل لہ فاسد فعلم ان ما ذکرہ فی الخلاصۃ من انہ کافر قول ضعیف مخالف للمتون والشروح بل ہو مخالف لاجماع الفقہاء کما سمعت وقد الف العلامۃ ملا علی القاری رسالۃ فی الرد علی الخلاصۃ وبہذا تعلم قطعا ان ما عزی الی الجوہرۃ من الکفر مع عدم قبول التوبۃ علی فرض وجودہ فی الجوہرۃ باطل لا اصل لہ ولا یجوز العمل بہ وقد مر انہ اذا کان فی مسئلۃ خلاف ولو روایۃ ضعیفۃ فعلی المفتی ان یمیل الی عدم التکفیر فکیف یمیل ہنا الی التکفیر المخالف للاجماع فضلا عن میلہ الی قتلہ وان تاب وقد مر ایضا ان المذہب قبول توبۃ ساب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم فکیف ساب الشیخین والعجب من صاحب البحر حیث تساہل غایۃ التساہل فی الافتاء بقتلہ مع قولہ وقد الزمت نفسی ان لا افتی بشیء من الفاظ التکفیر المذکورۃ فی کتب الفتاوے نعم لا شک فی تکفیر من قذف السیدۃ عائشۃ رض او انکر صحبۃ الصدیق او اعتقد الالوہیۃ فی علی او ان جبرئیل غلط فی الوحی او نحو ذلک من الکفر الصریح المخالف للقرآن ولکن لو تاب تقبل توبتہ ہذا خلاصۃ ما حررناہ فی کتابنا تنبیہ الولاۃ والاحکام وان اردت الزیادۃ فارجع الیہ واعتمد علیہ ففیہ الکفایۃ لذوی

الدرایۃ کذا فی رد المحتار علے الدر المختار للعلامۃ السید امین الدین الشامی - اور مناکحت ساتھ روافض کے ہرگز نہ چاہیئے اس واسطے کہ یہ مبتدع اور فاسق ہین نزدیک جمہور علما کے اور فاسق مبتدع ہم کفو سنی کا نہین ہوتا - وتعتبر فی العرب والعجم دیانۃ ای تقوی فلیس فاسق کفوا لصالحۃ کذا فی الدر المختار قولہ فلیس فاسق کفوا لصالحۃ کمبتدع فانہ لیس کفوا لسنیۃ قہستانی کذا فی الطحطاوی حاشیۃ الدر المختار اقول ہذا علی مذہب المتقدمین ولا یجوز النکاح علے مسلک بعض المتاخرین بناء علے کفر الروافض کما لا یخفی علے الماہر بالفقہ واللہ اعلم بالصواب حررہ السید محمد نذیر حسین عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

سوال - زید کی مان یعنی فاطمہ ہندہ کے پہلے شوہر کے نکاح مین تھی اب وہ شوہر مرگیا بعد چندے زید نے ہندہ مذکورہ سے اپنا نکاح کرلیا یہ عقد صحیح ہوا یا نہین بینوا توجروا +

الجواب - درمیان زید اور شوہر اول ہندہ کے رشتہ حقیقی پایا نہین جاتا بلکہ شوہر مذکور زید کا سوتیلا باپ ہوا اس لیئے کہ مان زید کی اس کے نکاح مین تھی وعلے ہذا القیاس زید کا ہندہ سے بھی کچھ رشتہ نہین وہ دونون محض اجنبی ہین اور آیۃ احل لکم ما وراء ذلکم مین داخل پس نکاح کرلینا زید کا ہندہ سے ازروے شرع شریف درست وصحیح ہے واللہ اعلم بالصواب -

سید شریف حسین | سید محمد نذیر حسین

سوال - ایک بیوہ عورت سے ایک شخص نے نکاح کیا اور اس عورت کے پہلے شوہر سے ایک لڑکی تھی اس سے اپنے لڑکے کا نکاح جو دوسری زوجہ سے تھا کردیا تو یہ نکاح شرعا درست ہے یا نہین بینوا توجروا +

الجواب - صورت مسئول عنہا مین نکاح درست اور صحیح ہے کیونکہ اس لڑکے اور لڑکی کے درمیان مین کوئی علاقہ حرمت کا نہین پایا جاتا واللہ اعلم حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

سوال - ایجاب وقبول رکن نکاح ہے یا نہین اگر ایجاب اول نہ ہوا اور قبول پایا جاوے تو نکاح منعقد ہوگا یا نہین اور ایجاب کے کیا معنے ہین بینوا توجروا +

الجواب - ایجاب وقبول دونون رکن نکاح ہین - اگر ایجاب اول نہ ہوا اور قبول پایا گیا یا ایجاب ہوا اور قبول نہین پایا گیا تو نکاح منعقد نہین ہوگا اور انعقاد نکاح کے لیئے پہلے جو لفظ بولا جائے اسی کو ایجاب کہتے ہین عورت کی جانب سے ہو یا مرد کی جانب سے - اور اسکے جواب کو قبول کہتے ہین - اما رکنہ فالایجاب والقبول کذا فی الکافی وغیرہ - والایجاب ما یتلفظ بہ اولا من ای جانب کان والقبول جوابہ ہکذا فی العنایۃ والعالمگیریۃ وغیرہما -

سید محمد نذیر حسین

سوال - ایک عورت کو حمل زنا کا رہا تو اس سے ایسی حالت مین یعنی حالت حمل مین اگر کوئی شخص نکاح کرے تو درست ہے یا نہین -

الجواب - عند الحنفیہ درست ہے - وان تزوج حبلی من الزنا جاز النکاح کذا فی الهدایۃ وہکذا فی الدر المختار وغیرہ - واللہ اعلم بالصواب - حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ -

سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین ومفتیان شرع متین اس صورت مین کہ نجومی سے ساعات نیک دریافت کرنا واسطے نکاح کے اور سہرہ اور پھول کا ہار نوشہ اور دلہن کے سر پر باندھنا اور گلے مین دینا اور کنگنا باندھنا دونون کے ہاتھون مین - اور جلوہ کرنا - اور دولہ کے سر پر آنچل اور دلہن کے سر دستار رکھنی - اور نر انگشت کو دودھ یا پانی سے دھوکر پلانا - اور مصری کی ڈلیان دلہن کے اعضاء پر رکھ کے نوشہ کے منہ سے اٹھوانا - اور گالیان مغلظ دینی اور مہندی لگانی مرد کو اور مزامیر ورقص اور رسمیات کے ساتھ عقد نکاح کا کرنا درست ہے یا نہین - اگر کسی نے ان رسمون مذکور کے ساتھ نکاح کیا تو علاقہ زوجیت کا باقی رہا یا نہین - اور اگر اسی حالت مین اس عورت سے اولاد پیدا ہوئی تو اس اولاد کو نسبت طرف حلال زادگی یا حرام زادگی کی تصور کی جاوے - اور وہ عورت دین مہر اپنا پا سکتی ہے یا نہین - اور وہ اولاد مالک میراث کی ہوگی یا نہین - اور اگر اس عورت کو بدون طلاق دیئے اسکے شوہر کے دوسرا شخص اپنے عقد مین لاوے تو درست ہوگا یا نہین - اور اگر بالفرض تمام مضمون مذکورہ بالا حالت ناواقفیت مین ہو چکے ہون تو اب ان سب امور مسطورہ بالا مین کیا حکم ہے - اور اب ان رسومات مذکورہ کی برائیان علمائے دین سے سن کر نکاح تجدیداً اسی بی بی اپنی سے کر لیوے تو درست ہے یا نہین بینوا توجروا ؛

الجواب - نجومی کے کہنے پر چلنا اور اس کے حکم کی تابعداری کرنی درست نہین بلکہ حرام ہے - اور اس کے قول کی تصدیق کرنی اور یقین لانا کفر ہے - اسلئے کہ نجومی اکثر خبر آئندہ کی یقینا بتلاتا ہے اور لوگ اس کے کہنے پر شادی وغیرہ مین از روئے اعتقاد یقینی کے عمل کرتے ہین - اور خلاف اس کا سبب ضرر اور ادبار اپنے کا جانتے ہین تو اس مین دعوے علم غیب کا پایا جاتا ہے اور علم غیب صفت خاص خداوند تعالی کی ہے اور سوا اللہ تعالے کے کسی کو علم غیب معلوم نہین - لقولہ علیہ السلام

من اتی کاہنا فصدقہ فیما قال فقد کفر بما انزل علی محمد - لا یعلم الغیب الا اللہ لیا الجرقی لاالانس

کذا فی فتاوی قاضی خان وغیرہ من کتب الفقہ۔ اور فرمایا آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نجومی کاہن ہے اور کاہن ساحر ہے اور ساحر کافر ہے۔ مشکوۃ شریف مین روایت کی ہے ابن عباس نے

ان تصدیق الکاہن بما یخبر من الغیب کفر لقولہ تعالی لا یعلم الغیب الا اللہ ولقولہ صلی اللہ علیہ وسلم من اتی کاہنا فصدقہ فیما قال فقد کفر بما انزل علی محمد قال النووی الحدیث یشمل الکاہن والعراف والمنجم فلا یجوز اتباع المنجم والرمال کذا فی شرح فقہ اکبر للملا علی القاری وغیرہ من کتب العقائد۔ اور سہرہ اور پھول کا ہار بہ سبب مشابہت کفار کے جائز نہین چنانچہ اربعین مسائل مین لکھا ہے عبارت اسکی بعینہ نقل کی جاتی ہے۔ اما سہرہ کہ از گل تیار می کنند آنہم بسبب مشابہت کفار جائز نیست۔ بلکہ ہار گل کہ بر سر نوشہ و عروس وقت نکاح یا بعد ازان می بندند بدعت است و مشابہت با گبران واز مشابہت کافران وگبران احتراز لازم است چنانچہ در کتاب مرآۃ الصفا کہ بطور فتاوی است مینویسد گل بر سر خاطب بستن و دستارچہ بر سر داشتن بدعت است و بعضے گفتہ کہ این رسم گبران است انتہی اور سید آدم بنوری نے بیچ کتاب اپنی کے کتاب علم الہدی سے نقل کیا ہے کہ دولہ کے سر پر آنچل اور دلہن کے سر پر دستار رکھنی موجب گناہ اور بدعت اور لعنت کا ہے چنانچہ عبارت اس کی یہ ہے۔ بدانکہ ازین فعل ہر دو ملعون می شوند زیراکہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرمودہ اند کہ لعنت خدا بر مردے کہ خود را مانند زنان کند ولعنت خدا بر زنیکہ خود را مانند مردان کند چنانچہ در اربعین مسائل مذکور است اور اسی طرح سے انگشت تر کو دودھ یا پانی سے دھو کر پلانا اور مصری کی ڈلیان دلہن کے اعضا پر رکھکے نوشہ کے منہ سے اٹھوانا اور گالیان مغلظ دینی اور مہندی لگانی مرد کو حرام و بدعت ہے اور رسم گبرون کی ہے چنانچہ اربعین مسائل مین مرآۃ الصفا وغیرہ سے نقل کیا ہے۔ انگشت تر مخلوط بہ از شیر و آب می شویند و خاطب را می نوشانند این نیز از رسوم گبران است وہم کفر و پارہ نبات بر اندام زن می نہند و مرد آن را بدہن خود می گیرد درین افعال فاسق می شوند و آن نیز از رسوم گبران است و مشابہت بکبار پایان وارد تمام شد عبارت اربعین مسائل اور مزامیر اور رقص حرام ہے سننا اسکا اور اس مجلس مین بیٹھنا۔ اور سننے والا راگ و مزامیر کا اور دیکھنے والا ناچ کا فاسق اور مردود الشہادت ہوتا ہے خواہ عقد نکاح مین ہو یا غیر عقد نکاح مین چنانچہ تمامی کتب فقہ مین مذکور ہے۔ اب معلوم کرنا چاہیے کہ رسومات مذکورہ مانند سہرہ وغیرہ سوا کنگنہ کے منجملہ شرائط ولوازم و شعار دینی کفار سے نہین ہین کہ جس کے کرنے سے کفر و ارتداد واقع ہو لیکن کرنیوالا ان رسومات کا فاسق اور مشابہت کرنے والا ساتھ افعال کفار کے ہو جاتا ہے کیونکہ مضمون حدیث من تشبہ بقوم فہو منہم مین داخل ہے اور یہ حدیث عام ہے جس کے ساتھ تشبہ کریگا اس کے ساتھ تشبہ حاصل ہوگا ای من تشبہ بالکفار وغیرہ فی اللباس او بالفساق او باہل التصوف او بالصلحاء فہو منہم کذا فی مجمع البحار

وشرح المشکوۃ۔ اور جبکہ رسم سہرہ پھول وغیرہ کی شعار دینی ہنود سے نکاح مین نہ ہوئی تو مسلمان بمجرد کرنے
ان رسمون کے اگرچہ علم رکھتا ہو کہ یہ رسومات کفار سے ہین کافر و مرتد نہین ہونیکا۔ کیونکہ مدار کفر کا شعار
دینی پر ہے فالمدار علی الشعار کذا فی شرح فقہ اکبر وغیرہ۔ پس ان رسومات کے کرنیسے نکاح ہو جاتا ہی
مگر برکت اور رضامندی خدا و رسول کی اس طرح کے نکاح مین نہ ہوگی۔ اس صورت مین اجتناب ان
رسومات سے ضرور ہے۔ اور جب ان رسمون کے کرنیسے نکاح صحیح ہوگیا تو سارے احکام نکاح کے
مانند ثبوت نسب اور میراث وغیرہ جاری ہون گے اور مرتکب ان امور مذکورہ کا دائرہ اسلام سے
خارج نہ ہوگا۔ اور زوجہ اس کی بغیر طلاق کے نکاح اُسکے سے باہر نہ ہوگی اور غیر کو بدون طلاق
دیئے اسکے نکاح کرنا حرام ہوگا۔ پھر بھی باوصف اسکے بنابر احتیاط کے تجدید نکاح کر لینا اولیٰ و
افضل ہی۔ اب باقی رہی کنگنہ کی تحقیق سو رسم کنگنہ کی ہنود کے نزدیک لوازم نکاح اور شرائط اسکے
سے ہے یعنی جبتک کنگنہ نہ بندھا ہو تو عورت کو اختیار ہے خواہ نکاح اپنا کرے یا نہ کرے اور
جب کنگنہ بندھا تو نکاح گویا ہو چکا۔ اس عرصہ مین دولہ اگر نکاح کیلئے آیا اور وہ قضائے الہی
سے مرگیا تو متقدمین کفار کے مذہب مین نکاح اسکا ہوگیا بطور بیوہ کے بیٹھی رہے گی۔ اور
متاخرین کے نزدیک یہ ہے کہ اسکے لئے شوہر دوسرا قرار دیکر جلدی اس کا نکاح کردین گے
اور فائدہ باندھنے کنگنہ سے یہ ہے کہ بعد باندھنے کنگنہ کے نکاح سے باز نہین رہتے خواہ مخواہ نکاح اسکا
کر دیتے ہین۔ اور تیرہ چیز لوازم و شرائط نکاح سے نزدیک ہنود کے ہین منجملہ ان شرائطون کے ایک کنگنہ
باندھنا ہے کہ بغیر باندھے اس کے نکاح ان کے دھرم کے موافق نہین ہوتا جیساکہ پریم ساگر اور رام دتی
اور چنتامنی اور گنپت مہورت اور دھرم شاستر وغیرہ مین مذکور ہے اب اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ رسم
کنگنہ باندھنے کی موجب کفر اور ارتداد کی ہے لیکن جن لوگون نے زمانہ گذشتہ مین جہالت اور نادانی
سے اس رسم کو کیا یعنی کنگنہ باندھا اور علم اس کی برائی اور شعار کفار اور کفر ہونیکا نہین رکھتے تھے اور
جہل اور لاعلمی سے مرتکب اسکے ہوئے تو وہ کافر نہ ہوئے بلکہ سب احکام اسلام کے ان پر جاری
رہے یعنی نسب و میراث وغیرہ ثابت ہوگی اور مستحق دعا و استغفار کے ہونگے بعد مرنیکے اس سبب سے
کہ جہل اس مین عذر ہوگا ان کی تکفیر کرنے مین کیونکہ یہ کفر ایسا نہین کہ جس کا معلوم کرنا ضروریات دین سے
ہو اور جو کفر ایسا ہو کہ جس کا جاننا ضروریات دین سے نہین۔ شرع مین جہل اس مین عذر ہوتا ہے
مرتکب اس کے کی تکفیر کرنے مین جیساکہ حموی حاشیہ اشباہ و نظائر وغیرہ مین تفصیلاً مذکور ہے
اور دوسری وجہ عدم تکفیر مین بیچ اس صورت کے یہ ہے کہ جہالت سے اسکے کرنے مین لزوم کفر
کا ہوتا ہے نہ التزام کفر کا اور کافر ہے مسلم التزام کفر مین کیونکہ قصد کفر کا پایا جاتا ہے التزام کفر مین
نہ لزوم کفر مین۔ لان التزام الکفر کفر دون لزومہ کذا فی شرح المواقف وغیرہ من کتب العقائد۔ اور گناہ

جان کر جس کسی نے کنگنہ باندھا وہ بھی کفر و ارتداد سے بچا مگر مرتکب حرام کا ہوا کیونکہ جہل از کفر مانع تکفیر سے اسکے
ہوا۔ ہاں جس شخص نے علما سے برائی اُس کی اور کفر اور شعار کفار ہونے کا اس کے معلوم کیا
اور پھر باوجود علم اس بات کے دیدہ دانستہ اصرار کر کے باندھا یا تحسین اسکی کی تو ایسا شخص بیشک
کافر ہوگا اور سب احکام کفر کے اس پر مرتب ہوں گے کیونکہ اس نے جان بوجھ کر حقیقت کفریہ اسکے
ساتھ باندھنے اسکے کے التزام کفر کیا یا استحسان کفر کا کیا لان التزام الکفر واستحسانہ کفر کذا فی کتب
العقائد۔ اس صورت اخیرہ پر مرأۃ الصفا السنۃ المصطفےٰ مین نافع المسلمین وغیرہ سے عبارت نقل
کی ہے کہ باندھنا کنگنہ کا کفر صریح ہے۔ اور سید آدم بنوری کہ از اجلہ خلیفہ حضرت مجدد الف ثانی
رحمۃ اللہ علیہ کے ہین اپنی کتاب خلاصۃ المعارف مین لکھا ہے کہ سازندہ و راضی شوندہ این کافر
می گردد و آن نکاح از اہل اسلام نباشد و فرزندان نکاح کہ متولد شود نسب آن فرزند ثابت نشود اگر ثابت شود
بحرامزادگی منسوب گردد اھ۔ اور روشن ہے صاحبان علم شریعت پر کہ جو چیز شعار کفار سے ہو
اس کی تحسین کرنی موجب کفر کا ہوتا ہے۔ اتفق مشائخنا ان من رأی امر الکفار حسنا فقد کفر حتے
قالوا فی رجل قال ترک الکلام عند اکل الطعام حسن من المجوس او ترک المضاجعۃ عندہم حالۃ الحیض
حسن فہو کافر کذا فی الحموی حاشیۃ الاشباہ وہکذا فی الفتاوے العالمگیریۃ۔ اور جو کوئی کنگنہ نہ
باندھنے مین فال بد اعتقاد کرے جزما ولیقینا یعنی اگر کنگنہ نہ باندھوں گا تو ضرور نقصان جزما ہوگا۔
تو بھی بے شک کفر اسپر مرتب ہوگا کہ شرک جلی اس طرح کے اعتقاد مین اس سے پایا گیا۔ شیخ عبدالحق
محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ مشکوۃ شریف مین لکھتے ہین کہ یعنی فال بد گرفتن از اعمال مشرکان و
شرک خفی است و اگر بجزم اعتقاد کند کہ البتہ چنین خواہد بود آن خود بیشک کفر است انتہے کلامہ۔
اور کفر اور ارتداد کی صورت مین کوئی اعتراض نہ کرے کہ جب رسم کنگنہ باندھنے سے کفر ہوا اور
نکاح منعقد نہ ہوا تو عورت کو اختیار ہے جس سے چاہے نکاح اپنا کر لے تو یہ اعتراض بیجا ہے
صحیح نہین کیونکہ فقہا لکھتے ہین کہ درمیان زوجین کے کسی وجہ سے دانستہ یا نادانستہ ارتداد واقع
ہو تو مجبور کی جاوے گی وہ عورت نکاح کرنے پر شوہر اپنے سے اور تجدید نکاح کرے گی اسی شوہر
قدیم سے بہرحال آور درست نہین واسطے عورت کے کہ سوائے شوہر پہلے کے اور غیر سے نکاح
اپنا کرے جیسا کہ فتاوی عالمگیری و قاضی خان و در مختار و برجندی وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے
ولو اجرت کلمۃ الکفر علی لسانہا مغایظۃ لزوجہا او اخراجا لنفسہا عن حبالتہ او لاستیجاب المہر بنکاح مستانف
تحرم علی زوجہا فتجبر علی الاسلام ولکل قاض ان یجدد النکاح بادنی شئی ولو بدینار سخطت او رضیت
ولیس لہا ان تتزوج الا بزوجہا کذا فی العالمگیریۃ ولیس للمرتدۃ التزوج بغیر زوجہا و بہ یفتی کذا فی الدر المختار
تجبر علی تجدید النکاح مع الزوج کذا فی الطحطاوی۔ اب واجب و لازم ہے مرد و عورت پر جنہوں نے

کنگنہ باندھا تھا کہ اس سے توبہ اور استغفار کرکے تجدید نکاح اپنا کریں اور آیندہ سے ان رسومات بدعیہ شرکیہ کو کہ طریقہ جاہلیت سے ہیں موقوف کردیں کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ نہایت دشمن رکھتا ہے اللہ تعالے اس شخص کو کہ ڈھونڈھے اسلام میں طریقہ کفار کو جیساکہ مشکوۃ شریف میں صحیح بخاری کی اس مضمون کی حدیث موجود ہے واللہ اعلم بالصواب فاعتبروا یا اولی الالباب حررہ السید محمد نذیر حسین عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

فیصلہ- آج تاریخ شانزدہم ماہ جمادی الاولی روبرو مولوی محمد قطب الدین خان صاحب اور روبرو ہمارے درپیش ہوا مقدمہ متنازع فیہا درباب خریداراضی کہ درمیان حافظ نقشبند خان صاحب و مرزا مراد بیگ صاحب کے تنازع تھا اور واسطہ فیمابین دونوں کے میان احمد علی صاحب تھے- اور اظہار میان احمد علی صاحب کا یہ ہے کہ نیلام میں اراضی بذات خود خریدکی میں نے اور اس میں خواہش دونوں فریقین کی نہ تھی بلکہ ازخود میں نے خریدی ولیکن نویسندہ متصدی سے کہدیا کہ نام نقشبند خان کا اور مرزا مراد بیگ کا لکھ لینا. متصدی نے نقشبند خان کا نام لکھ لیا مرزا مراد بیگ کا نام نہ لکھا- بعد ازاں میں نے وہاں سے آکر زوجہ حافظ نقشبند خان اور مرزا مراد بیگ سے کہا کہ میں نے اراضی اپنے نام سے خریدکی ہے تم دونوں اراضی مذکورہ کو خریدلو بہتر یہ ہے کہ جس طرح سے تم دونوں کرایہ دیتے تھے اسی طرح خرید کرلو- اسپر زوجہ حافظ صاحب نے کہا نصفی زمین میں نے خریدکی اور نصفی مراد بیگ خریدلیں گے مگر مرزا مراد بیگ نے اس جلسہ خاص میں کچھ جواب نہ دیا- پھر اس مجلس سے ہم تو متفرق ہوئے بعد ازاں برادر مراد بیگ نے ارادہ کیا کہ ہم خرید کریں گے اس نے بھی خرید نہ کی انتہا ہوا کلام میان احمد علی کا- اور نیز اوروں سے انکار مراد بیگ کا پایا جانا واضح ہو بعدہ زوجہ حافظ مذکور نے کل روپے حاجی علی جان صاحب سے بنام شوہر اپنے قرض لیکر معرفت مرزا مراد بیگ کے سرکار میں بھجوا دئے پھر سرکار نے خریدار مستقل حافظ نقشبند خان کو جان کر رسید زرثمن مبیعہ اراضی کی بنام حافظ نقشبند خان کے دیدی بعد بیان اور اظہار میان احمد علی کے مرزا مراد بیگ نے کچھ جواب نہ دیا اور خاموش رہے- لہذا حکم شرعی دیا گیا کہ خریدنا مرزا مراد بیگ کا شرعاً ثبوت نہ ہوا اس لئے کہ جب میان احمد علی نے کہا کہ تم اس اراضی کو خرید کرلو تو مرزا مراد بیگ نے جلسہ خاص میں استدعا خریداری کی نہ کی اور اس جلسہ سے چلے گئے تو قبول ان کی طرف سے مجلس خاص میں نہ پایا گیا اور وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے تو خریدنا ان کی طرف سے متحقق نہ ہوا کیونکہ ایجاب اور قبول ایک مجلس میں شرط ہے واسطے انعقاد بیع کے اور یہ مرزا مراد بیگ کی جانب سے مفقود ہے- اور زوجہ نقشبند خان کی طرف سے اس مجلس خاص میں قبول اور خریداری اس کی ثابت ہوئی لہذا انہوں نے زرثمن ادا کردیا تو بیع نقشبند خان

کی طرف سے پائی گئی اور وہ اراضی بحکم بیع ملک حافظ نقشبند خان کی ہوئی شرعاً اور دعوی مرزا مراد بیگ کا باطل ہوا اور قابل سماعت کے شرعاً نہ رہا۔ واذا اوجب احد المتعاقدین البیع فالآخر بالخیار ان شاء قبل فی المجلس وان شاء رده ہذا خیار القبول لانہ لو لم یثبت لہ الخیار یلزمہ حکم البیع من غیر رضاہ واذا لم یفد الحکم بدون قبول الآخر فللموجب ان یرجع عنہ قبل قبولہ لخلوہ عن ابطال حق الغیر الی آخر ما فی الہدایہ وغیرہا من کتب الفقہ واللہ اعلم بالصواب۔

سید محمد نذیر حسین ۱۲۷۰

فیصلہ۔ چونکہ مسمیان عبد الرسول و کریم بخش و نبی بخش و مسماۃ بیگما مدعیان و قادر بخش مدعا علیہ دونوں فریقوں نے اپنی رضا و رغبت سے مجھ کو پنچ مقرر کرکے دعوی مسطورہ کو میرے روبرو پیش کیا سو حسب شرع شریف لکھا جاتا ہے کہ دعوے مدعیان مذکورین کا نسبت چڑھاوا پارچہ و زیور و قیمت دکانیں اڑھائی سو روپیہ و تنور شرعاً باطل ہے اس واسطے کہ کل چڑھاوا مالیت ملکیت زوجہ رحمت اللہ متوفی کہ برادر مسمیان ہے اس میں ان کا کچھ حق نہیں کیونکہ وہ اس کے وارث شرعی نہیں ہیں۔ اور دعوی نسبت دکانیں اس وجہ سے باطل ہے کہ وہ مالیت موروثی زوجہ رحمت اللہ کی ہے اس میں بھی ان کا کچھ حق نہیں ہے۔ رہا تنور سو اس کا ثبوت مدعیان سے نہیں پہنچا ان سب نے قادر بخش مدعا علیہ کے حلف پر حصر رکھا۔ سو مدعی علیہ نے حلف اٹھالیا کہ مجھکو تنور کی خبر نہیں اور نہ میرے پاس ہے لہذا دعوے مدعیان کا شرعاً خارج ہوا اور فیصلہ دونوں میں کرا دیا گیا۔ اب واسطے یادداشت کے یہ تحریر کردی گئی اور دوسری تکرار مسمیان مذکورین کی جھمن مدعی سے یہ تھی کہ مسمیان مذکورین مدعا علیہم و جھمن مدعی نے بعد پنچ قرار دینے میرے کے مدعی نے دعوے پیش کیا کہ میری خالہ یعنی زوجہ رحمت اللہ کہ وہ برادر مسمیان مذکورین کا تھا۔ اس کا مہر تیس روپیہ اور چوتھائی حصہ مکان مشترکہ میں چاہئے اور وہ مکان قبضہ میں مدعا علیہم کے موجود ہے۔ اور وہ فوت ہوگئی اور نیز شوہر اس کا فوت ہوگیا سو مدعا علیہم نے درجواب مدعی یہ بیان کیا کہ حصہ اپنا رحمت اللہ متوفی اپنی حیات میں بدلہ ڈیرھ سو روپیہ کے پاس میاں جان پسر عبد الرسول بھتیجے اپنے کے رکھ گیا ہے۔ اس وجہ سے جھمن مدعی کا کچھ حق نہیں لکھوبات پر ان سے گواہ طلب کئے گئے انہوں نے پانچ گواہ گذرانے ایک میاں جان دوسرا محمد عوض تیسرا نبن چوتھا امیر الدین پانچواں گھسیا۔ پھر ان سب کے اظہار لئے گئے سو ان کا بیان موافق بیان مسمیان کے نہیں پایا گیا۔ پس دعوے جھمن مدعی کا شرعاً صحیح ہے اور رہن کہنا مسمیان کا غلط۔ اور اس اثنا میں ہم نے صلح آپس میں ان کے چاہی مگر مدعا علیہم نے صلح نہیں چاہی اس سبب سے فیصلہ ان کا رہگیا۔ سرکار کو اختیار ہے جیسا رائے میں آوے ویسا کر دے۔ فقط۔ حررہ سید شریف حسین عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

فیصلہ۔ ارباب فطانت پر واضح ہو کہ درباب تنازع بابو محمد و مسماۃ احمدی خانم زوجہ بابو محمد کے منصفوں نے

اظہار دعوے تفصیلی زوجین سے نہ لیا کہ حکم شرعی مطابق دعوے کے نافذ ہوا اور کسی مسئلہ متنازعہ میں بحوالہ کتاب حکم نہ لگایا کہ ناظرین فیصلہ نامہ پر حسن وقبح اس کا ظاہر ہو منجملہ ازان بابت دعوے نفقہ چودہ ماہ مدعیہ کے نہ معلوم کہ منصفون نے کونسی وجہ شرعی سے گیارہ ماہ کا نفقہ ساقط وباطل کیا اور تین ماہ کا نفقہ مدعیہ کو دلوایا۔ اور نیز عذر مدعی علیہ کا اصغا نفرمایا یعنی مدعی علیہ زوج اپنا عذر عدم وجوب نفقہ تین ماہ کا بیان کرتا ہے کہ نفقہ بابت تین ماہ کے کہ جب میری زوجہ برضامندی خود بخانہ والدین اپنے کے رہی یہ رقم کسی عنوان سے بذمہ میرے واجب الادا نہین ہوسکتی اور وجہ ثبوت صریحی میرے پاس واسطے نہ دینے نفقہ کے موجود تھی۔ علماء منصفان نے نہ لی تمام ہوا اظہار مدعی علیہ زوج کا۔ اب منصف صاحبان سے استفسار طلب ہے کہ تم منصفون نے کس وجہ شرعی سے عذر مدعی علیہ زوج کا نہ سُنا اور کونسی وجہ شرعی سے ساٹھ روپے نفقہ کے اُس سے دلوائے کہ مدعی علیہ پر حجت قائم ہو۔ لان الحجج الشرعیۃ ثلثۃ البینۃ او الاقرار او النکول کذا فی کتب الشریعۃ نفقہ زوجہ کا واجب ہے زوج پر جب زوجہ گھر مین زوج کے سکونت پذیر ہو اور رہے وا لا واجب نہین۔ النفقۃ واجبۃ للزوجۃ علی الزوج مسلمۃ کانت او کافرۃ اذا سلمت نفسہا الی منزلہ فعلیہ نفقتہا وکسوتہا والاصل فی ذلک قولہ تعالے لینفق ذو سعۃ من سعتہ ولان النفقۃ جزاء الاحتباس وکل من کان محبوسا بحق مقصود لغیرہ کانت نفقتہ علیہ الی آخر ما فی الہدایۃ وان نشزت فلا نفقۃ لہا حتے تعود الی منزلہ لان فوات الاحتباس منہا کذا فی کتب الفقہ۔ اور جو زوجہ بیمار ہوئی زوج کے گھر مین پھر آئی اپنے باپ کے گھر مین پھر شوہر نے بلایا اپنے گھر تو اگر ایسی بیمار ہو کہ ممکن نہ ہو اس کا آنا ڈولی وغیرہ کی سواری مین تو وہ مستحق نفقہ کی ہوگی اور جو ڈولی وغیرہ مین آسکتی ہو اور نہ آوے تو اُسکا نفقہ شوہر پر واجب نہین وفی الخانیۃ مرضت عند الزوج فانتقلت لدار ابیہا ان لم یمکن نقلہا بمحفۃ ونحوہا فلہا النفقۃ والا لا انتہی ما فی الدر المختار وغیرہ۔ اب منصفان حسب دلائل مذکورہ بالا دعوی مدعیہ پر کار فرما ہون۔ اور بابت دعوے نمبر ۲۔ اشیاء ذیل ظروف چینی وجوڑی پایہ وغیرہ ملکیت بابو محمد مین بھی منصفون نے مطابق شرع شریعت کے تصفیہ نہ فرمایا کیونکہ درصورت دعوے بابو محمد مدعی کے اولاد مدعی سے بینہ طلب ہوتے۔ پس اگر مدعی بینہ عادلہ پیش کرتا تو بیان بینہ سن کر زوجہ مدعی پر اشیاء مذکورہ کے دیدینے کا حکم لگایا ہوتا ودرصورت عدم بینہ مدعی کے زوجہ مدعی علیہا سے حلف لیا ہوتا۔ اگر مدعی علیہا حلف کرلتی اپنے انکار پر تو دعوے مدعی کا ساقط ہوجاتا اور جو حلف سے انکار کرتی تو دعوے مدعی کا ثابت ہوتا اور حق مدعی مدعی علیہا سے دلوایا ہوتا اور صورت حلف دینے کی مدعی علیہا پر اس طرح سے ہوتی کہ منصف لوگ تین شخص کو واسطے حلف لینے مدعی علیہا سے مقرر کرتے ایک شخص ان مین سے مدعی علیہا سے حلف لیتا اور دو شخص گواہ زوجہ کے

حلف کرنے پر ہوتے ہیں اگر زوجہ بابو محمد کی حلف کرتی کہ مین نے ظروف وغیرہ مدعی زوج اپنے کے نہین لئے تو اس صورت مین دعوے مدعی کا ساقط ہوجاتا اور جو حلف سے منکر ہوتی تو دعوی مدعی کا ثابت ہوتا تو اشیاء مذکورہ مدعی علیہا سے لیکر مدعی کو دلوادی ہوتین یہ ترجمہ بعینہ فتاوے عالمگیری کا ہے فمن شاء فلیراجع الیہا۔ اور والد مختار مدعی علیہا کا حلفاً وعدہ کرناکہ اگر اسباب مسماۃ کے پاس ہوگا تو طلب کرکے حوالہ مدعی کرون گا۔ یہ عند التصفیہ قابل سماعت کے نہین کیونکہ یہ بات مخل و مانع فیصلہ و تصفیہ ہے کیونکہ تقریر مختار مذکور سے بہ سبب تعلیق بالشرط اشیا مذکورہ مطلوبہ کے ہونے نہ ہونے مین ہنوز ثبوت مدعانہ ہوا اور تصفیہ ناتمام رہا۔ متخاصمین نے منصفون کو حسب شرع محمدی کے فیصلہ کرنیکو مقرر کیا تھا نہ اپنی اپنی رائے لگانیکو جیسا کہ ثالث نامہ سے واضح ہوتا ہے اب منصفون پر واجب ہے کہ مدعی ظروف وغیرہ سے بینہ طلب کرین اگر مدعی نے بینہ قائم کیئے تو مدعی علیہا سے ظروف وغیرہ لیکر مدعی کو دلوا دین اور جو مدعی کے پاس بینہ نہ ہون تو مدعی علیہا یعنی زوجہ بابو محمد سے حلف لیکر مقدمہ مرجوعہ کو فیصلہ کردین کہ مقدمہ مذکورہ ایک طرف ہوجاوے اور ادھورا چھوڑنا منصفون کی شان سے بعید ہے۔ علی ہذا القیاس تشخیص و تنقیح قیمت جوڑے کی بھی نہ ہوئی لازم تھا کہ جوڑا وغیرہ طلب کرکے سارے منصف اپنے روبرو تشخیص کرا کر اس کا بھی فیصلہ کرا دیتے مجلس خاص مین یہ بھی ناتمام رہا اور بابت دعوے مہر چار سو روپیے کے بھی کچھ حکم نہ لگایا کہ مطالبہ اسکا بالفعل پہنچتا ہے یا بعد طلاق یا موت احد الزوجین سے واضح ہو کہ مہر مؤجل چار سو روپے کا دعوے بعد طلاق یا موت احد الزوجین کے پہنچتا ہے نہ فی الحال۔ کذا فی العالمگیریۃ وغیرہا واللہ اعلم بالصواب۔ العبد سید محمد نذیر حسین عفی عنہ +

سید محمد نذیر حسین

فیصلہ کمیشن مولوی سید محمد نذیر حسین صاحب

احمد حسین خان وکیل میرٹھ مدعی بنام مغل جان طوائف و عنایت اللہ خان مدعی علیہما

دعوی دلا پانے عورت و زیور اسماۃ

بدریافت مثل معلوم ہوا کہ یہ مسماۃ مغل جان پہلے طوائف پیشہ تھی اور پھر اس نے نکاح شرعی بمقام میرٹھ مدعی سے کرلیا اور ایک سال سے زیادہ اس کے گھر مین آبادرہی چنانچہ اب خانہ مدعی سے نکل آئی اور چاہتی ہے کہ پہلے کی طرح پیشہ رقص و سرود کا کرے مدعی جو دعویدار ہوا ہے مدعی علیہا کو نکاح مدعی سے کچھ عذر نہین مگر یہ کہتی ہے کہ مدعی نے بباعث نزاع باہمی کے طلاق دیکر گھر سے نکالدیا۔ اور ابتک مہر ادا نہین ہوا ہے اور بابت ثبوت نکاح کے سوا اقبال مدعی علیہا کے اور بہت گواہ مدعی کے پیش ہوئے ہین مگر مدعی علیہا نے چار گواہ دینے طلاق کے پیش کیئے ہین اور

وہ طلاق دینا کہتے ہیں اور حالانکہ گواہ مدعی کے مظہر ہیں کہ طلاق .... کا دینا نہیں سنا مگر اس مقدمہ میں دریافت کرنا چند امور بموجب عقائد شرع محمدی کہ جس میں ہر دو فریق شامل ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ درباب جواز ایسے نکاح کے کہ جو اس طرح کی عورات متفرق سے ہو کیا احکام ہیں۔ اور دوئم جبکہ نکاح بہمہ جہت حسب عقائد شرح محمدی کے منعقد ہوا تو پابندی اس کے متعاقدین پر ایسے ہی لازم آوے گی کہ جو عورات ہم قوم و ہم کفو دیگر اسلام سے ہوتی ہے یا نہ اور جانبین مجاز اس کے انحراف کے ہو سکتے ہیں یا نہیں۔ اور نیز ایسی شہادت زبانی طلاق دہی کی کہ جس میں صرف دو عورت دو مرد ایک ہندو ایک مسلمان ہے کچھ اعتماد ہو سکتا ہے یا نہیں اس واسطے یہ کمیشن بنام تمہارے جاری ہوتا ہے کہ بعد ملاحظہ کیفیت مقدمہ کے بابت امورات مستفسرہ بحوالہ مسائل جواب لکھ کر بھیجدو تا تاریخ ۱۲۔ ماہ حال ۱۴۔ اگست ۱۸۷۱ء۔

فیصلہ۔ منجملہ تنقیح طلب حسب عقائد و شریعت محمدیہ **اول** جواز نکاح۔ پس واضح ہو کہ منعقد ہونا نکاح کا موافق شرع شریف کے ایجاب و قبول برضاء طرفین کہ بالغ اور عاقل ہوں پایا جاوے اور یہ رکن نکاح ہے اور **دوم** شرط انعقاد نکاح کا حاضر و موجود ہونا دو گواہ کا بر وقت ایجاب و قبول کے اور عورت کسی قسم کی ہو خواہ ہم کفو ہووے یا غیر کفو ہووے **سیوم** یہ کہ جب کسی فاسقہ بدکار سے بعد توبہ کرنے اس فاسقہ کے نکاح کیا ہو مطابق شرائط شرع شریف کے تو پابندی اور پردہ کرنا اوس کا واجب ہے جو کہ اور عورات ہم کفو نیک ذات سے پابندی اور پردہ چاہیئے شرعاً۔ **چہارم** بعد انعقاد نکاح کے عورت منحرف اور نکاح سے باہر نہیں ہو سکتی جبتک کہ شوہر طلاق نہ دے۔ **پنجم** ثبوت طلاق میں دو گواہ مرد یا ایک مرد اور دو عورت نیک ذات اور پابند صوم و صلوۃ کے ضرور چاہئیں اور مہ دبرو بلا حجاب دونوں گواہوں کے شوہر کا طلاق دینا پایا جاوے کیونکہ در پردہ سننا دونوں گواہوں کا موجب وقوع طلاق کا نہیں ہو سکتا اس لیئے کہ شہادت میں معائنہ اور مشاہدہ بچشم خود ضرور ہے واسطے قبولیت شہادت کے اور گواہی مرد فاسق یا عورت فاسقہ کی کہ جو مقید صوم و صلوۃ اور مجتنب کبیرہ گناہ کے نہ ہوں مقبول اور معتبر نہ ہو گی بلکہ مردود الشہادت ہوں گے اور گواہی ہندو کی درباب ثبوت طلاق مقبول نہیں شرعاً اور جب مدعیہ پاس گواہ عادل نیک ذات و نیک چلن نہ ہوں تو شوہر پر قسم آوے گی پھر اگر وہ قسم کھا جاوے عدم طلاق پر تو طلاق واقع نہ ہو گی اور جو شوہر قسم سے انکار کرے تو طلاق ثابت ہو جاوے گی لہذا جو امر کہ واقعی تھا موافق شریعت محمدیہ کے وہ گذارش کیا گیا فقط۔ راقم سید محمد نذیر حسین ساکن دہلی پھاٹک حبش خان ۱۶ اگست ۱۸۷۱ء

سید محمد نذیر حسین

فیصلہ - فیصلہ شرع محمدی حسب تجویز مولوی سید محمد نذیر حسین صاحب واقعہ ۲۰۔ اگست بموجب طلب کمیشن عدالت دیوانی ۱۸۷۱ء -

حسین خان ساکن سبزمنڈی مدعی بنام مسماۃ رمضانی خانم مدعا علیہا

واضح ہو مقدمہ مسطورہ میں تحقیقات کماحقہ جیسے چاہیئی تھی کی گئی لیکن اس اثنا میں مدعی اور مدعی علیہا دونون اپنی خوشی سے خلع پر راضی ہو گئے من بعد مدعی نے بتاریخ ۱۹۔ اگست سنہ مذکور کو میرے مواجہ میں تین طلاق زوجہ اپنی کو بمقابلہ عفو مہر کے دیں اور تحریر طلاق نامہ کی گواہی گواہان لکھ دی اب اس کو واسطہ زوجیت نسبت رمضانی خانم کے باقی نہ رہا۔ پھر رمضانی خانم نے مہر اپنا معاف کر دیا اور تحریر عفو مہر کی لکھدی اس کو بھی دعوے اب اپنے مہر کا باقی نہیں آیندہ اگر مدعی دعوی دلا پانے زوجیت کا کرے تو عند الشرع باطل و ناجائز ہے۔ ایسا ہی اگر رمضانی خانم دعوے مہر اپنے کا مدعی مذکور پر کرے تو وہ بھی قابل سماعت کے شرعاً نہیں ہے۔ لڑکا ہنوز صغر سن ہے سات برس تک ماں کے پاس رہے گا۔ اور اس اثنا میں باپ اس کا جب اپنے فرزند کو دیکھنے کے جاوے تو ماں یا نانی گھڑی دو گھڑی لیجانے اور پیار کرنے سے مانع و مزاحم نہ ہووے۔ اور ماں جو دوسرا نکاح کرے یا کہیں جانیکا ارادہ کرے تو سات برس تک نانی کے پاس پرورش پاوے۔ بعد سات برس کے باپ کو لے لینے کا اختیار ہے۔

جو حکم شرع محمدی کا تھا گذارش کیا گیا آیندہ اختیار سرکار فقط۔ سید محمد نذیر حسین۔

[سید محمد نذیر حسین]

فیصلہ - شیر خان مدعی بنام مسماۃ ولیم النساء دختر بسم اللہ مدعی علیہا

بتاریخ ۷۔ ذی الحجہ سنہ ۱۲۹۰ ہجری روز دوشنبہ کو اظہار مدعی و اظہار گواہان مدعی لئے گئے تو گواہان مدعی مختلف گذرے بعض گواہ کا بیان ہے کہ دو بجے رات کو نکاح قاضی فضل حق نے پڑھایا تھا اور بعض گواہ کا بیان ہے کہ بعد نماز صبح کے نکاح ہوا تھا۔ بعض گواہ کہتے ہیں کہ دلہن کو سیج گاڑی پر سوار کرا کر مدعی اپنے گھر لے گیا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ ڈولی میں سوار کرا کر لے گیا تھا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ بہلی میں سوار کرا کر لے گیا تھا۔ اور قاضی فضل حق کا خلاصہ اظہار یہ ہے کہ میں نے کئی بار اپنی کتاب کو کھول کر اولٹ پلٹ کر دیکھا مگر نام شیر خان کا کہیں نہیں ملا تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ میں نے نکاح نہیں پڑھایا فقط پس اظہار قاضی صاحب سے بھی ثبوت نکاح کا نہیں ہوتا اور دستور ہے کہ مسلمانوں میں کہ دلہن کی طرف سے ایک وکیل اور دو گواہ مقرر ہو کر نکاح پڑھانے کو آتے ہیں سو وکیل کا بھی کچھ نشان و ثبوت نہیں پایا جاتا اور اظہار مدعی علیہا م سے محض انکار نکاح کا پایا گیا ہے۔ تو اس صورت میں ہماری رائے میں بنا بر عدم اعتماد وثوق

م اور گواہان مدعی علیہا

گواہان مدعی سے نکاح مدعی کا ساتھ مسماۃ دختر بسم اللہ کے ثابت نہین ہوا اور جب اس نکاح کا ثبوت نہین ہوا تو دعوے شیر خان کا بابت زوجیت اوپر دختر مسماۃ بسم اللہ کے باطل اور نامسموع ہوا شرعًا آیندہ راے حاکم - الراقم سید محمد نذیر حسین عفی عنہ +

سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہین علماے دین اس مسئلہ مین کہ مسماۃ سکینہ بیگم جس کی عمر اٹھارہ برس کی ہے اسکا نکاح ایک مرد مسمی محبوب علی سے جس کی عمر پچاس برس کی ہے ہوگیا تھا اور خاوند اس کا چار برس سے مرض فالج اور راستر خا مین ایسا مبتلا ہے کہ چارون ہاتھ پاؤن اس کے بیکار ہین چل نہین سکتا بلکہ کھڑا بھی نہین ہوسکتا اور کوئی چیز ہاتھ سے پکڑ نہین سکتا اور زبان بھی تتلاگئی ہے بات صاف نہین کر سکتا - اور اس کی عقل مین فتور آگیا ہے - کوئی اس سے بات کرتا ہے تو دانت پیستا ہے ہوش کی بات نہین کرتا اس کی صحت سے یاس ہے اور زوجہ اس کی نہایت مسکینہ محتاج نان و نفقہ سے فاقہ کش ہے - اور محبوب علی نان و نفقہ دینے سے سخت عاجز ہے اگر اس کے پاس کچھ مال بھی ہے تو اس کے اقارب ظالم اس پر قابض ہین ایک حبہ سکینہ بیگم کو نہین دیتے بلکہ مسکینہ کو اس کے گھر سے نکال دیا ہے اور وہ اپنے باپ کے گھر مین بہت تنگی سے گذر اوقات کرتی ہے اور سخت ناچار و مجبور و غمزدہ ہے پس اس حال مین سکینہ بیگم زوجہ محبوب علی اپنے زوج محبوب علی سے شرعًا جدا ہو کر کسی اور مرد سے نکاح اپنا کر سکتی ہے یا نہین بینوا توجروا +

الجواب - ان الحکم الا للہ قال اللہ تبارک وتعالے ما جعل علیکم فی الدین من حرج وقال النبی صلے اللہ علیہ وسلم بعثت بالحنیفیۃ السمحۃ - صورت سوال سائل مین سخت عاجز ہونا زوج کا زوجہ کے نفقہ اور مسکن اور جملہ ضروریات سے اور عیب دار ہونا مثل اشل کے اور مجبور ہونا اٹھنے بیٹھنے سے واضح ہو کہ خیار فسخ نکاح کو زوجہ کے لئے ثابت کرتا ہے - یعنی جو زوج ادائے نفقہ زوجہ سے عاجز ہو تو خیار فسخ اسکے نکاح کا زوجہ سے قاضی کو ہے اور اگر قاضی نہ ہو تو مسلمان سردار و چودھری یا امام و عالم یا عورت کا ولی موجودگی گواہان نکاح فسخ کر دے یا بصورت مجبوری زوجہ کو خیار ہے کہ اپنا نکاح فسخ کر دے - چنانچہ کتاب فتح المعین بشرح قرۃ العین فقہ مذہب امام شافعی مین جو مطبوعہ مصر موجود ہے مصرح مذکور ہے - عبارتہ ہکذا و شرع دفعا للضرر المرأۃ یجوز لزوجۃ مکلفۃ ای بالغۃ عاقلۃ فسخ نکاح من زوج اعسر مالا وکسبا لائقا بہ حلالا باقل نفقۃ تجب وہو مد او اقل کسوۃ تجب کقمیص وخمار وسراویل وجبۃ شتاء اور اگر قاضی نہ ہو جیسا کہ فی زماننا قاضی نہین ہے یا قاضی میسر ہو اور زوجہ سکینہ فقیرہ تا قاضی تک رجوع کرنے سے عاجزہ ہو تو

یا قاضی رشوت طلب کرے زوجہ سے کہ جبتک اس قدر مال تو مجھ کو نہ دے تو نکاح تیرا فسخ نہ کرونگا یا گواہ عاجز ہونے زوج کے ادائے نفقہ سے مفقود ہوں اور دشوار ہو قاضی پر اثبات عجز کا تو زوجہ کو اختیار ہے کہ گواہ کرے اپنے فسخ نکاح پر لوگوں کو اور آپ نکاح فسخ کرے دفی فتح المعین ایضا فان فقد قاض او محکم بمحلها او عجزت عن الرفع الی القاضی کان قال لا افسخ حتے تعطینی مالا استقلت بالفسخ للضرورة وقال الشیخ عطیة المکی فی فتاویه اذا تعذر القاضی او تعذر الاثبات عنده لفقد الشهود او غیبتهم فلها ان تشهد بالفسخ وتفسخ بنفسها۔ اور دوسری دلیل خیار فسخ نکاح کی زوجہ کے لئے عیب دار کامل ہونا زوج کا ہے کہ مثل اشل اور مثل مجنون اور ہر طرح عاجز اللہ مجبور ہے اور افتادہ اور بر جا ماندہ ہے چنانچہ کتاب نیل المآرب بشرح دلیل الطالب فقہ مذہب امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ مطبوعہ مصر کی جلد ثانی صفحہ ۵۵ مین ہے۔ ویروی ثبوت الخیار لکل من الزوجین اذا وجد بالآخر عیبا فی الجملة عن عمر بن الخطاب وابنه وعبداللہ بن عباس وبه قال جابر و زید والشافعی واقسام العیوب المثبتة للخیار ثلثة قسم یختص بالرجل وقسم یختص بالمرأة وقسم مشترک بینهما هو الجنون ولو احیانا والجذام والبرص والباسور والناسور وغیرها۔ پس عاجزہ فقیرہ سکینہ بیگم کو نکاح اپنا محبوب علی سے توڑ دینے کا اختیار ہے۔ کیونکہ وہ سخت عاجز ہے روٹی کپڑا دینے سے اور سخت عیب دار اور مریض شدید ہے۔ امید صحت کی منقطع ہے اب سکینہ بیگم گواہوں کے سامنے یہ کہکر کہ مین نے اپنا نکاح محبوب علی سے فسخ کر دیا یعنی توڑ دیا اور بعد گذرنے عدت کے کسی مرد نیک سے نکاح کرلے اور مدت عدت کی تین بار حیض کا آنا ہے یعنی تین بار حیض آنیکے بعد نکاح کر سکتی ہے۔

واللہ اعلم وعلمہ اتم حررہ الفقیر محمد حسین عفا اللہ عنہ۔

ایسی صورتوں مین حاکم وقت یا سردار یا پنچوں کے ذریعہ سے تفریق لازم ہے۔

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ زید اپنی زوجہ ہندہ کو نان نفقہ نہین دیتا اور ہندہ کی درخواست پر طلاق بھی نہین دیتا تو ایسی حالت مین کیا ہندہ اپنا دوسرا نکاح کسی اور شخص سے کر سکتی ہے تو اس کی میعاد شرعی کیا ہے یعنی کتنے عرصہ تک خاوند اپنی زوجہ کو کھانا کپڑا نہ دے تو وہ عورت دوسرا نکاح کر لینے کی مختار ہو سکتی ہے (۲) زید نے اپنی عورت ہندہ کو ایک ہی وقت ایک ہی جلسہ مین تین طلاقین دین تو یہ تین طلاقین ایک طلاق شمار ہوگی یا تین طلاقین مکمل ہو چکین ہندہ زید کے نکاح سے بالکل جدا ہو گئی ایسی حالت مین زید اپنی زوجہ ہندہ سے رجوع کر سکتا ہے یا نہین یعنی بغیر حلالہ کے ہندہ زید کے نکاح مین رہ سکتی ہے یا نہین (۳) ہندہ کا

خاوند مفقود الخبر ہو اُس کا کچھ پتہ نہیں لگتا ہو کہ کہاں چلا گیا کیا ہوا زندہ ہے یا فوت ہو گیا تو ایسی حالت میں ہندہ دوسرا نکاح کر سکتی ہے تو کتنے عرصہ کے بعد یعنی کتنے دن خاوند خاوند کی خبر نہ ملنے پر عورت دوسرا نکاح اپنا کر سکتی ہے (۴) میعاد شرعی گذرنیکے بعد ہندہ نے اپنا دوسرا نکاح کر لیا اور چند روز کے بعد ہندہ کا پہلا خاوند آگیا تو ہندہ اپنے پہلے خاوند کے پاس جاوے یا اسی جدید خاوند کے پاس رہے۔ (۵) ایک عورت برس ڈیڑھ برس ایک شخص کے نکاح میں رہی پھر وہ شخص دوسری جگہ سکونت کرنے کو جانے لگا اس وقت اس کی عورت نے کہا کہ مجھ کو بھی ہمراہ لیتے چلو تب اس کے خاوند نے کہا کہ میں پندرہ روز بعد بلوا لونگا۔ اگر میعاد مقررہ پر نہ بلوا لوں تو تجھ کو اختیار ہے جو چاہے سو کرنا چنانچہ اس نے مدت مذکورہ پر نہیں بلوایا جس کو عرصہ دو ڈیڑھ سال کا ہوا اور اس اثنا میں وہ عورت بے نکاح کے دوسرے شخص کے پاس رہنے لگی اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا جو اب چھ ماہ کا ہے اب اس نے بھی چھوڑ دیا جس نے بے نکاح عورت کو کیا تھا۔ مگر اب یہ ایک تیسرے سے نکاح کرنا چاہتی ہے۔ تو سوال یہ ہے کہ اس شخص نے جسکے ساتھ نکاح ہوا تھا یہ لفظ کہے تھے میں بعد پندرہ روز کے تجھ کو نہ بلا لوں تو تجھ کو اختیار ہے جو چاہے سو کرنا۔ اُس نے عرصہ تک نہ بلایا اسکو طلاق ہو گی یا نہیں۔ اور جو وہ دوسرے سے نکاح کرنا چاہتی ہے۔ یہ نکاح جائز ہوگا یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب۔ جبکہ شوہر عورت کو نہ نان و نفقہ دیتا ہے اور نہ طلاق۔ بلکہ تنگ و مجبور اسکی زندگی کو خراب کرتا ہے تو مناسب ہے کہ عورت سے مشقت و زحمت کو دور کیا جاوے اور کسی مرد دیندار خدا ترس سے نکاح کر دیا جاوے۔ قال اللہ تعالے فامسکوھن بمعروف او سرحوھن بمعروف۔ علامہ سیوطی تفسیر اکلیل میں تحت اِس آیت کے لکھتے ہیں۔

فیہ وجوب الامساک بمعروف وتحریم المضارۃ واستدل بہ الشافعی علی ان العاجز عن النفقۃ یفرق بینہ وبین زوجتہ لان اللہ تعالے خیر بین اثنین لاثالث لھما الامساک بمعروف والتسریح باحسان وھذا لیس ممسکا بمعروف فلم یبق الا الفراق۔ اور امام شوکانی وبل الغمام میں لکھتے ہیں۔ اذا کانت المرأۃ مثلا جائعۃ او عاریۃ فی الحالۃ الراھنۃ فھی فی ضرار واللہ تعالے یقول ولا تضاروھن وھی ایضا غیر ممسکۃ بمعروف واللہ تعالے یقول فامساک بمعروف وھی ایضا غیر معاشرۃ بمعروف واللہ تعالے یقول وعاشروھن بالمعروف والنبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول لاضرر ولا ضرار وقد ثبت فی الفسخ بعدم النفقۃ ما اخرجہ الدارقطنی والبیھقی من حدیث ابی ہریرۃ مرفوعا قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فی الرجل لایجد ماینفق علی امرأتہ یفرق بینھما۔ اور فتح الباری میں تحت حدیث خیر الصدقۃ ماکان

عن ظہر غنی مرقوم ہے۔ واستدل بہ علی ان الزوج اذا اعسر عن نفقۃ امرأتہ واختارت فراقہ فرق
بینہما والیہ ذہب جمہور العلماء انتہی۔ شریعت نے اسکے لئے کوئی میعاد مقرر نہین فرمائی بلکہ جب
عورت ضرر و پریشانی مین مبتلا ہوا اور اس کا خاوند باوجود فہمائش کے نہ طلاق دے اور نہ اداے
حقوق کے ساتھ زوجیت مین رکھے تو ایسے موقع پر امام و قاضی یا سردار اس عورت کا نکاح
فسخ کراکر کسی مرد صالح سے کرادے۔ مناسب ہے کہ اس موقع پر حاکم وقت کو اطلاع
دیدی جاوے۔ تاکہ کسی قسم کا خرخشہ باقی نہ رہے فقط واللہ اعلم۔ جواب سوال دوم ایسی
حالت مین طلاق ایک واقع ہوگی اور خاوند کو رجوع کرنے کی گنجایش باقی رہے گی۔ مسند
امام احمد حنبل مین ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ عن رکانۃ انہ طلق امرأتہ ثلثا فی
مجلس واحد فحزن علیہا حزنا شدیدا فسألہ النبی صلے اللہ علیہ وسلم کیف طلقتہا فقال ثلثا
فی مجلس واحد فقال لہ صلے اللہ علیہ وسلم وانما تلک واحدۃ فارجعہا کذا فی نیل الاوطار۔ یہ قاعدہ
ہے کہ راوی کی روایت کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ اسکے مقابلہ مین ان کی راے واجتہاد کو قبول
نہین کیا جاتا۔ حضرت ابن عباس کا اجتہاد جو اس بارہ مین نقل کیا جاتا ہے اگر وہ صحیح منقول مان
لیا جاوے تو ان کی روایت کے معارض نہین ہوسکتا۔ اس کے موافق زمانہ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور شروع زمانہ خلافت حضرت عمر فاروق مین عملدرآمد رہا
جیسا کہ صحیح مسلم مین مروی ہے۔ واللہ اعلم۔ جواب سوال سوم۔ موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مین
حضرت عمر بن خطاب رض کا فتوے اس بارہ مین مذکور ہے۔ عن سعید بن المسیب ان عمر بن الخطاب
قال ایما امرأۃ فقدت زوجہا فلم یدر این ہو فانہا تنتظر اربع سنین ثم تعتد اربعۃ اشہر وعشرا ثم تحل
مطلوب یہ ہے کہ جس عورت کا خاوند مفقود ہوجاوے اور اس کا حال معلوم نہ ہووے تو اس کو چاہئے
کہ چار سال اور چار مہینے دس روز کے بعد نکاح کرالے۔ ہرچند کہ یہ حدیث بظاہر موقوف ہے لیکن
حکماً مرفوع ہے کیونکہ تحدیدات وتقدیرات مین جہان قیاس واجتہاد کے لئے گنجائش نہ ہو
موقوف مرفوع کے حکم مین ہوتی ہے۔ جب پہلے خاوند کا نکاح فسخ ہوگیا اور اس سے کچھ تعلق
نہ رہا تو دوسرا نکاح ہر طرح پر مضبوط و مستحکم ہوگیا۔ پس اگر پہلا خاوند آکر مدعی ہو تو اس کا دعوی
شرعاً چل نہین سکتا۔ عورت اسکے نکاح مین نہین جاسکتی۔ امام شوکانی سیل الجرار مین لکھتے ہین
فاذا تزوجت باخر فقد صارت زوجتہ وان عاد الاول فلا یعود نکاحہ بل قد بطل بالفسخ واللہ اعلم
سوال چہارم کا جواب اس سے حاصل ہوگیا۔ جواب سوال پنجم۔ شوہر کا عورت کو یہ کہنا کہ اگر
فلان امر ہو تو تجھکو اختیار ہے جو چاہے سو کرنا ازروے قرآن وحدیث طلاق نہین
ہوسکتی۔ ہرچند کہ اس مین اختلاف ہے۔ حنفیہ کہتے ہین کہ اختیار دینے کے بعد جب عورت

خاوند کو اختیار نہ کرے تو ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی اور امام شافعی بھی فرماتے ہین کہ اس صورت مین طلاق بالکل واقع ہو جاوے گی لیکن قرآن سے صراحۃً یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے طلاق واقع نہین ہوتی بلکہ اختیار دینے کے بعد خاوند کو از سر نو طلاق دینے کی ضرورت ہوگی۔ قال اللہ تعالے یا ایہا النبی قل لازواجک ان کنتن تردن الحیوۃ الدنیا وزینتہا فتعالین امتعکن واسرحکن سراحا جمیلا۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالے نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا کہ تم اپنے ازواج کو اختیار دو چاہین وہ دنیا حاصل کرین چاہین رضائے اللہ و رسول کو لیوین اگر وہ دنیا چاہین تو ان کو بلاؤ اور حق شرعی ادا کر کے طلاق دیدو۔ اگر صرف خاوند کا اختیار دینا اور عورت کا اپنے نفس کو اختیار کرنا طلاق مین داخل ہوتا تو پھر اس کے بعد بلانے اور طلاق دینے کی کیا ضرورت تھی۔ اور صحیحین مین عائشہ رضی عنہا سے مروی ہے قالت خیرنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فاخترناہ فلم یعدہا شیئا یعنی آن حضرت نے ہم کو اختیار دیا ہمنے آپ کو اختیار کیا اس اختیار کو آپ نے طلاق نہین شمار کیا فتح الباری مین مذکور ہے۔ الظاہر من الآیۃ ان ذلک بمجردہ لا یکون طلاقا بل لا بد من انشاء الزوج الطلاق لان فیہا فتعالین امتعکن واسرحکن ای بعد الاختیار ودلالۃ المنطوق مقدمۃ علے دلالۃ المفہوم انتہے۔ عورت کو چاہئے کہ اگر وہ خاوند کے پاس رہنا نہین چاہتی تو اس سے طلاق طلب کرے اور اگر وہ طلاق نہ دے اور نہ کوئی حق ادا کرے اور عورت تنگ و پریشان ہو جاوے تو اس کے لئے وہی حکم ہے جو سوال اول کے جواب مین لکھا گیا لیکن خیال کرنا ضروری ہے کہ وہ عورت زنا و بدکاری مین مبتلا ہوئی اور بغیر نکاح اس سے بچہ پیدا ہوا زناکار عورت سے نکاح کرنا جائز نہین قال اللہ تعالے الزانی لا ینکح الا زانیۃ او مشرکۃ والزانیۃ لا ینکحہا الا زان او مشرک وحرم ذلک علے المومنین۔ اگر اس سے صاف طور پر توبہ کی اور اس کی پاک دامنی اور عفت ظاہر ہوئی تو کوئی مضائقہ نہین۔ التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ۔ ایسی حالت مین وہ ضرور نکاح کرلے واللہ اعلم۔ راقم عبدالجبار عمرپوری خصہ اللہ بلطفہ المعنوی والصوری

خاکسار نے جواب سوالون کو غور سے دیکھا جواب بہت ٹھیک ہین۔ الراقم

العاجز محمد سعید عفا اللہ عنہ۔

سید محمد نذیر حسین

سوال ۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ عورت حمل زنا والی کا عقد اُس شخص کے ساتھ جس کا حمل ہے درست ہے یا نہین۔ اگر اس مین اختلاف ہو تو فتوے کس پر ہے دلیل سے جواب مرحمت فرمائین۔

الجواب ۔ شخص مذکور کا نکاح عورت مذکورہ کے ساتھ جائز ہے بشرطیکہ یہ زنا عورت

مذکور سے اتفاقاً صادر ہوا ہو اور زنا کی عادی و پیشہ والی نہ ہو کیونکہ زانیہ کے ساتھ نکاح جائز نہیں ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ فتوے کس پر ہے سو اس بارے میں کوئی صریح قول نظر نہیں پڑا لیکن فتوے کے قابل یہی قول ہے کیونکہ دلیل کے رو سے بھی قوی ہے واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ ابو محمد عبد الحق اعظم گڈھی +

ہوالموفق - جواب صحیح ہے۔ اور عند الحنفیہ اسی پر فتوے ہے رد المحتار میں ہے وصح نکاح حبلی من زنا عندہما وقال ابو یوسف لایصح والفتوے علی قولہما کما فی القہستانی انتہے۔ اور در مختار میں ہے۔ لو نکحہا الزانی حل لہ وطیہا اتفاقا انتہی کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ۔

سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہیں علمائے حنفیہ اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے نکاح کیا اور بعد چند روز کے باہر چلا گیا اور اپنی زوجہ کے نان و نفقہ کا خبر گیران کچھ نہ ہوا اور پانچ چھ برس تک ایک حبہ نہ دیا۔ ہر چند زوجہ نے شوہر کو متواتر خطوط بھیجے مگر اس نے نہ جواب کسی خط کا دیا اور نہ خرچ ضروری بھیجا۔ زوجہ نہایت تنگ ہو گئی۔ اور کوئی صورت اس کی گزران کی نہ رہی۔ اور نہایت تنگ آ گئی اور سخت محتاج قدر قوت سے ہو گئی اس لئے وہ عاجزہ سکینہ فاقہ کش علمائے حنفیہ سے فتوے طلب کرتی ہے کوئی صورت ایسی بھی ممکن ہے کہ جس کے سبب سے اس شوہر بے وفا جفاکار سے رستگاری و جدائی ہو جاوے اور اس کے نکاح سے نکل کر دوسرے مرد سے نکاح کرلے۔ اگر حنفی مذہب میں کوئی ایسی صورت ہو تو حسبتہً للہ تحریر کیجاوے اور حق کو چھپایا نہ جاوے بینوا توجروا +

الجواب - صورت مندرجہ سوال میں جو سائلہ نے مسئلہ درج سوال کیا ہے۔ یہ مسئلہ ائمہ دین اعلی اللہ درجاتہم فی اعلی علیین میں مختلف فیہا ہے۔ امامنا و امام المشارق و امام المغارب الشیخ المعظم ابو حنیفہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایسی صورت میں عورت کو حق فسخ نکاح حاصل نہیں ہوتا۔ لیکن امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کے نزدیک عورت کو حق فسخ نکاح حاصل ہو جاتا ہے۔ در مختار فقہ حنفی باب النفقۃ صفحہ ۱۰۷ میں لکھا ہے۔ وجوزہ الشافعی باعسار الزوج وبتضررہا بغیبتہ وقال فی فتح القدیر باب النفقۃ صفحہ ۳۲۹ جلد ۲۔ قال القاضی ابو الطیب من الشافعیۃ اذا تعذرت النفقۃ علیہا بالغیبۃ ثبت لہا الفسخ۔ نیل المآرب شرح دلیل الطالب فقہ حنبلی مطبوعہ مصر یہ میں صفحہ ۹۴ باب النفقۃ میں لکھا ہے اذا غاب الموسر عن زوجتہ وتعذرت علیہا

النفقۃ بان لم یترک لہا ما تنفقہ علی نفسہا و لم تقدر لہ علی مال ولا امکنہا علی تحصیل نفقتہا باستدانتہ علیہ ولا غیرہا فلہا الفسخ فورا او متراخیا۔ لیکن ہمارے حنفیہ کو اس مسئلہ کی بار بار اشد ضرورتین پیش آئین اور علمائے حنفیہ نے ملاحظہ فرمایا کہ عوام الناس اکثر مرتکب اس امر قبیح کے ہوتے ہین کہ نکاح کرکے نان نفقہ نہین دیتے یا کہین چلے جاتے ہین اور ان کی عورتین متواتر فاقہ کشی کی مصیبت مین تنگ آکر علمائے حنفیہ سے اپنی دفع مصیبت کی تدبیرین اور فتوے پوچھتی ہین۔ پس جب علمائے حنفیہ کے سامنے عدہا سوالات اس قسم کے آئے تو علمائے کبار نے ایسی مصیبت زدون کی رہائی اور مخلصی لازم سمجھی اس لئے اپنے مذہب کے معتبر فتاوون مین اپنے قلم سے یہ بات تحریر کردی کہ ضرورت کے وقت اس مسئلہ مین امام شافعی اور امام احمد کے مذہب پر عمل کرنا درست ہے۔ اور تمام حنفی مذہب کی معتبر کتابین مانند شرح وقایہ اور درمختار اور طحطاوی اور فتاوے عالمگیریہ اور قاضی خان اور مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر اور درر شرح غرر اور شرح غایۃ القصوی اور جامع الفصولین اور فتاوی قاری الہدایہ اور جامع الرموز اور ابو المکارم اور مانند ان کتابون کے جو معتبر مذہب حنفی کی یہ سب کتابین ہین ان مین لکھا ہے کہ قاضی حنفی کے پاس جب اس قسم کا دعوے پیش ہو کہ زوج زوجہ کو کسی طرح نان و نفقہ نہ دیتا ہو تو قاضی اس نکاح کو بیشک توڑ دے لیکن اولے یہ ہے کہ خود نہ توڑے بلکہ کسی شافعی یا حنبلی عالم سے اس نکاح کو فسخ کرا دے۔ شرح وقایہ باب النفقۃ مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۱۷۴ ان اصحابنا لما شاہدوا الضرورۃ فی التفریق لان دفع الحاجۃ الدائمۃ لا یتیسر بالاستدانۃ والظاہر انہا لا تجد من یقرضہا وغنی الزوج فی المآل امر متوہم استحسنوا ان ینصب القاضی نائبا شافعی المذہب یفرق بینہما۔ قاضی خان باب النفقۃ مطبوعہ مصریہ صفحہ ۲۶۹ جلد اول۔ فان فرق القاضی بینہما وہو شفعوی المذہب نفذ قضاؤہ لانہ قضی فی فصل مجتہد فیہ لیس فیہ نص ولا اجماع فینفذ قضاؤہ عند الکل وان کان القاضی حنفی المذہب لا ینبغی ان یقضی بخلاف مذہبہ الا اذا کان مجتہدا ووقع اجتہادہ علی ذلک وان قضی مخالفا لرایہ من غیر اجتہاد عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالے فی نفاذ قضائہ روایتان۔ وقال ابو المکارم صفحہ ۱۸ باب النفقۃ ناقلا عن قاضی خان اظہرہما الجواز۔ طحطاوی شرح درمختار صفحہ ۲۶۱ جلد ۲ مطبوعہ مصر باب النفقۃ واعلم انہ اذا لم یوجد من ہولاء احد ولا من یدینہا استحسن علماؤنا ان یامر القاضی شافعی المذہب ان یفرق بینہما۔ فتاوی عالمگیریہ مطبوعہ مصر جلد اول باب النفقۃ صفحہ ۸۴ ۴۔ اذا غاب الرجل عن امرأتہ غیبۃ منقطعۃ ولم یخلف نفقۃ لہذہ المرأۃ فرفعت المرأۃ الامر الی القاضی فکتب القاضی الی

عالمگیری التفریق بالعجز عن النفقة تفرق بینہما فہل تقع الفرقة قال شیخ الاسلام نعم اذا تحقق العجز عن النفقة
جامع الرموز شرح مختصر وقایہ نولکشوری فقہ حنفی باب النفقة صفحہ ۲۴۶۔ ان مشائخنا استحسنوا ان
ینصب القاضی نائبا شافعیا فیفرق للضرورة　　جامع الفصولین مصریہ جلد اول باب النفقة
واجاب ہو مرارا فیمن غاب عن امرأتہ وترکہا بلا نفقة انہ لو قضی بالفرقة بسبب العجز عن النفقة ینفذ ولا
یشترط ان یکون القاضی شفعوی المذہب لانہ اختلاف فی نفاذ القضاء۔ شامی یعنی رد المحتار حاشیہ
الدر المختار باب النفقة مصریہ صفحہ ۱۰۸۰ وسئل قارئ الہدایة عمن غاب عن زوجتہ ولم یترک لہا النفقة
فاجاب اذا قامت البینة علی ذلک وطلبت فسخ النکاح من قاض یراہ ففسخ نفذ۔ مجمع الانہر شرح ملتقی
الابحر مطبوعہ استنبول باب النفقة قال فی شرح غایة القصوی لو غاب الزوج حال کونہ قادرا علی اداء
النفقة ولکن لا یوفی حقہا فاظہر الوجہین انہ لا فسخ فیہ لکن یبعث الحاکم الی بلدہ لیطالبہ ان کان موضعہ معلوما
والثانی ثبوت الفسخ والیہ مال جمع من اصحابنا وافتوا بذلک للمصلحة کما فی الدرر وفی الدرر شرح الغرر
باب النفقة مطبوعہ مصر صفحہ ۵۱۴ وہو اختیار القاضی الطبری وابن الصباغ وعن الرویانی وابن اخیہ
صاحب العدة ان المصلحة والفتوی بہ۔ خلاصہ ان روایات کتب معتبرہ کا یہ ہے کہ حنفی مذہب کے
قاضی اور عالم کو یہ بات درست ہے کہ مسئلہ نان ونفقہ میں امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے مذہب کے
موافق ضرورت کے وقت فتوے دے اور فیصلہ کرے لیکن قاضی حنفی اگر ہو تو اس کیلئے بہتر یہ ہے
کہ کسی شافعی المذہب سے فیصلہ کرا دے اور شافعی مذہب پر عملدرآمد کرے۔ اب رہی یہ بات
کہ جن ملکوں میں قاضی شافعی میسر نہ ہو جیسے ہندوستان پس ایسے ملکوں میں ان مسائل میں
کہ جن میں شافعی قاضی یا عالم کا ہونا ضروری ہے کس طرح عملدرآمد کیا جاوے یا وہ مسئلے کہ جن میں
غیر مذہب حنفی پر عمل کیا گیا ہو اور اس مقام پر غیر مذہب کا قاضی یا عالم نہ ہو تو کس طرح عمل درآمد
کیا جاویگا۔ شامی حاشیہ درمختار اور طحطاوی میں ہے کہ حنفی المذہب کا عالم قاضی کا کام دے سکتا
ہے چنانچہ علامہ ابن عابدین رد المحتار باب العدة صفحہ ۱۹۹ مطبوعہ مصریہ میں بابت مسئلہ معتدہ ممتدة الطہر
کے لکھتے ہیں لکن ہذا ظاہر اذا امکن قضاء مالکی بہ او تحکیمہ اما فی بلاد لا یوجد فیہا مالکی یحکم بہ فالضرورة متحققة
ولہذا قال الزاہدی وقد کان بعض اصحابنا یفتون بقول مالک فی ہذہ المسئلة للضرورة۔ اور علامہ
طحطاوی باب العدة صفحہ ۲۱۷ میں لکھتے ہیں۔ فی شرح الزاہدی وقد کان بعض اصحابنا واستاذینا
یفتون فی ہذہ المسئلة بقول مالک للضرورة وقال فی النہر لا یفتی بہ لانہ لا داعی الی الافتاء بقول نعتقد
انہ خطأ یحتمل الصواب مع امکان الترافع الی مالکی یحکم بہ فاجاب الطحطاوی ان الداعی الی الافتاء بقول
مالک الضرورة وذلک عند عدم وجود قاضی مالکی خصوصا فی دیار اکثر اصحابنا ماوراء النہر لا یکاد یوجد
فیہا قاضی مالکی۔ اور اسی طرح علامہ شامی نے باب مفقود الخبر میں لکھا ہے۔ پس ان روایات سے

یہ بات ثابت ہوگئی کہ حنفی المذہب عالم کو فتوے دینا غیر مذہب کے مسئلہ پر ضرورت کے وقت جبکہ اس مذہب کا کوئی عالم یا قاضی موجود نہ ہو درست ہے پس مسئلہ مذکورہ فی السوال میں مذہب امام شافعی اور امام احمد بن حنبل پر عمل کیا گیا۔ اور اس ملک میں کوئی قاضی شافعی یا حنبلی موجود نہیں ہے اسلئے ضرورۃً علمائے حنفیہ نے شافعی اور حنبلی مذہب کے مسئلے پر عمل کرنیکا فتوے دیا ہے جیسا کہ علمائے حنفیہ سابقین نے ضرورت کے وقت غیر مذہب پر فتوی دیا ہے چنانچہ جو شخص کہیں گم ہو جاوے اور اس کا پتہ کہیں نہ لگے تو اس کی زوجہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک علی اختلاف الاقوال نوے برس تک اپنے زوج کا انتظار کرے گی لیکن امام مالک کے نزدیک صرف چار برس انتظار کرکے بعد عدت کے نکاح کرلے۔ اور یہ مسئلہ اصول و فروع حنفیہ کے بالکل خلاف ہے لیکن ضرورت کے وقت میں اکابر علمانے مثل علامہ قہستانی و صاحب جامع الرموز حنفی اور علامہ ابن عابدین حنفی اور علامہ سید احمد حنفی اور متاخرین علمائے حنفیہ میں مولوی عبد الحی مرحوم لکھنوی نے اس مسئلہ کے جواز کا فتوے دیا ہے اور اس پر عمل کیا ہے۔ اور اسی طرح مسئلہ ممتدۃ الطہر میں کہ جو عورت ایک حائضہ ہوئی پھر اس کو طلاق دی گئی پھر دراز ہوگیا طہر اس کا امام اعظم رح کے نزدیک ایسی مطلقہ ساٹھ ستر برس سن ایاس تک عدت میں ہی رہیگی لیکن امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صرف نو مہینے عدت گذار کر نکاح اپنا کرسکتی ہے۔ اب اس مسئلہ پر عمل کرنا حنفی مذہب میں بالکل خلاف ہے لیکن ضرورت کے وقت میں اکابر علمائے حنفیہ نے مانند طحطاوی اور شامی اور صاحب شرح زاہدیہ اور صاحب شرح وہبانیہ اور صاحب فتاوے بزازیہ وغیرہم نے امام مالک کے مذہب پر عمل کرنیکا فتوی دیا ہے اور اس عمل کرنیکی نسبت یوں فرمایا ہے طحطاوی صفحہ ۲۱۷ واعلم ان الافتاء بقول مالک ہو عین التقلید ولا نزاع فی جوازہ۔ اور اسی طرح مسئلہ قضاء علی الغائب کا ہے مثلاً کوئی شخص مقروض قرض خواہوں کا قرض نہ دے اور کہیں چلا جائے اور اس کا کچھ مال شہر میں موجود ہو تو قرضخواہ لوگ نالش حاکم کے پاس کرکے اپنا حق اس مقروض کے مال سے امام صاحب کے نزدیک نہیں لے سکتے کیونکہ قضاء علے الغائب امام صاحب کے نزدیک صحیح روایات سے نادرست ہے مگر امام شافعی اور امام احمد اور امام مالک قضاء علے الغائب کو درست اور صحیح فرماتے ہیں یعنی غیر موجود و غیر مطلع مدعا علیہ پر حاکم ڈگری کرسکتا ہے مگر جب علمائے حنفیہ نے قضاء علی الغائب پر ضرورت عمل کرنیکی بہت دیکھی تو اس کے جواز کا فتوے دیدیا چنانچہ علامہ بدر الدین جامع الفصولین صفحہ ۰؎ جلد اول میں لکھتے ہیں وکذا المدیون لو غاب عن البلد ولہ نقد فی البلد ونحو ذلک ففی مثل ہذہ المواضع لو برہن علی الغائب بحیث اظہر طلب القاضی وغلب علی ظنہ انہ حق لا تزویر ولا حیلۃ فیہ فینبغی ان یحکم علی الغائب ولکذا ینبغی للمفتی ان یفتی بجوازہ دفعا للحرج والضرورات وصیانۃ للحقوق عن الضیاع مع انہ مجتہد فیہ ذہب الی جوازہ الشافعی ومالک واحمد بن حنبل پس

ان روایات معتبرہ سے صاف ظاہر ہے کہ حنفی مذہب میں ضرورت کے وقت غیر کے مذہب پر عمل کر لینا بالاتفاق جائز ہے۔ عن الربع الی القاضی کان قال لا انسخ حتی تقتضینی مالا استقلت بالفسخ للضرورۃ وینفذ ظاہرا و باطنا ثم رأیت غیر واحد۔ واللہ اعلم بالصواب حررہ واجابہ محمد ابراہیم حنفی۔

ایسی حالت میں مسماۃ مذکورہ کو لازم ہے کہ حاکم وقت یا سردار یا پنچ کے ذریعہ سے اپنی تفریق کی چارہ جوئی کرے تاکہ وہ کما حقہ تحقیق کرکے تفریق کرادیں اور آیندہ کوئی موقع شر و فساد کا نہ رہے واللہ اعلم۔

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ زید ایک نابالغہ لڑکی کو اور ہندہ زوجہ اپنی کو چھوڑ کر مر گیا خالد اس کا بھائی کبھی نابالغہ کی پرورش یا خبر گیری میں شریک ہندہ نہیں رہا اور علیحدہ رہتا ہے اور ہندہ نے اس کی پرورش کی ہے خالد ایک فاسق و فاجر و بیہودہ شخص ہے۔ اب نابالغہ کا نکاح بولایت مسماۃ ہندہ اس کی والدہ حقیقی ولیہ کے عند الشرع جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب۔ صغیرین کی خیر خواہی و شفقت پر عند الشرع ولایت مبنی ہے کیونکہ نابالغوں کی عقل ناقص اور غیر مکمل ہوتی ہے اگر ان کو اختیار تصرف ہو تو بے عقلی کے سبب سے اپنا نقصان کر ڈالیں لہذا اسکے تصرفات جانی مثل نکاح اور مالی مثل انتقال جائداد سے شرع نے مجبور فرمایا اور ایسے شخصوں کے سپرد کیا جو سب سے زیادہ شفیق و خیر خواہ و عاقل ہوں اور مضرت سے ذات و جائداد نابالغ کو بچائیں۔ اسی لحاظ سے شخص مسرف و احمق بے عقل بیہودہ کو بھی شارع نے سارے تصرفات سے منع کر دیا کیونکہ عدم مراعت بلحاظ مآل اندیشی مثمر و مورث اضرار نابالغ ہے۔ قال ابوحنیفۃ رحمہ اللہ تعالی لا یحجر علی الحر العاقل البالغ السفیہ وتصرفہ فی مالہ جائز وان کان مبذرا مفسدا یتلف مالہ فیما لا غرض لہ فیہ ولا مصلحۃ وقال ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ ومحمد رح وہو قول الشافعی رح یحجر علی السفیہ ویمنع من التصرف فی مالہ لانہ مبذر مالہ بصرفہ لا علی الوجہ الذی یقتضیہ العقل فیحجر علیہ نظرا لہ اعتبارا بالصبی بل اولی لان الثابت فی حق الصبی احتمال التبذیر وفی حقہ حقیقتہ ولہذا منع عنہ المال کذا فی الہدایۃ باب الحجر للفساد۔ ولی کی تعریف یہ ہے۔ ہو لغۃ خلاف العدو وشرعا البالغ العاقل الوارث کذا فی الدر المختار۔ ولنا ماذکرنا من تحقق الحاجۃ و وفور الشفقۃ کذا فی الہدایۃ باب الاولیاء والاکفاء۔ اسی لحاظ سے ولی بالغ عاقل بنایا گیا ہے۔ بیہودہ شریر کو ولایت نہیں جس کی ولایت سے نابالغ کو مضرت مالی و جسمی پہنچے اور شرع نے اجازت نہیں دی جیساکہ صغیرین کے مال کو عاریت دینا یا ہبہ کرنا یا اس کے مال سے قرض لینا۔ ولیس للاب اعارۃ مال طفلہ لعدم البدل کذا فی الدر المختار شرح تنویر الابصار ولا یجوز للاب ان یہب بعوض عما ذہب لا خیہ من مالہ کذا فی الدر المختار۔ جبکہ مال کے لئے ایسی حالت ہے تو نکاح تو اولی ہے اور جب ولایت میں ضرر متصور ہو تو باپ بھی ولی نہیں رہ سکتا۔ الاب ولی اشفق مالم یکن مفسدا او فما

ومتہتکا کذا فی الفتاوی الغیاثیۃ۔ اور اس میں کچھ شک نہیں کہ ولایت میں لحاظ قرب قرابت کا ضرور رکھا گیا ہے اور وہ قریب ولی بنایا گیا کیونکہ اقرب میں باعتبار ابعد کے شفقت کا خیال زیادہ ہے۔ والترتیب فی العصبات فی ولایۃ النکاح کالترتیب فی الارث والابعد محجوب بالاقرب کذا فی الہدایۃ صفحہ ۲۰۵ پس جبکہ چچا کبھی خبرگیران نابالغہ کا نہ ہوا اور نہ شفقت اس کے حق میں کی تو وہ بمقابلہ ماں کے ولی نہیں ہوسکتا کیونکہ اس کی شفقت قاصر ہے اسی وجہ سے بھائی وغیرہ کی شفقت لازمی نہیں۔ ولہما ان قرابۃ الاخ ناقصۃ والنقصان یشعر بقصور الشفقۃ فیتطرق الخلل الی المقاصد کذا فی الہدایۃ۔ صفحہ ۲۰۵۔ صورت مسئولہ سے صاف ظاہر ہے کہ چچا کا بے تعلق رہنا صراحۃ عدم شفقت پر دال ہے جس میں نابالغہ کا ضرر متیقن ہے حالانکہ نفع صغیرین ولایت سے مقصود ہے نہ ضرر صغیرین۔ پس کیونکر وہ ولی رہ سکتا ہے۔ علاوہ ازیں وہ فاسق بھی ہے۔ عالمگیری میں ہے کہ اگر باپ دادا فاسق ہوں تو ان کی ولایت ساقط ہوجاتی ہے اور قاضی کو ولایت نکاح ہوتی ہے۔ غاب الولی او ہو طفل او کان الاب والجد فاسقا فللقاضی ان یزوجہا من کفو کذا فی العالمگیریۃ۔ جب باپ دادا فاسق کی ولایت باقی نہیں رہتی ہے تو چچا فاسق بیہودہ غیر مشفق کیونکر ولی رہ سکتا ہے۔ واللہ تعالےٰ اعلم وعلمہ اتم۔ حررہ الفقیر ابو عبد المجید۔ السید عبد الحمید محمدی عفا اللہ عنہ۔ ۱۸ محرم ۱۳۱۷ھ

ہوالموفق۔ صورت مسئولہ میں از روئے حدیث کے نابالغہ مذکورہ کے نکاح کی ولایت نہ اس کے چچا کو ہے اور نہ اس کی والدہ کو۔ چچا کو تو اس وجہ سے نہیں ہے کہ وہ مرشد نہیں ہے بلکہ فاسق وفاجر وبیہودہ شخص ہے اور ولی کا مرشد ہونا ضروری ہے قال فی سبل السلام صفحہ ۵۹ جلد ۲ اخرج سفیان فی جامعہ ومن طریقہ الطبرانی فی الاوسط باسناد حسن عن ابن عباس بلفظ لا نکاح الا بولی مرشد او سلطان۔ اور اس کی والدہ کو ولایت نکاح اس وجہ سے نہیں ہے کہ نکاح کی ولایت عورت کو نہیں ہے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لاتزوج المرأۃ المرأۃ ولاتزوج المرأۃ نفسہا رواہ ابن ماجہ والدارقطنی ورجالہ ثقات کذا فی بلوغ المرام قال فی سبل السلام صفحہ ۶۵ جلد ۲۔ فیہ دلیل علی ان المرأۃ لیس لہا ولایۃ النکاح فی الانکاح لنفسہا ولا لغیرہا فلا عبارۃ لہا فی النکاح ایجابا ولا قبولا فلا تزوج نفسہا باذن الولی ولا غیرہ ولا تزوج غیرہا بولایۃ ولا بوکالۃ ولا تقبل النکاح بولایۃ ولا وکالۃ وہو قول الجمہور انتہی۔ پس صورت مسئولہ میں نابالغہ مذکورہ کا نکاح نہ بولایت اس کے چچا کے جائز ہے اور نہ بولایت اس کی والدہ کے۔ اگر چچا کے سوا کوئی اور اس نابالغہ کا ولی موجود ہو اور مرد صالح ہو فاسق وفاجر نہ ہو تو وہ ولی ہوسکتا ہے۔ اور اگر اس کا کوئی ولی موجود نہ ہو تو اس صورت میں نابالغہ مذکورہ کی والدہ کسی مرد صالح کو اجازت دیدے کہ وہ نابالغہ مذکورہ کا نکاح پڑھا دے کیونکہ ولی کے نہ ہونے کی صورت میں ولایت سلطان کو ہوتی ہے اور اس زمانہ میں سلطان یعنی حاکم مسلمان نہیں ہے

لہذا مجبوراً نابالغہ کی والدہ کسی مرد صالح کے ذریعہ سے نکاح پڑھوا دیگی تو بلاشبہ جائز ہوگا۔ واللہ تعالے اعلم بالصواب۔ کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ +

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی لڑکی نابالغہ کا نکاح ایک لڑکے نابالغ سے کر دیا جب دونوں بلوغ ہوئے تب معلوم ہوا کہ وہ لڑکا ناقص العقل ہے اپنی عورت پر ناحق طرح طرح سے ظلم و تعدی کرتا ہے بلکہ یہاں تک کہ اپنی عورت کے ساتھ غیر مرد سے جبراً و قہراً زنا کرواتا ہے اب وہ عورت بوجہ صعوبت ظلم و زنا اپنے نکاح کو فسخ کرا سکتی ہے یا نہیں بینوا توجروا +

الجواب۔ ہاں بیشک وہ عورت اپنے نکاح کو فسخ کرا سکتی ہے جیسا کہ موطا شریف میں ہے

مالک انہ بلغہ عن سعید بن المسیب انہ قال ایما رجل تزوج امراۃ وبہ جنون او ضرر فانہا تخیر فان شاءت قرت وان شاءت فارقت۔ یعنی سعید بن مسیب نے کہا کہ جو مرد کسی عورت سے نکاح کرے اور اس مرد میں جنون ہو یا کوئی اور ضرر ہو تو اس عورت کو اختیار ہے چاہے اس کے پاس رہے چاہے اس سے مفارقت کرے۔ یعنی اپنا نکاح فسخ کرے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مرد میں جنون ہو یا کوئی اور عیب ہو جسکی وجہ سے عورت کا ضرر ہو تو عورت کو فسخ نکاح کا اختیار حاصل ہوتا ہے اور صورت مسئولہ میں جب وہ لڑکا اتنا بڑا ناقص العقل ہے کہ علاوہ ہر طرح کے ظلم و تعدی کرنیکے اپنی عورت کے ساتھ غیر مرد سے جبراً و قہراً زنا کرواتا ہے تو بلاشبہ وہ لڑکا نہایت معیوب ہے۔ اور اس کے اس عیب سے اس کی عورت کو نہایت درجہ کا ضرر دینی و دنیاوی ہے لہذا اس کو فسخ نکاح کا اختیار حاصل ہے واللہ تعالے اعلم بالصواب۔ حررہ سید ابو الحسن عفی عنہ۔

ایسی صورت میں عورت کو لازم ہے کہ حاکم وقت یا سردار یا پنچ کے ذریعہ سے اپنی تفریق کرالے

سید محمد نذیر حسین — سید محمد عبد السلام غفرلہ

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ زینب کا شوہر مجنون ہے گو جنون اس کا یکسان نہیں رہتا کا ہے افاقہ گا ہے اشتداد۔ مگر اشتداد کی حالت میں اپنی زوجہ مسماۃ زینب کے قتل کو آمادہ ہو جاتا ہے لہذا زینب بخوف ہلاکت جان اپنے والدین کے یہاں چلی آئی۔ اب وہ اپنے شوہر کے یہاں جانے پر راضی نہیں ہوتی گو طرفین کے لوگ فہمائش کرتے ہیں مگر وہ کسی طرح راضی نہیں ہوتی تو ایسی صورت میں عند الشرع کیا حکم ہے بینوا توجروا +

الجواب۔ صورت مرقومہ میں اگر شوہر کا جنون فی الواقع ایسا ہی ہے کہ مسماۃ زینب کو اپنی جان کی ہلاکت کا خوف ہے اور اس کے جنون کی وجہ سے اس کے ساتھ اس کا گذارہ نہیں ہو سکتا تو زینب کو فسخ نکاح کا اختیار حاصل ہے اپنا نکاح فسخ کرا کے جس مرد سے چاہے اپنا دوسرا

نکاح کرے۔ موطا امام محمد میں ہے۔ اخبرنا مالک اخبرنا مجبر عن سعید بن المسیب انہ قال ایما رجل تزوج امرأۃ وبہ جنون او ضرر فانہا تخیر ان شاءت قرت وان شاءت فارقت قال محمد اذا کان امرالخیل خیرت فان شاءت قرت وان شاءت فارقت والا لاخیار لہا الا فی العنین والمجبوب انتہے۔ واللہ تعالے اعلم حررہ السید عبد الحفیظ عفی عنہ۔

ایسی صورت میں حاکم وقت یا سردار یا پنچ کے ذریعہ سے تفریق ضروری ہے۔

سید محمد نذیر حسین

سوال- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کو مرض جذام لاحق ہوگیا ہے اب اس کی زوجہ ہندہ اس کے پاس رہنا نہیں چاہتی خلع کرنا چاہتی ہے تو زید خلع بھی نہیں کرتا اور نہ طلاق دیتا ہے اس امر میں عند الشرع کوئی ایسی صورت ہے کہ زید اور ہندہ کے درمیان تفریق ہو جاوے اور ہندہ دوسرے سے نکاح کرے۔ اور تفریق کون کرے اور کن کلمات سے تفریق کی جاوے موافق کتاب وسنت مع اصل عبارت وترجمہ اسکے کے بیان فرمایا جاوے اور از روے عنایت سوال وجواب بنگلہ میں بھی کرا دیا جاوے بینوا توجروا۔

الجواب- جب زید کی زوجہ زید کے جذام لاحق ہونیکی وجہ سے اس کے پاس رہنا نہیں چاہتی اور خلع کرنا چاہتی ہے تو زید کو چاہیئے کہ خلع کرے یا یوں ہی طلاق دیدے اور اگر زید خلع نہ کرے اور نہ طلاق دے تو اس کی زوجہ کو اس کے جذام لاحق ہونیکی وجہ سے فسخ نکاح کا اختیار حاصل ہے۔ شوہر کو جذام وغیرہ عیوب کے لاحق ہونیکی وجہ سے عورت کو فسخ نکاح کا اختیار حاصل ہونا اس بارے میں اگرچہ کوئی حدیث مرفوع صحیح نہیں آئی ہے لیکن ایک حدیث مرفوع سے اشارۃً یہ بات نکلتی ہے اور جمہور اہل علم کا یہی مذہب ہے کہ عیوب کے لاحق ہونیکی وجہ سے فسخ نکاح جائز ہے گو ان میں باہم بابت تعیین عیوب اور بعض دیگر امور کے اختلاف ہے منتقی الاخبار میں ہے

عن جمیل بن زید قال حدثنی شیخ من الانصار ذکر انہ کانت لہ صحبۃ یقال لہ کعب بن زید او زید بن کعب ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تزوج امرأۃ من بنی غفار فلما دخل علیہا فوضع ثوبہ وقعد علی الفراش ابصر بکشحہا بیاضا فانحاز عن الفراش ثم قال خذی علیک ثیابک ولم یاخذ مما اتاہا شیئا رواہ احمد ورواہ سعید فی سننہ وقال عن زید بن کعب بن عجرۃ ولم یشک وعن عمر انہ قال ایما امرأۃ غربہا رجل بہا جنون او جذام او برص فلہا مہرہا بما اصاب منہا وصداق الرجل علی من غرہ رواہ مالک فی الموطا والدار قطنی وفی لفظ قضی عمر فی البرصاء والجذماء والمجنونۃ اذا دخل بہا فرق بینہما والصداق لہا بمسیسہ ایاہا وہو لہ علی ولیہا رواہ الدار قطنی۔ قاضی شوکانی نیل الاوطار میں لکھتے ہیں۔ وقد استدل بحدیث الباب علی ان البرص والجنون والجذام عیوب یفسخ بہا النکاح ولکن حدیث کعب لیس بصریح فی الفسخ

لان قولہ خذی علیک ثیابک وفی روایۃ الحقی باہلک یمکن ان یکون کنایۃ عن الطلاق وقد ذہب جمہور اہل العلم من الصحابۃ والتابعین فمن بعدہم الی انہ یفسخ النکاح بالعیوب وان اختلفوا فی تفاصیل ذلک وفی تعیین العیوب التی یفسخ بہا النکاح وقد روی عن علی وعمر وابن عباس لاترد النساء الا باربعۃ عیوب الجنون والجذام والبرص والداء فی الفرج والرجل یشارک المرأۃ فی الجنون والجذام والبرص انتہی۔

اور میزان شعرانی میں ہے۔ واعلم یا اخی ان العیوب المثبتۃ للخیار تسعۃ اشیاء ثلثۃ تشترک فیہا الرجال والنساء وہی الجنون والجذام والبرص انتہی۔ خلاصہ جواب کا یہ ہے کہ صورت مسئولہ میں زید اگر اپنی زوجہ ہندہ سے خلع کرے یا طلاق دیدے فبہا ورنہ ہندہ کو بذریعہ حکم فسخ نکاح کا اختیار حاصل ہے واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عین الدین عفی عنہ

ایسی صورت میں حاکم وقت یا سردار یا پنچ کے ذریعہ سے تفریق لازم ہے۔

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی نابالغہ یتیم کا نکاح اس کے چچا حقیقی نے اپنی ولایت سے بلا مرضی نابالغہ اور بلا مرضی والدہ نابالغہ کے کر دیا تھا پھر عرصہ دو تین ماہ کے بعد وہ لڑکی نابالغہ بلوغت کو پہنچ گئی یعنی علامت بلوغت کی ظاہر ہوئی۔ اسیوقت لڑکی نے اس نکاح سے قطعی انکار کیا بلکہ اسی روز اس لڑکے کو اور اسکے والد کو بھی انکاری نوٹس دیدیا کہ مجھے اس نکاح سے انکار ہے سو اب خدا اور رسول کے نزدیک یہ نکاح قائم رہا یا ٹوٹ گیا۔

الجواب۔ صورت مرقومہ میں یہ نکاح ٹوٹ گیا ہدایہ میں ہے وان زوجہا غیر الاب والجد فلکل واحد منہما الخیار اذا بلغ ان شاء اقام علی النکاح وان شاء فسخ انتہی۔ درمختار میں ہے وان کان المزوج غیرہما ای غیر الاب وابیہ لایصح من غیر کفوء اوبغبن فاحش اصلا وان کان بکفوء وبمہر المثل صح ولکن لہما خیار الفسخ بالبلوغ او العلم بالنکاح واللہ اعلم وعلمہ اتم کتبہ محمد بشیر عفی عنہ۔ الجواب صحیح ابو الحسن عفی عنہ۔

فقیر محمد حسین

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ صورت مرقومہ میں یہ نکاح ٹوٹ گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یتیمہ کے نکاح کو جو چچا حقیقی وصی باپ نے کر دیا تھا قائم نہیں رکھا بلکہ اس کے ٹوٹنے کا حکم فرمایا یہ فیصلہ صحیح کے سچے راویوں کے بیان سے مسند احمد اور دار قطنی اور منتقی الاخبار اور تلخیص الحبیر اور مجمع الزوائد میں موجود ہے۔ عن ابن عمر قال توفی عثمان بن مظعون وترک ابنۃ لہ من خولۃ بنت حکیم بن امیۃ بن حارثۃ بن الاوقص واوصی الی اخیہ قدامۃ بن مظعون قال عبداللہ وہما خالای فخطبت الی قدامۃ ابن مظعون ابنۃ عثمان بن مظعون فزوجنیہا ودخل المغیرۃ بن شعبۃ یعنی الی امہا فارغبہا فی المال فحطت الجاریۃ الی ہوی امہا فاباتا حتی ارتفع امرہما الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال قدامۃ بن مظعون

یا رسول اللہ ابنۃ اخی اوصی بہا الی فزوجتہا ابن عمتہا فلم اقصر بہا فی الصلاح ولا فی الکفاءۃ ولکنہا امرأۃ وانما حطت الی ہوی امہا قال فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی یتیمۃ ولا تنکح الا باذنہا قال فانتزعت واللہ منی بعد ان ملکتہا فزوجوہا المغیرۃ بن شعبۃ رواہ احمد والدارقطنی وہو دلیل علی ان الیتیمۃ لا یجبرہا وصی ولا غیرہ کذا فی المنتقی الاخبار حررہ عبد الوہاب عفی عنہ۔

سید محمد نذیر حسین

الجواب صحیح سید ابو الحسن

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ مسماۃ جنت بنت نجیب اللہ اپنے خاوند مسمی شبلی سے طلاق چاہتی ہے زوج مسماۃ مذکور فالج گرنے کی وجہ سے رجولیت و مردمیت سے جاتا رہا۔ ایسی صورت مین مطابق حکم خدا و رسول فتوے دیجئے اور فرمائیے کہ اگر ایسا شخص خوشی سے طلاق نہ دیوے تو شریعت کا کیا حکم ہے۔ زنا مین واقع ہوجانا کچھ مستبعد نہین بینوا توجروا ۔

الجواب - صورت مسئولہ مین عورت کو فسخ نکاح کا اختیار حاصل ہے اگر زوج طلاق نہ دیوے تو حاکم کے یہان مرافعہ کرکے یا طلاق دیوے یا حاکم خود بنفسہ دونون کے درمیان فسخ نکاح کردے یعنی تفریق کرادیوے۔ پھر بعد گذرنے عدت کے عورت بذریعہ ولی کے اپنا نکاح کسی اور مرد سے کرلیوے جب بوجہ اعسار نفقہ کے حکم فسخ نکاح کا دیا جاتا ہے تو زنا سے بچنا امر ضروری ہے اور مضرت اخروی سے بچنا امر اہم ہے جمہور علمانے بوجہ اعسار نفقہ کے آیہ کریمہ ولا تمسکوہن ضرارا لتعتدوا سے فسخ نکاح ثابت کیا ہے علی ہذا القیاس اس صورت مین اجازت فسخ نکاح حاصل ہے۔ وقد ذہب جمہور اہل العلم من الصحابۃ فمن بعدہم الی انہ یفسخ النکاح بالعیوب وقد روی عن علی وعمر وابن عباس انہا لا ترد النساء الا باربعۃ عیوب الجنون والجذام والبرص والداء فی الفرج والرجل یشارک المرأۃ فی الجنون والجذام والبرص وتفسخہ المرأۃ بالجب والعنۃ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔ حررہ عبدہ احمد عفی عنہ۔ الجواب صحیح محمد بشیر عفی عنہ۔

سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ ایک عورت اور خاوند اس کا ہندو مذہب ہین۔ عورت بہت مدت سے اپنے خاوند کو واسطے اسلام کے کہتی رہی اور وہ اسکو مار پیٹ کرتا رہا اور اسلام کو دشنام دیتا رہا۔ ایک روز وہ عورت اسلام لائی۔ اس کے خاوند کو بھی کہا گیا کہ تو بھی اسلام قبول کر اس نے کہا کہ یہ عورت چوہڑی ہوجاوے گی تو مین چوہڑا نہین ہونگا غرضکہ عورت نے اسلام قبول کیا نماز روزہ پر قائم ہوگئی بعد گذرنے عدت کے عورت کے خاوند نے عورت کو کہا کہ مجھ کو روٹی پکانے کی بہت تکلیف ہے اگر تو میرے گھر مین آباد ہو

تو مین بھی اسلام قبول کرون عورت نے کہا تو اگر خدا کے واسطے اسلام قبول کرے تو بہتر ہے لیکن مین تجھسے ظالم کے گھر مین کبھی آباد نہ ہونگی پھر اس کو بعضے مردمان نے کہا کہ تو اسلام قبول کر لے تیرا دعوے اُسپر ہوگا اس نے بھی اسلام قبول کیا مگر لفظ الحمد للہ تک نہین آتا سو عرض ہے کہ دعوے اس کا ہو سکتا ہے یا نہین اور نکاح اول ہنودی رہتا ہے یا نہین بینوا توجروا +

الجواب - صورت مذکورہ مین شخص مذکور کا عورت پر دعوے نہین ہو سکتا کیونکہ وہ دونون آگے پیچھے مسلمان ہوئے اور ایسی صورت مین نکاح فسخ ہو جاتا ہے ہان اگر عورت راضی ہو تو شخص مذکور عورت کو نئے سرے سے نکاح کرکے اپنے پاس رکھ سکتا ہے چنانچہ روضہ ندیہ مین ہے - واذا اسلم احد الزوجین انفسخ النکاح وتجب العدۃ لحدیث ابن عباس عند البخاری قال کان اذا ہاجرت المرأۃ من اہل الحرب لم تخطب حتی تحیض او تطہر فاذا طہرت حل لہا النکاح وان جاء زوجہا قبل ان تنکح ردت الیہ - باقی رہا حضرت زینب کا قصہ سو وہ خود مختلف فیہ ہے اس کے بارے مین دونون قسم کی روایتین موجود ہین بعض روایت مین ہے کہ حضرت نے پہلا ہی نکاح قائم رکھا تھا اور بعض مین ہے کہ نئے سرے سے نکاح کیا تھا لیکن وہ دونون روایتین ضعیف ہین چنانچہ نیل الاوطار مین موجود ہے خلاصہ یہ کہ نکاح مذکور فسخ ہو گیا لہذا شخص مذکور کا عورت پر دعوی نہین ہو سکتا اور اسی مقام سے یہ بھی ثابت ہوا کہ پہلا ہنودی نکاح قائم نہین رہا - فقط -

حررہ عبد الحق اعظم گڈھی عفی عنہ - سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ زید حنفی کا نکاح مسماۃ ہندہ سے بشہادت فاسقین کے ہوا تھا بعد ازان ناگاہ زید نے زوجہ اپنی کو طلاق مغلظہ دیدی - پھر رجوع کیا طرف حنفی یا قاضی شافعی المذہب کے تو قاضی شافعی نے نکاح زید مذکور کا بسبب شہادت فاسق کے باطل کر دیا اور سرنو سے نکاح زید کا ہندہ سے کرا دیا تو یہ نکاح زید حنفی کا درست ہوگا یا نہین - بینوا توجروا +

الجواب - درصورت مرقومہ نکاح زید حنفی کا بعد طلاق مغلظہ کے نزدیک امام اعظم وصاحبین کے صحیح نہ ہوگا مگر بعد حلالہ کے اس واسطے کہ نکاح سابق زید کا بشہادت فاسقین درست ہو گیا تھا کذا یفہم من الکنز وغیرہ ہو عقد یرد علی ملک المتعۃ قصدا عند حرین او حر وحرتین عاقلین بالغین ولو فاسقین او محدودین الخ انتہے واللہ اعلم بالصواب - حررہ احقر العبید عبد الحمید -

ہذا الجواب غیر صحیح علے الاصح علے مذہب الحنفیۃ - محمد صدر الدین عفی عنہ +

سید محمد ہاشم

خادم العلماء محمد صدیق پشوری می گوید کہ آنچہ مجیب درصورت خاص چنانکہ در سوال مذکور است

نکاح زید حنفی را ناجائز نوشتہ و گفتہ کذا یفہم من الکنز وغیرہ از پایہ اعتبار واعتماد ساقط است مادامیکہ تصحیح نقل از کنز وغیرہ در صورت مسئول عنہا نکند بلکہ اشباہ ونظائر این صورت مستفسرہ برجواز ہیچو نکاح مذکور بحکم قاضی شافعی المذہب بلکہ بحکم قاضی حنفی المذہب نیز در بحر رائق وفتاوی عالمگیری وطحطاوی وفصول عمادی وجامع الرموز وغیرہ ناطق است کما لا یخفی علی جامع الفتاوی من الروایات وعجب است از صاحبان سواہیر کہ بلا تحقیق وبدون مراجعت بسوئے کتب مطولات حنفیہ بنا بر اعتماد مجیب ثبت مہر کردند و در مغلطہ افتادند بشنوید انچہ از کتب معتبرہ حنفیہ می نگارم وپیش شما می آرم نعم ما قیل ؎

چنین زد مثل پیر دانندگان کہ جویندگانند یابندگان

در فتاوی عالمگیری مے نویسد۔ ذکر فی مجموع النوازل سئل شیخ الاسلام عطاء بن حمزۃ عن اب الصغیرۃ زوجہا من صغیر وقبل ابوہ وکبر الصغیر ان وبینہما غیبۃ منقطعۃ وقد کان التزویج بشہادۃ الفسقۃ ہل یجوز للقاضی ان یبعث الی شافعی المذہب یبطل ہذا النکاح بسبب انہ کان بشہادۃ الفسقۃ قال نعم وللقاضی الحنفی ان یفعل ذلک بنفسہ اخذاً بہذا المذہب وان لم یکن مذہبہ وہی مسئلۃ القضاء علی خلاف مذہبہ وکذا فی النکاح بغیر ولی لو طلقہا ثلثا ثم تزوجہا قبل دخول الزوج المحلل اذا قضی بصحۃ ہذا النکاح وان لا یقع الطلاق اخذ القول محمد رحمۃ اللہ علیہ قال نجم الدین رحمہ کان استاذی رحمہ لا یری ذلک ولکن لو بعث الی شافعی المذہب لیعقد بینہما ویقضی بالصحۃ یجوز اذا لم یاخذ الکاتب والمکتوب الیہ فیہ شیئا وبہذا القضاء لا یظہر ان النکاح الاول حرام او فیہ شبہۃ وکذا ذکر فی فتاوی النسفی انتہی ما فی العالمگیریۃ وہکذا فی البحر الرائق والطحطاوی والفصول العمادیۃ وجامع الرموز من شاء فلیرجع الیہا واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ الفقیر محمد صدیق اذاقہ اللہ حلاوۃ التحقیق۔ ہذا الجواب صحیح وحق والجواب الاول غیر صحیح عند اولی الالباب واللہ اعلم بالصواب۔

سید محمد نذیر حسین

مسئلہ۔ معلوم کرنا چاہیے کہ فی زماننا عورتوں اہل کتاب یعنی یہود ونصاری سے اس حال میں کہ وہ اپنے مذہب پر قائم رہیں عقد نکاح مسلمانوں کا ان سے جائز ہے اور نیز وطی درست ہے الا نکاح نہ کرنا اولی ہے۔ اور جواز میں کچھ کلام نہیں جیسا کہ تنویر الابصار ودر مختار میں مذکور ہے وصح نکاح کتابیۃ وان کرہ تنزیہا مومنۃ بنبی مرسل مقرۃ بکتاب منزل وان اعتقدوا المسیح الہا کذا فی تنویر الابصار والدر المختار قولہ وصح نکاح کتابیۃ اطلقہا فشمل الحربیۃ والذمیۃ والحرۃ والامۃ بحر لقولہ تعالی والمحصنات من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم عطفا علی الطیبات من قولہ تعالی الیوم احل لکم الطیبات والمحصنات الحرائر... والعفائف عن الزنا وصح ان حذیفۃ بن الیمان تزوج یہودیۃ وکذا کعب بن مالک وان تزوج الکتابیۃ علی المسلمۃ او المسلمۃ علی الکتابیۃ جائز والقسم بینہما علی السواء لان جواز النکاح یبتنی علی الحل الذی بہ تصار المراۃ محلا للنکاح ابو السعود رحمۃ اللہ علیہ قولہ وان کرہ تنزیہا ای سواء کانت ذمیۃ او حربیۃ قال فی البحر والاولی

فی الکبیر۔ ولا تنکحوا ما نکح اباؤکم من النساء کان اہل الجاہلیۃ ینکحون ازواج اباءہم قال الاشعث بن سوار توفی ابو قیس وکان صالح الانصار فخطب ابنہ امرأۃ ابیہ فقالت انی اتخذک ولدا وانت صالح قومک ولکنی اتی رسول اللہ صلعم استامرہ فاتتہ فاخبرتہ فنزل اللہ تعالے ولا تنکحوا ما نکح اباؤکم من النساء انتہے ما فی معالم التنزیل ولا تنکحوا ما نکح اباؤکم کان نکاح زوجات الاباء معمولا بہ فی الجاہلیۃ من النساء بیان ما انتہے ما فی جامع البیان للشیخ السید معین الدین بن الشیخ السید صفی رحمۃ اللہ علیہ وفی الصحاح اصل النکاح العقد ثم استعیر للجماع ومحال ان یکون فی الاصل للجماع ثم استعیر للعقد لان اسماء الجماع کلہا کنایات لاستقباحہم ذکرہ کما استقباحہم تعاطیہ ومحال ان یستعیر من لا یقصد فحشا اسم ما یستفظعوا وبما یستحسنونہ قال اللہ تعالے وانکحوا الایامی الی غیر ذلک من الایات والصحیح عندی ان المراد بالنکاح فی ہذہ الآیۃ العقد دون الجماع لاجماع علی ان منکوحۃ الاب التی وقع علیہا عقد النکاح ولم یطاہا تحرم علی الابن لا خلاف فی ذلک۔ وثبوت حرمت المصاہرۃ بالزنا مختلف فیہ فحمل الآیۃ علی معنی یوجب حکما مجمعا علیہ اولی من خلاف ذلک انتہی ما فی التفسیر المظہری للقاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ تعالے۔ اب واضح ہو کہ قاضی صاحب علیہ الرحمۃ نے بدلیل مسئلہ مجمع علیہا کے عقد کو ترجیح دی اور اسی کو اختیار کیا مطابق مذہب جمہور کے تو اس صورت میں حرمت مصاہرۃ کی نزدیک قاضی صاحب کے بھی ضعیف غیر صحیح ٹھہری کما لا یخفی علی المتامل المنصف۔ اور اسی طرح امام بخاری نے بھی بصیغہ غیر تمریض بروایت ابن عباس حرمت مصاہرت کو رد کیا ہے اور جو روایت حرمت پر دال ہے اسکو بصیغہ تمریض ذکر کیا اور غیر صحیح گردانا۔ اور بعض اہل عراق کی طرف منسوب کیا۔ قولہ وقال عکرمۃ عن ابن عباس اذا زنی بہا لا تحرم علیہ امراتہ وصلہ البیہقی من طریق ہشام عن قتادۃ عن عکرمۃ بلفظ فی رجل غشی ام امراتہ قال تخطی حرمتین ولا تحرم علیہ امراتہ واسنادہ صحیح کذا فی فتح الباری وقولہ بعض اہل العراق قال تحرم علیہ ہو قول ابی حنیفۃ واصحابہ قالوا اذا زنی امراۃ حرمت علیہ امہا وبنتہا۔ والی ذلک الجمہور وحجتہم ان النکاح فی الشرع انما یطلق علی المعقود علیہا لا علی مجرد الوطی انتہے ما فی فتح الباری مختصرا بقدر الحاجۃ۔ درصورت مرقومہ مذہب منصور عقد ٹھیرا نہ وطی تو او پر مذہب منصور کے نکاح عمرو بہر زید کا ہندہ طوائف مذکورہ سے جائز وحلال ہے آیندہ اختیار ہے کرے یا نہ کرے واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ سید محمد نذیر حسین

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ شخصے بہ فریب خود را بہ لباس اہل سنت وانمودہ سنیہ را بہ نکاح خود آوردہ زن چون بر واقعہ مطلع گشت ورفض مرد بر آن ظاہر گردید از صحبت آن نفرت کرد پس زن مالک امر خود است یا نہ +

الجواب - درصورت مرقومہ چون زن برخلاف اخفا وظاہر کردہ مطلع شد اختیار میدارد و مالک امر خود ہست قال الحصکفی فی الدر قلت وافاد البہنسی انہا لو تزوجتہ علی انہ حرا وسنی او قادر علی المہر او النفقۃ فبان بخلافہ او علی انہ فلان بن فلان فاذا ہو لقیط او ابن زنا کان لہا الخیار فلیحفظ انتہی واللہ اعلم اجاب بذلک محمد محفوظ اللہ من احفاد القاضی محمد ثناء اللہ الپانی پتی۔

جواب صحیح است زیرا کہ ناکح شخص مذکور کہ بیان مذہب اہل سنت کردہ در معرض شرط واقع شدہ وہرگاہ شرط مفقود گردید زن را خیار ثابت گشت اذا فات الشرط فات المشروط کما لایخفی علی ماہر الشریعۃ الغراء مواسیر این ہر چہار کس برجواب استفتا بودند؎

محمد عبد الرب — سید محمد نذیر حسین — عبدہ محمد قطب الدین خان — محمد لطف اللہ

جواب اول مطابق سوال نیست چہ سائل سوال ازین امر نمی سازد کہ آیا نکاح سنیہ از رافضی جائز شد یا نہ۔ بلکہ آن مالک امر خود است ومجیب درجواب آن اگرچہ حکم مالک شدن زن امر خود را دادہ مگر عبارت درمختار مطابق آن نہ افتادہ زیرا کہ معنے کان لہا الخیار اینکہ آن زن را اختیار تفریق است کہ نزد حاکم مرافعہ کردہ مفارقت سازد وہمچنین عبارت در ہمین معنی مستعمل می شود نہ اینکہ نکاحش نافذ نیست وجواب دوم غلط است چہ قاعدہ اذا فات الشرط فات المشروط در معاملات است نہ در نکاح علامہ عبد المولی دمیاطی تلمیذ طحطاوی در تعلیق الانوار مے نویسد

قولہ کان لہا الخیار فیہ ان ما ذکر شرط لا یقتضیہ العقد فیصح النکاح ویبطل الشرط لان النکاح مما لا یبطل بالشروط الفاسدۃ وان قلنا ان الزوج غار فالغرر لا یوجب الرجوع الا فی ضمن عقد معاوضۃ او عقد یرجع نفعہ الی العاقد کما ذکروہ انتہی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ محمد عبد الحی عفا اللہ عنہ؎

ہو الملہم للحق - برارباب فطانت مخفی نماند کہ برجواب اول وثانی اعتراض معترض نیست مگر بنا بر علی الغفلۃ یا آنکہ بمقابلہ جواب سند المحدثین شیخ الکل حضرت سید محمد نذیر حسین رحمہ اللہ تعالی لب اعتراض کشودن باعث فخر ومباہات شمرد وگرنہ جواب اول عین مطابق سوال است وجواب ثانی سراسر صواب۔ ووجہ دوم جواب ثالث کہ معترض آن را صحیح گفت صحیح و مطابق سوال نمیتوان شد مگر آنکہ جواب اول باجواب ثانی باین وجہ منضم وملحق گردانیدہ شود والا این وجہ درجواب سوال مذکور محض ناکافی وبے معنی خواہد شد وتحقیقش اینست کہ سائل می پرسد کہ شخصے بہ فریب خود را ملباس اہل سنت والمودہ سنیہ را بہ نکاح خود آوردہ زن چون بر واقعہ مطلع گشت ورفض مرد بر آن ظاہر گردید از صحبت آن نفرت کرد پس زن مالک امر خود است یا نہ۔ یعنے زن اختیار فسخ نکاح بای وجہ من الوجوہ دارد یا نہ کما ہو متبادر

من لفظ السوال) پس مجیب اول جواب داد کہ زن اختیار می دارد۔ و مالک امر خود ہست این جواب را معترض غیر مطابق سوال قرار داد فیا للعجب کہ سائل می پرسد کہ زن مالک امر خود است یا نہ و مجیب گوید زن مالک امر خود است پس چہ جواب اصرح و مطابق سوال و بہتر ازین جواب خواہد گشت چنانچہ معترض خود این جواب را اول غیر مطابق سوال گفتہ باز می گوید کہ مجیب در جواب آن اگرچہ حکم مالک شدن آن امر خود را دادہ مگر عبارت درمختار مطابق آن نہ افتاد الخ از ینجا معلوم شد کہ اعتراض عدم تطابق میان سوال و جواب غیر واقع است۔ اما این ایراد کہ عبارت درمختار مطابق آن نہ افتادہ عجیب تر از اعتراض سابق است و در تحیر افگند کہ از امثال معترض این چنین اعتراضات چہ و چگونہ۔ زیرا کہ عبارت درمختار انہا لو تزوجتہ علی انہ حر او سنی

او قادر علی المہر او النفقۃ فبان بخلافہ او علی انہ فلان بن فلان فاذا ہو لقیط او ابن زنا کان لہا الخیار انتہی۔ دلیل صریح است بر جواب مجیب کہ زن اختیار فسخ نکاح دارد و مالک امر خود ہست اما معنی قولہ لہا الخیار اینکہ زن را اختیار تفریق است کہ نزد حاکم مرافعہ کردہ مفارقت سازد۔ چنانچہ معترض بیان کردہ و این ادعا کہ ہمچنین عبارت در ہمین معنی مستعمل می شود بدو وجہ مخدوش است۔ اولاً اینکہ جملہ لہا الخیار عام است پس تخصیص آن بہ اختیار تفریق بہ نہجیکہ نزد حاکم مرافعہ کردہ مفارقت سازد ترجیح بلا مرجح است و تخصیص بلا مخصص ثانیاً علامہ ابن عابدین در رد المحتار علی الدر المختار تحت قولہ لہا الخیار میگوید و نقلنا عن الظہیریۃ لو انتسب الزوج لہا نسبا غیر نسبہ فان ظہر دونہ وہو لیس بکفو فحق الفسخ ثابت للکل وان کان کفوا فحق الفسخ لہا دون الاولیاء وان کان ظہر فوق ما اخبر فلا فسخ لاحد الخ۔ پس معلوم شد کہ اینجا مراد از اختیار اختیار فسخ است چنانکہ مجیب استدلال گرفتہ سوم علی سبیل التنزل اگر تسلیم کردہ شود کہ معنی فلہا الخیار ہمون است کہ زن را اختیار تفریق است کہ نزد حاکم مرافعہ کردہ مفارقت سازد چنانکہ معترض گفتہ تاہم مجیب را ازین استدلال کردن صحیح است چہ سوال این است کہ درین صورت زن را در امر خود اختیار ہست یا نہ و مجیب جواب داد کہ زن را اختیار ہست و مالک امر خود است و ازین عبارت ہمچنین مالک شدن زن در امر خود ظاہر می شود عام ازین کہ مرافعہ نزد حاکم شود یا بہ نہجیکہ اتفاق افتد این بود تحقیق جواب اول۔ و اما جواب ثانی کہ بمنزلہ دلیل ہست بر جواب اول معترض آنرا غلط قرار دادہ بر بنا قول علامہ عبد الموسے دمیاطی دگفت کہ قاعدہ اذا فات الشرط فات المشروط در معاملات است نہ در نکاح حالانکہ این کلیہ در تمامی معاملات دنیا و دین نافذ است چہ بیوع و چہ عتق و چہ نکاح و غیر ذلک حتی کہ در مبایعۃ علی الاسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہ جریر بن عبد اللہ شرط نمودہ کہ النصح لکل مسلم رواہ البخاری۔ لیکن در نفوذ و لزوم

شرط واز بطلان آن باطل گشتن مشروط اصلی است و آن اینکہ ہر شرطیکہ صحیح بود بحق مشروط بر قواعد و
اصول شرعیہ آن شرط نافذ و لازم است و از فوت آن فوت مشروط لازم آید و ہر شرطیکہ فاسد
بود و بر قواعد و اصول شرعیہ صحیح نہ باشد آن شرط نافذ و لازم نیست و از فوت آن فوت
مشروط لازم نہ آمد عام ازین کہ در نکاح باشد یا غیر آن - پس جملہ شروط کہ صحیح باشد در نکاح نیز
نافذ خواہد شد و ہمچنین اشتراط در امر نکاح ہم صحیح است چنانکہ در دیگر معاملات کما روی البخاری عن
عقبۃ بن عامر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احق الشروط ان توفوا بہ ما استحللتم بہ الفروج
انتہی و قال عمر ان مقاطع الحقوق عند الشروط ولک ما شرطت اخرجہ البخاری - وقال العینی فی
شرح البخاری تحت باب الشروط فی النکاح ای ہذا باب فی بیان الشروط التی تشترط فی عقد النکاح
وہی علی انواع منہا ما یجب الوفاء بہ کحسن العشرۃ و منہا ما لا یلزم کسوال طلاق اختہا و منہا ما ہو مختلف
فیہ مثل ان لا یتزوج علیہا وقال ابن الہمام فی فتح القدیر فی فصل الکفاءۃ فی النکاح - واذا زوجت
المرأۃ نفسہا من غیر کفو فللاولیاء وان لم یکونوا محارم کابن العم ان یفرقوا بینہما دفعا للعار عن انفسہم ما لم
یجیئ من الولی دلالۃ الرضا کقبضہ المہر او النفقۃ او المخاصمۃ فی احدہما وان لم یقبض وکالتجہیز ونحوہ
کما لو زوجہا علی السکت فظہر عدمہا بخلاف ما اذا اشترط العاقد الکفاءۃ او اخبرہ الزوج بہا حیث کان
لہ التفریق اما اذا لم یشترط ولم یخبرہ فذکر فی الفتاوی الصغری فیمن زوجت نفسہا ممن لا یعلم
حالہ فاذا ہو عبد ماذون فی النکاح لیس لہا الفسخ بل للاولیاء او زوجہا الاولیاء من لا یعلمون حالہ ولم یخبرہم
بحریتہ ورقہ فاذا ہو عبد ماذون لہ فی النکاح لیس لہم الفسخ ولو اخبر بحریتہ او شرطوا ذلک فظہر بخلافہ
کان للعاقد الفسخ الخ - وقال الحصکفی فی الدر المختار فلو نکحت رجلا ولم تعلم حالہ فاذا ہو عبد لا خیار
لہا بل للاولیاء ولو زوجوہا برضاہا ولم یعلموا بعدم الکفاءۃ ثم علموا لا خیار لاحد الا اذا شرطوا الکفاءۃ
او اخبرہم بہا وقت العقد فزوجوہا علی ذلک ثم ظہر انہ غیر کفو کان لہم الخیار انتہی - و نیز حضرت شعیب
در تزویج دختر خود با حضرت موسی اشتراط ہشت حج نمودند - قال اللہ تعالی قال انی ارید ان
انکحک احدی ابنتی ہاتین علی ان تاجرنی ثمانی حجج فان اتممت عشرا فمن عندک وما ارید ان
اشق علیک ستجدنی ان شاء اللہ من الصالحین - قال ذلک بینی وبینک ایما الاجلین قضیت
فلا عدوان علی واللہ علی ما نقول وکیل - فلما قضی موسی الاجل وسار باہلہ الآیۃ - و ہر شرطیکہ صحیح
و مما یقتضیہ العقد نباشد بلکہ فاسد باشد ادائے آن در امر نکاح نیز لازم نیست و قاعدہ اذا فات
الشرط فات المشروط در ان مترتب نخواہد گشت کما روی البخاری عن ابی ہریرۃ نہی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم عن التلقی وان یبتاع المہاجر للاعرابی وان تشترط المرأۃ طلاق اختہا وان
یستام الرجل علی سوم اخیہ ونہی عن النجش وعن التصریۃ انتہی - چنانکہ در غیر نکاح اداے آنچنین

شروط لازم و نافذ میشوند چنانچه ولاء بریرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برائے عائشہ صدیقہ قرار دادند و شرط فاسد را کہ مالکان بریرہ بر حضرت عائشہ بحق ولا بستہ بودند پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم باطل فرمودند کما روی البخاری عن عائشۃ قالت دخلت علی بریرۃ وہی مکاتبۃ فقالت یا ام المومنین اشتریني فان اہلی یبیعونی فاعتقینی قالت نعم قالت ان اہلی لا یبیعونی حتی یشترطوا ولائی قالت لا حاجۃ لی فیک فسمع ذلک النبی صلی اللہ علیہ وسلم او بلغہ فقال ما شان بریرۃ فقال اشتریہا فاعتقیہا ولیشترطوا ما شاؤا قالت فاشتریتہا فاعتقتہا واشترط اہلہا ولاءہا فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الولاء لمن اعتق وان اشترطوا مائۃ شرط انتہی الحاصل قاعدہ اذا فات الشرط فات المشروط در امر نکاح نیز بجا و درست و سراسر صحیح است بشرطیکہ شرط صحیح و مما یقتضیہ العقد باشد و در صورت مسئول چنین است زیرا کہ اقرار مرد ناکح بمذہب اہلسنت در معرض شرط واقع شدہ و کدام شرط ازین صحیح تر و واجب الادا خواہد گشت چہ این شرط شرط الکفاءۃ فی الدین است و اعتراض معترض از جادۂ انصاف متجاوز گشتہ لائق قبول نماند۔ کاش معترض اگر در ہر دو جواب بعین انصاف نظر نمودے بلکہ در عبارت علامہ دمیاطی ہم تامل فرمودے از این چنین غلط فاحش و زلل فاحش محفوظ ماندے چہ علامہ دمیاطی خود شروط را بقید فاسد و لا یقتضیہ العقد مخصوص و مقید ساختہ می گوید کہ قولہ کان لہا الخیار فیہ ان ما ذکر شرط لا یقتضیہ العقد فیصح النکاح ویبطل الشرط لان النکاح مما لا یبطل بالشروط الفاسدۃ الخ واللہ اعلم وعلمہ اتم

ابو الطیب محمد شمس الحق +

کتاب المفقود

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین ابقاہم اللہ الی یوم الدین اس صورت میں کہ اس زمانہ میں ابتلائے عام ہے کہ اکثر آدمی اپنی عورتوں کو چھوڑ کر چلے جاتے ہیں اور مفقود الخبر ہو جاتے ہیں اور خرچ بھی نہیں بھیجتے ہیں اور قرض کا ملنا بھی دشوار ہے اس سبب سے خوف ارتکاب فحش اور بدکاری کا ہے عورات کے حق میں اور نیز گذارہ عورتوں کا بدون دینے نان و نفقہ زوج وغیرہ کے بھی نہایت دشوار ہے تو اگر قاضی حنفی بوجہ ان ضرورتوں کے موافق مذہب امام مالک یا امام شافعی رحمہما اللہ تعالے کے عمل کرے اور اجازت نکاح کے واسطے زوجہ مفقود کے دیدے تو جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا+

الجواب۔ درصورت مرقومہ زن مفقود بعد انتظار چار برس بروقت ضرورت کے نکاح دوسرا بعد گزرنے اوسکے عدت چار مہینے دس دن کے کسی شخص سے کرے موافق مذہب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے کیونکہ مذہب امام ممدوح کا یہ ہے کہ زن مفقود کی بعد گزرنے چار برس اور چار مہینے دس دن عدت موت کے گذار کر نکاح دوسرا بلاریب کرے مطابق فتوے حضرت عمر فاروق و عثمان و عبداللہ بن عباس وغیرہ رض کے چنانچہ فتح الباری اور تلخیص الجیر فی تخریج احادیث الامام الرافعی وغیرہ میں بوجہ بسط و تفصیل مذکور ہے اسی نظر سے جامع الرموز شرح مختصر وقایہ اور طحطاوی اور رد المختار حواشی در مختار اور فتاوی حسب المفتین حنفی مذہب میں بھی بروقت ضرورت کے دوسرا نکاح کرنیکا زن مفقود کے واسطے فتوے دیا ہے اور قول امام مالک کا معمول بہ لکھا ہے۔ قال فی حسب المفتین قول مالک نم معمول بہ فی ہذہ المسئلۃ وہو احد قولی الشافعی رح و وافق الحنفی بذلک یجوز فتواہ لان عمر رض قضی ہکذا فی الذی استہوتہ الجن بالمدینۃ وکفی بہ اماما ولانہ منع حقہا بالغیبۃ فیفرق القاضی منہا بمضی ہذہ المدۃ اعتبارا بالایلاء فی العدد وبالعنۃ فی السنۃ عملا بالشبہین اسبہے کلامہ لو افتی بہ فی موضع الضرورۃ ینبغی ان لاباس بہ کذا فی الطحطاوی ورد المختار وخزانۃ العلماء وقد اخرج عبدالرزاق وسعید بن منصور وابن ابی شیبۃ باسانید صحیحۃ عن عمر رض ومنہا ما اخرج سعید بن منصور وعبدالرزاق من طریق الزہری

عن سعید بن المسیب ان عمر وعثمان قضیا بذلک واخرج سعید بن منصور بسند صحیح عن ابن عمر وابن عباس قالا تنتظر امرأة المفقود اربع سنین وثبت فی روایة عن عثمان وابن مسعود وکلیهما ومن التابعین الکبار النخعی والزہری ومکحول وعطاء والشعبی کذا فی فتح الباری وقال الحافظ العسقلانی فی تخریج الرافعی المشہور بالتلخیص ویروی عن عمر وعثمان وابن عباس امرأة المفقود تربص اربع سنین وتعتد عدة الوفاة ثم تنکح وقال ابن ابی شیبة حدثنا عبد الاعلی عن معمر عن الزہری عن سعید بن المسیب عن عمر بن الخطاب وعثمان بن عفان قالا فی امرأة المفقود تتربص اربع سنین وتعتد اربعة اشہر وعشرا انتہے ما فی التلخیص مختصرا۔ اور فتوے دینا اور حکم کرنا اوپر مذہب غیر کے جائز ہے مذہب حنفی میں جیسا کہ فتاوی عالمگیری اور فصول عمادی اور طحطاوی اور بحر رائق وغیرہ سے مستفاد ہوتا ہے ذکر فی مجموع النوازل سئل شیخ الاسلام عطاء بن حمزة عن ابی الصغیرة زوجہا عن صغیر وقبل ابوہ وکبر الصغیر ان وبینہما غیبة منقطعة وقد کان التزویج بشہادة الفسقة ہل یجوز للقاضی ان یبعث الی شافعی المذہب لیبطل ہذا النکاح بسبب انہ کان التزویج بشہادة الفسقة قال نعم وللقاضی الحنفی ان یفعل ذلک بنفسہ اخذا بہذا المذہب وان لم یکن مذہبہ انتہے ما فی الفتاوی العالمگیریة وکذا فی العدة والفصول العمادیة وادعی فی البحران المقلد اذا قضی علے خلاف مذہبہ نفذ واقوی ما تمسک بہ ما فی البزازیة ان لم یکن القاضی مجتہدا وقضی بالفتوے علے خلاف مذہبہ نفذ ولیس لغیرہ نقضہ وعن محمد رحمہ اللہ علیہ وقال الثانی لیس لہ ان ینقضہ انتہے ما فی البحر مختصرا وکذا فی الطحطاوی۔ پس ردہوا اس سے قول خام بلا مذہب حنفی کا کہ حنفی مذہب والے کو غیر کے مذہب پر حکم دینا نہ چاہیے کیونکہ اس قول پر دلیل شرعی نہیں پائی جاتی کما لا یخفی علے الماہر بالشریعة الغراء۔ اور وہ حدیث کہ جس پر صاحب ہدایہ نے مدار کار مذہب حنفی میں قرار دیا اور ساتھ اس کے حجت پکڑی ہے پس وہ حدیث ضعیف و منکر ہے قابل حجت شرعی کے نہیں ہو سکتی کیونکہ دو راوی اس حدیث کے واہی اور متروک الحدیث ہیں نزدیک علمائے محققین اور ثقات محدثین ماہرین کے چنانچہ زیلعی حنفی نے بیچ تخریج ہدایہ کے لکھا ہے اول قول صاحب ہدایہ کا سنا چاہیئے بعد اس کے تحقیق زیلعی کی معلوم کرنا چاہیئے کہ درمیان صحیح اور ضعیف اور حق اور ناحق کے امتیاز ہو جاوے۔ لنا قولہ علیہ السلام فی امرأة المفقود انہا امرأتہ حتی یاتیہا البیان وقول علی رضی فیہا ہی امرأة ابتلیت فلتصبر حتی یستبین بموت او طلاق خرج بیانا للبیان المذکور فی المرفوع انتہے ما فی الہدایة الحدیث الاول قال علیہ السلام ہی امرأتہ حتی یاتیہا البیان قلت اخرجہ الدارقطنی فی سننہ عن سوار بن مصعب حدثنا محمد بن شرحبیل الہمدانی عن المغیرة بن شعبة قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم امرأة المفقود امرأتہ حتی یاتیہا البیان ووجدتہ فی نسخة اخری حتی یاتیہا الخبر وہو حدیث ضعیف قال ابن ابی حاتم فی کتاب العلل

سألت ابی عن رواة حدیث سوار بن مصعب عن محمد بن شرحبیل عن المغیرة بن شعبة قال قال رسول الله
صلی الله علیه وسلم ان امرأة المفقود امرأته حتی یاتیها البیان فقال ابی هذا حدیث منکر ومحمد بن شرحبیل
متروک الحدیث یروی عن المغیرة مناکیر واباطیل انتہی وذکره عبد الحق فی احکامه من جهة الدار
قطنی واعله بمحمد بن شرحبیل وقال انه متروک وقال ابن القطان ان سوار بن مصعب اشهر فی المتروکین
ودونه صالح بن مالک ولا یعرف ودونه محمد بن الفضل ولا یعرف حاله انتہی ما فی تخریج الزیلعی
الصغیر۔ پس یہ حدیث ضعیف اور منکر قابل احتجاج کے نہ رہی احکام شرعیہ مین جیساکہ اصول حدیث
اور فقہ مین مذکور ہے جیساکہ علمائے ماہرین شریعت پر مخفی نہین۔ واقول اما قول علی فمعارض منه
قول عمر وعثمان وابن عمر وابن عباس وابن مسعود فی روایة رضی الله عنهم اجمعین فکیف له الترجیح
واما علی تقدیر تسلیم رفعه فیخالف المذهب ایضا لان المدة المقررة عند الحنفیة فی روایة تسعین سنة ویحکی
عن ابی بکر الفضلی وعن ابی بکر محمد بن حامد رح وفی روایة مائة سنة وهو قول ابی یوسف رحمة الله علیه وفی
روایة مائة وعشرون سنة وهو مروی عن الحنفیة رح بروایة الحسن وفی ظاهر الروایة مقدر بموت الاقران
فی بلده هکذا فی الزیلعی شرح الکنز وغیره من المطولات الحنفیة والقضاء کلها لا یستلزم قطع موت المفقود
او طلاقه وبهذا قال الزیلعی فلا معنی لتقدیره انتہی کلامه۔ پس اس صورت مین حنفی مذہب والے کو فتوے
دینا اوپر مذہب امام مالک کے جیساکہ جامع الرموز اور طحطاوی وغیرہ مین اختیار کیا اور نیز بنابر فتوے
اور قضا حضرت عمر وعثمان وعبد الله بن عمر وعبد الله بن عباس رض کے اولی اور احسن بلکہ لازم تر ہے
کہ زن مفقود ورطۂ تکلیف اور حرام کاری اور زنا سے محفوظ رہے کہ اس مین خیر خواہی دین اور دنیا
کی متصور ہے۔ یہ گفتگو مذکورہ بالا باعتبار اس شخص کے ہے کہ جو خواندہ اور واقف روایات ایک
مذہب سے ہو اور جو شخص کہ محض عامی اور جاہل ہو اور مذہب سے کچھ واقفیت نہ رکھتا ہو تو اسکے
حق مین مفتی کا فتوے کافی ہے۔ یعنی کوئی مفتی جس طرح سے فتوی دے اُسپر عمل کرنا چاہئے اس کو
جیساکہ بحر الرائق وفتح القدیر وغیرہ سے واضح ہوتا ہے۔ ان مذهب العامی فتوی مفتیه من غیر تقیید
بمذهب لهذا قال فی فتح القدیر فی حق العامی فتوے مفتیه انتہی ما فی البحر الرائق۔ اس صورت
مین کسی عامی محض اور جاہل کو کسی مذہب پر عمل کرنے سے منع کرنا مخالف دستور العمل فقہاء محققین کے
ہوگا۔ امر المفقود دائر بین امرین اما میت تجب علی امرأته عدة الوفاة او حی فاما امساک امرأته
بالمعروف فتعین علیه التفریق بقوله تعالی فامسکوهن بمعروف فان قصر فی اداء الواجب ینا ب القاضی
عنه کما ینوب فی بیع مال المماطل فی اداء دینه فاوجبنا علیها العدتین وامرنا بعدة حیاة فی الشرع
للمطلقة احتیاطا من تربص اربع سنین لانها اکثر مدة الحمل عند الشافعی ثم امرنا بعدة الوفاة وجعلنا حکم القضاء
تربص اربع سنین بمنزلة الحکم بالتفریق ولم نذهب الی تداخل ما بین العدتین لان طول التربص ههنا معلوم

والجواب عن القیاس المذکور الفرق بین النکاح وغیرہ فان نساء المعسر والعنین والمعیب لہن الاختیار فی الفرقۃ دون الاماء وامہات الاولاد والورثۃ لایطالبون المورث بالمیراث انما المیراث ملک اضطراری بعد موتہ والزوجۃ تطالب الزوج بالنفقۃ والسکنی والوطی فظہر الفارق الجلی بین القبیلتین انتہی ما فی المسوی شرح الموطا للشیخ الاجل شاہ ولی اللہ المحدث الدہلوی واللہ اعلم بالصواب۔ الراقم العاجز محمد نذیر حسین عفی عنہ۔

سید محمد نذیر حسین ۱۲۸۱ | منصور الرحمن انصاری ۱۲۸۲ | محمد نجیب خان | محمد اسمعیل

ہذا الجواب صحیح والمجیب نجیح

محمد عبد القادر ۱۲۸۹

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت جو خاوند اس کا عرصہ بیس اکیس سال سے مفقود الخبر ہے اور نکاح ثانی ایسی عورت کا ایسی صورت پر کسی شخص نے کرا دیا تو جائز ہے یا نہیں اور جو حمل ہے اس کا کیا حکم ہے فقط۔

الجواب۔ اس صورت میں جبکہ شوہر کو مفقود ہوئے بیس سال سے زائد ہو گئے ہیں تو اس کا نکاح دوسرے شخص سے حسب مذہب امام مالک جس پر حنفیہ نے بھی بوجہ ضرورت فتویٰ دیدیا ہے درست ہو گیا اور اولاد جو اس شوہر دوم سے ہوئی ہے اس کا نسب ثابت ہے فقط واللہ تعالے اعلم۔ بندہ رشید احمد عفی عنہ گنگوہی۔

رشید احمد گنگوہی ۱۳۰۱

زوجہ حنفیۃ المذہب کو موافق قول امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے بعد گزرنے چار برس کے چار مہینہ دس دن عدت گذار کر نکاح دیگر بلاریب درست ہے کیونکہ قول امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مستند ہے قول خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین حنفیہ کے نزدیک بھی مسلم ہے قال فی الموطا مالک عن یحیی بن سعید عن سعید بن المسیب ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال ایما امرأۃ فقدت زوجہا فلم تدر این ہو فانہا تنتظر اربع سنین ثم تعتد اربعۃ اشہر وعشرا ثم تحل۔ اور یہی مذہب حضرت عثمان وعبد اللہ بن عباس وغیرہ رضی اللہ عنہم کا ہے۔ چنانچہ فتح الباری اور تلخیص امام رافعی وغیرہ میں بوجہ بسط وتفصیل مذکور ہے اسی نظر سے جامع الرموز شرح مختصر وقایہ اور طحطاوی اور رد المحتار حواشی در مختار اور فتاوے حسب المفتین وغیرہ حنفی مذہب میں بھی بروقت ضرورت کے دوسرا نکاح کرنیکا زن مفقود کے واسطے فتویٰ دیا ہے اور قول امام مالک رحمۃ اللہ علیہ معمول بہ لکھا ہے۔ قال فی حسب المفتین قول مالک رحمہ معمول بہ فی ہذہ المسألۃ وہو احد قول الشافعی رحمۃ اللہ علیہ ولو افتی الحنفی بذالک یجوز فتواہ لان عمر رضی اللہ عنہ قضی کذلک فی الذی استہوتہ الجن بالمدینۃ وکفی بہ اماما الی ان قال حقہا بالغیبۃ فیفرق القاضی بینہما بمضی ہذہ المدۃ اعتبارا بالایلاء فی العدد وبالعنۃ فی سنۃ عملا بالشبہین انتہی بکلامہ لو افتی بہ فی موضع الضرورۃ ینبغی ان لا باس بہ کذا فی الطحطاوی ورد المحتار وخزانۃ العلماء وغیرہ واللہ اعلم بالصواب

الراقم العاجز محمد نذیر حسین عفی عنہ۔ [سید محمد نذیر حسین ۱۲۸۱] [ابو محمد عبد الحق ۱۳۰۵]

[سید محمد عبد السلام غفرلہ ۱۲۹۹] [خادم شریعت رسول الاواب ابو محمد عبد الوہاب ۱۳۰۰]

قد صح الجواب واللہ اعلم بالصواب حررہ ابو محمد عبد الرؤف البہاری المانفوری [عبد الرؤف ۱۳۰۳]

جواب ہذا صحیح ہے حسبنا اللہ بس حفیظ اللہ۔ [حسبنا اللہ بس حفیظ اللہ] جواب صحیح ہے

کتبہ ابو العلی محمد عبد الرحمن الاعظم گڈھی المبارکفوری۔ [ابو العلی محمد عبد الرحمن]

الجواب صحیح نمقہ محمد یسین الرحیم آبادی ثم العظیم آبادی [محمد یسین] قد اصاب من اجاب

حررہ محمد ابو عبد اللہ فقیر اللہ المتوطن ضلع شاہپور۔ [ابو محمد عبد اللہ فقیر اللہ]

المجیب مصیب محمد حسین خان خورجوی۔ [محمد حسین خان] [منصور الرحمن ۱۲۸۲]

[خادم شریعت رسول الثقلین محمد تلطف حسین ۱۲۹۲] الجواب صحیح [محمد طاھر] سلہٹی

المجیب مصیب ولہ جزاء نصیب خادم عباد اللہ الجلیل احقر محمد اسمعیل [محمد اسمعیل]

ہذا الجواب صحیح والمجیب نجیح [محمد عبد القادر ۱۲۸۹] ہو المصوب عند الضرورۃ حنفیہ کے نزدیک تقلید مذہب غیر کی درست ہے اور اس مسئلہ میں بھی حنفیہ تصریح کرتے ہیں چنانچہ جامع الرموز میں ہے۔ قال مالک والاوزاعی الی اربع سنین فینکح عرسہ بعدہا کما فی النظم فلو افتی۔ فی موضع الضرورۃ ینبغی ان لا باس بہ علی ما اظن انتہی۔ اور رد المحتار حاشیہ درمختار میں ہے ذکر ابن وہبان فی منظومتہ انہ لو افتی بقول مالک فی موضع الضرورۃ یجوز انتہی واللہ اعلم حررہ محمد محمد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی۔

[ابو الحسنات محمد عبد الحی] فی الواقع جوابات مذکورہ صحیح ہیں کہ عمل کرنا مذہب غیر پر مواقع ضروریہ میں حسب تصریحات فقہائے احناف بلاشبہ ثابت و جائز و معمول بہا ہے۔ کما فی الشرح الاسبیجابی ناقلا عن جامع الفتاوے افتی علماؤنا وعلماء العراق وما وراء النہر علی مذہب الشافعی ومالک رضی اللہ عنہم فی سبعۃ مسائل فی تکبیرات العیدین وفی الزوال فی الظہر والعصر وفی الشفق وفی التسمیۃ علی رؤس کل سورۃ فی الصلوۃ وفی البلوغ خمسۃ عشر سنۃ وفی حکم تفریق امرأۃ الغائب باربع سنین وفی حکم النظر واللمس الحلول کذا فی المعیار۔ اور جناب رئیس المحققین حجۃ من حجج اللہ مولانا شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مسوی شرح موطا میں بلسط اس کو رقم فرمایا ہے اور ان کے خلف الصدق شیخ الہند مولانا شاہ عبد العزیز صاحب علیہ الرحمۃ نے بھی بجواب سوالات بخارا شرائط جواز تقلید

مذہب غیر میں مسئلہ ہذا کو نقل عبارت جامع الرموز کے ارقام فرمایا ہے فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
حررہ ابو الجمیل محمد خلیل غفرلہ اللہ الجلیل۔ ابو الجمیل محمد خلیل غفرلہ اللہ الجلیل

سوال۔ چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین ابقاہم اللہ تعالیٰ الی یوم الدین درین کہ درین زمان ابتلائے عام ست کہ اکثر مردمان زنان خود را گذاشتہ میروند ومفقود الخبر میشوند وخرچ ہم نمی فرستند واستدانۃ یعنے قرض گرفتن ہم محال ازین سبب خوف ارتکاب زنان مذکور بفجور ومعاصی است اگر قاضی حنفی برائے ضرورت بر مذہب امام مالک رح یا شافعی رح عمل کنند واجازت نکاح دہد جائز ست یا نہ بینوا توجروا+

الجواب۔ جائز است چنانچہ روایات مسطورہ فی الذیل برآن ناطق ہستند فی شرح الالیجاپی ناقلا عن جامع الفتاوی افتی علماؤنا وعلماء العراق وما وراء النہر علی مذہب الشافعی رحمۃ اللہ علیہ ومالک رض فی سبعۃ مسائل فی تکبیرات العیدین وفی فیئ الزوال فی الظہر والعصر وفی الشفق وفی التسمیۃ علی رؤس کل سورۃ فی الصلاۃ وفی البلوغ خمسۃ عشر سنۃ وفی حکم تفریق امرأۃ الغائب باربع سنین وفی حکم النظر واللمس للمولے کذا فی ہفت نکات فی کشف المکنونات در فرع اول از فصل چہارم در وقت عصر خزانۃ العلما فی المفقود وتحفۃ الصلحا قال مالک رح اذا مضی اربع سنین یفرق القاضی بینہ وبین امرأتہ فتعتد عدۃ الوفات ثم تتزوج بمن شاءت وقول مالک رح فی ہذہ المسئلۃ معمول وہو احد قولی الشافعی رح ولو افتی الحنفی بذلک یجوز فتواہ لان عمر رضی اللہ عنہ عمل بہذا فیمن استہوتہ الجن بالمدینۃ وکفی بہ اماما ولانہ منع حقہا بالغیبۃ فیفرق القاضی بینہما بمضی ہذہ المدۃ حسب المفتین فی المفقود۔ واگر حنفی المذہب بر مذہب شافعی عمل نماید در بعضے احکام بیکے از سہ وجہ جائز ست اول آنکہ دلائل کتاب وسنت در نظر او دران مسئلہ مذہب شافعی رحمۃ اللہ علیہ را ترجیح دہند دوم آنکہ حنفی مبتلا شود کہ گذارہ بدون مذہب شافعی نماند مثل احکام میاہ درین دیار یا احکام مفقود رسالہ مولوی شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی در جواب مسئلہ بادشاہ بخارا وعن ابی حنیفۃ الی ثلثین سنۃ وعن بعضہم الی ستین وقیل الی سبعین وعن الثلاثۃ الی ثمانین سنۃ "وعلیہ الفتوی فی زماننا وعنہما الی مائۃ وعن المتقدمین الی مائۃ وعشرین سنۃ الکل فی المضمرات وہذا ظاہر الاصول کما فی النظم وعن محمد الی مائۃ وعشرون وعن ابی یوسف رحمۃ اللہ علیہ الی مائۃ وخمسین کما فی ضوء السراجیۃ وعن ابی مطیع الی مائۃ وسبع کما فی المشارع وفی ظاہر المذہب الی موت الاقران کما فی الہدایۃ وہذا مروی عن محمد رحمۃ اللہ علیہ فقیل موت جمیع الاقران فی جمیع البلاد وقیل فی بلدہ وہذا اوفق وقال شیخ الاسلام ہذا احوط واقیس کما فی الذخیرۃ وقال بعضہم یفوض الی رای القاضی کما فی الینابیع قال مالک والاوزاعی الی اربع سنین فتنکح عرسہ بعدہا کما فی النظم فلو افتی بہ فی موضع الضرورۃ ینبغی ان لاباس بہ علی ما اظن ۱۲ جامع الرموز من عینہ ۱۲ ہذہ الروایۃ صحیحۃ

خلیفہ غلام السلام لاہوری ہذہ الروایۃ صحیحۃ غلام محی الدین لاہوری مسجد خراسیان والہ ہذہ الروایۃ ترجح اذا قضی القاضی بہا غلام محی الدین غریب الوطن بگہ والہ۔ ہذہ الروایۃ صحیحۃ مفتی امام الدین لاہوری ہذہ الروایۃ صحیحۃ نظام الدین فتحگڈیہ چون خوف زنا درین بلیہ غالب ست بلکہ زن خود می گوید از من صبر نمی شود چہ بلا تعصب ست کہ حنفیہ باوجودے کہ روایات معتبرہ در کتب حنفیہ ہم می یابند بمذہب مالک فتوے نمیدہند وبمقتضائے اذا ابتلی ببلیتین فلیختر اہونہما عمل نمی کنند ہرچند تعصب کنند زنا حرام قطعی ست واین مسئلہ مجتہد فیہ من عمل بمجتہد فیہ فلا غبار علیہ ولا شنار غایۃ الحواشی بر شرح وقایہ عبد اللہ الشہیر بغلام رسول مالک

عن یحیی بن سعید عن سعید بن المسیب ان عمر بن الخطابؓ قال ایما امرأۃ فقدت زوجہا فلم تدر این ہو فانہا تنتظر اربع سنین ثم تعتد اربعۃ اشہر وعشرا ثم تحل فقط۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی در بیان این حدیث در مسوی شرح موطا کلام طویل دلچسپ فرمودہ واین مذہب مالک را ترجیح دادہ نقل عبارت اینجا گنجائش ندارد۔

سید محمد نذیر حسین

فقیر غلام علی خادم شرع جلی | محمد بارک اللہ | احمد اللہ

محمد حسین بٹالوی | مفتی امام الدین لاہوری | غلام محی الدین بگہ والہ

نظام الدین فتح گڈھ

سوال۔ چہ فرمایند علمائے دین درین باب کہ زید حنفی المذہب از عرصہ دراز مفقود گشتہ وزوجہ اش بسبب گم شدنش سخت پریشان است پس اگر بخوف ارتکاب معاصی مثل زنا وغیرہ کہ این خوف قریب الوقوع باشد بفتوے امام مالک وامام شافعی عمل نماید روا باشد یا نہ واگر درہمچنین ضرورت بروایت شان عمل نہ نماید بالیقین مبتلائے گناہ خواہد شد جواب از فقہ حنفی نگاشتہ شود فقط۔

الجواب۔ درصورت مرقومہ عمل موافق مذہب امام مالک وامام اوزاعی وبرائیتے از امام شافعی وامام احمد لامحالہ می باید کہ در زنا واقع نشود زیرا کہ علمائے محققین انتقال از مذہب بمذہب دیگر وقتیکہ قصد لہو نباشد جائز نوشتہ اند ودر موضع ضرورت بطریق اولی جائز خواہد شد در درمختار مذکور است ولا باس بالتقلید عند الضرورۃ (ای تقلید الغیر ۱۲) انتہی کلامہ در طحطاوی مے نویسد۔

ظاہرہ انہ عند عدمہا لا یجوز وہو احد قولین فی المذہب والمختار جوازہ ولو من غیر ضرورۃ ولو بعد الوقوع والنزول انتہی ما فی الطحطاوی مختصرًا لا یجب الاستمرار ای علی من التزام مذہبا معینا ویصح الانتقال

وہذا ہو الحق الذی ینبغی ان یومن ویعتقد بہ لکن ینبغی ان لایکون الانتقال للتلہی فان التلہی حرام قطعا فی المذہب کان او فی غیرہ انتہی ما فی شرح مسلم الثبوت لمولانا عبد العلی اللکھنوی و در مسلم نیز نوشتہ وکان علیہ الصلوٰۃ والسلام یحب ما خفف علیہم انتہی کلامہ مختصرا وہکذا فی التحریر والتقریر وجزیل المواہب وغیرہ لہذا در چنین مقام خاص صاحب الطحطاوی وجامع الرموز نوشتہ فلو افتی بہ فی موضع الضرورۃ ینبغی ان لا باس بہ انتہی ما فی جامع الرموز وہکذا النقل فی الطحطاوی عنہ وصاحب خزانۃ الروایات نیز بقول امام مالک فتوی دادہ نوشتہ ونزد این عاجز درچنین حال کہ صدور زنا از وے قریب الوقوع باشد انتقال از مذہب بمذہب دیگر واجب خواہد بود کہ در حرام قطعی مبتلی نہ گردد پس بتدارک آن از واجبات شرعی گردید کہ در محذورات قطعیہ شرعیہ نیفتد درین صورت مستفتی را می باید کہ بر مذہب امام مالک واوزاعی عمل نماید کہ از مہلکہ خلاص شود یعنی بعد گذشتن چار سال چار ماہ و دہ روز اول ایام عدت گزارد بعد ازان نکاح از دیگر کس کند بمذہب امام مالک مطابق فتوے حضرت عمر فاروق است چنانکہ در کتب مطولات شرعیہ مفصلا مذکور است واللہ اعلم بالصواب حررہ السید محمد نذیر حسین عفی عنہ ۔

سید محمد نذیر حسین

سوال ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زن مفقود نے بعد گزرنے چار برس چار مہینے دس روز کے نکاح ثانی اپنا کسی شخص سے کر لیا بعد چند مدت کے شوہر اول آگیا اب زن مذکورہ کس کی زوجہ قرار دیجاوے گی بینوا توجروا ۔

الجواب ۔ بموجب مذہب امام مالک کے زن مذکورہ زوجہ شوہر ثانی کی قرار دی جاویگی شوہر اول سے کچھ علاقہ باقی نہیں رہا اور حکم مفارقت کا اس کی نسبت ہو چکا ہے تب نکاح ثانی جائز ہوا جیسا کہ موطا اور اس کی شرح مسوی اور مصفے میں مذکور ہے ۔ قال مالک وان تزوجت بعد انقضاء عدتہا فدخل بہا زوجہا اولم یدخل بہا فلا سبیل لزوجہا الاول قال مالک وذلک الامر عندنا وان ادرکہا زوجہا قبل ان تتزوج فہو احق بہا گفت مالک واگر نکاح کرد بعد گذشتن عدۃ خود پس داخل شد بروے شوہر او یا داخل نہ شد در ہر صورتے راہ نیست شوہر اول را بسوئے او گفت مالک وہمین است حکم مقرر نزدیک ما واگر یافت زوج اول او را پیش ازانکہ نکاح کند پس او احق است بآن زن قال مالک وادرکت بعض الناس ینکرون الذی قال بعض الناس علی عمر بن الخطاب انہ قال یخیر زوجہا الاول اذا جاء فی صداقہا او فی امرأتہ ۔ گفت مالک دریافتم بعض علماء را کہ انکار مے کردند آن مقولہ را کہ بعض مردمان بربستہ اند بر عمر بن الخطاب کہ اختیار دادہ شود شوہر اول را وقتے کہ بیاید در آنکہ بگیرد مہر آن زن یا بگیرد زن خود را کذا فی المسوی للشیخ الشاہ ولی اللہ المحدث

الدہلوی رحمۃ اللہ علیہ وقال فی المصفی امر المفقود دائر بین امرین اما میت تجب علی امراتہ عدۃ الوفاۃ او حی ما امسک امرأتہ بالمعروف فتعین علیہ التفریق لقولہ تعالیٰ فامسکوہن بمعروف فان قصر فی اداء الواجب ناب القاضی عنہ کما ینوب فی بیع مال المماطل فی اداء دینہ فاوجبنا علیہ العدتین و امرنا بابعد عدۃ جاءت فی الشرع المطلقۃ احتیاطا وہو تربص اربع سنین لانہا اکثر مدۃ الحمل عند الشافعی ثم امرنا بعدۃ الوفاۃ وجعلنا حکم القاضی تربص باربع سنین بمنزلۃ الحکم بالتفریق والجواب عن القیاس المذکور الفرق بین النکاح وغیرہ فان نساء المعسر والعنین والمعیب لہن الاختیار فی الفرقۃ دون الاماء وامہات الاولاد والورثۃ لا یطالبون المورث المیراث انما المیراث ملک اضطراری بعد موتہ والزوج تطالب الزوج بالنفقۃ والسکنی والوطی فظہر الفارق الجلی بین القبیلتین واللہ اعلم انتہی واللہ اعلم بالصواب

حررہ السید شریف حسین عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

کتاب الطلاق والخلع

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ خلع مین کس قدر عدت ہے ایک حیض تک یا تین حیض۔ ایک حیض کی عدت تو زید کہتا ہے اور عمرو تین حیض کی عدت کہتا ہے اب عوام الناس کس پر عمل کرین اور مین نے ایک نکاح خلع والی عورت کا ایک حیض کے بعد پڑھا دیا ہے اب کیا حکم ہے شرع مین اس نے خلع بالعوض مہر کے کیا ہے موافق قرآن و حدیث کے تحریر فرمائین بینوا توجروا۔

الجواب۔ واضح ہو کہ اس مین قول زید کا قرین صواب اور احادیث معتبرہ کے موافق ہے یعنی خلع کی عدت صرف ایک حیض ہے کیونکہ خلع طلاق نہین ہے بلکہ فسخ و تفریق کا نام ہے اس لئے کہ اللہ تعالے نے سورہ بقرہ مین خلع کو طلاق سے علیحدہ طور پر بیان فرمایا ہے اول آخر طلاق کا ذکر کیا اور درمیان مین خلع کو بیان فرمایا۔ اس سے پایا گیا کہ طلاق کے حکم سے خلع کا حکم جدا ہے طلاق کی عدت تین حیض ہے۔ اور خلع کی عدت ایک حیض جیسا کہ ترمذی اور ابو داؤد اور ابن ماجہ مین مذکور ہے ترمذی اور ابو داؤد کی روایت یہ ہے۔ عن ابن عباس ان امرأة ثابت بن قیس اختلعت من زوجها علی عهد النبی صلی اللہ علیہ وسلم فامرها النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان تعتد بحیضة اور ترمذی و ابن ماجہ مین ربیع بنت معوذ بن عفراء سے اسی کے موافق مروی ہے اور نسائی مین بسند صحیح ایسا ہی ہے۔ اور حضرت عثمان بن عفان اور ابن عباس اور ابن عمر رضؓ سے بھی اسی طرح منقول ہے اور اکابر صحابہ مین سے کسی کا فتوے صحیح و قوی طور پر اس کے خلاف نہین پایا گیا جیسا کہ زاد المعاد مین مذکور ہے اور تفسیر ابن کثیر مین اس کے موافق روایتون کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے فقط واللہ اعلم

راقم عبد الجبار عمر پوری کان اللہ لہ۔ | سید محمد نذیر حسین |

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ زید نے بابت خرچ نفقہ اپنی زوجہ کے اقرار نامہ لکھدیا۔ اور یہ عبارت بھی لکھدی جو ذیل مین نقل ہے۔ ایک ماہ تک روپیہ ماہواری ادا نہ کرونگا تو موافق آئین خدا اور رسول کے میری طرف سے یہ اقرار نامہ بطور فارغ خطی سمجھا جاوے۔ اب سوال یہ ہے کہ نفقہ سال بھر سے زید نے نہین دیا تو اس صورت مین طلاق ہو گئی یا نہین اور دیگر یہ اقرار تین مرتبہ دو مرد ایک عورت کے سامنے بھی زید نے کیا بینوا توجروا ✤

الجواب - صورت مسئولہ مین جو زید نے زوجہ کی مفارقت کے لئے تعلیق ایک ماہ نفقہ نہ دینے کی کی ہے اور اس کو ایک سال گذر گیا کہ اس نے کچھ نہین دیا تو شرط تعلیق موجود ہو گئی اور فراغ خطی بھی عرف مین بیان کے طلاق ہے تو اس کی زوجہ پر طلاق واقع ہو کر عدت بھی گذر گئی اب اسکو اختیار ہے کہ جس سے چاہے یعنے اور مرد سے اپنا نکاح کرے - واللہ اعلم بالصواب -

حررہ نفیر محمد حسین + | یقال اللہ ابراہیم | سید محمد نذیر حسین |

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ مسماۃ ہندہ کا زید کے ساتھ عقد ہوا جب زید ہندہ کے پاس گیا تو معلوم ہوا کہ وہ نامرد ہے مردون کی طرح وہ جماع پر قادر نہ ہو سکا بعض مرتبہ اگر دخول ہو گیا تو عضو فوراً مسترخی ہو کر بیکار ہو جاتا تھا اور پھر اس کی حالت نامردی کی اور ترقی کر گئی۔ زید نے بعد شادی علاج بھی کیا لیکن اس مین وہ کامیاب نہ ہوا اور زید نے ہندہ اور اولیاء ہندہ سے یہ بھی کہا کہ فیصلہ کر لو یعنی طلاق لے لو اور مہر معاف کر دو اولیاء زید نے زید کو سمجھایا کہ گھبراؤ مت اپنا علاج کرو پھر دیکھا جائیگا لیکن زید ایسا گھبرایا کہ اس نے نکل جانیکا ارادہ کیا اور ہندہ سے کہا کہ اچھا ہونگا تو آؤنگا ورنہ نہین آؤن گا - ہندہ نے کہا مین کیا کرون گی زید نے کہا چند دنون یعنی تین چار مہینے تک میرا انتظار کرنا پھر کوئی کسی کے لئے بیٹھا تھوڑا ہی رہتا ہے - نہ مین خوبصورت ہون نہ مالدار جو مجھ سا تمکو کوئی اور نہ ملیگا پھر بلا اطلاع چلدیا اور پھر آجتک جس کو عرصہ ڈیڑھ برس کا ہوا اسکا کہین پتہ نہ چلا باوجود تلاش کے اس کی کچھ خبر نہ ملی اور نہ اپنی کچھ خبر ہندہ کو بھیجی - اب ہندہ ضروریات بشریہ کی وجہ سے متضرر ہے اب وہ عقد ثانی کرنا چاہتی ہے لہذا شرع شریف کا ہندہ کے لئے کیا حکم ہے اور جہانتک غور کیا جاتا ہے زید کی واپسی کی کوئی امید نہین ہے اور زید ایک مسافر غریب الوطن تھا -

الجواب - اس صورت مین شرع شریف کا حکم ہندہ کے لئے یہ ہے کہ وہ عقد ثانی کر سکتی ہے اگر عدت گذر چکی ہے اور اگر عدت نہین گذری ہے تو عدت گذرنے کے بعد کر سکتی ہے اسلئے کہ ہندہ پر طلاق کنائی واقع ہو چکی ہے وہ عورت انقضائے عدت کے بعد عقد ثانی کر سکتی ہے - ہندہ پر اسلئے طلاق کنائی ہو چکی ہے کہ زید نے ہندہ کے پوچھنے پر کہ تمہارے چلے جانیکے بعد مین کیا کرون گی کہا " چند دنون یعنی تین چار مہینے تک میرا انتظار کرنا پھر کوئی کسی کے لئے بیٹھا تھوڑا ہی رہتا ہے نہ مین ایسا خوبصورت ہون نہ مالدار جو مجھسا تمکو کوئی اور نہ ملیگا - " جس کا مطلب بہت صاف ہے کہ زید نے ہندہ سے کہا کہ تم مدت مذکورہ یعنی تین چار مہینے تک میرا انتظار کرنا پھر دوسرا عقد کر لینا کیونکہ کوئی کسی کے لئے بیٹھا تھوڑا ہی رہتا ہے تو تم بھی میرے لئے بیٹھی نہ رہنا بلکہ دوسرا عقد کر لینا زید کا

یہ قول لفظ ابتغی الازواج سے ایقاع طلاق مین زیادہ صاف ہے بلکہ قریب بتصریح ہے کیونکہ لفظ ابتغی الازواج مین جس قدر غیر طلاق کا احتمال ہے اس قدر زید کے اس قول مین نہین ہے۔ اور لفظ ابتغی الازواج طلاق کنائی ہے جیساکہ ہدایہ وغیرہ کتب فقہ مین مذکور ہے تو زید کا قول مذکور بالا وے طلاق کنائی ہے ہدایہ صفحہ ۳۵۴ جلد ا کی عبارت یہ ہے وبقیۃ الکنایات اذا نوی بہا الطلاق کانت واحدۃ بائنۃ وان نوی ثلثا کانت ثلثا وان نوی ثنتین کانت واحدۃ بائنۃ ہذا مثل قولہ انت بائن وبتۃ وبتلۃ وحرام (الی قولہ) وابتغی الازواج اور ایسا ہی کنز الدقائق مین ہے اور فتاوی عالمگیری صفحہ ۵۲۹ جلد ا مین ہے۔ وابتغی الازواج یقع واحدۃ بائنۃ ان نواہا او ثنتان وثلث ان نواہا کذا فی شرح الوقایہ اھ۔ باقی رہا یہ امر کہ زید کی نیت بھی اس قول سے طلاق کی تھی یا نہین سو واضح رہے کہ ضرور تھی اور یہ بہت ظاہر ہے اس لئے کہ زید نے جو یہ بات کہی تھی ہندہ کے پوچھنے پر کہی تھی کہ تمہارے چلے جانیکے بعد مین کیا کرون گی اور ایسی حالت مین ظاہر یہی ہے کہ زید کی نیت طلاق ہی کی تھی یہان تک کہ اگر زید بالفرض اس نیت سے انکار بھی کرے کہ میری نیت اس قول سے طلاق نہ تھی تو اسکا یہ قول اخیر مسموع نہ ہوگا ہدایہ صفحہ ۳۵۴ جلد ا مین ہے وفی حال مذاکرۃ الطلاق لم یصدق فیما یصلح جوابا ولا یصلح ردا فی القضاء مثل قولہ خلیۃ وبریۃ بائن بتۃ حرام اعتدی امرک بیدک اختاری لان الظاہر ان مرادہ الطلاق عند سوال الطلاق اھ۔ اور ظاہر ہے کہ زید کا قول مذکور ہندہ کے سوال کا جواب ہے نہ ہندہ کے سوال کا رد اور نہ وہ رد ہونیکا صالح ہے۔ الحاصل ہندہ پر طلاق کنائی واقع ہو چکی ہے تو ہندہ کو شرعًا اختیار ہے کہ اگر عدت گزر چکی ہے تو ابھی عقد ثانی کر سکتی ہے ورنہ بعد انقضائے عدت واللہ تعالے اعلم بالصواب۔ اور اگر بالفرض زید کا قول مذکور طلاق نہ قرار دیا جاوے تو اگر زید نے ہندہ کیلئے نفقہ نہین چھوڑا ہے جیساکہ عبارت سوال سے اس کا اشعار ہوتا ہے تو اگر ایسی حالت مین ہندہ فسخ نکاح کی طالب ہو تو شرعًا اس کے نکاح کے فسخ کر دینے کا حکم ہے اور جب نکاح فسخ کر دیا جاوے تو انقضائے عدت کے بعد ہندہ عقد ثانی کر سکتی ہے رد المحتار چھاپہ مصر جلد ۲ صفحہ ۱۰۱۵ مین فتاوی قاری الہدایہ سے منقول ہے۔ حیث سئل عمن غاب زوجہا ولم یترک لہا النفقۃ فاجاب اذا اقامت بینۃ علی ذلک وطلبت فسخ النکاح من قاض یراہ ففسخ نفذ وہو قضاء علی الغائب وفی نفاذ القضاء علے الغائب روایتان عندنا فعلی القول بنفاذہ یسوغ للحنفی ان یتزوجہا من الغیر بعد العدۃ واذا حضر الزوج الاول وبرہن علے خلاف ما ادعت من ترکہا بلا نفقۃ لا تقبل بینتہ لان البینۃ الاولے ترجحت بالقضاء فلا تبطل بالثانیۃ اھ۔ ویؤیدہ ما فی بلوغ المرام وہو ما اخرجہ سعید بن منصور عن سفیان عن ابی الزناد عن سعید بن المسیب فی الرجل لا یجد ما ینفق

علی اہلہ قال یفرق بینہما قال ابو الزناد قلت لسعید بن المسیب سنۃ قال سنۃ وہذا مرسل قوی اھ۔
وفی شرحہ سبل السلام صفحہ ۱۲۷ جلد ۲ ومراسیل سعید معمول بہا لما عرف من انہ لا یرسل الا عن ثقۃ قال
الشافعی والذی یشبہ ان یکون قول سعید سنۃ سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اھ۔ وفیہ ایضا وقد
اخرج الدارقطنی والبیہقی من حدیث ابی ہریرۃ مرفوعا بلفظ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی
الرجل لا یجد ما ینفق علی امرأتہ قال یفرق بینہما اھ وفی بلوغ المرام ایضا عن عمر رض انہ کتب الی امراء
الاجناد فی رجال غابوا عن نسائہم ان یاخذوہم بان ینفقوا او یطلقوا الحدیث اخرجہ الشافعی
ثم البیہقی باسناد حسن اھ۔ وفی سبل السلام صفحہ ۱۲۸ جلد ۲ ہذا دلیل علی انہ یجب احد الامرین
علی الازواج الانفاق او الطلاق اھ واللہ تعالے اعلم بالصواب کتبہ محمد عبد اللہ عفی عنہ۔

سید محمد نذیر حسین | مدرسہ احمدیہ

سوال۔ کیا فرماتے ہین علماے دین اس مسئلہ مین کہ خالد و زوجہ خالد مسماۃ ہندہ مین اکثر نا اتفاقی
رہتی تھی اور تین سال تک درمیان زن و زوج کے کچھ تعارف نہین رہا بعدہ فہمایش چند صاحبان
باہم رضامندی حسب شرائط ذیل ہو گئی اور اسٹامپ ایک روپیہ کے کاغذ پر شرطین تحریر ہوئین
شرط اول۔ اب کوئی امر مثل سابق کے جن امور سے زوجہ منکوحہ میری ناراض ہو گی ہرگز ہرگز
نہ کرونگا۔ شرط دوم۔ ہمیشہ اس کی خوشنودی و دلجوئی کرتا رہونگا۔ اور حسب حیثیت خود
ہمیشہ نان و نفقہ سے اس کی خبرگیری کرتا رہونگا۔ شرط سوم۔ اگر معاذ اللہ کوئی امر خلاف تحریر
مجھ سے سرزد ہو اور زوجہ منکوحہ میری مجھ سے ناراض ہو تو زوجہ منکوحہ کو میری جانب
سے طلاق ثلثہ بائنہ ہو جاوے گی اور پھر باہم فریقین کوئی تعارف زن و زوجیت باقی
نہین رہیگا۔ اور بعد اس کے زوجہ منکوحہ میری کو اختیار ہوگا کہ بعد ایام عدت خواہ دوسرا عقد کرے
یا نہ کرے مجھ سے کچھ تعلق اور سروکار و دعوے باقی نہین رہے گا۔ بعد چند یوم کے خالد اپنی
کسی شرط پر قائم نہ رہا اور خلاف شرطون کے برتاؤ اور بدمزاجی ظہور مین آکر نا اتفاقی کی صورت
پھر پیش آئی۔ اب بموجب شرع شریف کے ہندہ پر خالد کی جانب سے طلاق عائد ہو گئی یا
نہین اور اگر ہو گئی تو کونسی عائد ہوئی بینوا توجروا۔

الجواب۔ یہ جملہ شروط جو زوج نے اختیار کئے تعلیقات طلاق سے ہین پس جب یہ
شروط پائی گئین کہ جن پر طلاق معلق تھی تو زوجہ خالد کی مطلقہ ہو گئی۔ فی مجمع الانہر شرح ملتقی
الابحر التعلیق ہو ربط حصول مضمون جملۃ بحصول مضمون جملۃ اخری یعنی تعلیق کے معنے ہین کسی مضمون
جملہ کو کسی مضمون جملہ کے ساتھ ربط دینا جیسا کہ ان تعلیقات مین ہے والیضا فی الشرح المذکور فاذا
وجد الشرط فیہ ای فی الملک بان کان النکاح قائما انحلت الیمین ووقع الطلاق۔ پس یہ عورت مطلقہ

ہوگئی بعد انقضائے عدت کے کسی اور مرد مسلمان سے اپنا نکاح کرے واللہ اعلم وعلمہ اتم فقیر محمد حسین

سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ ہندہ بنت زید کا نکاح ہمراہ بکر کے ہوا اور حقوق زوجیت وشوہری جانبین سے ادا ہوتے رہے بعد عرصہ دراز کے بکر نے نکاح ثانی اپنا بنت عمر سے کیا اور حقوق ہر دو ازواج کے بکر ادا کرتا رہا۔ بعد ازان بکر نے ارادہ نکاح ثالث کا ہمراہ بنت خالد کیا۔ قبل نکاح ثالث بکر کے ہندہ بنت زید بکر کی زوجہ اول نے چہار شرطین مفصلہ ذیل روبرو بکر شوہر خود کے بیان کین۔ شرط اول۔ پندرہ روز میرے ہان شب گور ہوا ور سات یوم زوجہ ثانی کے ہان اور آٹھ یوم زوجہ ثالث کے ہان جس کو اب تم نکاح مین لاؤگے۔ شرط دوم۔ کھانا دونون وقت میرے ہان کھایا کرو۔ شرط سوم۔ پارچہ پوشیدنی وغیرہ اپنا تمام میرے پاس رکھو۔ شرط چہارم۔ تمام تنخواہ اپنی ہمیشہ میری تحویل مین رکھوا ور جس جس کا جو ماہوار مقرر کیا جاوے وہ مین اپنے ہاتھون سے دون۔ اگر ان چار شرطون مین سے ایک شرط بھی تمہاری طرف سے پوری نہ ہوگی تو بغیر طلاق دئے مجھ پر تمہاری طرف سے طلاق ہے۔ اس وقت بکر نے دو عادل گواہون کے روبرو درجواب شرائط ہندہ بنت زید زوجہ اول اپنی کے بیان کیا کہ اگر مین تمہاری شرائط مذکورہ کے خلاف کرون تو بیشک تم کو طلاق ہے بعد مقبولی شرائط مذکورہ بالا کے بکر نے نکاح ثالث کر لیا من بعد ہندہ نے ایک بزرگ متقی پابند سنت محمدیہ کے روبرو بکر سے شرائط مذکورہ پھر بیان کین چنانچہ بکر نے اُن بزرگ کے روبرو بھی مقبولی شرائط مذکورہ بالا کا اقبال کیا اور بکر نے ایک عرصہ تک شرائط کا ایفا نہین کیا اور خلاف شرائط کر رہا ہے اس صورت مین ہندہ پر بموجب شرع شریف بکر کی طرف سے طلاق عائد ہوئی یا نہین بینوا توجروا۔

الجواب - صورت سوال سائل مین ایسی اطاعت زوج کی زوجہ کے لئے آثار قیامت سے ہے اور خلاف امر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہے کہ کالمیت بید الغسال زوجہ کیلئے ہوگیا مگر چونکہ اس نے اقرار اپنے ضرر کا منظور کیا اور جملہ شرائط مذکورہ کو قبول کیا اور دو عادل گواہون کے روبرو بیان کیا کہ اگر مین تمہاری شرائط مذکورہ کے خلاف کرون تو تم کو طلاق ہے تو اب اس کے شرائط مذکورہ کے خلاف کرنیکی وجہ سے اس کی عورت مطلقہ ہوگئی فاذا وجد الشرط فیہ ای فی الملک بان کان النکاح قائما انحلت الیمین ووقع الطلاق کذا فی مجمع الانہر شرح ملتقے۔ پس ہندہ کو بعد عدت کے اختیار ہے کہ اپنا نکاح کسی اور مرد مسلمان سے کرے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ فقیر محمد حسین۔

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین وحامیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ زید کا نکاح سماۃ
کبریٰ سے اس شرط پر ہوا کہ سماۃ کبریٰ کی حیات مین دوسرا نکاح نہ کرونگا اگر کرون توجس
عورت سے نکاح کرون وہ مطلقہ مغلظہ شمار ہو چنانچہ قبل نکاح مسمی زید نے سماۃ کبریٰ کے
حق مین ایک اقرار نامہ باین الفاظ لکھدیا کہ "زمانہ حال مین اکثر ناعاقبت اندیش متعدد نکاح کرتے ہین جو
باعث اذیت ہوتے ہین مین اقرار کرتا ہون کہ مین تاحیات سماۃ کبریٰ کوئی عقد نکاح نہ کرونگا۔
اور نہ کسی اور کے کئے ہوئے عقد کو اپنے لئے جائز رکھونگا سوائے سماۃ مذکورہ کے اگر کوئی
اور عورت میرے نکاح مین داخل ہو تو وہ میری طرف سے مطلقہ مغلظہ شمار ہوگی اور مین بصورت
شرعی اور قانون کے مواخذہ کا پابند ہونگا" اس اقرار نامہ کی تحریر کے بعد سماۃ کبریٰ کا نکاح
مسمی زید سے ہوگیا۔ اگر زید اس شرط مندرجہ بالا کی پابندی اپنے اوپر لازم نہ گردانتا تو سماۃ مذکورہ
کا نکاح زید سے نہ ہوتا مسمی زید نے اس نکاح سے کئی برس بعد سماۃ کبریٰ کی حیات مین خلاف
مرضی سماۃ کبریٰ کے سماۃ ہندہ سے نکاح کرلیا تو زید کا یہ نکاح ثانی سماۃ ہندہ سے اس صورت
متذکرہ بالا مین جائز ہے یا نہین اور سماۃ ہندہ مسمی زید کی طرف سے فوراً مطلقہ مغلظہ ہوگئی
یا نہین اور سماۃ ہندہ کسی قدر مہر کی مستحق ہوگی یا نہین اور ہوگی تو کس قدر۔ (۲) زید نے بعد نکاح
مندرجہ بالا کے ہندہ کے نام حسب ذیل طلاقنامہ لکھدیا کہ مین نے شرعی احکام کے بموجب آپکو
شرعی طلاق دی اس لئے شرعی الفاظ ادا کرتا ہون۔ طلاق طلاق طلاق تو اس تحریر کا کیا اثر
ہوگا۔ (۳) ان تمام حالات مین اگر زید سماۃ ہندہ سے رجوع کرے تو رجوع کرنا جائز ہوگا یا
نہین۔ جو لوگ باوجود علم اس رجوع کرانے مین ساعی ہون ان کی نسبت عند الشرع کیا حکم
ہے بینوا توجروا +

الجواب۔ پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ زید نے سماۃ کبریٰ سے جو اس شرط پر نکاح
کیا ہے کہ سماۃ کبریٰ کی حیات مین دوسرا نکاح نہین کرونگا سو یہ شرط واجب الایفا نہین ہے
نیل الاوطار صفحہ ۵۵ جلد ۶ مین ہے واخرج الطبرانی فی الصغیر باسناد حسن عن جابر ان النبی
صلی اللہ علیہ وسلم خطب ام مبشر بنت البراء بن معرور فقالت انی شرطت لزوجی ان لا اتزوج
بعدہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان ہذا لا یصلح۔ اور زید نے جو یہ تعلیق کی ہے کہ اگر دوسرا نکاح
کرون توجس عورت سے نکاح کرون وہ مطلقہ مغلظہ شمار ہو سو یہ تعلیق بیکار و لغو ہے پس
زید کا یہ نکاح ثانی سماۃ ہندہ سے جائز ہے اور سماۃ ہندہ زید کی طرف سے فوراً مطلقہ
نہین ہوئی اور یہی جمہور صحابہ و تابعین و من بعدہم کا مذہب ہے منتقے مین ہے۔ عن عمرو بن
شعیب عن ابیہ عن جدہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا نذر لابن آدم فیما لا یملک

ولا عتق له فیما لا یملک ولا طلاق له فیما لا یملک رواہ احمد والترمذی وقال حدیث حسن وہو احسن شئی روی
فی ہذا الباب وابو داؤد وقال فیہ ولا وفاء نذر الا فیما یملک ولابن ماجہ منہ لا طلاق فیما لا یملک وعن المسور
ابن مخرمۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا طلاق قبل نکاح ولا عتق قبل ملک رواہ ابن ماجہ نیل الاوطار
صفحہ ۱۶۷ جلد ۶ مین ہے واما التعلیق نحو ان یقول ان تزوجت فلانۃ فہی طالق فذہب جمہور الصحابۃ
والتابعین ومن بعدہم الی انہ لا یقع انتہی۔ دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ اس تحریر کا اثر جمہور
اہل علم کے نزدیک یہ ہے کہ ہندہ پر طلاق واقع ہوگئی رہی یہ بات کہ تین طلاق واقع ہوئی یا ایک
سو حدیث ابن عباس کے روسے صرف ایک طلاق رجعی واقع ہوئی صحیح مسلم مین ہے۔
عن ابن عباس قال کان الطلاق علی عہد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وابی بکر وسنتین من خلافۃ
عمر طلاق الثلث واحدۃ الحدیث تیسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ حدیث ابن عباس مذکور کے
روسے زید مساۃ ہندہ سے رجوع کرنا چاہے تو رجوع جائز ہے اور جو لوگ موافق حدیث مذکور کے رجوع
کرانے مین ساعی ہون وہ ایک امر جائز مین ساعی ہین ان پر کسی قسم کا مواخذہ نہین واللہ تعالے
اعلم بالصواب کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ۔ سید محمد نذیر حسین

سوال - زید نے ہندہ سے خلوت صحیحہ کی اس کے چند روز بعد ایک خط بنام ایک عورت کے
جو نکاح مین ساعی تھی لکھا اور وہ عورت ہندہ کی رشتہ دار سے تھی اور مضمون خط یہ ہے۔ کہ
"وبخدا اگر مین پہلے اس کے بھائی کو دیکھ لیتا تو ہرگز اس سے نکاح نہ کرتا افسوس تو یہ ہے کہ نکاح
ہو جانیکے بعد اس کو دیکھا یہ میری بدقسمتی ہے کہ اس قدر پریشانی اٹھائی صرف کیا لوگون کی باتین
سنی مگر نتیجہ کچھ بھی نہ نکلا ہم تو دل سے چھوڑ چکے اگر آپ کے انصاف مین آئے تو ہم کو اُن سے
زیور دلا دیجیئے آپ کے نہ انصاف مین آئے تو نہ دلایئے۔ ہم دہلی مین آکر کیا کرینگے آپ کے
سب قبضہ مین ہے آپ اس کے کام کرنیسے انکار کرین تو جو آپ کا مزاج چاہے فیصلہ کر دیجئے
ہم کو ہر طرح منظور ہے ہم دہلی مین آکر کیا کرین ہم کو ان سے مطلب رکھنا ہو تو آدین بھی"۔ اور
ایک شخص نے زید کو سمجھایا تھا اور گھر آباد کرنے کی طرف رغبت دلائی تھی تو زید نے جواب مین یہ
کہا کہ مین اپنے کو راغب کرتا ہون مگر دل رجوع نہین ہوتا۔ اور زید نے بیان کیا تھا کہ مین نے
کانپور مین مسئلہ دریافت کیا تھا کہ مہر نصف دینا ہوگا اور زیور مجھ کو واپس ملجاویگا وہ شخص زید کے ہمراہ
سنہری مسجد مین واسطے دریافت فتوے کے گیا تھا اور مولویصاحب سے استفسار کیا کہ اس
طرح پر زید کی شادی ہوئی مولویصاحب نے پوچھا کہ خلوت ہوئی یا نہین بیان کیا کہ خلوت ہوئی
تھی اور اب یہ یعنی زید چھوڑنا چاہتے ہین اس صورت مین زیور واپس مل سکتا ہے اور مہر دینا
پڑے گا یا نہین تو مولویصاحب نے کتاب دیکھ کر بیان کیا کہ زیور ملکیت عورت کا ہوگیا اور مہر

کل دینا پڑیگا- وہ شخص کہتا ہے کہ مجھسے اور زید سے چند مرتبہ گفتگو ہوئی کہ زیور میرا مجھکو دلا دو اور نصف مہر مجھسے مسماۃ کو دلا کر فیصلہ کرا دو- اور اسی قسم کا بیان زید نے اور لوگون سے کیا پس سوال یہ ہے کہ ایسی صورت مین طلاق ہوئی یا نہین بینوا توجروا +

الجواب- صورت مرقومہ مین زید کے جملہ اقوال و افعال مذکورہ مشعر بطلاق ہین اگرچہ طلاق صریح لفظون مین نہین پائی جاتی لیکن طلاق بالکنایہ مین کوئی شبہ نہین ہے کیونکہ زید کے خط کا یہ جملہ (ہم تو دل سے چھوڑ چکے) و نیز دیگر جملہ (ہم کو ان سے مطلب رکھنا ہو تو آ دین بھی) اور پھر زید کا مسئلہ دریافت کرنا اور اپنے زیورات کا طالب ہونا و نصف مہر ادا کر کے فیصلہ چاہنا یہ سب طلاق پر دال ہین- فقہائے کرام کے نزدیک طلاق بالکنایہ کے تین احوال ہین حالت رضا یا حالت غضب یا حالت مذاکرہ طلاق- حالت رضا مین نیت شرط ہے- اور حالت غضب و مذاکرہ طلاق مین کل الفاظ مین نیت نہین ملحوظ ہے- بلکہ بعض مین بدون نیت و قصد کے طلاق واقع ہو جاتی ہے- اور صورت مسئولہ مین حالت مذاکرہ طلاق پائی جاتی ہے اور یہ لکھنا زید کا کہ (ہم دل سے چھوڑ چکے) ترجمہ سرحتک کا ہے اور لفظ کے کہنے و لکھنے سے حالت مذاکرہ طلاق مین طلاق واقع ہوتی ہے اگرچہ نیت طلاق نہ کی ہو جیسا کہ شرح وقایہ مین ہے- وفی حال مذاکرۃ یتوقف الاول

ای مایصلح ردا علے النیۃ واما الاخیران وہما مایصلح سبا ومالا یحتمل الرد والسب ومنجملتہا الفاظ خلیۃ فیقع بہما الطلاق وان لم ینوا انتہے- پس صورت مسئولہ مین بلا شبہ طلاق واقع ہوئی واللہ اعلم بالصواب حررہ السید ابو الحسن عفی عنہ-

سید محمد نذیر حسین

سوال- کیا فرماتے علمائے دین اس مسئلہ مین کہ ایک شخص نے اپنی بی بی کو ایک ہی وقت مین تین طلاقین دین اور کاغذ پر ایک ہی وقت مین تین طلاقین لکھ بھی دین پس یہ تینون طلاقین پڑ جائنگی اور اس کی بی بی اس سے مطلقہ بائنہ ہو جاویگی یا ابتک اس سے رجعت ہو کر پھر یہ اسکی بی بی ہو سکتی ہے بینوا توجروا +

الجواب- علمائے حنفیہ کے نزدیک یہ از اقسام طلاق بدعیہ ہے اور باوجود اسکے بھی ان کے نزدیک متحقق الوقوع ہے کما قال فی التفسیر المظہری جمع الطلقتین او ثلث تطلیقات

بلفظ واحد او بالفاظ مختلفۃ فی طہر واحد حرام و بدعۃ خلافا للشافعی رحمۃ اللہ علیہ فانہ یقول لاباس بہ لکنہم اجمعوا علی ان من قال لامرأتہ انت طالق ثلثا یقع ثلثا بالاجماع و قال فی القدوری طلاق

البدعۃ ان یطلقہا ثلثا بکلمۃ واحدۃ او یطلقہا ثلثا بطہر واحد فاذا فعل ذلک وقع الطلاق و بانت منہ انتہے- و ہکذا فی عامۃ کتب الاحناف لکن قال اللہ تعالے فی کتابہ المجید و کلامہ الحمید الطلاق مرتان والمرتان فی اللغۃ لما یأتی مرۃ بعد مرۃ کقولہ تعالے سنعذبہم مرتین اولا یرون

انهم يفتنون فی كل عام مرة او مرتين يا ايها الذين آمنوا ليستاذنكم الذين ملكت ايمانكم والذين لم يبلغوا الحلم
منكم ثلث مرات ثم فسرها بالاوقات الثلث ثم قال تعالى فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره
فهذه هی الثالثة ولم يشرع جمع تطليقتين او ثلث فكان المطلق فی زمن الرسول صلی الله علیه وسلم
وزمن ابی بكر وسنتين من خلافة عمر اذا طلق ثلثا تحسب واحدة كما دل عليه الحديثان الصحيحان احدهما
فی صحيح مسلم والاخر فی سنن ابی داؤد ومسند احمد اما حديث مسلم فمن طريق ابن طاؤس عن ابيه عن ابن
عباس رضی الله عنه قال كان الطلاق على عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم وابی بكر وسنتين من
خلافة عمر طلاق الثلث واحدة فقال عمر رض ان الناس قد استعجلوا فی امر كان لهم فيه اناة فلو امضيناه
فامضاه وفی صحيحه ايضا عن طاؤس ان ابا الصهبا قال لابن عباس هات من هناتك الم يكن
الثلث على عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم وابی بكر واحدة قال قد كان ذلك فلما كان فی عهد
عمر رض تتابع الناس فی الطلاق فاجازه عليهم ووقع فی رواية لابی داؤد عن ابی الصهبا انه قال
لابن عباس اما علمت ان الرجل كان اذا طلق امرأته ثلاثا قبل ان يدخل بها جعلوها واحدة على عهد رسول الله
صلی الله علیه وسلم الحديث فاخذ اسحاق بن راهويه وجماعة من السلف بهذه الرواية وجعلوا
الثلث واحدة فی غير المدخول بها وسائر الروايات الصحيحة ليس فيها قبل الدخول ولهذا لم يذكر
مسلم ذلك ورواية طاؤس نفسه عن ابن عباس رض ليس فی شیٔ منها قبل الدخول وانما حكی ذلك
طاؤس عن سوال ابی الصهبا فاجابه بما سئل عنه ولعله انما بلغه جعل الثلث واحدة فی حق مطلق
قبل الدخول فسئل عن ذلك ابن عباس رض وقال كانوا يجعلونها واحدة فقال ابن عباس نعم وهذا
لامفهوم له لان وقوع التقييد فی الجواب فی مقابلة تقييد السوال وهذا كما قال عن فارة وقعت
فی سمن فقال اذا وقعت الفارة فی السمن فالقوها وما حولها وكلوه لا يدل ذلك على تقييد الحكم بالسمن
خاصة واما الحديث الاخر فقال ابو داؤد ثنا احمد بن صالح ثنا عبد الرزاق انا ابن جريج قال اخبرنی
بعض بنی ابی رافع مولی النبی صلی الله علیه وسلم عن عكرمة عن ابن عباس قال طلق عبد يزيد ابو ركانة
واخوته ام ركانة ونكح امرأة من مزينة فجاءت الى النبی صلی الله علیه وسلم فقالت ما يغنی عنی الا كما
يغنی هذه الشعرة لشعرة اخذتها من راسها ففرق بينی وبينه فاخذت النبی صلی الله علیه وسلم حمية فدعا
بركانة واخوته ثم قال لجلسائه اترون فلانا يشبه منه كذا وكذا من عبد يزيد وفلانا لابنه الاخر يشبه منه كذا
فقال النبی صلی الله علیه وسلم طلقها ففعل فقال راجع امرأتك ام ركانة واخوته قال انی طلقتها ثلاثا يا
رسول الله قال قد علمت ارجعها وتلا يا ايها الذين آمنوا اذا طلقتم النساء الآية فامره ان يراجعها وقد طلقها
وتلا الآية التی هی وما بعدها صريحة فی كون الطلاق الذی شرعه الله لعباده هو الطلاق الذی يكون للعدة
فاذا شارفت انقضاءها فاما ان يمسكها بمعروف او يفارقها بمعروف وانه سبحانه شرعه على وجه التوسعة

والتیسیر فلعل المطلق ان یندم فیکون لہ سبیل الی الرجعۃ وہو قولہ تعالیٰ لعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا کذا فی اغاثۃ اللہفان للعلامۃ ابن القیم وقد الف شیخہ العلامۃ ابن تیمیۃ رسالۃ فی رد وقوع الطلاق البدعی کما قال فی نزل من اتقی بکشف احوال المصطفےٰ لابی الفتح عبدالرشید الکشمیری الشوپیانی رحمۃ اللہ علیہ۔ پس مطابق ان آیات واحادیث کے یہ تینوں طلاقیں ایک ہی طلاق ہوگی اور عدت کے اندر یہ شخص اپنی بی بی سے رجعت کرسکتا ہے یعنی اس کو اپنی بی بی بنا سکتا ہے ہذا ما عندی وعلمہ احکم واتم۔ وانا العبد المذنب الراجی الی اللہ ابو محمد المدعو بعبد اللہ غفرلہ اللہ۔ سید محمد نذیر حسین

سوال- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید جس کی عمر قریب ستر سال کے ہے اور زوجہ زید بعمر پچپن سال ہے اور زید سالہا سال سے اپنی زوجہ کا خبرگیراں نہ تھا عرصہ تخمیناً تیرہ ماہ کا ہوا کہ زید نے منشی شہاب الدین جسر پورہ اور سلطان اپنے داماد کو اور اسمٰعیل اپنے کنبہ دار کو بجانہ زوجہ خود جمع کیا اور ان ہرسہ گواہان کے روبرو تین بار بآواز بلند اپنی زوجہ کا نام لیکر طلاق دیدی ایسی حالت میں زید کی زوجہ بموجب قانون محمدی اس کے نکاح سے باہر ہوگئی یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب- صورت مسئولہ میں زید کی زوجہ اس کے نکاح سے باہر ہوگئی واللہ تعالےٰ اعلم۔ حررہ ابو محمد عبدالحق اعظم گڈھی۔ سید محمد نذیر حسین

سوال- کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عرصہ نو سال کا ہوا کہ ہندہ کا نکاح زید سے ہوا شروع تین مہینے ہندہ زید کے یہاں رہی اور بعد میں باہمی تنازع ہوگیا اور زید نے ہندہ کو اس کی ماں کے یہاں بھیج دیا۔ اور بعد ازاں تو نے چار سال کے عرصہ میں زید مذکور نے تقریباً چالیس روپیہ بطور علی الحساب واسطے نان و پارچہ زوجہ کے بتفاریق مختلف اوقات میں ہندہ کو ادا کئے پھر عرصہ پانچ سال سے زید نے ہندہ کو ایک حبہ نہیں دیا اور اپنا دوسرا نکاح بھی کرلیا- ہندہ بہ سبب تنگ دستی وامورات دنیوی ناچار ہے زید مذکور ہندہ سے سختی ومغلظات ناقابل برداشت سے پیش آتا رہا اور کلمات ایسے سخت اور ناگفتہ ہیں جن کا اعادہ نہیں ہوسکتا ایسے کلمات سخت پر ہندہ کسی صورت سے صبر نہیں کرسکتی اور ان پانچسال سے قبل میں بیشتر مرتبہ مصلحوں نے باہم صلح کرادی یعنی زید مذکور سے ملاپ کرادیا لیکن وہی نااتفاقی اور وہی کلمات سخت بلکہ روز افزوں زید کی جانب سے ہوتے رہے دیگر یہ کہ اسنے عرصہ میں زید نے ہندہ کو مختلف خطوط بدیں مضمون بھیجے اور ان خطوط کی عبارت یہ ہے۔ مضمون خط اول- بابت پردہ کے اس سے دو باتیں ثابت ہوئیں ایک تو یہ کہ بکر کے سامنے ہوتی ہو دوسرے یہ کہ میں ہزار لچھہ کروں گا مگر تم پردہ نہ کروگی- پس اگر تم اس کے سامنے

ہوگئیں (یعنی بکر کے) تو عمر بھر میرے سامنے ہونیکی امید نہ رکھنا ضرور تم کو کچھ نہ کچھ لالچ ہے۔
جو کہنا نہ مانا اور بکر کے سامنے ہوگئیں مناسب تو یہ ہے کہ اُس یار اور یار باز دونوں کا سر کاٹتا
مگر مجبور ہوں کہ اللہ جلشانہ نے قرآن شریف میں آدمی کے مارنے کو ہر جگہ منع فرمایا ہے اب تمہارے
واسطے یہ بہتر ہے کہ مہر بخش دو اور فارغ خطی لو اور یہ خیال نہ کرنا کہ جبتک مہر نہ بخشوں گی فارغخطی
نہ ہوگی اگر تم نے قاعدہ کا جواب نہ لکھا اور میری تسلی نہ ہوئی تو خدا کی قسم صاف طلاق دونگا۔
جب تم میرے کہنے کی نہیں تو پھر میری کاہیکی جورو ہو۔ خط دوم۔ مگر یہ فرماتے کہ یقین مجھکو کیونکر
آئے تم نے ایک جھوٹی قسم کھاکر ایسا بولا ہے کہ اب اگر تم قرآن کا جامہ پہن کر آؤ تو بھی یقین نہو۔
خط سوم۔ خط آپ کا بطلب جواب مع طلب فارغخطی وصول ہوا۔ کیا اس قدر لکھنے سے اثر نہیں ہوا
جو جواب اسکا مطلوب ہے جیسا یہ خط ہے ایسا ہی اس کا جواب تصور کرنا چاہیئے بلکہ اس میں
تمام جھوٹ باتیں لکھی ہوئی ہیں اور میں اس کے جوابمیں جو کچھ لکھوں گا وہ سب ہیچ ہوگا اور قاعدہ
ہے کہ ہیچ برا معلوم ہوتا ہے سو تم کو جواب اور برا معلوم ہوگا بمصداق (الحق مر) کے سوائے اسکے
جس حالت میں مدار ایک امر کا قطع تعلق پر ٹھیرا تو اور باتیں شکوہ شکایت کی لکھکر جواب طلب کرنا
فضول اور کھسیائی کرنا ناحق اس لئے جواب میں نے نہیں لکھا یہ عقل کی خوبی مضمون بنانے
والے اور کہنے والے دونوں کی ہے۔ کہ درخواست فارغخطی کے ساتھ اور باتیں جواب طلب لکھیں
درخواست منظور ہے۔ خط چہارم۔ ایک مرتبہ ہندہ کی نانی نے زید سے یہ بھی کہا تھا کہ آج تک
تمہاری بیوی کو ہم سے رکھا گیا اور حفاظت کی گئی اب ہم سے حفاظت نہیں ہو سکتی کیونکہ تم
دیکھتے ہو کہ زمانہ کیسا نازک گذر رہا ہے ہم نے ابتک انتظار کیا کہ تم اب بھی راہ راست پر
آجاؤ اور تمہاری امانت تم کو سونپ دیجائے مگر تم کو ذرا خیال نہیں ہے اس پر زید نے
ہندہ کی نانی کو یہ جواب دیا کہ مجھ کو غرض اور مطلب نہیں (یعنی اپنی بیوی سے) انہیں اور
تمہیں اختیار ہے جو چاہو سو کرو۔ خط پنجم۔ اس روپیہ کے عوض یہ زیور میں نے رکھ چھوڑا ہے
تمکو چاہیئے کہ اپنے آدمی کے ہاتھ میرا روپیہ اور وہ جوڑا زنانہ شادی کا یہاں روانہ کردو۔
میں بھی تمہارے آدمی کے ہاتھ تمہارا زیور اور اسباب بھیجدوں گا اس کے بعد تمہاری طرف سے
میں مرگیا اور میری طرف سے تم۔ خط ششم اور اصل تو تمہارے رشتہ کے سبب وہاں خط لکھا
کرتا تجب یعنی اپنے دل میں یہ سمجھ لیا کہ یہ عورت اپنے کہنے کی نہیں تو گویا اپنے دل کی روح سے
اس رشتہ کو قطع کر دیا۔ پس جب سے رشتہ قطع کر دیا تو پھر اس کے عزیزوں سے تعلق
رکھنا فضول ہے۔ بابت پردہ مذکور تحریر بالا کے جو زید نے ہندہ کو منع کیا تھا بعد لکھنے زید کے
ہندہ بکر کے سامنے برابر ہوتی رہی یعنی پردہ نہیں کیا۔ خلاصہ یہ کہ علمائے دین و مفتیان

شرع متین اس مسئلہ مین کیا فرماتے ہین کہ ہندہ زید کے نکاح مین رہی یا نہ رہی اور اگر طلاق ہوئی تو کیونکر ہوئی بینوا توجروا +

الجواب - ہو الموفق للصواب صورت مرقومہ سے یہ امر بالتحقیق ثابت و متحقق ہے کہ زید و ہندہ مین باہم سخت نزاع و خصومت اور از حد مخالفت و مباینت رہتی ہے کہ جس سے حسن معاشرت یکسر مفقود و معدوم ہو گئی اور فریقین کے دلی قصد اور ارادے طلاق دینے لینے کے بات بات پر ہوتے ہین پس اگر زید ان خطوط مرسلہ کا اقرار کرتا ہے کہ یہ میرے بھیجے ہوئے ہین تو البتہ یہ خطوط شرعاً معتبر اور ان کی تحریر کا ہندہ پر ضرور اثر پڑیگا کیونکہ المرء یؤخذ باقرارہ کذا فی کتب الفقہ قاعدہ مقررہ مسلمہ ہے - اور جو زید ان خطوط بھیجنے کا منکر ہے تو یہ خطوط معتبر نہین اور ہندہ پر ان خطوط کا کچھ اثر نہین لان الخط یشبہ الخط کذا فی کتب الفقہ جب یہ بات محقق و منقح ہو چکی تو اب خطوط زید کے فقرات کا جواب بہ توضیح و تنقیح معلوم کرنا چاہئے اول خط مین زید کا یہ فقرہ (کہ جب تم میرے کہنے کی نہین ہو تو پھر میری کاہیکی جورو ہو) اس کلمہ زید سے ہندہ پر ایک طلاق بائنہ ہوئی کیونکہ یہ کلمہ استفہام انکاری ہے اس کے یہ معنے ہین کہ جب تم میرے کہنے کی نہین ہو تو تم میری زوجہ نہین ہو لیکن معنون مین یہ کلمہ خلیۃ و بریۃ و بائن کے ہے لہذا اس سے ایک طلاق بائنہ پڑ گئی کیونکہ یہ الفاظ کنایہ مین سے ہین اور کنایہ مین سوائے تین الفاظ کے سب مین بائنہ طلاق ہوتی ہے - قولہ خلیۃ ای خالیۃ اما عن النکاح او عن الخیر رد المحتار و قولہ بریۃ ای منفصلۃ اما عن قید النکاح او حسن الخلق علامہ شامی و قولہ بائن ای منفصلۃ من وصلۃ النکاح او عن الخیر شامی - مگر یاد رہے کہ اگر زید یہ کہے کہ میری نیت اس کلمہ کے کہنے سے طلاق کی نہ تھی تو زید اپنی اس نیت پر شرعاً سچا قرار دیا جاویگا - اگر حلف شرعی کریگا ورنہ نہین کیونکہ حالت غضب و غصہ کی خطوط سے ثابت ہے مذاکرہ طلاق کا خط مین کچھ ذکر نہین ہے لہذا زید کی تصدیق عدم نیت طلاق مین کی جاوے گی - و فی الغضب توقف الاولان ان نوی وقع والا لا تنویر الابصار و الدر المختار -
اور خط دوم مین کسی قسم کی طلاق کا کوئی لفظ و کلمہ نہین ہے مگر قرآن صحیفۃ الرحمن کو نعوذ باللہ جلد کہنا خالی بے ادبی و بے باکی سے نہین - اور خط سوم زید کا یہ فقرہ (کہ جس حالت مین ہمارا ایک امر کا قطع تعلق پہ ٹھیرا) اس سے بھی ہندہ پر ایک طلاق بائنہ واقع ہوئی - کیونکہ یہ لفظ بتہ اور بتلہ کے معنون مین ہے اور اس سے ایک طلاق بائنہ واقع ہوتی ہے لیکن اس جگہ زید اگر یہ کہیگا کہ میری نیت اس کلمہ کے کہنے سے طلاق نہ تھی تو اس کا یہ کہنا معتبر نہ ہوگا اگرچہ حلف ہی سے کیون نہ کہے - کیونکہ اس خط مین مذاکرہ طلاق اور حالت غضب دونون ہین اس لئے اس کی نیت کی تصدیق نہین کی جاوے گی و فی مذاکرۃ الطلاق یتوقف الاول فقط تنویر الابصار

قال الشامي اي ما يصلح للرد والجواب لان حالة المذاكرة تصلح للرد والتبعيد كما تصلح للطلاق دون الشتم والفاظ الاول كذلك فاذا نوى الرد لا الطلاق فقد نوى محتمل كلامه بلا مخالفة للظاهر فتوقف الوقوع على النية بخلاف الفاظ الاخيرين فانها وان احتملت الطلاق لكنها لا تحتمل ما تحتمله المذاكرة من الرد والتبعيد فترجح جانب الطلاق ظاهرا فلا يصدق في الصرف عنه فلذا وقع بها قضاء بلا نية والحاصل ان الاول يتوقف على النية في حالة الرضى والغضب والمذاكرة والثاني في حالة الرضى والغضب فقط ويقع في حالة المذاكرة بلا نية والثالث يتوقف عليها في حالة الرضا فقط ويقع في حالة الغضب والمذاكرة بلا نية۔ رد المحتار حاشیہ درمختار۔ اور دوسرے خط مین ہے کہ ہندہ کے درجواب درخواست فارغخطی کے زید نے یہ لکھا ہے کہ (درخواست مذکور منظور ہے) اس سے طلاق بائنہ واقع نہین ہوئی اس سے صرف یہ ثابت ہے کہ ہندہ کی درخواست فارغخطی زید نے منظور وقبول کی ہے ابھی اس درخواست پر حکم طلاق دینے کا یا نہ دینے کا نہین کیا اس لئے اس کے منظور کر دینے سے طلاق واقع نہین ہوئی کیونکہ طلاق عورت کی جانب سے نہین ہو سکتی جو زید کا صرف درخواست فارغخطی کا منظور کرنا طلاق کا ہونا سمجھا جاتا۔ خط چہارم مین جو زید نے اپنی زوجہ ہندہ کی نسبت لکھا ہے کہ مجھ کو کچھ غرض ومطلب نہین، یعنی اپنی بیوی سے (نہین اور تمہین اختیار ہے جو چاہو سو کرو) سو اس کلمہ زید سے کہ مجھکو کچھ غرض ومطلب نہین ایک طلاق بائنہ ہندہ پر پڑی اگر زید کی نیت مین اس سے طلاق تھی واقع نہین۔ ولو قال لم يبق بيني وبينك عمل ونوى الطلاق يقع كذا في العناية فتاوى عالمگیری اور زید کے یہ کہنے سے کہ (نہین اور تمہین اختیار ہے) طلاق واقع نہین ہوئی کیونکہ لفظ تفویض طلاق کا ہے کہ زید اپنی زوجہ کو اختیار طلاق لینے کا دیتا ہے پس اگر ہندہ اسی مجلس مین کہ جس مین ہندہ نے خط زید پڑھا یا سنا تھا اس لفظ کو پڑھ یا سن کر کہدیتی کہ مین نے اپنے نفس کو اختیار کر لیا اور طلاق لے لی تو واقع ہوتی اب نہین ہو سکتی کیونکہ تبدیل مجلس سے مفوضہ کا اختیار باطل ہو جاتا ہے سو ہو گیا۔ واذا قال لامرأته اختاري ينوى بذلك الطلاق او قال لها طلقي نفسك فلها ان تطلق نفسها ما دامت في مجلسها ذلك فان قامت منه او اخذت في عمل اخر خرج الامر من يدها لان الخيرة لها المجلس باجماع الصحابة رضي الله عنهم الخ ہدایۃ۔ اور ان الفاظ طلاق کے علاوہ اور بھی کئی لفظ طلاق کے زید کی تحریر خط مین ہین لیکن جب تین طلاق بائنہ ہندہ پر زید کے الفاظ مذکورہ سے ہو چکین تو اور الفاظ باقی سے طلاق ہندہ پر نہین پڑ سکتی کیونکہ بعد طلاق ثلاث کے عورت بائنہ مغلظہ ہو گئی اور حرمت غلیظہ ثابت ہو چکی اب ہندہ محل طلاق باقی نہین رہی پس انتہا طلاق کی بھی ہو گئی اور اب زید سے ہندہ بغیر حلالہ کے عقد نکاح بھی نہین کر سکتی۔ وان كان الطلاق ثلاثا في الحرة او ثنتين في الامة لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحا صحيحا ويدخل بها ثم يطلقها او يموت عنها

والاصل فیہ قولہ تعالیٰ فان طلقہا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ والمراد الطلقۃ الثالثۃ ہدایۃ۔ وینکح مبانۃ فی العدۃ وبعدہا لا المبانۃ بالثلث لو حرۃ وبالثنتین لو امۃ حتی یطأہا غیرہ ولو مراہقا بنکاح صحیح وتمضی عدتہ کنز الدقائق۔ واللہ اعلم بالصواب اجابہ وکتبہ الفقیر محمد یعقوب عفا اللہ عنہ الذنوب۔

الجواب برتقدیر صدق سوال کے صورت مذکورہ فی السوال مین جو خطوط زید نے لکھے ہین اگر زید ان خطوط کے لکھنے کا اقرار کرتا ہے تو ہندہ کو طلاق بائنہ واقع ہوگئی اس واسطیکہ خط اول مین لفظ (تم میری کاہیکو جورو ہو) اور خط سوم مین بطلب فارغخطی یہ لفظ (درخواست مذکور منظور ہے) اور خط چہارم مین لفظ (نہین اور تمہین اختیار ہے جو چاہو کرو) علی ہذا القیاس دیگر خطوط مین بھی ایسے ہی بعض الفاظ ہین جو کہ کنایات طلاق سے ہین اور مذاکرہ طلاق یا غصہ مین یہ الفاظ زید نے تحریر کئے ہین لہذا طلاق بائنہ واقع ہوجاویگی کنایات طلاق مین صاحب ہدایہ نے لفظ فاختاری خلیۃ بریۃ وغیرہ کو الفاظ کنایات طلاق سے شمار کیا ہے لہذا صورت مذکورہ مین طلاق بائنہ واقع ہوگئی فقط العبد المجیب محمد وصیت علی مدرس مدرسہ حسین بخش۔ الجواب صحیح ابو محمد عبد الحق۔

فقیر محمد حسین

یقابل لہ ابراہیم	سید محمد نذیر حسین	سید محمد عبد السلام غفرلہ	سید محمد ابو الحسن

ان کان کذا فکذا الفقیر محمد عبد القادر۔

سوال - زید کی زوجہ فاطمہ بنت خالد موجود ہے اب اس نے اور ایک نکاح مریم سے کرنا چاہا عقد کے وقت مریم کے والد نے زید سے کہا کہ مین اپنی لڑکی کا نکاح تم سے اسوقت کرونگا جب تم اپنی پہلی زوجہ کو طلاق دیدو۔ زید نے اپنی زوجہ فاطمہ کو تو طلاق نہین دی اور نہ اس کی طلاق دینے کی نیت تھی حیلہ کے طور پر بجائے اس کے ہندہ بنت بکر کو طلاق دیکر مریم سے نکاح کر لیا۔ اب موافق مذہب حنفی کے طلاق واقع ہوگی یا نہین بینوا توجروا +

الجواب - واضح ہو کہ صورت مذکورہ مین موافق مذہب حنفیہ کے طلاق واقع نہ ہوگی جیساکہ قاضیخان مین ہے۔ رجل قال لامرأتہ عمرۃ بنت صبیح طالق وامرأتہ عمرۃ بنت حفص ولا نیۃ لہ لا تطلق امرأتہ وکذا فی العالمگیریۃ۔ اور بھی عالمگیری مین ہے لو قال فاطمۃ الہمدانیۃ العوراء طالق وامرأتہ لیست ہمدانیۃ ولا عوراء لا تطلق۔ عبارات مذکورہ سے معلوم ہوا کہ زید کی زوجہ فاطمہ بنت خالد مطلقہ نہ ہوگی کیونکہ زید نے نہ تو اس کو طلاق دی اور نہ اس کے طلاق دینے کی نیت تھی بلکہ اس نے ایک اجنبی عورت کو طلاق دی جس سے اس کو کوئی تعلق نہین تھا حررہ خلیل الرحمن غفرلہ المنان۔ شوال ۱۳۱۷ھ۔

سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ ایک لڑکی حنفیہ صالحہ کا نکاح اس کی والدہ اور ماموں نے بحالت عدم موجودگی والد کے ایک ایسے شخص سے کر دیا جو کہ آزاد اور فاسق تھا

اس عفیفہ کے والد کو جب خبر نکاح کی پہنچی تو اس وقت متأمل ہو کر چپ رہا لیکن بعد چند مدت کے
اس نے اپنی ناراضگی ظاہر کی چونکہ یہ نکاح اس عفیفہ کی والدہ اور ماموں کی عدم واقفیت کی وجہ سے
ہوا تھا لہذا جب ان کو اس کی بدمعاشی اور فسق کا علم ہوا تو انہوں نے اس فاسق کو خود بھی وعظ اور
نصیحت کی اور اوروں کے ذریعہ سے بھی وعظ اور نصیحت کرائی الغرض سب طرح سے سمجھایا لیکن
باین ہمہ وہ اپنی آزادی اور فسق سے باز نہیں آیا آخر الامر لڑکی کے ماموں نے اس فاسق سے ایک
وثیقہ تحریر کرایا وہ وثیقہ اس کے ہاتھ کا ابتک موجود ہے بدین مضمون کہ مین اس تحریر کے بعد
صوم وصلوۃ پر قائم اور شریعت کا پابند اور فجار فساق کی صحبت سے محترز رہون گا اور پانچون
وقت مسجد مین حاضر رہون گا اگر مین نے اس تحریر کے بعد اپنی اس تحریر سے مخالفت کی تو میرے
نکاح کے فسخ کا اختیار لڑکی کے والدین کو ہوگا۔ اور میرا کچھ اختیار نہ ہوگا تو اب جس صورت مین
اس نے اپنی تحریر سے مخالفت کی اور اپنی اس بیباکانہ حرکات سے دست بردار نہ ہوا اور ویسا
ہی اپنی آزادی مین سرگرم رہا اور اپنی تحریر کی پابندی نہ کی تو کیا والدین کو از روئے شریعت
حق پہنچ سکتا ہے کہ اس لڑکی کا نکاح فسخ کرا کر اس کا نکاح کسی اور مرد صالح سے کرا دین
بینوا توجروا +

الجواب۔ واضح ہو کہ شخص مذکور نے اپنی تحریر مین فسخ کا لفظ استعمال کیا ہے لیکن ظاہر یہ
ہے کہ اس لفظ سے اس کی مراد طلاق ہے ونیز یہ فرقت شوہر کی جانب سے ہو رہی ہے اور
جو فرقت شوہر کی جانب سے ہو وہ طلاق ہوتی ہے عالمگیری مین ہے والضابطۃ ان کل
فرقۃ جاءت من قبل المرأۃ لا بسبب الزوج فہی فسخ کخیار العتق والبلوغ وکل فرقۃ جاءت من
قبل الزوج فہی طلاق کالایلاء والجب والعنۃ کذا فی النہر الفائق۔ خلاصہ یہ کہ شخص مذکور کی تحریر
مین فسخ سے مراد طلاق ہونا متعین ہے تو اس کی تحریر کا حاصل یہ ہوا کہ اگر مین اپنی اس تحریر
سے مخالفت کرون تو لڑکی کے والدین کو میرے نکاح کے فسخ کا اختیار ہوگا یعنی لڑکی کے والدین
کو میری طرف سے وکالۃً طلاق دینے کا اختیار ہوگا پس جبکہ شخص مذکور نے اپنی اس تحریر کی مخالفت
کی تو بلاشبہ صورت مسئولہ مین لڑکی کے والدین کو شخص مذکور کی طرف سے وکالۃً طلاق دینے
کا اختیار حاصل ہوگیا کیونکہ توکیل بایقاع الطلاق صحیح وجائز ہے روضۃ الندیہ مین ہے۔
اذا جعل الزوج الی غیرہ وقع منہ لانہ توکیل بالایقاع وقد تقرر جواز التوکیل من غیر فرق بین الطلاق
وغیرہ فلا یخرج من ذلک الا ما خصہ دلیل وقد سئل ابوہریرۃ وابن عباس وعمرو بن ابی العاص
عن رجل جعل امر امرأتہ بید ابیہ فاجازوا کما اخرجہ ابو بکر البرقانی فی کتابہ المخرج علی الصحیحین۔ اور عالمگیری
مین ہے فی المنتقی جعل رجل امر امرأتہ بید ابیہا فقال ابوہا قد قبلتہا طلقت کذا فی المحیط۔ پس صورت

مسئولہ میں لڑکی کے والدین کو اختیار ہے کہ لڑکی کو شخص مذکور کی طرف سے وکالۃً طلاق دیکر اُس کا نکاح کسی اور مرد صالح سے کر دیں واللہ تعالٰے اعلم۔ حررہ عبدالحق اعظم گڈھی عفی عنہ ✤

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ شخصے زوجہ خود را سہ طلاق داد۔ پس ایں زوجہ بروے حرام مطلق وبائن شد یا ہنوز بدو رجعت ممکن وجائز است بینوا توجروا ✤

الجواب۔ نزد حنفیہ ایں از اقسام طلاق بدعیہ است وباوجود ایں ہم متحقق الوقوع است کما قال فی التفسیر المظہری جمع الطلقتین او ثلث تطلیقات بلفظ واحد او بالفاظ مختلفۃ فی طہر واحد حرام بدعۃ مو ثم خلافا للشافعی فانہ یقول لا باس بہ لکنہم اجمعوا علی انہ من قال لامرأتہ انت طالق ثلثا یقع ثلثا بالاجماع و قال فی القدوری وطلاق البدعۃ وہو ان یطلق الرجل امرأتہ ثلاثا بکلمۃ واحدۃ او فی طہر واحد فاذا فعل ذلک وقع الطلاق وبانت منہ وکان عاصیا انتہی وہکذا فی عامۃ کتب الاحناف لکن روی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ قال طلق ابو رکانۃ ام رکانۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راجع امرأتک فقال انی طلقتہا ثلثا قال قد علمت راجعہا رواہ ابو داؤد وفی لفظ لاحمد طلق ابو رکانۃ امرأتہ فی مجلس واحد ثلثا فحزن علیہا حزنا شدیدا فقال لہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم راجعہا فانہا واحدۃ وعنہ رضی اللہ عنہ قال کان الطلاق علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وسنتین من خلافۃ عمر الثلاث واحدۃ فقال عمر ان الناس قد استعجلوا فی امر کان لہم فیہ اناۃ فلو امضیناہ علیہم فامضاہ علیہم رواہ مسلم وورد فی الباب غیر واحد من الاحادیث الصحاح واطال ابن القیم فی تخریج احادیث الباب والکلام علیہا واثبتہ بالکتاب والسنۃ واللغۃ والعرف وعمل اکثر الصحابۃ ثم قال بعد ذلک فہذا کتاب اللہ تعالٰے وہذہ سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہذہ لغۃ العرب وہذا عرف التخاطب وہذا خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والصحابۃ کلہم معہ فی عصرہ وثلاث سنین من عصر عمر رضی اللہ تعالٰے عنہ علی ہذا المذہب فلو عدہم العاد باسمائہم واحدا واحدا انہم کانوا یرون الثلث واحدۃ اما بالفتوے واما باقرار علیہا ولو فرض منہم من لم یکن یری ذلک فانہ لم یکن منکرا بالفتوی بہ بل کانوا ما بین مفت ومقر بقتیا وساکت غیر منکر وہذا حال کل صحابی من عہد الصدیق الی ثلث سنین من خلافۃ عمر وہم یزیدون علی الالف قطعا کما ذکر یونس بن بکیر عن ابی اسحاق فکل صحابی کان علی ان الثلاث واحدۃ بفتوی او اقرار او سکوت ولقد ادعی بعض اہل العلم ان ہذا اجماع قدیم ولم تجمع الامۃ وللہ الحمد علی خلافہ بل لم یزل فیہم من یفتی بہ قرنا بعد قرن الی یومنا ہذا فافتی بہ حبر الامۃ وترجمان القرآن عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰے عنہما کما رواہ حماد ابن زید عن ایوب عن عکرمۃ عن ابن عباس اذا قال انت طالق ثلثا بفم واحدۃ فہی واحدۃ وافتی بانہا

واحدة الزبیر بن العوام وعبدالرحمن بن عوف حکاه عنهما ابن وضاح واما التابعون فافتی به عکرمة وطاؤس
واما تابعوا التابعین فافتی به محمد بن اسحاق وحلاس بن عمرو والحرب العکلی واما اتباع تابعی التابعین فافتی
به داؤد بن علی واکثر اصحابه وافتی به بعض اصحاب مالک وافتی به بعض الحنفیة وافتی به بعض اصحاب
احمد والمقصود ان هذا القول قد دل علیه الکتاب والسنة والقیاس والاجماع القدیم ولم یات بعده
اجماع یبطله ولکن رأی امیر المؤمنین عمر رضی الله تعالی عنه ان الناس استهانوا بامر الطلاق وکثر
منهم ایقاعه جملة واحدة فرأی من مصلحة عقوبتهم بامضائه علیهم فرأی عمر رض ان هذا مصلحة لهم فی زمانه
والذی ندین الله تعالے به ولا یسعنا غیره وهو القصد فی هذا الباب ان الحدیث اذا صح عن رسول الله
صلی الله علیه وسلم ولم یصح عنه حدیث آخر ینسخه ان الفرض علینا وعلی الامة الاخذ بحدیثه وترک کل
ما خالفه ولا نترکه لخلاف احد من الناس کائنا من کان هکذا فی روضة الندیه شرح الدرر البهیه وقال
فی مسک الختام شرح بلوغ المرام بر عمر بن الخطاب رض مخفی نبود که این سنت توسع است از جانب
خدا بر عباد که طلاق را مرة بعد مرة گردانیده نه یکبار دفعة وهر چه مرة بعد مرة باشد مکلف مالک ایقاعش
در یکبار نیست مثل لعان که اگر گوید گواهی می دهم بخدا چهار گواهی که من از صادقین ام این یک گواهی
باشد نه چهار وهمچنین اگر سوگند خورد در قسامت وگوید پنجاه قسم است یک قسم باشد واگر مقر بزنا گوید
که اقرار می کنم چهار بار یک اقرار باشد نزد معتبر اقرار چهار بار فرمود آن حضرت صلے الله علیه وسلم
هر که گوید در روز سبحان الله وبحمده صد بار لغ وے گفت سبحان الله وبحمده مائة مرة حاصل نشود
او را ثواب موعود تا که آنکه مرة بعد مرة نه گوید ونظائرش بسیار است وکذلک قوله تعالے لیستاذنکم
الذین الی قوله ثلث مرات پس اگر یکے بگوید طلب اذن می کنم سه بار این یک اذن باشد تا آنکه اذن
خواهد مرة بعد مرة واین استعمال چنانکه در اقوال است در افعال نیز هست کقوله تعالے سنعذبهم
مرتین مراد مرة بعد مرة است وهمچنین قول ابن عباس که دید رسول خدا رب خود را دوبار وقول آنحضرة
گزیده نشود مومن از یک سوراخ دوبار واین معقول است از لغت وعرف پس احادیث ونصوص
مذکوره وقوله تعالے الطلاق مرتان همه از یک باب است واز یک مشکوة واحادیث مذکوره مفسر مراد
قوله تعالے است الطلاق مرتان چنانکه حدیث لعان مفسر قوله تعالے است فشهادة احدهم
اربع شهادات بالله قال فیه ایضا امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رض چون دید که مردم کار طلاق
را سبک گرفتند وبسیار شد ایقاعش از ایشان دفعة واحدة لاجرم مصلحت در عقوبت ایشان
با مضاء هر سه طلاق دید تا بائن شدن زن وحرام گردیدن او بر خود شان بیکبارگی دریابند
و دانند که وے حرام است تا آنکه نکاح دیگر کند برائے دوام نه نکاح تحلیل زیرا که عمر رضی الله عنه
اشد الناس بود در نکاح تحلیل وبدریافت این معنی از طلاق باز مانند گویا مصلحت در زمان وے

درہمین بود والیق در زمان آن حضرت وعہد ابی بکر وصدر خلافت خودش ہمان ایقاع واحد بود در ثلاث زیرا کہ مردم دران زمان تتابع در طلاق نمی کردند واز خدا در طلاق دادن می ترسیدند واو تعالی برائے ترسندگان از خود مخرجی نہادہ اما چون ایشان خوف خدا ترک دادہ تلاعب بکتاب او بدادن طلاق بر غیر وجہ مشروع نمی شروع کردند عمر رضی اللہ عنہ عقوبت طلاق ثلاث را بر ایشان لازم گردانیدہ انتہی وہکذا فی نیل الاوطار واغاثۃ اللہفان وغیرہا۔ کتبہ العبد المذنب الراجی الی رحمۃ اللہ عبدہ ابو محمد المدعو بعبداللہ غفر لہ الصمد ووفقہ بما یحب ویرضاہ۔ ۲۷۔ جمادی الاولی ۱۳۱۱ھ ہجری۔

الجواب صحیح الجیب نجیح محمد عبدالحق ملتانی۔ الجواب صحیح ابو محمد عبدالحق اعظم گڈھی۔

سید محمد نذیر حسین

سوال ۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ زید نے عمرو سے کہا کہ مین اپنی بی بی کو طلاق دون گا تم ایک طلاق نامہ لکھو جس سے خارجی طلاق ہو عمرو نے جواب دیا کہ خارجی طلاق مغلظ ثلثہ ہوتی ہے اور گناہ کبیرہ ہوتا ہے مین ہرگز نہین لکھونگا پس مذہب حنیفہ کے رو سے زید کی بی بی مطلقہ ہوئی یا نہین بینوا توجروا +

الجواب ۔ صورت مسئولہ مین ایقاع طلاق نہ بالتلفظ پایا گیا اور نہ بالکتابۃ لہذا زید کی بی بی مطلقہ نہین ہوئی۔ نہ مذہب حنیفہ کے رو سے اور نہ حدیث کے رو سے۔ اور زید کا یہ لفظ کہ (طلاق دون گا) سو اس سے طلاق واقع نہین ہو سکتی کیونکہ یہ لفظ زمانہ آئندہ مین طلاق دینے کی خبر پر دلالت کرتا ہے۔ اور ایقاع وانشاء طلاق پر دلالت نہین کرتا۔ حررہ عبدالحفیظ۔

سید محمد نذیر حسین

سوال ۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین احمدی وواقفان شرع محمدی اس مسئلہ مین کہ ایک شخص خانہ نے اپنی عورت کو اسٹامپ کاغذ پر طلاق معلق بدو امر لکھدی باین الفاظ کہ بشرط بخشیدن حق مہر وعقد کفو یک طلاق۔ اور پھر وہ شخص عدالت مین طلب کیا گیا اور عدالت مین اظہار دیا کہ مین نے بشرط عقد کفو وبخشیدن مہر طلاق معلق دی۔ شریعت کے موافق کیا حکم ہونا چاہئے آیا طلاق معلق بدوامر ہر دو امر کے وجود پر موقوف ہوگی یا ایک کے وجود سے طلاق واقع ہوجاوے گی۔ سوال دوم۔ اگر کوئی عورت خاندانی بلا رضامندی اولیاء کے غیر قوم مین نکاح کرلیوے اور ننگ وعار تمام خاندان پر کچھ لحاظ نہ کرے اور اس کے ولی اس پر سخت ناراض ہون کیونکہ عورت خاندان اہل علم سے ہے اور جس سے نکاح کیا ہے وہ نہایت ذلیل جاہل اور غیر قوم ہو آیا یہ نکاح بموجب فتوے شرع محمدی جائز ہے یا ناجائز بینوا توجروا +

الجواب ۔ جواب سوال اول۔ جمہور فقہا لکھتے ہین المعلق بالشرط عدم قبل وجود الشرط کذا

فی فتاوی قاضی خان والاشباہ والنظائر۔ قدوری مین لکھا ہے واذا اضافہ ای الطلاق الی شرط وقع عقیب الشرط۔ پس جب تک ہر دو امر موجود نہ ہون طلاق واقع نہ ہوگی فقہ مین یہ مسئلہ اظہر من الشمس ہے

جواب سوال دوم۔ بموجب روایت مفتی بہ یہ نکاح غیر کفو مین ناجائز اور بالکل باطل ہے۔ روی الحسن عن الامام وہو روایۃ عن ابی یوسف عدم جوازہ ای عدم جواز نکاحہا اذا زوجت نفسہا بالادنی فی غیر الکفو وبہ اخذ کثیر من مشائخنا لان کم من واقع لا یرفع وعلیہ فتوی قاضی خان وہذا اصح واحوط والمختار للفتوی فی زماننا اذ لیس کل ولی یحسن المرافعۃ ولا کل قاض یعدل فسد ہذا الباب اولی خصوصا اذا ورد الامر السلطانی بہذا وامر بان یفتی بہ وفی الفتح وغیرہ لو زوجت المطلقۃ ثلثا نفسہا بغیر کفو ودخل بہا لا تحل للاول قالوا ویحفظ ہذہ فان المحلل یکون فی الغالب غیر کفو من مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر وکذا فی البحر الرائق۔ اور درمختار باب الولی مین دیکھو اور کفایہ اور فتاوی کافوری وتعلیق الانوار وطحطاوی وفتاوی عالمگیری وابو المکارم وشرح الیاس ومجمع البحرین وملتقی الابحر وغیرہ مین اس روایت پر فتوے لکھا ہے اور فتح القدیر اور موطا امام محمد مین اسی کو اختیار کیا ہے اور جو فقہا نے لکھا ہے کہ عجم نے اپنے نسب ضائع کر دیئے ہین سو اس کا جواب حاشیہ ہدایہ اور زیلعی اور شامی مین لکھا ہے کہ مراد عجم سے موالی ہین نہ مطلق سکان عجم چنانچہ ماہر فقہ پر پوشیدہ نہین واللہ تعالے اعلم بالصدق والصواب۔

عورت مذکورہ اگر موافق شرط کے مہر بخش دیگی تو بلاشبہ ایک طلاق بائن ہو جاویگی۔ اور دوسری شرط لغو ہے۔ کما لا یخفی علے الماہر بالشریعۃ۔ حررہ السید عبد السلام عفی عنہ۔

سید محمد نذیر حسین	سید محمد ابو الحسن	سید محمد عبد السلام غفرلہ

ہو الموفق۔ فی الواقع شخص خواندہ مذکور نے جو دو امر مذکور پر طلاق کو معلق کیا ہے سو ان مین سے دوسرا امر یعنی عقد کفو لغو ہے پس وہ کالعدم ہے بناء علیہ پہلا امر یعنی بخشیدن حق مہر اگر عورت کی جانب سے پایا جاویگا تو طلاق واقع ہو جاوے گی۔ اور صورت مسئولہ ثانیہ مین نکاح جائز نہین ہے اور جائز نہ ہونے کی اصل وجہ یہ ہے کہ یہ نکاح بلا ولی کے ہوا ہے۔ اور جو نکاح بلا ولی کے ہو وہ ناجائز ہوتا ہے۔ کما یدل علیہ الاحادیث الصحیحۃ واللہ تعالے اعلم۔

کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ۔

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ زید نے اپنی بی بی ہندہ کو بعوض مہر کے خلع کے طور پر طلاق دی پھر کوئی دو برس کے بعد ہندہ کو اس نے اپنے پاس رکھ لیا اور اسکے ساتھ اوقات بسر کرنے لگا۔ اب زید چاہتا ہے کہ اس سے نکاح جدید کر کے اس کو اپنی زوجیت مین لاوے تو اب سوال یہ ہے کہ زید ہندہ کو بغیر حلالہ کے نکاح جدید کے ساتھ

اپنی زوجیت مین لاسکتا ہے یا نہین ، نیز اُس اوقات بسری کے زمانہ مین جو زید نے ہندہ کے ساتھ صحبت کی ہے جس کا وہ خود مقر بھی ہے اب اُس پر کفارہ شرعًا اس کا آئیگا یا نہین بینوا توجروا +

الجواب - زید اپنی بی بی ہندہ کو نکاح جدید کے ساتھ اپنی زوجیت مین لاسکتا ہے اور حلالہ کی کوئی ضرورت نہین ہے کیونکہ اگر اس نے خلع کے وقت لفظ خلع کا استعمال کیا ہے اور طلاق نہین دی ہے اور نہ طلاق کی نیت کی ہے تو یہ خلع یا تو ایک طلاق بائن ہے جیسا کہ بعض اہل علم کا مذہب ہے یا فسخ بلا طلاق ہے جیسا کہ بعض دیگر اہل علم کا مذہب ہے اور ہر تقدیر پر حلالہ کی ضرورت نہین ہے بلکہ نکاح جدید سے زید اپنی بی بی کو اپنی زوجیت مین لا سکتا ہے اور اگر اس نے بلفظ طلاق خلع کیا ہے یعنے خلع کے وقت اُس نے اپنی بی بی کو طلاق دی ہے تو یہ خلع بالاتفاق طلاق ہے اور اس تقدیر پر بھی نکاح جدید سے اپنی بی بی کو اپنی زوجیت مین لاسکتا ہے۔ اور زید نے اس اوقات بسری کے زمانہ مین ہندہ سے جو صحبت کی ہے سو اس گناہ عظیم کا اُس پر شرعًا کوئی مالی کفارہ نہین ہے ہان اس کو لازم ہے کہ اس گناہ سے توبہ نصوح کرے واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم - کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ - | سید محمد نذیر حسین |

سوال - زید نے اپنی بی بی ہندہ کو ماہ شوال کی گیارہ تاریخ کو حالت طہر مین ایک طلاق دی پھر ذیقعدہ کی بارہ تاریخ کو اور ایک طلاق دی پھر ذی الحجہ کی چودہ تاریخ کو ایک اور طلاق دی اب سوال یہ ہے کہ یہ طلاق سنی ہو گی یا بدعی بینوا توجروا +

الجواب - زید نے جو یہ تین طلاقین تین ماہ مین دی ہین اگر حالت حمل مین دی ہین یا ایسے تین طہر مین دی ہین جن مین جماع نہین کیا ہے تو یہ طلاق سنی ہوگی ورنہ بدعی منتقی مین ہے - عن ابن عمر انہ طلق امرأتہ وہی حائض فذکر ذٰلک عمر للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال مرہ فلیراجعہا ثم لیطلقہا طاہرا او حاملا رواہ الجماعۃ الا البخاری وعن عکرمۃ قال قال ابن عباس الطلاق علی اربعۃ اوجہ وجہان حلال ووجہان حرام فاما اللذان ہما حلال فان یطلق الرجل امرأتہ طاہرا من غیر جماع او یطلقہا حاملا مستبینا حملہا واما اللذان ہما حرام فان یطلقہا حائضا او یطلقہا عند الجماع لایدری اشتمل الرحم علی ولد ام لا رواہ الدارقطنی واللہ تعالےٰ اعلم - | سید محمد نذیر حسین |

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ عبد الکریم نامی ایک شخص نے اپنی عورت فاطمہ بی بی کو ۲۷ - ماہ صفر ۱۳۱۲ھ ہجری کو طلاق دی بعد ماہ دو ماہ کے جماعت سے طلب کیا کہ میری عورت کو میرے سپرد کر دو جماعت سے جواب دیا گیا کہ بغیر عدت کے اور بغیر نکاح دوسرے شخص کے تیرے سپرد نہین ہو سکتی یہ بات سن کر وہ شخص چلا گیا اور من بعد اسی عورت کو بلا کر اور کسی قریہ مین جا کر ہندی رسالہ پڑھنے والے ملا کو رشوت دیکر محمد طاہر صاحب غیر آدمی سے

جمادی الثانی کی پہلی تاریخ کو نکاح پڑھادیا اور اُس عورت و مرد مین گفتگو نہ ہونیکے خیال سے عورت کو دو روز چھپا رکھا۔ تیسرے دن بڈھن صاحب کو پکڑ کر ظلم و زبردستی سے طلاق دلوا اول مرد عبدالکریم سے اس روز نکاح کر دیا۔ پس از روئے قرآن و حدیث کے یہ نکاح جائز ہوا یا نہین بینوا توجروا +

الجواب ۔ صورت مسئلہ سے واضح ہوتا ہے کہ عبدالکریم نے اپنی عورت فاطمہ بی بی کو ایک طلاق دی تھی پس جماعت والون کا یہ کہنا کہ بغیر عدت کے اور بغیر نکاح دوسرے شخص کے تیسرے سیر د نہین ہوسکتی بالکل غلط ہے اور ہر دو نکاح لغو و باطل ہین کیونکہ جب اس نے اپنی عورت کو طلب کیا اور اس کو اپنی طرف منسوب کیا تو رجعت ثابت ہو گئی۔ کیونکہ یہ انتساب منجملہ کنایات رجعت سے ہے فتاوے عالمگیری مین ہے۔ والکنایات انت عندی کما کنت وانت امرأتی فلا یصیر بہا مراجعا الا بالنیۃ اھ۔ اور ظاہر ہے کہ اس کا مطالبہ اس امر پر دال ہے کہ اس کی نیت رجوع کی تھی پس جب رجعت ثابت ہو گئی تو یہ دونون نکاح باطل و لغو ہین اور وہ عورت عبدالکریم کی ہے۔ واللہ تعالے اعلم بالصواب ۔ حررہ محمد عبدالحق ملتانی ۱۹۔ شعبان ۱۳۱۷ ہجری +

ہوالموفق ۔ اگر عبدالکریم نے اپنی عورت فاطمہ بی بی کو تین طلاقین ایک مجلس مین دی تھین تب بھی وہی حکم ہے جو مجیب نے لکھا ہے۔ کیونکہ تین طلاقین ایک مجلس مین موافق حدیث صحیح کے ایک طلاق رجعی ہوتی ہے۔ واللہ تعالے اعلم ۔ کتبہ محمد عبدالرحمن المبارکفوری عفااللہ عنہ

سید محمد نذیر حسین

سوال ۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ زید نے اپنی دختر کا نکاح ہمراہ بکر کے اس اقرار سے کیا کہ جبتک میرے گھر رہے گا تب تک میری لڑکی نکاح مین رہیگی ۔ اور جب کہین چھوڑ کر دوسری جگہ بود و باش اختیار کرے گا یہی طلاق بائنہ ہے سو بکر نے یہ اقرار منظور کر لیا ۔ اور قبل نکاح کے اسٹامپ پر اقرار نامہ مع ان شرائط کے بکر نے لکھدیا اور نکاح کر لیا ۔ عرصہ دس بارہ یوم تک بکر زید کے گھر رہا ۔ پھر اپنی خوشی سے دوسری جگہ جا کر سکونت پذیر ہوا جس کو عرصہ ایک سال کا گذرا اور بی بی کے لینے کا تقاضا کرتا ہے آیا وہ لڑکی نزدیک شرع شریف کے اسکے نکاح مین رہی یا نہین اور اگر نہین رہی تو مہر اس دختر کا پہنچتا ہے یا نہین اور یہ بھی واضح ہو کہ بکر شیعہ مذہب سے ہے بینوا توجروا +

الجواب ۔ صورت مسئولہ مین عندالحنفیہ دختر مذکورہ مطلقہ بائنہ ہو گئی اور بکر کے نکاح مین نہین رہی اور بکر پر مہر ادا کرنا ضروری ہے مگر حدیث کے روسے دختر مذکورہ مطلقہ نہین ہوئی ۔ بلکہ

بکر کے نکاح مین باقی ہے اس واسطے کہ نکاح کے قبل جو طلاق دیجائے منجز ہو یا کسی شرط پر معلق ہو وہ واقع نہین ہوتی۔ نہ فی الحال واقع ہوتی ہے اور نہ شرط کے پائے جانیکے بعد اور صورت مسئولہ مین قبل نکاح کے طلاق معلق دی گئی ہے اس وجہ سے نکاح کے بعد شرط کے پائے جانیسے واقع نہین ہوئی بلوغ المرام مین ہے۔ عن جابر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا طلاق الا بعد نکاح ولا عتق الا بعد ملک رواہ ابو یعلی وصححہ الحاکم و ہو معلول واخرجہ ابن ماجہ عن المسور بن مخرمۃ مثلہ واسنادہ حسن لکنہ معلول ایضا قال فی سبل السلام حدیث الباب وان کان فیہ مقال من قبل الاسناد فہو متاید بکثرۃ الطرق انتہے واللہ تعالی اعلم بالصواب کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ۔

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ زید کا نکاح ہندہ سے ہوا تھا۔ کچھ روز کے بعد زید مین کوڑھی کی علامت ظاہر ہوئی۔ دوا وغیرہ سے اچھا ہوا مگر ہنوز اس کا جسم و بدن اصلی صورت مین آیا نہین اور علامت بھی باقی ہے لہذا ہندہ اس کے گھر قریب چار برس کے ہوئے نہین گئی۔ اور ہندہ خلع کرنا چاہتی ہے اور زید انکار کرتا ہے اب اس صورت مین شرع شریف کا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا +

الجواب۔ صورت مذکورہ مین واضح ہو کہ جب ہندہ خلع کرنا چاہتی ہے تو زید کو مناسب ہے کہ خلع پر راضی ہو اور ہندہ کو اپنی زوجیت سے رہائی دلوے اسلئے کہ صورت مذکورہ مین ہندہ کو زوجیت مین کرکے رکھنا اسکے لئے مؤدی الی کفر نعمۃ الزوج ہے۔ اور جو شے مؤدی الی کفر نعمۃ الزوج ہو اسکو دفع کرنا مناسب ہے جیسا کہ قصہ عورت ثابت بن قیس سے مستفاد ہے۔ بخاری شریف مین ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:۔ ان امرأۃ ثابت بن قیس اتت النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقالت ما اعتب فی خلق ولا دین ولکنی اکرہ الکفر فی الاسلام فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اتردین علیہ حدیقتہ قالت نعم قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اقبل الحدیقۃ وطلقہا تطلیقۃ انتہے العبد العاجز محمد عبد العزیز۔

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ زید ایک غریب آدمی ہے مگر خلقی آتشی مزاج ہے یعنی غصہ ور ہے ایک روز باہر سے گھر پر محنت و مزدوری کرکے آیا ہنوز کچھ اطمینان سے نہ بیٹھا تھا کہ اس کی زوجہ ہندہ نے کوئی ایسی بات کہی جس سے اس کو یکایک ایسا غصہ آگیا کہ اس کی سر کی چوٹی پکڑ کر اپنی طرف گھسیٹ کر گرا دیا اور مارنے لگا اس پر اس عورت نے اور کچھ کہا جس پر اس کا غصہ اور بھی بھڑک گیا اور بیخود ہو کر اپنے کو بھی ناخونوں سے

خراش کر دیا اور اسکو مارتا گیا اور اسی غصہ کی حالت مین بلا ارادہ یہ کہا کہ طلاق دیئے دیتا ہون - طلاق طلاق طلاق یہ لفظ اُس نے غصہ و بیخودی مین کئی مرتبہ کہا - اب جبکہ اس کا غصہ لوگون کے چھڑانے اور الگ کر دینے سے فرو ہوا اور حالت اعتدال مین آیا تو اس بات سے بہت پشیمان ہوا اور ارادہ دلی اسکا یا اس کی زوجہ کا ہرگز جدا ہونیکا نہین ہے کیونکہ یہ محض غریب ہین ان مین سے کسی ایک کا بلا دوسرے کے گذر ہونا مشکل ہے مگر چونکہ حالت مذکورہ مین لفظ طلاق مکرر سہ کرر کہہ چکا ہے اور حکم شرع شریف سے کوئی چارہ نہین لہذا آپ لوگ نائبان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض ہے کہ زید اپنی زوجہ ہندہ کو رجوع کر سکتا ہے یا نہین - بینوا توجروا +

الجواب - صورت مرقومہ مین طلاق واقع نہین ہوئی اور عدم وقوع طلاق کی دو وجہ ہین ایک یہ کہ عبارت سوال سے ظاہر ہوتا ہے کہ زید اپنے غیظ و غضب مین ایسا مدہوش اور مسلوب العقل ہوا کہ اس کو اپنے تن و بدن کی بالکل خبر نہین رہی جیسا کہ سوال کے اس جملہ سے معلوم ہوتا ہے (اور بیخود ہو کر اپنے کو بھی ناخونون سے خراش کر دیا -) اور اسی حالت مدہوشی مین اس نے طلاق دی ہے اور ظاہر ہے کہ ایسی مدہوشی و بیخودی کی حالت جنون کے قسم سے ہے - اور جنون مین طلاق نہین واقع ہوتی ہے - وسُئل نظما فی من طلق زوجتہ ثلاثا فی مجلس القاضی وہو مغتاظ مدہوش فاجاب نظما ایضا بان الدہش من اقسام الجنون فلا یقع واذا کان یعتادہ بان عرف منہ الدہش غیر مرۃ یصدق بلا برہان انتہے مختصرا ہکذا فی الشامی دوسری وجہ یہ ہے کہ عبارت سوال سے ظاہر ہے کہ اس نے صرف لفظ طلاق کہا اور طلاق کی اضافت اپنی زوجہ کی طرف نہین کی اور صرف لفظ طلاق سے بدون اضافت کے طلاق واقع نہین ہوتی ہے - درمختار مین ہے - کطلقتک وانت طالق ومطلقۃ بالتشدید قید بخطابہا لانہ لو قال ان خرجت یقع الطلاق او لا تخرجی الا باذنی فانی حلفت بالطلاق فخرجت لم یقع لترکہ الاضافۃ الیہا انتہے - پس جب ان دونون وجہون سے طلاق واقع نہین ہوئی تو زید کا نکاح بحال و برقرار رہا - زوجین باخودہا ملجاوین - واللہ اعلم بالصواب حررہ السید عبد الحفیظ +

سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ ہندہ کا بیان ہے کہ میرے شوہر نے مجھکو تین طلاقین دی ہین اور گیارہ کس معتبر گواہون نے وقوع طلاق کی شہادت دی ہے - اور زوج منکر ہے - اور زوج نے سات نفر گواہ نفی کے بیان کئے جنہون نے طلاق کی نسبت صرف یہ لکھایا ہے کہ اُن کو خبر نہین ہوئی - اب سوال یہ ہے کہ شرعاً زوجہ مطلقہ ہوئی یا نہین اور گواہان

اثبات جو تعداد مین گیارہ ہین نفی کے سات گواہون سے جو زوج کے رشتہ دار بھی ہین مرجح ہین یا کہ نہین گواہان نفی کے پیش ہوجانیسے جو گواہان اثبات سے کم بھی ہین اور جنہون نے صرف لاعلمی لکھائی ہے کچھ شبہ پیدا ہوتا ہے یا نہین بینوا توجروا *

الجواب- جبکہ ہندہ کا یہ بیان ہے کہ میرے شوہر نے مجھکو تین طلاقین دی ہین اور گیارہ معتبر گواہون نے وقوع طلاق کی شہادت دی تو بلا شبہ ہندہ مطلقہ ہوگئی- رہے زوج کے سات نفر گواہ سو انہون نے صرف اپنی لاعلمی اور بیخبری لکھائی ہے پس ان کی لاعلمی و بیخبری سے کچھ نہین ہوسکتا- اگر اُن کو زوج کے طلاق دینے کا علم نہ ہوا اور ان کو اس سے بیخبری رہی تو اس سے ہندہ کے مطلقہ ہونے مین کسی قسم کا شک وشبہ نہین ہوسکتا جبکہ گیارہ معتبر گواہون کو زوج کے طلاق دینے اور ہندہ کے مطلقہ ہونیکا علم ہوا اور انہون نے اس کی شہادت دی پس زوج کے ساتون گواہ کالعدم ہین اور زوج کا محض انکار ہے اور ہندہ کے پاس گیارہ معتبر گواہ ہین لہذا ہندہ شرعاً مطلقہ ہوگئی اور زوج کا انکار غیر مسموع ہے واللہ تعالے اعلم حررہ عبدالرحیم عفی عنہ-

سید محمد نذیر حسین

سوال- کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ زید نے مسماۃ ہندہ اپنی منکوحہ عورت کو کسی وجہ سے گھر سے نکالدیا اور برادری کے روبرو زید نے مسماۃ ہندہ سے کہدیا کہ مین نے اس کو چھوڑ دیا اور نان و پارچہ ہندہ کا زید نے بالکل قطع کر دیا- مسماۃ ہندہ خالد کے گھر جا بیٹھی اور بغیر نکاح کے مسماۃ ہندہ سے نطفہ خالد سے دختر پیدا ہوئی- اہل برادری خالد سے کہتے ہین کہ مسماۃ ہندہ سے نکاح پڑھالے خالد کہتا ہے کہ زید سے طلاق دلوا دیجئے زید کلمہ طلاق یعنی کلمہ طلقتک نہین کہتا ہے حالانکہ سابق مین زید نسبت مسماۃ ہندہ کے کلمہ چھوڑ دیا کہہ چکا ہے- اس صورت مین مسماۃ ہندہ زید کے نکاح سے باہر ہوئی یا نہین اگر نکاح سے باہر نہین ہوئی تو مسمی خالد کس صورت سے اس سے نکاح کر سکتا ہے اگر نکاح نہین کر سکتا ہے اور زید ہندہ سے راضی نہین ہے اور نہ ہندہ زید سے رضامند ہے تو زنا علانیہ طور پر ہوگا- اس باب مین جو کچھ حکم شریعت کا ہووے وہ بحوالہ کتب معتبرہ مشرح ومفصل مرحمت فرمایا جاوے-

الجواب- صورت مرقومہ مین واضح ہو کہ زید کا برادری کے روبرو یہ کلمہ کہنا کہ مین نے اس کو چھوڑ دیا طلاق بالکنایہ ہے کیونکہ یہ ترجمہ ہے لفظ سرحتک کا اور لفظ سرحتک طلاق بالکنایہ کا لفظ ہے اور طلاق بالکنایہ مین نیت طلاق یا دلالت حال کا پایا جانا ضروری ہے اور جب زید نے اپنی منکوحہ کو کلمہ مذکورہ کہکر گھر سے نکالدیا اور نان و پارچہ بالکل قطع کر دیا تو صاف ظاہر ہے کہ اس کلمہ کے کہنے سے زید کی نیت طلاق کی تھی- پس مسماۃ ہندہ زید کے نکاح سے بلا شبہ

باہر ہوگئی اب ہندہ جس مرد سے چاہے اپنا نکاح کر سکتی ہے اور اب زید سے کلمہ طلاق کہلانیکی کچھ ضرورت نہین ہے واللہ تعالےٰ اعلم بالصواب ۔ کتبہ محمد عبدالرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ +

سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ ہندہ زید کے نکاح مین تھی چند روز کے بعد زید عدم موافقت کیوجہ سے ہندہ سے کچھ روپیہ لیکر بوقت خلع بمقابلہ چند اشخاص گواہون کے ہندہ کے بچیا وغیرہ سے یون کہا کہ مین طلاق دیتا ہون بشرطیکہ میری بہن وغیرہ کو جو کہ تم لوگون کے نکاح مین ہین کسی طرح تکلیف نہ دینا اور جب کوئی وقت میرے ہان لیجانا چاہین تو منع نہ کرنا وہ لوگ بھی مجبورًا کسی طرح راضی ہوگئے اور زید نے ہندہ کو طلاق دیدی اب سوال یہ ہے کہ زید کا یہ سب شرطین کرنا کیسا ہے۔ اور بوقت عدم ایفا شرائط مذکورہ کے زید کا ہندہ پر کسی طرح دعوے صحیح ہے یا نہین اور ہندہ زید کے نکاح سے خارج ہوگئی یا نہین بینوا توجروا +

الجواب - زید کا یہ سب شرطین کرنا باطل اور لغو ہے کیونکہ ان سب شرطون کی کوئی اصل نہ کتاب اللہ سے ثابت ہے نہ حدیث رسول اللہ سے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اشترط شرطا لیس فی کتاب اللہ فہو باطل شرط اللہ احق واوثق۔ قال النووی فی شرح صحیح مسلم قولہ صلی اللہ علیہ وسلم کل شرط لیس فی کتاب اللہ فہو باطل وان کان مائۃ شرط صریح فی ابطال کل شرط لیس لہ اصل فی کتاب اللہ تعالیٰ اھ اور جب زید کا یہ سب شرطین کرنا باطل ہے تو بوقت عدم ایفاء شروط مذکورہ کے زید کا ہندہ پر کسی طرح پر دعوے صحیح نہین اور ہندہ زید کے نکاح سے خارج ہوگئی زید کے ساتھ کوئی تعلق باقی نہین رہا۔ روضۃ الندیہ مین ہے۔ واتفق اہل العلم علے انہ ان طلقہا علے مال فقبلت فہو طلاق بائن واللہ تعالے اعلم بالصواب حررہ خلیل الرحمن عفی عنہ۔

سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ ایک شخص نابالغ نے اپنی عورت نابالغہ کو ایک مجلس مین ایک طلاق دی اور نصف مہر اور جو کچھ جہیز وغیرہ تھا کل اس کو دیدیا اب وہ شخص بھی لائق ہوا اور وہ عورت بھی لائق ہوئی اور وہ شخص کہتا ہے کہ ہم رجوع کرین گے تو کیا وہ رجوع کر سکتا ہے یا نہین بینوا توجروا +

الجواب - باتفاق محدثین وفقہا نابالغ کی طلاق واقع نہین ہوتی ہے کیونکہ شرائط وقوع طلاق سے طلاق کا مکلف ہونا ہے علامہ شوکانی درر البہیہ مین فرماتے ہین۔ الطلاق جائز من مکلف مختار اھ - عالمگیریہ مین ہے - یقع طلاق کل زوج اذا کان بالغا عاقلا اھ - ونیز اس مین ہے - ولا یقع طلاق الصبی وان کان یعقل اھ - ونیز حدیث شریف سے یہی بات ثابت ہوتی ہے بلوغ المرام مین ہے عن عائشۃ رض عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم رفع القلم عن ثلثۃ عن النائم حتی یستیقظ وعن الصغیر حتی یکبر

عن المجنون حتی یعقل او یفیق رواہ احمد والاربعۃ الا الترمذی وصححہ الحاکم واخرجہ ابن حبان - ظاہر یہی ہے کہ اس حدیث مین کبر سے مراد بلوغ ہے گو اس مین اختلاف ہے پس جب ثابت ہوا کہ نابالغ کی طلاق واقع نہین ہوتی تو صورت مسئولہ مین جس شخص نابالغ نے اپنی عورت نابالغہ کو طلاق دی ہے یہ طلاق واقع نہین ہوئی بلکہ وہ عورت اس شخص کے نکاح مین علی حالہا باقی ہے اور اب اس شخص کو نہ رجوع کی ضرورت ہے اور نہ نکاح جدید کی - اور اس کا نصف مہر اور جہیز وغیرہ عورت کو دینا ناعتبر وبیکار ہے واللہ تعالے اعلم - حررہ محمد عبد الحق ملتانی عفی عنہ -

سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ زید نے اپنے حقیقی بھائی خالد کو روبرو چند آدمیون کے لکھدیا کہ بلا جبر واکراہ اقرار کرتا ہون اور لکھدیتا ہون کہ اپنے حقیقی بھائی خالد کو مبلغ بارہ روپیہ ماہواری برائے خورد ونوش بلا عذر دیا کرونگا اگر ایک مہینہ مین بھی ندون تو تیسرے مہینہ مین اپنی بی بی منکوحہ مسماۃ حلیمہ بنت عمرو کے اوپر طلاق بعد چند روز کے اس تحریر و اقرار اور ایفائے وعدہ پر اپنے زید قائم نہ رہا - بلکہ منحرف ہوگیا تو اس صورت مین زید کی زوجہ منکوحہ مسماۃ موصوفہ پر طلاق لازم ہوگی یا نہین بینوا توجروا -

الجواب - صورت مسئولہ مین زید کی زوجہ پر طلاق واقع ہوگئی ہدایہ صفحہ ۲۶۵ مین ہے واذا اضافہ الی شرط وقع عقیب الشرط اتفاقا مثل ان یقول لامرأتہ ان دخلت الدار فانت طالق فقط واللہ اعلم -

سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ ایک شخص سمی کاکا ولد خیراتی نے اپنی زوجہ مسماۃ بہن کو یہ کہا کہ مین تجھکو اپنے گھر مین نہین رکھتا تو جا ہے کسی ہو جایا خاکروب یا چمار سے شادی کرلے میرا تیرے پر کچھ دعوے نہین مگر برادری مین کسی سے نکاح نہ کریو اس پر سات سال تک وہ عورت منتظر رہی کہ مجھکو بسا دے اور پھر عرضی دیکر عورت اپنے خاوند کے گھر گئی پھر بھی اس نے اسکو نکال دیا اب بھی ایک سال سے بیٹھی ہے سو بموجب شریعت اس عورت پر طلاق عائد ہوگی یا نہین اور اس عورت کو اب دوسری جگہ اجازت نکاح کرنے کی ہے یا نہین آیا یہ اپنی برادری مین جس سے چاہے نکاح کرلے یا نہین جواب ارشاد فرمائیے -

الجواب - ہو الملہم للصواب - صورت مسئولہ مین طلاق کنائی واقع ہوچکی اور اب حاجت عدت کی بھی نہین ہے اب وہ عورت مذکورہ اپنی برادری مین جس شخص سے چاہے نکاح کرسکتی ہے بخاری شریف مین ہے اذا قال فارقتک اوسرحتک او الخلیۃ او البریۃ او

ما عنی بہ الطلاق فھو علے نیتہ اور شخص مذکور کی نیت طلاق سوال مذکور سے ظاہر ہے واللہ علم۔

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ زید نے اپنی بیوی کو روبرو گواہون کے ایک مجلس مین تین طلاقین دین اور زید نے اپنی بیوی سے کاغذ مہر کا اور جوڑا جو شادی کیوقت دیا گیا تھا واپس کرلیا اور عرصہ تین ماہ کا گذر گیا اب زید بعد گذر جانے تین ماہ کے کہتا ہے کہ مین اپنی بیوی کو اپنے گھر لے آؤن گا اور بیوی زید کی زید سے راضی نہین ہے جیسا کہ مولویونکے سامنے انکار کیا تھا لہذا یہ عورت از روئے شرع شریف کسی غیر سے نکاح کر سکتی ہے یا نہین بینوا توجروا +

الجواب۔ ہو الموفق للصواب۔ صورت مرقومہ مین وہ عورت جس شخص سے چاہے نکاح کر سکتی ہے اور چونکہ یہ صورت صورت خلع کی ہے اور تین ماہ کا عرصہ بھی گذر چکا ہے اسلئے زید کو حق رجوع نہین ہے نہ حدیث کے روسے اور نہ مذہب حنفی کے روسے زید اگر اس کو اپنے گھر لانا چاہے تو پہلے اسکو راضی کرے۔ پھر اس سے دوبارہ نکاح کرکے گھر مین لاوے بدون نکاح کئے گھر نہین لا سکتا حدیث کے روسے اس صورت مین حلالہ کی ضرورت نہین ہے۔ اور بموجب مذہب حنفی کے جبتک درمیان مین حلالہ نہوگا نکاح نہین کر سکتا۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔ الراقم عبد الحکیم مدرس مدرسہ حقانی چھاؤنی نصیر آباد ضلع اجمیر راجپوتانہ بتاریخ ۸۔ ربیع الثانی ۱۳۱۹ ہجری +

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ زن و شوہر مین بوجہ کسی امر نا ملائم کے اتفاق و ملاپ نہین ہے۔ مرد چاہتا ہے کہ اپنی بی بی کو اپنے مکان مین لیجاوے۔ مگر عورت شوہر کے گھر نہین جاتی۔ اگر کوئی کہتا ہے کہ تم اپنے سسرال جاؤ تو خفا ہوتی ہے اور کہتی ہے کہ اگر والدین میرے مجھے بزور سسرال روانہ کرینگے تو مین اپنے کو ہلاک کردونگی ظاہرا اتفاق درمیان زن و شوہر کے ہوتا ہوا نظر نہین آتا تو ایسی صورت مین فیصلہ الہی کیا ہے ارشاد فرمایا جائے۔

الجواب۔ صورت مسئولہ مین فیصلہ الہی یہ ہے کہ عورت خلع کرے یعنی کچھ مال دیکر اپنے شوہر سے طلاق لیوے قال اللہ تعالے فان خفتم ان لا یقیما حدود اللہ فلا جناح علیہما فیما افتدت بہ۔ ہدایہ مین ہے واذا تشاق الزوجان وخافا ان لا یقیما حدود اللہ فلا باس بان تفتدی نفسہا منہ بمال یخلعہا بہ لقولہ تعالے فلا جناح علیہما فیما افتدت بہ۔ اور شوہر کو بھی ایسی صورت

مین طلاق دینا ضروری ہے اگر یون طلاق نہ دے تو عورت سے کچھ مال لیکر طلاق دیوے کیونکہ ایسی صورت مین اگر خلع نہ ہوگا تو زن وشوہر دونون حدود اللہ پر قائم نہ رہنے کی وجہ سے گنہ گار ومرتکب معاصی ہونگے۔ بناءً علیہ شوہر کو ضروری ہے کہ عورت سے کچھ مال لیکر اپنے نکاح سے اُسے رہا کرے اور طلاق دیدے اور اگر یونہی بلا مال کے طلاق دیدے تو اور بہتر ہے واللہ تعالے اعلم بالصواب حررہ السید عبد الحفیظ عفی عنہ ÷

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ عرصہ تخمیناً پانچ چھ سال کا ہوتا ہے کہ ایک شخص مسمی فقیری حجام کا عقد مساۃ امامن کے ساتھ حسب شرع شریف ہوا لیکن ابتدائے عقد سے اس وقت تک بوجوہ چند در چند زنمیان زوجین مذکورین کے اتفاق نہین ہوا۔ برابر نااتفاقی رہا کرتی ہے۔ اور نہ آئندہ کوئی امید اتفاق کی پائی جاتی ہے۔ بس بوجوہ بالا مسمی فقیری مذکور اپنی زوجہ مذکورہ کو طلاق دیتا ہے اور مساۃ امامن مذکور خوشی سے بوجہ شرارت طلاق زبانی نہین منظور کرتی۔ اور جیسا کہ آج تک اُسے ہر طرح سے تنگ کیا اسی طرح اب بھی تنگ کرتی ہے۔ پس ایسی حالت مین اگر فقیری مذکور اپنی زوجہ کو تحریری طلاق دیدیوے تو جائز ہے یا نہین اور اگر تحریری طلاق جائز ہے تو اس کا کیا مضمون ہونا چاہیئے۔

الجواب۔ صورت مسئولہ مین مسمی فقیری مذکور اپنی زوجہ کو تحریری طلاق دیدیوے تو جائز ہے اور اس کا مضمون یہ ہونا چاہیئے کہ مین مسمی فقیری نے اپنی زوجہ مساۃ امامن کو طلاق دیدی اور مسمی فقیری کو چاہیئے کہ جب اس کی زوجہ مساۃ امامن حیض سے پاک ہو تو اس وقت دو گواہون کو روبرو اسی مضمون سے اس کو طلاق دیدے پھر طلاق دیکر اسی مضمون کو لکھدے اور ان دونون گواہون کی گواہی بھی لکھدے اور ہان واضح ہو کہ جب شوہر شریعت کے مطابق اپنی زوجہ کو طلاق دیگا زبانی دے یا تحریری تو طلاق خواہ پڑجاوے گی چاہے اسکی زوجہ اس کو منظور کرے یا نہ کرے طلاق کا واقع ہونا زوجہ کی منظوری پر موقوف نہین ہے پس صورت مسئولہ مین مسمی فقیری اگر مساۃ امامن کو شریعت کے مطابق زبانی طلاق دیچکا ہے اور مساۃ امامن کو اس سے انکار نہین ہے تو طلاق واقع ہوگئی مساۃ امامن منظور کرے یا نہ کرے اور اس صورت مین اب طلاق تحریری کی کچھ ضرورت نہین ہے اور اگر مساۃ امامن کو طلاق دیچکا ہے مگر اس کا اقبال نہین ہے بلکہ انکار کرتی ہے اور کہتی ہے کہ مجھے طلاق نہین دی ہے تو اس صورت مین طلاق تحریری کی البتہ ضرورت ہے واللہ تعالے اعلم بالصواب حررہ عبد الحق ملتانی عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

ھو الموفق - جیسے زبانی طلاق جائز ہے اسی طرح تحریری طلاق بھی جائز ہے صحیح بخاری میں ہے
عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تجاوز عن امتی ما حدثت بہ انفسہا ما لم تعمل او تکلم -
حافظ ابن حجر فتح الباری میں صفحہ ۱۸۰ جزو ۲۲ - اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں واستدل بہ علی ان من کتب الطلاق
طلقت امرأتہ لانہ عزم بقلبہ وعمل بکتابتہ وہو قول الجمہور وشرط مالک فیہ الا شہاد علی ذلک انتہی
واللہ تعالٰے اعلم وعلمہ اتم - کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ -

سوال - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مثلا زید کی زوجہ ہندہ نے بوجہ نہ پانے نان و نفقہ ضروری کے سخت تکلیف اٹھائی ہے خواہ کسی اور وجہ سے اپنے شوہر زید سے سخت رنجیدہ اور کارہ ہے لہذا اس سے مفارقت چاہتی ہے ہر چند جانبین کے حکم ہندہ کو سمجھاتے ہیں مگر وہ معیت زید کی اختیار نہیں کرتی - زید اس کو یوں طلاق نہیں دیتا البتہ کچھ مال ہندہ دے تو خلع پر راضی ہو اب اس صورت میں خلع جائز ہے یا نہیں - اور شرع میں خلع کس کو کہتے ہیں آیا صرف بدلے کابین کے عورت اپنے نفس کو شوہر سے خریدے تو خلع ہوگا یا بدلے کابین مع زیادت کے خرید لینے سے خلع صحیح ہوگا - اگر پہلی صورت سے خلع صحیح ہوتا ہے تو عورت کو زیادہ مہر سے دینے کی کیا حاجت ہے اور اگر پہلی صورت سے خلع صحیح نہیں ہوتا ہے بلکہ دوسری صورت سے خلع صحیح ہوتا ہے تو خلع زوجہ ثابت بن قیس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بلکہ آپ کے حکم سے کیونکر صحیح ہوا اور اس زمانہ میں کیوں نہ صحیح ہوگا اور بر تقدیر صحیح نہ ہونے کے ہر گاہ بجز مہر واپس کرنے خواہ معاف کرنے کے ہندہ کے پاس کسی قسم کا مال و اسباب نہیں ہے تو زید کو کیا دے اور کہاں سے لاوے آیا جانبین کے حکم اسکے باپ خواہ بھائی سے جبراً و قہراً زید کو دلوا دیں اور اگر باپ خواہ بھائی کو مسلمانوں کی جماعت بر تقدیر نہ دینے کے خارج کر دیں اور زید کے ساتھ کوئی کاروائی نہ کریں اس کو اپنی جماعت میں شامل رکھیں تو یہ فیصلہ موافق حکم خدا اور رسول کے ہوگا یا نہیں - اور مہر سے زیادہ خلع میں زوجہ سے خواہ اس کے ولی سے مال طلب کرنا شوہر کا کس آیت اور حدیث سے ثابت ہے اور ہندہ کئی سال کے نان و نفقہ لینے کیلئے زید پر عدالت میں نالش کر سکتی ہے یا نہیں بینوا توجروا ۔

الجواب - صورت مسئولہ میں خلع جائز ہے قال اللہ تعالٰے فان خفتم ان لا یقیما حدود اللہ فلا جناح علیہما فیما افتدت بہ - اور عورت کا شوہر کو مال دیکر اپنے کو اس کی قید نکاح سے آزاد کرنا ہی خلع ہے رہی یہ بات کہ شوہر کو خلع میں صرف بقدر مہر کے مال لینا چاہئے یا قدر مہر سے زیادہ بھی لینا درست ہے سو واضح ہو کہ جمہور علما کے نزدیک قدر مہر سے زیادہ

بھی لینا جائز ہے اس واسطے کہ آیہ مذکورہ مطلق ہے اس میں اس بات کی قید نہیں ہے کہ خلع میں
صرف بقدر مہر کے مال لینا چاہئے زیادہ لینا ناجائز ہے اور امام ابوحنیفہ و امام احمد رح وغیرہما
کے نزدیک قدر مہر سے زیادہ لینا جائز نہیں ہے۔ ان لوگوں کی دلیل یہ ہے کہ بعض روایات میں
زیادہ لینے کی ممانعت آگئی ہے علامہ شوکانی فرماتے ہیں کہ یہ بعض روایتیں آیت مذکورہ
کے عموم و اطلاق کی مخصص ہیں پس صورت مسئولہ میں جبکہ ہندہ کے پاس کسی قسم کا مال و اسباب
نہیں ہے تو زید کو صرف بقدر مہر ہی کے لینا متعین ہے اور اگر ہندہ کے پاس مال و اسباب
ہوتا تو بھی موافق ان بعض روایات کے زید کو قدر مہر سے زیادہ لینا نہیں چاہئے اور ہندہ کے باپ
یا بھائی کو بدل خلع سے کوئی تعلق نہیں ہے جانبین کے حکم اگر ہندہ کے باپ یا بھائی سے جبراً و قہراً
کل بدل خلع یا اس کا کچھ حصہ دلوائیں اور بقدر مہر دیئے کے اس کو مسلمانوں کی جماعت سے
خارج کریں تو ان کا یہ صریح ظلم ہے جانبین کے حکم کو ایسا کرنا ہرگز جائز نہیں ہے جن لوگوں کے
نزدیک خلع میں قدر مہر سے زیادہ لینا جائز ہے ان کی دلیل آیت مذکورہ بالا ہے اور استدلال
کی تقریر مذکور ہو چکی اور بیہقی کی ایک یہ روایت بھی ان کی دلیل ہے عن ابی سعید الخدری
قال کانت اختی تحت رجل من الانصار فارتفعا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لها اتردین
حدیقته قالت وازیده فخلعها فردت علیه حدیقته وزادته مگر یہ روایت ضعیف و ناقابل حجت ہے
کما صرح به الشوکانی فی نیل صفحہ ۱۷۵ جلد ۶ - اور حضرت عثمان رضہ کا یہ فتویٰ بھی ان کی دلیل ہے
اخرج ابن سعد عن الربیع قالت کان بینی و بین ابن عمی کلام وکان زوجها قالت فقلت له لک کل شیء
وفارقنی قال قد فعلت فاخذ واللہ کل فراشی فجئت عثمان وهو محصور فقال الشرط املک خذ کل شیء
حتی عقاص راسها وفی البخاری عن عثمان انه اجاز الخلع دون عقاص راسها ذکره الشوکانی۔ اور
جو لوگ قدر مہر سے زیادہ لینا جائز نہیں سمجھتے ان کی دلیل دار قطنی کی یہ حدیث ہے۔ عن ابی
الزبیر ان ثابت بن قیس بن شماس کانت عنده بنت عبد اللہ بن ابی بن سلول وکان اصدقها
حدیقة فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتردین علیه حدیقته التی اعطاک قالت نعم وزیادة فقال النبی
صلی اللہ علیہ وسلم اما الزیادة فلا ولکن حدیقته قالت نعم فاخذها له وخلی سبیلها فلما بلغ ذلک ثابت
ابن قیس قال قد قبلت قضاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رواه الدارقطنی باسناد صحیح وقال سمعه
ابو الزبیر من غیر واحد کذا فی المنتقی قال الشوکانی قوله اما الزیادة فلا استدل بذلک من قال ان
العوض من الزوجة لا یکون الا بمقدار ما دفع الیها الزوج لا باکثر منه ویؤید ذلک ما عند ابن ماجه والبیهقی
من حدیث ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم امره ان یاخذ منها ولا یزداد وفی روایة عبد الوهاب
عن سعید قال ایوب لا احفظ فیه ولا یزداد وفی روایة الثوری وکره ان یاخذ منها اکثر مما اعطی ذکره

ذلک کلہ البیہقی قال ووصلہ الولید بن مسلم عن ابن جریج عن ابن عباس رضی اللہ عنہما وقال ابو الشیخ
ہو غیر محفوظ یعنی الصواب ارسالہ بما ذکرناہ یعتضد مرسل ابی الزبیر ولا سیما وقد قال الدارقطنی انہ
سمعہ ابو الزبیر من غیر واحد کما ذکرہ المصنف قال الحافظ فان کان فیہم صحابی فہو صحیح والا فیعتضد
بما ورد فی معناہ واخرج عبد الرزاق عن علی انہ قال لا یأخذ منہا فوق ما اعطاہا وعن عطاء وطاؤس
والزہری مثلہ وہو قول ابی حنیفۃ واحمد واسحق وقال بعد ذکر روایۃ البیہقی عن ابی سعید الخدری
المذکورۃ وفتوے عثمان رض المذکورۃ ما لفظہ لا یخفی ان الروایات المتضمنۃ للنہی عن الزیادۃ مخصصۃ
لہذا العموم (ای لعموم قولہ تعالے فلا جناح علیہما فیما افتدت بہ) ومرجحۃ علی تلک الروایا المتضمنۃ
للتقریر لکثرۃ طرقہا وکونہا مقتضیۃ للحصر وہو ارجح من الاباحۃ عند التعارض علی ما ذہب الیہ جماعۃ
من ائمۃ الاصول انتہے۔ اور چونکہ صورت مسئولہ مین ہندہ کی جانب سے نشوز ہے جیسا کہ
سوال سے ظاہر ہے اسلیئے وہ نان ونفقہ گذشتہ کیلیئے زید پر عدالت مین نالش نہین کرسکتی
واللہ تعالے اعلم بالصواب کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ۔ سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ زید اپنی زوجہ ہندہ کو بلا قصور زدوکوب
کرتا تھا اور انواع انواع کی خرابیون سے تکلیف دیتا تھا اسی اثنار مین ہندہ بلا رضا مندی
زید کے اپنے میکہ چلی گئی۔ جب زید بلانے کیلیئے گیا تو ثالثون نے اس وعدہ پر لیجانے پر
راضی کیا کہ زید اسکو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچاوے اور زدوکوب نہ کرے زید نے وعدہ کیا کہ
اب ہم کسی قسم کی اس کو تکلیف نہین دین گے اور زدوکوب نہین کرین گے اور اسی وعدہ پر
اپنی زوجہ کو لے گیا بعد چند روز کے پھر زدوکوب وانواع وانواع کی خرابیون سے تکلیف
دینے لگا۔ بعد تکلیف کشی کے پھر میکہ چلی آئی اور اپنے شوہر کے ہان جانیسے انکار کرتی ہے
زید بھی نان ونفقہ سے خبر نہین لیتا۔ ہندہ طلاق مانگتی ہے اور جانے پر کسی طرح راضی نہین ہے
آیا ہندہ کے لئے از روئے شرع طلاق یا خلع یا فسخ سے خلاصی ہوسکتی ہے یا نہین کتاب اللہ
وسنت رسول اللہ سے ارقام فرمایا جاوے بینوا توجروا ؟

الجواب۔ ہندہ کو طلاق سے خلاصی ہوسکتی ہے۔ پس جب صورت مسئولہ مین زید اور
ہندہ کے درمیان موافقت واتفاق نہین ہے اور ہندہ زید کے یہان جانے پر کسی طرح راضی
نہین ہے اور طلاق مانگتی ہے اور زید زدوکوب کرتا ہے۔ اور انواع انواع کی خرابیون سے
تکلیف دیتا ہے تو زید کو چاہیے کہ طلاق دیکر ہندہ کی گلوخلاصی کردیوے اور اگر یون طلاق
دینے مین اس کو تامل ہو تو اس کو خلع کرنا لازم ہے۔ یعنی ہندہ سے کچھ مال لیکر اس کو
طلاق دیدیوے۔ قال اللہ تعالے الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان

ولا یحل لکم ان تاخذوا مما اتیتموھن شیئا الا ان یخافا الا یقیما حدود اللہ فان خفتم ان لا یقیما حدود اللہ فلا جناح علیھما فیما افتدت بہ تلک حدود اللہ فلا تعتدوھا ومن یتعد حدود اللہ فاولئک ھم الظالمون
صحیح بخاری مین ہے عن ابن عباس قال جاءت امرأۃ ثابت بن قیس بن شماس الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت یارسول اللہ انی ما اعتب علیہ فی خلق ولا دین ولکنی اکرہ الکفر فی الاسلام فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتردین علیہ حدیقتہ قالت نعم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقبل الحدیقۃ وطلقھا تطلیقۃ۔ پس صورت مسئولہ مین کتاب اللہ وسنت رسول اللہ سے یہی ثابت ہے کہ زید کو چاہیئے کہ اپنی بی بی ہندہ کو طلاق دیکر یا خلع کر کے اپنی زوجیت سے رہا کر دے واللہ تعالے اعلم وعلمہ اتم۔

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ زید نے چند شخصون کے کہنے سننے سے حالت غصہ مین آکر اپنی بی بی کو یون کہا کہ مین نے اپنی زوجہ کو تین طلاق دین اور یہ مرضی نہین تھی اور نہ بی بی گھر مین تھی بی بی اپنی والدہ کے گھر مین تھی مین نے ایک پرچہ پر تین طلاقین تحریر کر کے دیدین اور زبان سے نہین کہا اور نہ زبان سے لاکر لکھا صرف ذہن کے خیال سے لکھدیا آیا اس صورت مین طلاق ہوئی یا نہین بینوا توجروا +

الجواب۔ اس صورت مین طلاق واقع ہوگئی مگر ایک طلاق رجعی واقع ہوئی صحیح بخاری مین ہے عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ تجاوز عن امتی ما حدثت بہ انفسھا ما لم تعمل او تکلم قال قتادہ اذا طلق فی نفسہ فلیس بشئے۔ حافظ ابن حجر اس حدیث کے تحت مین لکھتے ہین۔ واستدل بہ علی ان من کتب الطلاق طلقت امرأتہ لانہ عزم بقلبہ وعمل بکتابتہ وھو قول الجمھور وشرط مالک فیہ الاشھاد علی ذلک انتہی۔ کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ +

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ ایک شخص نے اپنی ولایت سے ایک عورت کا نکاح ایک شخص سے کر دیا بعد ایک سال کے وہ عورت بباعث ظلم اور تعدی خاوند اپنے کے بھاگ گئی تو اس کے خاوند نے دعوے جس نے نکاح اپنی ولایت سے کیا تھا کیا کہ دو سو سڑسٹھ (۲۶۷) روپیہ اور زیور لیکر کے بھاگ گئی وہ روپیہ مذکورہ دیدو تو مین فارغخطی دیدون۔ بعد دو ماہ کے چھ سات آدمیون کے سامنے بطور پنچایت کے جمع کر کے سب کے روبرو غائبانہ فارغخطی لکھدی بطور رسم اپنی قوم کے کہ مجھکو اس عورت سے تعلق نہین رہا اور نہ مین کہین دعوے عدالت وغیرہ مین کرون اور جہان اس کا دل چاہے وہان رہے قطعی فیصلہ کر دیا رجعی وغیرہ کا کچھ ذکر درمیان مین نہین آیا مگر زبان سے ایک مرتبہ طلاق دی

اور یہ بھی اس شخص نے سب کے سامنے کہا کہ جو روپیہ لیگئی ہے وہ اور زیور اور برتن جو اسکے پاس
اپنے باپ کی ملکیت سے تھا وہ دلایا جاوے اور جو کچھ خرچ شادی مین صرف ہوا ہے اور
کپڑا دلایا جاوے تو مین فارغ خطی تحریر کر دیتا ہون تو وہ سب اس کے کہنے کے موافق سب
پنچون نے دلوایا ولی سے اور مہر کے روپے بھی ولی سے جمع کرائے کہ وہ عورت اگر مہر
معاف کر دے تو ولی کو واپس دیا جاوے۔ اور جو نہ معاف کیا تو عورت کو دلایا جاوے گا۔
بعد ایک ماہ کے دو چار آدمیون کے سامنے کہا کہ جس طرح مین نے غائبانہ طلاق دی ہے
اسی طرح غائبانہ رجوع کر لی اور فارغ خطی دینے کے وقت رجعی کا ذکر مطلق نہ تھا قطعی فیصلہ
پنچونکے سامنے کر دیا اور فارغخطی پر دستخط کر دئے کہ مین نے برضا و رغبت فارغخطی دیدی
اب اس عورت کو اختیار ہے جہان چاہے رہے مجھکو اس سے کچھ تعرض و دعوی نہین
اب اس پر فتوے دیا جاوے کہ رجوع صحیح ہوا یا طلاق صحیح ہوئی شرعًا بینوا توجروا +

الجواب۔ واضح رہے کہ فارغخطی ہمارے عرف کے مطابق ایک طلاق بائن ہوتی ہے
لہذا اب زوج کو کسی صورت مین رجوع کا حق حاصل نہین ہے اور عورت کو بعد گذر جانے
عدت کے اختیار ہوگا کہ جس سے چاہے اپنا نکاح کرے واللہ اعلم بالصواب +

سید محمد نذیر حسین

ہو الموفق۔ صورت مسئولہ مین چونکہ شخص مذکور نے بعوض مال کے طلاق دی ہے اسلئے
یہ طلاق خلع ہے اور خلع مین طلاق بائن واقع ہوتی ہے اور رجوع کا حق باقی نہین رہتا ہے
پس صورت مسئولہ مین طلاق صحیح ہوئی اور اس شخص کا رجوع کرنا صحیح نہین ہوا اس کے رجوع
کرنے سے اس کی عورت مطلقہ اس کے نکاح مین نہین آسکتی۔ واللہ تعالے اعلم۔ کتبہ
محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ +

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ سماۃ ہندہ زوجہ زید بلا اجازت والدین
زید کے اپنے والدین کے ہان چلی گئی زید نے بدیوجہ غیر مرضیہ بحالت غیظ و غضب بغیبت سماۃ
مذکورہ بنظر تادیب و بخیال تنبیہ یک مرتبہ اپنے والدین کے مواجہ مین کہا کہ مین نے اپنی زوجہ
سماۃ ہندہ کو مطابق حکم خداوندموافق شریعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم چھوڑ دیا۔
تھوڑے عرصہ کے بعد اسی حالت غیظ و غضب مین ہانڈی و برتن توڑ ڈالنے شروع کئے۔
اور پھر مکرر بدفعات غیر متعددہ دنا محصورہ کہا کہ سماۃ مذکورہ کو بموجب احکام الہی آزاد کیا یا
طلاق دی۔ اندرین صورت متذکرہ بالا آیا سماۃ مسطورہ پر طلاق عائد ہوگی یا نہین۔ اگر ہوگی
تو بموجب احکام رب العالمین کس صورت سے ممکن و متصور ہوسکتی ہے بیان فرمایئے

عند اللہ ماجور وعند الناس مشکور ہو جیئے اور اس آیہ شریفہ والمطلقات یتربصن بانفسھن ثلثة قروء کی تفسیر بھی ساتھ بسط وتفصیل کے عام فہم ارقام فرما کر ممنون فرمائیے گا +

الجواب - صورت مسئولہ مین زید کے اس طرح کہنے سے ایک طلاق رجعی واقع ہوگی کیونکہ موافق حکم خدا وحکم رسول کے طریق مسنون طلاق کا یہی ہے کہ اس طہر مین جس مین مجامعت نہ کی گئی ہو ایک طلاق دیجاوے پس اگر زید کی زوجہ اس وقت حائض نہین تھی بلکہ اس طہر مین تھی کہ اس سے مجامعت واقع نہین ہوئی تھی تو فی الحال اس پر ایک طلاق واقع ہوگئی اور اگر حائض تھی یا اس طہر مین تھی جس مین مجامعت واقع ہو چکی تھی تو اس صورت مین فی الحال طلاق واقع نہین ہوئی بلکہ بعد حیض کے جب دوسرا طہر آوے گا تب ایک طلاق رجعی واقع ہو جاوے گی - عالمگیریہ مین ہے :-

اذا قال لامرأته المدخولة وھی من ذوات الاقراء انت طالق للسنة وقع لتطليقة للحال ان كانت طاهرة من غير جماع وان كانت حائضا او كانت فى طهر جامعها فيه لم يقع للحال شئ حتى ياتى وقت السنة

باقی کرات مرات کہنا لغو ہے بہر صورت طلاق ایک واقع ہوگی کیونکہ عین حکم اللہ اور رسول کا یہی ہے کہ طلقات متعددہ وقت واحد بل طہر واحد مین حکم مین ایک طلاق کے ہے پس اگر عدت نہین گذری ہے تو رجوع کرنا ہوگا - اور اگر عدت گذر چکی ہے تو پھر سے نکاح کرنا ہوگا حلالہ کی ضرورت نہین ہے واللہ تعالے اعلم - آیہ والمطلقات یتربصن بانفسھن ثلثة قروء مین لفظ یتربصن مشتق ہے - تربص سے اور تربص کے معنے انتظار کرنیکے ہین اور لفظ قروء جمع ہے قرء کی اور قرء کے معنے مین علما کو اختلاف ہے بعض علما اس کے معنے حیض کے لیتے ہین اور بعض علما اس کے معنے طہر کے لیتے ہین لیکن بعض احادیث سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ اس آیت مین قرء سے مراد حیض ہے اور یہی مذہب ہے اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم مثل ابوبکر وعمر وعثمان وعلی وابن مسعود وابو موسے وعبادہ بن صامت وابو الدرداء ومعاذ ابن جبل وابن عباس رضی اللہ عنہم اور اکابر تابعین مثل علقمہ واسود وابراہیم وشریح وشعبی وحسن و قتادہ وغیرہم رحمہم اللہ کا - امام احمد رحمہ اللہ کا پہلے مذہب یہ تھا کہ قرء سے مراد طہر ہے پھر بعد کو اس سے رجوع کیا اور قائل ہوئے کہ قرء سے مراد حیض ہے چنانچہ فرماتے ہین :-

قد كنت اقول الاطهار ثم وقفت بقول الاكابر ثم جزمت انها الحيض - ثمرہ اختلاف کا یہ ہے کہ جن لوگون کے نزدیک قرء سے مراد طہر ہے ان کے نزدیک دو حیض کے بعد شروع طہر ثالثہ مین عورت عدت سے باہر ہو جاوے گی - اس وقت شوہر مراجعت کا مجاز نہ ہوگا اور جن کے نزدیک قرء سے حیض مراد ہے ان کے نزدیک تین حیض کامل کے بعد جو طہر ہوگا اس مین عدت سے باہر ہوگی قبل اس کے شوہر مراجعت کا مستحق ہے - پس آیت کے معنے یہ ہوئے کہ وہ عورتین جن کو

طلاق دی گئی ہے وہ اپنے نفس کے ساتھ تین حیض تک انتظار کریں یعنی ان کی عدت تین حیض ہے اس عدت میں ان کو نکاح کرنا یا نکاح کی بات چیت کرنا جائز نہیں ہے تین حیض تک شوہر کا حق اس کے ساتھ متعلق رہتا ہے پس جبتک تین حیض پورے نہ ہوں تب تک وہ مطلقہ عورتیں کسی اور سے نکاح یا نکاح کی بات چیت نہیں کر سکتی ہیں اور اس آیت میں مطلقات سے وہی عورتیں مراد ہیں جن کو حیض آتا ہو اور ممنوع الحیض نہ ہوں خواہ ممنوع الحیض ہونا بوجہ عدم بلوغ کے ہو یا بوجہ کبر سن کے کیونکہ ممنوع الحیض کی عدت تین مہینے ہیں و نیز اس آیت میں مطلقات سے غیر حاملہ مراد ہیں کیونکہ حاملہ کی عدت وضع حمل ہے فرمایا اللہ تعالے نے واللائی یئسن من المحیض من نسائکم ان ارتبتم فعدتہن ثلثۃ اشہر واللائی لم یحضن۔ واولات الاحمال اجلہن ان یضعن حملہن۔ و نیز اس آیت میں مطلقات سے مدخولہ بہا مراد ہیں کیونکہ غیر مدخولہ کی کچھ عدت نہیں ہے۔ فرمایا اللہ تعالے نے وان لم تکونوا دخلتم بہن فمالکم علیہن من عدۃ تعتدونہا۔ و نیز اس آیت میں مطلقات سے مراد حرائر ہیں چنانچہ سیاق آیات اس پر دال ہے قال فی زاد المعاد واذا تاملت سیاق الآیات التی فیہا ذکر العدد وجدتہا لا تتناول الحرائر الخ۔ واللہ تعالے اعلم بالصواب حررہ محمد عبدالحق ملتانی عفی عنہ +

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی زوجہ مدخولہ کو ایک طہر میں بلفظ انت طالق ایک بار کہکر طلاق دی پھر طہر دوم میں ایک بار بلفظ انت بائن سے طلاق دی یہ دونوں طلاقیں رجعی ہیں یا اول فقط رجعی ہے دوسری بائن۔ افیدونا بالجواب توجروا یوم الحساب۔

الجواب۔ یہ دونوں طلاقیں رجعی ہیں کیونکہ مدخولہ کو جب دو طہر میں دو طلاقیں دی جاویں گی تو طلاق رجعی ہوگی۔ اگرچہ بلفظ انت بائن طلاق دی جاوے یہی مذہب جمہور کا ہے زاد المعاد میں ہے۔ ومما یدل علی ان اللہ لم یشرع الثلث جملۃ انہ قال تعالی والمطلقات یتربصن بانفسہن ثلثۃ قروء الی ان قال وبعولتہن احق بردہن فی ذلک فہذا یدل علی ان کل طلاق بعد الدخول فالمطلق احق فیہ بالرجعۃ سوی الثالثۃ المذکورۃ بعد ہذا وکذلک قولہ تعالے یا ایہا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوہن لعدتہن الی قولہ فاذا بلغن اجلہن فامسکوہن بمعروف او فارقوہن بمعروف فہذا ہو الطلاق المشروع وقد ذکر اللہ سبحانہ وتعالی اقسام الطلاق کلہا فی القرآن وذکر احکامہا فذکر الطلاق قبل الدخول وانہ لا عدۃ فیہ وذکر الطلقۃ الثالثۃ وانہا تحرم الزوجۃ علی المطلق حتی تنکح زوجا غیرہ وذکر طلاق الفداء الذی ہو الخلع وسماہ فدیۃ ولم یحسبہ من الثلث کما تقدم وذکر الطلاق الرجعی الذی المطلق احق فیہ بالرجعۃ وہو ما عدا ہذہ الاقسام الثلثۃ وبہذا احتج احمد والشافعی وغیرہما علی انہ لیس فی الشرع طلقۃ واحدۃ بعد الدخول

بغیر عوض بائنۃ وانہ اذا قال لہا انت طالق طلقۃ بائنۃ کانت رجعیۃ ویلغو وصفہا بالبینونۃ وانہ لا یملک ابانتہا الا بعوض الخ ۔ واللہ تعالے اعلم ۔ حررہ عبد الرحمن قندھاری عفی عنہ ✦

سید محمد نذیر حسین

سوال ۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ ہندہ کہتی ہے کہ میرے خاوند نے میرے روبرو اپنی دختر ہفت سالہ سے یہ بات کہی ہے کہ مین تیری والدہ کو طلاق دی اور شوہر کو اس کلمہ سے بالکل انکار ہے اور نہ اس بات پر کوئی گواہ ہے اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس صورت مین شرعا طلاق کا ثبوت ہوا یا نہین بینوا توجروا ✦

الجواب ۔ بر تقدیر صدق سوال کے صورت مذکورہ فی السوال مین بوجہ انکار شوہر اور نہ ہونے گواہون کے طلاق کا ثبوت شرعًا نہین ہے ہدایہ مین ہے وان انکر سال المدعی البینۃ فقط ۔ وصیت علی مدرس مدرسہ مولوی عبد الرب ۔ الجواب صحیح عبد الرحیم مدرس مدرسہ حسین بخش ۔ اگر زوج انکاری ہے اور عورت کے پاس گواہ نہین ہین تو زوج کا انکار قسم کے ساتھ قضاءً معتبر ہوگا ۔ پس یہ طلاق عند الشرع معتبر نہ ہو گی ۔ فقط محمد ابراہیم عفی عنہ ✦

سید محمد نذیر حسین

سوال ۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین متین اس مسئلہ مین کہ ایک شخص نے وکالتًا اپنے موکل کی ملازمہ قدیمہ کا نکاح عمرو کے ساتھ تجویز کیا اور عمرو سے کہا کہ ایک شرط ہے اگر قبول کرے تب تیرے سے نکاح اس کا کردون ۔ وہ یہ کہ اگر تو اپنی زوجہ کو نان ونفقہ نہین دیگا اور حقوق زوجیت ادا نہین کرے گا تو اس صورت مین تیری زوجہ کو طلاق ہوجائیگی ۔ اور تیری زوجہ تیرے نکاح سے باہر ہو جاوے گی ۔ عمرو یہ سن کر راضی ہوا اور قبول کیا ۔ بعد اس کے وکیل نے ملازمہ مذکورہ کا عمرو کے ہمراہ نکاح کر دیا ۔ پھر ایک روز بعد اقرار نامہ بگواہی گواہان حاشیہ عمرو سے لکھوالیا کہ اگر مین اپنی زوجہ کو نان ونفقہ نہ دون اور حقوق زوجیت ادا نہ کرون تو اس صورت مین میری زوجہ کو طلاق ہوجاوے گی ۔ اور میری زوجہ میرے نکاح سے باہر ہو جاوے گی ۔ چند مدت کے بعد تعلیق کا وجود ثابت ہوا یعنی عمرو نے اپنی زوجہ کا نان ونفقہ یک قلم بند کر دیا کچھ نہین دیتا ہے اور کوئی حق زوجیت نہین ادا کرتا تو طلاق واقع ہوئی یا نہین ۔ اور اقرار نامہ لکھدینا عمرو کا بابت تعلیق بعد عقد نکاح عند الشرع معتبر ہے یا نہین اور وہ واسطے ثبوت دعوے کے عند المنازعت حجت ہے یا نہین ۔ جواب اس کا کتب احادیث اور فقہ سے ارقام فرمادین ✦

الجواب ۔ درصورت مرقومہ تعلیق کرنا طلاق کا بعد عقد نکاح کے باجماع صحابہ ومجتہدین

ومحدثین اعلام صحیح اور معتبر ہے چنانچہ ہدایہ وصحیح بخاری وغیرہ سے صاف واضح ہوتا ہے اور علمائے ماہرین شریعت غرا پر مخفی نہیں اس صورت مین اقرار نامہ لکھدینا عمرو کا بابت تعلیق طلاق کے بعد انعقاد نکاح عند الشرع بالاتفاق صحیح اور معتبر ہوگا اور آیت کریمہ یاایہا الذین آمنوا اذا نکحتم المومنات ثم طلقتموہن سے وقوع طلاق کا خواہ معلق ہو یا غیر معلق بعد ثبوت نکاح کے ہویدا ہوتا ہے۔ التعلیق فی الاصطلاح ربط حصول مضمون جملۃ ہی الجزاء لحصول مضمون جملۃ اخری ہی الشرط کذا فی الدر المختار والطحطاوی وغیرہما من کتب الشریعۃ واذا اضافہ الی شرط وقع عقیب الشرط وہذا بالاتفاق لان ملک النکاح قائم فی الحال والظاہر بقائہ الی وقت وجود الشرط انتہے۔ ما فی الہدایۃ وغیرہا من کتب الشریعۃ۔ پس اقرار نامہ عمرو مذکور کا واسطے ثبوت دعوے طلاق معلق کے عند المنازعت حجت شرعی اور دلیل محکم ہے اس صورت مین بعد وجود شرط کے ایک طلاق واقع ہوگی واللہ اعلم بالصواب حررہ السید شریف حسین عفی عنہ۔

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ زید کا لڑکا بعمر سترہ سال اور محمود کی لڑکی بعمر گیارہ سال تھی۔ کل موجودگی برادران مین زید اور محمود نے دونون کا نکاح کر دیا اور مہر پانچہزار روپیہ کا قرار دیا گیا۔ محمود نے بعد نکاح کے یہ اقرار کیا کہ بعد دو سال کے لڑکی کو وداع کر دونگا بعد تین سال کے محمود نے اپنے فرزند کی شادی کی اور زید سے کہا کہ اپنی لڑکی کو بھی رخصت کر دونگا۔ فرزند زید کا اس وقت کلکتہ مین تھا۔ زید نے محمود سے واسطے بلانے فرزند اپنے کے پندرہ روز کی مہلت مانگی۔ محمود نے مہلت نہ دی اور یہ کہا کہ اگر لڑکا ہوتا تو مین ابھی رخصت کر دیتا اب برس چھہ مہینہ کے بعد رخصت کرونگا۔ غرض اسی حیلہ حوالہ مین پانچ سال نکاح کو ہوچکے محمود لڑکی کو رخصت نہین کرتا زید متقاضی ہوتا ہے تو محمود حیلہ حوالہ کر کے ٹال دیتا ہے۔ ایسی باتون سے پایا جاتا ہے کہ محمود کی مرضی یہ ہے کہ پسر زید سے اپنی لڑکی کو علیحدہ کرا کر اور جگہ نکاح کردون اور پسر زید اپنی زوجہ کو چھوڑنا نہین چاہتا۔ اور زید نے اس شادی مین اور خرچ عیدی بقر عیدی وغیرہ مین ایک ہزار روپیہ تخمینا صرف کئے۔ اب جو ایسے خرچون سے زید غریب ومفلس ہوگیا تو محمود نیت بدلکر چاہتا ہے کہ بلطائف الحیل نکاح فسخ کر کے دوسری جگہ لڑکی کو بیاہ دون۔ نزدیک شرع شریف کے محمود ایسے حیلون سے نکاح چھوڑا سکتا ہے یا نہین بینوا توجروا

الجواب۔ صورت مرقومہ مین واضح ہو کہ حیلہ حوالہ کرنا محمود کا لغو وباطل ہے کسی وجہ سے نکاح فسخ نہین ہوسکتا جبتک شوہر طلاق نہ دے حکم شرع کا ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ

واقفان شریعت پر مخفی نہین واللہ اعلم بالصواب حررہ العاجز سید محمد نذیر حسین عفی عنہ۔

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ زید نے ہندہ سے نکاح کیا اور
نکاح کے بعد ساس کے گھر رہنے لگا۔ پھر ایک عرصہ کے بعد زید نے اپنے وطن کو جانا
چاہا۔ پس اس کی ساس مانع ہوئی اس کے جانیسے وطن مین اور کہا کہ اگر تو جاتا ہے تو میری
بیٹی کو جو تیری جورو ہے طلاق دیکر جا کہ پھر تجھ سے واسطہ نہ رہے اول زید نے اس کو
نہ مانا۔ پھر جب ساس اس کی بہت مصر ہوئی کہ اگر بدون طلاق دینے کے جاویگا تو
مین بہت تجھ کو ذلیل کرون گی تب زید نے کہا کہ پہلے تیرہ روپیہ میرے جو تیرے پاس ہین
مجھ کو دے تب کہونگا چنانچہ اس کی ساس نے وہ روپیہ اسکو دیدیا جب زید نے کہا کہ اب
مین کیا کہون تب اس کی ساس نے کہا کہ تو یہ کہہ کہ مین نے طلاق دی زید نے
کہا کہ دی یہ کہکر زید چلا گیا اب بعد ڈیڑھ برس کے جو آیا تو اپنی جورو سے موافقت چاہتا
ہے اور عذر یہ کرتا ہے کہ مین نے یہ الفاظ بہ نیت چھوڑنیکے نہین کہے تھے بسبب ناموافقی
ساس کے یہ الفاظ کہے تھے۔ پس اس صورت مین مذہب حنفی کے رو سے زید کی جورو پر
طلاق واقع ہوئی یا نہین اگر واقع ہوئی تو کے طلاق واقع ہوئین بینوا توجروا +

الجواب۔ اس صورت مین زید کی جورو پر تین طلاق واقع ہو گئین۔ اور عذر زید کا
کہ مین نے یہ الفاظ بہ نیت چھوڑنیکے نہین کہے تھے مقبول نہین کیونکہ جب اس کی ساس
نے کہا کہ اگر تو جاتا ہے تو میری بیٹی کو جو تیری جورو ہے طلاق دیکر جا کہ پھر تجھ سے
کچھ واسطہ نہ رہے اور پھر آخر جب زید نے پوچھا کہ مین کیا کہون تو اس کی ساس نے کہا کہ تو یہ
کہہ کہ مین نے طلاق دی یعنی اپنی جورو کو جو سائلہ کی بیٹی ہے اور ذکر مفعول نہین کیا بقرینہ قاطعہ
کہ قائم ہے اور بر تقدیر مفعول کے اور مقدر در حکم مذکور ہے خصوصاً ایسے مقام مین کہ ساس
زید کی اس تصریح و تعریف و تعین و تشخیص کے ساتھ پہلے کہہ چکی کہ اگر تو جاتا ہے تو میری بیٹی کو جو
تیری جورو ہے طلاق دیکر جا اہل اصول اور اہل معانی اور نحاۃ کو اتفاق ہے اسپر کہ اگر قرینہ
قائم ہو اور بر تقدیر مفعول کے علی التعین تو واجب ہے تقدیر اس کی اور یہ مقدر مثل ملفوظ ہے
في شرح المختصر اذا ظهرت قرينة دالة على تقدير المفعول بعينه تعين التقدير انتهى وفي المطول ان
قصد تعلقه بمفعول غير مذكور وجب التقدير بحسب القرائن الدالة على تعين المفعول ان عاماً فعام
وان خاصاً فخاص انتهى۔ پس اس صورت مین زید کا یہ کہنا اسکے جواب مین کہ دی بمنزلہ اس
کلام کے ہے کہ مین نے طلاق دی اپنی جورو کو جو تیری بیٹی ہے کیونکہ کلام اسکا خارج ہوا ہے

مخرج جواب کے اور جواب متضمن ہے اعادہ اس چیز کو کہ مذکور ہے سوال مین اور اسپر اتفاق ہے جمیع اہل اصول وفقہا کو فی التحقیق شرح الحسامی الکلام لما خرج مخرج الجواب لما تقدمہ غیر زائد علی قدر الجواب یتقید باسبق وصار ماذکر فی السوال کالمعاد فی الجواب لانہ بناء علیہ انتہے۔ اللفظ الذی ورد بعد سوال یعنی یکون لہ تعلق بذلک السوال ان خرج مخرج الجواب فی الظاہر یحمل علی الجواب ہکذا فی التوضیح والتلویح فی غایۃ البیان ان کلامہ خرج مخرج الجواب والکن جعلہ جوابا فیکون المراد فی الجواب ماہو المراد فی السوال لان الجواب یتضمن بیاض فی الاصل فی الفتاوے النسفیۃ واذا قالت دست باز داشتی مرا فقال داشتم فہذا بمنزلۃ ما لو قال دست باز داشتمت لان کلامہ خرج جوابا فیتضمن اعادۃ مافی السوال انتہی۔ اور جب زید نے مکرر سہ کرر ہر سوال کے بعد یہی کہاکہ دی دی دی تو طلاق سہ گانہ اس کی جورو پر جو سائل کی بیٹی ہے واقع ہوگئی اور عذر زید کاکہ مین نے یہ الفاظ بہ نیت چھوڑنیکے نہین کہے تھے مقبول نہین ہے فی الخانیۃ لو اخذت ام امرأتہ وقالت لا ادعک ان تخرج الی السفر حتی تطلق بنتی فقال دختر را سہ طلاق وقال لم انو امرأتی طلقت امرأتہ قضاء انتہے۔ فی الخلاصۃ امرأۃ طلبت الطلاق من زوجہا فقال دادم یکے ودو سہ یقع الثلاث بدون النیۃ انتہے۔ اور اضافت طرف زوجہ کے یعنی اضافت معنویہ کہ وہ شرط وقوع طلاق ہے اس مقام مین موجود ہے کیونکہ وہ عام ہے خواہ بخطاب ہو یعنی کاف یا ضمیر منفصل کے ساتھ نحو طلقتک وانت طالق وزینب طالق کما فی الطحطاوی حاشیہ در المختار۔ کس لئے کہ جب زید نے اس کلام کے جواب مین کہ تو یہ کہہ کہ مین نے اپنی جورو کو جو سائل کی بیٹی ہے طلاق دی یہ کہاکہ دی اور وہ بمنزلہ اس کلام کے ہے کہ مین نے طلاق دی اپنی جورو کو جو تیری بیٹی ہے پھر اب اس سے بڑھ کر اور کیا تصریح ہوگی اور بعد متحقق ہونے اس اضافۃ وقصد کے پھر اب یہ عذر زید کاکہ مین نے یہ الفاظ بہ نیت چھوڑنیکے نہین کہے تھے قضاء مسموع نہ ہونگے۔ فی کنز الدقائق قالت مرا طلاق دہ فقال دادہ گیر وکردہ گیر او دادہ باد وکردہ باد لا یقع الا ان ینوی ولو قال دادہ است وکردہ است یقع نوی اولا انتہے۔ اور فتوے روایت متون پر ہے جو موضوع ہین واسطے نقل مذہب کے خصوصا ایسا متن جیسا کہ کنز ہے اور باین ہمہ ضوابط اصول وفقہ اور روایات جزئیہ فقہیہ کتب معتبرہ شروح اور فتاوے معتمدہ مؤید اس کے ہین واللہ اعلم بالصواب حررہ العبد المسکین محمد صدر الدین

سید محمد نذیر حسین

مسئلہ زید نے اگر اس طرح پر طلاق دی کہ طلاق طلاق طلاق اور لفظ تجھکو یا اسکو نہ ملایا تو اس صورت مین کوئی طلاق نہ پڑی فقط طلاق طلاق کہنا لغو ہوا اور نکاح بدستور باقی۔ ؟

اور جو یون کہا کہ تجھکو طلاق دی تین بار اس طرح پر کہا تو اس صورت مین صرف ایک طلاق پڑی زید اپنی زوجہ سے ملجاوے ہاتھ اس کا پکڑے یا گلے سے لپٹاوے یا اس سے صحبت کرنے کہ رجوع ثابت ہوجاوے اور زید اب سے دو طلاق کا مالک رہیگا جیسا حدیث صحیح مسلم وغیرہ سے ثابت ہے اور تفصیل اس مسئلہ کی اغاثۃ اللہفان مین ہے واللہ اعلم بالصواب حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ۔

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ طلاق لڑکے نابالغ کی واقع ہوتی ہے یا نہین اور اس کی طرف سے اس کے ولی کی طلاق واقع ہوتی ہے یا نہین۔

الجواب۔ لڑکے نابالغ کی طلاق کے وقوع وعدم وقوع مین اختلاف ہے جمہور کے نزدیک لڑکے نابالغ کی طلاق واقع نہین ہوتی ہے۔ دلیل ان کی جامع ترمذی کی یہ حدیث ہے کل طلاق جائز الا طلاق المعتوہ المغلوب علی عقلہ۔ یہ حدیث بظاہرہ صبی کو بھی شامل ہے اور جمہور کی دلیل یہ حدیث بھی ہے۔ رفع القلم عن ثلثۃ عن النائم حتی یستیقظ وعن الصبی حتی یبلغ وعن المعتوہ حتی یعقل رواہ الترمذی وابوداؤد۔ اور بعض علما کے نزدیک صبی ممیز عاقل کی طلاق واقع ہوجاتی ہے اور یہ لوگ پہلی حدیث کا یہ جواب دیتے ہین کہ یہ حدیث ضعیف ہے جیساکہ ترمذی نے اس کی تصریح کی ہے اور دوسری حدیث کا یہ جواب دیتے کہ اس حدیث مین بلوغ بالاحتلام کی تصریح نہین ہے اور لفظ یبلغ سے مراد کبر وعقل ہے اور صبی ممیز مین یہ بات حاصل ہوتی ہے۔ واما حدیث ابی داؤد وغیرہ رفع القلم عن ثلثۃ عن النائم حتی یستیقظ وعن الصبی حتی یبلغ الخ فلیس بنص فی البلوغ بالاحتلام بل الحد فیہ الکبر والعقل وہما یحصلان للطفل العاقل الممیز ولذا قال ابن المسیب وابن عمر واحمد وغیرہم بوقوع طلاق الطفل العاقل الممیز العارف للطلاق او القادر علی الصوم والصلوٰۃ کما فی شرح بلوغ المرام و شرح القسطلانی۔ رہا دوسرا مسئلہ یعنی یہ کہ لڑکے کی طرف سے اس کے ولی کی طلاق واقع ہوتی ہے یا نہین سو اس مسئلہ مین بھی اختلاف ہے جمہور کے نزدیک نہین واقع ہوتی ہے اور بعضے[1] کہتے ہین واقع ہوتی ہے مگر حق بجانب جمہور ہے ابن ماجہ کی حدیث مرفوع الطلاق لمن اخذ بالساق جمہور کے قول پر واضح دلیل ہے اور اس کے خلاف مین کوئی دلیل نہین معلوم ہوتی۔ واللہ اعلم بالصواب حررہ السید شریف حسین عفی عنہ۔ الامر کذلک سید محمد نذیر حسین عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

ہوالموفق۔ بیشک حق بجانب جمہور ہے حدیث الطلاق لمن اخذ بالساق کے متعلق علامہ شوکانی نیل صفحہ ۱۶۲ جلد ۵ مین لکھتے ہین وطرقہ یقوی بعضہا بعضا وقال ابن القیم ان حدیث

[1] قولہ بعضے کہتے ہین الخ وہو مذہب شمس الائمۃ الحلوائی من الاحناف نقلا الاصولیون منہم صاحب التلویح ص ۲۹۶ ۱۲

ابن عباس (ای الطلاق لمن اخذ بالساق) وان کان فی اسنادہ مافیہ فالقرآن یعضدہ وعلیہ عمل الناس وارادبقولہ القرآن یعضدہ نحو قولہ تعالے اذا نکحتم المومنات ثم طلقتموھن وقولہ تعالے اذا طلقتم النساء الآیۃ انتہے کلامہ۔ پس یہ حدیث جمہور کے قول کیلئے کافی دلیل ہے اور پہلے مسئلہ مین بھی حق بجانب جمہور ہی ہے اس واسطے کہ جامع ترمذی کی حدیث کل طلاق جائز الخ۔ اگرچہ ضعیف ہے مگر دوسری حدیث یعنی رفع القلم عن ثلثۃ الخ ضعیف نہین ہے بلکہ حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے۔ (دیکھو بلوغ المرام باب الطلاق) اور ابوداؤد اور منذری نے اس پر سکوت کیا ہے اور اس حدیث کی بعض روایات مین بلوغ بالاحتلام کی تصریح آگئی ہے۔ (دیکھو سنن ابی داؤد کتاب الحدود باب فی المجنون یسرق او یصیب حدا) عون المعبود صفحہ ۲۴۳ جلد ۴ مین ہے۔ قال السبکی لیس فیہا (ای فی لفظۃ) حتی یکبر من البیان ولا فی قولہ حتی یبلغ ما فی الروایۃ الثالثۃ حتے یحتلم فالتمسک بہا اولی لبیانہا وصحۃ سندہا وقولہ حتی یبلغ مطلق والاحتلام مقید فیحمل علیہ فان الاحتلام بلوغ قطعا وعدم بلوغ خمسۃ عشر لیس ببلوغ قطعا قال وشرط ہذا الحمل ثبوت اللفظین عنہ صلے اللہ علیہ وسلم انتہے ہذا ما عندی واللہ تعالی اعلم کتبہ محمد عبدالرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ۔

سوال۔ ایک شخص ذی ہوش نے غصہ کی حالت مین اپنی زوجہ کو طلاق بائن دی وہ طلاق درست ہے یا نہین اور جو درست ہو تو پھر اس پر دعوے دخل ہو سکتا ہے یا نہین۔ دوئم مہر معجل کے کیا معنے ہین اور مہر مؤجل کے کیا معنے ہین اور جو مدت نکاح مین مہر معجل یا مؤجل کو احسانا نہ کیا تو بعد طلاق اور مدت عدت کے درمیان مہر کا مطالبہ کر سکتی ہے۔ یا نہین بینوا توجروا۔

الجواب۔ اگر شوہر نے اپنی زوجہ کو حالت غصہ مین طلاق دی تو عندالحنفیہ بلاشک وہ طلاق واقع ہو جاتی ہے اور زوجہ اس کے نکاح سے باہر ہو جاتی ہے اور پھر دعوے شوہر کا بعد طلاق بائن کے نہین پہنچتا ہے۔ نہ حالت عدت مین اور نہ بعد عدت کے۔ اور جو دونون کو موافقت ہو تو پھر سے نکاح کر لین ہکذا فی کتب الفقہ من الہدایۃ والدرالمختار وغیرہما۔ جواب سوال دوم۔ مہر معجل اس کو کہتے ہین کہ جس کا مطالبہ بلا قید موت و طلاق کے بالفعل پہنچے جب چاہے عورت اپنا مہر معجل شوہر سے طلب کرے خواہ قبل از وطی یا بعد وطی اور بعد طلاق کے بطریق اولے دعوے پہنچیگا۔ الغرض ہر طرح سے دعوے اسکو پہنچتا ہے لہا منعہ من الوطی ودواعیہ شرح مجمع ولہا النفقۃ بعد المنع ولہا السفر والخروج من بیت زوجہا للحاجۃ ولہا زیارۃ اہلہا بلا اذنہ ما لم تقبضہ ای المعجل کذا فی تنویر الابصار والدرالمختار۔ بخلاف مہر مؤجل کے کہ اسمین مطالبہ عورت کو بعد طلاق یا موت کے پہنچتا ہے قبل از طلاق و موت کے

دعوے شرعاً مسموع نہ ہوگا۔ ولا الواجل کلہ ثم فانہ لو اجل کل المہر فقد سقط حقہا فلا یکون لہا منع النفس لاخذہ کذا فی شرح الوقایۃ وغیرہ لاخلاف لاحد ان تاجیل المہر الی غایۃ معلومۃ نحو شہر او سنۃ صحیح وان کان لا الی غایۃ معلومۃ فقد اختلف المشائخ قال بعضہم لا یصح وہو الصحیح وہذا لان الغایۃ معلومۃ فی نفسہا وہو الطلاق او الموت الی آخر ما فی الفتاوے العالمگیریۃ۔ اور جو مہر مجمل ایک مدت دراز تک عورت نے طلب نہ کیا تو پھر جب چاہے خواہ اندر نکاح کے خواہ بعد طلاق کے دعوی اس کو پہنچتا ہے۔ دین المہر کسائر الدیون ولہذا الا انظار و متی طلبت یصح دعواہا کذا فی جامع الرموز وغیرہ من کتب الفقہ واللہ اعلم بالصواب حررہ سید شریف حسین عفی عنہ۔ سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک روز باہم زن و شوہر کی کسی امر میں تکرار و تنازع ہوئی اور شوہر نے کسی بات کے جواب میں کہا کہ جو عورتیں ایسا کرتی ہیں وہ لائق طلاق کے ہوتی ہیں اور اس نے بھی فلان کام کیا ہے تو میں نے اس کو طلاق دی پس شوہر مذکور نے ایکدفعہ یہ کہا مگر اسوقت کا کوئی گواہ نہیں لیکن شوہر کو اقرار ہے پھر لڑائی کی نوبت ہونے لگی اور ساس نے داماد سے لڑائی کی اور کہتی رہی کہ یہ اپنی بی بی کو طلاق دیچکا ہے۔ پھر اس کے جواب میں کئی آدمیوں کے روبرو کئی مرتبہ بطور اخبار بیان کرتا رہا کہ میں طلاق دیچکا ہوں اور ان آدمیوں پر کیا موقوف ہے تو سو آدمیوں کے روبرو کہلوالے کہ میں طلاق دیچکا ہوں اور دونگا اور یہی لفظ شوہر مذکور نے گھر میں بہت دفعہ کہا اور گھر سے باہر گلی میں بھی کہا اور بازار میں بھی اور جس نے پوچھا اس سے یہ کہتا رہا کہ میں طلاق دیچکا ہوں یعنی تخمیناً قریب سو مرتبہ کے کہا ہوگا۔ پس اس صورت میں حنفی مذہب میں کے طلاق واقع ہونگی۔ ایک یا زیادہ اور اگر ایک واقع ہوگی تو رجعی یا بائن بینوا توجروا۔

الجواب۔ درصورت مرقومہ ایک طلاق رجعی واقع ہوگی باقی اخبار میں محسوب ہونگی۔ ولو قال لامرأتہ انت طالق فقال لہ رجل ما قلت فقال طلقتہا او قال قلت ہی طالق فہی واحدۃ فی القضاء کذا فی البدائع ہکذا فی الفتاوی العالمگیریۃ۔ غرض ایک طلاق بطور انشاء کے واقع ہوگی اور باقی تمام اخبار و حکایت میں شمار ہونگی۔ پس شوہر مذکور کو اندر عدت کے رجعت کرنا درست ہے اور بعد گذر جانے عدت کے تجدید نکاح کی ضرورت ہوگی۔ واللہ اعلم حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ۔ سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ہم چار کس گواہان بابت طلاق اظہار اپنا مفصلہ ذیل عرض کرتے ہیں۔ سو اول گواہ کا یہ بیان ہے کہ مسمی احمد نے میرے روبرو طلاق اپنی زوجہ کو اس طرح دی کہ اس کو طلاق دی دی دی۔ دوسرے کا یہ بیان ہے کہ میرے روبرو مسمی مذکور نے اسطرح پر

کہا کہ میں نے اس کو طلاق دی۔ تیسرے کا یہ بیان ہے کہ میرے روبرو مسمی مذکور نے لفظ طلاق کا اس طرح پر کہا کہ طلاق دی دی دی۔ چوتھے کا یہ بیان ہے کہ مسمی مذکور نے ایک دفعہ لفظ طلاق کا اس طرح پر کہا کہ میں نے اس کو طلاق دی اور پھر دی دی کہتا رہا لہذا استفسار یہ ہے کہ از روئے گواہی گواہان مذکورین طلاق رجعی ثابت ہوئی یا مغلظہ۔ جواب فقہ سے عنایت ہو بینوا توجروا۔

الجواب۔ حسب مطابقت اظہار چاروں گواہوں کے ایک طلاق رجعی واقع ہوئی کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جب لفظ طلاق کا مکرر ہو تو طلاق متعدد واقع ہوگی ورنہ نہیں۔ اور صورت سوال سے تکرار لفظ طلاق کا پایا نہیں جاتا تو طلاق متعدد اور مکررتین واقع نہ ہونگی۔ ومتی کرر لفظ الطلاق بحرف الواو اوبغیر حرف الواو یتعدد الطلاق وان عنیٰ بالثانی الاول لم یصدق فی القضاء کذا فی الفتاوی العالمگیریۃ والطحطاوی وغیرہما واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ ما قولکم رحمکم اللہ اندرینکہ زنے بعد مجنون شدن شوہر ش بامرد دیگر نکاح ثانی کند پس این نکاح صحیح ودرست است یا نہ بینوا توجروا۔

الجواب۔ درصورت منسقہ نکاح ہذا موافق رائے امام ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ صحیح ودرست نخواہد شد زیرا کہ نزد امام صاحب درین عیب احد الزوجین را اختیار فسخ نیست:۔ لما فی شرح الوقایۃ ولا تخیر احدہما بعیب الآخر خلافا للشافعی رحمۃ اللہ علیہ فی العیوب الخمسۃ وہی الجنون والجذام والبرص والقرن والرتق وعند محمد ان کان بالزوج جنون او جذام او برص فالمرأۃ بالخیار وان کان بالمرأۃ لا لانہ یمکن للزوج دفع الضرر عن نفسہ بالطلاق انتہے ولما فی جامع الرموز ولا تخیر احدہما بعیب الآخر سواء کان فاحشا او غیرہ کالجنون والبرص الی قولہ وتخیر عند محمد الزوجۃ بالثلثۃ الاول دبکل عیب لا یمکنہا المقام معہ الا بضرر انتہے ولما فی الدر المختار ولا تخیر احد الزوجین بعیب الآخر ولو فاحشا کجنون وجذام وبرص ورتق وقرن الخ ولما فی الفتاوی السراجیۃ اذا کان بالزوج جنون او جذام او برص فلیس للمرأۃ خیار وکذا لو کان بہا ذلک او قرن او رتق لا خیار للزوج انتہے واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔ عبد الغنی کلکتوی

محمد اشرف مسئلہ صحیح است۔ عبد الجلیل عفی عنہ عبد العزیز کلکتہ

المسئلۃ مصابۃ عبد الخالق داروغہ کتب دہلی مدرسہ کلکتہ۔ المسئلۃ صحیحۃ۔ نظام الدین احمد عفی عنہ۔

بلا شک نزد حنفیہ درین صورت زوجہ را اختیار فسخ نیست کما فی العالمگیریۃ واذا کان بالزوج جنون او برص او جذام فلا خیار لہا کذا فی الکافی واللہ اعلم بالصواب حررہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی۔

محمد مسعود

در صورت مرقومہ بر علمائے ارباب شریعت مخفی مباد کہ درین مسئلہ تفصیل درکار است یعنی اگر مستفتیہ از خورد و پوش محتاج و مضطر نیست و نہ غلبہ شہوت دارد و نہ زنا از وے صادر باشد بر قول امام ابوحنیفہ و ابویوسف رح چنانچہ در صدر فتوے مذکور است عمل نماید یعنی نکاح دیگر نکند و اگر نوبت فقر و فاقہ و غالب خوف زنا باشد بر قول امام محمد نکاح دیگر کند و در قدسی ہمین قول را اختیار کردہ حیث قال و بہ ناخذ و مذہب امام مالک و امام شافعی و امام احمد بن حنبل موافق مذہب امام محمد است - قال محمد رحمہ اللہ ان کان الجنون حادثا یوجلہ سنۃ کالعنۃ ثم یخیر المراۃ بعد الحول اذا لم یبرا و ان کان مطبقا فھو کالجب و بہ ناخذ کذا فی الحاوی القدسی ہکذا فی الفتاوے العالمگیریۃ - و مفتی را باید کہ احوال مردمان اہل عصر را دیدہ و ملاحظہ کردہ بر اصلح فتوے دہد و درین زمان حدود شرع و حکم احتساب جاری نیست کہ از حاکمان محتسبان شرع خوف داشتہ باشد پس درین صورت در حالت ملجیہ مستفتیہ را نکاح کردن مطابق مذہب امام محمد و ائمہ ثلثہ لازم و بر ضرور است تا از حرام کاری باز ماند و آیت کریمہ ماجعل علیکم فی الدین من حرج و اصلحوا ذات بینکم نیز مشعر برین معنی است و ما علینا الا البلاغ - حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ -

سید محمد نذیر حسین

سوال - ایک شخص نے اپنی زوجہ کو یہ کہا کہ تجھکو طلاق دیدون اس نے کہا دیدو پھر کہا کہ دیدون پھر اس نے کہا دیدو پھر کہا کہ دیدون پھر اس نے اسی طور سے کہا کہ دیدو آیا یہ طلاق ہوئی یا نہین بینوا توجروا +

الجواب - صورت مسئولہ مین طلاق واقع نہین ہوئی اس واسطیکہ یہ کلمہ استفسار زوج رضائے زوجہ کا ہے اور استفسار رضا سے طلاق واقع نہین ہوتی جیسا کہ کتب فقہ سے ظاہر ہے - ولا فی انت طالق ان شئت فقالت شئت ان شئت فقال شئت وان نوی الطلاق شرح وقایہ وہکذا فی الہدایۃ والکنز - پس ایسی صورت مین ایک بار پوچھے یا دو بار پوچھے یا تین بار طلاق نہین ثابت ہوتی - واللہ اعلم - حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ -

سید محمد نذیر حسین

سوال - ایک شخص کو جبراً رشتہ داران عورت نے اپنے مکان مین بند کرکے بطور خود طلاق نامہ لکھوا لیا اور وہ مجبور ناراض رہا جب رشتہ داران عورت نے چھوڑا اسیوقت شخص مذکور نے حاکم کے روبرو جا کر فریاد کی کہ جبراً مجھ سے طلاق نامہ لکھوا لیا ہے سو یہ طلاق نامہ عند الشرع جائز ہے یا ناجائز بینوا توجروا +

الجواب - درصورت مرقومہ معلوم کرنا چاہئے کہ مذہب حنفی مین مکرہ سے جبراً طلاق نامہ لکھوا لینے سے طلاق واقع نہین ہوتی ہان اگر مکرہ طلاق زبان سے دے تو واقع ہوتی ہے اور صورت مسئولہ سے طلاقنامہ کا لکھوانا ظاہر ہوتا ہے نہ زبان سے کہلانا ۔ پس اس صورت مین طلاقنامہ کے فقط لکھوا لینے سے طلاق واقع نہ ہوگی - ویقع طلاق کل زوج عاقل بالغ ولو مکرہا کذا فی کنز الدقائق ویقع طلاق کل زوج بالغ عاقل ولو عبدا او مکرہا فان طلاقہ صحیح لا اقرارہ بالطلاق کذا فی تنویر الابصار والدر المختار فلو اکرہ علے ان یکتب طلاق امرأتہ فکتب لا تطلق لان الکتابۃ اقیمت مقام العبارۃ باعتبار الحاجۃ ولا حاجۃ ہہنا کذا فی الخانیۃ ہکذا فی الطحطاوی وغیرہ من کتب الفقہ واللہ اعلم بالصواب حررہ السید محمد نذیر حسین عفی عنہ -

سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین اس صورت مین کہ ہندہ نے بگواہی گواہان بیان کیا کہ مجھکو زید نے فلان تاریخ مین طلاق دی ہے مگر زید کا بیان ہے کہ مین اس تاریخ مین مقام خورجہ مین اپنی نوکری پر موجود تھا اور میری موجودگی کے گواہ مقام مذکور مین ایک انبوہ کثیر وجم غفیر ہے اب از روے شرع شریف یہ گواہ زید کے معتبر ہین یا نہین اور ان کی شہادت لائق اعتبار ہے یا نہین فقط -

الجواب - درصورت مرقومہ واضح ہو کہ گواہان اثبات کے معتبر ہوتے ہین اور گواہان نفی کے مسموع نہین ہوتے - مگر جس صورت مین کہ ایک انبوہ کثیر وجم غفیر ہون تو مسموع اور مقبول ہون گے - چنانچہ فتاوے عالمگیری اور اشباہ وغیرہ مین مذکور ہے :-

اذا اقامت المرأۃ رجلین ان فلانا طلق امرأتہ یوم النحر بالکوفۃ واقام فلان البینۃ انہ کان فی ذلک الیوم حاجا بمنی فالبینۃ بینۃ المدعی ولا یلتفت الی بینۃ المدعی علیہ الا ان تاتی العامۃ وتشہد بذلک فیوخذ بشہادتہم کذا فی الذخیرۃ ہکذا فی العالمگیریۃ وتقبل بینۃ النفی المتواتر کما فی الظہیریۃ والبزازیۃ کذا فی الاشباہ والنظائر وقد اطنب البزازی فیہ فی نوع فی الشہادۃ علی النفی انتہی ما فی الحموی

پس صورت مسئولہ مین گواہان زید کے معتبر ہین اور ان کی شہادت لائق اعتبار ہے واللہ اعلم بالصواب - حررہ السید شریف حسین عفی عنہ -

زشرف سید کونین شد شریف حسین	سید محمد نذیر حسین

مسئلہ - زوجہ مجنون کو بنا بر قول امام محمد وامام شافعی وامام احمد بن حنبل وامام مالک و سعید بن المسیب کے بمعرفت قاضی اختیار فسخ نکاح وازدواج نکاح ثانی کا بلاریب حاصل ہے چنانچہ قدسی نے اپنی کتاب حاوی مین امام محمد کے قول کو اخذ کیا ہے جیسا کہ فتاوے عالمگیری مین مذکور ہے کہ اگر جنون شوہر کا حادث ہے تو اس کو مہلت ایک سال کی دینی چاہیئے -

جیسے نامرد کو مہلت ایک سال کی دیجاتی ہے اور جو جنون اس کا قدیم ہے تو وہ مثل مقطوع
الذکر کے ہے یعنے فی الفور تفریق چاہئے مہلت کی کچھ ضرورت نہین ہے۔ فی العالمگیریۃ
قال محمد ان کان الجنون حادثا یوجلہ سنۃ کالعنۃ ثم تخیر المراۃ بعد الحول اذا لم یبرأ وان کان مطبقا
فہو کالجب وبہ ناخذ کذا فی الحاوی للقدسی انتہی قال محمد رحمہ اللہ لہا الخیار دفعا للضرر عنہا کما
فی الجب والعنۃ کذا فی الہدایۃ وغیرہا مالک انہ بلغہ عن سعید ابن المسیب انہ قال ایما رجل تزوج
امرأۃ وبہ جنون او ضرر فانہا تخیر فان شاءت قرت وان شاءت فارقت۔ سعید بن المسیب
گفت ہر مردیکہ نکاح کرد زنے را وبآن مرد جنون است یا ضررے دیگر است پس آن زن را
اختیار دادہ میشود پس اگر خواہد بجائے خود ماند واگر خواہد جدا شود کذا فی الموطا لمالک والمصفی
شرح الموطا للشیخ ولی اللہ المحدث الدہلوی۔ قلت عند الشافعی یفسخ النکاح بسبع فای الزوجین
وجد بصاحبہ عیبا من الجنون والجذام والبرص لہ الفسخ سواء کان قبل الدخول او بعدہ وکذا اذا وجدت
المراۃ زوجہا مجبوبا او عنینا او وجد الزوج امرأتہ رتقاء او قرناء یثبت بہ حق الفسخ فان کان الفسخ
قبل الدخول فلا مہر لہا وان کان بعدہ فلہا مہر مثلہا کذا فی المسوی شرح الموطا للشاہ ولی اللہ
المحدث الدہلوی۔ پس مناسب اس باب مین یہ ہے کہ اگر نوبت فقر وفاقہ وخوف زنا کا ہو تو
زوجہ مجنون کی اوپر قول امام محمد ودیگر ائمہ موصوفین کے اس کا بمعرفت قاضی نکاح فسخ کرکے
کسی اور مرد سے نکاح کرادیا جاوے۔ مگر لحاظ جنون حادث وقدیم کا ضرور ہے جیسا کہ اوپر
مذکور ہوا۔ ان ائمہ موصوفین کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے۔ عن ابی سعید الخدری ؓ
ان النبی صلی اللہ قال لا ضرر ولا ضرار من ضر ضرہ اللہ ومن شق شق اللہ علیہ اخرجہ الحاکم و
قال صحیح الاسناد ولم یخرجاہ اہ۔ کذا فی نصب الرایہ جلد ۲ صفحہ ۳۶۳ للعلامۃ الزیلعی وقال
وروی ہذا الحدیث عن عبادۃ بن الصامت وابن عباس وابی لبابۃ وثعلبۃ بن مالک وجابر
ابن عبد اللہ وعائشۃ رض ایضا انتہی وہذہ الاحادیث وان کان فی طرق بعضہا او اکثرہا کلام لکنہا
بتعدد طرقہا تتقوی۔ اور ان ائمہ موصوفین کے قول کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے
یسروا ولا تعسروا وبشروا ولا تنفروا واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ السید شریف حسین عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ زنے مطلقہ بالثلاث بسہ اطہار گشت بعد طلاق اخیر بران مطلقہ مسطورہ عدۃ
سہ حیض لازم است یا نہ وفاطمہ بنت قیس مطلقہ بالثلاث بسہ اطہار شدہ بود یا بیک طہر
بر تقدیر اول قول صلعم فاعتدی عند ابن ام مکتوم این کدام عدت است عدت باقی یا عدت
سہ حیض۔ بینوا توجروا۔

الجواب - بر ان عورت کہ بر سر ہر طہر مطلقہ شدہ بود بعد طلاق اخیر یک حیض لازم است در ابن ماجہ از عبداللہ بن مسعود مروی است قال[۵] طلاق السنۃ ان یطلقھا عند کل طہر تطلیقۃ فاذا طہرت الثالثۃ طلقھا وعلیھا بعد ذلک حیضۃ و نیز مقتضاء قول جل وعلا

[۵] قولہ قال طلاق السنۃ ان یطلقھا عند کل طہر الخ سندہ فی سنن ابن ماجہ فی باب طلاق السنۃ ہکذا حدثنا علی بن میمون الرقی ثنا حفص بن غیاث عن الاعمش عن ابی اسحاق عن ابی الاحوص عن عبداللہ قال فی طلاق السنۃ ان یطلقھا الخ ابن ماجہ مصری جلد ۱ صفحہ ۶۱۹ واخرجہ ایضا النسائی فی باب طلاق السنۃ اخبرنا محمد بن یحیی بن ایوب قال ثنا حفص بن غیاث قال ثنا الاعمش عن ابی اسحاق عن ابی الاحوص عن عبداللہ انہ قال طلاق السنۃ تطلیقۃ وہی طاہر فی غیر جماع فاذا حاضت وطہرت طلقھا اخری فاذا حاضت وطہرت طلقھا اخری ثم تعتد بعد ذلک بحیضۃ قال الاعمش سالت ابراہیم فقال مثل ذلک نسائی مطبوعہ نظامی صفحہ ۵۲۷ و قال الدارقطنی نا الحسین والقاسم انا اسمعیل المحاملی قالا نا ابوالسائب سلم بن جنادۃ نا حفص بن غیاث عن الاعمش عن ابی اسحاق عن ابی الاحوص عن عبداللہ قال طلاق السنۃ ان یطلقھا فی کل طہر تطلیقۃ فاذا کان آخر ذلک فتلک العدۃ التی امر اللہ بھا انتہی سنن الدارقطنی جلد ۲ صفحہ ۴۲۴ قال فی التعلیق المغنی علی سنن الدارقطنی قولہ عن عبداللہ قال الحدیث اسنادہ صحیح انتہی وما قیل ان معنی قولہ ثم تعتد بعد ذلک بحیضۃ المراد بالحیضۃ العدۃ فلم ارہذا المعنی فی غریب الحدیث وشروحہ المعتبرۃ وغیر ذلک من کتب اللغۃ واللہ اعلم وقال الزیلعی قولہ روی عن علی وابن مسعود وابن عباس ان ابتداء العدۃ فی الطلاق عقیب الطلاق وفی الوفاۃ عقیب الوفاۃ قلت اما حدیث علی فاخرجہ البیہقی عنہ قال العدۃ من یوم یموت او یطلق انتہی واما حدیث ابن مسعود فرواہ ابن ابی شیبۃ فی مصنفہ حدثنا وکیع ویحیی بن آدم عن شریک عن ابی اسحاق عن عبدالرحمن بن یزید عن عبداللہ بن مسعود قال العدۃ من یوم یموت او یطلق انتہی ورواہ الطبرانی فی معجمہ حدثنا محمد بن عمرو بن خالد الحرانی ثنا ابی ثنا زہیر عن ابی اسحاق عن الاسود عن مسروق وعبیدۃ عن عبداللہ فذکرہ واما حدیث ابن عباس فغریب وذکر انہ فی کتاب ابن المنذر وروی ابن ابی شیبۃ حدثنا ابن علیۃ عن ایوب عن عمرو بن دینار عن جابر بن زید یحسبہ عن ابن عباس قال العدۃ من یوم یموت انتہی اثر آخر رواہ ابن ابی شیبۃ حدثنا ابومعاویۃ عن عبیداللہ عن نافع عن ابن عمر قال عدتھا من یوم طلقھا او من یوم یموت انتہی وہذا سند صحیح واخرج نحوہ عن عطاء ومجاہد وابن المسیب وسعید بن جبیر وابن سیرین وعکرمۃ ونافع وابی قلابۃ وابی العالیۃ والشعبی والنخعی والزہری و عبدالرحمن بن یزید ومکحول باسانید جیدۃ انتہی نصب الرایۃ جلد ۱ صفحہ ۸۴ ومقتضی ہذہ الآثار ایضا ان تلک المرأۃ تعتد بعد ذلک بحیضۃ لانہ اذا کان ابتداء العدۃ من حین الطلاق الاول ففی ہذہ المسئلۃ لا یخفی انہ بعد الطلقۃ الثالثۃ قد مضت حیضتان فلا یبقی بعدہما الا واحدۃ واللہ اعلم وعلمہ اتم -

ابو سعید محمد شرف الدین عفی عنہ دہلی ٹیا محل۔

فطلقوهن[1] لعدتهن همین است که طلاق بدین طور داده شود که بر وقضاء عدت آسان گردد پس اگر بعد طلقه ثالثه تمام عدت لازم باشد مشقتے عظیمه بر وعائد گردد هذا ۔ و فاطمه بنت قیس بقول راجح سه طلاق متفرقات گشته چنانچه در بعض روایات مسلم صراحة موجود است وطلقها آخر ثلث تطلیقات ونیز طلقها طلقة کانت بقیت من طلاقها پس بعد ثبوت اینکه این سه طلاق متفرق طور است وحدیث قصه فاطمه بنت قیس از ذکر عدت طلاق اخیر ساکت است پس لابد که این حدیث مجمل را بر حدیث مفصل محمول کرده حکم مفصل متعین کرده آید وان اینکه فاطمه بنت قیس فقط برائے قضاء حیضه واحده که از عدت وے باقیست در بیت ابن ام مکتوم توقف ساخته هذا والله اعلم
حرره محمد عبد الحق ملتانی ۲۳ محرم ۱۳۱۸ھ ہجری ؛

سید محمد نذیر حسین

[1] قوله ۔ فطلقوهن لعدتهن ای وقتها وهو الطهر ای الطهر الذی یحصینه من عدتهن قوله واحصوا العدة اضبطوها ابتدائها وانتهائها لئلا تعلم بقاء زمن الرجعة ولغیر ذلک کذا فی جامع البیان فی تفسیر القرآن وقال فی الجلالین تحت قوله تعالى والمطلقات یتربصن بانفسهن ثلثة قروء تمضی من حین الطلاق انتهى وهذا ایضا یدل علی ما قال المجیب سلمه الله تعالى ۔ والله اعلم ابو سعید محمد شرف الدین عفی عنه ؛

کتاب المہر

سوال- کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ مہر نکاح شرع محمدی کی کیا تعداد ہے اور نیز دو دینار سرخ اور پانسو ٹکہ رائج الوقت اس کی کیا تعداد ہے -

الجواب شرع مین مہر کی کوئی تعداد معین و مقرر نہین ہے حسب مقدور و رضامندی طرفین جس قدر مہر باندھا جاوے تھوڑا ہو یا زیادہ وہی مہر شرعی ہے اور دو دینار سرخ کی قیمت تخمینا بحساب روپیہ کلدار رائج الوقت کے تیس روپیہ ہوتے ہین حررہ ابو الحسن عفی عنہ ٭

سید محمد نذیر حسین

سوال- کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ ہندہ زید کے نکاح مین ہے اور زید اس پر جبر کرتا ہے کہ مہر معاف کردے اور ہندہ نہین معاف کرنا چاہتی اور نہ ہندہ کے والدین اس بات پر راضی ہین مگر زید ہندہ کے سامنے قرآن ہاتھ مین لیکر اور اپنا گلا گھونٹ کر یہ کہتا ہے کہ اگر نہین معاف کرتی تو مین تمام عمر تیری صورت نہ دیکھونگا یا اپنے آپ کو ہلاک کردونگا چنانچہ چند مرتبہ یہی نقل کیا اور انجام کار ایک عالم کو اور دو گواہون کو لیکر آگیا مگر ہندہ یہ بھی نہین کہسکتی کہ وہ عالم تھے یا کوئی مصنوعی شخص تھے کیونکہ وہ پردہ نشین تھی - بہر حال پھر اس سے یہی کہا کہ مہر معاف کردیا چنانچہ اس نے اسکی دہشت سے یہ کہدیا کہ مین معاف کرتی ہون مگر میرے باپ مان راضی نہین ہین اور عمر ہندہ کی اٹھارہ سال کی ہے - پس اس صورت مین مہر معاف ہوا یا نہین ٭

الجواب - صورت مرقومہ مین معلوم ہو کہ ہندہ نے اگر حالت اکراہ مین بلا نیت و قصد کے اپنا مہر معاف کردیا ہے تو اس حالت مین مہر معاف نہ ہوگا شرعا کیونکہ حالت بے اختیاری مین معاف کرنا معتبر نہین - رد المحتار مین اکراہ کی بابت چار شرطین لکھی ہین منجملہ ان کے تیسری شرط یہ ہے -

والثالث کون الشیء المکرہ بہ متلفا نفسا او عضوا او موجبا غما یعدم الرضا وہذا ادنی مراتبہ وہو یختلف باختلاف الاشخاص فان الاشراف یغمون بکلام خشن والاراذل ربما لا یغمون الا بالضرب المبرح ابن کمال

انتہی حررہ السید ابو الحسن عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

سوال - ہندہ زوجہ زید فوت ہوئی لڑکا لڑکی نہین چھوڑا اب اس کا مہر کون لیگا - اور اس کو جو

ماں باپ سے دان جہیز دیا اس کا مالک کون ہے۔

الجواب۔ صورت مسئولہ مین ہندہ متوفاۃ کا مہر حسب سہام شرعیہ اس کے ورثہ لین گے۔ اور جہیز کا اعتبار عرف پر ہے اگر عرف مین تملیک کردیا جاتا ہو جیسا کہ فی زمانا متعارف ہے تو وہ ہندہ کے ملک ہوگا اور اگر عرف مین ملک نہ کردیا جاتا ہو تو بھی استحسانا ہندہ اس کی مستحق ہوگی اور حسب سہام شرعیہ ہندہ کے ورثہ اسکے مستحق ہون گے فتاوی عالمگیریہ مین ہے قال فی الواقعات ان کان العرف ظاہرا بمثلہ فی الجہاز کما فی دیارنا فالقول قول الزوجۃ وان کان مشترکا فالقول قول الاب قال الصدر الشہید وہذا التفصیل ہو المختار للفتوی۔ دوسری جگہ لکھا ہے لو جہز ابنتہ وسلمہ الیہا لیس لہ فی الاستحسان استرداد وعلیہ الفتوی انتہی۔ واللہ علم بالصواب حررہ محمد عبدالحق ملتانی۔

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ زید کی بیوی مسماۃ سکینہ فوت ہوگئی اور متوفیہ بالغہ تھی اور زید کے ذمہ جو اس کے دین مہر کا روپیہ تھا اس کو زید نے ادا نہین کیا تھا اور نہ متوفیہ نے بخشا تھا تو اب زید اپنی زوجہ متوفیہ کے دین مہر سے کیونکر سبکدوش ہو سکتا ہے۔ اگر متوفیہ کے والدین اپنی لڑکی متوفیہ کی جانب سے دین مہر بخشنا چاہین تو ان کے بخشنے سے زید اپنی زوجہ متوفیہ کے دین مہر سے سبکدوش ہو سکتا ہے یا نہین یعنی متوفیہ کے والدین کا متوفیہ کی جانب سے بخشنا صحیح ہے یا نہین یا مثل متروکہ کے دین مہر کا روپیہ تقسیم کیا جاوے بینوا توجروا +

الجواب۔ متوفیہ کا دین مہر زید پر واجب الادا ہے اور جیسے متوفیہ کا اور متروکہ اسکے وارثون پر تقسیم ہوگا اسی طرح اس کے دین مہر کا روپیہ بھی اس کے وارثون پر تقسیم ہوگا غرض متوفیہ کے مہر کے مستحق اس کے وارث لوگ ہین اب چاہین زید سے وصول کر کے باہم اپنے اپنے سہام شرعیہ کے مطابق تقسیم کرلین یا وصول نہ کرین بلکہ معاف کر کے زید کو سبکدوش کردین ہان یہ بھی واضح ہو کہ زید بھی اپنی زوجہ متوفیہ کا وارث ہے۔ پس جیسے وہ متوفیہ کے اور متروکہ سے نصف یا ربع پاویگا اسی طرح وہ متوفیہ کے مہر کے روپیہ سے بھی نصف یا ربع پاوے گا۔ پس صورت مسئولہ مین اگر متوفیہ کے صرف تین ہی وارث ہین یعنی اس کا شوہر اور اس کے والدین تو اس صورت مین اس کے والدین کے بخشنے سے زید سبکدوش ہو جاویگا اور اگر ان تین کے سوا کوئی اور بھی وارث ہے تو جب تک وہ وارث بھی نہ بخش دیگا تب تک زید پورا سبکدوش نہ ہوگا۔ واللہ تعالے اعلم۔ حررہ محمد عبدالحق ملتانی عفی عنہ +

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ جس عورت کا زنا مرتبہ ثبوت کو پہنچا ہو اور

بوجہ زنا کے اُس کے شوہر نے اُس کو چھوڑ دیا ہو تو کیا اب اُس شوہر پر ادائے مہر واجب ہے یا مہر ساقط ہو گیا بینوا توجروا*

الجواب- صورت مسئولہ مین واضح ہو کہ شوہر پر ادائے مہر واجب ہے اگر خلوت صحیحہ ہو چکی ہے تو پورا مہر ادا کرنا لازم ہے اور اگر خلوت صحیحہ نہین ہوئی ہے تو نصف مہر دینا ضروری ہے- اور عورت کے زنا کی وجہ سے اسکا مہر ساقط نہین ہوتا دیکھو حالت لعان مین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا- ان صدقت علیہا فہو بما استحللت من فرجہا- عالمگیریہ مین ہے- المہر یتأکد باحد معان ثلثۃ الدخول والخلوۃ الصحیحۃ وموت احد الزوجین حتی لا یسقط منہ شئے بعد ذلک الا بالابراء من صاحب الحق قال وا ذا تأکد المہر لم یسقط وان جاءت الفرقۃ من قبلہا بان ارتدت او طاوعت ابن زوجہا اہ- واللہ اعلم بالصواب کتبہ محمد عبد اللطیف ہوگلوی عفی عنہ*

سید محمد نذیر حسین

سوال- کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ ایک شخص قوم راجپوت نے بقضائے الہی انتقال کیا- ایک عورت منکوحہ خود مع فرزند صغیر سن عمر پنجسالہ چھوڑا چنانچہ فرزند مذکور جائداد مرحوم کا قابض ہو گیا- مسماۃ بیوہ نے بعد انقضاء ایام عدت ایک شخص ہم قوم سے عقد ثانی کر لیا لیکن چار ماہ کے درمیان ہی مین اس عورت نے بقضائے الہی اس جہان سے رحلت کی اور قبل از انتقال بقائمی ہوش وحواس وبرضا ورغبت خود مسماۃ نے زر مہر ایک کس اہل اسلام و ایک کس اہل ہنود کو کہ میر محلہ تھے گواہ کر کے بخش دیا- پس سوال اول یہ ہے کہ بحالت زیاتی مرض اس محلہ مین اہل اسلام موجود نہ ہونیکے باعث قوم ہنود سے ایک شخص کو جو میر محلہ تھا گواہ کیا گیا ایسے موقع کے واسطے شہادت کا کیا حکم ہے- سوال دوم یہ ہے- کہ طفل جسکو خاوند اول نے چھوڑا اور وہ جائداد پدر مرحوم خود پر قابض ہو چکا زر مہر عقد ثانی کا دعوی کر سکتا ہے یا کوئی اور حقدار ہے بینوا توجروا*

الجواب- مرض الموت مین قرض معاف کرنا اور ہبہ کرنا حکم مین وصیت کے ہی اور وصیت وارث کیلئے جائز نہین ہے لہذا صورت مسئولہ مین عورت مذکورہ کا اپنے مرض الموت مین اپنے شوہر کو جو اس کا وارث ہے زر مہر کا بخش دینا اور معاف کرنا جائز نہین ہے- اور اس عورت کا لڑکا جو شوہر اول سے ہی زر مہر کا دعوے بقدر اپنے حصہ شرعیہ کے کر سکتا ہے- بلوغ المرام مین ہے- عن عمران بن حصین رض ان رجلا اعتق ستۃ مملوکین لہ عند موتہ لم یکن لہ مال غیرہم فدعا بہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فجزاہم اثلاثا ثم اقرع بینہم فاعتق اثنین وارق اربعۃ وقال لہ قولا شدیدا رواہ مسلم- قال فی سبل السلام تحت ہذا الحدیث دل الحدیث

علی ان حکم التبرع فی المرض حکم الوصیۃ ینفذ من الثلث والیہ ذہب مالک والشافعی واحمد انتہے وفی بلوغ المرام میں ہے۔ عن ابی امامۃ الباہلی رضؓ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان اللہ قد اعطی کل ذی حق حقہ فلا وصیۃ لوارث رواہ احمد والاربعۃ الا النسائی وحسنہ احمد والترمذی وقواہ ابن خزیمۃ وابن الجارود ورواہ الدارقطنی من حدیث ابن عباس وزاد فی آخرہ الا ان یشاء الورثۃ و اسنادہ حسن۔ قال فی سبل السلام صفحہ ۸۰ جلد ۲ والحدیث دلیل علی منع الوصیۃ للوارث وھو قول الجماھیر من العلماء انتہے۔ واللہ تعالے اعلم حررہ محمد عبدالرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین جواب اس سوال میں کہ ایک عورت بلا اجازت زوج خود اس کے مکان سے بمعیت کسان غیر کے فرار ہوگئی کہ اس کو شوہر نے پھر اپنے مکان میں لا کر بٹھالا اور نان نفقہ دیا۔ دوسری مرتبہ بلا اجازت اس کے غیر شخصوں کی معیت سے زید کے گھر چلی گئی۔ ہرچند شوہر اس کو طلب کرتا ہے مگر نہیں آتی۔ جو عورت بلا اجازت شوہر اپنے کے شوہر کے مکان سے فرار کرے اور غیر لوگوں کی مدد سے بلا اجازت شوہر مکان سے چلی جاوے اور بر وقت طلب نہ آوے دریں صورت وہ عورت ناشزہ شرعاً قرار پاوے گی یا کیا اور نفقہ اور سکنی اور دین مہر شوہر کو ایسی عورت کو شرعاً دینا لازم ہے۔ اور قاضی وقت ایسی عورت کو بدعوے مہر پاس رہنے شوہر سے اور رخصت کرا دینے سے مکان شوہر کو بحیلہ دعوے داری دین مہر حکم امتناع جاری فرما سکتا ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب۔ جو عورت بلا اجازت شوہر اپنے کے شوہر کے مکان سے فرار ہوا اور شوہر کے طلب کرنے سے نہ آوے وہ عورت بلاشبہ ناشزہ ہے اور اس حالت نشوز کا نفقہ شوہر کے ذمے لازم نہیں حالت نشوز کا نفقہ[1] ساقط ہو جاتا ہے اور نشوز سے دین مہر نہیں ساقط ہوتا ہے۔ صورت مسئولہ میں اگر مہر مؤجل ہے شرطاً یا عرفاً جیسا کہ ملک ہندوستان میں عموماً رائج ہے تو قاضی وقت ایسی عورت کو بدعوے مہر شوہر کے پاس رہنے اور مکان شوہر کو رخصت کرا دینے سے حکم امتناعی جاری نہیں کر سکتا۔ اور اگر مہر معجل ہے اور عورت کا یہ

---

[1] قولہ نفقہ ساقط ہو جاتا ہے الخ اقول قال فی العالمگیریۃ وان نشزت فلا نفقۃ لہا حتی تعود الی منزلہ والناشزۃ ہی الخارجۃ عن منزل زوجہا المانعۃ نفسہا منہ انتہے۔ ابو سعید محمد شرف الدین عفی عنہ

دعویٰ ہے کہ جب تک اپنا مہر معجل وصول نہ کرلون گی تب تک شوہر کے یہان نہین جاؤن گی تو اس صورت مین قاضی وقت حکم امتناعی جاری کرسکتا ہے واللہ اعلم بالصواب حررہ السید ابوالحسن عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

سوال- کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ ایک عورت اپنے خاوند سے اپنا مہر طلب کرتی ہے جو حکم ہو اللہ و رسول کا ارشاد فرمایا جاوے بینوا توجروا +

الجواب- اگر عورت مذکورہ کا مہر معجل ہے تو اس کا طلب کرنا حق ہے اس کے شوہر کو لازم ہے کہ اس کا مہر ادا کردے اور اگر اس کا مہر مؤجل ہے تو اس کی دو صورتین ہین یا تو اس کے ادا کرنیکا کوئی وقت معین ہوا ہے یا نہین- اگر کوئی وقت معین ہوا ہے تو وقت معینہ پر عورت کا طلب کرنا حق ہے اور شوہر کو ادا کردینا لازم اور قبل وقت معینہ کے عورت کو طلب کرنیکا حق نہین ہے- اور اگر کوئی وقت معین نہین ہوا ہے تو بعد طلاق کے یا بعد موت کے اس کو مطالبہ کا حق حاصل ہوگا- ان شرطوا فی العقد تعجیل کل المہر تعجل الکل معجلا دالا الی الغایۃ لان الغایۃ معلومۃ فی نفسہا وہو الطلاق او الموت ہذا خلاصۃ ما فی الہندیۃ واللہ اعلم بالصواب حررہ السید ابوالحسن عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

سوال- کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ عرصہ دس سال کا ہوا کہ ہندہ کا نکاح زید کے ساتھ ہوا اور زید کو چونکہ بیماری آتشک کی تھی اور آتشک کیوجہ سے نامرد ہوگیا تھا- اسلئے ایک روز بھی ہندہ کے ساتھ ہمبستر نہ ہوا- اور نہ خبرگیران نان ونفقہ کا ہوا- ہندہ نے مجبور ہوکر اس مسئلہ کو علمائے وقت کے روبرو پیش کیا- علمائے وقت نے اسکو فتوے دیدیا کہ تو اس کے نکاح سے باہر ہوچکی جس کو زید نے قبول کیا چنانچہ ہندہ نے از حکم علما روبرو چند اشخاص کے اس امر کو ظاہر کردیا اور عدت مین بیٹھ گئی اب عدت پوری ہوچکی اب سوال یہ ہے کہ جو مہر مؤجل اقراری ہے اس کی بنسبت شرع کیا حکم صادر کرتی ہے- دوم جو اشیاء والدین ہندہ نے ہندہ کو بروقت نکاح چڑھائی تھین- اور زید نے جو چیز ہندہ کو چڑھائی تھی ان ہر دو اشیاء کی ہندہ مستحق ہے یا نہین- سوم یہ کہ زر نقد زید کو والدین ہندہ نے بطور چڑھاوے کے دیا تھا اس کی مستحق ہندہ ہے یا نہین- چہارم- جو ایام گذشتہ کی بابت نان ونفقہ زید نے ہندہ کو نہین دیا اب حالت موجودہ مین ہندہ بحیثیت اپنے یا بحیثیت زید کے مستحق ہے یا نہین +

الجواب- صورت مسئولہ مین ہندہ اپنے پورے مہر[1] کے لینے کی مستحق ہے- ولہا

[1] قولہ پورے مہر لینے کی مستحق ہے اقول فی التلخیص الحبیر حدیث عمر و علی انہما قالا اذا اغلق

حاشیہ: قولہ پس اگر عورت کا دعوی ہے قال اس عورت سے شوہر کو مہر معجل ادا کر دینا چاہئے اور اگر وہ نہ دیوے تو جبراً دلوایا جائے اور عورت کو طلب کرنے اس

کمال المہر ان خلا بہا فان خلوۃ العنین صحیحۃ انتہے ما فی الہدایۃ- جواب سوال دوم و سوم جو چڑھاوا ہندہ کو میکے یا سسرال سے چڑھا ہو وہ ملک ہندہ ہوتا ہے عرف میں اسی طرح جو چڑھاوا ہندہ کی جانب سے زید کو چڑھا ہو وہ ملک زید ہے المعروف کالمشروط- جواب سوال چہارم زید نے جو ایام گذشتہ کا نان و نفقہ ہندہ کو نہیں دیا اس کا استحقاق ہندہ کو حسب حیثیت زید پہنچتا ہے

و کذلک اذا کان الزوج محبوسا او عنینا او مریضا لا یقدر علی الجماع او خارجا للحج فلہا النفقۃ لوجود التسلیم کذا فی البدائع کذا فی العالمگیریۃ- نان و نفقہ حسب حیثیت شوہر کے ہوتا ہے بدلیل قولہ تعالے- لینفق ذو سعۃ من سعتہ- واللہ اعلم بالصواب- حررہ السید ابو الحسن عفی عنہ-

سید محمد نذیر حسین

سوال- کیا فرماتے علمائے دین اس صورت میں کہ کل مہر مؤجل ہندہ کا وقت نکاح کے مقرر پایا تھا- بعد عرصہ دراز بباعث تکرار و تنازع کے ہندہ مذکورہ مطالبہ کل مہر مؤجل کا اپنے شوہر سے کرتی ہے اور کہتی ہے کہ جب مہر اپنا لے لونگی تب گھر شوہر کے جاؤں گی- اب مطالبہ کرنا مہر مذکور کا عند الشرع ہندہ کو پہنچتا ہے یا نہیں بینوا توجروا +

الجواب- در صورت مرقومہ ہر گاہ کل مہر مؤجل بوقت نکاح کے ٹھیرا اور کچھ گفتگو مہر معجل کی اس وقت نہ آئی تو بعد عقد نکاح کے دعوے ہندہ کا خلاف رواج بابت طلب مہر کے بالفعل باطل اور ناجائز ہوگا شرعا- بعد طلاق یا موت کے دعوے کل کا بلا ریب پہنچیگا شرعا- چنانچہ شرح وقایہ وغیرہ میں مذکور ہے- ولو اجل کلہ فانہ لو اجل کل المہر فقط سقط

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۳۴ + بابا و ارخا سترا فلہا الصداق کاملا و علیہا العدۃ البیہقی عن الاحنف عنہما وفیہ انقطاع وفی المؤطا عن یحیی بن سعید عن ابن المسیب عن عمر فی المرأۃ تزوجہا الرجل انہا اذا ارخیت الستور فقد وجب الصداق وروی عبد الرزاق فی مصنفہ عن ابی ہریرۃ قال قال عمر اذا ارخیت الستور وغلقت الابواب فقد وجب الصداق وفی الدارقطنی من طریق عباد بن عبد اللہ عن علی قال اذا اغلق بابا و ارخا سترا و رای عورۃ فقد وجب علیہ الصداق وروی ابو عبید فی کتاب النکاح من روایۃ زرارۃ بن اوفی قال قضی الخلفاء الراشدون المہدیون انہ اذا اغلق الباب وارخی الستر فقد وجب الصداق وفی الدارقطنی ایضا من طریق محمد بن عبد الرحمن بن ثوبان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کشف خمار امرأۃ ونظر الیہا فقد وجب الصداق دخل بہا اولم یدخل وفی اسنادہ ابن لہیعۃ مع ارسالہ لکن اخرجہ ابو داود فی المراسیل من طریق ابن ثوبان ورجالہ ثقات انتہی وروی ابن ابی شیبۃ فی مصنفہ حدثنا یزید ابن ہارون عن سعید بن ابی عروبۃ عن قتادۃ عن سعید بن المسیب عن عمر انہ اجل العنین سنۃ انتہی زاد فی لفظ وقال ان اتاہا والا فرقوا بینہما ولہا الصداق کاملا انتہی کذا فی نصب الرایۃ- ابو سعید محمد شرف الدین عفی عنہ +

حقہا فلا یکون لہا منع النفس لاخذہ کذا فی شرح الوقایۃ لاخلاف لاحد ان تاجیل المہر الی غایۃ معلومۃ نحو شہر او سنۃ صحیح وان کان لا الی غایۃ معلومۃ فقد اختلف المشائخ قال بعضہم یصح وہو الصحیح وہذا لان الغایۃ معلومۃ فی نفسہا وہو الطلاق او الموت الی آخر ما فی الفتاوی العالمگیریۃ - پس دعوے سماۃ مذکورہ کا خلاف دستور رواج اور عرف طلب مہر مؤجل میں باطل اور غیر مسموع ہوگا المعروف کالمشروط کذا فی کتب الفقہ واللہ اعلم بالصواب - الراقم سید محمد نذیر حسین عفی عنہ -

سید محمد نذیر حسین

سوال - علمائے دین اور مفتیان شرع متین سے یہ میرا سوال ہے کہ عرصہ تخمیناً پانچ سال کا ہوا کہ میرے ماں باپ نے مسمی زور آور شاہ کو صاحب جائداد یعنی پانچ روپیہ ماہوار بطور پنشن کے سرکار فیض آثار سے مرحمت ہوئے ہیں یہ دیکھ کر میری شادی مسمی مذکور سے کر دی اور روز شادی سے شوہر میرے نے مجھکو تکلیف نان و پارچہ کی دی اور زد و کوب سے پیش آتا رہا بلکہ یکمرتبہ میں نے روپیہ نان و پارچہ کا بابت یک سال کے عدالت سے حاصل کیا - اور تین سو روپیہ کا بروقت ہونے شادی کے مہر بندھا تھا - اب شوہر میرا شرابخواری اور بھنگ نوشی کرتا ہے - اور اس نے تنخواہ کہ جس کے اوپر مہر بندھا تھا وہ بیچ ڈالی ہے - اب میں دعوے بابت مہر کے شوہر مذکور پر کرنا چاہتی ہوں - سو علمائے دین فرما دیں کہ اس میں شرع شریف کا کیا حکم ہے اس کا ارشاد مجھکو فرمایا جاوے - اگر وہ اس جائداد کو تلف کر دیگا تو میری زندگی کیونکر کٹے گی کہ میں ہنوز صغیر سن ہوں - معروضہ ۱۲ - مئی سنہ ۱۸۸۱ء سائلہ سماۃ خانم جان بینوا توجروا +

الجواب - درصورتیکہ شوہر طاقت اور مقدور ادا کرنے مہر کی رکھتا ہو اور پھر باوجود قدرت ادائے مہر کے مہر زوجہ کا ادا نہ کرے اور جائداد اور سرمایہ اپنا نقل کرتا ہو بنابر تلف و اسقاط کرنے مہر کے تو اس صورت میں حاکم وقت شوہر کی جائداد اور مال سے مہر زوجہ کا دلوا دے - اور جو نہ دے تو اس کو قید کرے کہ وہ ظالم ہے - کیونکہ ذی مقدور کا حیلہ کرنا ادائے دین مہر وغیرہ میں ظلم ہے - مطل الغنی ظلم ویحبس المدیون فی الثمن والقرض والمہر المعجل وما لزمہ بکفالۃ لا یحبس فی غیرہ ای غیر ما ذکر وہو تسع صور منہا مہر مؤجل ان ادعی المدیون الفقر اذ الاصل العسرۃ الا ان یبرہن غریمہ علی غناہ ای قدرتہ علی الوفاء ولو باقرار او بتقاضی غریمہ کذا فی تنویر الابصار والدر المختار قولہ ولو باقرار ای ولو وجد المدیون من یقرضہ فلم یفعل فہو ظالم فیحبس لان الحبس جزاء الظالم وقد ثبت ظلمہ بوجود من یقرضہ حموی ہذا فی الطحطاوی واللہ اعلم بالصواب - بالجملہ بروقت موجود ہونے مال بقدر ادائے دین مہر

حسب طلب زوجہ کے واجب الادا ہوگا اور نیز نان ونفقہ زوجہ کا شوہر پر واجب ہے بشرطیکہ بخانہ شوہر رہے اور سکونت اختیار کرے جیسا کہ کتب شرعیہ میں مذکور ہے واللہ اعلم بالصواب ۔

سید محمد نذیر حسین ۱۲۸۱ | عبدہ محمد یوسف ۱۲۸۴ | حسبنا اللہ بس حفیظ اللہ

سوال - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا نکاح ایک دختر نابالغہ سے ہوا تھا اب عرصہ آٹھ برس کا ہوگیا اور وہ دختر بالغہ ہوئی مگر خلوت کے وقت معلوم ہوا کہ وہ صحبت کے لائق نہیں ہے اس وجہ سے کہ اسکی شرمگاہ ایسی بند ہے کہ دخول ممکن نہیں تو زید نے اسکو طلاق دیدی پس سوال یہ ہے کہ زید پر اس کا مہر واجب الادا ہے یا نہیں بینوا توجروا ۔

الجواب - جبکہ شرمگاہ اس عورت کی ایسی بند ہے کہ دخول ممکن نہیں تو وہ خلوت صحیحہ نہ ہوئی تو اس صورت میں اس شخص پر مہر دینا لازم اور واجب نہیں ہوگا شرعاً کہ مانع وطی کا عورت کی طرف سے پایا گیا تو مہر اسکا ساقط ہوا - لان المہر یتاکد بالوطی او الخلوۃ الصحیحۃ بلا مانع شرعی وطبعی وحسی ومن الحسی رتق وقرن وعفل یقال امرأۃ رتقاء بینۃ الرتق اذ لا یمکن اتیانہا خرق الا المبال انتہی ما فی الدر المختار ... والطحطاوی وغیرہ مختصرا والمہر یتاکد باحد معان ثلثۃ الدخول والخلوۃ الصحیحۃ وموت احد الزوجین ومن الموانع لصحۃ الخلوۃ ان تکون بالمرأۃ رتقاء او قرناء او عفلاء او شعراء کذا فی العالمگیریۃ وغیرہا - ان چاروں لفظ کے معنے متقارب ہیں یعنی شرمگاہ عورت کی ایسی ہو کہ قابل وطی اور دخول کے نہ ہو اور تفصیل اس کی کتب مطولات فقہیہ میں ہے واللہ اعلم وعلمہ اتم حررہ السید محمد نذیر حسین عفی عنہ

۲۰ - ذیقعدہ سنہ ۱۲۹۴ھ

سید محمد نذیر حسین

سوال - عرصہ تین سال کا ہوا کہ مسمی احمد کا نکاح ساتھ ہندہ کے ہوا تھا اور اس کے ایک بچہ بھی پیدا ہوا اب ہندہ مذکور خفا ہو کر اپنے باپ کے یہاں جا رہی - احمد مذکور بلاتا ہے تو وہ آتی نہیں ہے اور کہتی ہے کہ جبتک مہر میرا احمد نہ دیوے گا تب تک میں اس کے پاس نہ آؤنگی اب مطالبہ کرنا مہر کا ہندہ کو پہنچتا ہے یا نہیں اور بروقت تحریر مہر نامہ اور وقت ایجاب و قبول کے کچھ تصریح مہر معجل یا مؤجل کی نہ ہوئی تھی - بینوا توجروا ۔

الجواب - درصورت مرقومہ ہرگاہ وقت تحریر مہر نامہ اور وقت ایجاب وقبول کے تصریح مہر معجل ومؤجل کی نہ ہوئی تو اعتبار عرف عام کا ہوگا - پس اگر عرف میں درصورت مذکورہ بعض معجل ادا کیا جاتا ہے اور بعض مؤجل آئندہ پر ادا ہوتا ہے تو مطابق عرف کے مطالبہ پہنچے گا - لان المعروف کالمشروط کذا فی الدر المختار وغیرہ وان لم یبینوا شیئا ینظر الی المرأۃ والی المہر المذکور فی العقد انہ کم یکون المعجل لمثل ہذہ المرأۃ من مثل ہذا المہر فیعجل ذلک معجلا ولا یتقدر بالربع ولا بالخمس وانما ینظر الی المتعارف کذا فی الفتاوے العالمگیریۃ ۔ اور عرف شاہجہان آباد

اور رواج اس کے کا یہ ہے کہ کل مہر مسمی بلا قید تعجیل وقت عقد نکاح کے مذکور ہوتا ہے اور کچھ مہر معجل ادا کرنا متعارف عرف نہین ہے تو دعوے عورت کا بالفعل نہ کل مہر مین پہنچیگا نہ بعض مین کیونکہ خلاف عرف کے قول عورت کا مسموع نہ ہوگا شرعاً۔ حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ +

سید محمد نذیر حسین

مسئلہ۔ اگر بروقت انعقاد نکاح کے کل مہر معجل نہ قرار پایا ہو تو اس صورت مین دعوی زوجہ کا بابت مہر کے فی الحال شوہر پر باطل اور نامسموع ہوگا ہان جب شوہر طلاق دے یا زن و شوہر مین سے کوئی فوت ہو جاوے اسوقت دعوے مہر صحیح اور مقبول ہوگا کذا فی کتب الحنفیۃ واللہ اعلم

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ زید نے ہندہ سے اس شرط پر نکاح کیا کہ تجھے کچھ مہر نہین ملیگا پس یہ نکاح صحیح ہوا یا نہین بینوا توجروا +

الجواب۔ اس مسئلہ مین علمار کا اختلاف ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ نکاح صحیح نہین ہوا اور فقہائے حنفیہ کے نزدیک یہ نکاح صحیح ہوا۔ اور زید نے جو شرط مہر نہ دینے کی کی ہے وہ لغو ہے تفسیر مظہری سورہ نساء صفحہ ۵۶۷ مین ہے۔ اختلفوا فیما اذا تزوج بشرط ان لا مہر لہا فقال مالک لا یصح ہذا النکاح لانہ عقد معاوضۃ کالبیع والبیع بشرط ان لا ثمن لا یصح اجماعاً فکذا النکاح قلنا لیس النکاح عقد معاوضۃ وانما وجب المہر حکماً شرعاً اظہار الشرف المحل ولو کان عقد معاوضۃ کالبیع لما صح النکاح عند ترک التسمیۃ کما لا یصح البیع عند ترک ذکر الثمن فالشرط بان لا مہر شرط فاسد وبہ لا یفسد النکاح ویلغو الشرط والثمن رکن فی البیع لا یصح البیع بدونہ فافترقا انتہی واللہ تعالے اعلم بالصواب۔ حررہ السید شریف حسین عفی عنہ +

سید شریف حسین

سید محمد نذیر حسین

کتاب الولیمۃ

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خاتم الانبیاء والمرسلین محمد وآلہ واصحابہ اجمعین والتابعین لہم باحسان الی یوم الدین وبعد فانہ ورد من بعض الفضلاء سوال فی الولیمۃ التی تصنع فی العرس من جہۃ اولیاء الزوجۃ او من جہۃ الزوجۃ نفسہا ویدعی الناس الیہا ہل ہی من قسم الولیمۃ المسنونۃ او من قسم الدعوۃ التی تجب الاجابۃ الیہا او من قسم الحرام او المکروہ او من قسم الجائز افیدونا بما یشفی العلیل ویروی الغلیل من کلام ائمۃ العلم جزیتم خیرا۔

فاقول مستعینا باللہ وطالبا منہ التوفیق لاصابۃ الصواب فی الجواب قال الامام البخاری باب حق اجابۃ الولیمۃ والدعوۃ قال الحافظ فی فتح الباری کذا عطف الدعوۃ علی الولیمۃ فاشار بذلک الی ان الولیمۃ مختصۃ بطعام العرس ویکون عطف الدعوۃ علی الولیمۃ من عطف العام علی الخاص واما اختصاص اسم الولیمۃ بہ فہو قول اہل اللغۃ فیما نقلہ عنہم ابن عبد البر وہو المنقول عن الخلیل بن احمد وثعلب وغیرہما وبہ جزم الجوہری وابن الاثیر وقال صاحب المحکم الولیمۃ طعام العرس والاملاک وقیل کل طعام صنع لعرس وغیرہ وقال عیاض فی المشارق الولیمۃ طعام النکاح وقیل الاملاک وقیل طعام العرس خاصۃ وقال الشافعی واصحابہ تقع الولیمۃ علی کل دعوۃ تتخذ لسرور حادث من نکاح او ختان وغیرہما لکن الاشہر استعمالہا عند الاطلاق فی النکاح وتقید فی غیرہ فیقال ولیمۃ الختان ونحو ذلک وقال الازہری الولیمۃ ماخوذۃ من الولم وہو الجمع وزنا ومعنی لان الزوجین یجتمعان وقال ابن الاعرابی اصلہا من تتمیم الشیء واجتماعہ وجزم الماوردی ثم القرطبی بانہا لا تطلق فی غیر طعام العرس الا بقرینۃ واما الدعوۃ فہی اعم من الولیمۃ وہی بفتح الدال علی المشہور وضمہا قطرب فی مثلثہ وغلطوہ فی ذلک علی ما قال النووی انتہی کلام الحافظ ابن حجر وقال الامام الشوکانی فی نیل الاوطار قال الازہری الولیمۃ مشتقۃ من الولم وہو الجمع لان الزوجین یجتمعان وقال ابن الاعرابی اصلہا تمام الشیء واجتماعہ وتقع علی کل طعام تتخذ لسرور وتستعمل فی ولیمۃ الاعراس بلا تقیید وفی غیرہا مع التقیید فیقال مثلا ولیمۃ مادبۃ ہکذا قال بعض الفقہاء وحکاہ فی الفتح عن الشافعی واصحابہ وحکی ابن عبد البر

عن اهل اللغة وهو المنقول عن الخليل وثعلب وبه جزم الجوهري وابن الاثير ان الوليمة هي الطعام في العرس خاصة
قال ابن رسلان وقول اهل اللغة اقوى لانهم اهل اللسان وهم اعرف بموضوعات اللغة واعلم بلسان
العرب انتهى ويمكن ان يقال الوليمة في اللغة وليمة العرس فقط وفي الشرع للولائم المشروعة وقال
في القاموس الوليمة طعام العرس او كل طعام صنع لدعوة وغيرها واولم صنعها وقال صاحب المحكم
الوليمة طعام العرس والاملاك انتهى وقال في تاج العروس شرح القاموس قال ابو عبيد سمعت
ابا زيد يقول الطعام الذي يصنع عند العرس الوليمة والذي يصنع عند الاملاك اي العقد النقيعة و
قال الحسن بن عبد الله العسكري في كتاب الاسماء واللغات الوليمة بالطعم في الاملاك من الولم و
هو الجمع لان الزوجين يجتمعان وقوله واولم صنعها اي الوليمة ومنه قوله صلى الله عليه وسلم لعبد الرحمن
ابن عوف اولم ولو بشاة اي اصنع وليمة انتهى كلام تاج العروس مع المتن وفي القاموس وشرحه
ايضا والعرس طعام الوليمة وهو يعمل في العرس سمي عرسا باسم سببه والعرس ايضا النكاح لانه المقصود
بالذات من الاعراس من اعرس الرجل باهله اذا بنى عليها ودخل بها ثم سميت الوليمة عرسا وهي
تؤنثها العرب وقد تذكر انتهى وفي العيني على البخاري قوله اجيبوا هذه الدعوة اي دعوة الوليمة
وفيه ايضا العرس طعام الوليمة وهو الذي يعمل عند العرس سمي عرسا باسم سببه انتهى - قال الحافظ
ابن حجر في فتح الباري قوله باب اجابة الداعي في العرس وغيره ذكر فيه حديث ابن عمر اجيبوا هذه
الدعوة وهذه اللام يحتمل ان تكون اللام للعهد والمعهود وليمة العرس ويؤيده رواية ابن عمر الاخرى
اذا دعي احدكم الى الوليمة فليأتها وقد تقرر ان الحديث الواحد اذا تعددت الفاظه وامكن حمل بعضها على
بعض تعين ذلك ويحتمل ان تكون اللام للعموم وهو الذي فهمه راوي الحديث فكان ياتي الدعوة للعرس
وغيره واخرجه مسلم وابو داؤد من طريق ايوب عن نافع بلفظ اذا دعا احدكم اخاه فليجب عرسا كان
او نحوه ولمسلم من طريق الزبيدي عن نافع بلفظ من دعي الى عرس او نحوه فليجب وهذا يؤيد ما فهمه
ابن عمر وان الامر بالاجابة لا يختص بطعام العرس وقد اخذ بظاهر الحديث بعض الشافعية فقال بوجوب
الاجابة الى الدعوة مطلقا عرسا كان او غيره بشرطه انتهى كلام الحافظ ابن حجر بلفظه فتحصل من مجموع ما نقلناه
من الاحاديث وكلام ائمة اللغة والفقه ان العرس لا يختص بما يكون من جانب الزوج فقط كما
تقدم من ان الوليمة تستعمل حقيقة شرعية في وليمة العرس وتستعمل في كل دعوة فهذا الاطلاق وهو انها تستعمل
في كل دعوة حقيقة شرعية وتقدم ان العرس يطلق على العقد وعلى الدخول فالوليمة المتخذة من جانب
الزوجة واهلها طعام عرس لان العرس العقد ويقال لها وليمة ايضا والعرس النكاح فالطعام المتخذ
من جانب اهل الزوجة او من جانب الزوجة يقال لها طعام عرس ووليمة ودعوة فالاجابة الى هذا الطعام
واجبة وداخل في عموم الوليمة كما تقدم عن ابن الاعرابي وهو من ائمة اللغة ان الوليمة تقع على كل طعام يتخذ

علی کل سرور بلا قید وکما تقدم عن الازہری وہو من ائمۃ اللغۃ ایضا انہا مشتقۃ من الولم وہو الاجتماع
لان الناس یجتمعون لہا والحاصل ان الطعام المتخذ من جانب اہل الزوجۃ او الزوجۃ داخل فی الولائم
المشروعۃ دون الولائم المخالفۃ للشرع واللہ اعلم ومما یشہد لذلک ما رواہ ابن ماجہ عن حدیث ام سلمۃ
وعائشۃ رضی اللہ عنہما قالتا امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان نجہز فاطمۃ رضی عنہا حتی ندخلہا
علی علی رضی اللہ عنہ فعمدنا الی البیت ففرشناہ ترابا لینا من اعراض البطحاء ثم حشونا مرفقتین لیفا
فنفشناہ بایدینا ثم اطعمنا تمرا وزبیبا وسقینا ماء عذبا وعمدنا الی عود فعرضناہ فی جانب البیت لیلقی
علیہ الثوب ویعلق علیہ السقاء فما راینا عرسا احسن من عرس فاطمۃ رضی اللہ عنہا وروی الحافظ الآجری عن جعفر
بن الحسین فی النکاح النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاطمۃ رضی اللہ عنہا لعلی رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ
علیہ وسلم امر بلال بقصعۃ من اربعۃ امداد او خمسۃ وبذبح جزور لولیمتہا فاتیتہ بذلک فطعن فی راسہا
ثم ادخل الناس رفقۃ رفقۃ یاکلون منہا حتی فرغوا وبقیت فضلۃ فبرک فیہا وامر بحملہا الی ازواجہ
وقال کلن واطعمن من غشیکن انتہی کذا ذکرہ العلامۃ الخفاجی فی شرحہ علی شفاء القاضی عیاض رحمہ اللہ
والحدیث الذی رواہ ابن ماجہ فی اسنادہ جابر الجعفی قال الحافظ فی التقریب ضعیف وقال
فی الخلاصۃ احد کبار علماء الشیعۃ عن عامر بن واثلۃ والشعبی وعنہ السفیانان وخلق ووثقہ الثوری
وغیرہ وقال النسائی متروک ولکن اقل درجات المحدثین اعنی حدیث ابن ماجہ والآخر انہما ضعیفان
لا موضوعان فیصلحان شاہدین لما نحن فیہ من ان الطعام المتخذ من جانب اہل الزوجۃ یقال لہ طعام
عرس وطعام ولیمۃ عرس قال الشوکانی فی نیل الاوطار والضعیف مع الضعیف توجب الارتفاع عن
درجۃ السقوط الی درجۃ الاعتبار انتہی وقال الحافظ ابن حجر فی فتح الباری ان حکم الشیء الخاص
الذی لم یذکر فیہ نص داخل تحت حکم دلیل آخر بطریق العموم انتہی والحاصل ان الطعام المتخذ من جہۃ اہل الزوجۃ
او من جہۃ الزوجۃ یقال لہ طعام العرس لغۃ وشرعا کما تقدم وداخل فی اسم الولیمۃ لانہا مشتقۃ من
الولم وہو الاجتماع لان الناس یجتمعون فیہا ولانہا المتخذۃ لحادث سرور والنکاح ای سرور فہی حقیقۃ
شرعیۃ ایضا کما تقدم ولان العرس النکاح کما تقدم والنکاح یطلق علی ما کان من جانب المراۃ ومن
جانب الرجل وفی الحدیث فطلقہا ونکحت زوجا غیرہ والطعام المذکور ایضا داخل فی عموم الدعوۃ التی
ورد الامر بوجوب الاجابۃ الیہا والقول بان الطعام المتخذ من جہۃ الزوجۃ او من جہۃ اہلہا حرام
او بدعۃ او مکروہ قول باطل لا معول علیہ بل ہو مخالف لعموم الاحادیث الدالۃ علی وجوب الاجابۃ الی
عموم الدعوۃ قال الامام الشوکانی فی نیل الاوطار والظاہر الوجوب للاوامر الواردۃ بالاجابۃ من غیر صارف
لہا عن الوجوب ولجعل الذی لم یجب عاصیا وہذا فی ولیمۃ النکاح فی غایۃ الظہور واما فی غیرہا من الولائم
فان صدق علیہا اسم الولیمۃ شرعا کما تقدم فی اول الباب کانت الاجابۃ الیہا واجبۃ لا یقال ینبغی حمل

مطلق الولیمۃ علی الولیمۃ المقیدۃ بالعرس کما وقع فی حدیث ابن عمر بلفظ اذا دعی احدکم الی ولیمۃ عرس فلیجب لانا نقول ذلک غیر ناتج للتقیید لما وقع فی الروایۃ المتعقبۃ لھذہ الروایۃ بلفظ من دعی الی عرس او نحوہ وایضا قولہ صلی اللہ علیہ وسلم من لم یجب الدعوۃ فقد عصی اللہ ورسولہ یدل علی وجوب الاجابۃ الی غیر ولیمۃ العرس قال فی فتح الباری واما الدعوۃ فھی اعم من الولیمۃ وھی بفتح الدال علی المشھور وضمھا قطرب فی مثلثاتہ وغلطوہ فی ذلک علی ما قال النووی وقال فی فتح الباری ایضا فی باب آخر والذی یظھر ان اللام فی الدعوۃ للعھد من الولیمۃ المذکورۃ اولا قال وقد تقدم ان الولیمۃ اذا اطلقت حملت علی طعام العرس بخلاف سائر الولائم فانہا تقید انتھی ویجاب اولا بان ھذا مصادرۃ علی المطلوب لان الولیمۃ المطلقۃ ھی محل النزاع وثانیا بان فی احادیث الباب ما یشعر بالاجابۃ الی کل دعوۃ ولا یمکن فیہ ما ادعاہ فی الدعوۃ وذلک نحو ما فی روایۃ ابن عمر بلفظ من دعی فلم یجب فقد عصی اللہ ورسولہ وکذلک قولہ من دعی الی عرس او نحوہ فلیجب انتہی کلام الشوکانی فی نیل الاوطار وقال فی فتح الباری ویحتمل ان تکون اللام للعموم وھو الذی فھمہ الراوی للحدیث فکان یاتی الدعوۃ للعرس وغیرہ وہذا یؤید ما فہمہ ابن عمر وان الامر بالاجابۃ لا یختص بطعام العرس انتہی کلام الحافظ فی فتح الباری وفی البخاری باب اجابۃ الدعوۃ فی العرس وغیرہ واورد فیہ حدیث نافع عن ابن عمر انہ کان یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجیبوا ھذہ الدعوۃ اذا دعیتم لھا قال و کان ابن عمر یاتی الدعوۃ فی العرس وغیر العرس وھو صائم قال الحافظ فی فتح الباری قولہ اجیبوا ھذہ الدعوۃ تمسک[1] بہ من ذلک لان حدیث اذا دعی احدکم فلیجب عرسا کان او غیرہ اعم من ان یکون من جانب الزوج او من جانب اہل الزوجۃ او من جانب الزوجۃ۔ ہذا ما ظہر للحقیر فان کان صوابا فمن اللہ والحمد للہ وان کان خطا فمنی ومن الشیطان واستغفر اللہ والحمد للہ اولا وآخرا و ظاہرا و باطنا وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم وصلے اللہ علے خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ وسلم حررہ الحقیر الفقیر الی احسان ربہ الباری حسین بن محسن الانصاری الخزرجی السعدی الیمانی نزیل بھوپال فی الحال اصلح اللہ الحال والمآل آمین آمین آمین یکم رمضان المبارک سنہ ۱۳۱۶ ہجری۔ الجواب صحیح والرای نجیح سید محمد نذیر حسین عفی عنہ۔

سید محمد نذیر حسین	سید محمد ابو الحسن	سید محمد عبد السلام غفرلہ

سوال۔ بیٹی کی شادی میں اگر بیٹی والا بہ نیت سرور [illegible] [illegible] پاو

---

[1] ہکذا فی المنقول عنہ ولا شک فی انہ سقط ہہنا عبارۃ ۱۲

تفاخر کے قرابت والون اور دوستون کو خواہ ان کا مکان قریب ہو یا بعید دعوت کرے تو کھانا جائز ہے یا نہین یا باراتیون کی دعوت بلحاظ دعوت زور وضیف بلا جبر واکراہ و بلا لحاظ رسم معمول کرے تو وہان کھانا کیسا ہے اور حضرت نے بی بی فاطمہ رض کی شادی مین لوگون کو کچھ کھلایا تھا یا نہین یا کسی ازواج کی شادی مین کچھ کھانا کھلانا ثابت ہے یا نہین اور ولیمہ کی دعوت کے دن تک بعد از نکاح جائز ہے اور پانسو درہم سے زیادہ مین نکاح ہونا یہ نکاح مطابق سنت کے ہے یا نہین بینوا توجروا*

الجواب- فی الواقع صورت مندرجہ سوال حادثہ سرور وخوشی وفرحت تزویج کا ہے اس مین کچھ طعام کھلانا سنت انبیا علیہم السلام کی ہے چنانچہ کلام نجاشی بادشاہ حبشہ سے مستفاد ہوتا ہے جیسا کہ طبری نے سیر مین نقل کی ہے- روی انہ صلعم بعث عمرو بن امیۃ الضمری الی النجاشی لیخطبہا علیہ فزوجہا ایاہ واصدقہا عنہ اربعمائۃ دینار وبعث بہا الیہ مع شرحبیل بن حسنۃ وروی ان النجاشی ارسل الیہا جاریۃ ابرہۃ فقالت ان الملک یقول لک ان رسول اللہ صلعم کتب الی ان ازوجک وانہا ارسلت الی خالد بن سعید بن العاصی فوکلتہ واعطت ابرہۃ سوارین وخاتم فضۃ سرورا بما بشرتہا بہ فلما کان العشی امر النجاشی جعفر بن ابی طالب ومن ہناک من المسلمین فحضروا فخطب النجاشی فقال الحمد للہ الملک القدوس السلام المومن المہیمن العزیز الجبار اشہد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا عبدہ ورسولہ ارسلہ بالہدی ودین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون اما بعد فقد اجبت الی ما دعا الیہ رسول اللہ صلعم وقد اصدقتہا اربعمائۃ دینار ذہبا ثم صب الدنانیر بین یدی القوم فتکلم خالد ابن سعید فقال الحمد للہ احمدہ واستعینہ واشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمدا عبدہ ورسولہ ارسلہ بالہدی ودین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون اما بعد فقد اجبت الی ما دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وزوجتہ ام حبیبۃ بنت ابی سفیان فبارک اللہ لرسول اللہ صلعم ودفع الدنانیر الی خالد بن سعید بن العاص فقبضہا ثم ارادوا ان یقوموا فقال اجلسوا فان سنۃ الانبیاء علیہم السلام اذا تزوجوا ان یوکل طعام علی التزویج فدعا بطعام فاکلوا ثم تفرقوا اخرجہ صاحب الصفوۃ کما قالہ الطبری ہکذا فی المرقاۃ نقلا عن المواہب- پس اگر والی دختر بطریق شکریہ سبکدوشی تزویج بقصد سرور وائتلاف ومواخات برادری ومواسات اسلامی بلا قرض ودوام اور بدون تفاخر ونام آوری وبغیر ریا ومباہات دعوت وضیافت اقربا واحبا کی کرے تو مشروع ومباح بلکہ مستحب ہے کیونکہ یہ مہمانی عروسی ہے عرس بالضم مہمانی عروسی کذا فی الصراح وغیرہ اور مہمانی عروسی وولیمہ جناب سرور کائنات صلعم سے بتقریب نکاح

حضرت فاطمہ زہرا کے ماثور اور منقول ہے چنانچہ سیرت احمدیہ سے واضح ہوتا ہے اور تعامل و تعارف سلف صالحین سے قرناً بعد قرن چلا آتا ہے قد صرح الامام الشافعی فی الام الولیمۃ التی تعرف ولیمۃ العرس وکل دعوۃ علی املاک او نفاس او ختان او حادث سرور وقال ابن العربی اصل الولیمۃ تمام الشئی واجتماعہ والفعل فیہما اولم وتقع علی کل طعام تتخذ لسرور حادث من عرس واملاک وغیرہما واستعمالہا مطلقا فی العرس اکثر واشہر وفی غیرہ بالتقیید فیقال ولیمۃ الاعذار ونحوہ کذا فی بدر التمام شرح بلوغ المرام لملا حسین المغربی الولیمۃ کل دعوۃ تتخذ لسرور من نکاح او ختان او غیرہا کذا فی مجمع البحار۔ اور علاقہ مہمانی عروسی کا دونوں طرف سے پایا جاتا ہے بنا بر اس کے کہ مہمانی منسوب ہے طرف عروس کے اور عروس بالفتح زن ومرد نو خاستہ یکدیگر را یقال رجل عروس امرأۃ عروس کذا فی الصراح وغیرہ تو اس صورت میں مہمانی عروسی دونوں طرف سے ثابت اور روا ہوئی عام ہے اس سے کہ بیٹی والا عقد نکاح کی دعوت کرے یا وقت زفاف یعنی رخصتی کے کرے چنانچہ درمختار اور طحطاوی اور فتاوی عالمگیری وغیرہ سے واضح ہوتا ہے اور دعوت عند املاک یعنی وقت تزویج اور عقد نکاح کے تقریر امام شافعی اور ابن العربی سے پہلے معلوم ہو چکا۔ الملاک والاملاک التزویج وعقد النکاح کذا فی مجمع البحار۔ املاک زن دادن کذا فی الصراح۔ پس زن دادن وقت تزویج اور وقت رخصتی دونوں کو شامل ہے کما لا یخفی علی المتامل الماہر نقل القاضی عیاض عن الآجری بضم الجیم عن محمد بن الحسین رض فی النکاح النبی صلعم فاطمۃ رضی اللہ عنہا ان النبی صلعم امر بلالا بقصعۃ من اربعۃ امداد او خمسۃ ویذبح جزورا لولیمتہا قال فاتیتہ بذلک فطعن فی راسہا ثم ادخل الناس رفقۃ رفقۃ یاکلون منہا حتی فرغوا وبقی منہا فضلۃ فبرک فیہا وامر بحملہا الی ازواجہ وقال کلن واطعمن من غشیکن ای اتاکن والاحادیث فی ہذا الباب کثیرۃ وفیما ذکرنا کفایۃ انتہی کذا فی السیرۃ الاحمدیۃ للمولوی کرامت علی الدہلوی من تلامذۃ الشیخ العلامۃ عبد الحی ومولینا محمد اسحق الدہلوی رحمہما اللہ تعالے وکذلک اذا اتخذ ولیمۃ لزفاف ابنتہ فاہدی الناس ہدایا فہو علی ما ذکرنا من التقسیم وہذا کلہ اذا لم یقل المہدی شیئا وتعذر الرجوع الی قولہ اما اذا قال اہدیت للاب او للام او للزوج او للمرأۃ فالقول للمہدی کذا فی الظہیریۃ ہکذا فی الفتاوی العالمگیریۃ وکذلک ان اتخذ ولیمۃ لزفاف ابنتہ فاہدی الناس ہدایا فہو علی ما ذکر من التقسیم انتہی ہندیۃ والزفاف بکسر الزاء مصدر زفت المرأۃ اذ ذہبا زفافا والمراد بہ بعثہا الی بیتہ انتہی ما فی الطحطاوی زفاف عروس بخانہ شوی فرستادن کذا فی الصراح اقربا اور احباب بیٹی والے کے اور یارانی جو مسافت بعیدہ سے آویں یہ لوگ ضیف میں داخل ہیں ضیف مہمان ضافت مہمانی داشتن کسے را کذا فی الصراح فرمایا آنحضرت صلعم نے

من یومن باللہ والیوم الآخر فلیکرم ضیفہ الحدیث - دور سے آنیوالے اور قریب والے لوگ مہمانی
عروسی اور زور ور مین بھی شامل ہین آن حضرت صلعم نے فرمایا ان لزورک علیک حقا الحدیث جب
مداراۃ اور مہمانی کرنے بغیر تقریب شادی کی سنت اور مستحب ہے تو بروقت تقریب شادی کے
کہ ہنگامہ سرور ہے مداراۃ اور مہمانی بطریق اولی مشروع آکد ہوگی - اور اس تقریب مین اپنے
اور بیگانے سبھی کو موجب فرحت اور سرور کا ہوتا ہے سب شریک ہوا کرتے ہین چنانچہ صحیح بخاری
مین اس کا ایک باب منعقد کیا ہے - باب ذہاب النساء والصبیان الی ولیمۃ العرس ابصر
النبی صلعم نساء او صبیانا مقبلین من عرس الی آخرہ فی صحیح البخاری - اور اوپر مذکور ہوچکا
کہ رسول مقبول صلعم نے فرمایا ولزورک علیک حقا یعنی زیارت کرنیوالے اور آنیوالے کے
بغیر تقریب شادی کے خاطرداری اکل وشرب مین لازم ہوئی تو تقریب شادی مین بطریق اولی
ہوگی - اور اس خاطرداری مین قریب اور بعید بیٹی والے کے اور باراتی سب داخل ہین -
الغرض ضیافت اور دعوت براتیون کی بھی بواسطہ سرور حصول نعمت ازدواج دختر کے حسب
مقدور بلا تکلف اور بلا جبر واکراہ اور بغیر استدعا کے والیان زوج کے مشروع و مستحب ہے
ممنوع کسی طرح سے نہین شرعا - اسی نظر سے مولانا محمد اسحق رحمۃ اللہ علیہ نے مسائل اربعین
مین لکھا ہے - وانچہ مروج است کہ بعد نکاح والیان عروس بمردمان برات طعام میدہند
آنہم بطریق ضیافت جائز است انتہے کلامہ اور وجہ جواز کی یہ ہے کہ طعام ضیافت اور
دعوت محل سرور اور خوشی مین مشروع ہے نہ محل شرور اور مصیبت مین لانہ شرع فی السرور لا فی الشرور
کذا فی فتح القدیر وغیرہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بعد تمام کرنے سورہ بقر کے اونٹ نحر
کیا اور دوستون کو کھلایا چنانچہ تفسیر عزیزی مین مذکور ہے اور یہ بھی معلوم رہے کہ اس تقریب کو لیا
فرض واجب جاننا کہ خواہ مخواہ قرض دام کرکے انجام کرنا مذموم اور خلاف شرع ہوگا - ما جعل علیکم
فی الدین من حرج - اور امر مباح اور مستحب کو واجب جاننا بدعت ہے - مہر بی بی خدیجۃ الکبری
کا بیس اونٹ ٹھیرایا تھا یا بارہ اوقیہ سونے کا - اور مہر ام حبیبہ کا چار سو دینار نجاشی بادشاہ نے
مقرر کیا تھا اور آپ ہی انہون نے ادا کر دیا - اور باقی ازواج مطہرات کا پانچسو درم سے
زیادہ نہ تھا - اور مہر فاطمہ زہرا کا چار سو اسی درم تھا - اس قدر مہر زمانہ آن حضرت صلعم
مین باعتبار غالب عادت کے مروج تھا باوجود اس کے حضرت کے مزاج مبارک مین تکلیف
اور تکلف پسندیدہ نہ تھا بہر حال یہ اولی اور افضل ہے و موجب برکت ہے باعتبار اتباع
کے نہ اس سبب سے کہ زیادت مہر ممنوع ہے شرعا کیونکہ نہی زیادت مہر کی پانسو سے وارد
نہ ہوئی بلکہ زیادت اس سے قرآن مجید سے ثابت ہوتی ہے قال اللہ تعالے وآتیتم احدٰہن

قنطارا ای مہرا۔ قنطار معاذ بن جبل کے نزدیک ایک ہزار اور دو سو طلا ہوتا ہے۔ الغرض مہر کثیر حسب مقدور و رضا طرفین منع نہین علی الموسع قدرہ وعلی المقتر قدرہ۔ حضرت عمر فاروق نے چاہا تھا کہ جو کوئی پانسو سے زیادہ مقرر کرے تو زیادہ بیت المال مین داخل ہو اسپر ایک عورت نے الزام دیا ان کو اور کہا اے عمر تو زیادت مہر کو منع کرتا ہے اور خدا تعالے فرماتا ہے واتیتم احداہن قنطارا پس رجوع کیا عمر نے اس سے اور کہا مرد نے خطا کی اور عورت مصیب ہوئی یا یہ کہا کلکم افقہ من عمر چنانچہ بدر التمام شرح بلوغ المرام اور مرقات اور دیگر تفاسیر مین مذکور ہے۔ حاصل کلام کا اس مقام مین یہ ہے کہ نکاح زیادت مہر پانسو سے ساتھ سنت تقریری کے بلا ریب بالاجماع ہو جاتا ہے کیونکہ سنت یا قولی ہوتی ہے یا فعلی یا تقریری چنانچہ سنت تقریری مہر کی درضمن آیت کریمہ فان خفتم الا تقسطوا فی الیتامی فانکحوا ما طاب لکم قالت عائشۃ ہی الیتیمۃ فی حجر ولیہا فیرغب فی جمالہا ومالہا ویرید ان یتزوجہا بادنی من سنۃ نسائہا فنہوا عن نکاحہن الا ان یقسطوا لہن فی اکمال الصداق وامروا بنکاح من سواہن من النساء آہ۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم وغیرہما مین دیکھنا چاہیے کہ مہاجرین اور انصار مین مہر مختلف تھا۔ اس پر آن حضرت صلعم نے تحدید شرعی نہ فرمائی کہ اس قدر چاہیے اور اس قدر منع ہے بلکہ اس کو حسب حال مقدور اور رواج قوم کے موقوف رکھا اپنے گھر مین جو حسب اتفاق مہر ٹھیرا عمل مین لایا امت مکلف ہے امر و نہی پر اور مصلحت بلا امر پر مکلف نہین چنانچہ قصہ بریرہ سے واضح ہوتا ہے کہ آن حضرت صلعم نے بطور مصلحت کے اس سے کہا کہ شوہر کو نہ چھوڑ و اس نے کہا امر سے فرماتے ہین یا سفارش کرتے ہین فرمایا سفارش کہا سفارش مجھ کو منظور نہین چنانچہ صحیح بخاری وغیرہ مین یہ قصہ مذکور ہے جواز دعوت ولیمہ ایک روز یا دو روز یا زیادہ از ین صحیح بخاری اور اس کی شرح سے لکھا جاتا ہے واضح ہو گا باب ذکر من اولم سبعۃ ایام لما رواہ ابن ابی شیبۃ من طریق حفصۃ بنت سیرین قالت لما تزوج ابی دعا الصحابۃ سبعۃ ایام الحدیث واخرجہ البیہقی ایضا من وجہ آخر ونحوہ ای نحو السبعۃ یشیر الی روایۃ عبد الرزاق حدیث حفصۃ المذکور اذ فیہ عندہ ثمانیۃ ایام بدل سبعۃ ولم یوقت النبی صلعم للولیمۃ وقتا یختص بہ الایجاب او الاستحباب یوما ولا یومین نعم اخرج ابو داؤد والنسائی من طریق قتادۃ عن عبد اللہ بن عثمان الثقفی عن رجل من ثقیف کان یثنی علیہ ان لم یکن اسمہ زہیر بن عثمان فلا ادری ما اسمہ یقولہ قتادۃ قال قال رسول اللہ صلعم الولیمۃ اول یوم حق والثانی معروف والثالث ریاء وسمعۃ قال البخاری فی تاریخہ لا یصح اسنادہ ولا یصح لزہیر صحبۃ قال وقال ابن عمر وغیرہ عن النبی صلعم اذا دعی احدکم الی الولیمۃ فلیجب ولم یخص ثلثۃ ایام ولا غیرہا

انتہی وللحدیث زہیر بن عثمان شواہد منہا عند ابن ماجہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ مثلہ وفیہ عبد الملک
بن حسین وہو ضعیف جدا واحادیث اُخر ضعیفۃ لکن مجموعہا یدل ان للحدیث اصلا وقد عمل بظاہر
ذلک الحنابلۃ والشافعیۃ فقالوا تجب فی الیوم الاول وتستحب فی الثانی وتکرہ فیما بعدہ انتہی ما فی
القسطلانی شرح البخاری واللہ اعلم بالصواب حررہ السید شریف حسین عفی عنہ

الجواب صحیح والرای نجیح
سید محمد نذیر حسین

زشرف سید کونین
شد شریف حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین ومفتیان شریعت سید المرسلین اس مسئلہ مین کہ بروز شادی دلہن کے مکان مین کھانا کھانا از روئے شرع شریف کے جائز ہے یا نہین
بینوا توجروا

الجواب۔ قبل اس کے کہ جواب لکھا جاوے بطور مقدمہ کے چند باتون کا لکھنا ضروری ہے پس واضح ہو کہ عرس بضم مہمانی عروسی وعروس بروزن صبور زن ومرد نوخواستہ یکدیگر را چنانچہ صراح وغیرہ کتب لغت سے ہویدا ہوتا ہے اور ولیمہ اس طعام کو کہتے جو بوقت سرور حادث کے تیار کیا جاوے ولیکن مشہور طعام نکاح مین زیادہ تر ہے اور مہمانی عروسی دونون طرف مرد وزن کی مہمانی پر دلالت کرتی ہے۔ کما لا یخفی علی اہل المذاق الولیمۃ کل طعام یتخذ لسرور من نکاح او ختان او غیرہما والاشہر استعمالہا علی الاطلاق فی النکاح کذا فی مجمع البحار وقال صاحب المحکم الولیمۃ طعام العرس والاملاک وقیل کل طعام صنع بعرس وغیرہ وقال الشافعی واصحابہ تقع ولیمۃ علی کل دعوۃ تتخذ لسرور حادث من نکاح او ختان او غیرہما لکن الاشہر استعمالہا عند الاطلاق فی النکاح وتقید فی غیرہ فیقال ولیمۃ الختان ونحو ذلک وقال شیخنا الولائم سبع ولیمۃ الاملاک وہو التزویج وولیمۃ الدخول وہو العرس والمادبۃ لما یتخذ بلا سبب وفیہا التفصیل لانہا ان کانت بقوم مخصوصین فہی النقری بفتح النون والقاف مقصور وان کانت عامۃ فہی الجفلی بالجیم والفاء بوزن اولی انتہی ما فی فتح الباری مختصرا والعینا فیہ اما دعوۃ فہی اعم من الولیمۃ وعن نافع اذا دعی احدکم الی ولیمۃ عرس فلیجب واخرجہ مسلم وابو داود من طریق ایوب عن نافع بلفظ اذا دعا احدکم اخاہ الی عرس او نحوہ فلیجب وہذا یوید ما فہمہ ابن عمر رضی اللہ عنہ ان الاجابۃ لا تختص بطعام عرس وقد اخذ بظاہر الحدیث الشافعیۃ بوجوب الاجابۃ الی الدعوۃ مطلقا عرسا کان او غیرہ بشرطہ ونقلہ ابن عبد البر عن عبید اللہ بن الحسن العنبری قاضی البصرۃ وزعم ابن حزم انہ قول جمہور الصحابۃ والتابعین انتہی ما فی فتح الباری مختصرا۔ اب صاحبان شریعت غرا و ماہران سیر تعامل قرون ثلثہ وواقفین موارد کلام عرب پر مخفی نہ رہے کہ والی دلہن کے مکان پر کھانا تین وجہ سے درست ومباح

بلکہ مستحب و سنت بلکہ واجب ہے بروایت مسلم اذا دعا احدکم اخاہ فلیجب عروسا کان او نحوہ یعنی عموم اجابت دعوت مین طعام والی دلہن کا بھی داخل اور شامل ہے اور نیز اجابت دعوت والی دلہن کے روز برات کے ولیمۃ الاملاک سے صاف استحباب ظاہر ہوتا ہے اور معنی املاک کا لغت مین خیر سخت کردن و زن دادن ہے جیسا کہ صراح وغیرہ کتب لغت مین مذکور ہے اور نسبت زن دادن کی طرف والی زن کے صریح ہے اور ولیمۃ الاملاک ہو التزویج مغایر ہی ولیمۃ الدخول و ہو العرس سے پس علاقہ ولیمۃ الاملاک کا جانب والی زن کے سمجھنا چاہیئے اور وظیفہ ولیمۃ الدخول ہو العرس کا طرف ناکح کے جاننا چاہیئے فی الجملہ دعوت دلہن کے مکان پر کھانا مباح ہے اور منع و مکروہ نہین بلکہ واجب ہے ان کے نزدیک کہ جو فلیجب مین امر وجوبی کہتے ہین علی الاطلاق تو امر فلیجب سے اجابت دعوت دلہن کے والی کی واجب ہوگی اور تارک اس کا عاصی اور گنہگار ہوگا کما فی صحیح البخاری من ترک الدعوۃ فقد عصی اللہ و رسولہ عن ابی ہریرۃ رضہ و ہکذا فی صحیح مسلم وغیرہ اور دعوۃ والی دلہن کی دعوت مادبہ مین بھی داخل ہے اور دعوت مادبہ کی دو نوع ہے اگر خاص دعوت اہل برات مردمان ناکح کی طرف کی ہوگی تو وہ نقری مین داخل ہے اور جو وہ دعوت عام ہے تو جلفی مین داخل ہے اور یہ اسامی دعوت کے قرون ثلثہ و قدماء مجتہدین اعلام و محدثین کرام سے منقول اور نامزد ہوئے ہین۔ یہ محدث اور بدعت نہین کما لایخفی علی ماہر تعامل السلف من الصحابۃ والتابعین و علی واقف لغات العرب۔ ہان اگر والی دلہن کے ضیافت اور دعوت والی دولہ کی نہ کرین اور دولہ والے جبراً و قہراً دلہن والے سے ضیافت برات خواہ مخواہ طلب کرین تو یہ بات نہ مشروع نہ جائز ہے کیونکہ دعوے اور طلب دولہ کا بلا سبب شرعی جبراً باطل ہے اور جو والی دلہن حسب مقدرت بلا قرض و بغیر مشقت برضا و رغبت دولہ کے برات کی کرین تو معیب ہونگے اور اجابت اس دعوت کی بموجب ضیافت اور دعوت روایت صحیح مسلم کے مباح اور مستحب بلا نکیر ہوگی اور جن کے نزدیک فلیجب سے امر وجوب کے واسطے ہی تو واجب ہوگی جاء الحق و زہق الباطل پھر جو کوئی نادان از راہ جہالت کے اس دعوۃ کو حرام جانے تو وہ احکام شرعیہ سے جاہل ہے اس کے حق مین اعرض عن الجاہلین پڑھنا چاہیئے واللہ اعلم بالصواب فقط۔ حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ +

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ ما قولکم رحمکم اللہ تعالے۔ اس صورت مین کہ ایک شخص سود لیتا ہی اور علاوہ سود کے اسکا حلال پیشہ بھی ہو اور جب کسی کی ضیافت کرتا ہے اس وقت کہتا ہے کہ مین جو کھاتا ہون حلال مین سے ہی۔ ایسے شخص کے یہان کھانا جائز ہے یا نہین بینوا توجروا ۔

الجواب - جب وہ شخص ضیافت کیوقت کہتا ہے کہ جو کھلاتا ہوں حلال ہین سے ہے۔ اور اس کا حلال پیشہ بھی ہے تو اس کے یہان کھانا جائز ہے فقہائے حنفیہ نے بھی اس کی تصریح کی ہے اشباہ والنظائر مین ہے۔ اذا کان غالب مال المهدی حلالا فلا باس بقبول ہدیتہ واکل مالہ مالم یتبین انہ من حرام وان کان غالب مالہ الحرام لا یقبلہا ولا یاکل الا اذا قال انہ من حلال ورثہ او استقرضہ اور بھی عالمگیری مین ہے اہدی الی رجل شیئا او اضافہ ان کان غالب مالہ من الحلال فلا باس الا ان یعلم بانہ حرام فان کان الغالب ہو الحرام ینبغی ان لا یقبل الهدیۃ ولا یاکل الطعام الا ان یخبرہ انہ حلال ورثہ او استقرضہ من رجل واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ خلیل الرحمن عفی عنہ ۲۳ محرم الحرام ۱۳۱۸ہجری +

سید محمد نذیر حسین

سوال (۱) بعض اشخاص فرقہ اسلامیہ مین زبان اور دل سے فقط مدعی تسلیم اسلام ہین اور گاہ گاہ اداے نماز وغیرہ ارکان فرائض و سنن مین شامل ہو جاتے ہین لیکن منہیات شرع مثلا زنا و فسق و فجور سے بھی اکثر اوقات پرہیز نہین کرتے ان کے گھرون سے اجابت دعوت کا شرعا کیا حکم ہے۔ سوال دوم - عورت اور مرد زانیہ کا نکاح بعد توبہ صحیح ہے یا نہین۔ سوال سوم - ملک پنجاب مین قوم بھنگی یعنی جو ہڑے کوئی ظاہر مین تو کام مشروع نہین بجالاتے مگر زبانی کلمہ محمدی پڑھ لیتے ہین اپنے آپ کو بہت کامون مین شامل کر لیتے ہین گویا کہ خود بخود مدعی اسلام ہین اور منکر اسلام نہین ہوتے ان کے گھرون مین برائے نکاح خوانی وغیرہ کو جانا ممنوع ہے یا نہین مثل ہندوان یکلخت منکر اسلام نہین ہین اور مردار کھاتے ہین سوال چہارم - دختر بالغہ اگر اپنا نکاح خود مختاری سے کر لے اور والدین وغیرہ اقربا کی رضامندی حاصل نہ کرے اور اگرچہ والدین اس کے عمر بھر قطع رحمی اس کی مخالفت سے اختیار کر لین تو اس کا نکاح صحیح ہے یا نہین سوال پنجم - موئے زہار مؤنثات کو سنت سے کس طور دور کرنا چاہیئے بینوا توجروا۔

الجواب (۱) واضح ہو کہ اشخاص مذکورہ یعنی جو مدعی اسلام ہین اور ترک صلوۃ ان سے گاہ گاہ و کسلا پایا جاتا ہے اور منہیات شرع سے اکثر اوقات پرہیز نہین کرتے عوام کو ان کی دعوت قبول کر لینا جائز ہے۔ اس لئے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اذا دعی احدکم الی طعام فلیجب فان شاء طعم وان شاء ترک رواہ مسلم اور فرمایا من لم یجب الدعوۃ فقد عصے ابا القاسم۔ اور ارشاد کیا کہ حق مسلم کے مسلم پر پانچ ہین منجملہ ان کے اجابت دعوت کو بھی فرمایا۔ البتہ علمائے دیندار اور مقتدائے تقویٰ شعار کو ایسی دعوتون سے اجتناب و احتراز چاہیئے کیونکہ بیہقی مین

عمران بن حصین سے مروی ہے کہ نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن اجابۃ طعام الفاسقین
پس بمقتضائے عموم حدیث عوام الناس کو اجابت دعوت اشخاص مذکورہ مین مضائقہ نہین
اور خواص کو بفحوائے حدیث عمران بن حصین شریک ہونا زیبا نہین واللہ اعلم۔ فقط۔
جواب سوال دوم۔ جائز ہے نکاح مرد اور عورت زانیہ کا بعد توبہ کے کیونکہ مرد اور عورت کو
حکم ہے کہ پارسا بی بی اور پارسا مرد سے نکاح کرین اور بعد توبہ کے حکم الزانی لا ینکح الا زانیۃ او
مشرکۃ۔ سے خارج ہو کر پارساؤن مین داخل ہو گئے اس واسطے کہ پیغمبر خدا نے فرمایا۔
ان العبد اذا اعترف ثم تاب تاب اللہ علیہ اور فرمایا التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ
اور قاعدہ اصول کا ہے کہ جو حکم کسی شرط پر لگا ہوتا ہے وہ شرط کے نہ ہونے پر جاتا
رہتا ہے۔ چونکہ اس آیت مین حکم نکاح زانی کا زانیہ سے بر تقدیر تحقق حالت زنا تھا۔
اور وہ شرط بہ سبب توبہ مفقود ہو گئی تو نکاح بھی جائز ہو گیا۔ شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ
اس آیت کے فائدہ کے اخیر مین فرماتے ہین مرد کو عورت بدکار نہین درست جبتک بدکاری
کرتی ہے اور اگر توبہ کرے تو درست ہے۔ اور تفسیر اکلیل مین امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا
استدلال اس آیت سے جواز عقد نکاح بعد توبہ کے نقل کیا ہے۔ استدل بہ احمد علی ان
العفیف لا یصح نکاحہ الزانیۃ حتی تستتاب فان تابت صح العقد والا فلا واللہ اعلم۔
جواب سوال سوم۔ مخفی نہ رہے کہ اگر سائل کے اس قول سے کہ قوم بھنگی یعنی چوہڑے
کوئی ظاہر مین تو کام مشروع بجا نہین لاتے مگر زبانی کلمہ محمدی پڑھ لیتے ہین اور مردار کھا لیتے
ہین یہ مراد ہے کہ پابند صوم و صلوۃ و حج و زکوۃ نہین اور مستحل مردار ہین اور کلمہ طیبہ عرف و رسم و
رواج کے طور پر پڑھ لیتے ہین اور نیز دفن میت بھی باین طور کرتے ہین تو ان کی نکاح خوانی
مسلمانون کو نہین چاہئے اور اگر نفس الامر مین مومن باللہ والیوم الآخرہ ہین اور اللہ و رسول
کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام جانتے ہین اور یہ افعال و حرکات بحرص و ہوائے نفسانی
مثل فساق سرزد ہوتے ہین تو ان کی نکاح خوانی جائز ہے واللہ اعلم بالصواب۔
جواب سوال چہارم۔ پوشیدہ نہ رہے کہ علمائے محدثین کا مذہب یہ ہے کہ بدون ولی کے عورت
کا نکاح صحیح نہین جیسا کہ حدیث مین آیا ہے۔ عن ابی موسی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا نکاح
الا بولی رواہ احمد والترمذی وابوداؤد وابن ماجہ۔ اور دوسری حدیث مین ہے وعن عائشۃ ان
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ایما امرأۃ نکحت بغیر اذن ولیہا فنکاحہا باطل فنکاحہا باطل فنکاحہا
باطل الحدیث یعنی بیشک فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عورت بغیر اذن ولی کے بیاہ
کرے پس نکاح اس کا باطل ہے پس نکاح اسکا باطل ہے۔ پس نکاح اس کا باطل ہے پس

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ اعتبار ولی کا ضروری ہے اور جو عورت بغیر اذن ولی کے اپنا نکاح کرے اس کا نکاح باطل ہے واللہ اعلم بالصواب - جواب سوال پنجم - واضح ہو کہ موئے زہار مؤنثات کے دور کرنے میں حضرت نے یون ارشاد کیا ہے عن جابر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا دخلت لیلا فلا تدخل علی اہلک حتی تستحد المغیبۃ وتمتشط الشعثۃ متفق علیہ یعنی بیشک فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جب رات کو تو آوے اپنے شہر مین تو اسی دم اپنے گھر والون پر مت داخل ہو یہانتک کہ استعمال آہن کا کرے یعنی استرہ سے موئے زہار صاف کرے زوجہ تیری اور کنگھی کرے بالون اپنے مین اور نورہ وغیرہ کا استعمال بھی درست ہے ان دونون مین سے جس مین آسانی ہو وہ فعل اختیار کرے - واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

نقط حررہ محمد حمایت اللہ عفی عنہ +

سید محمد نذیر حسین

ہو الموفق - جو مسلمان کہ گاہ گاہ ادائے نماز وغیرہ فرائض وسنن مین شامل ہوتے ہون اور زنا وفسق وفجور سے اکثر اوقات پرہیز نہ کرتے ہون وہ بلا شبہ فاسق وفاجر ہین میرے نزدیک ایسے فاسق لوگون کی دعوت قبول کرنیسے ہر شخص کو احتراز چاہیئے - عوام اور خواص اور علما اور غیر علما مین سے کسی کو بھی ایسے لوگون کی دعوت قبول نہین کرنی چاہیئے - کیونکہ عمران بن حصین کی حدیث نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن اجابۃ طعام الفاسقین سے عموماً ہر شخص کیلئے ممانعت ثابت ہوتی ہے - اس حدیث کو صاحب مشکوۃ نے بیہقی کی کتاب شعب الایمان سے نقل کیا ہے اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری مین اس حدیث کو ذکر کرکے لکھا ہے - اخرجہ الطبرانی فی الاوسط[۱] واللہ تعالے اعلم بالصواب -

کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ +

[۱] قولہ اخرجہ الطبرانی فی الاوسط اقول عزاہ الہیثمی فی مجمع الزوائد الی الطبرانی فی الکبیر والاوسط ثم قال فی سندہ ابو مروان الواسطی ولم اجد من ترجمہ انتہے - ابو سعید محمد شرف الدین عفی عنہ دہلی مٹیا محل -

کتاب الظہار

سوال- کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ جو شخص اپنی عورت کو مان یا بہن یا بیٹی کہے بغیر تشبیہ دینے اس بات کے کہ تو مثل میری مان یا بہن یا بیٹی کے ہے تو ظہار ثابت ہوا یا نہین ایک شخص کے اپنی عورت کو اتنے ہی لفظ مان یا بہن مطلق کہنے پر بغیر تشبیہ کے جن لوگون نے تعزیر لگادی ہے وہ تعزیر شرعًا ہے یا رائے قاضی فقط +

الجواب- اپنی عورت کو مان یا بیٹی یا بہن کہنے سے بغیر تشبیہ کے ظہار ثابت نہین ہوتا - اور شرعًا اس لفظ کہنے والے پر کچھ تعزیر بھی نہین ہے ہان ایسا لفظ نہین کہنا چاہیئے پس صورت مسئولہ مین ظہار ثابت نہین ہوا اور جن لوگون نے اُس شخص پر صرف اتنا کہنے سے تعزیر لگائی ہے وہ خلاف شرع ہے فتاوی عالمگیری مین ہے لو قال لها انت امی لا یکون مظاهرًا و ینبغی ان یکون مکروها و مثله ان یقول یا ابنتی و یا اختی و نحوه انتہے واللہ تعالے اعلم حررہ عبد الحفیظ -

سید محمد نذیر حسین

سوال- کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ زید نے ایک کام سے اپنی زوجہ کو منع کیا اور کہا کہ تو یہ کام مت کر ورنہ طلاق دون گا مگر اس نے نہ مانا پس زید نے اس کو کہا کہ تو میری بہن ہے اور مین نے تجھ کو طلاق دی اور زید سے اس بارہ مین جس نے دریافت کیا زید نے جواب دیا کہ مین نے طلاق دیدی - اب سوال یہ ہے کہ صورت مذکورہ مین زید کا اپنی زوجہ کو یہ کہنا کہ تو میری بہن ہے ظہار ہوا یا نہین - و نیز رجوع کر سکتا ہے یا نہین بینوا توجروا-

الجواب- صورت مذکورہ مین زید کا اپنی زوجہ کو یہ کہنا کہ تو میری بہن ہے ظہار نہین ہے کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو اپنی زوجہ کو بہن کہتے ہوئے سنا تو آپ نے اس کو برا جانا اور اس شخص کو اس بات سے منع کیا لیکن اس پر ظہار کا حکم نہین لگایا چنانچہ ابو داؤد مین ہے عن ابی تمیمۃ الہجیمی رضہ ان رجلا قال لامرأته یا اخیۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اختک ہی فکرہ ذلک ونہی عنہ - اور فقہ حنفی مین بھی یون ہی ہے چنانچہ درمختار مین ہے

ویکرہ قولہ انت امی ویا ابنتی ویا اختی ونحوہ اور شامی مین ہے قولہ ویکرہ اھ جزم بالکراہۃ تبعا للبحر والنھر والذی فی الفتح وفی انت امی لایکون مظاہرا وینبغی ان یکون مکروہا فقد صرحوا بان قولہ لزوجتہ یا اخیۃ مکروہ انتہے۔ اور صورت مذکورہ مین زید رجوع کر سکتا ہے کیونکہ زید نے ایک ہی طلاق دی ہے اور طلاق ایک سے دو تک رجعی ہوتی ہے قال اللہ تعالے الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان۔ ہان البتہ رجوع کرنیکے لئے عدت کا باقی رہنا ضروری ہے اور اگر عدت گذر گئی ہے تو پھر سے نکاح کرنا ضروری ہے۔

واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ عبد الحق اعظم گڈھی عفی عنہ +

سید محمد نذیر حسین

مسئلہ جو شخص اپنی منکوحہ کو والدہ یا بہن یا نانی وغیرہ کہے تو یہ کہنا اس کا لغو ہے اسکا نام ظہار نہین ہے اس پر احکام ظہار کے مرتب نہین ہونگے ہان اس کا یہ کہنا خالی کراہت سے نہین اور ظہار شرعًا اس کا نام ہے کہ مرد اپنی بی بی کو یون کہے کہ تو میرے اوپر مثل پیٹھ مان میری کے ہے اس صورت مین بی بی اُس کی اُس پر حرام ہوجاتی ہے اور اس سے وطی کرنا اور اس کا بوسہ لینا اور اسکا چھونا حرام ہوجاتا ہے جبتک کہ وہ مرد کفارہ ظہار کا ادا نہ کرے اور کفارہ اس کا یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کرے اگر اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو لگاتار دو مہینے روزے رکھے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مساکین کو کھانا دیوے اذا قال الرجل لامرأتہ انت علی کظھر امی فقد حرمت علیہ لا یحل لہ وطیھا ولا مسھا ولا تقبیلھا حتی یکفر عن ظھارہ وکفارۃ الظھار عتق رقبۃ فان لم یجد فصیام شھرین فان لم یستطع فاطعام ستین مسکینا للنص الوارد فیہ فانہ یفید الکفارۃ علی ہذا الترتیب کذا فی الہدایۃ وغیرہا واللہ تعالی اعلم حررہ سید شریف حسین عفی عنہ +

سید محمد نذیر حسین

کتاب النفقات

سوال - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی لڑکی کی شادی کو عرصہ پونے دو برس کا گذرا اور ابتدائے شادی میں اس کا شوہر موافق دستور اپنے مکان پر بیاہ کر کے لیگیا بعد ازان لڑکی کے ماں باپ چوتھی کے روز واپس لے آئے اور اس کا شوہر لڑکی والوں کے مکان پر بھی آتا جاتا رہا۔ کچھ عرصہ کے بعد اس کے شوہر سے کہا گیا کہ اپنی بیوی کو لیجاؤ تو کہتا رہا کہ ہاں لیجاؤں گا غرضکہ یوں ہی ٹالتا رہا اور لڑکی والے ہمیشہ کہتے رہے کہ اپنی بیوی کو لیجاؤ اس پونے دو برس کے عرصہ میں اس کے شوہر نے دوسری شادی بھی کر لی اور اس لڑکی کے نان و نفقہ کی کچھ خبر بھی نہ لی تو لڑکی والوں نے نان و نفقہ کی سرکار میں نالش کی خدا کے فضل سے وہاں سے مقدمہ جیت گئے مگر اس لڑکی کے شوہر نے چند مولویوں سے دریافت کر کے اور سب کو اکٹھا کر کے یہ فتوے لیا کہ لڑکی جب اپنے ماں باپ کے مکان پر ہو تو نان و نفقہ واجب نہیں۔ اب یہ دریافت طلب ہے کہ نان و نفقہ بذمہ شوہر اتنے عرصہ کا واجب ہے یا نہیں؟

الجواب - زمانہ گذشتہ کے نفقہ کے سقوط و عدم سقوط میں علما کا اختلاف ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے کہ جتنے دنوں تک شوہر نے اپنی زوجہ کو روک رکھا ہے اتنے دنوں اس کا نان و نفقہ بذمہ شوہر واجب ہے اور یہی قول ظاہر ہے اور یہی قول ظاہر حدیث مسلم ولہن علیکم رزقہن وکسوتہن بالمعروف کے موافق ہے اور اسی قول پر صحابہ رض کا اجماع نقل کیا جاتا ہے۔ بناءً علیہ صورت مسئولہ میں اتنے عرصہ کا نان و نفقہ بذمہ شوہر واجب ہے۔

سبل السلام میں ہے۔ اعلم ان للعلماء خلافا فی سقوط نفقۃ الماضی فقیل تسقط للزوجۃ والی قالہ الشیخان وقیل لیسقط نفقۃ القریب دون الزوجۃ وعللوا ہذا التفصیل بان نفقۃ القریب انما شرعت للمواساۃ لاجل احیاء النفس وہذا قد انتفی بالنظر الی الماضی واما نفقۃ الزوجۃ فہی واجبۃ لا لاجل

المواساۃ ولذا یجب مع غناء الزوجۃ ولاجماع الصحابۃ علی عدم سقوطہا فان تم اجماع فلا التفات الی
خلاف من خالف بعدہ وقد قال صلی اللہ علیہ وسلم ولہن علیکم رزقہن وکسوتہن بالمعروف فمہما
کانت زوجۃ مطیعۃ فہذا الحق الذی لہا ثابت واخرج الشافعی باسناد جید عن عمر رضی اللہ
عنہ انہ کتب الی امراء الاجناد فی رجال غابوا عن نسائہم فامرہم ان یامروہم بان ینفقوا او یطلقوا
فان طلقوا بعثوا بنفقۃ ما جلسوا وصححہ الحافظ ابو حاتم الرازی وذکرہ ابن کثیر فی الارشاد انتہے
یعنی زمانہ ماضی کے نفقہ کے سقوط مین علما کا اختلاف ہے پس بعض علما کا قول ہے کہ زوجہ اور اقارب کا
نفقہ ساقط ہوجاتا ہے اور بعض کا قول ہے کہ نہ زوجہ کا نفقہ ساقط ہوتا ہے اور نہ اقارب کا
اور بعض کا قول ہے کہ اقارب کا نفقہ ساقط ہوجاتا ہے اور زوجہ کا نہین ساقط ہوتا ہے
اور اس تفصیل وتفریق کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اقارب کا نفقہ مواساۃ کیلئے اور احیا نفس
کیلئے مشروع ہوا ہے اور یہ زمانہ گذشتہ کے لحاظ سے منتفی ہوگیا اور لیکن زوجہ کا نفقہ سو وہ
مواساۃ کی غرض سے واجب نہین ہے اسی وجہ سے زوجہ کے غنی ہونیکے ساتھ بھی واجب
ہوتا ہے اور نفقہ زوجہ کے عدم سقوط پر صحابہ کا اجماع ہے پس اگر اجماع صحابہ رض ثابت ہے
تو اس اجماع کے بعد کسی مخالف کا خلاف قابل التفات نہین اور فرمایا رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم نے بیویون کا کھانا اور کپڑا دستور کے مطابق تم لوگون پر واجب ہے پس جبتک
زوجہ فرمانبردار رہے گی اس کا یہ حق ثابت رہے گا اور شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے باسناد جید
حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہون نے امیران لشکر کو لکھا کہ جو لوگ اپنی عورتون
سے غائب ہین ان کو حکم کرین کہ یا تو وہ اپنی عورتون کو خرچ بھیجین یا ان کو طلاق دین اور اگر
طلاق دین تو جتنے دنون تک ان کو روکا ہے اُتنے دنون تک کا خرچ ان کے پاس
بھیجدین صحیح کہا اس اثر کو حافظ ابوحاتم رازی نے اور ذکر کیا اس کو ابن کثیر نے ارشاد مین
رہی یہ بات کہ اگر زوجہ اپنے والدین کے گھر ہو تو اس صورت مین زوج پر نان ونفقہ واجب
ہے یا نہین سو واضح ہو کہ اس صورت مین شوہر پر نان ونفقہ واجب ہے والدین کے گھر
مین زوجہ کے ہونے سے نان ونفقہ ساقط نہین ہوتا بشرطیکہ ناشزہ نہ ہو فقہائے حنفیہ
نے بھی اس کی تصریح کی ہے ہان صغیرہ کے نفقہ کے وجوب کیلئے اتنی قید لگائی ہے کہ
وہ وطی کے قابل ہو شرح وقایہ مین ہے تجب ہی والکسوۃ والسکنی علی الزوج للعرس
مسلمۃ کانت او کافرۃ کبیرۃ او صغیرۃ توطأ ولو ہی فی بیت ابیہا انتہے ملخصا اور عالمگیری مین
ہے المرأۃ اذا کانت صغیرۃ ومثلہا توطأ ولا تصلح للجماع فلا نفقۃ لہا عندنا حتی تصیر الی الحالۃ
التی تطیق الجماع سواء کانت فی بیت الزوج او فی بیت الاب انتہے اور جن نشوزون سے

یہ فتویٰ دیا ہے کہ لڑکی جب اپنے ماں باپ کے مکان پر ہو تو نان و نفقہ واجب نہیں ان کا یہ فتویٰ غلط ہے پس خلاصہ جواب صورت مسئولہ کا یہ ہے کہ زید کی لڑکی کا نان و نفقہ بذمہ شوہر واجب ہے
واللہ تعالےٰ اعلم بالصواب حررہ علی محمد فیروزپوری عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

سوال ۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ ایک عورت کو اس کے خاوند نے اپنی خوشی سے ماں باپ کے بلانیکے واسطے ماں باپ کے گھر پہنچادیا اور خاوند اپنے وطن کو جو ہزار کوس کے فاصلہ پر تھا چلا گیا۔ ایک دو ماہ کے بعد خاوند نے عورت کے والد کی طرف لکھ بھیجا کہ لڑکی کو فلاں شخص کے ساتھ رخصت کردو کہ یہاں پر پہنچا دیوے وہ شخص محرم بھی نہ تھا عورت کے والد نے جواب مین لکھا کہ مین سفر مین ہون آج کل مین لڑکی سے ملا بھی نہین چند روز کے بعد رخصت لیکر گھر جاکر لڑکی سے ملکر رخصت کرونگا فقط اتنی بات پر عورت کے خاوند کو ایک مولوی صاحب نے فتوے دیا کہ اس عورت اور اس کے بال بچہ کے نفقہ سے آپ بری الذمہ ہوگئے کیونکہ یہ عورت ناشزہ ہے باوجودیکہ عورت نے اس بارہ مین کوئی کلمہ زبان پر نہین لائی۔ اب دریافت طلب تین امر ہین۔ اول یہ کہ یہ عورت ناشزہ ہے یا نہین۔ دوم یہ کہ غیر محرم کے ساتھ اس قدر سفر دور دراز پر رخصت کرنا جائز تھا یا نہین۔ سوم یہ کہ اگر یہ عورت ناشزہ ہے تو اس کے نشوز سے اس کی اولاد کے نفقہ سے بھی کیا اس عورت کا خاوند بری الذمہ ہوگیا بینوا توجروا ۔

الجواب ۔ یہ عورت ناشزہ نہین ہے کیونکہ ناشزہ عندالشرع خارجۃ من بیتہ بغیر حق ہے کذا فی الدرالمختار۔ انکار والد زوجہ انکار زوجہ نہین ہوسکتا صورت مسطورہ مین بالفرض اگر انکار جانب زوجہ بھی ہو تو بھی ناشزہ عندالشرع نہین ہوئی کیونکہ سفر عورت ہمراہ مرد غیر محرم حرام ہے پس وہ مانعہ بحق ہوئی نہ بغیر حق درمختار مین ہے او مع اجنبی بعثہ لینقلہا فلہا النفقۃ انتہی۔ نشوز ام سے نفقہ اولاد ساقط نہین ہوتا کیونکہ علت نفقہ اولاد ولدیت ہے وہ حالت نشوز ام مین بھی موجود ہے بکذا فہم من الغایۃ۔ فقط خادم شرع متین محمد نظام الدین عفا اللہ عنہ مفتی ریاست کوٹلہ مالیر ۲ جولائی سنہ ۱۹۰۶ء

سید محمد نذیر حسین

سوال ۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ زید اپنی زوجہ سے ناراض ہے چونکہ کھانے کو نہین دیتا اور نہ طلاق دیتا ہے اور وہ اپنے والدین کے گھر رہتی ہے اور یہ کہتا ہے کہ میرے پاس نہ آوے مین نے دوسری شادی کرلی ہے یہ حال عرصہ چار سال سے ہے اور کہتا ہے کہ وہ تازندگی وہین پڑی رہے میرے پاس نہ آوے اس سے

علی الفسخ بالعنة والضرر الواقع من العجز عن النفقة اعظم من الضرر الواقع بکون الزوج عنینا وبانہ تعالے
قال ولا تضاروہن وقال فامساک بمعروف او تسریح باحسان وای امساک بمعروف وای ضرر
اشد من ترکہا بغیر نفقة انتہے واللہ تعالے کتبہ محمد عبدالحق ملتانی عفی عنہ +

سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ زید کا نکاح ساتھ ہندہ کے ہوا عرصہ تخمینا تیرہ برس کا گذرا بدستور موافق آپس مین رہے اب عرصہ دو سال کا گذرا ہے کہ زید نے ہندہ مذکورہ کو مع تین بچے خرد سالہ کے ہندہ کے والدین کے ہان بھیجدیا - ہنوز ہندہ کے اور بچون کے نان ونفقہ وپارچہ وغیرہ سے کچھ خبر نہین لی - والدین ہندہ کے ہندہ کو اور تینون بچون اس کے کو پرورش کر رہے ہین اور ہر صورت خبر گیران ہین اب ہندہ مذکورہ دعوے نان ونفقہ و پرورش بچون خرد سالہ زید پر کرتی ہے اور حق حقوق اپنا اور بچون خرد سالہ کا زید سے طلب کرتی ہے - زید مذکور عرصہ دو برس سے غیر کے ہان کھاتا پیتا ہے اور ہندہ اور بچون کا کچھ خبر گیران نہین ہے پس سوال یہ ہے کہ ہندہ مذکورہ کا اور بچون خرد سالہ کا نان ونفقہ وپارچہ اور پرورش زید پر عند الشرع فرض وواجب ہے یا نہین کتاب اللہ وحدیث رسول اللہ سے جواب اس کا تحریر فرما دین عند اللہ اجر عظیم پاوین بینوا توجروا +

الجواب - صورت مسئولہ مین ہندہ مذکورہ کا نان ونفقہ اور خرد سال بچون کا نان ونفقہ وپرورش زید پر بلاشبہ فرض وواجب ہے - ہندہ اپنے اور اپنے بچون کے تمام حقوق واجبہ کا زید پر دعوے کر کے شرعًا لے سکتی ہے اور زید بوجہ نہ ادا کرنے ان کے حقوق کے بہت بڑا ظالم اور گنہ گار ہے ہدایہ مین ہے - النفقة واجبة للزوجة علے زوجہا مسلمة کانت او کافرة اذا اسلمت نفسہا الی منزلہ فعلیہ نفقتہا وکسوتہا وسکناہا والاصل فی ذلک قولہ تعالے لینفق ذو سعة من سعتہ وقولہ تعالے وعلی المولود لہ رزقہن وکسوتہن بالمعروف وقولہ علیہ السلام فی حدیث حجة الوداع ولہن علیکم رزقہن وکسوتہن بالمعروف انتہے ونیز ہدایہ مین ہے - ونفقة الاولاد الصغار علے الاب لا یشارکہ فیہا احد کما لا یشارکہ فی نفقة الزوجة لقولہ تعالے وعلے المولود لہ رزقہن والمولود لہ ہو الاب - وفیہ ایضا ونفقة الصغیر واجبة علے ابیہ وان خالفہ فی دینہ کما تجب نفقة الزوجة علے الزوج وان خالفتہ فی دینہ انتہے - بلوغ المرام مین ہے - عن حکیم بن معٰویة عن ابیہ قال قلت یا رسول اللہ ما حق زوج احدنا علیہ قال تطعمہا اذا اکلت وتکسوہا اذا اکتسیت الحدیث رواہ احمد والنسائی وابوداود وابن ماجہ - ونیز بلوغ المرام مین ہے - عن عبداللہ بن عمر

[1] قولہ تطعمہا اذا اکلت الخ صححہ ابن حبان والحاکم ۱۲ سبل السلام جلد ۲ صفحہ ۸۷ - ابو سعید محمد شرف الدین عفی عنہ

رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کفی بالمرء اثما ان یضیع من یقوت رواہ النسائی وہو عند مسلم بلفظ ان یحبس عمن یملک قوتہ۔ خلاصہ یہ کہ زید پر اس کی زوجہ ہندہ کا نان ونفقہ اور اسکے خرد سال بچوں کا نان ونفقہ فرض وواجب ہے اور ہندہ کو دعوے کرنے اور طلب کرنیکا استحقاق حاصل ہے۔ ہندہ اس صورت مین اگر بقدر کفایت اپنے اور اپنے بچوں کے بلا اطلاع زید کے اسکے مال سے چپکے سے لیوے تو جائز ہے عن عائشۃ قالت دخلت ہند بنت عتبۃ امرأۃ ابی سفیان علی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فقالت یارسول اللہ ان ابا سفیان رجل شحیح لایعطینی من النفقۃ مایکفینی ویکفی بنی الا ما اخذت من مالہ بغیر علمہ فہل علی فی ذلک من جناح فقال خذی من مالہ بالمعروف مایکفیک ویکفی بنیک متفق علیہ کذا فی بلوغ المرام واللہ تعالے اعلم۔ کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفی اللہ عنہ

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ ایک شخص فوت ہوا اس کی زوجہ نے بعد وفات کے اپنا مہر معاف کر دیا مگر وہ زیور کہ زوج نے اس کو علاوہ مہر کے وقت نکاح کے دیا تھا اس کو معاف نہین کیا اولیاء زوج اس زیور کا مطالبہ کرتے ہین آیا یہ مطالبہ ان کا صحیح ہے یا نہین۔ اور عورت دعوے نفقہ ایام عدت کا کرتی ہے آیا یہ دعوے اسکا صحیح ہے یا نہین بینوا توجروا +

الجواب۔ اولیاء زوج کا یہ مطالبہ صحیح نہین ہے اس واسطے کہ زوج نے اپنی زوجہ کو علاوہ مہر کے جو زیور وقت نکاح کے دیا ہے وہ ملک زوجہ ہے وہ زید کے ترکہ مین شمار نہین کیا جاوے گا۔ اور جبکہ زوجہ نے اس زیور کو معاف نہین کیا تو وہ زیور اسی کی ملک مین باقی ہے اور اس کی وہی مستحق ہے اولیاء زوج کو اس زیور کا مطالبہ صحیح وجائز نہین ہے اور زوجہ جو دعوے نفقہ ایام عدت کا کرتی ہے سو اس کا یہ دعوے صحیح نہین ہے اس واسطے کہ زوجہ متوفی عنہا زوجہا ایام عدت وفات کے نفقہ کی مستحق نہین ہے۔ امام نووی شرح صحیح مسلم مین لکھتے ہین واما المتوفی عنہا زوجہا فلا نفقۃ لہا بالاجماع انتہے۔ حررہ محمد عبد الحق ملتانی عفی عنہ +

سید محمد نذیر حسین

لہ کفی بالمرء اثما الخ اخرجہ ایضا ابوداؤد والحاکم الا انہ قال من یعول وقال صحیح الاسناد انتہے الترغیب والترہیب مطبوعہ نظامی دہلی صفحہ ۳۲۵۔ ابو سعید محمد شرف الدین عفی عنہ +

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ ایک شخص کو چند بار جرم چوری و بدمعاشی مین قید ہوئی ایک مرتبہ ایک سال کی دوسری مرتبہ چھ ماہ کی تیسری مرتبہ اب قید دس برس کی ہوئی اور اس شخص قیدی کی بیوی کو نہایت درجہ کی تکلیف روٹی کپڑے وغیرہ کی ہے کیونکہ نہ کوئی جائداد وغیرہ وہ شخص اس عورت کے خورد و نوش کیواسطے چھوڑ گیا - اور نہ کچھ روپیہ یا زیور وغیرہ چھوڑ گیا کہ جس کے ذریعہ سے وہ روٹی کپڑے مین صرف کرے - اور نہ اس کی عورت کو یہ امید ہے کہ جس وقت وہ جیل خانہ سے چھوٹ کر آئے بعد دس برس کے وہ اپنی عادت بدمعاشی کو چھوڑ دے اب وہ عورت دوسرے شخص کے ساتھ اپنا نکاح کرنا چاہتی ہے بموجب شرع شریف کے وہ عورت نکاح کر سکتی ہے یا نہین اور اگر طلاق اس سے لیوے تو کس طور سے لیوے اور جو وہ شخص جیل خانہ مین سے طلاق نہ دیوے تو طلاق اس سے کس طور سے لیوے اور نکاح دوسرے شخص سے کس طور سے کرے موافق شرع شریف کے جواب دین اللہ تعالے آپ کو ثواب عظیم دارین کا عطا فرمائے گا اور عورت حرام سے بھی بچ جاوے گی فقط - بینوا توجروا *

الجواب - بعد حمد و صلوٰۃ کے واضح ہو کہ زوجہ کے کھانے پینے اور دیگر ضروریات لابدی کی خبر گیری خاوند کے ذمہ واجب ہے فرمایا ہے اللہ تعالے نے فامساک بمعروف او تسریح باحسان یعنی پس یا تو رکھنا ہے عورت کو دستور کے موافق یا رخصت کر دینا ساتھ اچھی طرح کے - ولا تمسکوھن ضرارا لتعتدوا ومن یفعل ذلک فقد ظلم نفسہ ولا تتخذوا ایات اللہ ھزوا - یعنی مت گھیر رکھو عورتون کو ستانے کی غرض سے تو کہ زیادتی کرو اور جو کوئی ایسا کام کرے وہ اپنی جان پر ظلم کرتا ہے یعنی عذاب الہی کا مستحق بنتا ہے اور مت ٹھیراؤ اللہ تعالی کی آیتون کو ٹھٹھا مطلب یہ ہے کہ جس کام مین جو کچھ حکم شریعت نے فرمایا اس کام کو اسی کے موافق کرو حکم کے خلاف کام کرنا ایسا ہے کہ گویا اللہ تعالے کی آیتون کو ہنسی اور کھیل سمجھا پس ان آیتون کے رو سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کو یہ اختیار نہین ہے کہ زوجہ کا حق تو ادا نہ کرے اور خواہ مخواہ اس کو اپنی قید مین رکھے یعنی اگر حق ادا نہین کر سکتا تو اس کو طلاق دیدینا لازم ہے دارقطنی مین ابوہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم سئل فی الرجل لایجد ما ینفق علے امرأتہ قال یفرق بینھما یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کوئی آدمی اپنی زوجہ کے نان ونفقہ کی خبر گیری نہ کر سکتا ہو تو اس کا حکم کیا ہے آپ نے فرمایا ان کی باہم جدائی کرا دیجاوے نیل الاوطار جلد ششم

صفحہ ۲۶۴ مین لکھا ہے کہ اس حدیث کے روسے جمہور علما نے بھی یہی کہا ہے اور حضرت عمر و علی و ابوہریرہ رضی اللہ تعالے عنہم اور حسن بصری اور سعید بن المسیب اور حماد او ربیعہ وغیرہم رحمۃ اللہ تعالی علیہم نے بھی یون کہا ہے کہ جب کوئی شخص اپنی زوجہ کے نان ونفقہ کی خبرگیری نہ کر سکے اور عورت جدائی چاہیے تو ان مین جدائی کرا دینی چاہیے یعنے حاکم یا قاضی تفریق کرا دے ﴿

سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ ہندہ بعمر بارہ سال کی تھی اس کے باپ نے اس کا نکاح ہمراہ زید کے کر دیا اب پندرہ سال ہوئے نکاح کئے ہوئے نکاح کے تین روز کے بعد زید گھر سے چلا گیا تھا ابتک نہین آیا پدر ہندہ نے بہت خط زید کو لکھا کر بھیجے زید یہ لکھتا رہا کہ اب آتا ہون ایک دفعہ پدر ہندہ نے خدا بخش کو خرچ دیکر زید کے پاس کلکتہ بھیجا۔ ہمراہ اس کے زید نہین آیا پھر دوبارہ کریم بخش کو پدر زید نے کلکتہ بھیجا کریم بخش مذکور تین سال کلکتہ رہا جب بھی زید نہ آیا اور جب سے گیا ہے اپنی بی بی کے واسطے ایک خرمہرہ خرچ کیواسطے نہین بھیجا۔ اب ہندہ بعمر ستائیس سال ہوگئی ہے اور زبان درازی سے کام لاتی ہے۔ جس سے آمادگی شوہر ہونے کی پائی جاتی ہے بصورت مرقومہ بالا ہندہ کیا کام کرے۔ ظاہرا تو زید کا آنا نہین معلوم ہوتا زید سے علیحدگی ہندہ کی کیونکر ہوسکے اور نکاح ثانی اس کا کس طریق سے کیا جاوے جس طرح شرع حکم دے۔ اُس پر کاربند ہو بینوا توجروا +
المرقوم ۱۸- جولائی ۱۸۹۹ء ﴿

الجواب - واضح ہو کہ عورت کو بلا نان ونفقہ اور بغیر ادائے حقوق زوجیت قید نکاح مین چھوڑ رکھنا بہت بڑا ظلم ہے اور اس مین عورت کی صریح ضرر رسانی ہے جسکی شریعت نے ہرگز اجازت نہین دی ہے بلکہ صاف ممانعت کی ہے فرمایا اللہ تعالے نے ولا تمسکوھن ضرارا لتعتدوا یعنی عورتون کو ضرر رسانی کی غرض سے نہ روک رکھو تاکہ تم حد سے بڑھو اور فرمایا وعاشروھن بالمعروف یعنی اپنی عورتون سے بھلائی کے ساتھ اور اچھی طرح پر زندگی بسر کرو پس زید کو لازم ہے کہ اپنی عورت کی ضرر رسانی سے باز آوے اور اس کے نان ونفقہ کی خبرگیری کرے اور اس کے تمام حقوق کو ادا کرے اور اگر اس سے یہ نہ ہو سکے یا بالقصد باوجود قدرت نان ونفقہ وادائے حقوق زوجیت کے خبرگیری نہ کرے اور حقوق زوجیت ادا نہ کرے تو ان دونون صورتون مین زید کو طلاق دیدینا لازم ہے اور ایسا ہرگز نہین ہوسکتا ہے کہ نہ خبرگیری کرے اور نہ طلاق ہی دے بلکہ ان دونون باتون مین سے ایک بات کرنا زید پر ضروری ہے فرمایا اللہ تعالے نے فامساک بمعروف او تسریح باحسان یعنی عورتونکو

یا تو دستور کے موافق (جیسا کہ دنیا مین میان بی بی رہتے ہین) روکنا ہے یا بھلائی کے ساتھ اُن کو چھوڑ دینا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے امیران لشکر کو ان لوگون کے بارے مین لکھا جو کہ اپنی عورتون سے غائب تھے کہ وہ لوگ یا تو اپنی عورتون کو نان ونفقہ دین یا ان کو طلاق دیدین اور جتنے دنون تک اُن کو بلا نان ونفقہ روک رکھا ہے اتنے دنون کا نان ونفقہ کا خرچ بھی بھیجدین۔ پس زید کو مطلع کرنا چاہیئے کہ یا تو تم اپنی عورت کے نان ونفقہ کی خبر گیری کرو اور حقوق زوجیت ادا کرو۔ یا طلاق دیدو۔ اِن دونون مین سے اگر کوئی بات اختیار کرے فبہا ورنہ درمیان ان میان بیوی کے بذریعہ حکم تفریق کرادی جاوے کیونکہ زید دو حال سے خالی نہین یا تو نان ونفقہ دینے کی وسعت رکھتا ہے یا نہین اگر وسعت ہی نہین رکھتا ہے تو بموجب ان روایات کے زید اور اس کی بیوی مین تفریق کرادی جاوے گی۔ عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال خیر الصدقۃ ماکان منہا عن ظہر غنی والید العلیا خیر من الید السفلی وابدأ بمن تعول فقیل من اعول یا رسول اللہ قال امرأتک ممن تعول تقول اطعمنی والا فارقنی جاریتک تقول اطعمنی واستعملنی ولدک یقول الی من تترکنی رواہ احمد والدارقطنی باسناد صحیح واخرجہ الشیخان فی الصحیحین واحمد من طریق اخری وجعلوا الزیادۃ المفسرۃ فیہ من قول ابی ہریرۃ وعن ابی ہریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الرجل لا یجد ما ینفق علی امرأتہ قال یفرق بینہما رواہ الدارقطنی۔ اور نیل الاوطار مین ہے۔ وفی الباب عن سعید بن المسیب عند سعید بن منصور والشافعی وعبد الرزاق فی الرجل لا یجد ما ینفق علی اہلہ قال یفرق بینہما قال ابو الزناد قلت لسعید سنۃ قال سنۃ وہذا مرسل قوی وعن عمر عند الشافعی وعبد الرزاق وابن المنذر انہ کتب الی امراء الاجناد فی رجال غابوا عن نسائہم اما ان ینفقوا واما ان یطلقوا ویبعثوا نفقۃ ما حبسوا۔ اور عدم وسعت کی صورت مین تفریق کرادینا جمہور کا مذہب ہے نیل الاوطار مین ہے۔ قولہ تقول اطعمنی والا فارقنی استدل بہ وبحدیث ابی ہریرۃ الآخر علی ان الزوج اذا اعسر عن نفقۃ امرأتہ واختارت فراقہ فرق بینہما والیہ ذہب جمہور العلماء کما حکاہ فی فتح الباری وحکاہ صاحب البحر عن الامام علی رضی اللہ عنہ وعمر وابی ہریرۃ والحسن البصری وسعید بن المسیب وحماد وربیعۃ ومالک واحمد بن حنبل والشافعی والامام یحیی۔ اور اگر زید نان ونفقہ دینے کی وسعت رکھتا ہے اور پھر دینے سے انکار کرتا ہے تو اس صورت مین بھی زید اور اس کی زوجہ مین تفریق کی جاوے گی کیونکہ جب پہلی صورت مین تفریق کا حکم ہے جو ایک مجبوری کی صورت ہے تو اس صورت مین جو مجبوری سے خالی ہے بدرجہ اولی تفریق ہونی چاہیئے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب حررہ ابو محمد عبد الحق اعظم گڈھی عفی عنہ۔

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین متین اور مفتیان شرع مبین اس مسئلہ مین کہ ایک عورت

بلا اجازت اپنے شوہر کے گھر سے نکل گئی اور اپنی والدہ کے گھر چلی گئی اور اس کو بلایا تو اپنے شوہر کے گھر آنے سے بالکل انکار کرتی ہے اب وہ مطالبہ زر مہر کا اور نیز نان ونفقہ کا کرنا چاہتی ہے۔ پس اس صورت میں اس کو مہر اور نان ونفقہ بموجب حکم شرع شریف کے پہنچتا ہے یا نہیں بینوا توجروا ۔

الجواب۔ صورت مسؤلہ میں جبکہ عورت بلا اجازت اپنے شوہر کے گھر سے نکل گئی۔ اور بلانے پر شوہر کے گھر آنے سے بالکل انکار کرتی ہے تو وہ عورت بلا شبہ ناشزہ ہے پس نشوز کی وجہ سے اس کو نان ونفقہ نہیں پہنچتا۔ فرمایا اللہ تعالی نے غیر اخراج فان خرجن فلا جناح علیکم الآیۃ۔ جامع البیان میں ہے وہذا یدل علی انہا کانت مخیرۃ بین الملازمۃ واخذ النفقۃ و بین الخروج وترکہا انتہی۔ باقی رہا اس عورت کا مہر سو وہ نشوز کی وجہ سے ساقط نہیں ہو سکتا پس وہ عورت اپنے مہر کی مستحق ہے واللہ تعالے اعلم بالصواب حررہ العاجز ابو محمد عبد الوہاب الملتانی نزیل الدہلی تجاوز اللہ عن ذنبہ الخفی والجلی ۱۳۱۶ھ ہجری ۔

سید محمد نذیر حسین

مسئلہ جو عورت کہ ناشزہ ہو یعنی بلا اجازت شوہر کے گھر سے باہر نکلے وہ شوہر کی نافرمان اور گنہگار ہے۔ جبتک شوہر کے گھر میں نہ آوے نان ونفقہ اس کا شوہر پر واجب نہیں النفقۃ تجب للزوجۃ علی زوجہا لانہا جزاء الاحتباس لا الخارجۃ من بیتہ بغیر حق وہی ناشزۃ حتی تعود ولو بعد سفرہ ولا تخرج بغیر اذنہ کذا فی کتب الفقہ من الدر المختار وغیرہ۔ اور زوجہ پر شوہر کی اطاعت واجب ہے۔ مگر گناہ کے کام میں اس کی اطاعت نہیں اور عورت پر واجب ہے کہ اپنے شوہر کو راضی اور خوش رکھے جس عورت کا شوہر اس سے ناخوش ہو اس عورت کی نماز مقبول نہیں ہوتی جبتک کہ شوہر کو راضی نہ کرے۔ عن جابر قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ثلثۃ لا تقبل لہم صلوۃ ولا تصعد لہم حسنۃ العبد الآبق حتی یرجع الی موالیہ فیضع یدہ فی ایدیہم والمرأۃ الساخط علیہا زوجہا والسکران حتی یصحو رواہ البیہقی فی شعب الایمان کذا فی المشکوۃ۔ اور واضح رہے کہ عورت ناشزہ کا بوجہ اس کے نشوز کے مہر ساقط نہیں ہوتا ہے بلکہ شوہر کے ذمہ واجب الادا رہتا ہے واللہ تعالے اعلم بالصواب۔

حررہ السید محمد نذیر حسین عفی عنہ۔ سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ زوجہ اپنی کو ماں باپ کے ساتھ ایک مکان میں لاکر رکھا ہے اور ہندہ کو باعث ناموافقت کے ساس سے تکلیف اور ایذا رہتی ہے اور زید کی دوسری زوجہ علیحدہ مکان میں رہتی ہے ساس سے۔ اس صورت میں ہندہ شوہر اور ساس سسرہ سے کہتی ہے کہ مکان علیحدہ میں لیجا کر رکھو نیک

ہمسایہ ہین کہ دونون کے احوال پر ہمسایہ مطلع ہون لیکن زید نہ دوسرے مکان مین علیحدہ رکھتا ہے ہندہ کو اور نہ بذات خود ہندہ کے پاس آتا جاتا ہے ساس دونون وقت روٹی ہندہ کو دیتی ہے الغرض ہندہ ساس کے ساتھ رہنے مین نہایت گھبرائی اور وحشت ناک و غمناک رہتی ہے اس صورت مین جو کچھ کہ حکم شرع شریف کا دونون کے حق مین ہو بیان فرما دین ثواب ہوگا ✽

الجواب — درصورت مرقومہ معلوم کرنا چاہیئے کہ حکم شرع شریف کا یہ ہے کہ جس طرح کھانا کپڑا زوجہ کا زوج پر واجب و فرض ہے اسی طرح مکان سکنی علیحدہ بھی واجب ہے یعنی جو خالی ہو زوج کے لوگون سے یعنی اس مین زوج کی مان بہن یا بھائی نہ رہتے ہون اور ویسے ہی زوجہ کے لوگون سے بھی وہ مکان خالی ہو اور شرط مکان علیحدہ کی یہ ہے کہ اس گھر مین کوئی زوج کے اقربا نہ رہتے ہون کہ زوجہ کو اُن سے ایذا و رنج و تکلیف پہنچتی ہو اور مکان علیحدہ دینا زوجہ کا زوج پر واجب ہے بقدر حال زوجین کے مانند طعام اور لباس کے اس واسطے کہ سکان بالدار کا برابر نہین ہوتا محتاج کے مکان سے وکذا تجب لہا السکنی فی بیت خال عن اہلہ واہلہا بقدرہما کالطعام والکسوۃ وفی البحر عن الخانیۃ یشترط ان لا یکون فی الدار احد من احماء الزوج یؤذیہا کذا فی تنویر الابصار والدر المختار وغیرہما من کتب الفقہ — شیخ رحمتی نے کہا کہ پاخانہ زوجہ کا علیحدہ لازم ہے اسواسطے کہ پاخانہ مشترک اگرچہ اجنبی مرد اس مین نہ جاتے ہون تاہم خالی مضرت سے نہین کذا فی حاشیۃ المدنی — اور اس سے لازم آتا ہے کہ پاخانہ اور باورچی خانہ علیحدہ ہونا چاہیئے اور اسی پر فتوے دینا لائق ہو کذا فی البحر الرائق ہکذا فی غایۃ الاوطار — اور زوج پر دارالقضا یعنی حاکم اور قاضی کی طرف سے حکم کیا جاوے کہ زوجہ کو رکھے نیک بخت ہمسایہ مین ایسی جگہ کہ جہان وہ عورت نہ گھبراوے اور اس کو وحشت نہ ہو یعنی ہمسایہ نیک بخت منصف مزاج ہون کہ کسی کی خاطر نہ کرین اس جگہ لیجا کر رکھے کہ ظلم و تعدی و زیادتی جس کسی کی ہو زوج زوجہ مین بلا رعایت راست راست بیان کر دین اور جو ہمسایہ رو رعایت حق کی نہ کرین تو اور محلہ مین لیجا کر رکھنا شوہر پر واجب ہے کہ زیادتی مارد وغائر زوج کی بیان کر دین اور خاطرداری کسی کی نہ کرین ویؤمر الزوج باسکانہا بین جیران الصالحین بحیث لا تستوحش سراجیہ کذا فی الدر المختار و منح الغفار — شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ پڑوسیون کے ایسے گھر قریب ہون کہ اگر عورت کو کوئی مصیبت پیش آوے تو ان کو پکار سکے یا تنہائی کے وقت ہمسائی عورتون سے کلام کر سکے تو ایسے مکانات بلند کے پاس رہنا جہان پکارنے سے آواز نہ جا سکے کافی نہین کذا فی حاشیۃ المدنی

ومفاده ان البيت بلا جيران ليس مسكنا شرعيا كذا في الدر المختار بحر - اور سراجیہ کے کلام سے مستفاد ہوا کہ ایسا مکان جس کے گرد نیک پڑوسی منصف لوگ نہ ہون تو وہ مکان مسکن شرعی نہین اس واسطے کہ اس مین عورت کو امن نہین کذا فی البحر الرائق جیسا کہ غایۃ الاوطار مین مذکور ہے۔ اور ظاہر آیت کا یہ ہے کہ فرض ہے عدل کرنا یعنی جور و ظلم نہ کرنا قسم یعنی نوبت و باری مین اس طرح کہ برابر رکھنا چاہیئے منکوحات کو شب باشی مین اور لباس اور کھانے اور موانست اور دلجوئی مین نہ جماع مین اور نہ چھوڑ رکھنا جماع کا ایلا کی مدت تک یعنی حرہ کے حق مین چار مہینے اور لونڈی کے حق مین دو مہینہ تک ترک کی نوبت نہ پہنچے مگر عورت کی خوشی سے ولا یبلغ مدۃ الایلاء الا برضاہا - چنانچہ تنویر الابصار اور در مختار وغیرہ مین مفصلا مذکور ہے اور ابوہریرہ سے روایت ہے کہ فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جس کی دو زوجہ ہون اور ان کے درمیان عدل نہ کرے تو آویگا دن قیامت کے اس حال مین کہ آدھا دھڑ اس کا ساقط ہوگا یعنی آدھا دھڑ بدن بہ صورت عذاب کی ہوگی چنانچہ روایت کیا اس کو ترمذی اور ابوداؤد و نسائی اور ابن ماجہ اور دارمی نے یہ مشکوۃ مین موجود ہے - حاصل کلام کا اس مسئلہ مستفسرہ مین یہ ہے کہ شوہر حسن معاشرت اور خاطرداری سے ہندہ کو رکھے اور نوبت باری مقرر کرے تو خوالمراد اور ایذا دہی کے واسطے رکھنا سراسر ظلم اور ستم اور فساد عظیم ہے خدا تعالے فرماتا ہے فامساک بمعروف او تسریح باحسان اور فرماتا ہے وعاشروہن بالمعروف الآیۃ واللہ تعالے اعلم بالصواب +

ز شرف حسید گو تمین شد شرف حسین	خادم شریعت رسول الثقلین محمد لطف حسین	سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین اس صورت مین کہ نکاح مساۃ ہندہ کا زید کے ساتھ ہوا تھا - بعد ازان ہندہ کے باپ نے ایک قطعہ مکان واسطے سکونت کے تیار کرا کر بیٹی اپنی کو دیدیا اور ہبہ کیا چنانچہ ہندہ اور شوہر اس کا اس مکان مین نو دس برس تک بخوبی قیام پذیر رہے اب چند مدت سے زید نے ہندہ سے کہا کہ ہم اپنے اقربا کے پاس جا رہین گے - ہندہ نے کہا کہ اس مکان مسکونہ سے تمہین کیا تکلیف پہنچی کہ جو تم اس مکان سے اٹھ کر اپنے محلہ مین قیام کا ارادہ کرتے ہو ہم کو وہان کے جانے مین کچھ عذر نہین لیکن وہ مکان جس مین رہنا چاہتے ہو نہایت مختصر اور تنگ ہے کہ اس مین دو تین صندوق اور دیگر اسباب ہمارے جہیز کے رکھنے کی گنجائش نہین کیونکہ مکان سکونت عبارت ہے اس سے کہ اس مین مع اسباب رہنے کے قابل ہو کہ ہم مع اسباب جہیز اس مین گذر کرین حالانکہ

اس مکان مین بجز دو چارپائی اندر اور دو تین چارپائی صحن کے بچھنے مین زیادہ گنجائش نہین
تو ہم تمہارے رہنے سے اس مکان تنگ مین قیام کرین تمہارے ساتھ اور تمام اسباب
جہیز مع چند صندوق اور پلنگ وغیرہ کو گلی مین یا سڑک پر ڈالدین یا دو مکان تین چار روپیہ
کرایہ کا لے کر مع ایک چوکیدار اس مین تمام اسباب اپنا رکھین اور اس بات کو کوئی عقلمند
پسند نہین کریگا۔ تو ہم بسبب عدم گنجایش اس مکان مختصر تنگ کے اس مین جا نہین سکتے
پس درصورت اختلاف ہمارے تمہارے چند اشخاص فہمیدہ منصف مزاج مکان سکونہ
مملوکہ سابق اور اس مکان مختصر کو ملاحظہ فرماکر جیسا حکم دین کہ لایق بود و باش مع تمام اسباب
جہیز فلان مکان ہے تو ان اشخاص کی تجویز پر ہم تم کاربند ہون۔ اب علمائے شرع
حسب بیان وجوہات مذکورہ بالا کے فرماوین کہ ہندہ حق پر ہے یا زید شوہر اُسکا۔
بینوا توجروا +

الجواب۔ درصورت مرقومہ قول ہندہ کا برحق ہے اور قول زید کا حق نہین کیونکہ جب
زید کے مکان مختصر اور تنگ مین رہنا سہنا ہندہ کا مع اسباب و آلات جہیز وغیرہ کے
متصور نہین ہوسکتا پھر زید باوجود تنگ مکان کے ضد کرکے از روئے عناد اس مکان
مذکور مین ہندہ کو لیجانا چاہتا ہے تو یہ منشاء سراسر تکلیف دہی اور تنگی مین ڈالنے کا
نہین ہے تو کیا ہے۔ اور خدا تعالے نے قرآن مجید کی سورہ طلاق مین ایذا رسانی اور تنگ
کرنے سے زوجہ کے منع فرماتا ہے۔ ولا تضاروھن لتضیقوا علیھن ترجمہ۔ اور مت ایذا
دو اُن کو تو کہ تنگی کرو تم ان کے اوپر یعنی سکنے مین کذا فی البیضاوی۔ پس زید پر واجب ہے
کہ یا اس مکان مسکونہ سابق مین کہ جس مین ہندہ کے ساتھ برسون قیام کیا مع زوجہ رہا کرے
کہ وہ مکان مذکور مع اسباب و آلات قابل قیام و سکونت کے ہی یا کوئی مکان دوسرا
موافق مقدور اپنے اور مقدور زوجہ کے کہ بیٹی ذی مقدور کی ہے حسب گنجایش قیام مع
اسباب کے تجویز کرے کیونکہ شوہر پر مکان لائق رہنے زوجہ کے مع اسباب فرض ہے شرعًا
کہ اس مین عیش و عشرت سے بلا تنگی و تکلف اوقات بسر ہو چنانچہ خدا تعالے نے فرمایا۔
وعاشروھن بالمعروف الآیۃ۔ اور کتب فقہ مین مذکور ہے۔ تجب لھا السکنی فی بیت خال
عن اھلہ واھلھا بقدر حالھما کالطعام والکسوۃ انتھے ما فی الدر المختار مختصرًا۔ قولہ بقدر حالھما فی الیسار
والاعسار فلیس مسکن الاغنیاء کمسکن الفقراء کذا فی الشامی۔ یعنی مکان دینا زوجہ کو زوج
پر واجب ہے بقدر حال زوجین کے مانند طعام و لباس کے۔ پس مکان مالدار کا برابر
نہین ہوتا محتاج کے مکان سے۔ یعنی زوجہ مالدار کی بیٹی ہے تو اسکے حسب حال بھی

من وجہ رعایت چاہیے۔ اور جب زوج اور زوجہ برابر مالدار ہوں تو بہر حال رعایت
طعام لذیذ و لباس فاخرہ و مکان فراخ موافق گنجائش قیام زوجہ کے مع اسباب اسکے کے
ضرور ہے آیت علے الموسع قدرہ وعلی المقتر قدرہ صریح دلالت کرتی ہے۔ وذکر الخصاف
ان لہا ان تقول لا اسکن مع والدیک واقربائک فی الدار فافرد لی دارا قال صاحب
الملتقط ہذہ الروایۃ محمولۃ علے الموسرۃ الشریفۃ وما ذکرنا قبلہ ان المراد بیت فی الدار
کاف انما ہو فی المرأۃ الوسط اعتبارا فی السکنی بالمعروف قولہ اعتبارا فی السکنی بالمعروف
اذ لا شک ان المعروف یختلف باختلاف الزمان والمکان علی المفتی ان ینظر الی حال اہل
زمانہ وبلدہ اذ بدون ذلک لا تحصل المعاشرۃ بالمعروف وقد قال تعالی ولا تضاروہن
لتضیقوا علیہن الآیۃ کذا فی الشامی حاشیۃ الدر المختار۔ پس بموجب دلائل شرعیہ محررہ
و نیز مطابق عرف و حال زوجہ کے قول ہندہ کا حق ہے نہ زید کا۔ فماذا بعد الحق الا الضلال
کما لا یخفی علے العلماء اولی الالباب قد حررہ الراجی رحمۃ اللہ المنان محمد عبد الرحمن عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

کتاب الحضانۃ والنسب

سوال۔ ولد الزنا اپنے والد زانی کا وارث ہوسکتا ہے یا نہیں اور اس سے اُس کا نسب قائم ہوسکتا ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب۔ ولد الزنا نہ اپنے والد زانی کا وارث ہوسکتا ہے اور نہ اُس سے اُسکا نسب قائم ہوسکتا ہے۔ قال انہ منی من الزنا لا یثبت نسبہ ولا یرث منہ کذا فی الفتاوی العالمگیریہ وقال فی زاد المعاد واما اذا کان من امۃ لم یملکھا او من حرۃ عاھر بہا فانہ لا یلحق ولا یرث وان ادعاہ الواطی وھو ولد زنیۃ من امۃ کان او من حرۃ واللہ اعلم بالصواب حررہ عین الدین عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ زید نے انتقال کیا اور دو لڑکے اور ایک لڑکی صغیر سن چھوڑی اس مین سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی ماں کی حضانت و پرورش مین رہی اب اس لڑکے کی عمر دس سال کی ہے اور لڑکی کی عمر تیرہ سال کی ہے مگر بالغہ ہوگئی ہے۔ علاوہ اس کے اب ماں کا حال و اطوار قابل اطمینان بھی نہین رہا۔ آیا ایسی صورت مین از روئے شرع شریف چچا کو جو ولی ہے استحقاق و جواز حاصل ہے کہ ان دونوں کو ماں سے علیحدہ کرکے اپنی حفاظت مین رکھ سکتا ہے یا نہین بینوا توجروا۔

الجواب۔ صورت مرقومہ مین معلوم ہو کہ مدت حضانت کی پوری ہوگئی ہے یعنی موافق قول مفتی بہ کے لڑکے کی مدت سات سال ہین اگرچہ بعض کے نزدیک نو سال ہین اور لڑکی کی مدت تا حیض ہے۔ فی العالمگیریۃ والام والجدۃ احق بالغلام حتی یستغنی وقدر بسبع سنین وقال القدوری حتی یاکل وحدہ ویشرب وحدہ ویستنجی وحدہ وقدرہ ابوبکر الرازی بسبع سنین والفتوی علی الاول والام والجدۃ احق بالجاریۃ حتی تحیض انتھی ما فی الفتاوی العالمگیریۃ۔ چونکہ مدت حضانت پوری ہوگئی ہے اور ماں کا حال بھی قابل اطمینان نہین لہذا چچا کو اپنی حفاظت

مین رکھنے کا شرعًا استحقاق حاصل ہے خاصکر لڑکی کو ایسی حالت مین کہ لڑکی نوجوان اور حدیثۃ السن ہو
فی العالمگیریۃ - وان کانت البالغۃ بکرا فللاولیاء حق الضم وان کان لایخاف علیہا الفساد اذا کانت
حدیثۃ السن انتہی واللہ اعلم بالصواب - حررہ ابو الحسن عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین	محمد بشیر

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ عرصہ نو برس کا ہوا کہ لڑکا میرا انتقال کر گیا اور
اس نے ایک زوجہ اور چار بچے نابالغ دو لڑکے اور دو لڑکیان چھوڑین جب لڑکیان دونون بالغ
ہوگئین تو مین نے اپنے روپیہ سے دونون کا نکاح کر دیا - اور دونون لڑکے جو ابھی تک نابالغ ہین
اور میرے پاس ہین ان کے واسطے جائداد اپنے روپیہ سے خرید کر دی جس کا کرایہ آٹھ روپیہ
ماہوار آتا ہے اور مین نے عرصہ تک ان کی مان کو اپنے پاس رکھکر نان ونفقہ دیا اور ہمیشہ
کہتا رہا کہ کسی نیک صالح آدمی سے نکاح کر لے لیکن اب اس نے عرصہ چھ ماہ کا ہوا کہ
ایک شخص غیر کفو سے نکاح کر کے مجھ سے چھپایا جب مجھکو معلوم ہوا تو مین نے اپنے گھر
سے اس کو علیحدہ کر دیا - اب وہ دونون لڑکے شرعًا کس کو پہنچتے ہین دادا کے پاس رہین
یا اپنی مان کے پاس رہین ؟

الجواب - واللہ الموفق للصواب - صورت مرقومہ مین دونون لڑکے نابالغ دادا کو پہنچتے ہین
دو وجہ سے اول تو مان نے نکاح کر لیا ہے پس حق حضانت ساقط ہو گیا - عن عمرو بن شعیب
عن ابیہ عن جدہ عبداللہ بن عمرو ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال انت احق بہ مالم تنکحی
رواہ احمد وابوداؤد - دوم مدت حضانت کی پوری ہو چکی ہے کیونکہ موافق قول مفتی بہ کے
لڑکے کی مدت حضانت سات سال ہین اور صورت مرقومہ مین دونون لڑکون نابالغ کی عمر سات
سال سے زائد ہو چکی ہے جیساکہ سوال سے ظاہر ہے - الام احق بالغلام حتی یاکل وحدہ ویشرب
وحدہ ویلبس وحدہ ویستنجی وحدہ وفی الجامع الصغیر حتی یستغنی فیاکل وحدہ ویشرب وحدہ ویلبس
وحدہ والمعنی واحد لان تمام الاستغناء بالقدرۃ علی الاستنجاء ووجہہ انہ اذا استغنی یحتاج الی التادب
والتخلق بآداب الرجال واخلاقہم والاب اقدر علی التادیب والخصاف رح قدر الاستغناء بسبع
سنین اعتبارا للغالب انتہی قال العینی وعلیہ الفتوی کذا فی الکافی وغیرہ انتہی - یہ جواب
موافق فقہ حنفی کے ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس صورت مین تین روایات مین
روایت صحیح مشہورہ یہ ہے کہ لڑکے کو اختیار دیا جاویگا - اور امام شافعی کے نزدیک بھی تخییر ہے
اور امام مالک کے نزدیک جبتک بالغ نہ ہو مان احق ہے کذا فی زاد المعاد اور غلام مین قول
راجح تخییر ہے زاد المعاد مین ہے - قد ثبت التخییر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الغلام من حدیث

ابی ہریرۃ وثبت عن خلفائہ الراشدین وابی ہریرۃ ولا یعرف لہم مخالف فی الصحابۃ البتہ ولا انکرہ منکر قالوا وہذا غایۃ العدل والمکن انتہے کتبہ محمد بشیر عفی عنہ۔ الجواب صحیح۔ عبدالرحمن عفی عنہ۔

سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ جو لڑکا صغیر سن ڈھائی یا تین برس کا ہو اور اسکا باپ و دادا فوت ہوگیا ہو اور مان و دادی و نانی و نانا اور دادا کا بھائی موجود ہو تو ایسی صورت مین ولایت پرورش کا حق کس کو ہے۔ اور ولایت مال کی کس کو ہے اور ولایت نکاح کی کس کو ہے۔

الجواب - درصورت مرقومہ حق پرورش لڑکے صغیر سن کا مان کو ہے اگر مان قبول نہ کرے تو نانی کو ہے اور نانی قبول نہ کرے تو دادی کو ہے اور اس کے مال کی ولایت حاکم کو ہے چاہے اپنے پاس اس کے مال کو رکھے اور بقدر اس کے خرچ کے دیا کرے یا کسی دیانت دار کے پاس رکھوا دے کہ امانت دار بقدر ضرورت کے اس کی مان کو دیدیا کرے اور ولایت نکاح دادا کے بھائی کو پہنچتی ہے شرعاً چنانچہ کتب شریعت مین اسی طرح مذکور ہے واللہ اعلم الراقم سید محمد نذیر حسین عفی عنہ۔

سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ زید اور اس کی زوجہ ہندہ مین تنازع واقع ہے ہندہ اپنی خالہ کے گھر چلی گئی زید نے دودھ پیتی لڑکی کو چھین لیا اور کہتا ہے کہ لڑکی شرعاً مجھ کو پہنچتی ہے حالانکہ ابھی لڑکی دو برس کی بھی نہین ہوئی اب حکم شرع شریف کا کیا ہے وہ تحریر فرمایئے۔

الجواب - صورت مرقومہ مین معلوم ہو کہ زید کو اس وقت لڑکی کے چھین لینے کا شرعاً کوئی حق نہین ہے اس واسطے کہ اس لڑکی کی پرورش کا حق اس کے بالغ ہونے تک ہندہ کو ہے ہان اس لڑکی کے بالغ ہونیکے بعد زید کو اختیار ہوگا فتاوے عالمگیری مین ہے۔

احق الناس بحضانۃ الصغیر حال قیام النکاح وبعد الفرقۃ الام الا ان تکون مرتدۃ او فاجرۃ غیر مامونۃ کذا فی الکافی انتہے۔ اور ہدایہ مین ہے والام والجدۃ احق بالجاریۃ حتی تحیض انتہی واللہ اعلم بالصواب حررہ السید محمد ابوالحسن عفی عنہ۔

سید محمد ابوالحسن | سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے علمائے دین اس مسئلہ مین کہ سماۃ ہندہ کا ایک لڑکا عمر پانچ سال ہے اور در میان شوہر و سماۃ ہندہ کے ساڑھے پانچ سال سے نا اتفاقی ہے کسی قسم سے خبر گیران خورد و نوش وغیرہ سے نہین ہوتا اب دعویدار اس امر کا ہے کہ لڑکا مجھے ملجاوے آیا از روئے شرع شریف لڑکا شوہر ہندہ کو مل سکتا ہے یا نہین اور حق حضانت مان

اور باپ مین سے کس کو ہے اور پانچ برس کی خوراک ولباس وغیرہ کس کے ذمہ ہوگا۔ بینوا توجروا

الجواب۔ صورت مرقومہ مین معلوم ہو کہ حق پرورش لڑکے کا ماں کو ہے سات برس تک بعد اس کے باپ کو اختیار ہے عالمگیریہ مین ہے الام والجدۃ احق بالغلام حتی یستغنی وقدر بسبع سنین۔ اور اس مدت تک کی خوراک وغیرہ کا خرچہ والد کے ذمہ ہے بدلیل قولہ تعالے وعلی المولود لہ رزقہن وکسوتہن بالمعروف واللہ تعالے اعلم بالصواب حررہ السید ابو الحسن عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ مسماۃ ہندہ فوت ہوئی اسکے وارث تین بچے خرد سال ہین اور خاوند ہے اور مال متروکہ متوفیہ ہندہ کا بحیثیت ولایت خاوند کے قبضہ مین ہے۔ چونکہ خاوند مذکور مقروض وبدنیت ہے مال متروکہ اس کے پاس محفوظ نہین رہیگا لہذا دوسرے رشتہ دار یعنی ماموں بچون کے چاہتے ہین کہ مال جو کچھ بچون کے آئے کسی امین کے پاس رکھدیا جاوے تاکہ وقت بلوغ ان بچون کو مل جاوے۔ نیز ان دیگر رشتہ دارونکو اس ولی سے تفہیم حساب کا حق ہے یا نہین اور ولی نے دوسری شادی بھی کرلی ہے اس سے بھی اولاد ہے بینوا توجروا

الجواب۔ صورت مرقومہ مین معلوم ہو کہ مقصود اور غرض ولایت سے شفقت وخیر خواہی ونگہبانی جان ومال صغیر مین ہے پس جبکہ خاوند مذکور مقروض وبدنیت ہے اور مال متروکہ ہندہ اسکے پاس محفوظ نہین رہیگا تو اس صورت مین وہ ہندہ کے خرد سال بچون کا ولی نہین رہا بوجہ بدنیتی کے اس کی ولایت جاتی رہی الاب ولی اشفق مالم یکن مفسدا وخائنا ومتہتکا کذا فی الفتاوی الغیاثیۃ۔ پس ان بچون کے مال کی حفاظت ونگہبانی کی صورت یہ ہے کہ وہ مال حفاظت مین اس شخص کے پاس تا بلوغ رکھاجاوے جس کو حاکم وقت یا وہان کے پنچ امین محافظ تجویز کرین اور حاکم وقت یا پنچ کے ذریعہ سے حساب فہمی کا بھی حق ہے واللہ تعالے اعلم بالصواب حررہ ابو الحسن عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین اس باب مین کہ زید اور اس کی منکوحہ مین بارہ برس ہوئے کہ نا اتفاقی واقع ہوئی اور زید کی اہل خانہ ناراض ہو کر اپنے باپ کے گھر آبیٹھی اور زید نے نان ونفقہ کی حیثیت نہ رکھنے کے باعث ایک اقرار نامہ مع گواہی لکھکر منکوحہ کو اس مضمون کا دیا کہ مین کبھی تمہارے والدین کے گھر سے تم کو نہ لیجاؤنگا اور اسی شرط پر خود بھی اپنے خسر کے مکان مین آرہا مگر کبھی کبھی بغرض تلاش روزگار باہر نکلجاتا تھا اور پھر آجاتا تھا۔ اس اثنا مین فریب دہی سے زوجہ کا زیور اور پارچہ وظروف سب خفیہ طور پر بیچ کر برباد کردیئے۔

اور جب خبر ہوئی تو پھر اپنے باپ کے گھر بھاگ گیا اور چند سال ہوئے کہ اس کے باپ کا بھی انتقال ہوگیا ہے۔ زید کے باپ نے دس روپیہ ماہوار اپنی تنخواہ میں سے بھی لکھدیئے تھے وہ بھی زید کی اہلیہ کو کبھی وصول نہ ہوئے۔ زید کی دو لڑکیاں ایک بارہ برس کی اور ایک چھ برس کی اور ایک لڑکا برس بھر کا موجود ہے اور اس کی اہلیہ کا اب انتقال ہوگیا ہے اور اہلیہ کی زندگی میں بعد سرقہ مال کے وہ نکل گیا۔ تو اس کی بیماری کی حالت میں جو چھ ماہ سے زیادہ عرصہ تک تپ کہنہ میں مبتلا رہی کبھی خبر گیراں نہ ہوا اور اب بعد انتقال کے بھی جس کو قریب دو ماہ کے ہوئے بر رسم تعزیت بھی اس مکان پر نہ آیا اور اب دعوے کرتا ہے کہ اولاد مجھ کو دیدو۔ جن کی پرورش اس کے ہاتھوں دشوار نظر آتی ہے اور بچپن سے نانا نانی نے ان کو پرورش کیا ہے کیا عوض مہر یہ اولاد اس کے نانا نانی کے پاس رہ سکتی ہے زید ہرگز مہر کا ثمنہ بھی یعنی پچاس ہزار روپیہ میں سے ہزار روپیہ بھی نہیں دے سکتا ہے شاید لڑکیوں پر کچھ روپیہ لیکر ان کو کسی کے حوالہ کر دے تو تعجب نہیں ہے۔ اس باب میں شرع شریف کیا حکم دیتا ہے۔

صورت مسئولہ میں اولاد کی پرورش کا حق نانی کو ہے ہدایہ میں ہے۔ فان لم تکن ام فام الام اولی من ام الاب وان بعدت لان ہذہ الولایۃ تستفاد من قبل الامہات اھ۔ اور حاشیہ ہدایہ میں ہے سو قولہ فان لم تکن ام بان ماتت او تزوجت باجنبی فانہا کالمعدومۃ اھ۔ لڑکی کی حضانت اور پرورش کا حق نانی کو اس کے بالغ ہونے تک ہے اور لڑکے کی پرورش کا حق سات برس تک ہے اور اگرچہ بعد پوری ہونے مدت حضانت کے حق پرورش ساقط ہوجاتا ہے مگر چونکہ صورت مسئولہ میں ان اولاد کا باپ کے حوالہ کرنا ان کے حق میں ہرگز مصلحت نہیں ہے۔ جیسا کہ سوال سے ظاہر ہے اس لئے بعد پوری ہونے مدت حضانت کے بھی نانا نانی ہی کے یہاں اور انہیں کی تربیت و حفاظت میں یہ اولاد رہیگی اور باپ کے حوالہ نہیں کی جاوے گی۔ علامہ ابن القیم زاد المعاد میں لکھتے ہیں التخییر والقرعۃ لا یکونان الا اذا حصلت بہ مصلحۃ الولد فلو کانت الام اصون من الاب واغیر منہ قدمت علیہ ولا التفات الی القرعۃ ولا الی اختیار الصبی فی ہذہ الحالۃ فانہ ضعیف العقل یؤثر البطالۃ والجہل قال والعلماء متفقون علی انہ لا یتعین احدہما مطلقا بل لا یقدم ذوالعدوان والتفریط علی البر العادل المحسن اھ۔ اور نانی کو جو یہ حق پرورش حاصل ہے سو یہ مہر کے معاوضہ میں نہیں ہے بلکہ یہ الگ حق ہے اور وہ الگ حق ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ حررہ محمد عبدالحق ملتانی۔

سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ زید و ہندہ زوج و زوجہ ہین باہم تنازع کے سبب سے ہندہ اپنے والدین کے گھر مین ہے اور عمرو جو ولد ان کا ہی جس کی عمر چھ سال سے زائد ہے اسکو ہندہ زید سے ملنے اور اس کو دیکھنے نہین دیتی آیا زید کو اس سے ملنے اور اس کو گھنٹہ دو گھنٹہ اپنے پاس رکھنے کا شرعا حق ثابت ہے یا نہین بینوا توجروا ؂

الجواب - بلا شبہ زید کو اپنے چھ سالہ ولد سے ملنے اور اس کو گھنٹہ دو گھنٹہ اپنے پاس رکھنے کا شرعا حق ثابت ہے اور ہندہ کو ہرگز یہ حق نہین پہنچتا ہے کہ اس سے زید کو روکے قال اللہ تعالے لا تضار والدۃ بولدہا ولا مولود لہ بولدہ - ہان اس مین کوئی شبہ نہین کہ اس ولد کی پرورش کا حق مان ہی کو ہے مان ہی اسے اپنے پاس رکھے گی اور اس کی ہر طرح پرورش کرے گی مگر ساتھ اسکے زید اس سے ملسکتا ہے اور گھنٹہ دو گھنٹہ اپنے پاس رکھسکتا ہے - بلکہ سات برس کے بعد برابر اپنے پاس رکھ سکتا ہے کیونکہ مان کو لڑکے کی پرورش کا حق صرف سات ہی برس تک رہتا ہے درمختار مین ہے والحاضنۃ اما او غیرہا احق بہ ای بالغلام حتی یستغنی عن النساء وقدر بسبع وبہ یفتی لانہ الغالب ولو اختلفا فی سنہ فان اکل وشرب ولبس واستنجی وحدہ دفع الیہ ولو جبرا انتہی واللہ اعلم بالصواب حررہ السید عبد الحفیظ

سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ لڑکا یا لڑکی جو اس کو دودھ پلانا پرورش کرنا مان پر فرض ہو یا نہین - لڑکے کا باپ موجود ہے اس حالت مین کس کو پرورش کرنا چاہیے اگر اس کی مان دودھ نہ پلائے یا پرورش نہ کرے تو گنہ گار ہوگی یا نہین - خدا و رسول کے موافق کیا حکم ہے -

الجواب - لڑکے کی پرورش مان پر فرض نہین ہے مگر پرورش کا زیادہ حق مان ہی کو ہے یعنے باپ اگر آپ خود پرورش کرنا چاہے اور مان آپ پرورش کرنا چاہے تو مان ہی پرورش کریگی - اور اگر مان پرورش کرنیسے انکار کرے تو مان خواہ مخواہ پرورش کرنے پر مجبور نہین کیجاویگی - اور گنہ گار بھی نہین ہوگی - ہان اگر باپ سے لڑکے کی پرورش نہین ہوسکتی اور کوئی دوسرا پرورش کرنیوالا نہین ہے تو اس صورت مین مان پرورش کرنے پر مجبور کیجاویگی - اور اس صورت مین اگر پرورش سے انکار کرے گی تو گنہ گار ہوگی شرح وقایہ مین ہے - والحضانۃ للام بلا جبر ہا طلقت اولا - اور حاشیہ شرح وقایہ مین ہے قولہ بلا جبرہا ای لا تجبر الام علی الحضانۃ ان ابت منہا لانہا عست ان تکون عاجزۃ عنہا نعم اذا لم یکن للولد حاضنۃ سواہا

تجبر علیہا لئلا یفوت حق الولد کذا فی النہایۃ۔ روضۃ الندیہ صفحہ ۲۳۷ مین ہے۔ اولی بالطفل امہ مالم تنکح لحدیث عبداللہ بن عمرو ان امرأۃ قالت یارسول اللہ ان ابنی ہذا کان بطنی لہ وعاء وحجری لہ حواء وثدیی لہ سقاء وزعم ابوہ انہ ینزعہ منی فقال انت احق بہ مالم تنکحی اخرجہ احمد وابوداؤد والبیہقی والحاکم وصححہ وقد وقع الاجماع علی ان الام اولی بالطفل من الاب انتہی۔ اور دودھ پلانا بھی ماں پر فرض نہیں ہے مگر جبکہ کوئی دودھ پلانے والی نہ ملے یا لڑکا بجز ماں کے کسی دوسری عورت کا دودھ نہ پیوے تو اس صورت مین ماں پر دودھ پلانا فرض ہے اس صورت مین اگر دودھ نہ پلاویگی تو گنہ گار ہوگی شرح وقایہ مین ہے ولیس علی امہ ارضاعہ الا اذا تعینت بان لا یوجد من ترضعہ اولا یشرب لبن غیرہا واللہ تعالے اعلم بالصواب حررہ احمد عفی عنہ۔

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ ایک شخص نے اپنی زوجہ کو طلاق دی اور ایک لڑکی بعمر نو سال کی ہے اب وہ کس کو پہنچتی ہے باپ کو یا ماں کو بینوا توجروا؀

[illegible] جبتک نابالغ ہے پاس ماں کے رہیگی بعد اس کے
[illegible]ن نہین روک سکتی کذا فی کتب الفقہ واللہ اعلم حررہ سید

[illegible] نذیر حسین

سوال۔ فدوی عبدالکریم وعبدالرحیم بیچ خدمت علمائے دین محمدی کے عرض کرتے ہین کہ منشی محمد حسینی مرحوم والد ہمارے تھے اور جناب والد مغفور نے اقرار کیا کہ یہ عبدالرحیم وعبدالکریم دونون بیٹے ہمارے ہین اور ان کے اس اقرار کے صدہا آدمی ثقہ واقف اور مطلع ہین اور تاحین حیات اپنی پرورش ہماری مثل اور فرزند محل اولے کرتے رہے اب والد مرحوم کا انتقال ہوگیا تو ان کی زوجہ اولے کے پسران میراث پدری سے ہم کو خارج کرتے ہین۔ پس درین صورت حکم شرع شریف کا جو کچھ کہ ہو ارشاد فرمادین موجب اجر عظیم کا ہوگا؀

الجواب۔ درصورتیکہ منشی محمد حسینی مرحوم نے برملا اقرار کیا کہ یہ دونون ہمارے بیٹے ہین تو اقرار ان کا مقبول ہوگا شرعاً خواہ بیماری مین اقرار کیا ہو خواہ صحت مین اور یہ دونون پسر منشی مقر مرحوم کے مثل اور اولاد کے مستحق اور مشارک میراث پدری کے بلاریب ہونگے۔

وان اقر رجل بغلام مجہول النسب یولد مثلہ ای مثل ہذا الغلام لمثلہ ای لمثل ہذا المرلعق انہ ابنہ و صدقہ ای المقر الغلام قید بہ لان المسئلۃ فی الغلام المعبر عن نفسہ ثبت نسبہ لانہ من الحوائج الاصلیۃ ولا تہمۃ فیہ ولو کان المقر فی حال اقرارہ مریضا ویشارک ای الغلام الورثۃ فی المیراث

لانہ من ضرورات ثبوت النسب انتہی ما فی الکنز والعینی۔ وان اقر لغلام مجہول النسب یولد مثلہ لمثلہ انہ ابنہ وصدقہ الغلام لو ممیزا ثبت نسبہ ولو المقر مریضا واذا ثبت شارک الغلام الورثۃ انتہی ما فی تنویر الابصار والدر المختار والہدایۃ۔ اما اذا اقر بالدین مثلا فالابن المقر لہ یرث مع سائر ورثۃ المقر وان جحد سائر الورثۃ نسبہ ویرث ایضا من اب المقر وہو جد المقر لہ وان جحد الجد نسبہ کذا فی الفتاوی العالمگیریۃ واللہ اعلم بالصواب الراقم سید محمد نذیر حسین عفی عنہ۔ سید محمد نذیر حسین

سوال۔ زید ایک پسر صغیر ہشت سالہ اور ایک پسر بالغ چھوڑ کر مرگیا اور زوجہ زید حیات ہے اب درحق ولایت نکاح وحضانت اس کی کے کیا حکم ہے اور کون مستحق ولایت وحضانت اسکا ہوسکتا ہے پسر ہشت سالہ کا بڑا بھائی یا اس کی ماں اور ترکہ پسر مذکور کا کس کے پاس امانت رکھا جاوے

الجواب۔ درصورت مرقومہ معلوم کرنا چاہیئے کہ ولایت نکاح پسر صغیر کی اس کے بڑے بھائی کو ہے اور چونکہ وہ پسر صغیر ہشت سالہ ہے اسلئے حد حضانت ماں سے خارج ہوگیا ماں اس کی اب پرورش کی مستحق نہیں ہے اب اس کی تعلیم وتربیت کا مستحق اس کا بڑا بھائی ہی واذا استغنی الولد عن واحدۃ منہن فالاولی اقربہم تعصیبا فالاب ثم الجد ثم الاخ فالاقرب کما فی الاختیار ہکذا فی القہستانی والہندیۃ والدر المختار وغیرہ من کتب الفقہ۔ اور ترکہ پسر صغیر کا کسی امین معتبر کے پاس سپرد کردینا چاہیئے۔ پس اگر بھائی اور ماں امین دیندار ہوشیار ہوں تو حق ہیں غیروں سے شرعًا۔ اصل ولایت مال صغیر کی باپ کو پھر وصی اس کے کو پھر دادا کو پھر وصی دادا کو پھر والی وحاکم کو پھر قاضی کو پہنچتی ہے اور اس دیار میں قاضی وغیرہ پائے جاتے نہیں تو نزدیک کسی شخص دیانتدار امانتدار کے رکھنا چاہیئے اگر بھائی اور ماں امین اور ثقہ ہوں تو غیروں سے اولی ہیں باعتبار حفاظت مال صبی کے جیسا کہ کتب فقہ سے مستفاد ہوتا ہے واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ۔ سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک بچہ ہے عمر تین سال کا اور اس بچہ کی ماں فوت ہوگئی اور بچہ کا باپ دادا اور دادی اور نانا نانی یہ سب حیات ہیں اور بچہ دادا دادی سے ایسا ہلا ہوا ہے کہ اگر ان سے جدا ہوجاوے اور اس بچہ کو نانا نانی کے پاس بھیج دیں تو اغلب یقین ہے کہ بمفارقت دادا ودادی سے وہ بچہ بیمار ہوجاوے یہانتک کہ جان کا بھی خوف ہے اب علمائے دین سے گزارش ہے کہ اس حالت میں شرع شریف کا کیا حکم ہے کہ وہ لڑکا کس کے پاس رہ سکتا ہے کون پرورش کا مستحق ہے بینوا توجروا۔

الجواب۔ بعد حمد وصلوۃ کے واضح ہو کہ بچے کی پرورش میں جبتک کہ وہ بہت چھوٹا

ہو یعنی دودھ پیتا ہو یا دودھ کے زمانہ کے بعد بھی تخمیناً دو تین برس تک تو سب سے زیادہ اور مقدم بچہ کی ماں کا حق ہے جیسا کہ آیت والوالدات یرضعن اولادہن الخ (سورہ بقرہ رکوع ۳۰) آیت وان تعاسرتم فسترضع لہ اخری (سورہ طلاق رکوع اول) سے ثابت ہوتا ہے اور ابو داؤد و بیہقی اور حاکم وغیرہ میں روایت کیا ہے کہ ایک عورت کو اس کے خاوند نے طلاق دی اور چاہا کہ بچہ کو اس سے جدا کر لیں جب اس کا مقدمہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا تو آپ نے عورت سے فرمایا جبتک کہ تو دوسری جگہ نکاح نہ کرے تب تک اس کی پرورش میں تیرا حق مقدم ہے اور اس حدیث کو حاکم نے صحیح کہا ہے اور ائمہ حدیث وفقہ نے اس حدیث کو قبول کیا ہے دیکھو نیل الاوطار جلد ششم صفحہ ۲۶۷ وصفحہ ۲۶۸۔ ہان اگر ماں اپنے بچہ کو رکھنا نہ چاہے تو بچے کے باپ کو اختیار ہے کہ جس کے پاس چاہے بچے کو پرورش کراوے جیسا کہ دونوں آیتوں اور اس حدیث سے پایا جاتا ہے۔ یہ مسئلہ تو اولویت کا ہے یعنے اولی وافضل بات تو یون ہے کہ اس طور پر عمل کیا جاوے اور جواز کا مسئلہ یون ہے کہ باپ مختار ہے ماں کی مرضی نہیں بھی ہو تاہم وہ اپنے بچے کو اس سے جدا کر لے اور کسی سے پرورش کراوے جیسا کہ آیت وان اردتم ان تسترضعوا اولادکم الخ۔ سورہ بقر رکوع ۳۰ سے پایا جاتا ہے۔ اور حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ میں ہے کہ ایک باپ ماں کا ایک بچہ کے بارے میں جھگڑا اٹھا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرعہ ڈالو جس کے نام پر آوے یہ بچہ اس کے ساتھ ہو رہے۔ اور ایک روایت میں آیا ہے کہ آپ نے بچے سے فرمایا کہ یہ تیرا باپ ہے اور یہ ماں ہے تو جس کے پاس رہنا چاہے اسکا ہاتھ پکڑ لے بچہ نے ماں کا ہاتھ پکڑ لیا آپ نے اسی کو دلا دیا نیل الاوطار جلد ششم صفحہ ۲۷۰ وغیرہ اور یہ حدیثین بھی صحیح ہین۔ ان سب روایتون اور آیتون مین اختلاف یا ناسخ منسوخ نہین ہے بلکہ مطابقت اس طور سے ہے کہ اولی یون ہے کہ ماں کی پرورش مین دیا جاوے اور جائز یون بھی ہے کہ باپ اپنے اختیار اور مرضی سے جس سے چاہے پرورش کرائے اور پچھلی حدیث سے یہ بات بھی ثابت ہے کہ وہ بچہ جس جگہ رہنے مین راضی رہے اس کو دیا جاوے سو یہ بحث تو اس صورت مین ہے کہ جب ماں اور باپ موجود ہون اور دونون مین جھگڑا ہو اور سوال ہذا مین یہ صورت نہین بلکہ یہ صورت ہے کہ بچہ کی ماں موجود نہین ہے۔ باپ اور دادا اور دادی اور نانا اور نانی موجود ہین لہذا اس مسئلہ مین یہ جواب ہے کہ ماں کے بعد سب سے زائد حق باپ کا اولی اور مقدم ہے باپ کے ہوتے ہوئے کسی کو یہ منصب نہین کہ اپنا حق پیش کرے بس اس بچے کا باپ جس کے پاس چاہے پرورش کرا دے

مگر حسب حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے باپ کو مناسب ہے کہ بچے کو دادی کے پاس رکھے کیونکہ بچہ اپنی دادی سے ہلا ہوا ہے یہ اس کی رضا و خوشی ہے اور بچہ کی رضا کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقدم کیا ہے واللہ تعالےٰ اعلم وعلمہ احکم حررہ حمید اللہ عفی عنہ ساکن قصبہ سراوہ ضلع میرٹھ ۲۰ ذالقعدہ ۱۳۱۴ھ

بعد ماں کے گو نانی کا حق ہے مگر صورت مسئولہ میں دادی کی پرورش انسب ہے۔ سید محمد نذیر حسین

سوال۔ ہندہ زوجہ خالد متوفی نے بعد وفات اپنے شوہر یعنی خالد کے اول عمر سے نکاح کیا اور پھر اس سے خلع کرا کر ایک اجنبی شخص مسمی ولید سے نکاح کیا اور خالد سے جو اولاد صغار باقی رہی وہ ابھی ہندہ کے پاس رہتی ہے اور ان بچوں کا ایک بھائی یعنی جو بسبب بلوغ ہونیکے اپنی ماں سے جدا رہتا ہے اور دوسرا بھائی علاتی موجود ہے۔ اس صورت میں ہندہ ان بچوں کی ولایت کا استحقاق رکھتی ہے یا نہیں اور در صورتیکہ اس کو ان کی ولایت کا استحقاق نہ ہو ان دونوں بھائیوں میں سے کسی کو ان کی حضانت کا استحقاق پہنچتا ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب۔ در صورت مرقومہ مسماۃ ہندہ بسبب نکاح کرنے ساتھ شخص غیر محرم صغیر کے از روئے شریعت مصطفویہ کے ان صغیر بچوں کی ولایت کا استحقاق نہیں رکھتی یعنی جب ہندہ نے شخص اجنبی سے نکاح اپنا کر لیا تو ولایت حضانت اور پرورش کی اس سے ساقط ہوئی شرعاً بعد از ان نانی پھر دادی مستحق حضانت کی ہیں اور جو نانی دادی و بہن وغیرہ نہ ہو تو ولایت حضانت عصبہ کیطرف ثابت ہوگی پس عصبہ میں در صورت سوال برادر حقیقی ولایت ان صغیر بچوں کی رکھتا ہے اور جو برادر حقیقی نہ ہو تو برادر علاتی یعنی بھائی سوتیلا مستحق ولایت صغیر کا ہوگا۔ قال الام احق بالولد لما روی ان امرأۃ قالت یا رسول اللہ ان ابنی ہذا کان بطنی لہ وعاء و حجری لہ حواء وثدی لہ سقاء وزعم ابوہ انہ ینزعہ منی فقال علیہ السلام انت احق بہ مالم تتزوجی وکل من تزوجت من ہولاء سقط حقہا لما روینا ولان زوج الام اذا کان اجنبیا یعطیہ نزرا وینظر الیہ شزرا فلا نظر فان لم یکن للصبی امرأۃ من اہلہ واختصم فیہ الرجال فاولہم اقربہم تعصیبا لان الولایۃ للاقرب وقد عرف الترتیب فی موضعہ کذا فی الہدایۃ وغیرہا من کتب الفقہ واللہ اعلم بالصواب۔ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ ۲۱ ربیع الاول ۱۳۰۸ہجری۔

سید محمد نذیر حسین ۱۲۸۱

مسئلہ۔ حد بلوغت جاریہ کی نزدیک امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے سترہ برس ہیں اور دیگر ائمہ کے نزدیک پندرہ برس ہیں لیکن فتوے اوپر پندرہ برس کے ہے اور یہی صحیح ہے۔ فقط حررہ السید شریف حسین عفی عنہ۔

سید محمد نذیر حسین

ہوالموفق- بالغ ہونا لڑکے کا احتلام اور انزال سے اور بالغ ہونا لڑکی کا احتلام اور حیض سے ثابت ہوتا ہے- اور اگر یہ علامتین نہ پائی جاوین تو حد بلوغت لڑکے اور لڑکی دونون کی پندرہ برس ہے- اسی پر فتوی ہے مذہب حنفی مین اور یہی بات حدیث سے ثابت ہے اور یہی مذہب ہے امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد وغیرہم کا اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ کے نزدیک حد بلوغت لڑکے کی درصورت نہ پائے جانے کسی علامت کے اٹھارہ برس ہے- اور لڑکی کی سترہ برس مگر یہ بات صحیح نہین ہے- اسی وجہ سے فقہائے حنفیہ نے بھی اسکو اختیار نہین کیا- مشکوۃ شریف مین ہے- عن ابن عمر قال عرضت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام احد وانا ابن اربع عشرۃ سنۃ فردنی ثم عرضت علیہ یوم الخندق وانا ابن خمس عشرۃ سنۃ فاجازنی فقال عمر بن عبدالعزیز ہذا فرق بین المقاتلۃ والذریۃ متفق علیہ- درمختار مین ہے- بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال والجاریۃ بالاحتلام والحیض والحبل فان لم یوجد فیہما شئی فحتی یتم لکل منہما خمس عشرۃ سنۃ بہ یفتی وادنی مدتہ لہ اثنتا عشرۃ سنۃ ولہا تسع سنین لقصر اعمار اہل زماننا- ردالمختار صفحہ ۱۴۸ جلد ۵ مین ہے- قولہ بہ یفتی ہذا عندہما وہو روایۃ عن الامام وبہ قالت الائمۃ الثلثۃ وعند الامام حتی یتم لہ ثمانی عشرۃ سنۃ ولہا سبع عشرۃ سنۃ- قولہ لقصر اعمار اہل زماننا ولان ابن عمر رضی اللہ عنہ عرض علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم احد وسنہ اربع عشرۃ فردہ ثم یوم الخندق وسنہ خمسۃ عشرۃ فقبلہ انتہی- واللہ اعلم کتبہ محمد عبدالرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ۔

کتاب الرضاع

سوال۔ دو عورتین جو آپس مین حقیقی بہنین ہین ایک بہن نے اپنے ایک حقیقی بھائی کو دودھ پلایا اور دوسری بہن نے کسی اجنبی کو دودھ پلایا اب دونون مین نکاح ہو سکتا ہے یا نہین۔ بینوا توجروا ÷

الجواب۔ سوال کے دیکھنے سے ہر دو لڑکا لڑکی مین دو قسم کی قرابت اور دو رشتے معلوم ہوتے ہین مثلاً لڑکے نے جو اپنی بہن کا دودھ پیا تو دودھ پلانیوالی عورت کی دوسری بہن لڑکے کی خالہ ہو گئی۔ اور بہن ثانی کا جس لڑکی نے دودھ پیا اس لڑکے کی خلیری بہن ہو گی۔ اور اگر یون کہا جائے کہ بہن ثانی بہن ہی قرار دیجاوے اور وہ رضیعہ (لڑکی) اس کی بیٹی کہی جاوے تو وہ لڑکی اس لڑکے کی بھانجی قرار پاوے گی۔ تو ایک رشتہ سے خالہ زاد بھائی بہن ہوئے۔ اور دوسرے رشتہ سے ماموں بھانجی کا رشتہ ہوا۔ صورت اول مین تو ان دونون مین نکاح بلا شبہ ہو سکتا ہے اور اس مین کسی کا خلاف نہین ہے رہی صورت دوم تو سارے محققین و جمہور صحابہ و تابعین اور اکثر مجتہدین کا یہی مسلک ہے کہ اس لڑکی و لڑکے مین عقد مناکحت خلاف احادیث صحیحہ و براہین قاطعہ و حجج ساطعہ ہو گا یعنی ان دونون مین نکاح کا کچھ واسطہ نہ ہو گا۔ تفاسیر و شروح اقوال رسول بشیر و نذیر کے اوپر نظر غائر ڈالنے سے صاف صاف مذہب جماہیر کا ثابت و مدلل معلوم ہوتا ہے اور اکثر کتابین بلکہ ساری کتابون کے بار بار دیکھنے سے اس مسئلہ مین کسی کا خلاف اور کچھ اختلاف نہین معلوم ہوتا ہے مگر شارح مسلم امام نووی علیہ الرحمہ نے مسلم کی شرح مین اہل ظواہر اور جماہیر علما مین اختلاف اور خلاف نقل کیا ہے۔ اور ان کے دلائل انہون نے درج کتاب کئے ہین جن کو عنقریب تحریر کرتا ہون۔ ابھی چند تفسیرون کی اور حدیثون کی عبارات دلیل مین دعوے جمہور کے نقل کئے دیتا ہون مسلم کتاب بلا شک و ریب مفاتیح الغیب صفحہ ۱۷۲ جلد ۳ مین امام محمد فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ بذیل آیہ

امہاتکم التی ارضعنکم واخواتکم من الرضاعۃ یوں تحریر فرماتے ہیں (المسئلۃ الثانیۃ) انہ تعالیٰ نص فی ہذہ الآیۃ علی حرمۃ الامہات والاخوات من جہۃ الرضاعۃ الا ان الحرمۃ غیر مقصورۃ علیہن لانہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یحرم من الرضاع مایحرم من النسب انتہی۔ ترجمہ۔ اس آیت میں باریتعالی نے ماں بہن رضاعی کی حرمت نصی (حکم) بیان فرمایا لیکن (مخفی نہ رہے کہ) حرمت فقط ماں بہن ہی رضاعی پر موقوف نہیں ہے (بلکہ ان کی اولاد میں بھی یہی حکم ہے) کیونکہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو (عورت) نسب کے رو سے حرام ہے وہ (عورت) رضاعت کی جہت سے بھی حرام ہے انتہے۔ اور راس الاحناف قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ الباری نے اپنی کتاب تفسیر مظہری میں اسی آیت کے تحت میں یوں فرمایا۔ کذا العمات والخالات وبنات الاخ وبنات الاخت من الرضاعۃ اجماعا لقولہ صلے اللہ علیہ وسلم یحرم من الرضاع مایحرم من النسب انتہے ترجمہ۔ جو حکم ماں بہن رضاعی کا ہے وہی حکم پھوپھی خالہ بھتیجی بھانجی رضاعی کا ہے اجماعا بحسب قول نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ جو (عورت) حرام ہوتی ہے نسب کے رو سے وہ (عورت) رضاعت کی جہت سے بھی حرام ہے۔ اور امام احمد بن محمد بن خطیب نے قسطلانی صفحہ ۳۲ میں بذیل لفظ حدیث یوں فرمایا ہے تحرم من الرضاعۃ ماتحرم من الولادۃ من تحریم النکاح ابتداء ودواما وانتشار الحرمۃ بین الرضیع واولاد المرضعۃ فیحرم علیہا ہو ویحرم علیہا فرعہ من النسب والرضاع انتہے۔ ترجمہ۔ جو عورت بہ سبب نسب کے حرام ہوتی ہے وہ عورت بہ سبب رضاع کے بھی حرام ہوتی ہے۔ بہ سبب تحریم نکاح ابدی ودوامی کے اور بوجہ پھیل جانے حرمت کے مابین رضیع (دودھ پینے والا) اور اولاد مرضعہ (دودھ پلانیوالی) کے تو خود وہ لڑکا بھی اس پر حرام ہوجاوے گا اور اس کی اولاد بھی جو من جہۃ الرضاعۃ والنسب ہو وہ بھی حرام ہوجاوے گی۔ ان سب کتابوں کی عبارتوں سے دعوے ومسلک جمہور کا ثابت ہے اب امام نووی کی محررہ عبارت صفحہ ۴۶۶ نقل کرتا ہوں۔ اجمعت الامۃ علے ثبوتہا بین الرضیع والمرضعۃ وانہ یصیر ابنہا یحرم علیہ نکاحہا ابدا واجمعوا ایضا علے انتشار الحرمۃ بین المرضعۃ واولاد الرضیع وبین الرضیع واولاد المرضعۃ وانہ فی ذلک کولدہا من النسب انتہے۔ ترجمہ۔ امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ درمیان رضیع اور مرضعہ کے نکاح حرام ہے اور یہ کہ وہ لڑکا مرضعہ کا بیٹا ہوجاتا ہے اس سے نکاح ابدا حرام ہے اور نیز اجماع ہوا ہے اس پر کی حرمت پھیل جاتی ہے درمیان مرضعہ واولاد رضیع کے اور درمیان رضیع واولاد مرضعہ کے کیونکہ وہ رضیع گویا النسب کی جہت سے اس کا بیٹا ہی اس کے بعد یوں فرماتے ہیں صفحہ ۴۶۶۔ ولم یخالف فی ہذا الا اہل الظاہر وابن علیۃ فقالوا لاتثبت حرمۃ الرضاعۃ بین الرجل والرضیع ونقلہ المازری عن ابن عمر وعائشۃ واحتجوا بقولہ تعالیٰ

وامہاتکم اللتی ارضعنکم واخواتکم من الرضاعۃ ولم یذکر البنت ولا العمۃ کما ذکرہما فی النسب یعنی اس مسئلہ میں بجز اہل ظاہر وابن علیہ کے اور کوئی مخالف نہیں ہوا اور انہوں نے کہا کہ رضاعت کی حرمت مرد اور رضیع کے درمیان ثابت نہیں ہے اور اس کو مازری نے ابن عمر وعائشہ رض سے نقل کیا ہے ان لوگوں نے قول اللہ تعالے وامہاتکم اللتی ارضعنکم واخواتکم من الرضاعۃ سے استدلال کیا ہے اور کہا ہے کہ اللہ تعالے نے اس میں بنت اور عمہ کا ذکر نہیں کیا ہے جیساکہ ان دونوں کو نسب میں ذکر کیا ہے۔ الحاصل جمہور فقہا واکثر علما مجتہدین ومحدثین محققین کے نزدیک ان دونوں میں نکاح صحیح نہیں ہوگا۔ اور بعض علما کے نزدیک مثل اہل ظواہر کے نکاح مابین دونوں کے صحیح ہوگا واللہ اعلم وعلمہ اتم وحکمہ اکرم حررہ عبداللہ گیلانوی۔ تاریخ ۹۔ ماہ ربیع الثانی روز چہارشنبہ سنہ ۱۳۲۰ھ۔

میں نے سائل کے سوال کو بغور وفکر صاف صاف سنا اور مولانا شیخ مولوی محمد عبدالصمد صاحب دامت فیوضہ کے جواب باصواب کو بغور وفکر دیکھا۔ مولانا نے ماشاء اللہ اس مسئلہ کی تصریح کماینبغی برائے تفہیم ہر ذکی وغبی اس تھوڑی سی تحریر بے نظیر میں کر دی ہے اب اس کے بعد کسی کی یہ طاقت نہیں ہے کہ مولانا المجیب کے خلاف میں کچھ تحریر بے توقیر لکھ سکے بجز اسکے کہ حضرت مجیب فیض وبرکت کے قول کی تصدیق کرے کوئی چارہ نہیں ہے کیونکہ مفتی نے مستفتی کے سوال کا جواب بطور انصاف بذکر خلاف واختلاف صاف صاف تحریر فرمایا ہے۔ یعنی بھانجی کا نکاح میں لانا بنص قرآنی (وبنات الاخت) حرام ہے رہی رضاعی بھانجی تو ایک اہل ظواہر کے نزدیک اس سے نکاح حلال ہے۔ ہاں مولانا نوی نے اہل ظواہر وابن علیہ کا مسئلہ ہذا میں جمہور سے خلاف ہونا نقل کیا ہے اور اس میں کل مخالفین محققین صحابہ وتابعین کا ذکر نہیں کیا ہے اس لئے میں ان کا ذکر کئے دیتا ہوں۔ قال الشیخ شمس الحق المجتہد المطلق بعون الرب الودود فی شرح سنن ابی داؤد المسمی بعون المعبود وقد خالف فی ذلک ابن عمر وابن الزبیر ورافع بن خدیج وعائشہ وجماعۃ من التابعین وابن المنذر وداؤد واتباعہ۔ یہ تو سب کچھ ہوا مگر یہ ہم نے نہیں لکھا کہ اگر مسائل ظاہریہ والصحابہ والصحابیہ (حضرت عائشہ) کے فتوے پر خیال کرکے نکاح کر لیا جاوے تو گنہ گار ہوگا یا نہیں تو یہ امر بحث طلب ہے اگر ظاہریہ پر یہ اعتراض کیا جاوے کہ یہاں احادیث صحیحہ دربارہ حرمت رضاعت کے موجود ہیں اور تم اس کے خلاف میں قرآن کی آیت سے دلیل پکڑتے ہو تو کیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن کو نہ سمجھا تھا تو ہم اسکا یوں جواب دیں گے کہ عیاذا باللہ حدیث حرمت رضاعت کی جس طرح عام نہیں ہے اسی طور سے آیت عموم پر دلالت نہیں کرتی اور ہم کہتے ہیں کہ حدیث یحرم من الرضاعۃ ما یحرم

من النسب کا مطلب یہ ہے کہ جو عورت نسب سے حرام ہوتی ہے وہ عورت رضاعت سے بھی حرام ہو جاتی ہے اور اہل ظواہر کا اس سے دعوے ثابت ہے کیونکہ وہ ما کو عام نہیں لیتے بلکہ دو چیزوں میں خاص کر لیتے ہیں وہ یوں کہ یہ تو ظاہر ہے کہ ماں اور بہن نسبی صاف طور سے حرام ہیں تو جیسے یہ دونوں یعنی دونوں ماں بہن نسب کے رو سے حرام ہیں ویسے ہی ماں بہن رضاعت کی جہت سے بھی حرام ہیں۔ وہذا التطبیق للحدیث والقرآن وینبغی للناظران ینظرہ بالامعان لان لفظ ما لا یکون عاما ابدا بل یکون فی کثیر من المقامات خاصا کما فی علمک مالم تعلم وعلم الانسان مالم یعلم تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غرض اس حدیث کے بیان کرنے سے یہی ہے کہ حرمت رضاعت اسی درجہ کی ہے کہ حرمت نسب جس درجہ کی ہے والا فیلزم ان عائشہ وابن عمر وابن الزبیر ورافع بن خدیج خالفوا قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاشا وکلا۔ پس ظاہر ہوا کہ آنحضرت نبی کریم کی غرض وہی ہے جو اہل ظواہر نے سمجھی تو اگر کسی نے ایسا کر لیا تو قابل ملام نہیں ہے۔ لانہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم تو اگر کوئی شخص نکاح کر چکا تو بموجب مسلک بعض صحابہ کے نکاح صحیح ہو گیا۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

ابو تراب محمد عبد الرحمن گیلانی

صورت مسئولہ میں نکاح بالاجماع جائز نہیں ہے کیونکہ درمیان اس لڑکے اور اس لڑکی کے ماموں بھانجی کا رشتہ ہے اور جیسے نسبی رضاعی ماموں بھانجی کے درمیان نکاح حرام ہے اسی طرح درمیان رضاعی ماموں بھانجی کے بھی نکاح حرام ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ علمائے اہل ظاہر اور ابن علیہ وغیرہ کا بھی یہی مذہب ہے کہ درمیان رضاعی ماموں بھانجی کے نکاح جائز نہیں امام نووی شرح صحیح مسلم میں لکھتے ہیں۔ وہذہ الاحادیث متفقۃ علی ثبوت حرمۃ الرضاع واجمعت الامۃ علے ثبوتہا بین الرضیع والمرضعۃ (الی قولہ) واجمعوا ایضا علی انتشار الحرمۃ بین المرضعۃ واولاد الرضیع وبین الرضیع واولاد المرضعۃ انہ فی ذلک کولدہا من النسب لہذہ الاحادیث انتہی۔ حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں۔ قولہ الرضاعۃ تحرم ما تحرم الولادۃ ای وتبیح ما تبیح وہو بالاجماع فیما یتعلق بتحریم النکاح وتوابعہ وانتشار الحرمۃ بین الرضیع واولاد المرضعۃ (الی قولہ) وقد وقع عند احمد من وجہ اخر عن عائشۃ یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب من خال او عم او اخ۔ اسی طرح پر اور کتابوں میں بھی مرقوم ہے۔ خلاصہ یہ کہ درمیان رضاعی ماموں اور بھانجی کے نکاح کا حرام ہونا متفق علیہ ہے اس میں اختلاف نہیں ہے اور جیسے اول نے جو یہ لکھا ہے کہ اکثر کتابوں بلکہ ساری کتابوں کے باری باری دیکھنے سے اس مسئلہ میں کسی کا کچھ خلاف اور اختلاف نہیں معلوم ہوتا مگر شارح مسلم امام نووی علیہ الرحمہ نے مسلم کی شرح

مین اہل ظواہر اور جماہیر علما مین خلاف اور اختلاف نقل کیا ہے " سو مجیب اول کا یہ لکھنا صحیح نہین ہے مجیب اول سے یہان مسامحہ ہوگیا ہے اور مسامحہ ہونیکی وجہ یہ ہے کہ انہون نے امام نووی کی عبارت کو غور سے نہین دیکھا۔ بات یہ ہے کہ مابین اہل ظواہر اور جماہیر علما کے مسئلہ مذکورہ مین کچھ اختلاف نہین ہے بلکہ رضاعت کے ایک دوسرے مسئلہ مین اختلاف ہے اور وہ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ لبن الفحل سے حرمت رضاعت ثابت ہوتی ہے یا نہین یعنی مرضعہ کے شوہر اور رضیع کے درمیان حرمت ثابت ہوتی ہے یا نہین سو جماہیر علما کا یہ مذہب ہے کہ حرمت ثابت ہوتی ہے یعنی مرضعہ کا شوہر جس کی وجہ سے مرضعہ کو دودھ ہوا ہے رضیع کا باپ ہوجاتا ہے اور رضیع مرضعہ کے شوہر کا رضاعی لڑکا ہوجاتا ہے اور اس شوہر کی اولاد رضیع کے بھائی بہن ہوجاتے ہین اور اس شوہر کے بھائی رضیع کے چچا ہوجاتے ہین اور اس شوہر کی بہنین رضیع کی پھوپھی ہوجاتی ہین اور رضیع کی اولاد اس شوہر کی اولاد ہوجاتی ہے یہی مذہب ہے جماہیر علما کا مگر اہل ظواہر اور ابن علیہ کا یہ قول ہے کہ درمیان شوہر مرضعہ اور رضیع کے حرمت رضاعت ثابت نہین ہوتی اور علامہ مازری نے حضرت ابن عمر رض اور عائشہ رض کا بھی یہی قول نقل کیا ہے امام نووی شرح صحیح مسلم مین لکھتے ہین۔ واما الرجل المنسوب ذلک اللبن الیہ لکونہ زوج المرأۃ او وطیہا بملک او شبہۃ فمذہبنا و مذہب العلماء کافۃ ثبوت حرمۃ الرضاع بینہ و بین الرضیع ویصیر والدالہ و اولاد الرجل اخوۃ الرضیع واخواتہ ویکون اخوۃ الرجل اعمام الرضیع واخواتہ عماتہ ویکون اولاد الرضیع اولاد الرجل ولم یخالف فی ہذا الا اہل الظاہر وابن علیۃ فقالوا لاتثبت حرمۃ الرضاع بین الرجل والرضیع ونقلہ المازری عن ابن عمر وعائشۃ واحتجوا بقولہ تعالے وامہاتکم اللاتی ارضعنکم و اخواتکم من الرضاعۃ ولم یذکر البنت والعمۃ کما ذکرہما فی النسب واحتج الجمہور بہذہ الاحادیث الصحیحۃ الصریحۃ فی عم عائشۃ وعم حفصۃ وقولہ صلے اللہ علیہ وسلم مع اذنہ فیہ انہ یحرم من الرضاعۃ مایحرم من الولادۃ واجابوا عما احتجوا بہ من الآیۃ انہ لیس فیہا نص باباحۃ البنت والعمۃ ونحوہما لان ذکر الشئ لایدل علی سقوط الحکم عما سواہ ولم یعارضہ دلیل آخر کیف وقد جاءت ہذہ الاحادیث الصحیحۃ انتہے کلام النووی۔ اور یہی مضمون نیل الاوطار کے صفحہ ۲۵۲ جلد ۶ مین اور فتح الباری کے صفحہ ۱۵ جزو ۲۱ مین مرقوم ہے۔ اور اسی طرح اور تمامی شروح حدیث مین مرقوم ہے۔ اور مجیب ثانی سے بھی وہی مسامحہ ہوا ہے جو مجیب اول سے ہوا ہے سامحہما اللہ تعالے اور مجیب ثانی سے اور بھی مسامحات اور زلات وقوع مین آئے ہین کما لایخفی علی المتأمل اور مجیب ثانی کا آخر مین یہ لکھنا کہ " تو اگر کوئی شخص نکاح کو جھگڑا تو مجیب

مسلک بعض صحابہ کے نکاح صحیح ہوگیا۔" سراسر غلط اور بالکل باطل ہے صورت مسئولہ میں کسی کا مسلک نکاح صحیح ہونیکا نہیں ہے بلکہ نکاح کا صحیح نہ ہونا متفق علیہ ہے مجیب ثانی کا یہ لکھنا بناء فاسد علی الفاسد ہے واللہ اعلم کتبہ محمد عبدالرحمن المبارکفوری عفااللہ عنہ

سید محمد نذیر حسین۔

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ (۱) میں نے اپنی ہمشیرہ کا دودھ پورے دونوں کی حد تک پیا ہے اب میری لڑکی کا نکاح میری ہمشیرہ کے لڑکے سے ہوسکتا ہے یا نہیں اور یہ سولواں لڑکا ہے اس لڑکے سے جس کے شریک میں نے دودھ پیا ہے اس میں خدا اور رسول کا کیا حکم ہے۔ (۲) ایک شخص نے ایک عورت سے زنا کیا ہے اور اس عورت کی اولاد اس کے خاوند سے ہے۔ اور اس زناکار کی اولاد اپنی زوجہ سے ہے اور اس وقت اس عورت سے اس مرد زناکار کا کوئی واسطہ نہیں ہے تو یہ اس کی اولاد سے اپنی اولاد کا نکاح کرے یا نہیں۔

الجواب۔ (۱) جواب سوال اول رضیع کی لڑکی مرضعہ کے لڑکے پر حرام ہے کیونکہ مرضعہ کا لڑکا بہ سبب رضاعت کے رضیع کی لڑکی کا رضاعی چچا ہے اور جیسے نسبی چچا سے نکاح حرام ہے اسی طرح رضاعی چچا سے بھی حرام ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان اللہ حرم من الرضاعۃ ما حرم من النسب۔ یعنی اللہ تعالے نے حرام کیا ہے رضاعت سے اس کو جس کو حرام کیا ہے نسب سے (۲) جواب سوال دوم۔ اگر زانی اور زانیہ میں کسی قسم کا تعلق نسبی یا رضاعی ایسا نہ ہو جس سے ایک کی اولاد دوسرے پر حرام ہو تو زانی کی اولاد کا نکاح زانیہ کی اولاد سے جائز ہے۔ ابن ماجہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لایحرم الحرام الحلال یعنی جو چیز حلال ہے اس کو حرام چیز حرام نہیں کر سکتی حررہ محمد ابراہیم بہاری۔

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ ہندہ ایک عورت تھی اسکے ایک لڑکا ہوا اور ہندہ کے بھائی کی بی بی کی ایک لڑکی تھی اب ہندہ کے لڑکے نے اسکے بھائی کی بی بی کا شاید دو چار منٹ دودھ پیا تھا اب وہ لڑکا فوت ہوگیا پھر ہندہ کے یہاں اب دوسرا لڑکا پیدا ہوا اب اس لڑکے کا نکاح ہندہ کے بھائی کی بی بی کی دختر سے ہو سکتا ہے یا نہیں

الجواب۔ اب اس لڑکے کا نکاح ہندہ کے بھائی کی بی بی کی دختر سے ہوسکتا ہے کیونکہ ان دونوں کے درمیان حرمت رضاعت نہیں پائی گئی ہدایہ میں ہے۔ دیکھو ان تتزوج الرجل باخت اخیہ من الرضاع انتہی واللہ اعلم حررہ السید عبدالحفیظ عفی عنہ۔

سید محمد نذیر حسین

سوال- کیا فرماتے ہین اس مسئلہ مین علمائے دین کہ دو حقیقی بھائی ہین چھوٹے بھائی کی بیٹی ہے دودھ پیتی ہے- بڑے بھائی کے لڑکے نے اپنی چچی کا دودھ دو تین مرتبہ پیا ہے جبکہ اس لڑکے کا سن پانچ چار سال کا ہے اب قرآن و حدیث سے اگر ان کی نسبت ہو سکتی ہے تو ممنون فرمائیگا ورنہ اگر آپس مین نسبت نہین ہو سکتی ہے تو بھی ممنون فرمائیگا +

الجواب- صورت مرقومہ مین درمیان اس لڑکے اور لڑکی کے حرمت رضاعت ثابت نہین ہوئی اور نہ یہ دونون رضاعی بھائی بہن ہوئے- ان دونون مین نکاح درست ہے کیونکہ حرمت رضاعت اُسی وقت تک ثابت ہوتی ہے جبکہ لڑکے دو برس کے سن مین دودھ پئین اور دو برس کے بعد دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت نہین ہوتی- قال اللہ تعالیٰ والوالدات یرضعن اولادھن حولین کاملین لمن اراد ان یتم الرضاعۃ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما الرضاعۃ من المجاعۃ متفق علیہ وعن ام سلمۃ رض قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لایحرم من الرضاع الا ما فتق الامعاء وکان قبل الفطام رواہ الترمذی و صححہ و الحاکم وعن ابن عباس رض قال لا رضاع الا ما انشز العظم الا فی الحولین رواہ الدارقطنی وابن عدی مرفوعا وموقوفا ورجح الموقوف وعن ابن مسعود رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا رضاع الا ما انشز العظم وانبت اللحم اخرجہ ابو داؤد کذا فی بلوغ المرام- قال النووی فی شرح صحیح مسلم وذکر مسلم سھلۃ بنت سھیل امرأۃ ابی حذیفۃ وارضاعھا سالما وھو رجل واختلف العلماء فی ہذہ المسئلۃ فقالت عائشۃ وداؤد یثبت حرمۃ الرضاع برضاع البالغ کما یثبت برضاع الطفل بھذا الحدیث (ای بحدیث سھلۃ بنت سھیل) وقال سائر العلماء من الصحابۃ والتابعین وعلماء الامصار الی الآن لا یثبت الا بارضاع من لہ دون سنتین الا ابا حنیفۃ فقال سنتین ونصف وقال زفر ثلث سنین وعن مالک روایۃ سنتین وایام واحتج الجمہور بقولہ تعالے والوالدات یرضعن اولادھن حولین کاملین وبحدیث انما الرضاعۃ من المجاعۃ وباحادیث مشہورۃ وحملوا حدیث سھلۃ علے انہ مختص بھا وبسالم وقد روی مسلم عن ام سلمۃ وسائر ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم انھن خالفن عائشۃ فی ہذا انتہے کلام النووی واللہ تعالے اعلم وعلمہ اتم- کتبہ محمد عبدالرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ-

ابو العلا محمد عبدالرحمن

سید محمد نذیر حسین

سوال- کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ عباس و عمر دونون بھائی ہین عمر کی زوجہ مسماۃ ہندہ نے اپنی بیٹی مسماۃ صفیہ کے ساتھ عباس کے لڑکے عثمان کو دودھ پلایا ہے اس صورت مین عمر کی اور لڑکیان زینب و کلثوم و آمنہ جو ماسوائے صفیہ کے ہین اور مسماۃ ہندہ کے

بطن سے ہیں یہ سب عثمان پر حرام ہیں یا نہیں بینوا توجروا +

الجواب۔ عمر کی یہ سب لڑکیاں عثمان پر حرام ہیں ان میں سے کسی کے ساتھ عثمان کا نکاح جائز نہیں ہے۔ اسواسطے کہ مرضعہ یعنی دودھ پلانیوالی عورت کی تمام اولاد رضیع یعنی دودھ پینے والے پر حرام ہو جاتی ہے حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں قوله الرضاعة تحرم ما تحرم الولادة وھو بالاجماع فيما يتعلق بتحريم النكاح وتوابعه وانتشار الحرمة بين الرضيع واولاد المرضعة وتنزيلهم منزلة الاقارب فی جواز النظر والخلوة والمسافرة انتهى۔ اور عون المعبود میں ہے۔ وفی الحديث (ای فی حديث يحرم من الرضاع ما يحرم من الولادة) دليل على ان الرضاع ينشر الحرمة بين الرضيع واولاد المرضعة فيحرم عليها فروعه من النسب والرضاع وكما صار الرضيع ابن المرضعة تصير هی امه فتحرم عليه هی واصولها من النسب والرضاع وفروعهما من النسب والرضاع انتهى ملخصا والله تعالى اعلم وعلمه اتم۔ كتبه محمد عبد الرحمن المباركفوری عفا الله عنه۔

سید محمد نذیر حسین	سید عبد السلام غفرلہ	سید ابوالحسن

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اور بکر دونوں بھائی ہیں اور وہ آپس میں اس طرح پر ہیں پہلی بیوی سے زید پیدا ہے اور دوسری بیوی سے بکر پیدا ہے۔ زید کا ایک لڑکا ہے اور بکر کی ایک لڑکی ہے اس کا باہم رشتہ ہوتا ہے آپس کو نسبت ہوئے دس برس کا عرصہ ہو گیا۔ بکر کی جب لڑکی پیدا ہوئی تھی تو بوجہ جمع ہونے مستورات کے بکر کی بیوی نے اس لڑکی کو اپنے سے علیحدہ کر دیا تھا جب دادی اس کی نے اس کو بھوکا سمجھا دو تین مرتبہ اس لڑکی کو دودھ اپنا پلا دیا تھا اب یہ بات دریافت طلب ہے کہ آیا ان دونوں کا رشتہ ہو جاوے تو شرع سے ممانعت تو نہیں ہے۔ مکرر عرض ہے کہ اگر ان کا آپس میں رشتہ قطع ہو گا تو بہت آپس میں رنج ہو گا بینوا توجروا +

الجواب۔ صورت مسئولہ میں دختر بکر بوجہ دودھ پلانے ماں بکر کے بکر کی رضاعی بہن ہو گئی اور زید کی بھی رضاعی بہن ہوئی تو وہ لڑکی پسر زید کی رضاعی پھوپھی ہوئی اور نکاح جیسا کہ نسبی پھوپھی سے حرام ہے ویسا ہی رضاعی پھوپھی سے خواہ علاتی ہو یا حقیقی جیسا کہ کتب فقہ سے مستفاد ہوتا ہے۔ يحرم على الرضيع ابواه من الرضاع واصولهما وفروعهما من النسب والرضاع جميعا حتى ان المرضعة لو ولدت من هذا الرجل او غيره قبل هذا الارضاع او بعده او ارضعت رضيعا او ولد الرجل من غير هذه المرأة قبل هذا الارضاع او بعده او ارضعت امرأة من لبنه رضيعا فالكل اخوة الرضيع واخواته واولادهم اولاد اخوته واخواته انتهى مختصر الفقدر الحاجة هكذا فی العالمگيرية پس عند الشرع مابین پسر زید و دختر بکر کے نکاح حرام ہے واللہ اعلم وعلمہ اتم حررہ السید عبد الحفیظ غفرلہ پھوپھی رضاعی حرام ہے وحرم تو مہا علی الرضاع ای يحرم قوم المرضعة وزوجها

اصولا و فروعاً علی الرضیح مختصر الوقایہ عبد الجمیل مدرس مدرسہ فتح پوری ؎

سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے فاطمہ نام ایک عورت ہمسایہ کی لڑکی سے نکاح کیا۔ مجیدہ زید کی پہلی بی بی کہتی ہے کہ میں نے اس لڑکی فاطمہ کو بعد ولادت بکر اپنے بڑے لڑکے کے غائبانہ دودھ پلا دیا تھا۔ اور صورت یہ ہے کہ بکر مجیدہ کے میکہ میں پیدا ہوا تھا یعنے اپنے نانہال میں اور مجیدہ بعد ولادت بکر کے جب زید کے گھر آئی تھی اس وقت فاطمہ چار پانچ برس کی تھی پھر فاطمہ اور مجیدہ بارہ برس تک ایک بستی میں رہے و باہم آمد و رفت رہی مگر مجیدہ نے کبھی نہ فاطمہ سے نہ اور کسی سے اس دودھ کا ذکر کیا اور نہ کوئی گواہ ہے بلکہ زید اور فاطمہ کی ماں وغیرہ ہمسایہ کی عورتیں اس دودھ سے انکار کرتی ہیں ؎

الجواب - سوال سے ظاہر ہوتا ہے کہ مجیدہ کا مکان دوسرے موضع میں ہے جہاں زید کا مکان ہے۔ اور جب مجیدہ زید کی بستی میں آئی تو اس وقت فاطمہ کا سن چار پانچ برس کا تھا تو ایام رضاعت باقی نہ رہے۔ پس قول مجیدہ صحیح ہو یا غلط ہر حال میں نکاح زید کا فاطمہ سے صحیح ہے اور درمیان ان دونوں کے حرمت رضاعت ثابت نہیں۔ اور اگر ایام رضاعت باقی ہوتے جو باختلاف مذاہب دو برس یا ڈھائی برس ہیں اور انہیں ایام کے اندر مجیدہ دودھ پلانے کو بیان کرتی تو البتہ زید کو چاہیئے تھا کہ فاطمہ کو چھوڑ دیتا۔ و اذ لیس فلیس دیکھو صحیح بخاری مطبوعہ احمدی صفحہ ۳۶۳ واللہ اعلم بالصواب ؎

سید محمد نذیر حسین

سوال - ہندہ نے حالت جوانی میں سلمہ کا دودھ پیا اب ہندہ کی لڑکی کا سلمہ کے بیٹے سے نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں بینوا توجروا ؎

الجواب - صورت مسئولہ میں ہندہ کی لڑکی کا نکاح سلمہ کے بیٹے سے ہو سکتا ہے اس واسطے کہ ہندہ نے سلمہ کا دودھ مدت رضاعت کے بعد پیا ہے اور مدت رضاعت کے بعد دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔ اور مدت رضاعت جمہور علما کے نزدیک دو برس ہے۔ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ڈھائی برس۔ حدیث متفق علیہ میں ہے انما الرضاعۃ من المجاعۃ۔ ترمذی اور حاکم نے ام سلمہ سے بسند صحیح روایت کیا ہے۔ قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا یحرم من الرضاع الا ما فتق الامعاء فی الثدی وکان قبل الفطام۔ اور دارقطنی و سعید بن منصور و بیہقی نے ابن عباس سے روایت کیا ہے

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا رضاع الا ماکان فی الحولین سبل السلام میں ہے۔ ذہب الجمہور من الصحابۃ والتابعین والفقہاء الی انہ لا یحرم من الرضاع الا ماکان فی الصغر فالجمہور قالوا مہما کان فی الحولین فان رضاعہ یحرم ولا یحرم ماکان بعدہما مستدلین بقولہ تعالے حولین کاملین الخ۔ ہدایہ میں ہے واذا مضت مدۃ الرضاع لم یتعلق بالرضاع تحریم انتہے۔ واللہ تعالے اعلم حررہ محمد عبد الحق ملتانی ۶ - رمضان ۱۳۱۴ھ ہجری۔

سید محمد نذیر حسین

سوال کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ زید اور بکر دو بھائی ہین۔ زید کی دو بیویان ہین ایک بیوی کے بطن سے تین لڑکیان ہوئین اور دوسری کے بطن سے ایک لڑکی ہے۔ اور دونون بیویون کی اولاد زید کے نطفے سے ہے۔ بکر کے دو لڑکے ہین بکر کے بڑے لڑکے نے زید کی اس بیوی کا دودھ ایک لڑکی کے ساتھ پیا جس کی تین لڑکیان ہین وہ تینون اس کی رضاعی بہنین ہوگئین۔ زید کی دوسری بیوی کی لڑکی سے بکر کے بڑے لڑکے کا نکاح جائز ہے یا نہین۔ صورت دیگر اگر بکر کے بڑے لڑکے کا نکاح زید کی دونون بیویون کی لڑکیون سے نہین ہو سکتا تو بکر کے چھوٹے لڑکے کا نکاح زید کی لڑکیون مین سے ایک سے ہو سکتا ہے یا نہین +

الجواب - ہو المصوب۔ واضح ہو کہ بکر کے بڑے لڑکے کا نکاح جس نے زید کی ایک بی بی کا دودھ پیا ہے زید کی کسی بی بی کی لڑکی سے جائز نہین ہے ہان بکر کے چھوٹے لڑکے کا نکاح زید کی دونون بی بی کی لڑکیون کے ساتھ جائز ہے زاد المعاد مین ہے۔ ولا یتعدی التحریم الی غیر المرضعۃ ممن ہو فی درجتہ من اخوتہ واخواتہ فیباح لاخیہ نکاح من ارضعت اخاہ وبناتہا وامہاتہا الخ واللہ اعلم بالصواب۔ عبد الرحیم اعظم گڈھی +

سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ ایک شخص کی دو لڑکیان ہین ایک بیاہی ہوئی دوسری کنواری دونون حقیقی بہنین ہین بڑی بہن بیاہی ہوئی اور صاحب اولاد ہے چھوٹی بہن کنواری نے اپنی بڑی بہن کا دودھ پیا ہے بوجہ بیماری اپنی والدہ کے۔ بڑی بہن جس کا دودھ چھوٹی بہن نے پیا تھا قضائے الٰہی سے فوت ہوگئی تو اب چھوٹی بہن جو کہ کنواری ہے جس نے بڑی بہن متوفیہ کا دودھ پیا ہے بڑی بہن متوفیہ کے شوہر سے نکاح کر سکتی ہے یا نہین بینوا توجروا +

الجواب - صورت مسئولہ مین چھوٹی بہن بڑی بہن متوفیہ کے شوہر سے نکاح نہین کر سکتی ہے کیونکہ جبکہ چھوٹی بہن نے بڑی بہن متوفیہ کا دودھ پیا ہے تو بڑی بہن چھوٹی بہن

کی رضاعی ماں ہوئی اور بڑی بہن کا شوہر چھوٹی بہن کا رضاعی باپ ہوا اور یہ قاعدہ شرعیہ ہے کہ جو نسب کے رشتہ سے حرام ہوتا ہے وہ رضاعت کے رشتہ سے بھی حرام ہوتا ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یحرم من الرضاعۃ ما یحرم من النسب رواہ الجماعۃ۔ امام نووی شرح صحیح مسلم میں لکھتے ہیں واما الرجل المنسوب ذلک اللبن الیہ لکونہ زوج المرأۃ او وطئھا بملک او شبہۃ فمذہبنا ومذہب العلماء کافۃ ثبوت حرمۃ الرضاع بینہ وبین الرضیع ویصیر ولدالہ واولاد الرجل اخوۃ الرضیع واخواتہ ویکون اخوۃ الرجل اعمام الرضیع واخواتہ عماتہ واولاد الرضیع اولاد الرجل انتہی واللہ تعالے اعلم حررہ السید ابو الحسن عفی عنہ۔ سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ اور مریم دونوں ایک جگہ رات کو سوئی تھیں۔ مریم کا یہ بیان ہے کہ نیند کی حالت میں ہندہ کا بیٹا جو ایام رضاعت میں تھا میرا دودھ پینے لگا جب میں نیند سے بیدار ہوئی اور جانا کہ زید ہے تب اسے پینے سے علیحدہ کیا بعدہ اس واقعہ کو چند مسماۃ سے بیان کیا وہ مسماۃ ناقل قول مریم ہیں لیکن کوئی شاہد چشم دید کا نہیں ہے بجز مریم کے۔ پس بعد انقضائے مدت دراز باوجودیکہ رضاعت ہندہ ومریم کو معلوم تھی لیکن اس رضاعت کو بوجہ خواب کے پایۂ اعتبار سے ساقط جانکر مریم نے اپنی لڑکی سکینہ کا زید سے نکاح کردیا۔ اب یہ استفسار ہے کہ صورت مذکورہ میں زید وسکینہ رضاعی بھائی بہن ہوئے یا کہ نہیں اور شہادت مریم کی ثبوت رضاعت کے لئے کافی ہوگی یا نہیں اور نکاح جائز ہوا یا نہیں اور صورت مسئولہ میں تفریق ہونا چاہئے یا نہیں موافق کتاب وسنت بیان فرمادیں کہ آثم کوئی نہ ہو۔ بینوا توجروا

الجواب۔ مطابق حدیث صحیح بخاری کے شہادت مریم کی ثبوت رضاعت کیلئے کافی ہوگی اور صورت مسئولہ میں تفریق ہونا چاہئے۔ عن عقبۃ بن الحارث انہ تزوج ام یحیی بنت ابی اہاب فجاءت امۃ سوداء فقالت قد ارضعتکما قال فذکرت ذلک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فاعرض عنی قال فتنحیت فذکرت ذلک لہ فقال وکیف وقد زعمت انہا قد ارضعتکما فنہاہ رواہ احمد والبخاری وفی روایۃ دعہا عنک رواہ الجماعۃ الا مسلما وابن ماجہ کذا فی المنتقی۔ قال فی سبل السلام تحت ہذا الحدیث الحدیث دلیل علی ان شہادۃ المرضعۃ وحدہا تقبل وبوب علی ذلک البخاری والیہ ذہب ابن عباس وجماعۃ من السلف واحمد بن حنبل وقال ابو عبید یجب علی الرجل المفارقۃ ولا یجب علی الحاکم الحکم بذلک وقال مالک انہ لا تقبل فی الرضاع الا امرأتان وذہب الہدویۃ والحنفیۃ الی ان الرضاع کغیرہ لا بد من شہادۃ رجلین او رجل وامرأتین ولا تکفی شہادۃ المرضعۃ لانہا تقرر فعلہا وقال الشافعی تقبل المرضعۃ مع ثلث نسوۃ بشرط ان لا تعرض بطلب اجرۃ قالوا وہذا الحدیث محمول

على الاستحباب والتحرز عن مظان الاشتباه وأجيب بان هذا خلاف الظاهر سيما وقد كرر السوال للنبي صلى الله عليه وسلم اربع مرات واجاب بقوله كيف وقد قيل وفي بعض الفاظه دعها عنك وفي رواية الدارقطني لا خير لك فيها ولو كان من باب الاحتياط لامره بالطلاق مع انه في جميع الروايات لم يذكر الطلاق فيكون هذا الحكم مخصوصا من عموم الشهادة المعتبر فيها العدد وقد اعتبر ثم ذلك في عورات النساء فقلتم يكفي بشهادة امرأة واحدة والعلة عندهم فيه انه قل ما يطلع الرجال على ذلك فالضرورة داعية الى اعتباره فكذا هنا انتهى- وقال في نيل الاوطار ولا يخفى ان النهي حقيقة في التحريم فلا يخرج عن معناه الحقيقي الا لقرينة صارفة والاستدلال على عدم قبول المرأة المرضعة بقوله تعالى واستشهدوا شهيدين من رجالكم لا يفيد شيئا لان الواجب بناء العام على الخاص ولا شك ان الحديث اخص مطلقا واما ما رواه ابو عبيد عن علي ابن عباس والمغيرة انهم امتنعوا من التفرقة بين الزوجين بذلك فقد تقرر ان اقوال بعض الصحابة ليست بحجة على فرض عدم معارضتها لما ثبت عنه صلى الله عليه وسلم كيف اذا عارضت ما هو كذلك و اما ما قيل من ان امره صلى الله عليه وسلم من باب الاحتياط فلا يخفى مخالفته لما هو الظاهر ولا سيما بعد ان كرر السوال اربع مرات كما في بعض الروايات والنبي صلى الله عليه وسلم يقول له في جميعها كيف وقد قيل وفي بعضها دعها عنك وفي بعضها لا خير لك فيها مع انه لم يثبت في رواية انه صلى الله عليه وسلم امره بالطلاق ولو كان ذلك من باب الاحتياط لامره به فالحق وجوب العمل بقول المرأة المرضعة حرة كانت او امة انتهى كلامه مختصرا- والله تعالى اعلم كتبه محمد عبد الرحمن المباركفوری عفا اللہ عنہ

سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زینب نے اپنے لڑکے کا جوٹھا دودھ اپنی ماموں زاد بہن کلثوم کو پلایا بعدہ زینب کے ہاں ایک لڑکا مسمی عمر پیدا ہوا اور کلثوم کے ہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی اب کلثوم کی لڑکی زینب کے چھوٹے بیٹے عمر کو مل سکتی ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب - صورت مسئولہ میں معلوم ہو کہ کلثوم کی لڑکی کا نکاح زینب کے چھوٹے بیٹے عمر سے جائز نہیں ہے کیونکہ عمر اور کلثوم دونوں رضاعی بھائی بہن ہیں پس کلثوم کی لڑکی عمر کی رضاعی بھانجی ہوئی اور رضاعی بھانجی سے نکاح حرام و ناجائز ہے۔ عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يحرم من الرضاعة ما يحرم من الولادة رواه مسلم۔ حررہ عبد الرحمن عفی عنہ۔

سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رضاعت کتنی مدت میں ثابت ہوتی ہے۔ (۲) اور زینب نے مریم کو دو برس چھ ماہ کے بعد اپنی چھاتی دودھ پلانے کی غرض سے

دی مگر دودھ کا مریم کے جوف میں جانا محتمل ہے۔ پس اس صورت میں زینب کے بھائی زید کا نکاح مریم سے جائز ہے یا نہیں (۳) اور دو برس چھ ماہ کی عمر میں اگر بالفرض مریم کے جوف میں دودھ گیا بھی تو کیا مانع جواز نکاح ہو سکتا ہے۔ ہمارے ائمہ ثلثہ کے مفتی بہ اقوال اور احادیث و قرآن و تفسیر کا کیا حکم ہے بینوا توجروا۔

الجواب۔ مفتی بہ قول کے موافق رضاعت دو برس کے اندر ثابت ہوتی ہے چنانچہ درمختار میں رضاع کی تعریف میں یوں مرقوم ہے۔ ہو مص من ثدی آدمیۃ فی وقت مخصوص ہو حولان و نصف عندہ وحولان فقط عندہما وہو الاصح فتح وبہ یفتی کما فی تصحیح القدوری انتہی مختصرا (۲ و ۳) صورت مذکورہ میں زینب کے بھائی زید کا نکاح مریم سے جائز ہے کیونکہ صورت مذکورہ میں مدت رضاعت کے اندر یعنی دو برس کے اندر مریم کا یقینی طور پر زینب کا دودھ پینا تو درکنار احتمالی طور پر پینا بھی ثابت نہیں ہے۔ حالانکہ حرمت جبھی ثابت ہوتی ہے کہ جب مدت رضاعت کے اندر یقینی طور پر دودھ کا پینا ثابت ہو۔ چنانچہ درمختار میں ہے ویثبت التحریم فی المدۃ فقط انتہی مختصرا و نیز درمختار میں ہے۔ ویثبت بہ وان قل ان علم وصولہ فی جوفہ من فمہ او انفہ لا غیر فلو التقم الحلمۃ ولم یدر ادخل اللبن فی الحلق ام لا لم یحرم انتہی مختصرا۔ اور اگر دو برس چھ ماہ کے بعد اگر بالفرض مریم کے جوف میں دودھ گیا بھی تو مانع جواز نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ مدت رضاعت کے بعد دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی ہدایہ صفحہ ۳۳۴ جلد ا میں ہے واذا مضت مدۃ الرضاع لم یتعلق بالرضاع تحریم لقولہ علیہ السلام لا رضاع[1] بعد الفصال انتہی حررہ ابو محمد عبد الحق اعظم گڈھی عفی عنہ۔

سید محمد نذیر حسین

[1] قولہ لا رضاع بعد الفصال قلت روی من حدیث علی ومن حدیث جابر فحدیث علی رواہ الطبرانی فی معجمہ الصغیر حدثنا محمد بن سلیمان الصوفی البغدادی بمصر سنۃ ثمانین ومائتین ثنا محمد بن عبید بن میمون التبان حدثنی ابی عن محمد بن جعفر بن ابی کثیر عن موسی بن عقبۃ عن ابان بن تغلب عن ابراہیم النخعی عن علقمۃ بن قیس عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا رضاع بعد فصال ولا یتم بعد حلم انتہی طریق آخر رواہ عبد الرزاق فی مصنفہ حدثنا معمر عن جویبر عن الضحاک بن مزاحم عن النزال بن سبرۃ عن علی رض عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا رضاع بعد الفصال انتہی ثم رواہ عن الثوری عن جویبر موقوفا قال العقیلی فی کتابہ وہو الصواب ورواہ ابن عدی فی الکامل من حدیث ایوب بن سوید عن الثوری بہ مرفوعا واعلہ بایوب ہذا ثم قال وہذا الحدیث رواہ عبد الرزاق مرۃ عن معمر فرفعہ ومرۃ عن الثوری فوقفہ انتہی واما حدیث جابر فرواہ ابو داؤد الطیالسی فی مسندہ حدثنا خارجۃ بن مصعب عن حرام بن عثمان عن ابنی جابر عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا رضاع بعد فصال ولا یتم بعد احتلام انتہی ورواہ ابن عدی فی الکامل واعلہ بحرام ونقل عن الشافعی وابن معین انہما قالا الروایۃ عن حرام حرام انتہی واعلم ان تمام الدلالۃ من الحدیث من قولہ تعالی وفصالہ فی عامین

كذا فی نصب الرایۃ ... ابو سعید محمد شرف الدین ... عفی عنہ

سوال- کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ مسماۃ شریفیہ نے جس کی گود مین ایک لڑکا زید دو برس سے زیادہ یعنی تین برس کا ہے) ایک لڑکی حمیدہ نام کو جس کی عمر دو برس سے کم ہے ایک وقت بعد انفطام کے دودھ پلایا اب سوال یہ ہے کہ زید اور حمیدہ کا نکاح آپس مین جائز ہے یا نہین اور ایک دفعہ دودھ پلانے سے رضاعت ثابت ہوتی ہے یا نہین بینوا توجروا +

الجواب- زید اور حمیدہ کا نکاح آپس مین جائز ہے اور ایک دفعہ دودھ پلانے سے حرمت رضاعت ثابت نہین ہوتی ہے بموجب حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لاتحرم المصۃ ولا المصتان اخرجہ احمد ومسلم واہل السنن وعنہا قالت کان فیما انزل من القران عشر رضعات معلومات یحرمن ثم نسخن بخمس رضعات فتوفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہن فیما یقرأ من القرآن رواہ مسلم۔ خلاصہ ترجمہ پہلی حدیث کا یہ ہے کہ ایک دفعہ اور دو دفعہ دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت نہین ہوتی اور دوسری حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ پہلے قرآن مجید مین دس رضعات سے حرمت رضاعت ثابت ہونیکا حکم نازل ہوا تھا پھر یہ حکم منسوخ ہوکر پانچ رضعات سے حرمت رضاعت ثابت ہونیکا حکم نازل ہوا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہی قول ہے اور اکثر فقہا کے نزدیک مطلق رضاع سے حرمت رضاعت ثابت ہوتی ہے قلیل ہو خواہ کثیر۔ قال فی المسوی ذہب الشافعی الی انہ لایثبت حکم الرضاع فی اقل من خمس رضعات متفرقات وذہب اکثر الفقہاء منہم مالک وابو حنیفۃ الی ان قلیل الرضاع وکثیرہ محرم۔ اکثر فقہا کا استدلال نصوص مطلقہ سے ہوا اور امام شافعی وغیرہ کا استدلال نصوص مقیدہ بخمس رضعات سی ہے اور مطلق کا مقید پر محمول کرنا قاعدہ مسلمہ ہے بناء علیہ مسلک امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا راجح ہے واللہ اعلم بالصواب حررہ علی محمد پنجابی عفی عنہ +

ہو الموفق- علامہ شوکانی اس مسئلہ کو مع مالہا وماعلیہا کے لکھکر آخر مین فرماتے ہین فالظاہر ما ذہب الیہ القائلون باعتبار الخمس یعنی ظاہر انہین لوگون کا قول ہے جو لوگ خمس رضعات کے قائل ہین ان کے نام نامی یہ ہین عبد اللہ بن مسعود رض عائشہ رض عبد اللہ بن زبیر رض عطا رحمۃ اللہ علیہ طاؤس رح سعید بن جبیر رح عروہ بن الزبیر رح لیث بن سعد رح شافعی رح احمد رح اسحق رح ابن حزم وجماعۃ من اہل العلم حضرت علی رض سے بھی یہی مذہب مروی ہے کذا فی النیل واللہ تعالے اعلم بالصواب -

حررہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ + سید محمد نذیر حسین

سوال- کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ ایک عورت کا دودھ دو تین ماشہ لیکر انہین دو تین رتی بارود ملا کر ایک طفل کے حلق مین ڈالدیا پس مطابق مذہب حنفی کے حرمت رضاعت ثابت ہوگی یا نہین بینوا توجروا +

الجواب - واضح ہو کہ کتب فقہ حنفی مانند ہدایہ اور درمختار اور عالمگیری وغیرہ میں مذکور ہے کہ حرمت رضاعت ثابت ہوتی ہے اُس دودھ سے جو کہ مخلوط ہو پانی کے ساتھ یا دوا کے ساتھ یا دوسری عورت کے دودھ کے ساتھ بشرطیکہ عورت کا دودھ غالب ہو پانی یا دوا پر - اسی طرح جب دو عورتوں کا دودھ برابر مخلوط ہو تو دونوں عورتوں کی تحریم ثابت ہو گی بسبب عدم ترجیح کے - و مخلوط بماء او دواء او لبن امرأة وكذا اذا استويا اجماعا لعدم الاولوية جوهرة كذا في تنوير الابصار والدر المختار - وان خلط بالدواء واللبن غالب تعلق به التحريم لان اللبن بقي مقصودا فيه اذ الدواء للتقوية على الوصول كذا في الهداية وغيرها من كتب الفقه - پس صورت مسئولہ میں مطابق مذہب حنفی کے حرمت رضاعت ثابت ہو گی کیونکہ دودھ غالب ہے اور جو دو تین رتی باروت اس میں ملائی گئی ہے وہ مغلوب ہے اور واضح ہو کہ حنفی مذہب میں ایک قطرہ دودھ کے اندر حلق کے جانے سے بھی ثابت ہوتی ہے لیکن حدیث صحیح مسلم وغیرہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک مصہ اور دو مصہ سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی پس مطابق حدیث صحیح مسلم وغیرہ کے صورت مسئولہ میں دو تین ماشہ دودھ کے حلق میں جانے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہو گی - واللہ اعلم بالصواب حررہ السید محمد نذیر حسین عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کی دو زوجہ ہیں زینب اور ہندہ - زینب سے ایک لڑکا عمرو پیدا ہوا اور دو لڑکیاں شافیہ اور کافیہ پیدا ہوئیں زید کے لڑکے عمرو سے ایک فرزند خالد پیدا ہوا اور دختر زید شافیہ کے ایک فرزند ولید پیدا ہوا اور کافیہ دختر ثانی زید کے ایک دختر مسماۃ صغرےٰ پیدا ہوئی - صغریٰ نے ایام رضاعت میں ہندہ زوجہ دوم زید کا دودھ پیا درین صورت مسماۃ صغریٰ سے کہ نواسی زید کی ہے ساتھ خالد کے کہ پوتا ہے زید کا یا ساتھ ولید کے کہ نواسا ہے زید کا نکاح درست ہے یا نہیں بینوا بالحدیث والقرآن یاجرکم الرحمٰن -

الجواب - صورت مذکورہ میں نکاح جائز نہیں ہے بشرطیکہ دودھ ہندہ کا زید سے ہو کیونکہ مسماۃ صغرےٰ جو کہ نواسی زید کی ہے بہ سبب دودھ پینے ہندہ زوجہ دوم زید کے زید کی رضاعی بیٹی ہوئی اور خالد جو کہ پوتا زید کا ہے اور ولید جو کہ نواسا زید کا ہے زید کے فروع میں سے ہیں اور اصول و فروع باپ رضاعی کے رضیع پر حرام ہیں چنانچہ فتاوی عالمگیریہ میں ہے - يحرم على الرضيع ابواه من الرضاع واصولهما وفروعهما من النسب والرضاع جميعا انتهى - اور نیز اس وجہ سے کہ صورت مرقومہ میں مسماۃ صغریٰ خالد کی جو کہ پوتا زید کا ہے رضاعی پھوپھی ہوئی اور ولید کی جو کہ نواسا زید کا ہے رضاعی خالہ ہوئی اور پھوپھی اور خالہ جیسا کہ نسبی حرام ہیں اسی طرح رضاعی بھی حرام ہیں چنانچہ عائشہؓ سے مروی ہے قالت قال

آخر کا اوراق الرحمٰن غلطی لمن

رسول اللہ صلعم یحرم من الرضاعۃ ما یحرم من الولادۃ رواہ البخاری۔ اور ہدایہ مین ہے ویحرم من الرضاع ما یحرم من النسب الخ اور شرح وقایہ مین ہے فیحرم منہ ما یحرم من النسب الخ۔ اور اگر دودھ ہندہ مذکورہ کا زید مذکور سے نہ ہو تو اس تقدیر مین نکاح مذکور جائز ہے چنانچہ فتاوی عالمگیری مین ہے۔ رجل تزوج امرأۃ لم تلد منہ قط ثم نزل لہا لبن فارضعت صبیا کان الرضاع من المرأۃ دون زوجہا حتی لا یحرم علی الصبی اولاد ہذا الرجل من غیر ہذہ المرأۃ انتہے واللہ اعلم +

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ زید نے ہندہ سے نکاح کیا اور ہندہ کو مسماۃ خالدہ نے دودھ پلایا ہے اور اسی مسماۃ خالدہ نے زید کو بھی جبکہ وہ بچہ تھا دودھ پلایا تھا۔ چنانچہ زید نے خود دودھ پینے کا اقرار کیا ہے اور نیز شیر دہندہ اور اس کی اولاد نے بھی اظہار کیا پس باہم زید و ہندہ کے رضاعت ثابت ہوئی یا نہین و نیز زید کو مہر دینا پڑیگا یا نہین بینوا توجروا +

الجواب۔ جب زید نے دودھ پینے کا خود اقرار کیا ہے اور نیز شیر دہندہ اور اس کی اولاد نے بھی اظہار کیا تو بے شک و شبہ رضاعت باہم زید و ہندہ کے ثابت و متحقق ہوئی کیونکہ صحت اقرار مقر کا قرآن مجید و حدیث و اجماع امت سے ثابت ہے۔ قال اللہ تعالے کونوا قوامین بالقسط شہداء للہ ولو علی انفسکم فالمراد بہ الاقرار جیسا کہ کتب تفاسیر و فقہ مین تصریحا مذکور ہے فان العاقل لا یقر علی نفسہ کاذبا فیما فیہ ضرر علی نفسہ حتی اوجبوا الحد والقصاص باقرارہ فترجحت جہۃ الصدق فی حق نفسہ لعدم التہمۃ وکمال العقل ہکذا فی کتب الشریعۃ۔ اور کل مہر مسمی بعد وطی اور صحبت کے زید مقر پر واجب ہوگا۔ اور قبل وطی کے کچھ بھی نہین۔ واللہ اعلم بالصواب +

سید محمد نذیر حسین

مسئلہ دودھ ہندہ کا اگر محمود کے باپ سے ہے یعنی اس کے باپ کی منکوحہ ہے تو نکاح لڑکی رضیعہ کا محمود سے جائز نہین کیونکہ اس صورت مین وہ لڑکی محمود کی رضاعی بہن ہوئی اور رضاعی عام ہے کہ سگی ہو یا سوتیلی اور اس کی حرمت آیت اخواتکم من الرضاعۃ سے ثابت ہوتی ہے اور جو دودھ ہندہ کا محمود کے باپ سے نہین بلکہ اور شوہر سے ہو تو لڑکی رضیعہ کا نکاح محمود سے جائز ہے کیونکہ اس صورت مین کوئی سبب حرمت کا اس مین نہین پایا جاتا اس لئے کہ محمود از جانب شیر دہ مین داخل نہین کہ نکاح دونوں مین ناجائز ہو واللہ اعلم بالصواب +

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ ماقولکم رحمکم اللہ درین مسئلہ کہ نکاح پسر مرضعہ غیر مشارک رضیع با بنت رضیع جائز است یا نہ۔ بینوا توجروا +

الجواب نکاح مذکور حرام و ناجائز است شرعاً زیراکہ ہمہ پسران و دختران مرضعہ برادران و خواہران رضیع شدند بحکم رضاعت پس دختر رضیع برادرزادی ہمہ پسران مرضعہ گردید چہ از شیرده ہمہ خویش شوند بہ نسبت رضیع و اولاد رضیع و برظاہر است کہ دختر برادر نسبی حرام است از نص قرآنی و ہمچنین دختر رضیع برہمہ پسران مرضعہ حرام خواہد بود بدلیل حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رض قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یحرم من الرضاعۃ ما یحرم من الولادۃ کما رواہ احمد والشیخان وغیرہما من اصحاب الصحاح الستۃ لانہ احال ما یحرم من الرضاع علی ما یحرم من النسب و ما یحرم بالنسب وہو ما تعلق بہ خطاب تحریمہ وقد تعلق بما عبر عنہ بلفظ الامہات والبنات واخواتکم وعماتکم وخالاتکم وبنات الاخ وبنات الاخت فما کان من مسمی ہذہ الالفاظ متحققا فی الرضاع حرم فیہ قال فی شرح السنۃ فی الحدیث دلیل علی ان حرمۃ الرضاع کحرمۃ النسب فی المناکح واذا ارضعت المرأۃ رضیعا یحرم علی الرضیع واولادہ من اقارب المرضعۃ کل من یحرم علی ولدہا من النسب انتہی ما فی المرقات شرح المشکوۃ للملا علی القاری وکذا فی الطیبی شرح المشکوۃ ومثل ہذا فی الملخص المطبوع والمکتوب وغیرہ من کتب الحدیث والفقہ۔ وقبل ازین برفتوی مولوی عالم علی صاحب کہ در حلت آن نوشتہ بودند براعتماد ایشان بنظر سرسری مہر من کردہ شد بعد ارسال آن فتوی غلطی فاحش آن واضح گردید یعنی حرمت آن از دیگر کتب شریعت بوضوح پیوست پس از ان فتوی رجوع واجب شد لان الحق احق بالاتباع ربنا لا تواخذنا ان نسینا او اخطانا واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب +

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ بعض مولویوں نے لکھا ہے کہ بنت رضیع ابنائے مرضعہ پر حلال ہے سو یہ لکھنا بعض مولویوں کا صحیح ہے یا غلط +

الجواب۔ بعض مولویوں کا یہ لکھنا غلط ہے۔ بنت رضیع ابنائے مرضعہ پر حلال نہیں ہے بلکہ حرام ہے بدلیل حدیث یحرم من الرضاعۃ ما یحرم من الولادۃ رواہ البخاری وغیرہ۔ ورعلاء عابد سندی ثم المدنی نے طوالع الانوار حاشیۃ الدر المختار معروف بہ حاشیۃ المدنی میں اس صورت مسئولہ کے حرام ہونے کی صاف تصریح کردی ہے جیساکہ غایۃ الاوطار سے واضح ہے۔

وتحل اخت اخیہ رضاعا یصح اتصالہ بالمضاف کان یکون لہ اخ نسبی لہ اخت رضاعیۃ وبالمضاف الیہ کان یکون لاخیہ رضاعا اخت نسبا وبہما وہو ظاہر در مختار۔ اور حلال ہے اپنے بھائی کی بہن باعتبار رضاعت کے صحیح ہے اتصال رضاعت کا مضاف سے جس طرح کہ اس کے نسبی بھائی کی رضاعی بہن ہو اور صحیح ہے کہ مضاف الیہ سے متصل ہو جس طرح کہ اس کے رضاعی بھائی کی نسبی بہن ہو اور یہ بھی صحیح ہے کہ مضاف اور مضاف الیہ دونوں سے متصل ہو اور وہ ظاہر

ہے یعنی رضاعی بھائی کی رضاعی بہن ہو لیکن رضاعی بھائی کی بیٹی حرام ہے مثل نسب انتہی ما فی غایۃ الاوطار حاشیۃ الدر المختار۔ اور واضح ہو کہ حدیث مذکور سے علما نے چند صورتین مستثنیٰ کی ہین مگر صورت مسئولہ کو کسی نے استثنا نہین کیا ہے اس سئیے صورت مسئولہ کی حرمت ظاہر ہوتی ہے اگر یہ صورت مسئولہ حلال ہوتی تو ضرور اس کو بھی حدیث مذکور سے استثنا کرتے واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ۔ سید محمد نذیر حسین

سوال۔ ایک شخص زوجہ اپنی سے ہم خلوت تھا اور غلیان شہوت سے بوقت مجامعت کے زوجہ اپنی سے مساس کرتے ہوئے پستان منہ مین لے گیا اور زوجہ اس کی طفل یکسالہ کو دودھ پلاتی تھی اس شخص کے حلق کے اندر یکبار یا کہ دوبار دودھ چلا گیا آیا وہ شخص زوجہ اپنی کا فرزند رضاعی ہو گیا یا کہ شوہر رہا۔ اور اس فعل کے باعث سے زوجہ اس کے نکاح مین داخل رہی یا کہ نہین رہی۔ سوال دیگر یہ کہ مدت رضاعت کی آیا خوردسالی مین ہے یا کہ جوانی مین بھی ہو گی۔ اور عورت کا دودھ اگر کسی زخم مین یا کہ ذکر کے سوراخ مین یا کان مین بجہت کہنے طبیب کے ڈالا جائے تو اسکا کیا حکم ہے بینوا توجروا +

الجواب۔ وہ شخص اپنی زوجہ کے دودھ پینے کیوجہ سے اپنی زوجہ کا فرزند رضاعی نہین ہو گیا بلکہ وہ علی حالہ شوہر رہا اور اس کی زوجہ اس کے نکاح مین داخل رہی اس وجہ سے کہ مدت رضاعت مین دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت ہوتی ہے اور بعد مدت کے ثابت نہین ہوتی اور مدت رضاعت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ڈھائی برس ہے اور صاحبین رح اور جمہور علما کے نزدیک دو برس ہے اور کسی زخم یا سوراخ ذکر یا کان مین عورت کا دودھ ڈالنے سے حرمت رضاعت ثابت نہین ہوتی واللہ اعلم بالصواب حررہ السید شریف حسین عفی عنہ +

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ ایک عورت نے اپنے چچا کی بیٹی کو دودھ پلایا۔ اور اس کی ساس نے اپنے نواسہ کو دودھ پلایا تو اس پلانیوالی کا شوہر اور دودھ پینے والا لڑکا کہ پیشتر یا سوا بھیا تھے گئے اب دودھ شریک بھائی ہوئے تو یہ لڑکی بھتیجی اور وہ لڑکا دودھ کے رشتہ سے چچا ہو گیا اب اس لڑکے کا ایک اور حقیقی بھائی جو ہے اس سے بھی اس لڑکی کا نکاح جائز ہے یا نہین بینوا توجروا +

الجواب۔ صورت مسئول عنہا مین اس لڑکے کے بھائی سے نکاح اس لڑکی کا بیشک درست اور روا ہے شرعا ہدایہ مین ہے۔ یجوز ان یتزوج الرجل باخت اخیہ رضاعا وکذا فی غیرہا من کتب الفقہ۔

سید محمد نذیر حسین

کتاب المحرمات

سوال - چہ می فرمایند علمائے دین درین صورت کہ زید کے ایک بیٹا ہے اور اس کی زوجۂ اولیٰ جس کے بطن سے وہ بیٹا ہے فوت ہوگئی پھر زید نے اپنا نکاح دوسرا و نیز اپنے بیٹے کا دو بہنوں سے کیا۔ ایک بہن کلان کا اپنے ساتھ اور دوسری بہن خرد کا اپنے بیٹے کے ساتھ۔ بعد چندے زید نے بقضائے الٰہی وفات پائی اور زوجہ بیٹے کی پہلے انتقال کر چکی تھی پس اب اُس لڑکے کا نکاح اس بہن کلان منکوحہ زید سے جو بیوہ ہوگئی ہے جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب - زید کی منکوحہ سے اسکے لڑکے کا نکاح حرام ہے قال اللہ تعالے ولا تنکحوا ما نکح آباؤکم من النساء۔ اور ایسا ہی تمام کتب احادیث و فقہ میں مذکور ہے کسی کا حرمت میں اختلاف نہیں جیسا کہ ماہر کتب پر مخفی نہیں۔ اگر سائل ترجمہ قرآن مجید کو بھی ملاحظہ کر لیتا تو معلوم ہو جاتا واللہ اعلم بالصواب کتبہ تلطف حسین۔

سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عمرو کا نکاح اس کی ماں کی ممیری بہن سے درست ہے یا نہیں (۲) عمات میں حقیقی پھوپھی و دادا پردادا کی بہن علی سبیل مراتب حرام ہیں اس کے علاوہ حقیقی چچیرے دادا کی لڑکیاں علی سبیل مراتب یعنی چچیری پھوپھیاں تمام داخل محرمات ہیں یا کسی درجہ پر کسی سے نکاح جائز ہے علی ہذا القیاس خلیری ممیری اوپر درجہ تک پھوپھیاں داخل محرمات ہیں یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب - صورت مسئولہ میں معلوم ہو کہ عمرو کا نکاح اس کی ماں کی ممیری بہن سے درست ہے اسی طرح چچیری پھوپھیاں خواہ کسی درجہ کی ہوں کل حلال ہیں، ور داخل محرمات نہیں ہیں نکاح اُن سے درست ہے و علے ہذا القیاس خلیری ممیری پھوپھیاں بھی داخل محرمات نہیں ہیں نکاح ان سے جائز ہے خواہ کسی درجہ کی ہوں۔ اور وجہ ان سبھوں سے حلال ہونے کی یہ ہے کہ جتنی عورتیں اللہ تعالے نے حرام کی ہیں ان میں یہ سب داخل نہیں ہیں بلکہ ان کے علاوہ ہیں قال اللہ تعالے واحل لکم ما وراء ذلکم

حررہ علی احمد عفی عنہ۔ سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ ایک بیوہ عورت نے جس کی اولاد اپنے شوہر متوفی سے موجود ہے ایک ایسے مرد سے نکاح کیا کہ جس کی اولاد اپنی پہلی بیوی فوت شدہ سے موجود ہے تو اب سوال یہ ہے کہ بعد نکاح مرد عورت مذکورین کے ان ہر دو اولاد مذکورہ کا باہم نکاح ہو سکتا ہے یا نہین یعنی اگر مرد کی پہلی بیوی سے لڑکا ہے اور عورت کے پہلے شوہر سے لڑکی ہے تو ان دونون کا نکاح بعد نکاح مرد عورت مذکورہ کے عند الشرع جائز ہے یا نہین بینوا توجروا +

الجواب - صورت مرقومہ مین معلوم ہو کہ ان دونون لڑکا لڑکی کا باہم عقد نکاح کرنا صحیح و درست ہے کچھ قباحت نہین خواہ مرد عورت کے نکاح کے بعد ہو یا نکاح سے پہلے واما بنت زوجۃ ابیہ او ابنہ حلال کذا فی الدر المختار قال البحر الرملی ولا تحرم بنت زوج الام ولا امہ ولا ام زوجۃ الاب ولا بنتہا انتہی کذا فی الرد المختار حاشیۃ الدر المختار فقط حررہ محمد یعقوب عفی عنہ +

سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ ایک لڑکی نطفہ حرام سے ہے اگر کوئی شخص اس لڑکی سے نکاح کرنا چاہے تو عند الشرع کوئی ممانعت و قباحت ہے یا نہین - سوال دیگر زید نے یکے بعد دیگرے دو بہنون سے نکاح کیا اخیر بیوی یعنی پہلی زوجہ کی بہن کی اولاد سے نکاح جائز ہے یا نہین - یہ دونون بہنین یعنی زید کی زوجین زندہ ہین بینوا توجروا +

الجواب - صورت مرقومہ مین معلوم ہو کہ اس لڑکی سے نکاح شرعاً جائز ہے اس واسطے کہ وہ لڑکی بے قصور ہے اگر قصور ہے تو زانین کا ہے مگر یہ نکاح متقی و پرہیزگار کو لائق و زیب نہین واسطے عبرت کے - دوسرے سوال کی ظاہر عبارت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دونون بہنون کو نکاح مین جمع کیا ہے یعنی پہلی بہن کو نکاح مین رکھ کر دوسری بہن سے نکاح کیا ہے اگر درحقیقت ایسا ہی کیا ہے تو دوسرا نکاح ناجائز و حرام صریح ہے لقولہ تعالے :- وان تجمعوا بین الاختین الا ما قد سلف - اب سائل جو تیسرے نکاح کے بارہ مین یعنی پہلی زوجہ کی بھانجی سے نکاح کرنے کا سوال کرتا ہے سو یہ نکاح بھی حرام ہے - عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یجمع بین المرأۃ وعمتہا ولا بین المرأۃ وخالتہا متفق علیہ واللہ تعالے اعلم +

سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ زید سے ایک بیوہ عورت نے عاشق ہو کر بذریعہ خط و کتابت یہ کہا کہ مین تمہاری لونڈی ہون تم مجھ سے نکاح کر لو ورنہ مین مر جاؤن گی تب زید نے اس عورت کو اس قسم کی فریفتہ حال دیکھ کر اپنی چار بیویان موجود ہوتے ہوئے

اُس عورت سے نکاح کر لیا تاکہ دنیوی مقدمہ وغیرہ نہ ہو۔ اب شرع شریف مین ایسا نکاح کرنا اور ایسا حیلہ کرنا اور ایسی لونڈی بنانا اور ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنی اور اس کے ساتھ کھانا پینا جائز ہے یا نہ۔ بینوا توجروا۔

الجواب۔ یہ نکاح اصلا منعقد نہین ہوا کیونکہ چار بیویون کی موجودگی مین پانچوین بیوی کرنا حرام ہے صحیح بخاری مین ہے باب لا یتزوج اکثر من اربع لقولہ تعالی مثنی وثلث ورباع وقال علی بن الحسین یعنی مثنی او ثلث او رباع انتھی۔ مشکوٰۃ شریف مین ہے۔ عن ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ ان غیلان بن سلمۃ الثقفی اسلم ولہ عشرۃ نسوۃ فی الجاہلیۃ فاسلمن معہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم امسک اربعا وفارق سائرھن رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ وعن نوفل بن معاویۃ قال اسلمت وتحتی خمس نسوۃ فسالت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال فارق واحدۃ وامسک اربعا فعمدت الی اقدمھن صحبۃ عندی عاقر منذ ستین سنۃ ففارقتھا رواہ فی شرح السنۃ۔ آیہ کریمہ اور ان دونون حدیثون سے معلوم ہوا کہ چار بیویون کی موجودگی مین پانچوین سے نکاح کرحرام وناجائز ہے پس صورت مسئولہ مین زید کا ایسا نکاح کرنا اور ایسا حیلہ کرنا سراسر حرام وناجائز ہے جبتک اس عورت کو نہ چھوڑے اور اس فعل شنیع سے توبہ نہ کرے تب تک وہ زانی وفاسق وفاجر ہے ایسے فاسق کو نماز مین امام بنانے اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے اور اسکے ساتھ کھانے پینے سے احتراز چاہیئے حررہ عبد العزیز المرشد آبادی عفی عنہ۔

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ چہ میفرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین اندرین مسئلہ کہ شخصے سنی المذہب بازنے عقد کرد وبلا طلاق زوجہ اولے عقد ثانی با ہمشیرہ حقیقی زوجہ اولے خود کرد اندرین صورت عقد ثانی باطل خواہد شد یا عقد اولے یا ہردو۔ وہردو زوجگان مذکور یا احدے از اوشان مستحق ترکہ شوہر متوفی خود خواہند شد یا نہ فقط۔

الجواب۔ درصورت مذکورہ عقد اول صحیح است وعقد ثانی باطل است چنانچہ در تفسیر خازن تحت قولہ تعالے وان تجمعوا بین الاختین مرقوم است فلو تزوج احدی الاختین ثم تزوج الاخری بعدہا فنھنا الحکم ببطلان نکاح الثانیۃ۔ ازین عبارت ہویدا گردید کہ عقد ثانی شرعا باطل وناروا است لہذا زوجہ اولے مستحق ترکہ شوہر خود خواہد شد وزوجہ ثانی از ترکہ محروم خواہد ماند زیراکہ سبب ارث عقد بود وچون عقد منتفی گردید وراثت ہم منتفی خواہد شد ہذا حکم الکتاب واللہ اعلم بالصواب حررہ حمید الرحمن الغفیر آبادی۔

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے اس مسئلہ مین کہ زید کی ایک عورت سے دختر پیدا ہوئی جس کا نام (ہندہ) ہے اب عورت زید کی مرگئی جس کے شکم سے وہ دختر ہندہ موجود ہے پس زید نے

اپنی دختر ہندہ کے بدلے میں دوسرے شخص بکر کی ہمشیرہ سے نکاح اپنا کرلیا اور اپنی دختر ہندہ کا نکاح ہمراہ بکر کے کردیا جو زید کا وہ بکر سالہ لگا۔ اور زید کی دختر ہندہ بکر کی سوتیلی بھانجی لگی۔ اس لئے اب مسئلہ دریافت طلب یہ ہے کہ بکر کا نکاح ہمراہ مسماۃ ہندہ کے جو اس کی سوتیلی بھانجی لگی شرع میں درست ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب۔ واضح ہو کہ نکاح زید کا ہمشیرہ بکر سے اور نکاح بکر کا دختر زید سے اگر بعوض دین مہر ہوا ہے تو شرعاً جائز ہے اور اگر بغیر دین مہر ہوا ہے تو جائز نہیں الا عند ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ علیہ۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔ العبد عبد الرحیم عفی عنہ۔

سید محمد نذیر حسین

ہو الموفق جواب صحیح ہے اور صورت مسئولہ میں زید کی دختر ہندہ جو بکر کی سوتیلی بھانجی لگی (یعنی چونکہ زید کی زوجہ ثانیہ بکر کی ہمشیرہ ہے اور زید کی زوجہ اولی کی دختر ہندہ ہے تو اس معنی میں ہندہ بکر کی بھانجی لگی) سو اس کا کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ وہ درحقیقت بکر کی بھانجی نہیں ہے۔

کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ۔

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت صاحب اولاد ہو خاوند زندہ ہو بغیر طلاق دوسرے بھائی کے ہمراہ عقد ہو سکتا ہے یا کہ نہیں اور اس نکاح سے حمل جو ہوگیا ہو اس کو ولد الزنا کہا جاویگا یا نہیں۔ اور جو مجنون حلال حرام پہچان سکتا ہو یا کہ آنہ دو آنہ کی چیز خرید کرکے لا سکتا ہو اس کی عورت کے ہمراہ بغیر طلاق حاصل کئے نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب۔ خاوند زندہ ہو اور اس نے اپنی عورت کو طلاق نہ دی ہو اور نہ اس کی عورت کو کسی وجہ سے فسخ نکاح کا اختیار حاصل ہوا ہو تو اس کی عورت منکوحہ غیر مطلقہ سے نکاح نہیں ہو سکتا ہے اور اگر کوئی کرے گا تو وہ نکاح حرام و باطل ہوگا اور اس حرام و باطل نکاح سے جو اولاد ہوگی وہ بلاشبہ ولد الزنا ہوگی۔ اور جس عورت کا شوہر مجنون ہو اور اسکے مجنون ہونیکی وجہ سے اس عورت کا ضرر ہو اور وہ عورت بسبب اپنے ضرر کے اس کے ساتھ نہ رہنا چاہتی ہو تو ایسی صورت میں عورت کو اپنے نکاح کے فسخ کا اختیار حاصل ہے اپنا نکاح فسخ کرکے بغیر طلاق کے اپنا دوسرا نکاح کر سکتی ہے مؤطا امام محمد میں ہے۔ اخبرنا مالک اخبرنا یحیی عن سعید ابن المسیب انہ قال ایما رجل تزوج امراۃ وبہ جنون او ضرر فانہا تخیر ان شاءت قرت وان شاءت فارقت قال محمد اذا کان امر الا یحتمل خیرت فان شاءت قرت وان شاءت فارقت والا لا خیار لہا الا فی العنین والمجبوب انتہی۔ قال فی نیل الاوطار وقد ذہب جمہور اہل العلم من الصحابۃ فمن بعدہم

الی انه لفسخ النکاح بالعیوب وان اختلفوا فی تفاصیل ذلک الخ ۔ کتبہ محمد عبدالرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ ۔ ایسی صورت میں وہ عورت بذریعہ حاکم یا پنچ کے فسخ کرائے ۔ سید محمد نذیر حسین

سوال ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اپنی ماں کی چچیری بہن سے نکاح کرے تو عند الشرع جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا ۔

الجواب ۔ جائز ہے کیونکہ جن عورتوں کی حرمت قرآن مجید و حدیث شریف سے ثابت ہوتی ہے ماں کی چچیری بہن سے نکاح کرنا جائز ہے واللہ تعالیٰ اعلم حررہ السید ابو الحسن عفی عنہ ۔ الجواب صحیح خلیل الرحمن ۔ الجواب صحیح عبدالرحمن عفی عنہ ۔

سید محمد نذیر حسین

سوال ۔ دو شخص حنفی المذہب ہیں ایک ان دونوں میں سے نقشبندی المشرب پابند صوم و صلوۃ و قرآن خوان ہے ولیکن تصور شیخ میں مبتلا ہے اور دوسرا نماز کبھی نہیں پڑھتا ہے لیکن یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ کا وظیفہ کرتا ہے اور ان دونوں کی عورتوں سے ایک مولوی نے کہا کہ تمہارے خاوند مشرک ہیں اس لئے تمہارا نکاح کوئی نہیں رہا کیونکہ تم دونوں دیندار اور موحدہ ہو اور وہ مشرک ہیں لہذا وہ دونوں مفرور ہو کر یہاں سے بارادہ حج دہلی گئیں پھر انہوں نے اپنی والدہ کی طرف تحریر کیا ہے کہ ہم فلاں مولوی کے ہاں سکونت پذیر ہو گئی ہیں اور ہم نے نکاح کر لیا ہے اور ایک مخبر معتبر نے جو ان کو دہلی میں بچشم خود دیکھ کر یہاں آیا ہے یقینی خبر دیتا ہے کہ دونوں نے نکاح کر لیا ہے لہذا ان دونوں میں سے ایک کی والدہ شریفہ عاجزہ مصیبت زدہ مستفتی ہے کہ آیا یہ نکاح جو مولوی نے کر لیا ہے باوجودیکہ شوہر موجود ہیں اور شوہروں نے طلاق بھی نہیں دی ہے شرع شریف میں جائز ہوا یا ناجائز و زنا ۔ بینوا توجروا ۔

الجواب ۔ ماہران شریعت پر مخفی نہیں کہ صورت ہذا میں نکاح کرنا ایسی عورتوں سے باطل و حرام ہے اور ناکح اور منکوحہ دونوں زنا کار ہیں اور دونوں عورتوں سے کسی مسلمان کا نکاح کرنا حلال نہیں جبتک ان کے شوہران اول طلاق نہ دیں تفسیر جلالین میں ہے ۔ (والمحصنت) ای ذوات الازواج (من النساء) ان تنکحوہن قبل مفارقۃ ازواجہن حرائر مسلمات کن اولا (الا ما ملکت ایمانکم) بالسبی فلکم وطؤہن انتہی ۔ مشکوۃ شریف میں ہے ۔ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امرت ان اقاتل الناس حتی یشہدوا ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ ویقیموا الصلوۃ ویوتوا الزکوۃ فاذا فعلوا ذلک عصموا منی دماہم واموالہم الا بحق الاسلام وحسابہم علی اللہ متفق علیہ الا مسلم لم یذکر الا بحق الاسلام وعن انس انہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی صلوتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذلک المسلم الذی لہ ذمۃ اللہ وذمۃ رسولہ فلا تخفروا اللہ فی ذمتہ رواہ البخاری

م اور ان عورتوں سے ملاپ کرنا ۔۔۔ [illegible]

مرقاۃ شرح مشکوۃ میں ہے۔ قولہ فلا تخفروا اللہ فی ذمتہ ای من الاخفار ای لا تخونوا اللہ فی عہدہ ولا تتعرضوا فی حقہ من مالہ ودمہ وعرضہ انتہی۔ شریفیہ میں ہے۔ بخلاف اہل الاہواء فانہم معترفون بالانبیاء والکتب ویختلفون فی تاویل الکتاب والسنۃ وہو لا یوجب اختلاف الملۃ انتہی واللہ اعلم بالصواب ✤

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ چہ می فرمایند علمائے دین کہ مثلاً زید از ہندہ نکاح کرد پس درین صورت دختر ہندہ کہ از زوج دیگر است بہ پسر زید کہ از زوجہ دیگر است درست میشود یا نہ بینوا توجروا ✤

الجواب۔ درست است زیرا کہ حرمت در نکاح یا بسبب نسب است یا بسبب مصاہرت یا بسبب رضاعت و این صورت مذکورہ از این صور ثلثہ بیرون است و پسر زید و دختر ہندہ محض اجنبی اند چنانکہ زید بہ نسبت ہندہ اجنبی بود پس درینہا نکاح کردن درست است چہ نکاح زید با ہندہ موجب حرمت نکاح بجہت مصاہرت ہرگز نمی شود و در صور موانع نکاح این صورت اصلاً داخل نیست چنانکہ کتب فقہ بران دلالت دارند واللہ اعلم بالصواب وعندہ ام الکتاب الراقم سید محمد نذیر حسین عفی عنہ۔

سید محمد نذیر حسین	ہو الخالق ۱۲۵۶	محمد قطب الدین	فقیر احمد سعید احمدی

الجواب صحیح الراقم العبد المستکین محمد صدر الدین عفی عنہ ✤

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی ماں یعنی فاطمہ ہندہ کے پہلے شوہر کے نکاح میں تھی اب وہ شوہر مر گیا بعد چندے کے پھر زید نے ہندہ مذکورہ سے اپنا نکاح کر لیا یہ عقد صحیح ہوا یا نہیں بینوا توجروا ✤

الجواب۔ درصورت مرقومہ معلوم کرنا چاہئے کہ درمیان زید و شوہر اول ہندہ کے رشتہ حقیقی پایا نہیں جاتا بلکہ شوہر مذکور زید کا سوتیلا باپ ہوا اس لئے کہ ماں زید کی اس کے نکاح میں تھی وعلی ہذا القیاس زید کا ہندہ سے بھی کچھ رشتہ نہیں وہ دونوں باہم اجنبی ہیں پس بحکم آیۃ احل لکم ما وراء ذلکم کے نکاح کر لینا زید کا ہندہ سے درست و صحیح ہے واللہ اعلم بالصواب حررہ سید شریف حسین عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

ہو الموفق۔ سوال سے ظاہر یہی ہوتا ہے کہ زید اپنی ماں فاطمہ کے پہلے شوہر کے نطفہ سے نہیں ہے اور اسی بنا پر یہ جواب لکھا گیا ہے اور اگر اسی کے نطفہ سے ہے تو اس تقدیر پر زید کا ہندہ سے نکاح کرنا صحیح نہ ہوگا کیونکہ اس صورت میں ہندہ زید کے باپ کی منکوحہ ہوئی اور باپ کی منکوحہ سے نکاح جائز نہیں قال اللہ تعالے ولا تنکحوا ما نکح آباؤکم الآیۃ واللہ تعالے اعلم کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ ✤

کتاب الستر والحجاب وبیان العورات

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علماے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے تئیں درویش زاہد اور خدا پرست بتایا اور علم شرع و باطن سے بالکل بے بہرہ ہے خرقہ درویشی پہن کر اور عادات و اطوار فقیرانہ بنا کر اپنے تئیں ایک پیر طریقت و شریعت ظاہر کیا۔ چنانچہ عمرو اس کا مرید ہوا اور اس درجہ اطاعت و فرمانبرداری زید میں قدم رکھا کہ اپنی زوجہ و دختر جوان کو بھی پیر کے سامنے ہونے سے منع نہ کیا۔ اور نہ پیر نوجوان نے عمرو کی زوجہ اور دختر سے اس قدر اختلاط پیدا کیا کہ عمرو کے گھر آنے جانے لگے اور کھانا پینا اور نشست و برخاست ان کے ساتھ شروع کر دی بلکہ اب زید کو ایک ساعت بھی بغیر دیکھے عمرو کی زوجہ و دختر کے چین نہیں پڑتا۔ اگر زید کی طرف سے کوئی حرج مرج ہو جاتا ہے تو عمرو کی زوجہ خود زید کو بلاتی ہے اور عمرو اپنی زوجہ و دختر کو زید کی اطاعت کیواسطے حکم تاکیدی دیتا ہے۔ ایسے اشخاص کی نسبت شرع شریف میں کیا حکم ہے اور ایسے امور جائز ہیں یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب۔ عمرو کا اپنی بی بی اور دختر جوان کو زید کے سامنے کرنا اور ان کے ساتھ زید کے اسقدر اختلاط پیدا کر نیسے کہ ان کے ساتھ نشست و برخاست کرے اور ان کے بغیر دیکھے اس کو ایک ساعت بھی چین نہ پڑے اور اس کی طرف سے کچھ ہرج مرج ہو تو عمرو کی زوجہ خود اس کو بلالے، نہ روکنا بلکہ اس سے راضی اور خوش رہنا اور اپنی زوجہ اور دختر کو زید کی اطاعت کے واسطے تاکید کرنا سراسر ناجائز و حرام ہے۔ جو شخص اپنی زوجہ اور اپنی دختر جوان کو غیر محرم مرد کے سامنے کرے اور اس قسم کے اختلاط سے راضی رہے وہ پکا دیوث اور فاسق ہے اور وہ غیر محرم مرد بھی فاسق ہے اور اس شخص کی وہ زوجہ اور دختر بھی فاسقہ ہیں۔ شریعت میں نامحرم

کتاب الستر والحجاب وبیان العورات

سوال - کیا فرماتے ہیں علماے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے تئیں درویش زاہد اور خدا پرست بتایا اور علم شرع و باطن سے بالکل بے بہرہ ہے خرقہ درویشی پہن کر اور عادات و اطوار فقیرانہ بنا کر اپنے تئیں ایک پیر طریقت و شریعت ظاہر کیا۔ چنانچہ عمرو اس کا مرید ہوا اور اس درجہ اطاعت و فرمانبرداری زید میں قدم رکھا کہ اپنی زوجہ و دختر جوان کو بھی پیر کے سامنے ہونے سے منع نہ کیا اور زید بعمر نوجوان نے عمرو کی زوجہ اور دختر سے اس قدر اختلاط پیدا کیا کہ عمرو کے گھر آنے جانے لگے اور کھانا پینا اور نشست و برخاست ان کے ساتھ شروع کر دی بلکہ اب زید کو ایک ساعت بھی بغیر دیکھے عمرو کی زوجہ و دختر کے چین نہیں پڑتا۔ اگر زید کی طرف سے کوئی حرج مرج ہو جاتا ہے تو عمرو کی زوجہ خود زید کو بلاتی ہے اور عمرو اپنی زوجہ و دختر کو زید کی اطاعت کیواسطے حکم تاکیدی دیتا ہے۔ ایسے اشخاص کی نسبت شرع شریف میں کیا حکم ہے اور ایسے امور جائز ہیں یا نہیں بینوا توجروا +

الجواب - عمرو کا اپنی بی بی اور دختر جوان کو زید کے سامنے کرنا اور ان کے ساتھ زید کے اسقدر اختلاط پیدا کرنے دینا کہ ان کے ساتھ نشست و برخاست کرے اور ان کے بغیر دیکھے اس کو ایک ساعت بھی چین نہ پڑے اور اس کی طرف سے کچھ ہرج مرج ہو تو عمرو کی زوجہ خود اس کو بلا لیوے اور نہ روکنا بلکہ اس سے راضی اور خوش رہنا اور اپنی زوجہ اور دختر کو زید کی اطاعت کے واسطے تاکید کرنا سراسر ناجائز و حرام ہے۔ جو شخص اپنی زوجہ اور اپنی دختر جوان کو غیر محرم مرد کے سامنے کرے اور اس قسم کے اختلاط سے راضی رہے وہ پکا دیوث اور فاسق ہے اور وہ غیر محرم مرد بھی فاسق ہے اور اس شخص کی وہ زوجہ اور دختر بھی فاسقہ ہیں۔ شریعت میں نامحرم

مردوں کو عورتوں کی طرف اور عورتوں کو نامحرم مردوں کی طرف نظر کرنا اور دیکھنا منع ہے تو اس قسم کا اختلاط کس درجہ منع ہوگا۔ فرمایا اللہ تعالے نے قل للمؤمنین یغضوا من ابصارہم ویحفظوا فروجہم ذلک ازکی لہم ان اللہ خبیر بما یصنعون وقل للمؤمنات یغضضن من ابصارہن ویحفظن فروجہن الخ یعنی کہہ دیجئے مسلمان مردوں کو کہ بند کریں اپنی آنکھیں (نامحرم عورتوں سے) اور حفاظت کریں اپنی شرمگاہوں کی یہ بہت پاکیزہ ہے ان کے لئے اور اللہ خبردار ہے اُس سے جو وہ کرتے ہیں اور کہہ دیجئے مسلمان عورتوں سے کہ بند کریں اپنی آنکھیں (نامحرم مردوں سے) اور حفاظت کریں اپنی شرمگاہوں کی۔ مشکوۃ شریف میں ہے۔ عن ام سلمۃ انہا کانت عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومیمونۃ اذ اقبل ابن ام مکتوم فدخل علیہ فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم احتجبا منہ فقلت یا رسول اللہ الیس ہو اعمی لا یبصرنا فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم افعمیا وان انتما الستما تبصرانہ رواہ احمد والترمذی وابو داؤد (مشکوۃ باب النظر الی المخطوبۃ) یعنی ام سلمہ روایت کرتی ہیں کہ میں اور میمونہ رض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھیں اتنے میں ابن ام مکتوم آئے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم دونوں کو کہا کہ ان سے چھپ جاؤ اور پردہ کرلو تو میں نے کہا یا رسول کیا یہ اندھے نابینا نہیں ہیں آپ نے فرمایا (یہ اندھے ہیں) تو تم دونوں تو اندھی نابینا نہیں ہو روایت کیا اس کو احمد اور ترمذی اور ابوداؤد نے۔ واللہ تعالے اعلم حررہ علی احمد مدراسی عفی عنہ ۔

سید محمد نذیر حسین

ہوالموفق۔ جواب صحیح ہے بے شک ایسے امور سراسر ناجائز وحرام ہیں اور ایسے امور کے مرتکب بلاشبہ فاسق ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایاکم والدخول علی النساء فقال رجل یا رسول اللہ ارایت الحمو قال الحمو الموت متفق علیہ یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بچو عورتوں کے پاس داخل ہونے سے پس ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ دیور سے خبر دیجئے آپ نے فرمایا دیور تو موت ہے یہ حدیث متفق علیہ ہے اور فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لا یخلون رجل بامرأۃ الا کان ثالثہما الشیطان رواہ الترمذی یعنی جب کوئی اجنبی اور غیر محرم مرد کسی غیر محرم عورت کے ساتھ تخلیہ میں ہوتا ہے تو اُن دونوں کا تیسرا شیطان ہوتا ہے روایت کیا اس کو ترمذی نے۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں سالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن نظر الفجاءۃ فامرنی ان اصرف بصری رواہ مسلم یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے میں نے اُس نظر کے بارے میں سوال کیا جو یکایک اور بلا قصد کسی اجنبی عورت پر پڑ جاوے تو آپ نے مجھے فرمایا کہ میں اپنی نظر کو پھیر لوں روایت کیا اس حدیث کو مسلم نے۔ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ غیر محرم عورتوں کی طرف نظر کرنا اور ان کے پاس تنہائی میں داخل ہونا حرام و ناجائز ہے اور جبکہ مجرد نظر کرنا اور ان کے پاس داخل ہونا حرام ٹھیرا تو تم سمجھ سکتے ہو کہ غیر محرم عورتوں کے ساتھ نشست

برخاست کرنا اور ان کے ساتھ کھانا پینا اور ان سے خدمت لینا کس درجہ حرام و ناجائز ہوگا واللہ تعالی اعلم کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ ✤

سوال - زید جو سن رسیدہ ہو کر مسلوب القوی الشہوانیہ ہوگیا ہے اب وہ اپنی محرمات بیٹی وبہو وغیرہ سے بیٹھ وران پر مالش کرا سکتا ہے یا نہ - سوال دوم - زید مذکور بالا سے غیر محرم عورتین بغرض تعلیم احکام اسلام سامنے ہوسکتی ہین یا نہ - وہکذا غیر محرم عورتون سے رقیہ وغیرہ کر سکتا ہے یا نہ - سوال سوم - زید مذکور بوجہ ضعف و سلب قوت جمع بین الصلوتین کر سکتا ہے یا نہ و پنجگان ترک جماعت کرنا اس کو پہنچتا ہے یا نہ - سوال چہارم - جو شخص امام کے پیچھے کسی رکعت مین سورہ فاتحہ نہ پڑھ سکا اس کی وہ رکعت ہوئی یا نہ - قبل تکبیر تحریمہ کے ایک شخص نے سنت شروع کین پھر ابھی نماز مین تھا کہ تکبیر ہوگئی - اب وہ نماز کو توڑ کر فرائض مین شامل ہوگیا - اس پر قضاء سنت واجب ہے یا نہ بینوا توجروا ✤

الجواب - جواب سوال اول ماسوی عورت کے باقی بدن پر اپنی محرمات سے مالش کرانا جائز ہے بوڑھے کو بھی اور جوان کو بھی - اور عورت پر مالش کرانا نہ بڈھے کو جائز ہے اور نہ جوان کو - اور عورت کہتے ہین بدن کے اس حصہ کو جس کا چھپانا ضروری ہے - خلاصہ یہ کہ اس بارہ مین سن رسیدہ مسلوب القوے اور جوان دونون کا ایک حکم ہے تفسیر فتح البیان مین تحت آیہ غیر اولی الاربۃ کے مرقوم ہے - الاکثرون علی ان الشیخ الکبیر کالطفل وقال فی موضع آخر منہ واختلف فی عورۃ الشیخ الکبیر الذی قد سقطت شہوتہ والاولی بقاء الحرمۃ اھ - ہان ضرورت شدیدہ کے وقت محرمات کو عورت کی طرف نظر کرنا اور اس کا مس کرنا جائز ہے جیسا کہ طبیب کو جائز ہے لان الضرورات تبیح المحذورات - جواب سوال دوم - تعلیم احکام اسلام بغیر سامنے ہونیکے بھی ہوسکتی ہے لہذا زید کو چاہیئے کہ غیر محرم عورتون کو پردہ سے تعلیم دیوے اور ان کو اپنے سامنے نہ کرے اور اسی طرح اس کو چاہیئے کہ غیر محرم عورتون سے رقیہ بھی پردہ سے کرے جواب سوال سوم - زید مذکور اگر اس قدر ضعیف و مسلوب القوی ہوگیا ہے کہ فرائض پنجگانہ کو اپنے اپنے وقت پر نہین پڑھ سکتا ہے تو اس کو بوجہ ضعف و سلب قوت کے جائز ہے کہ جمع بین الصلوتین کیا کرے اور اگر فرائض پنجگانہ کو اپنے اپنے وقت پر پڑھ سکتا ہے تو اس کو جمع بین الصلوتین پر مداومت نہین کرنا چاہیئے - ہان اگر گاہے گاہے جمع کر لیا کرے تو کوئی مضائقہ نہین اور زید مذکور کو ترک جماعت کرنا بھی جائز ہے لیکن اس وقت کہ جماعت مین حاضر ہونے سے وہ بالکل معذور و مجبور ہو - اور اگر اس کو جماعت مین حاضر ہونے کی طاقت ہو تو اس کو حاضر ہی ہونا چاہیئے - جواب سوال چہارم - بغیر سورہ فاتحہ کے رکعت ہونے مین

ہوتی ہے ہر رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنا فرض ہے پس صورت مسئولہ میں اس شخص کی وہ رکعت نہیں ہوئی اس کو دُہرانا چاہیئے عن ابی ہریرۃ رض ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من ادرک الامام فی الرکوع فلیرکع معہ ولیعد الرکعۃ رواہ البخاری فی جزء القراءۃ - نیل الاوطار میں ہے - وقد حکی ہذا المذہب البخاری فی جزء القراءۃ عن کل من ذہب الی وجوب القراءۃ خلف الامام وحکاہ فی الفتح عن جماعۃ من الشافعیہ وقواہ الشیخ تقی الدین السبکی الخ واللہ تعالے اعلم - جواب سوال پنجم صورت مسئولہ میں سنت متروکہ کو ضرور قضا کرنا چاہیئے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے من لم یصل رکعتی الفجر فلیصلہما بعد ما تطلع الشمس رواہ الترمذی - اور حدیث عائشہ رض میں آیا ہے کان اذا لم یصل اربعا قبل الظہر صلاہن بعدہا رواہ الترمذی نیل الاوطار میں اس حدیث کے تحت میں مذکور ہے - والحدیث یدل علی مشروعیۃ المحافظۃ علی السنن التی قبل الفرائض - ونیز اسی کتاب میں دوسری جگہ میں مذکور ہے والحدیث یدل علی مشروعیۃ قضائہ اذا فات للنوم او عذر من الاعذار انتہی - حررہ . الاجوبۃ محمد عبد الحق ملتانی ۲۲ جمادی الاخری ۱۳۱۱ھ - [سید محمد نذیر حسین]

سوال - واعظ ومدرس را وعظ گفتن روبروئے زنان نامحرم بالمشافہ بلا حجاب روا وحلال است یا ناروا است بینوا

الجواب - درصورت مرقومہ وعظ گفتن واعظ را روبروئے زنان نامحرم بلا حجاب بغیر پردہ حرام وناروا ست شرعا بموجب آیۃ پردہ - اگرچہ نزول آن خاص برائے ازواج مطہرات پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم بود لیکن حکم پردہ ازین آیۃ برائے جمیع زنان مسلمین ثابت است ومخالفت آن موجب فسق وبیحیائی خواہد بود آیۃ کریمہ این است - واذا سألتموہن متاعا فاسئلوہن من وراء حجاب ذلکم اطہر لقلوبکم وقلوبہن الآیۃ فنزلت فاحتجب ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولکن الحکم عام لکل من المومنات فیفہم منہ ان تحتجب جمیع النساء من الرجال کذا فی التفسیر الاحمدی وغیرہ من کتب الشریعۃ آری اگر زنان در پردہ نشینند وواعظ بیرون پردہ نشستہ وعظ بگوید ودیگر دو چہار مردمان ہمراہ واعظ نیز باشند جائز وروا است زیرا کہ صحابہ درخانہ حضرت عائشہ صدیقہ رض رفتہ مسائل می پرسیدند وحضرت عائشہ رض از پس پردہ صحابہ را تعلیم مسائل می فرمودند وتوارث وتعامل از سلف صالحین بدین طریق بودہ می آید واللہ تعالے اعلم حررہ السید محمد نذیر حسین عفی عنہ +

[سید محمد نذیر حسین]

کتاب الایمان والنذور

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل ہین کہ بعض فقرا صوفی المشرب کہ اپنے آپ کو حنفی المذہب کہتے ہین ہمیشہ تہبند باندھتے ہین اور رنگے ہوئے کپڑے پہنتے ہین اگر کوئی آدمی ان کے مشرب کے یہ امور اختیار نہ کرے تو اس کو مردود طریقت اور اپنے مشرب سے خارج سمجھتے ہین اگر ان سے پوچھا جاوے کہ بغیر تہبند اور رنگے ہوئے کپڑون کے قسم دیگر کپڑے کیون نہین پہنتے ہو تو وہ یہ جواب دیتے ہین کہ یہ امور در اصل مباح ہین اور ہم نے اوپر نذر مانی ہے کہ ہمیشہ ان کپڑون کو پہنین گے اور شریعت مین کسی امر مباح کو اپنے اوپر خاص واسطے خوشنودی خدا کے نذر ماننا اور واجب کرلینا اور زبان سے بھی اس کو ادا کرنا در اصل نذر ہے اور نذر کا ایفا واجب ہے لہذا ہم اس قسم کے کپڑے واسطے ایفاء نذر کے پہنتے ہین - اور نیز قبرستان اور عرسون مین رنڈیون کو نچوانا اور ڈھولک اور سارنگی بجوانے کی نذر مانتے ہین اگر ان سے کہا جاوے کہ تمہارے قول کے بموجب بھی نذر امر مباح پر ہوتی ہے اور یہ امور قطعی حرام ہین لہذا بموجب قول تمہارے کے بھی یہ نذر جائز نہین ہے تو وہ یہ کہتے ہین کہ رنڈیون کو نچوانا اور شراب کا پینا اور باقی بدعتون کا نذر ماننا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک درست ہے مگر ان نذور کا ایفا جائز نہین - اور اگر ان لوگون کو حدیث صحیح یا فقہا کی معتبر کتب سے روایات مفتی بہا کہ حدیث صحیح کے موافق ہون دکھائی جاوین اور ان کے مطلب کے برخلاف ہو تو کہتے ہین کہ یہ روایات بے اصل ہین اور نیز ان فقرا کا یہ طریق ہے کہ اگر شیرینی وغیرہ کی نذر مانی تو خود بھی اور اغنیا اور فقرا کو بھی کھلاتے ہین اور کہتے ہین کہ اسکی نذر کا کھانا اور کھلانا دونون جائز ہین لہذا ان اقوال کو واسطے فہمائش عوام الناس کے متفرق کر کے ہر ایک کا جواب کتب معتبرہ سے دیا جاوے - علمائے دین سے امید ہے کہ اگر ان روایات کو صحیح جانین تو برائے تائید دین اسلام اور نیست نابود کرنے ان بدعات کے اپنی مواہیر اور دستخطون سے اس استفسار کو مزین فرماوین - بعض لوگ صوفیون مین سے یہ کہتے ہین کہ شریعت مین کسی امر مباح

کو اپنے اوپر واجب کر لینا اور زبان سے بھی اس کو ادا کرنا نذر ہے پس اگر مقصود اس نذر سے صرف رضامندی خدا ہو اور اللہ کے نام سے کہا جاوے تو یہ اللہ کی نذر ہے اور ایفا اس کا واجب ہے لہذا ہم اگر ان امور مذکورہ مباح کو نذر مانکر اپنے اوپر واجب کریں تو ایفا اس نذر کا واجب ہے۔ استفتا علمائے دین سے یہ ہے کہ نذر کے یہ معنی جو ان لوگوں سے بیان کئے ہیں حنفیوں کی کونسی کتاب میں مسطور ہیں بینوا توجروا +

الجواب ۔ بموجب کتب حنفیہ کے نذر کی یہ تعریف اور یہ معنے جو بعض صوفی بیان کرتے ہیں بالکل غلط ہیں اس لئے کہ حنفیوں کی کتب میں مسطور ہے کہ نذر عبارت اس سے ہے کہ ناذر اپنے اوپر عبادت مقصودہ کہ ہم جنس اس کے فرض اور واجب ہو لازم کرے نہ یہ کہ امر مباح کو اپنے اوپر واجب کرے چنانچہ عالمگیریہ میں مسطور ہے۔ الاصل ان النذر لایصح الا بشروط احدہا ان یکون الواجب من جنسہ شرعا۔ اور تنویر الابصار متن درمختار میں مسطور ہے۔ ومن نذر نذرا مطلقا او معلقا بشرط وکان من جنسہ واجب ای فرض وہو عبادۃ مقصودۃ ووجد الشرط لزم الناذر اور اس سے آگے چلکر لکھتے ہیں۔ ولم یلزم الناذر مالیس من جنسہ فرض کعیادۃ مریض وتشییع جنازۃ ودخول مسجد اور صاحب درمختار اس عبارت بالا کی تحت میں لکھتے ہیں وہذا ہو الضابطۃ کما فی الدرر۔ اور شامی میں لکھتے ہیں کہ درر کی عبارت یہ ہے المنذور اذا کان لہ اصل فی الفروض لزم الناذر کالصوم والصلاۃ والصدقۃ والاعتکاف ومالا اصل لہ فی الفروض فلا یلزم الناذر کعیادۃ المریض وتشییع الجنازۃ ودخول المسجد وبناء القنطرۃ والرباط والسقایۃ ونحوہا ہذا ہو الاصل الکلی۔ اور بحر الرائق میں مسطور ہے واعلم انہم صرحوا بان شرط لزوم النذر ثلثۃ کون المنذور لیس بمعصیۃ وکونہ من جنسہ واجب وکون الواجب عبادۃ مقصودۃ قالوا فخرج بالاول النذر بالمعصیۃ۔ اور فتح القدیر میں مسطور ہے ومن نذر نذرا مطلقا او معلقا بالشرط کان بالقول علی لله صوم شہر او حجۃ او صدقۃ او صلوۃ رکعتین ونحوہ مما ہو طاعۃ مقصودۃ لنفسہا ومن جنسہا واجب فعلیہ الوفاء بہا وہذہ شروط لزوم النذر[۲] بعض صوفی لوگ کہتے ہیں بتقدیر یکہ نذر اپنے اوپر امر مباح ﷺ کو لازم کرنیکا نام ہوتا ہم نذر بالمعصیۃ جیسے رنڈی کا نچوانا اور شراب خواری کی نذر ماننا اس نذر بالا کی قسم سے ہے۔ اب علمائے دین سے یہ استفسار ہے کہ کونسی کتاب میں مسطور ہے کہ نذر بالمعصیۃ یعنی شرابخواری اور رنڈی کا نچوانا اس نذر بالمباح کی قسم سے ہے ــــ الجواب ۔ بموجب قول بالا کے اگرچہ نذر ان صوفیوں کے نزدیک امر مباح کو اپنے اوپر واجب کرنیکا نام ہو تاہم رنڈی کا نچوانا اور شرابخواری کی نذر ماننا اس نذر بالمباح میں کہ تسلیم شدہ ان لوگوں کی ہے داخل نہیں ہو سکتا ہے اس لئے کہ کوئی چیز ان دو امروں میں سے مباح نہیں ہے تاکہ بموجب قواعد ان صوفیوں کے نذر صحیح ہو بلکہ یہ امور قطعی حرام ہیں اور

حرمت ان چیزوں کی لنفسہ ہے اور قرآن اور احادیث اور اقوال فقہا سے حرمت لعینہ ان اشیا کی بخوبی ثابت ہے بیان کرنے کی کچھ ضرورت نہیں (۲) بعض صوفی لوگ کہتے ہیں کہ ایسی نذر جو اللہ کیلئے ہو شریعت میں اس کا کھانا اور کھلانا دونوں درست ہیں۔ اب علمائے دین سے یہ استفسار ہے کہ کونسی کتاب حنفیوں میں مسطور ہے کہ نذر کا کھانا کھلانا دونوں شریعت میں جائز ہیں........ الجواب۔ نذر کا کھانا ناذر کے لئے شریعت میں ناجائز ہے اگرچہ فقیر ہو اور اغنیا کو بھی کھلانا ناجائز ہے چنانچہ غایۃ الاوطار میں مسطور ہے۔ یہ جو ہندوستان میں رواج ہے کہ نذر اللہ کا کھانا یا شیرینی سب کو کھلاتے ہیں غنی کو بھی اور محتاج کو بھی سو خلاف شرع ہے۔ غنی کو کھلانے سے نذر ادا نہیں ہوتی۔ اور نیز درمختار میں مسطور ہے۔ ناذر فاکل مصدق لعینۃ ولو فقیرا اولوذ بجہا التصدق بلحمہا ولو نقصہا تصدق بقیمۃ النقصان ایضا ولا یاکل الناذر منہا فان اکل تصدق بقیمۃ ما اکل (۳) بعض صوفی کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شراب خواری اور رنڈی کے نچوانے کی نذر ماننا درست ہے مگر ایفا نہ کرے اب علمائے دین سے یہ استفسار ہے کہ کونسی کتاب حنفیوں میں مسطور ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شراب خواری اور رنڈی کے نچوانے کی نذر درست ہے الجواب۔ شراب خواری اور رنڈی کا نچوانا حرام لعینہ اور معصیت فی نفسہ ہے اور کتب حنفیہ میں جابجا مسطور ہے کہ حرام لعینہ اور معصیت فی نفسہ کی نذر درست نہیں ہے چنانچہ عالمگیری میں صحت نذر کیلئے ایک شرط یہ بھی مسطور ہے۔ والرابع ان لایکون المنذور معصیۃ باعتبار نفسہ اور بحر الرائق میں مسطور ہے۔ واعلم انہم صرحوا بان شرط لزوم النذر ثلثۃ کون المنذور لیس بمعصیۃ۔ اور آگے چلکر لکھتے ہیں۔ قالوا لخرج بالاول النذر بالمعصیۃ اور فتح القدیر میں مسطور ہے واما کون المنذور معصیۃ یمنع انعقاد النذر فیجب ان یکون معناہ اذا کان حراما لعینہ اذ لیس فیہ جہۃ القربۃ فان المذہب ان نذر صوم یوم العید ینعقد ویجب الوفاء بصوم یوم غیرہ۔ اور نیز فتح القدیر میں مسطور ہے فان قلت من شروط النذر کونہ بغیر معصیۃ فکیف قال ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ اذا نذر رکعتین بلا وضوء یصح النذر خلافا لمحمد والجواب ان محمدا اہدرہ لذلک واما ابویوسف فصححہ بوضوء لانہ حین نذر رکعتین لزمتاہ بوضوء لان التزام المشروط التزام الشرط فقولہ بعد ذلک بغیر وضوء لغوا لو شر۔ اب اس عبارت بالا فتح القدیر (واما کون المنذور معصیۃ یمنع انعقاد النذر الخ) سے صاف ثابت ہوا کہ اگر نذر شدہ چیز معصیت ہو تو نذر کے انعقاد کو منع کرتی ہے پس معلوم ہوا کہ نذر بالمعصیت دراصل نذر نہیں ہے بلکہ حنفیوں کے نزدیک یمین ہے چنانچہ شامی میں طحاوی کا قول مسطور ہے۔ قال الطحاوی اذا اضاف النذر الی المعاصی کللہ علی ان اقتل فلانا کان یمینا ولزمتہ الکفارۃ بالحنث۔ اور نیز شامی میں مسطور ہے قلت وحاصلہ ان شرطہ کونہ عبادۃ فیعلم منہ انہ لوکان معصیۃ لم یصح۔ اور نیز بحر الرائق میں منظور ہے

فعلم انہم ارادوا بالشرط کونہ لیس بمعصیۃ کون المعصیۃ باعتبار نفسہ حتی لاینفک شیئ من افراد الجنس عنہا وحینئذ لایلزم لکنہ ینعقد للکفارۃ حیث تعذر علیہ الفعل۔ اور اس قول کے اخیر میں لکھتے ہیں۔
ولہذا قالوا لواضاف النذر الی سائر المعاصی کقولہ للہ علی ان اقتل فلانا کان یمینا ولزمتہ الکفارۃ بالحنث۔ اور عالمگیری میں مسطور ہے۔ وان نذر بما ہو معصیۃ لایصح فان فعلہ یلزمہ الکفارۃ۔

سوال پنجم۔ ان صوفیوں کا یہ شیوہ ہے کہ اگر حدیث یا فقہ کی معتبر کتب سے روایات مفتی بہا جو حدیث صحیح کے موافق ہیں ان کو دکھائی جاویں اور ان کے مطلب کے برخلاف ہو تو کہتے ہیں کہ یہ روایات سب کی سب بے اصل ہیں۔ اب علمائے دین سے یہ استفسار ہے کہ جو شخص احادیث نبویہ کو بے اصل اور روایات مفتی بہا کتب معتبرہ فقہا کو جو حدیث کے موافق ہوں بے اصل بتاوے اسکا کیا حکم ہے الجواب:۔ جو کوئی احادیث صحیحہ نبویہ کو اور نیز روایات مفتی بہا کتب فقہا کو جو حدیث صحیح کے موافق ہوں بے اصل بتاوے وہ فاسق گمراہ ہے۔ اور زیادہ تشریح اس مسئلہ کی کتب کلامیہ اور دیگر دینیات میں بخوبی موجود ہے حررہ عبدالغفور عفی عنہ ۱۲ محرم ۱۳۰۳ھ

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت مسماۃ حمیدہ کا فرزند بیمار تھا اس عورت نے منت مانی کہ یا اللہ تعالے اگر میرا فرزند بیماری سے صحت پاوے تو میں تمام عمر تا رہنے طاقت کے روزہ رکھوں گی یعنی صائم الدہر ہوں گی اور وہ عورت شوہر دار ہے بلا اذن شوہر کے اس قسم کی منت مانی تھی چنانچہ اس عورت نے عرصہ دو سال سے روزہ رکھنا شروع کیا ہے اور اب بوجہ روزہ رکھنے کے کمزوری غایتہ درجہ کی اس عورت کو ہوئی اور باعث روزہ رکھنے کے پریشان رہتی ہے از روئے شرع شریف کے اس منت کا روزہ رکھنا اس عورت شوہر دار کو بلا اذن شوہر کے باوجود حصول پریشانی وہلاکت جسمانی کے بموجب حکم آیت قرآن مجید لایکلف اللہ نفسا الا وسعہا کے جائز ہے یا نہیں اور ازالہ اس منت کا از روئے شرع شریف کیا ہے بینوا توجروا +

الجواب۔ واضح ہو کہ ایفاء نذر وقت وجود منظور وحصول مطلوب کے واجب ہوتا ہے۔ لقولہ تعالے وتبارک ولیوفوا نذورہم۔ صورت مسئولہ میں نذر صیام الدہر مقید ہے تا رہنے طاقت کے پس تا بقائے قوت واستطاعت صیام کے روزہ رکھنا واجب ہوگا اور چونکہ اب مسماۃ حمیدہ ناذرہ کو طاقت روزہ رکھنے کی نہیں ہے لہذا اب اسپر نذر بھی نہیں ہے بلکہ پوری ہو چکی۔ اذن شوہر کا یہاں اعتبار نہیں کیا جاوے گا۔ کیونکہ نذر واجبات سے ہے اور اذن شوہر نوافل میں معتبر ہے۔ اگر اس نذر میں شرط مذکورہ بالا نہ ہوتی تو بسبب ہلاکت جسمانی

وحصول پریشانی وغایت درجہ کمزوری کے اس کو جائز ودرست تھا کہ افطار کرتی اور ہر روز ایک مسکین کو کھانا کھلاتی اور اگر اس پر بھی قادر نہ ہوتی تو اللہ تعالے سے مغفرت چاہتی اور استغفار کرتی فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے۔ ولو آخر القضاء حتی صار شیخا فانیا او کان النذر بصیام الابد فعجز لذلک او باشتغاله المعیشة لکون صناعته شاقة له ان یفطر ویطعم لکل یوم مسکینا علی ما تقدم وان لم یقدر علی ذلک لعسرته یستغفر الله انه ہو الغفور الرحیم۔ واللہ تعالے اعلم بالصواب +

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اُس طعام میں کہ جو امام حسین رضہ کے تعزیہ اور نیاز کے لئے تعزیہ پر چڑھایا جاتا ہے یا امام کے چبوترہ پر رکھا جاتا ہے اور (۲) اس کھانے میں جو دیبی اور مہادیو کی نیاز کے لئے اُس کی تھان پر اور مٹھ پر چڑھایا اور رکھا جاتا ہے۔ (۳) اور گوشت میں اس جانور کے جو واسطے تقرب اور نیاز سید احمد کبیر اور شیخ سدو اور بھوانی اور دیبی کے باُمید جلب منفعت اور دفع مضرت بذکر نام خدا وقت ذبح کے ذبح کیا جاتا ہے آیا کھانا ان سب کا جائز ہے یا حرام بینوا توجروا +

الجواب۔ جو طعام کہ تعزیہ۔ یا پنجہ۔ یا جھنڈی یا نشان یا دیبی یا مہادیو کے مٹھ پر چڑھایا جاوے اس کا کھانا حرام ہے۔ اس لئے کہ وہ منذور لغیر اللہ ہے اور منذور لغیر اللہ کا کھانا حرام ہے۔ اور یہ فعل بھی حرام ہے بلکہ شرک اور کفر ہے۔ ؎ بیان امر ثانی کا یہ ہے کہ بحر الرائق شرح کنز الدقائق میں لکھا ہے۔ واما النذر الذی ینذرہ اکثر العوام علی ما ہو مشاہد کان یکون لانسان غائب او مریض او له حاجة ضروریة فیاتی فی بعض مزارات الصلحاء فیجعل ستره علی راسه ویقول یا سیدی فلان ان رُدَّ غائبی او عوفی مریضی او قضیت حاجتی فلک من الذہب کذا او من الفضة کذا او من الطعام کذا او من الماء کذا او من الشمع کذا او من الزیت کذا فہذا النذر باطل بالاجماع بوجوہ منہا انہ نذر للمخلوق والنذر للمخلوق لایجوز لانہ عبادة والعبادة لاتکون لمخلوق ومنہا ان المنذور له میت والمیت لایملک ومنہا ان ظن ان المیت یتصرف فی الامور دون اللہ فاعتقادہ بذلک کفر۔ اور فتاویٰ عالمگیریہ میں لکھا ہے والنذر الذی یقع من اکثر العوام بان یاتی الی قبر بعض الصلحاء ورفع ستره قائلا یا سیدی فلان ان قضیت حاجتی فلک منی من الذہب مثلا کذا باطل اجماعا۔ اور علامہ قاسم حنفی نے درر البحار میں لکھا ہے۔ النذر الذی یقع من اکثر العوام وہو ان یاتی الی قبر بعض الصلحاء قائلا یا سیدی فلان ان رد غائبی او عوفی مریضی او قضیت حاجتی فلک کذا وکذا باطل اجماعا بوجوہ منہا النذر للمخلوق لایجوز ومنہا ظن ان المیت یتصرف فی الامر واعتقاد ہذا کفر۔ اور مولانا شاہ ظہور الحق پھلواروی

؎ یعنی یہ بات کہ یہ فعل حرام ہے بلکہ شرک اور کفر ہے ۱۲

ثم العظیم آبادی اپنی کتاب تنویرات میں لکھتے ہیں۔ پس بدانکہ عبادت ذلیل ساختن خود است بدل نزد
کسے بامید نفع وبیم مضرت از وے واین مختص بحضرت باریتعالے است زیراکہ اگر تعظیم رسول اللہ
صلوٰۃ اللہ علیہ ہم است امید نفع وبیم مضرت از ایشان نیست بلکہ تعظیم ایشان برحسب امر الٰہی
است بسان تعظیم قرآن شریف والا ایشان مالک نفع وضر خویش نبودند تا بدیگرچہ می رسد کما قال اللہ
تعالے قل لا املک لنفسی نفعا ولا ضرا الا ما شاء اللہ ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر
وما مسنی السوء ان انا الا نذیر وبشیر لقوم یومنون + واگر کسے امید نفع وبیم ومضرت از ایشان
داشتہ تذلل کند البتہ شرک است واز عبادت اصنام فرقے نیست ایضا کما قال اللہ تعالے
خطابا بالنبیہ صلے اللہ علیہ وسلم ولا تدع من دون اللہ ما لا ینفعک ولا یضرک فان فعلت فانک
اذا من الظالمین + لہذا در عہد صحابہ رض بلکہ تابعین بلکہ اہل عرب الی الآن تعظیم رسول اللہ صلعم
زیادہ از حد شرع ممنوع داشتہ اند این فساد عام در کفرستان ہندوستان از ان شدہ است
کہ ہنود را پرستش مہادیو ورام وجگن ناتھ دیدہ مسلمانان پرستش پیغمبران وائمہ واولیا شروع
کردند وحاجات برآمدن را دلیل حقیقت کار خویش دانستہ اند وتامل نکردند کہ ہنود را نیز حاجات
از بت پرستی گاہے برمی آید وہمین فتنہ الٰہی است لیبلوکم ایکم احسن عملا ۔ ؎
چون غیر خدا نیست بہ نفعے مختار + بہ پیر وبزرگ حاجت خود مگذار + کس غیر خدا قضائی حاجات اگر
در صورت بت نمود باشکل قرار + الی ان قال ہمچنانکہ حقیقت عبادت مختص بحضرت باریتعالی
است۔ ارکان عبادت ہم کہ خدائے تعالے برائے خویش مخصوص ساختہ دیگرے را دران
شریک گردانیدن از توحید نیست چون رکوع وسجود ودست بستہ ایستادن ودست بدعا برداشتن
وروزہ داشتن وزکوٰۃ دادن وجہاد کردن وہرچہ بدان مانند است معلوم نیست کہ اہل این
دیار کہ رکوع وسجود را پیش غیر حق کفر دانند ودست بستہ استادن ودست بدعا برداشتن
پیش مقابر اولیا ومزارات روا می دارند از کجا اختیار کردہ اند زیراکہ اگر درا ولین بالغ اختصاص
بخدا است درآخرین چرا روا است بلکہ احتیاط مقتضی آنست کہ تشبیہ باین ہم نہ کنند زیراکہ ہمچنان
کہ تشبیہ عبادت حق بعبادت بغیر حق ممنوع است تشبیہ تعظیم غیر حق بعبادت حق ہم ممنوع واز ین
ہم عجیب تر است آنکہ ثقات این دیار نذور برائے انبیاء واولیاء انعقاد کنند وایفائے لازم
گردانند چون دستر خوان امیر المومنین علی مرتضے رضی اللہ تعالے عنہ وسہ منی سلطان المجاذیب
شاہ شرف بوعلی قلندر قدس سرہ وتوشہ شاہ عبدالحق ردولی الی غیر ذلک انتہے اور ایشان امر

ملہ یعنی اس بات کا کہ ان سب چیزوں کا کھانا حرام ہے ۱۲

اول کا یہ ہے۔ اس میں تصرف روا نہیں۔ دلیل الصالحین میں لکھا ہے۔ النذر لا یکون الا للہ تعالیٰ
فمن نذر لنبی او ولی لا یلزم علیہ شیئ فان اعطی بذلک الشیئ لاحد من الناس علی تلک النیۃ لا یجوز
اخذہ ان علم الآخذ بذلک فان کان طعاماً لا یحل اکلہ وان کان ذبیحۃ فہو میتۃ فان اکلوا وسموا اسمہ
تعالیٰ علیہا کفروا جمیعاً وان نذروا للہ تعالیٰ فاکلوا ثم وہبوا ثوابہا لاحد من الناس فذلک یجوز انتہیٰ
اور بحر الرائق شرح کنز الدقائق میں لکھا ہے اللہم الا ان یقال یا اللہ انی نذرت لک ان شفیت
مریضی او رددت غائبی او قضیت حاجتی ان اطعم الفقراء الذین بباب السیدۃ النفیسۃ او
الفقراء الذین بباب الامام الشافعی او الامام ابی اللیث او اشتری حصیر مساجدہم او زیتا لوقودہا
او دراہم لمن یقوم لشعائرہا الی غیر ذلک مما یکون فیہ النفع للفقراء والنذر للہ عز وجل وذکر الشیخ
انما ہو لبیان محل لصرف النذر لمستحقیہ القاطنین برباطہ او مسجدہ او جامعہ فیجوز بہذا الاعتبار
اذ مصرف النذر الفقراء وقد وجد المصرف ولا یجوز ان یصرف ذلک لغنی غیر محتاج ولا لشریف
نسب لانہ لا یحل لہ الاخذ ما لم یکن محتاجا فقیرا ولا لذی نسب لاجل نسبہ ما لم یکن فقیرا ولا لذی علم لاجل
علمہ ما لم یکن فقیرا ولم یثبت فی الشرع جواز التصرف للاغنیاء وللاجماع علی حرمۃ النذر للمخلوق ولا
ینعقد ولا یشتغل الذمۃ بہ وانہ حرام بل سحت ولا یجوز لخادم الشیخ اخذہ ولا اکلہ ولا التصرف
فیہ بوجہ من الوجوہ الا ان یکون فقیرا او لہ عیال فقراء عاجزون عن الکسب وہم مضطرون فیاخذونہ
علی سبیل الصدقۃ المبتداۃ واخذہ ایضا مکروہ ما لم یقصد بہ الناذر التقرب الی اللہ تعالیٰ وصرفہ الی
الفقراء ویقطع النذر عن نذر الشیخ فاذا علمت ہذا فما یؤخذ من الدراہم والشمع والزیت وغیرہا وینقل
الی ضرائح الاولیاء تقربا الیہم فحرام باجماع المسلمین ما لم یقصد والصرف فیہا الفقراء الاحیاء قولاً واحداً
انتہی۔ اور فتاوے عالمگیری میں لکھا ہے۔ نعم قال یا اللہ نذرت لک ان شفیت مریضی
او نحوہ ان اطعم الفقراء الذین بباب السیدۃ النفیسۃ او نحوہا او اشتری حصیر المسجد او زیتا
لوقودہا او دراہم لمن یقوم لشعائرہا مما یکون فیہ نفع الفقراء والنذر للہ تعالیٰ وذکر الشیخ انما ہو
محل لصرف النذر لمستحقیہ یجوز ذلک لکن لا یحل صرفہ الا الی الفقراء ولا الی ذی علم لعلمہ ولا لحاضری
الشیخ الا ان یکون واحدا من الفقراء واذا عرفت ہذا فما یؤخذ من الدراہم ونحوہا وینقل الی ضرائح
الاولیاء تقربا الیہم فحرام بالاجماع ما لم یقصد بصرفہا الفقراء الاحیاء قولاً واحداً وقد ابتلی
الناس بذلک اور درر البحار للملا قاسم حنفی میں لکھا ہے واذا عرفت ہذا فما یؤخذ من الدراہم
والشمع والزیت ونحوہا وینقل الی ضرائح الاولیاء فحرام باجماع المسلمین وقد ابتلی الناس لاسیما
فی مولد احمد البدوی۔ اور ایسا ہی نہر الفائق اور در مختار میں لکھا ہے من شاء فلیرجع الیہ
اور علامہ افندی نے رسالہ رد بدعت میں لکھا ہے والاجماع انعقد علی حرمۃ النذر للمشائخ

ولا ینعقد ولا یشتغل الذمۃ واخذہ حرام وسحت انتہی ۔ اور یہ کہنا کہ غلہ شئے حلال ہے اس مین کسی طرح کی
حرمت نہین پس کسی جگہ کے لیجانیسے یا کسی چیز پر رکھدینے سے حرام ہونا ان چیزون کا عقلاً مستبعد
معلوم ہوتا ہے تو جواب اس کا یہ ہے کہ اگر عقلاً یہ امر مستبعد ہوا تو اس مین کچھ ہرج وقباحت نہین
شرع کی باتون مین عقل کو کیا مدخل ہے جو مطابقت اس کی واجب اور استبعاد عقل عذر ہو عقل کو
تابع شرع کرنا چاہیئے نہ شرع کو تابع عقل جو امر ثابت بالشرع ہو اور شرع جس پر حکم کردے
اُس کو بالراس والعین مان کے لاولغم کو بہوائے عقل دل مین راہ نہ دے۔ علاوہ برین یہ محض
دھوکا کٹھ ملا لوگون کا ہے۔ عام لوگون کے بہکانے اور راہ حق سے بھٹکانے کو اس مین کیا
شبہ ہے کہ شئے خود حلال ہو اور حرمت اس مین کسی سبب سے آجاوے سمجھو کہ جیسا کہ غلہ ہو
اگر اس کو کسی کے انبار سے بلا اجازت مالک اس کے یا از روئے غصب یا سرقہ کے لے
آوے تو تصرف اسکا درست ہوگا یا نہین مین جانتا ہون ہر کوئی بالاتفاق وبیک زبان یہی حکم
کرے گا کہ اس مین تصرف کرنا ہرگز روا ودرست نہین اس سبب سے کہ یہ مال مسروق ومغصوب
ہے نہ اس سبب سے کہ یہ غلہ خود بنفسہ حرام ہے۔ ایسا ہی جب اس کھانے کو کسی قبر وغیرہ پر تقربا
لغیر اللہ رکھدیا تو یہ کھانا حرام ہے۔ اس جہت سے کہ یہ منذور لغیر اللہ ہے نہ اس جہت سے کہ خود
غلہ یا کھانا فی نفسہ حرام تھا۔ اور اسی طرح کھانا گوشت ان جانورون کا جو نام سے خدا کے واسطے
خوف ضرر رسانی یا امید نفع دہی اور جہت تقرب اور خوشامد غیر خدا کے مثل سید احمد کبیر وشیخ
سدو یا بھوانی یا دیبی کے ذبح کیا جاوے حرام ہے کیونکہ یہ نذر لغیر اللہ ہے اور نذر لغیر اللہ حرام
ہے۔ اور میتہ اگرچہ ذبیحہ ذبح کے وقت نام سے اللہ کے ذبح کیا گیا ہو یا کسی دوسرے
کے ہاتھ سے ذبح کرایا ہو فقط نام پاک اللہ کا وقت ذبح کے لینا کافی واسطے حلت ذبیحہ کے
نہین ہو سکتا ہے بمجرد نذر لغیر اللہ حرام ہو گیا۔ اب فقط تسمیہ موجب امکان تذکیہ نہین ہوگا۔
ضوء الفتاوے مین کفایۃ الاسلام سے نقل کیا ہے۔ ان رجلا او امرأۃ ذبح طیرا او شاۃ فوق
قبر ولی او شہید او غیرہما او عند نقب ماء او وقت نطق صبی او عند مفازات کان بہ شہداء
او وقت وضع الجذع فی الجدار او وقت عمارۃ قریۃ یصیر المذبوح میتۃ والذابح کافراً۔
تفسیر کبیر مین امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے وقال ربیع بن زید یعنی ما ذکر علیہ
غیر اسم اللہ وہذا القول اولی لانہ اشد مطابقۃ للفظ قال العلماء لو ان مسلما ذبح ذبیحۃ وقصد بذبحہا
التقرب الی غیر اللہ صار مرتدا وذبیحتہ ذبیحۃ مرتد۔ جامع الرموز مین لکھا ہے۔ فلو سمی علی ذبیحۃ وذبح
لغیرہ لم یحل وانما قلنا ہذا لانہ لو سمی وذبح لقدوم الامیر ونحوہ من العظماء لا یحل لانہ ذبح تعظیما لہ لا للہ
انتہی۔ ہدایۃ المبتدی مین لکھا ہے۔ ذبح شاۃ للضیف وذکر اللہ تعالے علیہ یحل اکلہ ولو ذبحہا لاجل

قدوم الامیر او واحد من العظماء و ذکر اسم اللہ تعالیٰ یحرم اکلہ لان فی المسئلۃ الاولی کان الذبح لاجل اللہ
و ذکر اسم اللہ ایضاً ولہذا الضیعہ بین یدیہ و یاکلہ بخلاف الثانیۃ لان ذبحہا لاجلہ تعظیماً لا للہ تعالیٰ ولہذا
لا یضع بین یدیہ لیاکل منہا بل یدفعہا الغیرہ۔ نصاب الاحتساب مین لکھا ہے۔ ما یفعلہ الجھلۃ
من الذبح عند قبور المشائخ والشہداء وغیرہم وعند شراء الدار وعلی البناء الجدید وباب البیوت
وعند دخول الامیر وفی وجہ السلطان وما اشبہ ذلک فہذا یوجب الحرمۃ اذا کان لغیر اللہ وان کان ذکر
اسم اللہ تعالیٰ علیہ ویکفرون بذلک وہذا اشد غفل الناس عنہ خواصہم فکیف عوامہم قنیہ مین لکھا
ہے۔ عن ابی العاصم القاری ذبح للضیف شاۃ وسمی اللہ تعالیٰ یحل ولو ذبحہ لقدوم الامیر او واحد
من العظماء ولو ذکر اسم اللہ تعالیٰ لا یحل لان فی الاول الذبح للہ تعالیٰ والمنفعۃ للضیف ولہذا
یضعہ عندہ و یاکل منہ وفی الثانی التعظیم للامیر لا للہ تعالیٰ ولہذا لا یضعہ عندہ بل یدفعہ لغیرہ انتہی
اور الیاہی فتاوے مطالب المومنین مین ہے حموی نے حاشیہ اشباہ مین لکھا ہے۔ ان الذبح
المقترون بذکر اسم اللہ اذا کان قبل قدوم القادم للتہنئی بضیافتہ او بعد قدومہ بقرینۃ لذلک فلا شبہۃ
فی جوازہ بل مندوبیۃ وجواز اکل ذلک المذبوح واما اذا کان عند القدوم فان کان لقصد ذلک
لا لحکم ماذکروان کان بمجرد التعظیم فحرام والمذبوح میتۃ وضابطتہ انہ ان طبخ وقدم لضیف فہو للضیافۃ
وان امر الذابح ان یتواری عن الناس کما ہو معہود فی بلدتنا فہو بمجرد التعظیم وحکمہ ما علمت فتأمل
کلام المصنف انتہے۔ عقدۃ المنہاج اور کفایۃ الاسلام اور تاتارخانیہ اور کنز العباد مین لکھا ہے
لا یجوز للمسلم ان ینذر بذبح البقرۃ والدیک باسم الصدقۃ فی القبور والمساجد والعمارۃ وللمعز
والوثن والسفر مبداءہا ومنتہاہا والشجر والبیر والحوض و باب البیت والولادۃ وعند دخول الامیر
فی المدائن وخروجہ وہو من سنن المنافقین لقولہ تعالیٰ وما ذبح علی النصب وان تستقسموا
بالازلام۔ ذلکم فسق وقولہ علیہ السلام حرم اللہ علی امتی ما ذبح فی بناء البیوت ابتداءہا وانتہاءہا وفی عمارۃ
الاوثان والقبور والاسفار والامراض والابار والاشجار والولادۃ والحیاض وفی اصطبال الخیول
والبغال والحمار ومایکون شکلہن فالذابح کافر وبانت امرأتہ والمذبوحۃ میتتہ والآمر والراضی سویان
فی الدنیا والآخرۃ۔ فتاوے تیمیہ مین لکھا ہے۔ رجل ذبح للضیف شاۃ وذکر اسم اللہ تعالیٰ
علیہ یحل اکلہ ولو ذبح لاجل قوم او قدوم واحد من العظماء وذکر اسم اللہ تعالیٰ یحرم اکلہ لانہا فی المسئلۃ
الثانیۃ کان تعظیماً لہ لا تعظیماً للہ تعالیٰ وہذا لا یوضع بین یدیہ لیاکل منہ بل یدفع لغیرہ۔ فتاوی عالمگیری
مین لکھا ہے الذبح عند قرآء الضیف تعظیماً لہ لا یحل اکلہا وکذا عند قدوم الامیر او غیرہ۔ پس ان
سب روایتون کا مفاد یہی ہے کہ جو ذبیحہ منذور لغیر اللہ ہو اگرچہ وقت ذبح کے ساتھ تسمیہ اور
نام پاک اللہ کے ذبح کیا گیا ہو وہ حرام ہے اور ہرگز کھانا اس کا روا نہین ہے اور جو کوئی باوجود

ان روایات اور بینات کے اس کو حلال جانے اور پابند وتجمد اپنے مقال کا رہے بلاشبہ داخل تحت
من یشاقق اللہ والرسول ہے۔ ع بر رسولان بلاغ باشد وبس ٭ کتبہ العبد المذنب محمد شہود الحق عفا اللہ عنہ
ما حررہ المجیب فہو حق حقیق فماذا بعد الحق الا الضلال۔ | سید محمد نذیر حسین ۱۲۸۱

| سید احمد حسن ۱۲۸۹ | ز شرف سید کونین شد شریف حسین ۱۲۹۳ |

لقد اصاب من اجاب نمقہ ابو سعید محمد حسین اللاہوری البٹالوی۔ | ابو سعید محمد حسین ۱۲۹۰

| الجواب صحیح کتبہ فقیر محمد عبید اللہ | اصاب من اجاب الجواب نمقہ السید امیر احمد عفی عنہ

فی الواقع نذر لغیر اللہ حرام ہے اور منذور لغیر اللہ کا کھانا بھی نہیں درست جیسا کہ عبارات سابقہ سے
واضح ہے واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی۔

| ابو الحسنات محمد عبد الحی ۱۲۸۹ | ہو الموفق لاریب فی ان التقرب لغیر اللہ وما یتقرب بہ لغیرہ
تعالے حرام والعبادۃ لغیرہ سبحانہ کفر نمقہ العبد الاثم الاواہ محمد سعد اللہ۔ | مفتی محمد سعد اللہ ۱۲۷۸

سوال۔ ما قولہم رحمہم اللہ درصورتیکہ کسے جانداری را برائے تقرب لغیر اللہ ذبح سازد وعند الذبح
تسمیہ ہم گوید آن جاندار بہ سبب ذکر تسمیہ حلال می شود یا بہ سبب تعظیم وتقرب لغیر اللہ حرام می شود بینوا۔

الجواب۔ ذبیحہ کہ تقرباً وتعظیماً لغیر اللہ ذبح کردہ شود حرام گردد وذکر تسمیہ بر خلاف نیت مفید نیست
بلکہ این چنین ذبح را اکثر علما نسبت بکفر کردہ اند چنانچہ در تفسیر نیشاپوری مذکور است اجمع العلماء لو ان
مسلما ذبح ذبیحۃ وقصد بذبحہا التقرب الی غیر اللہ صار مرتدا وذبیحۃ مرتد انتہے۔ لیکن اگر کسے جاندار
را برائے ذبح لغیر اللہ مقرر سازد وعند الذبح قصد تقرب بغیر خدا از دل دور کند وخالصاً للہ آنرا
ذبح سازد آرے الآن نیت سابقہ حکم عدم وبطلان خواہد گرفت وذبیحہ بیشک حلال خواہد شد
زیرا کہ درین باب معتبر وقت ذبح نیت است ولہذا اکثر مفسرین در تفسیر وما اہل لغیر اللہ بہ قید عند
الذبح بیان کردہ اند فقال فی الدر المختار لو ذبح لقدوم الامیر ونحوہ کواحد من العظماء یحرم لانہ اہل بہا
لغیر اللہ ولو ذکر اسم اللہ تعالے وایضا ہکذا فی جامع الرموز وقرۃ الانظار وہدایۃ المبتدی والاشباہ وغیرہا

| سید محمد نذیر حسین | محمد صدر الدین صدر الصدور | محمد قطب الدین |

| سید محبوب علی جعفری | ہو عبد الخالق | محمد مخصوص اللہ | محمد بن بارک اللہ |

| فقیر غلام النبی خادم شرع جلی | محمد حسین بٹالوی | مملوک علی عفی عنہ |

کتاب الفرائض والوصایا

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ ایک عورت مرگئی اس نے وارث ذیل چھوڑے - ایک مادر ایک دختر نابالغہ قریب پانچ سال کی ایک شوہر دو برادر حقیقی دو ہمشیرہ - اس مین ترکہ مرحومہ مین سے شرعی کون کون وارث اور کس قدر سہام ہونگے اور دختر نابالغہ کا ولی کون ہے پدر یا نانی - دختر مذکورہ کے حصہ ترکہ کا مال کس کے پاس رکھا جاوے گا باپ یا نانی یا اُسکی دادی کے پاس اور اس کی پرورش نان ونفقہ کا خرچ کس کے ذمہ ہوگا - بینوا توجروا +

الجواب - بعد تقدیم ماتقدم علے الارث ورفع موانعہ ترکہ مرحومہ بہتّر سہام پر تقسیم ہوکر ازانجملہ اٹھارہ سہام اس کے شوہر کو اور چھتیس سہام اس کی دختر کو اور بارہ سہام اس کی مادر کو اور دو دو سہام اس کے ہر ایک برادر کو اور ایک ایک سہم اس کی ہر ایک ہمشیرہ کو ملین گے - صورۃ المسئلۃ ہکذا

میت تصحیح مسئلہ ۷۲ ۱۲

زوج	بنت	ام	اخ	اخ	اخت	اخت
۱۸	۳۶	۱۲	۲	۲	۱	۱

دختر نابالغہ کی ولایت باپ کو ہے اور اس کے حصہ کا مال باپ کے پاس رکھا جاوے بشرطیکہ وہ امین ومحافظ تام ہو ورنہ جہان حفاظت تامہ ہو وہان اس کا حصہ امانت رکھا جاوے - ردالمحتار مین ہے - الولی فیہ للاب ووصیہ والجد ووصیہ والقاضی ونائبہ انتہے - اور دختر مذکورہ کی حضانت وپرورش کا حق نانی کو ہے ہدایہ مین ہے فان لم تکن ام فام الام اولے من ام الاب وان بعدت انتہی اور اس کی پرورش ونان ونفقہ کا خرچ اس کے حصہ مین سے ہونا چاہیئے فتاوی عالمگیری مین ہے نفقۃ الفطام اذا کان لہ مال فی مالہ ہکذا فی المحیط انتہے - واللہ اعلم بالصواب حررہ السید ابوالحسن عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ زید نے کسی شہر مین بغرض تجارت کارخانہ قائم کیا اور لین دین کا معاملہ جاری کیا بمشیت ایزدی کچھ عرصہ کے بعد کارخانہ مذکور آتش زدگی کی وجہ سے درہم برہم ہوگیا - زید کو خیال ہوا کہ لوگون کا جو کچھ قرض اپنے ذمہ ہے اسکو کسی طرح

ممکن ہو ادا کیا جاوے چنانچہ اُس نے کوشش وجستجو کرکے انتظام کیا لیکن کل روپیہ کا بندوبست نہ ہو سکا بلکہ فی روپیہ پانچ آنہ کے حساب سے ادا کیا گیا۔ قرضخواہوں نے بخیال خدا ترسی وترحم بخوشی اس کو منظور کیا اور باقی قرض کو صاف طور پر معاف کر دیا اور اس کے متعلق تحریر بھی ہو گئی مگر زید کی یہ تمنا رہی کہ جس طرح ممکن ہو بقیہ قرض بھی ادا کیا جاوے اور معافی کی نوبت نہ پہنچنے پائے۔ اس کے بعد زید نے کچھ روپیہ فراہم کرکے پھر تجارت کا سلسلہ جاری کرنا چاہا۔ اور عمرو کو اپنا شریک قرار دیکر کل روپیہ اس کے حوالہ کر دیا۔ چند روز کے بعد زید کا انتقال ہو گیا اور روپیہ سب عمرو کے پاس رہا۔ اب وارثان زید عمرو سے وہ روپیہ طلب کرتے ہین۔ عمرو کہتا ہے کہ زید نے مجھ کو بقیہ قرض ادا کرنے کی وصیت کی ہے اس لئے مین تم کو روپیہ نہین دیسکتا مگر وہ نہ قرض دیتا ہے اور نہ وارثان زید کے حوالہ کرتا ہے اور نہ وصیت کا کوئی ثبوت پیش کرتا ہے۔ پس اس حالت مین ورثہ کو مال زید کا استحقاق ہے یا نہین اور وصیت کس طور پر جاری ہو سکتی ہے بینوا توجروا۔

الجواب - یہ امر ظاہر ہے کہ جب قرض باقی ماندہ بطیب خاطر زید کو معاف کر دیا تو زید عند اللہ وعند الناس بری الذمہ اور سبکدوش ہو گیا۔ جیسا کہ دلائل شرعیہ سے ظاہر ہے۔ اور جملہ علما وفقہا کا اس پر اتفاق ہے بیان وتفصیل کی ضرورت نہین اس حالت مین زید کا اسکے ادا کی جانب متوجہ ہونا بطور تبرع وتطوع ہو گا نہ بلحاظ ادائے واجب اور وصیت بھی صورت مسئولہ مین ثلث مال سے زید پر جاری نہین ہو سکتی۔ پس مناسب ہے کہ ثلث وصیت کے لحاظ سے عمرو کے حوالہ کیا جاوے اور باقی مال وارث کو دیا جاوے۔ اگر عمرو ورثہ کے دینے سے پہلو تہی کرتا ہے تو سخت مجرم اور ظالم ہے قال اللہ تعالے۔ ان اللہ یأمرکم ان تؤدوا الامانات الی اہلہا وقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آیۃ المنافق ثلث اذا حدث کذب واذا وعد اخلف واذا اؤتمن خان او کما قال واللہ اعلم وعلمہ اتم حررہ الراجی رحمۃ ربہ الغفار محمد عبد الجبار جعلہ اللہ من عبادہ الابرار والاخیار۔ صح الجواب محمد عثمان۔ الجواب صحیح محمد یعقوب المجیب مصیب احمد حسن دیوبندی عفی عنہ +

جواب صحیح ہے۔ مگر یہ وصیت اسی وقت جاری ہو سکتی ہے جبکہ اس وصیت کا ثبوت معتبر گواہوں سے ہو ورنہ کل متروکہ کے مستحق زید کے ورثہ ہین واللہ اعلم بالصواب

سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ زید متوفی کے بڑے لڑکے نے اپنے چھوٹے حقیقی بھائیوں کے روبرو زید کے انتقال سے اٹھارہ برس پیچھے

بیان کیا کہ مکانات وچاہ واراضی وبلغ وتنخواہ متروکہ کا زید نے مجھ کو مختار کیا اور یہ کہا کہ اس لفظ سے
مراد متوفی کی وصیت ہے یعنی متوفی نے ان چیزوں کی خاص وصیت کی ہے چھوٹے بھائی
کہتے ہیں کہ یہ وصیت نہیں ہے بلکہ لفظ مختاری سے مراد کارکنی وکارپردازی ہے پس لفظ مختار
وصیت ہوسکتا ہے یا نہیں یا کارپردازی وکارکنی پر فقط مبنی ہوگا +

الجواب۔ ہو الموفق للحق والصواب۔ متوفی کا بڑے بیٹے کی نسبت یہ کہنا کہ تو فلاں فلاں
چیز کا مختار ہے وصیت نہیں ہے۔ فی تنویر الابصار ورکنہا قولہ اوصیت بکذا لفلان ویجری مجراہ
من الالفاظ المستعملۃ فیہا انتہی۔ یعنی وصیت کا انعقاد لفظ وصیت سے اور ان الفاظ سے ہوتا ہے
جو وصیت کے معنے میں مستعمل ہیں اور لفظ مختار کا استعمال وصیت کے معنی میں نہ اردو زبان میں ہے
نہ عربی زبان میں اور متوفی کا یہ کلام اردو زبان میں تھا لہذا لفظ مختار سے وصیت منعقد نہیں ہوسکتی
ہذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب کتبہ محمد اسحق عفا عنہ الخلاق +

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے انتقال کے بعد زید کے چھوٹے لڑکوں
نے بڑے لڑکے کو متروکہ پدری کا منتظم قرار دیا۔ اب اگر بڑا لڑکا یہ کہے کہ میرے عرصہ کثیر کے قبضہ
ہونیکے سبب ترکہ کی تقسیم کو تمادی عارض ہے اور تقسیم نہیں ہوسکتا میں مالک ہوں تو کیا شرعاً وہ
مالک ہوسکتا ہے اور تقسیم ترکہ کی کوئی میعاد تیس وبتیس برس رکھی گئی ہے یا نہیں۔
بینوا توجروا +

الجواب۔ ہو الموفق للحق والصواب۔ عرصہ کثیر تک کسی کے ترکہ پر قابض رہنا اور ترکہ کا مدت
مدید تک تقسیم نہ ہونا مبطل جواز تقسیم ترکہ نہیں اور نہ رافع حق ارث ہے ترکہ پر مدت مدید تک
قابض رہنا اسباب ملک سے نہیں ہے کہ قابض مالک ہوجاوے اور ترکہ کی تقسیم جائز نہ
ہو۔ شرع میں تقسیم ترکہ کیلئے کوئی مدت مقرر نہیں ہے کہ اس مدت کے گذرنے سے پہلے تو
تقسیم جائز ہو اور اس کے گذرنیکے بعد جائز نہ ہو۔ امتداد مدت حق ثابت کی رافع نہیں ہے
فقط واللہ اعلم بالصواب کتبہ محمد اسحق عفا عنہ الخلاق یوم التلاق۔ بے شک جبتک حقدار
اپنا حق ثابت نہ کرے اس وقت تک اس کا حق ساقط نہیں ہوتا ہے اگرچہ مدت مدید گزر گئی
ہو۔ وجہ قول ابی حنیفۃ وہو ظاہر المذہب وعلیہ الفتوے ان الحق متی ثبت واستقر لا یسقط الا
باسقاطہ وہو التصریح بلسانہ کما فی سائر الحقوق انتہے ما فی الہدایۃ الحق لا یسقط بتقادم الزمان
قذفا او قصاصا او لعانا او حق العبد کذا فی لعان الجوہرۃ کذا فی الاشباہ والنظائر فی کتاب القضاء
واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ السید محمد ابو الحسن عفی عنہ ماہ جمادی الاولی ۱۳۱۲ ہجری +

سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے جس کا مذہب اہل سنت والجماعت تھا وفات پائی اور قرابت داران مندرجہ ذیل چھوڑے۔ ماں۔ و تین بہنیں حقیقی و یک برادر علاتی و چار بہنیں علاتی اور یک بہن اخیافی۔ پس متروکہ زید کا از روئے شریع شریف فرقہ اہل سنت والجماعت کے کیونکر تقسیم ہوگا قرابت مندان متذکرہ صدر میں سے کون کون قرابتمند مستحق پانے ترکہ متوفی مذکور کے ہیں اور کس قدر۔ اور اگر کوئی قرابتمند منجملہ قرابت مندان متذکرہ صدر مستحق پانے ترکہ کا شرعاً نہ ہو تو وجہ عدم استحقاق اس کے کی بیان فرمادیں۔ اور اگر بہن اخیافی صحیح النسب نہ ہو بلکہ نطفہ سے ایک کافر کے بلا نکاح شرعی تولد ہوئی ہو اور ولادت اسکی قبل تزویج ماں اس کی ساتھ پدر متوفی کے وقوع میں آئی ہو تو ایسی حالت میں بہن اخیافی مذکور کو استحقاق وراثت و پانے ترکہ کا حاصل ہے یا نہیں اور اگر ہے تو اثر اس کا بھائی و بہن علاتی پر متوفی کے کسی قسم کا مترتب ہے یا نہیں اور اگر ہے تو کیا ہے۔ اور اگر بہن اخیافی بوجہ متذکرہ بالا مستحق پانے ترکہ کی نہ ہو تو اس حالت میں بھائی و بہن علاتی مستحق پانے ترکہ کے ہوتے یا نہیں واگر ہوں گے تو کس قدر بینوا توجروا۔

الجواب - صورت مرقومہ میں بعد ادائے دیون وغیرہ کے ترکہ زید کا اٹھارہ سہام پر منقسم ہوگا منجملہ اس کے تین سہام ام کو اور چار چار سہام ہر ایک بہن حقیقی کو اور تین سہام برادر علاتی کو دئے جاویں گے۔ اور بہن اخیافی چونکہ ولدالزنا ہے اس لئے صلاحیت ترکہ پانے کی نہیں رکھتی۔ قرآن میں الله تعالیٰ نے صحیح النسب کا ذکر کیا ہے ولدالزنا کا حال مذکور نہیں سبب استحقاق ارث کا تین ہوتے ہیں۔ رحم یا نکاح صحیح یا موالات۔ چنانچہ اسی لئے اجماع ہے کہ نکاح فاسد و باطل سے توارث نہیں ہوگا۔ ویستحق الارث احد ثلثة برحم و نکاح صحیح وولاء فلا توارث بفاسد و باطل اجماعاً الخ کذا فی تنویر الابصار والدر المختار و حواشیہ۔ پس بہن اخیافی بوجہ ولدالزنا ہونیکے مستحق پانے ترکہ کی نہ ہوگی۔ واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ السید عبد الحفیظ عفی عنہ۔

مجیب رقت مسؤلہ میں بوجہ موجود ہونے علاتی برادر کے علاتی بہنیں بھی مستحق میراث ہیں لیکن بعد تقدیم ما التقدیم علے الارث و رفع موانعہ ترکہ زید متوفی کا چھتیس سہام پر تقسیم ہو کر از انجملہ چھ سہام ماں کو اور آٹھ آٹھ سہام ہر ایک بہن حقیقی کو اور دو سہام برادر علاتی کو اور ایک ایک سہم ہر ایک علاتی بہن کو ملیگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم حررہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ۔

سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہیں علما ئے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت مسماۃ امیر النسا زوجہ حسین بخش

کی بعد وفات اپنے شوہر کے مسماۃ امیر النسا اپنے دین مہر مین جائداد شوہری پر قابض اور مالک ہوئی بروقت انتقال حسین بخش دو دختران مسماۃ پیاری بیگم اور دوسری مسماۃ عمدہ بیگم زندہ موجود تھین۔ بعد ازان مسماۃ عمدہ بیگم بحیات اپنی والدہ مسماۃ امیر النسا کے ایک لڑکا مسمی نثار احمد چھوڑ کر فوت ہوگئی۔ اور مسماۃ پیاری بیگم اب تک زندہ موجود ہے۔ مسماۃ امیر النسا نے اپنی جائداد کو جس پر قابض اور مالک ہوئی تھی نصف اپنے نواسہ نثار احمد کے نام بطور ہبہ بثمن یعنی بعوض مبلغ ایک ہزار روپیہ کے بیع صاف کرکے روپیہ جائداد کو بوجہ خدمات و محبت قلبی کے معاف اور بخشدیا۔ اور اسی طرح باقی نصف جائداد کو مسماۃ پیاری بیگم نے کہ جواب زندہ ہے ہبہ بثمن کرکے بخشا۔ یا غرضکہ مسماۃ امیر النسا نے ہر دو دستاویزات تحریر و مکمل کرا دیئے اور قبضہ جائداد پر ہر دو فریق کا کرا دیا۔ پھر مسماۃ امیر النسا نے بترغیب مسماۃ پیاری بیگم کے ساڑھے سات سال کے بعد اس جائداد کو واپس لینے کی نیت سے جو کہ اپنے نواسہ نثار احمد کے نام کی تھی مقدمہ دائر عدالت عملداری سرکار بادشاہ وقت پیش کرکے کاغذ کی منسوخی کا دعوے کیا۔ دوران مقدمہ مین اب مسماۃ امیر النسا کا انتقال ہوگیا۔ اور ایک دختر مسماۃ پیاری بیگم مذکورہ دو سگے برادر یعنی تایا کے بیٹے مسمیان فضل حسین و محمد حسین و عمر دراز زندہ مسماۃ امیر النسا نے وارث چھوڑے۔ اب بخدمت علمائے دین التماس ہے کہ بموجب شرع کے کچھ حق و حصہ اس جائداد مین جو مسماۃ امیر النسا نے اپنے نواسہ نثار احمد کو ہبہ بثمن کی تھی مسماۃ پیاری بیگم و دیگر وارثان کو پہنچتا ہے یا نہین۔ اور اگر پہنچتا ہے تو کس کس قدر پہنچتا ہے اور نیز اب مسماۃ پیاری بیگم بجائے مسماۃ امیر النسا بیگم مرحومہ کے وارث مستحق واپس لینے جائداد مذکورہ متنازعہ کی ہوسکتی ہے یا نہین فقط۔

الجواب — چونکہ ملک نثار احمد کی اس مین تام ہوگئی ہے۔ اب اس مین مسماۃ امیر النسا کا رجوع کرنا نادرست ہے اب وہ مملوکہ نثار احمد کا منجملہ ترکہ مسماۃ امیر النسا شمار نہ ہوگا۔ اور وارثان امیر النسا کو اس مین سے کچھ نہ ملے گا۔ بلکہ میراث اسی مین جاری ہوگی جو اس مملوکہ نثار احمد کے سوا ہے فقط واللہ اعلم۔ بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

الجواب صحیح وہکذا فی تنویر الابصار فلو وہبہ لذی رحم منہ لا یرجع فیہما۔ محمد یحیی عفی عنہ۔

سید محمد نذیر حسین

سوال — کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ ایک دختر نابالغہ بعمر دس سال کا عقد نکاح اسکے پدر نے بمہر مبلغ پانسو روپیہ کے ایک شخص کے ساتھ کیا تھا۔ اور وداع بھی اس کے پدر نے کر دیا تھا وہ اپنے شوہر کے گھر چلی گئی اور بعد مین دختر نابالغہ بالغہ ہوئی

اپنے والدین کے گھر مین آکے جل کر فوت ہوگئی - دختر متوفیہ آٹھ یا نو ماہ عقد نکاح مین رہی اور دختر متوفیہ کے والدین اور شوہر موجود ہین - اب جو کہ زر مہر اس کا اور قسم جہیز وچڑھاوا وغیرہ متوفیہ کا کیونکر حسب شرع شریف تقسیم ہونا چاہیئے بینوا توجروا +

الجواب - بعد تقدیم ما تقدم علے الارث و رفع موانعہ کل ترکہ یعنی جہیز وچڑھاوا و کل مہر دختر مذکورہ متوفیہ کا چھ۶ سہام پر منقسم ہوکر از انجملہ تین سہام اس کے شوہر کو اور ایک سہم اس کی والدہ کو اور دو۲ سہام اس کے والد کو پہنچین گے - واللہ تعالے اعلم وعلمہ اتم -

حررہ السید محمد ابوالحسن | سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ ایک عورت مسماۃ ہندہ کی جائداد غیر منقولہ مکان و دو۲ دکانین تھین - ہندہ نے دو۲ دکانین برضا و رغبت خود بحالت صحت و تندرستی دکانین زر خرید خود اپنے خویش کو دیدین اور عہدنامہ باضابطہ رجسٹری کراکر قبضہ دکانون کا فی الفور کرا دیا - اور موہوب لہ دکانون پر مالکانہ قابض ہوگیا - ایک سال کے بعد ہندہ بعارضہ فالج بیمار ہوگئی اور تین سال اسی عارضہ مین مبتلا رہی اور پھر فوت ہوگئی - اب اس نے دو بیٹیان شکمی اور ایک بھائی چچازاد اور ایک بہن چچازادی اور ایک مکان متروکہ اپنا چھوڑا الحال ورثاء ہندہ کے خویش ہندہ سے یہ کہتے ہین کہ جو دکانین ہندہ نے ہبہ کی ہین یہ دکانین اور مکان ملا کر حصہ شرعی کر دو اور مالک دو۲ دکانون کا یعنی خویش ہندہ کہتا ہے کہ مجھ کو ہندہ نے بحالت صحت و تندرستی اپنی رضا و رغبت سے یہ ہبہ کرکے قابض و متصرف کرا دیا تھا اب مین دکانین نہین دے سکتا - ورثاء ہندہ کے اس بات کو منظور نہین کرتے اور فیما بین تنازع واقع ہے - پس سوال یہ ہے کہ ہندہ دو۲ دکانین جو اپنے خویش کو دی گئی تھی ان مین کچھ حق ورثاء ہندہ کا پہنچتا ہے یا نہین - اور دکانین ہمراہ مکان متروکہ شامل ہوکر ورثاء ہندہ پر تقسیم ہونا چاہیئے یا فقط مکان ورثاء ہندہ تقسیم کرسکتے ہین اور دو۲ دکانین متروکہ ہندہ کی متصور نہ ہون گی - اور متروکہ ہندہ ورثاء مین کیونکر تقسیم ہونا چاہیئے بینوا توجروا +

الجواب - درصورتیکہ ہندہ نے دکانین مذکورہ زر خرید خود اپنی حین حیات مین برضا و رغبت و بحالت صحت و تندرستی اپنے خویش یعنی داماد کو ہبہ کر دین اور ملک تام یعنی ہبہ نامہ باضابطہ رجسٹری کراکر قبضہ و تصرف مالکانہ دلا دیا اور موہوب لہ نے مذکورہ دکانون پر دخل و قبضہ مالکانہ کر لیا تو بلاشبہ دکانین مذکورہ ملک واہبہ سے خارج ہوکر ملک موہوب لہ مین آگئین - اب دعوے وارثان ہندہ کا بابت دو۲ دکانون کے باطل و نامسموع ہے شرعًا - اور موت احد المتعاقدین مانع رجوع ہے شرعًا پس ہبہ مذکورہ قابل استرداد کے

نہیں ہوسکتا و من موانع الرجوع فی الہبۃ موت احد العاقدین کذا فی تنویر الابصار۔ باقی رہا مکان مذکور
اس میں دونوں بیٹیاں اور بھائی چچازاد مستحق ہیں شرعاً اور چچازادی بہن ترکہ ہندہ سے محروم
الارث ہے کل مکان کے تین حصے کرکے ان میں سے ایک ایک حصہ ہر ایک بیٹی کو بطور
فرضیت کے اور باقی رہا ایک حصہ وہ بھائی چچازاد کو بطور عصوبت کے دینا چاہئے ہکذا فی
کتب الفقہ والفرائض حررہ السید محمد عبد السلام ۱۷۔ ذیقعدہ سنہ ۱۳۱۶ ہجری +

سید محمد عبد السلام غفرلہ	سید محمد نذیر حسین

سوال۔ ہندہ بحالت مرگ بسلامت حواس زیور ملکیہ خود کہ از ثلث متروکہ وے کم است
جدا ساختہ بحضور زوج و خواہرات خود بدست شخصے این متدین داد و گفت کہ اگر حیات من
مقدر است واپس گیرم ورنہ این را اندر صرف کنید بعد دو روز آن موصیہ وفات یافت
اکنون زوج او از وصی ہندہ زیور طلب می کند و می گوید کہ وصیت را جائز ندارم واگر اندر صرف
کردنیست من مسکینم مرا بدہ پس امر ضروری الاستفسار اینکہ این وصیت را جاری نمودن ضروری
است یا نہ اگر ضروری است پس تعیین مصارف باختیار وصی است یا نہ بینوا توجروا +

الجواب۔ انفاذ وصیت باتفاق محدثین و فقہاء واجب است مادام کہ بحد ضرار نرسد
وزائد از ثلث مال نبود قال اللہ تعالے فمن بدلہ بعد ما سمعہ فانما اثمہ علی الذین یبدلونہ ان اللہ
سمیع علیم۔ در تفسیر خازن وغیرہ است بدلہ ای غیر الوصیۃ من الاولیاء والاوصیاء بعد سمعہ ای
الموصی وتحققہ فانما اثمہ ای اثم ذلک التبدیل لا یعود الا علی المبدل قال وذلک التغییر اما فی
الکتابۃ او فی قسمۃ الحقوق او الشہود بان یکتموا الشہادۃ او یغیروہا الخ۔ و معلوم است کہ در
صورت مسئولہ نہ زیادت بر ثلث است و نہ این صورت ضرار است بلکہ وصیت بقربت
غیر واجبہ است کہ ذی یعنی موصیہ این تصرف در مال خود کردہ کہ حق تعالے او را اذن تصرف
وے دادہ پس انفاذ این وصیت بہر صورت لازم است ورثہ وغیرہ را در وے حق تعرض اصلا
نیست و قبل از میراث او را جاری نمودن اقدم و الزم است قال تعالے من بعد وصیۃ
یوصی بہا او دین۔ و ہمین وجہ وصیت را بر دین مقدم فرمودہ کہ انفاذ وصیت بر ورثہ بنسبت
دین مشکل است قال فی الفتح قدمت الوصیۃ انہا شیء یوخذ بغیر عوض فکان اخراج الوصیۃ
اشق علی الوارث من اخراج الدین قال والیضا فہی حق فقیر و مسکین غالبا والدین حظ غریم یطلبہ
بقوۃ لہ فیہ مقال اھ وازانکہ اعظم مقاصد موصیہ این است کہ انفاذ وصیت از دست وصی
باشد از ان تنفیذ وصایا و قضاء دیون تنہا بدست وصی است احدے را دران مدخلے نیست
کہ موصی او را قائم مقام خود مقرر کردہ پس وکیل وے باشد در عالمگیریہ فرمودہ للاوصیاء

ثلثۃ امین قادر علی القیام بما اوصی الیہ فانہ لیقر ولیس للقاضی عزلہ اھ ونیز درو است واذا شکت الورثۃ او بعضھم الوصی الی القاضی فانہ لاینبغی لہ ان یعزلہ حتی یبدو لہ منہ خیانۃ کذا فی الکافی والہدایۃ اھ۔ ونیز درہدایہ است القسمۃ حق الوصی۔ وتعیین مصارف باختیار وصی است واگر زوج فقیر ومسکین است اورا نیز دادن جائز است ازانکہ بالاتفاق صدقہ تطوع حین حیات زوجہ زوج را دادن جائز است پس بعد الموت بالاولی جائز باشد ہذا واللہ اعلم حررہ محمد عبدالحق ملتانی ۲۴۔ ذی الحجہ ۱۳۱۷ ہجری +

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ زید نے ہندہ سے حالت حمل مین نکاح کیا اور وہ حمل اس کے شوہر متوفی سے تھا اور نکاح بعد گزرنے چار ماہ دس روز کے ہوا اور زید نے بعد نکاح قبل وضع ہندہ سے وطی بھی کی۔ اور بعد وضع حمل کے اسی نکاح سے زید کی طرف سے حمل قرار پکڑا اور اسی حمل سے ایک لڑکا پیدا ہوا اب وہ لڑکا زید کا وارث ہوگا یا نہین بینوا توجروا +

الجواب۔ صورت مذکورہ مین واضح ہو کہ یہ لڑکا زید کا وارث نہین ہوگا۔ وراثت کیلئے ثابت النسب ہونا شرط ہے اور ثبوت نسب نکاح صحیح سے ہوتا ہے اور صورت مرقومہ مین زید کا نکاح اصلا منعقد نہ ہوا کیونکہ حاملہ متوفی عنہا زوجہا کی عدت وضع حمل ہے کما قال اللہ تعالے واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن۔ اور روضۃ الندیہ مین ہے۔ قال ابن القیم وقد کان بین السلف نزاع فی المتوفی عنہا انہا تتربص ابعد الاجلین ثم حصل الاتفاق علی انقضائہا بوضع الحمل۔ اور اثناء عدت مین نکاح صحیح نہین ہے قال اللہ تعالے ولا تعزموا عقدۃ النکاح حتی یبلغ الکتاب اجلہ۔ تفسیر ابن کثیر مین ہے وقد اجمع العلماء علی انہ لایصح العقد فی مدۃ العدۃ۔ جب ثابت ہوا کہ زید کا نکاح ہندہ سے صحیح نہین ہوا تو اس نکاح غیر صحیح وباطل سے جو لڑکا پیدا ہوا اس کا نسب زید سے ثابت نہ ہوا تو وہ لڑکا حسب حدیث ذیل اس کا وارث نہ ہوگا۔ مشکوۃ شریف مین ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ایما رجل عاھر بحرۃ او امۃ فالولد ولد الزنا لایرث ولایورث رواہ الترمذی واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔ العبد محمد عبدالعزیز عفی عنہ ۶۔ شعبان ۱۳۱۸ ہجری +

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ زید نے بعد مرنے اپنے کے ایک ماں سگی و ایک ماں سوتیلی و ایک بھائی جو ماں مین شریک ہے و دو بھائی و چار ہمشیرہ جو باپ

مین شریک ہین چھوڑے میراث زید کی کیونکر تقسیم ہوگی بینوا توجروا *

الجواب - بعد تقدیم ماتقدم علے الارث ورفع موانعہ ترکہ زید بارہ سہام پر منقسم ہوکر ازانجملہ دو سہام اس کی حقیقی مان کو اور دو سہام اس کے اخیافی بھائی کو جو مان مین شریک ہے اور دو دو سہام اس کے ہر ایک علاتی بھائی کو جو باپ مین شریک ہین اور ایک ایک سہم اسکی ہر ایک علاتی بہن کو جو باپ مین شریک ہین ملیگا - اور اس کی سوتیلی مان محروم ہے واللہ اعلم بالصواب *

سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ زید نے بعد مرنے اپنے کے وارث ذیل چھوڑے - ایک ہمشیرہ عینیہ و ایک ہمشیرہ علاتیہ و ایک ہمشیرہ اخیافیہ - اب ترکہ زید کا ان وارثین پر کیونکر تقسیم ہوگا *

الجواب - بعد تقدیم ماتقدم علی الارث ورفع موانعہ ترکہ زید پانچ سہام پر تقسیم ہوکر ازانجملہ تین سہام اس کی اخت عینیہ کو اور ایک ایک سہم اس کی ہر ایک ہمشیرہ علاتیہ اور ہمشیرہ اخیافیہ کو ملیگا - واللہ اعلم بالصواب *

سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ ایک شخص مسمی زید کی دو بیویون سے دو لڑکے حامد اور محمود پیدا ہوئے بعد از وفات زید دونون لڑکے جائداد زید متوفی کو بحصہ مساوی باہم تقسیم کرکے جدا ہو گئے - حامد کی اولاد نرینہ موجود ہے مگر محمود لاولد مر گیا - محمود کی والدہ نے حامد کی اولاد کی حق تلفی کرکے محمود مرحوم کی جائداد کو محمود کی بیویون حسینہ وجمیلہ کے نام بذریعہ وصیت نامہ منتقل کردی - بقضائے الہی حسینہ کا انتقال ہوگیا بعد ازان محمود کی والدہ نے بحالت حیات مندی محمود کی زوجہ ثانیہ جمیلہ کے نام جائداد محمود متوفی کو ہبہ کر دیا اور ہبہ نامہ تحریر کردیا - اور صبح کو ملک عدم کو روانہ ہوگئی - اس کی وفات کے تھوڑے عرصہ کے بعد جمیلہ نے نکاح ثانی کرلیا - اب امور دریافت طلب یہ ہین (۱) ہبہ نامہ والدہ محمود جائز ہے یا نہین (۲) بحالت نکاح ثانی مسماۃ جمیلہ مستحق جائداد شوہر سابق رہی یا نہین (۳) حامد کی اولاد مستحق وراثت جدی عم خود اس حالت مذکورہ مین ہے یا نہین *

الجواب - (۱) ہبہ نامہ والدہ محمود ناجائز ہے - اس واسطے کہ محمود متوفی کی جائداد کے ہبہ کرنے کا والدہ محمود کو کوئی اختیار نہین ہے - محمود متوفی کی جائداد کے وارث حامد کی اولاد نرینہ ہے اور محمود کی بیویان ہین اور محمود کی والدہ ہے پس قبل تقسیم جائداد محمود متوفی کے کسی وارث کو بذریعہ ہبہ یا بذریعہ وصیت اس کے منتقل کرنے کا اختیار نہین ہے اور محمود کی والدہ نے جو بذریعہ وصیت نامہ محمود کی بیویون کے نام محمود کی جائداد کو منتقل کر دیا ہے

سوا اس کا یہ وصیت نامہ بالکل لغو و بیکار و ناجائز ہے (۲) بحالت نکاح ثانی مسماۃ جمیلہ اپنے شوہر اول کی جائداد سے اپنے حصہ شرعی پانے کی ضرور مستحق ہے اس کا حصہ نکاح ثانی کر لینے کی وجہ سے ساقط نہیں ہو سکتا۔ (۳) حامد کی اولاد حالت مذکورہ میں اپنے چچا محمود متوفی کی جائداد متروکہ سے میراث پانیکی ضرور مستحق ہے۔ محمود متوفی کی کل جائداد متروکہ بعد تقدیم ما تقدم علے الارث و رفع موانعہ بارہ سہام پر تقسیم ہو کر از انجملہ چار سہام اس کی والدہ کو ملین گے اور تین سہام اسکی دونوں بیویاں حسینہ وجمیلہ کو ملین گے اور ان تین سہام کو یہ دونوں باہم نصفا نصف بانٹ لین اور پانچ سہام اس کے بھتیجوں کو یعنی حامد کی اولاد نرینہ کو ملین گے۔ پھر حسینہ کے انتقال کے بعد جو اس کے وارث ہونگے وہ اس کا ترکہ لین گے اور محمود کی والدہ کے انتقال کے بعد جو اسکے وارث ہونگے وہ اس کا ترکہ لین گے واللہ تعالے اعلم بالصواب۔ کتبہ محمد عبدالرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ۔

سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ زید دادا عمرو باپ۔ بکر پوتا۔ زید قوم ہنود سے سکھ مذہب رکھتا تھا۔ عمرو بعمر پچیس سال مشرف باسلام ہوا مع زوجہ خود عمرو اپنے باپ کے یہان صرف ایک ہی فرزند ہے زید نے چاہا کہ عمرو جائداد کا مالک ہو جاوے۔ عمرو نے جواب دیا کہ شرعاً پدر کافر کی جائداد پسر مسلم کو نہین پہنچتی ہے۔ اب زید مرگیا جدی قریبون نے چاہا کہ ہم اس جائداد کے وارث ہو جاوین سرکار کی طرف سے ان سے دریافت کیا گیا کہ تم کیون نہین لینا چاہتے ہو عمرو نے شرعی عذر پیش کر کے لینا گوارا نہین کیا۔ پھر دوبارہ سرکار کی طرف سے کہا گیا کہ تم اپنے فرزند کو دلوا دو عمرو نے کہا جس شئے کا مین وارث نہین ہون میرا فرزند اسکا وارث کیونکر ہو سکیگا۔ یہ بکر پوتا زید بعد مشرف باسلام ہونے عمرو کے یہان پیدا ہوا ہے اب سرکار انگریزی کی طرف سے مجبور کیا جاتا ہے کہ عمرو مسلم جائداد زید کافر کو اول تو خود سنبھالے ورنہ اپنے فرزند بکر یعنی پوتے زید کے حوالہ کر دے۔ عمرو کہتا ہے کہ جب مجھکو شرعاً اس کے لینے کی اجازت نہین ہے تو میرا فرزند بکر کس طرح مالک ہو سکتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر بکر پوتا زید بلا رضامندی عمرو پدر خود اس جائداد کا لینا منظور کرے تو جائز ہے یا نہین اور عمرو پدر بکر پر تو اس مین کچھ گرفت شرعی تو نہین ہے۔ موافق فتوے کے جواب سے بہت جلد مشرف فرما کر داخل ثواب ہونگے +

الجواب - ہو الملہم للصواب۔ صورت مسئولہ مین اگر بکر بلا رضامندی اپنے پدر عمرو کے اس جائداد کا لینا منظور کرے تو جائز ہے اور عمرو پر اس مین کچھ گرفت شرعی نہین ہے۔ بکر کو اس جائداد کا لینا جائز اس لئے ہے کہ درصورت نہ لینے عمرو کے اس جائداد پر قبضہ و

اختیار سرکار انگریزی کا ہوگا اور جبکہ سرکار انگریزی کی طرف سے عمرو مجبور کیا جاتا ہے کہ اس جائداد کو اول تو خود سنبھالے ورنہ بکر کے حوالے کرے تو اس صورت مین بکر کو اس جائداد کے لینے کی سرکار انگریزی کی طرف سے اجازت دیجاتی ہے پس بکر کو بلا رضامندی اپنے پدر عمرو کے اس جائداد کے لینے مین کوئی محذور شرعی نہین ہے کیونکہ اس کا لینا میراث کے اعتبار سے نہین ہے بلکہ اس اعتبار سے ہے کہ سرکار انگریزی کی طرف سے یہ اسکو ایک عطیہ ہے اور عمرو پدر بکر پر اس مین کچھ گرفت شرعی اس وجہ سے نہین ہے کہ وہ خود اس جائداد کو بکر کے حوالے نہین کرتا ہے اور نہ یہ جائداد بکر کو میراث کے طور پر ملتی ہے بلکہ سرکار انگریزی کی طرف سے اسکو ل رہی ہے واللہ تعالے اعلم بالصواب +

سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ ہندہ کو جو کچھ اسباب وزیورات شوہر کی جانب سے ملا ہے و نیز جو کچھ اسباب وزیورات مان باپ کی طرف سے ملا ہے وہ اس کی ملک ہے یا نہین - اور اب ہندہ فوت ہوئی اور وہ اسباب وزیورات چھوڑی اور وارثان ذیل چھوڑے - زوج - اب - ام - دو بھائی ایک بہن حقیقی اور اولاد کوئی نہین پس ان اسباب وزیورات کا وارث کون ہے +

الجواب - ان زیورات و اسباب کی مالک ہندہ ہے اور اس کے مرنیکے بعد ان اسباب وزیورات کا وارث زوج ہے اور اب اور ام بعد تقدیم ما تقدم علے الارث و رفع موانعہ ان اسباب وزیورات کو چھ سہام پر تقسیم کرکے تین سہام زوج کو اور ایک سہم ام کو اور دو سہام اب کو ملین گے اور بھائی بہن محروم ہین واللہ اعلم بالصواب حررہ السید ابوالحسن عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

سوال - زید در حالت بیماری بر سبب انقطاع امید خود در عین حیات و سلامتی عقل و حواس از مال مملوکہ خود ثمن مفروضہ زوجہ خود جدا کردہ بوے دادہ و آن زن قابض شدہ پس زید ازان بیماری بسبب شفا یافت اورا رسد کہ انچہ زن را دادہ بود باز مسترد کند یا در حکم ہبہ است اگر بالفرض زید مذکور قبل زوجہ خود وفات یابد آن ثمن مذکور کفایت کند یا از متروکہ زید حقدار دیگر ثمن است +

الجواب - در صورت مرقومہ واضح ہو کہ وارث عین حیات مورث کے مستحق ترکہ کا نہین ہو سکتا کہ تقسیم ترکہ کی مورث پر واجب ہو لیکن بطریق اباحت کے روا ہے تو اس صورت مین بعد تقسیم کے رد کرنا اور واپس کرنا حصہ مقسومہ کا ممنوع نہ ہوگا اور اگر زید بالفرض قبل زوجہ کے وفات پائے تو وہی ثمن سابق کفایت کرتا ہے بشرطیکہ اس اثنا مین اس کے مال مین

کوئی اضافہ نہ ہوا ہو اگر اضافہ ہوا ہو تو باقی اضافہ شدہ میں سے ثمن کی مستحق ہے کما لا یخفی علی الماہر بالشریعۃ واللہ اعلم راقم محمد نذیر حسین عفی عنہ ۔

سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی ایک لڑکی اور ایک زوجہ اور ایک ہمشیرہ چھوڑ کر انتقال کیا اور انتقال سے دو ایک دن پیشتر اپنی زوجہ اور لڑکی کو اپنا کل مال لین دین سپرد کے اپنی زوجہ کو وصیت کر دی تھی کہ تم میری اس لڑکی کو میرے بعد نہ اپنوں میں نہ میرے لوگوں میں ہمشیرہ وغیرہ کے یہاں بیاہ دینا بلکہ میری لڑکی کو غیر جگہ آسودہ گھر دیکھکر بیاہ کر دینا - خصوصاً اپنی ہمشیرہ سے جب کبھی اس نے اپنے لڑکے کے بارے میں ذکر کیا صاف انکاری ہو گیا - اس سبب سے بھائی بہن دونوں میں مرتے دم تک تنازع رہا - یہانتک کہ اس کی ہمشیرہ اس کی موت میں بھی شریک نہ ہوئی بعد انتقال شخص مذکور زوجہ جمیع مال پر حاوی رہکر اپنی ایک لڑکی اور دو بھائی اور ایک ہمشیرہ چھوڑ کر فوت ہو گئی - اس نے بھی انتقال سے ایک دن پیشتر اپنا کل مال اپنے بھائی اور لڑکی کو دیکر لڑکی کے حق میں اپنے شوہر کے مطابق وصیت کر دی اور کہدیا کہ تم اس مال اور لڑکی کے مالک ہو اس کا بیاہ اپنوں میں تو کرنا نہیں غیر جگہ پڑھے لکھے لڑکے کے ساتھ بیاہ دینا اور بیاہ میں جو کچھ تم سے ہو سکے سلوک کر دینا - اب عمر لڑکی کی آٹھ سال کی ہے اب پھوپھی اپنے لڑکے سے بیاہنے کی غرض سے ولی بنتی ہے ایسی صورت میں خلاف وصیت لڑکی کو اس کی پھوپھی اپنے لڑکے سے بیاہ سکتی ہے یا نہیں - ولایت نکاح اور مال اس لڑکی کا کس کو حاصل ہے آیا ماموں کو ہے یا پھوپھی کو بینوا توجروا ۔

الجواب - صورت مسئولہ میں نکاح کی ولایت پھوپھی کو نہیں ہے بلکہ ماموں کو ہے کیونکہ نکاح کی ولی عورت نہیں ہو سکتی ہے اور مال کی ولایت بھی ماموں ہی کو حاصل ہے - کیونکہ وہ وصی الوصی ہے - پس ماموں کو چاہئے کہ اس لڑکی کا نکاح نہ تو پھوپھی کے لڑکے سے کرے اور نہ اپنوں میں کسی سے بلکہ مطابق وصیت کے غیر جگہ کسی صالح دیندار لڑکے سے کر دیوے واللہ تعالے اعلم بالصواب - حررہ السید ابو الحسن عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید لاولد فوت ہوا اس نے ایک زوجہ اور والدین اور تین برادر اور چار ہمشیرہ حقیقی یہ دس وارث چھوڑے اور مبلغ دو سو دس روپیہ نقد اور دو سو روپیہ کا پارچہ وغیرہ اسباب شیشہ آلات ذاتی اپنا چھوڑا اور مہر زوجہ زید مبلغ پانچ پچیس روپیہ کا ہے والدین زید متوفی کہتے ہیں کہ زید کی وصیت ہے کہ میرا کل

متروکہ عند اللہ دیدینا ہم متروکہ زید کو بیٹھ دیدیوین گے۔ اور والدین زید متوفی دولتمند ہین ہزار ہا روپیہ کا اُن کو مقدور ہے ان کو اور برادران وہمشیرہ زید کو کچھ حاجت یعنی حصہ کی نہین ہے کیونکہ دولتمند ہین شرعًا متروکہ زید سے حصہ بیوہ ووالدین وبرادر وہمشیرہ زید کا کیونکر ہونا چاہیئے اور جو زیور وغیرہ جہیز وچڑھاوا بیوہ زید کا ہے وہ کس کو ملنا چاہیئے زید اس کا مالک ہے یا دیگر ورثا بھی اس مین شامل ہین *

الجواب ۔ صورت مسئولہ مین بعد تقدیم ماتقدم علے الارث ورفع موانعہ ترکہ زید متوفی بارہ سہام پر منقسم ہوکر ازانجملہ تین سہام زوجہ کو اور دو سہام والدہ کو اور باقی سات سہام والد کو ملین گے ۔ اور کل بھائی بہن محروم الارث ہین ۔ اور چونکہ سوال سے ظاہر ہوتا ہے کہ ترکہ زید اس کے دین مہر سے کم ہے لہذا زید متوفی کا کل ترکہ اس کی زوجہ اپنے مہر مین لینے کی مستحق ہے اور وصیت زید کی باطل ولغو ہے اور کل ورثہ محروم ۔ خلاصہ یہ کہ زید کے ترکہ سے پہلے اس کی زوجہ کا دین مہر ادا کرنا چاہیئے ۔ پس دین مہر ادا کرنیکے بعد اگر کچھ بچ رہے تو اس کی تہائی سے زید کی وصیت جاری کرنا چاہیئے پھر اجرائے وصیت کے بعد مطابق تقسیم مذکور کے ورثہ میراث پانیکے مستحق ہونگے اور اگر ادائے دین مہر کے بعد کچھ نہ بچے تو وصیت بھی باطل ہے اور کل ورثہ بھی محروم ہین اور جو زیور وغیرہ زوجہ زید کو ملاہی وہ زوجہ کی ملک ہے اسی کو ملنا چاہیئے ۔ واللہ تعالے اعلم بالصواب حررہ السید ابوالحسن عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

سوال ۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ ایک شخص نے اپنی دو زوجہ اور چند اور وارث کو چھوڑ کر وفات پائی ۔ اب اس کی دونون زوجہ اپنے اپنے مہر کا دعوے کرتی ہین اور وارث دعوے ترکہ کا اور جائداد متوفی اس قدر نہین کہ مہر ہر دو زوجہ کو اکتفا کر سکے پس اول ادائے مہر چاہیئے یا تقسیم ترکہ بینوا توجروا *

الجواب ۔ درصورت مرقومہ بعد تجہیز وتکفین کے ادائے دین مقدم ہے تقسیم میراث پر بعد ادائے دین مہر کے جو باقی رہے اس مین میراث جاری ہوگی ۔ الدین مقدم علے المیراث والمهر کسائر الدیون کذا فی کتب الفقہ والفرائض واللہ اعلم بالصواب ۔ حررہ سید محمد نذیر حسین

سید محمد نذیر حسین ۱۲۸۱

سوال ۔ کیا فرماتے ہین علمائے شریعت محمدی صلعم اس امر مین کہ حکومت گاہ انگریزی مین یعنی نواح دہلی مین کوئی عورت بذریعہ بیع یا ہبہ زید کے قبضہ مین آئی اور زید نے بے نکاح کے اسکو اپنے تصرف مین لایا اور وطی کی اور اس سے اولاد پیدا ہوئی اس اولاد کو یا اس عورت

کو ترکہ زید میں کچھ حق و حصہ یا دعوے گذارہ نان و پارچہ کا وارث زید کے او پر پہنچ سکتا ہے یا نہیں بینوا توجروا +

الجواب - درصورت مرقومہ آدمی حربی غلام وکنیز میتواند شد نہ غیر او مگر بہ تبعیت مادر خود کہ کنیز باشد و سبب غلام وکنیز شدن ابتدا استیلا است حالا و مآلا نہ غیر آن از بیع وغیرہ زیراکہ سبب ملک در ہر چیز استیلا است نہ غیر آن ومحل آن مال مباح است نہ غیر او و در آدمی مال مباح غیر از حربی نیست ومعنی استیلا قدرت یافتن است بر چیزے بالفعل وہم در آیندہ یعنی نہجے در یافتن آمدہ وکسے از وے رہا نتواند کرد و مستولی بر حربی کہ باشد مسلم یا کافر ذمی یا حربی مالک آن می شود قال فی الہدایۃ ولا یملک علینا اہل الحرب مدبرنا وامہات اولادنا ومکاتبنا واحرارنا ونملک علیہم جمیع ذلک لان السبب انما یفید الحکم فی محلہ والمحل المال المباح والحر معصوم بنفسہ وفیہا ایضا واذا غلب الترک علی الروم فسبوہم واخذوا اموالہم ملکوہا لان الاستیلاء قد تحقق فی مال مباح وہو السبب ہدایہ وفی البحر الرائق فالاسباب ثلثۃ مثبت للملک الاستیلاء ناقل للملک وہو البیع ونحوہ وخلافۃ وہو الارث والوصیۃ انتہے - و در ملک حکومت انگریزی استیلا یعنی قدرت حالی و آلی ہرگز تحقق نیست پس کفار اینجا غلام وکنیز نمی تواند شد ببیع وشرا پس اولاد بے نکاح را از ترکہ زید ہیچگونہ ترکہ نخواہد رسید وہمچنین زن غیر منکوحہ را ہیچ نخواہد رسید زیراکہ منکوحہ نیست چہ استحقاق میراث بسہ وجہ می شود یا بسبب عقد نکاح یا بہ سبب قرابت رحم یا بولا پس ازین جہت اولاد بے نکاح و زن مذکورہ غیر منکوحہ از ترکہ زید محروم الارث بلا ریب خواہد بود چنانکہ در درمختار وغیرہ مذکور است ویستحق الارث باحد ثلثۃ برحم ونکاح صحیح فلا توارث بفاسد ولا باطل اجماعا وبولاء کذا فی الدر المختار ونیز دعوے اینان بابت نان و پارچہ بر زید باطل ولغو است شرعا در کتب شرعیہ ہمین است کہ تحریر یافتہ واللہ اعلم بالصواب -

حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ + | سید محمد نذیر حسین |

سوال - زید بمرد و یک زوجہ گذاشت پس ترکہ کل زید متوفی بزوجہ میرسد یا چہارم حصہ - بینوا توجروا +

الجواب - درین زمان رد بزوجین ضرور باید کرد بسبب فساد بیت المال وقطع نظر ازین نزد حضرت عثمان رد بزوجین میرسد - وعند عثمان یرد علی الزوجین ایضا قال ابن الفناری قیل والفتوے فی زماننا علے ہذا لفساد بیت المال وفی الذخیرۃ ان الفاضل من سہام الزوجین لا یوضع فی بیت المال بل یدفع الیہما لانہما اقرب الی المیت من جہۃ السبب من غیرہما انتہے

روح الشرح ونقل عن المرصاد ان الفتوے الیوم علے ہذا انتہے ما فی الطحطاوی مختصرا واللہ
اعلم بالصواب +

سید محمد نذیر حسین

سوال- چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین شخصے دو دختران زوجہ اولی ویک زوجہ ثانی وسہ برادران گذاشتہ وفات یافت بموجب شرع شریف چگونہ تقسیم حصص کردہ آید واشیائے خانہ داری حصص کردہ آید یا زوجہ را از حیات شوہر خود قابض بودہ میرسد فقط +

الجواب- میت مسئلہ ۲۴ تصحیح ۱۴۴

زوجہ	زوجہ	دختر	دختر	دختر	برادر	برادر	برادر
۹	۹	۳۲	۳۲	۳۲	۱۰	۱۰	۱۰

بعد تجہیز وتکفین وادائے دین ومہر ہر دو زوجہ وغیرہ کے کل متروکہ متوفی مذکور کا ایک سو چوالیس سہام پر تقسیم کرکے نو نو سہام دونوں زوجہ کو اور بتیس بتیس سہام تینوں بیٹیوں کو اور دس دس سہام تینوں بھائیوں کو دینا چاہیئے اور جو اسباب خانہ داری کا ہے اس میں سے جو چیز عادتاً عورت کی ہوتی ہے وہ ملکیت عورت کی قرار دیجاتی ہے اور جو اشیاء عادتاً مرد کی ہوتی ہیں وہ اس کی ملکیت قرار دیجاویں گی اور وہ داخل متروکہ ہونگی- جیسا کہ فتاوے عالمگیری وغیرہ میں مذکور ہے- واذا مات احدہما ثم وقع الاختلاف بین الباقی وورثۃ المیت فعلی قول ابی حنیفۃ ومحمد رح مایصلح للرجال فہو للرجل ان کان حیا ولورثتہ ان کان میتا وما یصلح للنساء فہو علی ہذا انتہے ما فی الہندیۃ وغیرہا واللہ اعلم بالصواب حررہ السید شریف حسین عفی عنہ

ز شرف سید کونین شد شریف حسین ۱۲۹۹ — سید محمد نذیر حسین

سوال- درصورتیکہ زید دختر اور زوجہ چھوڑ کر مرگیا تو آٹھواں حصہ زوجہ کا ہوتا ہے شرع میں اور باوجود اس کے جو کوئی زوجہ کو نصف دلوادے بغیر رضا ورغبت دوسرے کے تو یہ درست ہے یا نہیں بینوا توجروا +

الجواب- نصف حصہ دلوانا بدون رضامندی دوسرے وارث کے حرام اور ناجائز ہے شرعاً- کذا فی کتب الفقہ واللہ اعلم بالصواب- سید محمد نذیر حسین عفی عنہ +

سید محمد نذیر حسین

سوال- ایک شخص کی ماں مرگئی اور ایک بیٹا چھوڑا اور نواسہ ونواسی چھوڑی اب کس کو متروکہ متوفیہ ملنا چاہیئے فقط +

الجواب- درصورت مرقومہ کل مال اپنی ماں کا بیٹا لیویگا اور نواسہ ونواسی کو نانی کے

مال سے کچھ نہین پہنچتا کیونکہ بیٹے کے ہوتے نواسہ ونواسی محروم الارث ہین جیسا کہ کتب فرائض ہین مذکور ہے واللہ اعلم حررہ سید شریف حسین عفی عنہ ✦

سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ ایک شخص بقضائے الٰہی فوت ہوگیا اور ایک بہن حقیقی اور ایک بھانجہ و بھانجی اور ایک پھوپھی اور ایک بہن چچازادیہ وارث بعد اپنے اس نے چھوڑے - اس صورت مین مال متوفی کا کیونکر تقسیم ہوگا - بینوا توجروا ✦

الجواب - درصورت مرقومہ برتقدیر صدق مسئول عنہا بعد تجہیز و تکفین و ادائے دین وغیرہ کے کل مال متوفی مذکور کا بہن حقیقی کو بالفرض والرد پہنچیگا باقی ورثہ محروم الارث ہین اس لئے کہ ذوی الارحام ہین - اور ذوی الارحام ذوی الفروض وغیرہ کے ہوتے سوائے زوجین کے مستحق نہین جیسا کہ تنویر الابصار و درمختار سے معلوم ہوتا ہے - ہو کل قریب لیس بذی سہم ولا عصبۃ ولا یرث مع ذی سہم ولا عصبۃ سوی الزوجین لعدم الرد علیہما کذا فی تنویر الابصار والدرالمختار وغیرہ من کتب الفقہ واللہ اعلم حررہ سید شریف حسین عفی عنہ ✦

سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ زینب لاولد فوت ہوئی ایک دختر تھی سو اس کی حیات مین مرگئی - اب والدین زینب اور شوہر اور دو بھائی اور ایک بہن حقیقی موجود ہین اور مہر پانسو روپیہ بذمہ شوہر اور زیور و پارچہ و ظروف جہیز و چڑھاوا سب قبضہ مین شوہر کے باپ کے ہے - جو حکم ہو علمائے دین ارشاد فرماوین بینوا توجروا ✦

الجواب - درصورت مرقومہ معلوم کرنا چاہیئے کہ بعد تجہیز و تکفین و ادائے دین و تنفیذ وصیت کل زیور وغیرہ حسب مرقوم بالا کل مال متوفیہ کا ہے اب تقسیم کل متروکہ متوفیہ کی مع زرمہر کہ مبلغ پانسو روپیہ ہین اس طور پر چاہیئے کہ نصف مال کل متروکہ مین سے شوہر متوفیہ کو پہنچتا ہے - پھر جو مال باقی بچے اسکے تین حصہ کرنا چاہیئے - ایک حصہ مان کو اور دو حصہ باپ کو دینا ضرور ہے اور بھائی و بہن خواہ حقیقی ہون یا سوتیلے بباعث باپ کے محروم الارث ہین ان کا کچھ حق نہین کذا فی کتب الفقہ واللہ اعلم بالصواب حررہ سید شریف حسین عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین درینصورت کہ مثلاً درمیان ہندہ اور زید کے چند مدت بدون نکاح کے ہم صحبتی رہی اور ہندہ کے زید سے ایک لڑکا پیدا ہوا پس از روئے شرع شریف کے وہ لڑکا جو کہ زنا سے پیدا ہوا ہے بعد وفات زید کے مالک ترکہ زید کا ہوگا یا نہین اور ہندہ جو بدون نکاح زید کے گھر مین رہی ہے اسکو کچھ حصہ زید کے ترکہ سے وصول ہوگا یا نہین بینوا توجروا ✦

الجواب۔ درصورت مرقومہ معلوم کرنا چاہیئے کہ لڑکا جو کہ زنا سے پیدا ہوا ہے وہ اور ہندہ مذکورہ دونوں متروکہ زید سے محروم الارث ہیں ان دونوں کا زید کے مال میں کچھ حق نہیں اس لیے کہ ہندہ کا نکاح ثابت نہیں اور نہ لڑکے کا نسب ثابت۔ پس استحقاق میراث کا کہ مرتب اوپر ثبوت نسب اور نکاح صحیح کے ہے پایا نہیں جاتا۔ عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ایما رجل عاہر بحرۃ او امۃ فالولد ولد زنا لایرث ولا یورث رواہ الترمذی ہکذا فی المشکوۃ ویستحق الارث برحم ونکاح صحیح فلا توارث بفاسد وباطل اجماعاً کذا فی الدر المختار وغیرہ۔ ترتب علی النسب اثنا عشر حکما توریث المال والولاء وعدم صحۃ الوصیۃ عند المزاحمۃ انتہیٰ ما فی الاشباہ والنظائر وغیرہ۔ واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ السید شریف حسین عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ چہ می فرمایند علمائے دین محمدی ومفتیان شرع مبین احمدی درین صورت کہ زید یک کنیز خرید کردہ زوجہ منکوحہ خود بدون نکاح مجامعت وخانہ داری کردہ درین حالت زوجہ منکوحہ زید فوت شد بعدہٗ فاتحش زید مبلغان قیمت کنیزک مذکورہ لوارثان زوجہ خود دادۃ بعدہ از بطن کنیزک مذکورہ یک پسر از نطفہ زید پیدا شد بعد از ان زید فوت گردید۔ پس درین صورت کنیزک وپسر مذکورین وارث شرعی متروکہ زید می شوند یا نہ وعصبات زید دران ترکہ نصیب دارند یا نہ۔ بینوا توجروا۔ واضح ولائح باد کہ کنیزک مذکورہ خرید کردہ بموجب شرا فی زمانناست یعنی در قحط سالی خریدہ بود وفقط

الجواب۔ درصورت مرقومہ کنیز وپسرش وارث متروکہ زید نیستند چہ کنیز بعدم ثبوت نکاح صحیح مستحق میراث زید نہ شد اما پسرش بنا بر ثبوت نبودن نسب او از زید اجنبی محض است بہ نسبت ترکہ زید متوفی چراکہ وطی کردن زید کنیز زوجہ خود زنا است وولد الزنا وارث از طرف زانی نمی شود شرعاً وہر گاہیکہ ثبوت نسب پسرش از زید نگشت۔ پس استحقاق میراث کہ مرتب بر ثبوت نسب است ہم نخواہد بود واین حکم در کنیز شرعی است کہ زوج کنیز شرعی زوجہ را وطی کند چہ جائیکہ در وطی بکنیز غیر شرعی کہ بطریق اولے ثبوت نسب نشود بلکہ زنا از و متحقق گردد۔ عن عمرو ابن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ایما رجل عاہر بحرۃ او امۃ فالولد ولد زنا لایرث ولا یورث رواہ الترمذی کذا فی المشکوۃ۔ ویستحق الارث برحم ونکاح صحیح فلا توارث بفاسد وباطل اجماعاً کذا فی الدر المختار ثم الشبہۃ نوعان شبہۃ فی الفعل وتسمی شبہۃ اشتباہ وشبہۃ فی المحل وتسمی شبہۃ حکمیۃ والنسب یثبت فی الثانیۃ اذا ادعی الولد ولا یثبت فی الاولی وان ادعاہ لان الفعل تمحض زنا فی الاولی وان سقط الحد لامر راجع الیہ وہو اشتباہ الامر علیہ فلم یحض

فی الثانیۃ فشبہۃ الفعل فی ثمانیۃ مواضع جاریۃ ابیہ وامہ وزوجتہ والمطلقۃ ثلثا وہی فی العدۃ الی آخر ما فی الہدایۃ وہکذا فی شرح الوقایۃ وغیرہما من کتب الفقہ فائدۃ یترتب علی النسب اثنا عشر حکما توریث المال والولاء وعدم صحۃ الوصیۃ عند المزاحمۃ الی آخر ما فی الاشباہ والنظائر۔ درین صورت مستحق میراث زید عصبات زید خواہند شد وکنیز وپسر ش را ہم نصیبے از ترکہ زید نیست بدانکہ آدمی حربی غلام وکنیز می تواند شد نہ غیر او مگر بہ تبعیت مادر خود کہ کنیز باشد وسبب غلام وکنیز شدن ابتداء استیلاء است حالا ومآلا نہ غیر آن از بیع وہبہ وغیرہ زیراکہ سبب ملک در ہر چیز استیلاء است نہ غیر آن ومحل آن مال مباح است نہ غیر آن ودر آدمی مال مباح غیر از حربی نیست ومعنی استیلاء قدرت یافتن است بر چیزے بالفعل وہم در آیندہ یعنی بجھے در پناہش آمدہ کہ کسے از وے رہا نتواند کرد ومستولی بر حربی ہر کہ باشد مسلم یا کافر ذمی یا حربی مالک آن می شود قال فی الہدایۃ ولا یملک علینا اہل الحرب مدبرنا وامہات اولادنا ومکاتبنا واحرارنا ونملک علیہم جمیع ذلک لان السبب انما یفید الحکم فی محلہ والمحل المال المباح والحر معصوم بنفسہ وفیہا ایضا الاستیلاء لا یتحقق الا بالاحراز بالدار لانہ عبارۃ عن الاقتدار علی المحل حالا ومآلا انتہے۔ ما فی الہدایۃ مختصرا فالاسباب ثلثۃ مثبت للملک ہو الاستیلاء وناقل للملک وہو البیع ونحوہ وخلافۃ ہو الارث والوصیۃ انتہے ما فی البحر الرائق وفی خزانۃ الروایات مسلم دخل دار الحرب بامان فاشتری من احدہم ابنہ او اخاہ الصحیح انہ لا یجوز البیع لکنہم اذا داخوا جواز البیع ملکہ بالقہر لا بالشراء انتہے۔ پس بموجب این روایات کنیز خریدہ این زمانہ کنیز شرعی نشود کہ وطی بدون نکاح حلال گردد ونسب ولد از واطی ثابت نشود +

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ زید ایک لڑکا نابالغ اور چند دیگر ورثا چھوڑ کر مر گیا اور منجملہ ان ورثا کے ایک وارث کیلئے اپنے کل مال کی وصیت کر گیا پس یہ وصیت اس کی صحیح ہے یا باطل۔ اور اگر زید کے مال متروکہ میں کسی ایک وارث نے تجارت کی تو نفع ونقصان میں سب ورثا شریک ہوں گے یا نہیں۔ اور لڑکے نابالغ کے مال کا متولی کون ہوگا۔ اس کا بھائی یا چچا یا ماں یا کوئی اور۔ بینوا توجروا +

الجواب۔ بموجب حدیث لا وصیۃ لوارث کے وصیت زید کی باطل ہے۔ مال متروکہ اس کا حسب فرائض اللہ تقسیم کیا جاویگا۔ اور زید کے مال متروکہ میں سب وارثوں کی اجازت و رضامندی سے ایک وارث نے تجارت کی ہے تو نفع ونقصان میں سب وارث شریک ہونگے اور اگر بغیر اجازت کے تجارت کی ہے تو نفع میں سب شریک ہونگے اور نقصان میں نہیں بلکہ

نقصان اسی تجارت کرنیوالے پر عائد ہوگا- لایجوز التصرف فی الملک المشترک الا برضاء من خر کذا فی الفتاوے السراجیة وغیرہا- اور تولیت نابالغ کی باپ کو ہے اور درصورت نہ ہونے باپ کے دادا کو ہے اور بعد دادا کے قاضی اور حاکم کو ہے اور بھائی اور مان اور چچا وغیرہ متولی مال مین نہین ہوسکتے واللہ اعلم بالصواب- حررہ السید شریف حسین عفی عنہ +

سید محمد نذیر حسین

سوال- کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ ہندہ ایک دختر ومادر ویک برادر وشوہر چھوڑکر فوت ہوئی متروکہ اس کا ان وارثون پر کیونکر تقسیم ہوگا اور جو کچھ کہ سوائے تجہیز وتکفین کے مان نے یا شوہر نے للہ فی اللہ اس کے ترکہ مین سے فقرا ومساکین کو کھلایا ہو یا نقد دیا ہو وہ حصہ ترکہ دختر شش سالہ ہفت سالہ سے بھی وضع ومجرا ہوگا یا نہین- اور دختر مذکور نانی کے پاس رہے یا باپ کے پاس اور مکان نانی اور باپ کا قریب قریب ہے بینوا توجروا +

الجواب- بعد تجہیز وتکفین ووصیت کے اگر وصیت کی ہو کل ترکہ سماة ہندہ متوفیہ کا بارہ سہام پر منقسم ہوکر چھ سہام دختر کو اور تین سہام شوہر کو اور دو سہام مان کو پہنچیگا اور ایک سہم باقی برادر کو اس کے دینا چاہئے- اور حصہ دختر نابالغہ کا باپ پاس امانت رہیگا کہ وہ ولی اسکا ہے- اور جس قدر سوائے گور وکفن کے مان اور شوہر نے للہ دیا ہے وہ حصہ مین سے مان وشوہر کے مجرا ہوگا اور دختر نابالغہ کے حصہ مین سے وضع نہ ہوگا شرعًا- اور دختر آٹھ برس تک نانی کے پاس رہیگی- اور جب نو دس برس کی حد مشتہاة کو پہنچے تو باپ کو لے لینے کا اختیار ہے اذا بلغت حد الشہوة فالاب احق وہذا صحیح ہکذا فی العالمگیریة وغیرہا- لیکن جبکہ مکان نانی اور باپ کا قریب ہے تو مصلحت یہ ہے کہ دن کو باپ پاس آوے جاوے اور رات کو نانی پاس سو رہے- کہ دونون کا دل خوش رہے واللہ اعلم بالصواب حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

سوال- کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ اخیافی بھائی یا بہن جو زنا سے ہو مستحق ترکہ کا شرعًا ہوگا یا نہین بینوا توجروا +

الجواب- اخیافی بھائی یا بہن جو زنا سے ہو مستحق ترکہ کا نہ ہوگا- کیونکہ اخیافی بھائی یا بہن ہونا شرعًا موقوف ہے اوپر نکاح صحیح کے- اور بصورت مرقومہ مین نکاح نہین پایا جاتا ییستحق الارث باحد ثلاثة برحم ونکاح صحیح فلا توارث بفاسد ولا باطل اجماعًا کذا فی تنویر الابصار والدر المختار واللہ اعلم بالصواب-

سید محمد نذیر حسین

سوال- کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ عرصہ تخمینًا تین برس کا ہوا کہ منشی نذر محمد خان

لئے سماۃ رحیم النساء زن منکوحہ اور سماۃ جمعیت کنیزک بے نکاحی کہ جس کے پیٹ سے ایک بیٹا انور محمد ہے اور ایک کنیزک بے نکاحی کہ جس کے بطن سے ایک دختر مسماۃ امانی بیگم ہے اور ایک بھائی حقیقی مسمی علی محمد خان اور تین بہنیں حقیقی مسماتان مغلانی بیگم و گمانی بیگم و بادشاہ بیگم و جائداد منقولہ و غیر منقولہ چھوڑ کر اس جہان سے انتقال کیا۔ تخمیناً عرصہ ایک برس کا ہوا کہ ایک ہمشیرہ متوفی موصوف مسماۃ بادشاہ بیگم بھی تین پسر نیاز علی و ممتاز علی و امتیاز علی اور ایک دختر اودیا بیگم نامی چھوڑ کر وفات کر گئی۔ اس صورت میں جس جس کو از روئے حدیث و شرع شریف جس قدر حصہ پہنچتا ہے ارقام فرماویں فقط

الجواب ۔ درصورت مرقومہ کل متروکہ شخص متوفی کا بعد تقدیم ما یتقدم علی المیراث من التجہیز والتکفین والدیون والوصیۃ بیس سہام پر تقسیم ہوگا۔ چوتھائی یا پانچ سہام زوجہ کو پہنچیں گے اور چھ سہام بھائی کو اور تین تین سہام ہر بہن کو اور بہن متوفیہ کا حصہ اس کی اولاد پر للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم ہوگا اور کنیزکان بے نکاحی اور اولاد اس کی محروم ہیں شرعاً۔ اور اگر اولاد کنیزک شرعی سے ہوتی تو مستحق میراث کی ہو سکتی تھی۔ اور لونڈی اور غلام عرفی اس دیار کے حکم لونڈی اور غلام شرعی کا ہرگز نہیں رکھتے اس لئے کہ لونڈی غلام شرع میں اس طرح سے ہوتے ہیں کہ اہل اسلام بزور اور غلبہ جہاد کر کے ان کو پکڑ لاویں اپنے ملک دار الاسلام میں یا کفار ایک ملک کے اور کفار دوسرے ملک کے غلبہ کر کے اولاد کفار کو پکڑ لاویں اور ایک ملک سے دوسرے ملک میں لیجاویں مالک ہوتے ہیں اگر ایسے لونڈی غلام کو بیچیں کسی مسلمان کے ہاتھ یا ہدیہ تحفہ بھیجیں کسی مسلمان کو تو مسلمان اس قسم کے لونڈی غلام کا مالک ہو جاتا ہے پس اس طرح کی لونڈی شرعی ہیں بغیر نکاح کے صحبت کرنی ان سے جائز ہے اور اویر حرہ کے نکاح کرنا اس طرح کی لونڈیوں سے درست نہیں استیلا اور غلبہ اس طرح پر کہ اس کے قبضہ سے بالفعل اور آیندہ نے نہیں سکے سبب ملک کا ہوتا ہے مال مباح پر اور آدمی میں سے کفار حربی مال مباح ہیں جیسا کہ کتب فقہ مانند ہدایہ و بحر رائق وغیرہ میں مذکور ہے۔ واذا غلب الترک علی الروم فسبوہم واخذوا اموالہم ملکوہا لان الاستیلاء قد تحقق فی مال مباح وہو السبب انتہی ما فی الہدایۃ مختصراً والاستیلاء لاغیر ہو طریق الملک فی جمیع الاموال والبیع والہبۃ ونحوہما ینقل الملک الحاصل بالاستیلاء الیہ فمن شرط البیع الملک حالۃ البیع حتی لم یصح فی مباح قبل الاستیلاء لخلو المحل عن الملک فالاسباب ثلثۃ مثبت للملک وہو الاستیلاء وناقل للملک وہو البیع ونحوہ وخلافۃ وہو الارث والوصیۃ کذا فی البحر الرائق۔ پس بموجب روایات فقہیہ معتبرہ کے لونڈی غلام اس دیار کے بیع شراء سے لونڈی غلام شرعی نہیں ہو سکتے کہ لوازم مملوکیت کا ان پر جاری ہو پھر جب اولاد اس

قسم کی لونڈی کے خریدکر نیوالے سے ثابت النسب نہ ہوئی تو محروم الارث بے شک وشبہ ہونگے واللہ اعلم بالصواب۔ سید محمد نذیر حسین

جواب صحیح ہے اور متروکہ منشی نذر محمد خان کا بحسب قاعدہ فرائض کے ایکسو چالیس سہام پر منقسم ہوگا۔ اس طرح کہ پینتیس سہام ان کی بیوی کو اور بیالیس سہام ان کے بھائی کو اور اکیس اکیس سہام ان کی دونوں بہنوں کو اور ایک بہن جو مرگئی ہے اس کے اکیس سہام یوں منقسم ہوں گے کہ چھ چھ سہام ان کے ہر بیٹے کو اور تین سہام ان کی بیٹی کو غرضکہ حقیقت میں بات اصل وہی ہے۔ جو مفتی صاحب نے لکھی اور ان کو بانٹنا چاہیئے۔ تو بموجب قائدہ فرائض کے یوں تقسیم ہوگی۔ اور واقع میں کنیز غیر منکوحہ اور اس کی اولاد کو کچھ نہیں پہنچیگا کہ وہ شرعی لونڈی نہیں ہے کما حررہ فی الجواب فقط۔ محمد قطب الدین

فی الحقیقت جس طرح دونوں حضرات نے ارقام فرمایا ہے بے کم وکاست یوں ہی ہے حسب قواعد فرائض کے بلاشبہ۔ حسبنا اللہ بس حفیظ اللہ۔

ہوالموفق۔ جو کچھ ان حضرات نے فرمایا ہے صحیح ہے مگر نواب قطب الدین خان صاحب کی تحریر کی یہ عبارت کہ "ایک بہن جو مرگئی ہے اس کے اکیس سہام یوں منقسم ہوں گے الخ" قاعدہ فرائض کے خلاف ہے اس واسطے کہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بہن متوفیہ کو قبل مرنیکے اس کے بھائی منشی نذر محمد خان متوفی کے ترکہ سے اکیس سہام ملے ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ قانون فرائض کے رو سے اس کو تین سہام ملے ہیں جیسا کہ حضرت مولینا سید محمد نذیر حسین صاحب غفرلہم نے تحریر فرمایا ہے۔ پس واضح ہو کہ مجمل اور مختصر جواب قانون فرائض کے مطابق تو وہی ہے جو حضرت ممدوح نے لکھا ہے۔ اور تفصیلی جواب جس کا طرز تحریر قانون فرائض کے پورا پورا مطابق ہو اس طرح پر ہے۔ کہ بعد تقدیم ما تقدم علی الارث ورفع موانعہ ترکہ منشی نذر محمد خان متوفی ایکسو چالیس سہام پر تقسیم ہو کر از انجملہ پینتیس سہام ان کی زوجہ کو اور بیالیس سہام ان کے بھائی علی محمد خان کو اور اکیس سہام ان کی بہن مسماۃ مغلانی بیگم کو اور اسی قدر مسماۃ گمانی بیگم کو اور چھ چھ سہام بادشاہ بیگم کے ہر ایک بیٹے نیاز علی اور ممتاز علی اور امتیاز علی کو اور تین سہام اس کی بیٹی اولیا بیگم کو ملیں گے اور کنیز کان بے نکاحی اور ان کی اولاد کو کچھ نہیں ملیگا واللہ تعالی اعلم

صورت المسئلہ ہکذا۔ میت — مسئلہ ۴ — تصحیح ۲۰ — تصحیح ۱۴۰

زوجہ	اخ علی محمد	اخت مغلانی بیگم	اخت گمانی بیگم	اخت بادشاہ بیگم
۱/۵ — ۳۵	۶/۴۲ — ۴/۱	۳/۲۱	۳/۲۱	۳

میت مسئلہ ۷	تماثل	مافی الید ۳
ابن نیاز علی	ابن ممتاز علی	ابن امتیاز علی	بنت اولیا بیگم

ابن نیاز علی	ابن ممتاز علی	ابن امتیاز علی	بنت اولیا بیگم
۲/۶	۲/۶	۲/۶	۱/۳

المبلغ ۴۲

الاحیــــــــاء

زوجہ نذر محمد	علی محمد	مغلانی بیگم	گمانی بیگم	نیاز علی	ممتاز علی	امتیاز علی	اولیا بیگم
۳	۶	۶	۶	۲۱	۲۱	۴۲	۳۵

الحاصل حضرات مجیبین میں سے ہر ایک کا جواب صحیح و حق ہی مجیب ثانی کے صرف طرز بیان میں ایک بات تھی جس کو ہم نے ظاہر کیا ہے۔ کتبہ محمد عبدالرحمٰن المبارکفوری عفا اللہ عنہ +

سوال — کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ بقضائے الٰہی فوت ہو گئی اور ایک متبنّٰی مسمی نادر سلطان اور ایک سوتیلی ماں ایک سوتیلا بھائی مسمی عبدالرحیم علاتی اور بہن خالہ زاد اور ایک بیٹا اس کا یعنی بھانجہ متوفیہ کا اور ایک کنیزک مسماۃ مبارک النساء اور شوہر بعد اپنے یہ سب وارث چھوڑے اور متروکہ ہندہ متوفیہ کا زیور و پارچہ فقط ہے اپنی عین حیات میں ہندہ مذکورہ نے برضا و رغبت خود تین چار آدمیوں کے روبرو دو تین سال پہلے مرنے سے ہزار روپیہ مہر کا شوہر کو بخش دیا تھا چنانچہ اقارب وغیرہ اس امر سے واقف اور شاہد ہیں اور نیز اپنی حیات میں ہندہ نے بحالت صحت و ثبات عقل چند مرتبہ شوہر کو یہ وصیت کی تھی کہ بعد میرے نادر سلطان متبنّٰی کو اگر میں مر جاؤں تو بالیاں طلائی اور چار حلقہ نقرئی کہ جو میری والدہ مرتے وقت اس کو دے مری ہیں وہ اور ایک جوڑا کپڑا گوٹے کناری کا میرے کپڑوں میں سے لیکر اسے وقت نکاح کے دیدینا اور اس کا نکاح کر دینا شرعاً یہ وصیت جائز ہے یا نہیں اور مال متروکہ متوفیہ مذکورہ کا کیونکر تقسیم ہوگا بینوا توجروا +

الجواب — درصورت مرقومہ واضح ہو کہ وصیت مذکورہ تہائی مال میں جاری ہوگی پس ایک جوڑا گوٹا کناری کا اور نیز خرچ نکاح نادر سلطان مذکور کا تہائی میں بموجب وصیت ہندہ مذکورہ کے محسوب ہوگا زیادہ میں جائز نہیں مگر وارث زیادہ کو جائز رکھیں تو جائز ہے ولا تجوز بما زاد علی الثلث الا ان یجیزہا الورثۃ بعد موتہ وہم کبار کذا فی الہدایۃ ہکذا فی العالمگیریۃ وغیرہا۔ اور دو بالیاں طلائی اور چار حلقہ نقرئی جو ہندہ کی ماں نادر سلطان کو دے مری ہے وہ مال خالص نادر سلطان کا ہی وہ ہندہ کے متروکہ میں داخل نہیں اور نہ کسی وارث کا اس میں حق ہے اور بعد تجہیز و تکفین و اجرائے وصیت کے متروکہ مذکورہ ہندہ متوفیہ کو دو حصہ پر تقسیم کر کے نصف شوہر کو اور نصف آخر برادر

عبدالرحیم علائی کو بطریق عصوبت اور شوہر مذکور کو بطور فرض دینا چاہیئے اور باقی وارث بہ سبب ذوی الارحام ہونیکے محروم الارث ہین کیونکہ ذوی الارحام ذوی الفروض اور عصبہ کے ہوتے مستحق ارث کے نہین ہوسکتے اور منجملہ ان کے نادر سلطان اور سوتیلی مان اور مبارک النساء تینون نہ ذوی الفروض مین داخل ہین نہ عصبہ مین نہ ذوی الارحام مین اسی واسطے ترکہ مذکورہ سے یہ محروم رہے ہے۔ ہکذا فی کتب الفرائض واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ السید محمد نذیر حسین عفی عنہ۔

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ زید مرگیا اور قبل تقسیم ترکہ کے اس کی زوجہ نے دوسرا نکاح کرلیا۔ اب سوال یہ ہے کہ زوجہ زید متوفی بہ سبب کرنے نکاح ثانی کے ترکہ زید شوہر اول سے محروم المیراث ہوجاویگی یا نہین بینوا توجروا۔

الجواب۔ درصورت مرقومہ زوجہ زید متوفی بہ سبب کرنے نکاح ثانی کے ترکہ زید شوہر اول سے محروم المیراث ہرگز نہ ہوگی۔ اس لئے کہ موجب میراث زوجہ کا بقاء نکاح سے تاوقت موت زید کے۔ یستحق الارث باحد ثلثۃ برحم ونکاح صحیح وولاء کذا فی تنویر الابصار والدر المختار۔ لان الزوجیۃ سبب لارثہا کذا فی الطحطاوی وغیرہ من کتب الفقہ۔ پس جب زوجہ زید متوفی اولا مستحق میراث ترکہ زید سے ہوچکی تو پھر بعد ازان نکاح دوسرا مسقط حق میراث اسکے کا نہ ہوگا شرعا۔ لان الحق اذا ثبت واستقر لا یسقط الا باسقاط صاحب الحق کذا یستفاد من الہدایۃ وغیرہا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

سید شریف حسین | سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین کہ ایک شخص دو دختر وایک زوجہ اور چند بھتیجے رکھتا تھا۔ قبل از موت ایک روز پیشتر ہر دو دختر اپنی کو بقدر پانسو روپیہ نقد وغلہ وگاو میش ومادہ گاؤ بموجودگی چند اشخاص برادری وزوجہ دیکر یہ وصیت کی کہ تمہارا حق وحصہ میرے ترکہ مین کچھ نہین رہا۔ اور بعد میرے جب تک زوجہ زندہ رہے مثل میرے آمدنی اراضیات پر قابض و متصرف رہکر اوقات بسر کرتی . . . رہے اور بعد انتقال زوجہ جملہ بھتیجے ہمہ جائداد کے مالک ہووین۔ اور بھتیجے تاحیات زوجہ سربراہ کاری کرتے رہین اور جو بھتیجا کلان ہو وہ کسی قدر زمین سوائے حصہ کے واسطے خرچ صادر ووارد وچراغ مسجد کے زیادہ پاوے چنانچہ جملہ بھتیجون نے موافق وصیت کے عمل کیا کہ تاحیات زوجہ متوفی کے سربراہی کرتے رہے اب بعد انتقال اس کے کے جملہ جائداد پر قابض ومالک ہوئے۔ اب دختران متعرض ہین کہ مورث سے ترکہ زوجہ کو اور زوجہ سے ہم ہر دو بنات کو پہنچتا ہے لہذا یہ وصیت اس وقت کی نسبت بھتیجون کے جائز ہے یا نہین بینوا توجروا۔

الجواب درصورت مرقومہ واضح ہو کہ وصیت وارث کے حق میں شرعاً جائز نہیں درمختار میں ہے۔ ولا لوارثہ الخ لقولہ علیہ السلام لا وصیۃ لوارث انتہے۔ اب چاہئے کہ تمام مال منقولی اور غیر منقولی شخص متوفی کا مع پانسو روپیہ نقد جو شخص مذکور اپنی لڑکیون کو دے مرا ہے وہ سب ملاکر اول اس میں سے تجہیز و تکفین و ادائے دین مہر زوجہ متوفی میں صرف کرنا چاہئے پھر جو کچھ بچے اسکو چوبیس سہام پر منقسم کرکے تین سہام یعنی ثمن زوجہ متوفی کو اور سولہ سہام یعنی ثلثان دونوں بیٹیوں کو اور باقی پانچ سہام بھتیجہ کو دینا چاہئے۔ بعد اس کے زوجہ مذکورہ کا انتقال ہو گیا۔ اور وارث اسکے سوائے دونوں بیٹیون کے کوئی نہین جیسا کہ سوال سے معلوم ہوتا ہے۔ تو اس حالت میں کل متروکہ میت ثانی کا دونون بیٹیان بالفرض والرد لیویگی۔ اور بھتیجہ کا اس میں کچھ حق نہین ہکذا فی کتب الفقہ والفرائض۔ حررہ سید شریف حسین عفی عنہ۔

سید محمد نذیر حسین

سوال منزوجہ بعد وفات زوج کے متروکہ زوج کو اپنے دین مہر میں استغراق کرسکتی ہے یا نہین بینوا توجروا۔

الجواب زوجہ متروکہ زوج کو اپنے دین مہر میں استغراق کرسکتی ہے بحکم قضاء قاضی و حاکم وقت کے۔ کیونکہ حق غرما یعنی قرضخواہوں کا ساتھ مالیت کے متعلق ہے نہ بعین متروکہ سے چنانچہ ہدایہ میں درباب اقرار مریض و درباب وصی مذکور ہے الا ان حق الغرماء یتعلق بالمالیۃ لا بالصورۃ انتہی ... وقال فی فتح القدیر لان حق الغرماء یتعلق بالمالیۃ لا بالصورۃ والمالیۃ باقیۃ فی المبایعۃ بمثل القیمۃ وان فاتت الصورۃ انتہی مختصراً اور حق ورثہ کا ساتھ عین ترکہ میت کے متعلق ہے بشرط فراغ حاجت میت سے جیسا کہ ہدایہ وغیرہ میں مذکور ہے وحق الورثۃ یتعلق بالترکۃ بشرط الفراغ ولہذا یقدم حاجتہ فی التکفین۔ اب واضح ہو کہ جب حق غرما کا ساتھ مالیت کے متعلق ہوا نہ عین ترکہ میت سے تو تقویم و تشخیص قیمت متروکہ میت کی واسطے ادائے دین مہر و دیگر دیون عباد کے ضرور چاہئے۔ اور ولایت بیع ترکہ مستغرقہ فی الدین کی قاضی اور حاکم وقت کو ہے نہ قرضخواہ کو اور نہ ورثہ کو طحطاوی حاشیہ درمختار میں بیچ کتاب الفرائض کے مذکور ہے قال المولف فی شرح الملتقی وقدمنا ان ولایۃ بیع الترکۃ المستغرقۃ بالدین للقاضی لا للورثۃ لعدم ملکہم حینئذ انتہی۔ پس معلوم ہوا کہ بحکم قضاء قاضی و حاکم وقت کے زوجہ متروکہ زوج کو اپنے دین مہر میں استغراق کرسکتی ہے اور بعد تقویم و تشخیص قاضی کے وارثان میت اگر چاہیں کہ کل ترکہ مستغرقہ کو یا بعض کو بعوض ادائے دیون کے (دین مہر ہو خواہ کوئی دوسرا دین) ترکہ میت کو واگذاشت کرالیں تو واگذاشت کراسکتے ہیں اور اگر قرضخواہ اپنے دین میں عین ترکہ لینے کو کہیں اور ورثہ عوض ترکہ کے ادائے دین کرنیکو کہیں تو قول ورثہ کا معتبر ہوگا۔ لما مر من ان حق الورثۃ یتعلق بعین الترکۃ وحق الغرماء یتعلق بالمالیۃ واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ السید محمد نذیر حسین عفی عنہ۔

سید محمد نذیر حسین

کتاب الاضحیۃ

سوال - گائے میں سات آدمی اور اونٹ میں دس آدمی کے شریک ہونیکا حکم خاص ہدی میں ثابت ہے یا قربانی میں بھی ثابت ہے بینوا توجروا +

الجواب - قربانی میں بھی ثابت ہے سبل السلام جلد ۲ صفحہ ۱۷۶ میں ہے۔ یندب لبس احسن الثیاب والتطیب باجود الاطیاب فی یوم العید ویزید فی الاضحی الضحیۃ باسمن ما یجد لما اخرجہ الحاکم من حدیث الحسن السبط قال امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی العیدین ان نلبس اجود ما نجد وان نتطیب باجود ما نجد وان نضحی باسمن ما نجد البقرۃ عن سبعۃ والجزور عن عشرۃ وان نظہر التکبیر والسکینۃ والوقار قال الحاکم بعد اخراجہ من طریق اسحٰق ہذا لحکمت للحدیث بالصحۃ قلت ولیس بمجہول فقد ضعفہ الازدی ووثقہ ابن حبان ذکرہ فی التلخیص انتہی واللہ اعلم وعلمہ اتم - کتبہ محمد عبدالرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ +

سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کھال قربانی کی قیمت سے مسجد کی مرمت کرانی یا فرش بنوانا درست ہے یا نہیں اور زیادہ تر انسب کیا ہے مسکین کو دینے میں یا مسجد کی مرمت اور فرش وفروش وغیرہ بنوانے میں یا مدرسہ اسلامیہ میں داخل کر دینے میں +

الجواب - کھال قربانی کے مصرف و مستحق فقرا و مساکین ہیں بلوغ المرام میں ہے - عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ قال امرنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان اقوم علی بدنہ وان اقسم لحومہا وجلودہا وجلالہا علی المساکین ولا اعطی فی جزارتہا منہا شیئا متفق علیہ قال فی سبل السلام :- دل الحدیث علی انہ یتصدق بالجلود والجلال الی قولہ وحکم الاضحیۃ حکم الہدی فی انہ لا یباع لحمہا ولا جلدہا وانہ لا یعطی الجزار منہا شیئا اجرۃ انتہے واللہ تعالےٰ اعلم بالصواب حررہ السید ابوالحسن عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ ہندہ کو طلاق بائن دیدی اور بحالت قیام مذاکرہ و قرینہ طلاق یہ کہا کہ میں نے تجھکو چھوڑا میرا تیرا کچھ واسطہ نہیں

اب زید مذکور اپنی مطلقہ بائنہ سے نکاح کرنا چاہتا ہے اب یہ نکاح بعد عدت کے درست ہوگا یا عدت کی اس میں ضرورت نہیں (۲) ہرن اور بکری سے جو بچہ پیدا ہوا اور برس روز کا یا زیادہ کا ہوگیا تو قربانی وعقیقہ اس بچہ کا درست ہے یا نہیں (۳) زید مقروض مرا اور کچھ بھی ترکہ نہیں چھوڑا اسکے ورثہ بیٹے یعنے ابن تین اور بھائی ایک اور بی بی ایک ہے۔ ان ورثہ میں سے کون کون کتنا کتنا قرضہ ادا کرنیکا ذمہ دار ہے۔ (۴) زید نے ہندہ سے نکاح کیا اور قبل خلوت صحیحہ کے طلاق دیدی اور قبل گذرنے عدت کے بکر نے ہندہ سے نکاح کر لیا۔ اس قسم کی طلاق میں عدت کی قید ہے یا نہیں۔ (۵) عنین وخنثی کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں +

الجواب۔ جواب سوال اول اگر عدت نہیں گذری ہے تو زید بلا نکاح کے رجوع کر سکتا ہے اور اگر عدت گذر گئی ہے تو نکاح کی ضرورت ہے یہ مسلک محدثین کا ہے اور فقہاء حنفیہ کے نزدیک چونکہ یہ طلاق طلاق بائنہ ہے لہذا ان کے مسلک پر ہر دو صورت میں نکاح کی ضرورت ہے۔ جواب سوال دوم۔ ہرن اور بکری سے جو بچہ پیدا ہوا اگر وہ مشابہ ہرن کے ہو تو اس کی قربانی وعقیقہ ناجائز ہے اور اگر وہ مشابہ ہرن کے نہ ہو تو اس کی قربانی وعقیقہ جائز ہے لیکن دو برس سے کم کا نہیں ہونا چاہیئے۔ ولایجزی دون الثنی من المعز وہو ما استکمل سنتین وطعن فی الثالثۃ ہکذا فی الروضۃ الندیۃ۔ جواب سوال سوم۔ وارثان زید میں سے کوئی اس کے قرضہ ادا کرنیکا شرعاً ذمہ دار نہیں ہے ہاں اگر وہ تبرعاً واحساناً اپنی اپنی حسب لیاقت قرضہ ادا کر دیں اور اس کو بار قرض سے سبکدوش کر دیں تو بہت اچھی بات ہے اور اس صورت میں کچھ متعین نہیں ہے کہ فلاں اس قدر دے اور فلاں اس قدر دے۔ اگر ایک ہی کل قرضہ ادا کر دے تو بھی ادا ہو جاوے گا۔ جواب سوال چہارم۔ جب طلاق قبل خلوت صحیحہ کے دیجائے تو عدت نہیں ہوتی۔ پس بکر کا نکاح صحیح ہوا۔ جواب سوال پنجم۔ عنین کے پیچھے نماز درست ہے اور خنثی مشکل کے پیچھے درست نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ السید عبدالحفیظ عفی عنہ +

سید محمد نذیر حسین

ہوالموفق۔ جواب سوال اول کے متعلق واضح ہو کہ امام شافعی اور امام احمد وغیرہما کے نزدیک طلاق بائن واقع ہونے کی تین ہی صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ عورت کو قبل دخول کے طلاق دیجائے اور دوسری یہ کہ طلاق بالعوض دیجائے۔ تیسری یہ کہ تین طلاقیں شرعی طور پر دیجادیں۔ ان تین صورتوں کے علاوہ کوئی اور صورت طلاق بائن واقع ہونے کی نہیں ہے بلکہ انکے علاوہ اور جو صورت ہے وہ طلاق رجعی کی صورت ہے۔ مثلاً اگر کسی نے اپنی عورت کو بلفظ طلاق بائن دی کہ انت طالق طلقۃ بائنۃ تو بھی طلاق رجعی ہی ہوگی اور بینونت کی قید لغو ہوگی

اور یہی مسلک حق ہے اور جمہور اسی کے قائل ہیں۔ علامہ ابن القیم زاد المعاد صفحہ ۲۱۴ جلد ۲ میں لکھتے ہیں۔ وقد ذکر اللہ سبحانہ وتعالے اقسام الطلاق کلہا فی القرآن وذکر احکامہا فذکر الطلاق قبل الدخول وانہ لاعدۃ فیہ وذکر الطلقۃ الثالثۃ وانہا تحرم الزوجۃ علی المطلق حتی تنکح زوجا غیرہ و ذکر طلاق الفداء الذی ہو الخلع وسماہ فدیۃ ولم یحسبہ من الثلث کما تقدم وذکر الطلاق الرجعی الذی المطلق احق فیہ بالرجعۃ وہو ماعدا ہذہ الاقسام الثلثۃ وبہذا احتج احمد والشافعی وغیرہما علی انہ لیس فی الشرع طلقۃ واحدۃ بعد الدخول بغیر عوض بائنۃ وانہ اذا قال لہا انت طالق طلقۃ بائنۃ کانت رجعیۃ ویلغو وصفہا بالبینونۃ وانہ لایملک ابانتہا الابعوض واما ابوحنیفۃ فقال تبین بذلک لان الرجعۃ حق لہ وقد اسقطہا والجمہور یقولون وان کانت الرجعۃ حقا لہ لکن نفقۃ الرجعیۃ و کسوتہا حق علیہ فلا یملک اسقاطہ الا باختیارہا وبذلہا العوض وسوالہا ان تفتدی نفسہا منہ بغیر عوض فی احد القولین وہو جواز الخلع بغیر عوض واما اسقاط حقہا من الکسوۃ والنفقۃ بغیر سوالہا ولابذلہا العوض فخلاف النص والقیاس الی قولہ وتلخص المسئلۃ ان اللہ لم یجعل للامۃ طلاقا بائنا قط الافی موضعین احدہما طلاق غیر المدخول بہا والثانی الطلقۃ الثالثۃ وماعداہ من الطلاق فقد جعل للزوج فیہ الرجعۃ ہذا مقتضے الکتاب کما تقدم تقریرہ وہذا قول الجمہور منہم الامام احمد والشافعی واہل الظاہر قالوا لایملک ابانتہا بدون الثلاث الافی الخلع ولاصحاب مالک ثلثۃ اقوال فیما اذا قال انت طالق طلقۃ لارجعۃ فیہا الی قولہ الثالث انہا واحدۃ رجعیۃ وہذا قول ابن وہب وہوالذی یقتضیہ الکتاب والسنۃ والقیاس وعلیہ الاکثرون انتہے۔ جواب سوال ثانی کے متعلق واضح کہ ہرن اور بکری سے جو بچہ پیدا ہوا اگر وہ بکری ہے تو قربانی درست ہے اور اگر بکری نہیں ہے تو اس کی قربانی درست نہیں فتاوے عالمگیریہ میں ہے۔ وقیل اذا نزا ظبی علی شاۃ اہلیۃ فان ولدت شاۃ تجوز التضحیۃ وان کانت ظبیا لاتجوز انتہے۔ یہی قول حق معلوم ہوتا ہے کیونکہ بکری کی قربانی کا حکم ہے اور ہرن کی قربانی جائز نہیں اور اگر ایسا بچہ ہوا کہ نہ اس کو بکری کہہ سکتے ہیں اور نہ ہرن تو اس کی بھی قربانی جائز نہیں ہذا ماعندی واللہ تعالے اعلم بالصواب۔ کتبہ محمد عبدالرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ +

سوال - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قیمت کھال قربانی کی اپنے مصرف میں لانا چاہیئے یا نہیں بینوا توجروا +

الجواب - قیمت کھال قربانی کی اپنے مصرف میں ہرگز نہیں لانا چاہیئے یہ حق فقراء ومساکین کا ہے بلکہ اس میں سے قصاب کو اجرت بھی نہیں دینا چاہیئے واللہ اعلم بالصواب حررہ السید ابوالحسن عفی عنہ +

سید محمد نذیر حسین

ھوالموفق- کھال قربانی کی قیمت اپنے مصرف میں لانا ہرگز جائز نہیں ہے بلکہ ایک ضعیف حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص قربانی کی کھال کو فروخت کرے گا (یعنی اپنے مصرف میں لانیکے لئے) تو اس شخص کی قربانی ہی نہیں درایہ تخریج ہدایہ میں ہے- حدیث من باع جلد اضحیتہ فلا اضحیۃ لہ الحاکم والبیہقی من حدیث ابی ہریرۃ بہذا وردہ الحاکم فی تفسیر سورۃ الحج- درایہ کے حاشیہ میں ہے وصححہ لکن فیہ عبداللہ بن عباس قال الذہبی فی مختصرہ ضعفہ ابوداؤد انتہی- ہاں قربانی کی کھال کو بغیر فروخت کئے اپنے مصرف میں لانا ہر طرح درست وجائز ہے مثلاً اس کا بستر بنانا اور مشک اور ڈول بنوانا اور اپنے مصرف میں لانا بلاشبہ درست ہے منتقی میں ہے- عن ابی سعید ان قتادہ بن النعمان اخبرہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قام فقال انی کنت امرتکم الحدیث وفیہ واستمتعوا بجلودہا ولا تبیعوہا الخ رواہ احمد قال الشوکانی قال فی مجمع الزوائد انہ مرسل صحیح الاسناد انتہے- کتبہ محمد عبدالرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ +

سوال- کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسئلوں میں کہ میت کی طرف سے جو وارث لوگ قربانی بقرعید میں دیتے ہیں- اس کا گوشت صاحب نصاب کو اور میت کے وارث کو کھانا بموجب شرع شریف کے درست ہے یا نہیں (۲) جنازہ کی نماز اندر مسجد کے جہاں نماز پنجگانہ پڑھی جاتی ہے لاش رکھ کر پڑھنا جائز ہے یا نہیں (۳) میت نے اپنی حیات کے وقت نماز فرض کسی وجہ سے نہیں پڑھی ہے تو اس کے وارث بعد ممات اس کے نماز فرض ادا کرسکتے ہیں یا نہیں- ازراہ بزرگانہ ہر مسئلہ کے جواب سے بصراحت مطلع فرمایا جاوے بینوا توجروا +

الجواب- جامع ترمذی میں عبداللہ بن مبارک کا یہ فتوے لکھا ہے کہ اگر میت کیطرف سے قربانی کی جاوے تو قربانی کرنیوالا اس میں سے کچھ بھی نہ کھائے بلکہ کل گوشت کو صدقہ کردے (۲) ہاں جنازہ کی نماز مسجد کے اندر جہاں نماز پنجگانہ پڑھی جاتی ہے لاش رکھ کر پڑھنا جائز ہے- عن عائشۃ رضی اللہ عنہا لما توفی سعد بن وقاص قالت ادخلوا بہ المسجد حتی اصلی علیہ فانکر ذلک علیہا فقالت لقد صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ابنی بیضاء فی المسجد سہیل واخیہ رواہ مسلم- (۳) میت کیطرف سے اس کی نماز فوت شدہ کو اس کا کوئی وارث یا کوئی اور شخص ادا نہیں کرسکتا ہے- نسائی شریف میں ہے عن ابن عباس قال لا یصلی احد عن احد ولکن یطعم عنہ مکان کل یوم مدین حنطۃ ... والله اعلم بالصواب المجیب سید عبدالوہاب عفی عنہ-

میرے نزدیک میت کیطرف سے جو قربانی کی جائے اسکا گوشت صاحب نصاب کو اور قربانی کرنیوالے کو کھانا درست ہے نادرست ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے صحیح مسلم وغیرہ

کی حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے اور اپنی آل کی طرف سے اور اپنی امت کیطرف سے قربانی کرتے تھے۔ اور آپ کی امت مین بعض لوگ مر بھی گئے تھے لیکن یہ ہرگز ثابت نہین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قربانی کا گوشت خود نہین کھایا اور کل گوشت بالقدر حصہ اموات کے صدقہ کر دیا" حضرت علی رضی اللہ عنہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کیطرف سے ایک قربانی کرتے تھے لیکن حضرت علی کا اس قربانی کے گوشت کو خود نہ کھانا اور کل گوشت کا صدقہ کر دینا ہرگز ثابت نہین۔ رہا فتوے عبداللہ بن مبارک کا سو یہ ان کی رائے ہی اور اُن کی اس رائے پر کوئی دلیل صحیح قائم نہین ہے۔ عون المعبود شرح سنن ابی داؤد جلد ثالث صفحہ ۵۰ مین اس کی بحث تفصیل کے ساتھ لکھی گئی ہے۔ من شاء الاطلاع علیہ فلیراجع الیہ واللہ تعالے اعلم کتبہ محمد عبدالرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ +

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ زید نے ایک عورت کو بلا نکاح ایک مدت تک اپنے پاس رکھا اور کسی قدر روپیہ بھی اس کو دیتا رہا۔ اب بعد چند برسون کے زید اور عورت مذکور کو ہدایت ہوئی اور انہون نے توبہ کی اور باہم دونون نے عقد موافق شریعت کے کر لیا۔ اب جو مال کہ زید نے اس عورت کو حالت غیر نکاح مین دیا تھا وہ مال اس عورت کو حلال ہی یا نہین اور اگر حلال نہین تو اس مال کو کس جگہ خرچ کرنا چاہئیے (۲) عقیقہ اگر سات روز مین کسی باعث سے نہ ہو سکا تو بعد اس کے ہو سکتا ہے یا نہین (۳) بارہ تکبیرین جو عیدین مین ہوتی ہین یہ مع تکبیر تحریمہ و تکبیر قیام کے ہین یا کہ ان کے علاوہ ہین (۴) چار و پانچ تکبیرین جو کہ جنازہ مین ہوتی ہین یہ مع تکبیر تحریمہ کے ہین یا کہ اس کے علاوہ ہین (۵) عیدالضحے مین قربانی ہر شخص کی جانب سے کرنا چاہئیے یا گھر بھر کیلئے ایک جانور کرنا کافی ہوگا بینوا توجروا +

الجواب۔ جواب سوال اول وہ روپیہ اس عورت کو حلال نہین ہے اس واسطے کہ وہ روپیہ اس کو بمقابلہ زنا کے ملا ہے اور ایسا مال خبیث ہوتا ہے۔ وہ روپیہ عورت زید کو واپس کر دے۔ جواب سوال دوم۔ جامع ترمذی مین ہے کہ اہل علم ساتوین روز عقیقہ کرنیکو مستحب جانتے ہین اگر ساتوین روز نہ ہو سکا تو چودھوین روز کرنا چاہئیے۔ اور اگر چودھوین روز نہ ہو سکا تو اکیسوین روز کرنا چاہئیے۔ قاضی شوکانی نیل الاوطار مین ترمذی کے اس قول کو نقل کر کے لکھتے ہین۔ ویدل علی ذلک ما اخرجہ البیہقی عن عبداللہ بن بریدۃ عن ابیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال العقیقۃ تذبح لسبع ولاربع عشرۃ ولاحدی وعشرین۔ یعنی اس قول پر وہ حدیث دلالت کرتی ہے جس کو عبداللہ بن بریدہ نے اپنے باپ سے اور انہون نے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ عقیقہ ذبح کیا جائے ساتوین روز اور چودہوین روز اور اکیسوین روز۔ مگر شوکانی نے نہ اس کی سند لکھی ہے اور نہ اسکا صحیح یا ضعیف ہونا ظاہر کیا ہے۔ سبل السلام صفحہ ۲۰۸ مین ہے۔ قال النووی انہ یعق قبل السابع وکذا عن الکبیر فقد اخرج البیہقی من حدیث انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم عق عن نفسہ بعد البعثۃ ولکنہ قال منکر وقال النووی حدیث باطل۔ یعنی نووی نے کہا کہ ساتوین روز کے قبل بھی عقیقہ کرنا درست ہے۔ اور اسی طرح بڑے ہونے کے بعد بھی عقیقہ کرنا درست ہے اس واسطیکہ بیہقی نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا عقیقہ بعثت کے بعد کیا ہے لیکن بیہقی نے کہا کہ یہ حدیث منکر ہے اور نووی نے کہا کہ یہ حدیث باطل ہے۔ الحاصل عقیقہ کا وقت جو احادیث صحیحہ سے ثابت ہے وہ ساتوان روز ہے۔ پس ساتوین ہی روز عقیقہ کرنا متعین ہے ہان بریدہ رضی اللہ عنہ کی روایت مذکورہ اگر صحیح ولائق اعتبار ہے تو چودھوین روز اور اکیسوین روز بھی عقیقہ کرنا حدیث سے ثابت ہوگا۔ اور اکیسوین روز کے بعد یا بڑے ہونیکے بعد عقیقہ کرنا کسی حدیث معتبر سے ثابت نہین۔ اور علما کی رائین اس بارہ مین مختلف ہین۔ بعض کہتے ہین کہ اکیسوین روز کے بعد بھی ہو سکتا ہے اور بعض کہتے ہین کہ نہین واللہ تعالے اعلم بالصواب۔ جواب سوال دوم۔ عیدین مین جو بارہ تکبیرون کی جو روایتین آئی ہین ان مین بعض روایتون مین لفظ سوی تکبیرۃ الافتتاح واقع ہوا ہے اور بعض مین سوی تکبیر فی الرکوع وارد ہوا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ عیدین کی بارہ تکبیرین علاوہ تکبیر تحریمہ اور تکبیر رکوع کے ہین مگر یہ بعض روایتین ضعیف ہین اور اس بارے مین علما کا اختلاف ہے۔ امام شافعی وغیرہ کے نزدیک انہین بعض روایتون کے مطابق یہ بارہ تکبیرین تکبیر تحریمہ کے علاوہ ہین اور ان بارہ تکبیرون مین تکبیر قیام اور تکبیر رکوع کسی کے نزدیک داخل نہین قال النووی واما التکبیر المشروع فی اول صلوۃ العید فقال الشافعی ہو سبع فی الاولی غیر تکبیرۃ الاحرام وخمس فی الثانیۃ غیر تکبیرۃ القیام وقال مالک واحمد وابو ثور کذالک ولکن سبع فی الاولی احداہن تکبیرۃ الاحرام کذا فی عون المعبود صفحہ ۴۴۶ جلد ۱۔ اور نیل الاوطار صفحہ ۱۸۵ جلد ۳ مین ہے وقد تقدم فی حدیث عائشۃ عند الدار قطنی سوی تکبیرۃ الافتتاح وعند ابی داؤد سوی تکبیر فی الرکوع وہو دلیل لمن قال ان السبع لا تعد فیہا تکبیرۃ الرکوع واحتج اہل القول الثانی باطلاق الاحادیث المذکورۃ فی الباب واجابوا عن حدیث عائشۃ بانہ ضعیف انتہی۔ حافظ ابن عبد البر لکھتے ہین والفقہاء علی ان الخمس فی الثانیۃ غیر تکبیرۃ القیام کذا فی التعلیق الممجد۔ جواب سوال چہارم۔ چار پانچ تکبیرین جو جنازہ مین ہین وہ

مع تکبیر تحریمہ کے ہیں کیونکہ ان سے تکبیر تحریمہ کے خارج ہونیکی کوئی دلیل نہیں ہے۔ جواب سوال پنجم ہر متنفس کی طرف سے ایک ایک جانور کی قربانی ضروری نہیں ہے۔ ایک بکری بھی گھر بھر کیطرف سے کافی ہو سکتی ہے منتقے الاخبار میں ہے۔ عن عطاء بن یسار قال سألت ابا ایوب الانصاری کیف کانت الضحایا فیکم علی عہد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال کان الرجل فی عہد النبی صلے اللہ علیہ وسلم یضحی بالشاۃ عنہ وعن اہل بیتہ فیاکلون ویطعمون حتی تباہی الناس فصار کما تری رواہ ابن ماجہ والترمذی وصححہ اور ابو داؤد میں ہے۔ عن جابر بن عبد اللہ قال شہدت مع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الاضحی بالمصلی فلما قضی خطبتہ نزل عن منبرہ واتی بکبش فذبحہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیدہ وقال بسم اللہ واللہ اکبر ہذا عنی وعن من لم یضح عن امتی۔ قاضی شوکانی پہلی حدیث کے تحت میں نیل الاوطار میں لکھتے ہیں فیہ دلیل علے ان الشاۃ تجزی عن اہل البیت لان الصحابۃ کانوا یفعلون ذلک فی عہدہ صلے اللہ علیہ وسلم والظاہر اطلاعہ فلا ینکر علیہم ویدل علی ذلک ایضا حدیث علی کل اہلبیت فی کل عام اضحیۃ (الی قولہ) والحق انہا تجزی عن اہل البیت وان کانوا مائۃ نفس اواکثر کما قضت بذلک السنۃ انتہی۔ واللہ تعالے اعلم بالصواب کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ۔

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عقیقہ کرنا واجب ہے یا سنت یا مستحب اور کیا کیا اسکے احکام ہیں بینوا توجروا +

الجواب۔ عقیقہ جمہور کے نزدیک سنت ہے واجب نہیں اور امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک مستحب ہے اور بعض لوگوں کے نزدیک واجب ہے۔ مگر قول جمہور اصح و اصوب ہے۔ کیونکہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عقیقہ ثابت ہے اور اس کا ترک ثابت نہیں ہے۔ اور وجوب کی کوئی دلیل نہیں ہے تو سنت ہوا اسلئے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو چیز ثابت ہے بغیر ترک کے وہ سنت ہے جبتک کوئی دلیل وجوب کی نہ ہو۔ اور یہ جو حدیث میں بلفظ امر آیا ہے کہ لڑکے کی طرف سے عقیقہ کرو۔ عن سلمان رض بن عامر الضبی قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مع الغلام عقیقۃ فاہریقوا عنہ دما واميطوا عنہ الاذی رواہ الجماعۃ الا مسلما کذا فی المنتقے۔ یہ امر وجوب کے لئے نہیں ہے کہ اس سے وجوب عقیقہ پر دلیل لائی جاوے کیونکہ دوسری حدیث میں (جو آگے آتی ہے) ہے کہ جو شخص عقیقہ کرنا چاہے کرے اس اختیار دینے سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ عقیقہ واجب نہیں تو ضرور ہوا کہ حدیث سابق کے امر کو وجوب کے لئے نہ لیں تاکہ

دونوں حدیثوں میں مطابقت ہو جاوے۔ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث
سے استدلال کیا ہے اس بات پر کہ عقیقہ مستحب ہے سنت نہیں مگر یہ استدلال
صحیح نہیں کیونکہ اختیار کسی فعل میں شارع کی طرف سے مخالف اس کی سنت کے نہیں
ہے۔ اس لئے کہ سنت میں بھی اختیار حاصل ہوتا ہے بلکہ مستحب وہ ہے جسکو حضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی کیا ہو اور کبھی چھوڑ دیا ہو کما لا یخفی علی الماہر بالاصول۔
قولہ فاہریقوا عنہ دما تمسک بہذا وبقیۃ الاحادیث القائلون بانہا واجبۃ وہم الظاہریۃ
والحسن البصری وذہب الجمہور من العترۃ وغیرہم الی انہا سنۃ وذہب ابو حنیفۃ رحمۃ اللہ
علیہ الی انہا لیست فرضا ولا سنۃ وقیل انہا عندہ تطوع احتج الجمہور بقولہ صلی اللہ
علیہ وسلم من احب ان ینسک عن ولدہ فلیفعل وسیاتی وذلک یقتضی عدم الوجوب لتفویضہ
الی الاختیار فیکون قرینۃ صارفۃ للاوامر ونحوہا عن الوجوب الی الندب وبہذا الحدیث احتج
علی عدم الوجوب والسنیۃ ولکنہ لا یخفی انہ لا منافاۃ بین التفویض الی الاختیار وبین کون
الفعل الذی وقع فیہ التفویض سنۃ انتہے ما فی نیل الاوطار۔ اور لڑکے کے پیدا ہونیکے
ساتویں دن یا چودھویں دن یا اکیسویں دن عقیقہ کرنا بہتر ہے۔ عن سمرۃ رضی اللہ عنہ
قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کل غلام رہینۃ بعقیقۃ تذبح عنہ یوم سابعہ و
یسمی فیہ ویحلق راسہ رواہ الخمسۃ وصححہ الترمذی کذا فی منتقے الاخبار ویدل علے ذلک ما اخرجہ
البیہقی عن عبد اللہ بن بریدۃ عن ابیہ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال العقیقۃ[1] تذبح لسبع
ولاربع عشرۃ ولاحدی وعشرین انتہے کذا فی نیل الاوطار۔ اور اگر اکیسویں دن نہ کرے اس
سبب سے کہ اسکو مقدور نہیں یا اور کسی دوسرے سبب سے تو جب مقدور ہو کرے
کیونکہ فرمایا اللہ تعالے نے لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا۔ اور بعد بلوغ کے باپ وغیرہ
سے طلب کرنیکا حق نہیں ہے خود آپ اپنی طرف سے کرے کیونکہ حضرت صلے اللہ
علیہ وسلم نے بعد بعثت کے اپنا عقیقہ کیا ہے۔ العقیقۃ سنۃ مؤکدۃ ووقتہا من الولادۃ
الی البلوغ ویسقط الطلب عن الاب والاحسن ان یعق عن نفسہ تدارکا لما فات والخبر ان
النبی صلے اللہ علیہ وسلم عق عن نفسہ بعد النبوۃ لما رواہ البیہقی وتکلم بعض العلماء بصحۃ ہذا الخبر
وسبع البدنۃ والبقر کشاۃ انتہے ما فی الشرح القویم فی شرح مسائل التعلیم لابن حجر الہیتمی
الشافعی۔ اور لڑکے کیطرف سے دو بکرے اور لڑکی کیطرف سے ایک بکرا کرنا چاہیے
عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ قال سئل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عن العقیقۃ
فقال لا احب العقوق وکانہ کرہ الاسم فقالوا یا رسول اللہ انما نسئلک عن احدنا یولد لہ

[1] قولہ العقیقۃ تذبح الخ اخرجہ ایضا الطبرانی فی الاوسط والصغیر وضعفہ فی فتح الباری وجامع الصغیر والسراج المنیر لانہ تفرد بہ

قال من احب منكم ان ينسك عن ولده فليفعل عن الغلام شاتان مكافاتان وعن الجارية شاة رواه احمد وابوداؤد والنسائی كذا فی منتقی الاخبار وعن ابن عباس رض ان رسول الله صلی الله علیه وسلم عق عن الحسن رض والحسين رض كبشا كبشا رواه ابوداؤد والنسائی وقال كبشين كذا فی منتقی الاخبار۔ اور جميع احكام اس کے مثل احكام جانور قربانی کے ہین کیونکہ حدیث سے کچھ فرق دونون مین ثابت نہین ہوتا مگر جن جن عیوب سے جانور قربانی کا مبرا یعنی پاک ہونا ضروری ہی جس کی تفصیل گذر چکی ان سے جانور عقیقہ کا مبرا ہونا ضرور نہین کیونکہ کسی حدیث سے ثابت نہین ہوتا۔ الثانی هل يشترط فيها ما يشترط فی الاضحية وفيه وجهان للشافعية فقد استدل باطلاق الشاتين علی عدم الاشتراط وهو الحق لكن لا لهذا الاطلاق بل لعدم ورود ما يدل ههنا علی تلك الشروط والعيوب المذكورة فی الاضحية وهی احكام شرعية لا تثبت بدون دليل انتهی ما فی نيل الاوطار۔ اور اس کے کھانے کا بھی حکم گوشت قربانی کا حکم ہے یعنی کرنیوالا کھاوے اور دوسرون کو کھلا دے یہ جو مشہور ہے کہ ماں باپ عقیقہ کا گوشت نہ کھاوین بالکل بے اصل ہے اور اسی طرح سے عقیقہ مین سے دائی کو دینا جیسا کہ مروج ہے اسکا ضرور نہین ہے۔ لیکن وہ اگر محتاج ہو تو بزمرہ محتاجان وہ بھی مستحق ہے چنانچہ اس بارہ مین شاہ عبدالعزیز صاحب کا فتوے ایسا ہی ہو چکا ہے اور لڑکے کا سر منڈاوے اور اس کے بالون کے برابر چاندی تول کر کے خیرات کرے اور اسی دن نام رکھے یہ بھی سنت ہے اور عقیقہ کے لوازمات مین سے ہے۔ وعن ابی رافع ان حسن بن علی رضی الله عنهما لما ولد ارادت فاطمة رض ان تعق عنه بكبشين فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا تعقی عنه ولكن احلقی شعر راسه فتصدقی بوزنه من الورق ثم ولد حسين رض فصنعت مثل ذلك رواه احمد كذا فی منتقی الاخبار۔ اور حضرت فاطمہ رض کو حضرت حسن کے عقیقہ کرنیسے جو منع فرمایا اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت صلے الله علیه وسلم ان کا عقیقہ کر چکے تھے جیسا کہ حدیث سابق مین گذرا۔ قوله لا تعقی عنه فيحمل هذا علی انه قد كان صلی الله علیه وسلم عق عنه وهذا التعيين لما قد منا فی رواية الترمذی والحاكم عن علی عليه السلام انتهے ما فی نيل الاوطار وعن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده ان النبی صلی الله علیه وسلم امر بتسمية المولود يوم سابعه ووضع الاذی والعق وقال حديث حسن غريب كذا فی منتقے الاخبار۔ اور عقیقہ کے مناسبات سے یہ بھی ہے اس لئے ذکر کرتا ہون کہ لڑکے کے پیدا ہونیکے دن کان مین اذان دینی چاہیئے اس مین لڑکی اور لڑکے کا ایک حکم ہے یعنی داہنے کان مین دونون کے اذان دینی چاہئے۔ وعن ابی رافع رض قال رايت رسول الله صلے الله علیه وسلم اذن فی اذن الحسين رض حين ولدته فاطمة رض بالصلوة رواه احمد وكذلك ابوداؤد والترمذی وصححه وقال الحسن كذا فی منتقے الاخبار۔ قد حرره ابو الخير محمد يس الرحيم آبادی ثم العظيم آبادی عفی عنه۔

نازل شده درشان محمد یس

فقیر محمد عبدالحق ۱۲۹۵

الجواب صحیح حمید الله عفی عنه۔ مدرس مدرسه مطلع العلوم میرٹھ

اقول روی الحاكم من حديث علی قال امر رسول الله صلی الله علیه وسلم فاطمة فقال زنی شعر الحسين وتصدقی بوزنه فضة واعطی القابلة

الجواب صحیح محمد طاہر سلہٹی۔ محمد عبید اللہ مصنف تحفۃ الہند۔ | محمد عبید اللہ ۱۲۹۱ |

اصاب من اجاب حسبنا اللہ بس حفیظ اللہ۔ عقیقہ سنت ہے اگر کیفیت و کمیت میں سہولت سے ہے

پشاوری۔ یہ جواب صحیح ہے۔ حررہ ابو العلے محمد عبد الرحمن الاعظم گڈھی | امیر احمد |

المبارکفوری عفی عنہ۔ الجواب صحیح ابو القاسم محمد عبد الرحمن۔ الجواب صحیح والمجیب نجیح حررہ ابو عبد اللہ

فقیر اللہ متوطن ضلع شاہپور پنجاب + مجیب صاحب نے جواب محققانہ دیا ہے اور بہت صحیح ہے

ولکن یہ ضرور معلوم کرنا چاہئے کہ یہ جو عوام الناس بلکہ بعض بعض خواص میں بھی مشتہر ہو رہا ہے۔ کہ

لڑکے کیلئے نر چاہیئے اور لڑکی کے لئے مادہ۔ سو یہ بات بالکل غلط اور بے اصل ہے۔ حدیث

شریف میں آیا ہے کہ کچھ حرج و مضائقہ نہیں خواہ نر ہو یا مادہ۔ قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

ولا یضرکم ذکرانا او اناثا کذا فی ابی داؤد والترمذی والنسائی والمشکوۃ وغیرہا وکذا فی الشروح الکبار مثل

فتح الباری وغیرہ۔ اور اذان کا حکم یہ ہے کہ داہنے کان میں اذان کہنی چاہیئے۔ اور بائیں میں

تکبیر حضرت فرماتے ہیں کہ مولود ام صبیان سے محفوظ رہے گا۔ فی مسند ابی یعلی الموصلی عن الحسین رضی

مرفوعا من ولد لہ ولد فاذن فی اذنہ الیمنی واقام فی اذنہ الیسری لم تضرہ ام الصبیان رواہ فی جامع

الصغیر وکذا فی المرقاۃ وفی شرح السنۃ ان عمر بن عبد العزیز کان یؤذن فی الیمنی ویقیم فی الیسری

اذا ولد الصبی انتہی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب حررہ العاجز ابو محمد عبد الوہاب الفنجابی الجھنگوی

ثم الملتانی نزیل الدہلی تجاوز اللہ عن ذنبہ الخفی والجلی +

| خادم شریعت رسول الاواب ابو محمد عبد الوہاب ۱۳۰۰ |

الجواب صحیح محمد امیر الدین حنفی واعظ مسجد دہلی۔

| محمد امیر الدین ۱۳۰۰ |

| خادم شریعت رسول الثقلین محمد تلطف حسین ۱۲۹۲ |

الجواب صحیح عبد اللطیف عفی عنہ سہسوری۔ الجواب صحیح ابو محمد عبد الرؤف بہاری عفی عنہ

| عبد اللطیف ۱۲۹۵ | | عبد الرؤف ۱۳۰۲ |

| ۱۲۹۹ سید محمد عبد السلام غفرلہ | | عبد الجلیل | عربی | محمد شمس الدین ۱۳۰۵ |

| ابو محمد عبد الحق ۱۳۰۵ لودہانوی |

اصل عقیقہ ساتویں روز ہے

| سید محمد نذیر حسین |

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین و مفتیان شرع مبین اس مسئلہ میں کہ میت کی طرف سے قربانی

کرنا جائز و درست ہے یا نہیں بینوا توجروا +

الجواب - واضح ہو کہ میت کی طرف سے قربانی کرنا جائز و درست ہے۔ یدل علیہ ما روی عن عائشۃ
رضی اللہ تعالی عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امر بکبش اقرن یطأ فی سواد ویبرک فی سواد
وینظر فی سواد فاتی بہ لیضحی بہ قال لہا یا عائشۃ ہلمی المدیۃ ثم قال اشحذیہا بحجر ففعلت ثم اخذہا واخذ
الکبش فاضجعہ ثم ذبحہ ثم قال بسم اللہ اللہم تقبل من محمد وآل محمد ومن امۃ محمد ثم ضحی بہ رواہ مسلم وفی المشکوۃ
وفی روایۃ لاحمد وابی داود والترمذی ذبح بیدہ وقال بسم اللہ واللہ اکبر اللہم ہذا عنی وعمن لم یضح من امتی
انتہی - اور ظاہر ہے کہ امۃ کا لفظ شامل ہے حی ومیت دونوں کو کما قال صاحب رد المحتار و
سیاتی قولہ فانتظر الخ نیز حضرت علی کرم اللہ وجہہ بعد وفات آنحضرت صلعم کے آپ کی طرف سے
قربانی کیا کرتے تھے حسب وصیت آنحضرت صلعم کے کذا فی المشکوۃ - عن حنش قال رایت
علیا یضحی بکبشین فقلت لہ ما ہذا فقال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوصانی ان اضحی عنہ فانا
اضحی عنہ رواہ ابو داود وروی الترمذی نحوہ انتہی - اور لفظ ترمذی کا یہ ہے - عن حنش عن علی انہ
کان یضحی بکبشین احدہما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم والآخر عن نفسہ فقیل لہ فقال امرنی بہ یعنی
النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلا ادعہ ابدا انتہی - وقال فی الہدایۃ واذا اشتری سبعۃ بقرۃ لیضحوا بہا
فمات احدہم قبل النحر وقالت الورثۃ اذبحوہا عنہ وعنکم اجزاہم وان کان شریک الستۃ نصرانیا
او رجلا یرید اللحم لم یجز عن واحد منہم ووجہہ ان البقرۃ تجوز عن سبعۃ لکن من شرطہ ان یکون قصد
الکل القربۃ وان اختلفت جہاتہا کالاضحیۃ والقران والمتعۃ عندنا لاتحاد المقصود وہو القربۃ
وقد وجد ہذا الشرط فی الوجہ الاول لان التضحیۃ عن الغیر عرفت قربۃ الا تری ان النبی علیہ السلام ضحی
عن امتہ علی ما روینا من قبل ولم یوجد فی الوجہ الثانی لان النصرانی لیس من اہلہا وکذا قصد اللحم ینافیہا
واذا لم یقع البعض قربۃ والاراقۃ لا تتجزی فی حق القربۃ لم یقع الکل ایضا فامتنع الجواز وہذا الذی
ذکرہ استحسان والقیاس ان لا یجوز وہو روایۃ عن ابی یوسف لانہ تبرع بالاتلاف فلا یجوز عن غیرہ
لان فیہ الزام الولاء علی المیت انتہی - وقال فی الدر المختار وان مات احد السبعۃ المشترکین فی
البدنۃ وقال الورثۃ اذبحوا عنہ وعنکم صح عن الکل استحسانا لقصد القربۃ من الکل انتہی - وقال
ابن العابدین تحت ہذا القول ہذا وجہ الاستحسان قال فی البدائع لان الموت لا یمنع التقرب عن المیت
بدلیل انہ یجوز ان یتصدق عنہ ویحج عنہ وقد صح ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضحی بکبشین
احدہما عن نفسہ والآخر عمن لم یذبح من امتہ وان کان منہم قد مات قبل ان یذبح انتہی ثم قال
(فرع) من ضحی عن المیت یصنع کما یصنع فی اضحیۃ نفسہ من التصدق والاکل والاجر للمیت والملک
للذابح انتہی - وفی الفتاوی العالمگیریۃ ولو اوصی ان یشتری بقرۃ بجمیع مالہ ویضحی بہا عنہ
فمات - ولم تجز الورثۃ فالوصیۃ جائزۃ بالثلث بلا خلاف ویشتری بالثلث شاۃ ویضحی بہا عنہ

ولو اوصی ان یشتری البقرۃ بعشرین درہما من مالہ ویضحی بہا عنہ فمات وثلث مالہ اقل من عشرین فانہ یضحی عنہ فی مذہبنا بما بلغت کذا فی الذخیرۃ انتہی وہکذا فی غیرہا من کتب الفقہ۔ یہ احادیث مذکورہ اور روایات فقہیہ جواز قربانی از طرف میت پر صاف دلالت کرتی ہیں کما لا یخفی علی من لہ ادنے درایۃ فی الفقہ والروایۃ واللہ اعلم بالصواب وعندہ ام الکتاب فقط المجیب العبد المعیب الراجی فضل رب الثقلین ابو الخیر محمد انور حسین ابن السید محمد عنایت حسین المہلوی المونگیری صانہما اللہ تعالے عن موبقات الدارین +

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ چہ میفرمایند علمائے دین درین مسئلہ کہ در قربانی گاؤ یا شتر ہفت آدم شریک میشوند و یک کس ازان یک حصہ خود و دو حصہ از طرف والدین دران قربانی ارادہ نمودہ قربانی کند جائز خواہد بود از طرف والدین یا نے بینوا توجروا +

الجواب۔ جائز است چنانچہ در کتب فقہ مذکور است وان مات احد السبعۃ المشترکین فی البدنۃ وقال الورثۃ اذبحوا عنہ وعنکم صح عن الکل استحسانا لقصد القربۃ من الکل کذا فی الدر المختار قال المصنف والتضحیۃ عن الغیر عرفت قربۃ لانہ علیہ الصلاۃ والسلام ضحی عن امتہ کذا فی الطحطاوی وہکذا فی الہدایۃ وغیرہا من کتب الفقہ والحدیث واللہ اعلم بالصواب حررہ سید محمد نذیر حسین۔

محمد قطب الدین	نوازش علی	محمد صدر الدین	سید محمد نذیر حسین

سوال۔ احکام قربانی کے کیا کیا ہیں تفصیلا بیان فرماویں +

الجواب۔ اضحیۃ یعنی قربانی میں اختلاف ہے کہ واجب ہے یا سنت موکدہ مگر مذہب صحیح و محقق یہی ہے کہ سنت مؤکدہ ہے اور یہی مذہب ہے جمہور کا اور بخاری نے ایک باب اس کی سنیت کا منعقد کیا ہے اور یہی دلائل اسکی سنیت پر ہیں بخوف تطویل اختصار کیا۔ واجب نہیں ہے کیونکہ وجوب پر کوئی دلیل نہیں ہے اور نہ کسی صحابہ سے وجوب منقول ہے اور حدیث جو ابن ماجہ میں ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص باوجود قدرت کے قربانی نہ کرے وہ ہمارے مصلی میں نہ حاضر ہو۔ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال من کان لہ سعۃ ولم یضح فلا یقربن مصلانا رواہ ابن ماجہ۔ اول تو اس کے مرفوع ہونے میں اختلاف ہے صوب یہی ہے کہ موقوف ہے دوسرے اس سے وجوب نہیں نکلتا بلکہ تاکید نکلتی ہے جیسا کہ کچے پیاز وغیرہ کے کھانے میں فرمایا کہ مسجد میں کھا کر نہ آؤ حالانکہ بالاتفاق اس سے حرمت نہیں نکلتی اسی واسطے حضرت سے علت ثابت ہے۔ کما لا یخفی علی من لہ فہم سلیم۔ اور سنیت دلائل سے ثابت ہے جن کی تفصیل یہاں اختصاراً نہیں کی گئی +

قال الحافظ ابن حجر فی فتح الباری وکانہ ترجم بالسنۃ اشارۃ الی مخالفۃ من قال بوجوبہا قال ابن حزم لا یصح عن احد من الصحابۃ انہا واجبۃ وصح انہا غیر واجبۃ عن الجمہور وعن محمد بن الحسن ہی سنۃ غیر مرخصۃ فی ترکہا وقال الطحاوی وبہ ناخذ ولیس فی الآثار مایدل علی وجوبہا انتہے واقرب مایتمسک بہ للوجوب حدیث ابی ہریرۃ رفعہ من وجد سعۃ فلم یضح فلا یقربن مصلانا اخرجہ ابن ماجۃ واحمد ورجالہ ثقات لکن اختلف فی رفعہ ووقفہ والموقوف اشبہ بالصواب۔ قال الطحاوی وغیرہ ومع ذلک فلیس صریحا فی الایجاب انتہی ملخصا۔ اور اس کے لئے صاحب نصاب زکوٰۃ ہونا بھی شرط نہیں کیونکہ کوئی دلیل اس شرط پر نہیں ہے بلکہ صرف استطاعت یعنی قدرت ہونی چاہئے جیسا کہ حدیث ابوہریرہ رض مذکور میں ہے کما لا یخفی اور اقامت یعنی مسافر نہ ہونا بھی شرط نہیں ہے کیونکہ اس پر بھی کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ دلیل سے اس کا خلاف ثابت ہے کہ بخاری نے مسافر کی قربانی کرنیکا ایک باب منعقد کیا ہے اور اس میں حدیث لایا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سفر مکہ میں قربانی کی۔ باب الاضحیۃ للمسافر والنساء فیہ اشارۃ الی خلاف من قال ان المسافر لا اضحیۃ علیہ انتہے مافی فتح الباری۔ اس سے صراحۃ مستفاد ہوتا ہے کہ اقامت شرط نہیں ہے کما لا یخفی۔ اور مذہب حنفی میں واجب ہے صاحب نصاب زکوٰۃ پر جیسا کہ صدقہ فطر میں بشرط اس کے کہ مسافر نہ ہو۔ الاضحیۃ واجبۃ علے کل مسلم مقیم موسر فی یوم الاضحی علی نفسہ وعن ولدہ الصغار والنساء لما روینا من اشتراط السعۃ ومقدارہ مایجب بہ صدقۃ الفطر انتہے مافی الہدایۃ ملخصا بقدر الحاجۃ اور جو شخص قربانی کرنیکا ارادہ رکھے اس کو چاہئے کہ جب ذی الحجہ کا چاند دیکھے تب سے قربانی تک سر و ریش کا بال و ناخن وغیرہ نہ لے۔ عن ام سلمۃ ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال اذا رأیتم ہلال ذی الحجۃ واراد احدکم ان یضحی فلیمسک عن شعرہ واظفارہ رواہ الجماعۃ الا البخاری کذا فی منتقی الاخبار۔ اور وقت اس کا بعد نماز کے ہے قبل نماز کے نہیں جائز۔ اور اگر کوئی قبل نماز کے کریگا تو صحیح نہ ہوگا۔ دوسرا کرنا ہوگا۔ کیونکہ بخاری میں روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سنت یہ ہے کہ پہلے نماز پڑھے پھر قربانی کرے۔ اور جس نے پہلے نماز کے قربانی کی اس کی قربانی صحیح نہ ہوئی وہ اس کے کھانیکا گوشت ہے دوسری قربانی کرے۔ عن البراء قال قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم ان اول مانبدأ فی یومنا ہذا ان نصلی ثم نرجع فننحر من فعلہ فقد اصاب سنتنا ومن ذبح قبل فانما ہو لحم قدمہ لاہلہ لیس من النسک فی شیئ الحدیث رواہ البخاری۔ اور حنفی مذہب میں بھی یہی وقت ہے مگر دیہاتی لوگوں کے لئے وقت الاضحیۃ یدخل بطلوع الفجر من یوم النحر الا انہ لا یجوز لاہل الامصار الذبح حتی یصلی الامام العید فاما اہل السواد فیذبحون بعد الفجر کذا فی الہدایۃ۔ اور سن بکری کا ایک سال

یعنی ایک سال پورا اور دوسرا شروع اور گائے اور بھینس کا دو سال یعنی دو سال پورے اور تیسرا شروع اور اونٹ کا پانچ سال اور چھٹا شروع ہونا چاہیئے اور بھیڑ ایک سال سے کم کا بھی جائز ہے بشرطیکہ اس کے کہ خوب موٹا اور تازہ ہو کہ سال بھر کا معلوم ہوتا ہو اس لیئے کہ حدیث میں آیا ہے کہ سال سے کم کی قربانی نہ کرو اور ضرورت کے وقت بھیڑ کا جذعہ کرلو۔ عن جابر رضی اللہ تعالے عنہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا تذبحوا الا مسنۃ الا ان یعسر علیکم فتذبحوا جذعۃ من الضان رواہ الجماعۃ الا البخاری کذا فی منتقے الاخبار۔ اور مسنہ ہر جانور میں سے ثنی کو کہتے ہیں اور ثنی کہتے ہیں بکری میں سے جو ایک سال کا ہو دوسرا شروع اور گاؤ بھینس میں جو دو سال کی ہو تیسرا شروع۔ اور اونٹ کا جو پانچ سال کا ہو چھٹا شروع ہو۔ قولہ الا مسنۃ قال العلماء المسنۃ ہی الثنیۃ من کل شیئ من الابل والبقر والغنم انتہے ما فی نیل الاوطار والثنی من الشاۃ ما دخل فی السنۃ الثانیۃ کذا فی مفردات القرآن للامام الراغب القاسم الحسین وہو المقدم علے الغزالی والقاضی ناصر الدین البیضاوی منتہی الارب میں ہے ثنی کغنی شتر در سال ششم در آمدہ انتہے والثنی منہا ومن المعز ابن سنۃ ومن البقر ابن سنتین ومن الابل ابن خمس سنین ویدخل فی البقر الجاموس لانہ من جنسہ انتہی ما فی الہدایۃ۔ اور جذعہ بھیڑ میں سے اس کو کہتے ہیں جو سال سے کم ہو۔ الجذع من الضان ما تمت لہ ستۃ اشہر فی مذہب الفقہاء وذکر الزعفرانی رحمۃ اللہ علیہ انہ ابن سبعۃ اشہر انتہے ما فی الہدایۃ مگر شرط مذکور قالوا ہذا اذا کانت عظیمۃ بحیث لو خلط بالثنایا یشتبہ علی الناظر من بعید انتہے ما فی الہدایۃ اور شرط یہ ہے کہ جانور قربانی اتنے عیوب سے خالی ہو۔ اول یہ کہ سینگ اسکا آدھا یا آدھے سے زیادہ نہ کٹا ہو۔ دوسرے اسی طرح کان نہ کٹا ہو۔ تیسرے کانا یا اندھا نہ ہو چوتھے یہ کہ ظاہر لنگڑا نہ ہو۔ پانچویں یہ کہ بہت بیمار نہ ہو۔ چھٹے یہ کہ اتنا بوڑھا نہ ہو کہ اس کی ہڈی کا گودا نہ باقی رہا ہو۔ ساتویں یہ کہ اس کا کان نہ پھٹا ہو۔ عن علی علیہ السلام قال نہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان یضحی باعضب القرن والاذن قال قتادۃ فذکرت لسعید بن المسیب فقال العضب النصف فاکثر من ذلک رواہ الخمسۃ وصححہ الترمذی ولکن ابن ماجہ لم یذکر قول قتادۃ الی آخرہ وعن البراء بن عازب رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اربع لا تجوز فی الاضاحی العوراء البین عورہا والمریضۃ البین مرضہا والعرجاء البین ضلعہا والکسیر التی لا تنقی رواہ الخمسۃ وصححہ الترمذی کذا فی منتقے الاخبار وعن علی رض قال امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان نستشرف العین والاذن وان لا نضحی بمقابلۃ ولا مدابرۃ ولا شرقاء ولا خرقاء رواہ الترمذی وابو داؤد والنسائی والدارمی وابن ماجہ وانتہت روایتہ الی قولہ والاذن کذا فی المشکوۃ۔ اور حنفی مذہب میں بھی ان سب عیوب سے خالی ہونا چاہیئے اور سوا ان کے دُم بھی اس کی نصف سے زیادہ نہ کٹی ہو مگر یہ کہ سینگ کٹے

ہوئے ہوں یا کان پھٹا ہو حنفی مذہب میں عیب نہیں ہے اور کان آدھے سے زیادہ کٹا ہو تب
عیب ہے ورنہ نہیں۔ ولا یضحی بالعمیاء والعوراء والعرجاء التی لا تمشی الی المنسک ولا العجفاء ولا تجزی
مقطوعۃ الاذن والذنب ولا التی ذہب اکثر اذنہا وذنبہا وان بقی اکثر الاذن والذنب جاز ویجوز
ان یضحی بالجماء انتہی ما فی الہدایۃ۔ اور یہ عیوب جب معتبر ہیں کہ وقت خریدنے کے موجود ہوں
اور جب وقت خریدنے کے جمیع عیوب مذکورہ سے مبرا تھا اور بہ نیت قربانی کے جمیع عیوب
سے سالم خرید لیا تب کوئی نیا عیب حادث ہوا تو اس کی قربانی صحیح ہے جیسا کہ حدیث
میں آیا ہے وعن ابی سعید رض قال اشتریت کبشا اضحی بہ فعدی الذئب فاخذ الالیۃ قال
فسالت النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقال ضح بہ رواہ احمد وہو دلیل علی ان العیب الحادث
بعد التعیین لا یضر انتہی کذا فی المنتقے۔ اور حنفی مذہب میں امیر تو دوسری بدل لے اور غریب کے
لئے وہی صحیح و کافی ہے۔ وہذا الذی ذکرنا اذا کانت ہذہ العیوب قائمۃ وقت الشراء
ولو اشتراہا سلیمۃ ثم تعیبت بعیب مانع ان کان غنیا علیہ غیرہ وان کان فقیرا تجزیہ ہذہ لان
الوجوب علی الغنی بالشرع ابتداء لا بالشراء فلم تتعین بہ وعلی الفقیر بشرائہ بنیۃ الاضحیۃ فتعینت
انتہی ما فی الہدایۃ۔ اور خصی کی قربانی جائز ہے کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خصی
کی قربانی کی ہے۔ وعن عائشۃ رض قالت ضحی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بکبشین سمینین
عظیمین املحین اقرنین موجوئین رواہ احمد انتہے ما فی منتقے الاخبار۔ اور بہت سی حدیثیں اس
مضمون کی آئی ہیں بخوف تطویل ایک ہی پر اکتفا کیا۔ حنفی مذہب میں بھی ہے ویجوز ان
یضحی بالجماء والخصی لان لحمہا اطیب وقد صح عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ ضحی بکبشین املحین
موجوئین انتہی ما فی الہدایۃ ملخصا بقدر الحاجۃ۔ اور قربانی میں سے از روئے قرآن و حدیث
کے خود کھائے اور فقیروں محتاجوں کو کھلائے کوئی تقیید نہیں کہ کس قدر کھائے اور
کس قدر فقیروں کو دے۔ فرمایا اللہ تعالے نے کلوا منہا واطعموا القانع والمعتر۔ ترجمہ کھاؤ
ان میں سے اور کھلاؤ بے سوال فقیر اور سوال کرنیوالوں کو۔ اور حنفی مذہب میں مستحب ہے
کہ تہائی فقیروں محتاجوں کو دے۔ یاکل من لحم الاضحیۃ ویطعم الاغنیاء والفقراء ویدخر ویستحب
ان لا ینقص الصدقۃ عن الثلث انتہے ما فی الہدایۃ ملخصا۔ اور قصاب کی اجرت قربانی میں
سے نہ دے اپنے پاس سے علیحدہ دے۔ عن علی رض قال بعثنی النبی صلے اللہ علیہ وسلم
فقمت علی البدن فامرنی فقسمت لحومہا ثم امرنی فقسمت جلالہا وجلودہا وقال سفیان حدثنی
عبد الکریم عن عبد الرحمن بن ابی لیلی عن علی رض قال امرنی النبی صلے اللہ علیہ وسلم ان اقوم
علی البدن ولا اعطی منہا شیئا فی جزارتہا رواہ البخاری۔ ترجمہ۔ حضرت علی رض سے روایت ہے کہ

فرمایا آپ نے بھیجا مجھکو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پس کھڑا ہوا مین قربانیون پر پس حکم کیا مجھکو پس تقسیم کیا مین نے گوشت ان کا پھر حکم کیا مجھکو پس تقسیم کی مین نے جھولین ان کی اور چمڑے اُنکے اور کہا سفیان رحمہ اللہ . . . . . سنے حدیث ۔ سنائی مجھکو عبد الکریم نے مجاہد سے اور اس نے عبد الرحمن بن ابی لیلی سے اور انہون نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا حضرت علی رض نے حکم کیا مجھے کو پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ کہ کھڑا ہوون مین قربانیون پر اور نہ دون ان سے قصائی کی اجرت مین کچھ . . . . اور قربانی کے چمڑون کو یا تو صدقہ کردے جیساکہ حدیث مذکورہ بالا سے ظاہر ہے یا اس سے کوئی چیز استعمال کی مثل مشک ڈول وغیرہ کے بنالے بیچے نہین جیساکہ حدیث مذکورہ بالا سے ظاہر ہے اور حنفی مذہب مین بھی یہی ہے ۔ ویتصدق بجلدہا لانہ جزء منہا او یعمل منہ آلۃ تستعمل فی البیت کالنطع والجراب والغربال وغیرہا انتہے ما فی الہدایۃ واللہ اعلم بالصواب حررہ العاجز المہین محمد امین الرحیم آبادی ثم العظیم آبادی عفی عنہ ۔ محمد عبد الحمید غفر اللہ عنہ +

محمد عبید اللہ	مصنف تحفۃ الہند	نقیر محمد عبد الحق ۱۲۹۵	خادم شریعت رسول الاداب ابو محمد عبد الوہاب ۱۳

الیسر الدین ۱۳۰۱

یہ جواب صحیح ہے حررہ ابو العلے محمد عبد الرحمن الاعظم گڈہی المبارکفوری عفا اللہ عنہ ۔ نعم الجواب ۔ ابو القاسم محمد عبد الرحمن عفی عنہ +

محمد طاہر ۱۳۰۴	خادم شریعت رسول الثقلین محمد تلطف حسین	سید محمد عبد السلام غفرلہ ۱۲۹۹

سید محمد نذیر حسین

سوال ۔ دعوے قربانی گاؤ کے جواب مین ہنود نے اپنا یہ بیان پیش کیا ہے کہ قرآن شریف مین اس فعل کی اجازت نہین بنیاد مذہب مدعی کی اوپر قرآن شریف کے ہے ۔ کتاب مذکور مین قربانی گاؤ کی ہدایت نہین ہے ۔ مدعی خلاف اس کے بحیلہ مذہب بغرض دل دکھانے مذہب ہنود کے کہ جس کے دھرم شاستر مین سخت ممانعت ہے یہ فعل خلاف استحقاق کرنا چاہتا ہے ۔ فقط چونکہ یہ بیان ان کا متعلق قرآن شریف مسائل مذہب کے ہے لہذا علما کی خدمت مین استفتا ہے کہ یہ بیان ہنود صحیح ہے یا غلط بینوا توجروا +

الجواب ۔ بیان ہنود سراسر غلط ہے ہم مسلمانون کی آسمانی کتاب قرآن مجید اور ہمارے سچے نبی صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کے ارشادات سے قربانی گائے کی اجازت بخوبی ثابت ہے ۔ (۱) اللہ تعالے قرآن مجید کے سترھوین پارے بائیسوین سورۂ حج کے

پانچوین رکوع مین فرماتا ہے۔ والبدن جعلناھا لکم من شعائر اللہ لکم فیہا خیر فاذکروا اسم اللہ علیہا صواف فاذا وجبت جنوبہا فکلوا منہا واطعموا القانع والمعتر کذالک سخرناھا لکم لعلکم تشکرون۔ ترجمہ " اور قربانی کے ڈیل دار جانورون کو کیا ہم نے تمہارے لئے اللہ کی نشانیون سے تمہارے لئے ان مین بھلائی ہے تو اللہ کا نام لو ان پر کھڑے ہوئے۔ پھر جب گر جائین کروٹین ان کی تو خود کھاؤ ان مین سے اور کھلاؤ صبر سے بیٹھنے والے اور مانگنے والے کو یون بیچ تمہارے بس مین کر دیا ہے ہم نے ان جانورون کو تاکہ تم احسان مانو۔" قربانی کے ڈیل دار جانور اونٹ اور گائے ہین تفسیر قادری جو ہنود کے ایک معزز رئیس منشی نولکشور سی آئی ای نے اپنی فرمائش سے منجانب مطبع تصنیف کرائی اور داخل رجسٹری کرا کر اپنے مطبع مین چھ بار چھاپی ہے اس کی جلد دوم طبع ششم سطر اخیر صفحہ ۹۷ و سطر اول صفحہ ۸۰ مین آیت کے ان لفظون کا ترجمہ یون لکھا والبدن اور اونٹ اور گائے جو قربانی کے واسطے ہانکے لئے جاتے ہین جعلناھا لکم کر دیا ہم نے انہین یعنی ان کے ذبح کو تمہارے واسطے من شعائر اللہ دین الہی کے نشانون مین سے۔ اور بیشک ہم حنفی مذہب والون کے تینون امام یعنی امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالے علیہم اور ان کے سب پیرؤون کا یہی مذہب ہے کہ (بدنہ) یعنی قربانی کے ڈیل دار جانور مین اونٹ اور گائے دونون داخل ہین انہین امامون کا مذہب ہندوستان کے تمام شہرون مین جاری ہے اور یہان انہین کے مذہب پر فتوے و عمل ہوتا ہے۔ ہدایہ۔ در مختار قاضی خان۔ عالمگیری وغیرہ مشہور کتابین اسی مذہب کی ہین در مختار مطبع ہاشمی جلد ۲ صفحہ ۴۸۰ سطر ۱ مین ہے۔ بدنۃ ہی الابل والبقر سمیت بہ لضخامتہا۔ ترجمہ بدنہ اونٹ اور گائے ہے ان کے ڈیل دار ہونیکے سبب ان کا یہ نام ہوا۔ ہدایہ مطبع مصطفائی جلد اول صفحہ ۲۳۴ مین ہے والبدن من الابل والبقر الخ وفیہ ایضا ان البدنۃ تنبئ عن البدانۃ وہی الضخامۃ انتہی مختصرا ترجمہ۔ اور بدن اونٹ اور گائے الخ تحقیق بدنۃ بدانت سے خبر دیتا ہے اور وہ ضخامت ہے یعنے ڈیل دار ہونا۔ ......
فتاوی عالمگیری مطبع احمدی جلد اول صفحہ ۴۹۴ مین ہے البدنۃ من الابل والبقر۔ ترجمہ " بدنہ اونٹ اور گائے دونون ہی ہے۔ اور یہ مضمون حدیث سے بھی ثابت ہے کہ عنقریب مذکور ہوگا (۲)
اللہ تعالے اسی رکوع کے شروع مین فرماتا ہے:- ولکل امۃ جعلنا منسکا لیذکروا اسم اللہ علی ما رزقہم من بہیمۃ الانعام۔ ترجمہ " اور ہر گروہ کیلئے ہم نے مقرر کر دی قربانی کہ اللہ کا نام لین چوپاؤن کے ذبح پر جو اللہ نے انہین دیئے۔" یہان فرمایا کہ چوپاؤن کو اللہ تعالے نے قربانی کیلئے بنایا ہے اور آٹھوین پارہ چھٹی سورۃ سورہ انعام کے سترھوین رکوع مین چوپاؤن کی تفصیل یہ بیان فرمائی
ثمانیۃ ازواج من الضان اثنین ومن المعز اثنین (الی قولہ تعالے) ومن الابل اثنین ومن البقر

اثنین قل ءٰالذکرین حرم ام الانثیین اما اشتملت علیہ ارحام الانثیین۔ ترجمہ" چوپائے آٹھ نر و مادہ ہین بھیڑ سے دو اور بکری سے دو اور اونٹ سے دو اور گائے سے دو تو کہہ کیا اللہ نے دونون نر حرام کئے ہین یا دونون مادہ یا وہ جسے اپنے پیٹ مین رکھا دونون مادہ نے۔" ان آیتون سے صاف معلوم ہوا کہ اونٹ گائے بکری بھیڑ سب کی قربانی اللہ تعالیٰ نے بتائی ہے۔ اس لئے تفسیر مذکور فرمالشی منشی نولکشور کی جلد مسطور صفحہ ۸۰ سطر ۱۱ و ۱۲ مین چوپاؤن پر اللہ کا نام لینے کے تفسیر مین لکھا ہے زبان چارپاؤن ہین سے یعنے اونٹ گائے بکرا اس سے قربانی مراد ہے کہ خدا کے نام پر ذبح کرین اور پچھلی آیت سے یہ بھی کھل گیا کہ گائے بیل بچھیا بچھڑا سب کا کھانا حلال ہے جسکی حلت خود قرآن شریف مین صراحۃً مذکور ہے (۳) اللہ تعالیٰ نے پہلے پارے دوسری سورۃ سورہ بقرہ کے آٹھوین رکوع مین فرماتا ہے۔ واذ قال موسے لقومہ ان اللہ یامرکم ان تذبحوا بقرۃ۔ ترجمہ" اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم سے بیشک اللہ تمہین حکم فرماتا ہے کہ گائے ذبح کرو اور ساتوین پارے چھٹی سورۃ سورہ انعام کے دسوین رکوع مین موسیٰ و ہارون وغیرہما انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کر کے مسلمانون کو حکم دیتا ہے۔ اولئک الذین ہدی اللہ فبہداہم اقتدہ۔ ترجمہ" یہ وہ لوگ ہین جنہین اللہ نے ٹھیک راستہ پر چلایا تو تو انہین کی راہ چل۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگلے انبیا کی شریعت مین جو کچھ تھا وہی ہمارے لئے بھی ہے جبتک ہماری شریعت اسے منسوخ نہ فرمادے تو گائے کی قربانی کرنے کی اجازت یون بھی ہمین ثابت ہوئی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ کے حکم سے گائے کا ذبح کیا جانا آج کا نہین بلکہ اگلی شریعتون سے چلا آتا ہے تفسیر مذکور فرمالشی نولکشور جلد اول کے صفحہ ۷ سطر اخیر و صفحہ ۸ سطر اول مین اس حکم الٰہی ذبح گاؤ کی حکمت یون لکھی اُس کے ذبح کرنے مین نکتہ یہ تھا کہ گوسالہ پرستون کی سرزنش ہو انہین دکھادیا کہ جسے تم نے پوجا وہ ذبح کرنیکے قابل ہے عبادت اور مدح کے لائق نہین (۴) ان سب کے علاوہ اگر فرض کیجئے کہ قرآن مجید مین اگر گائے اور قربانی کا نام تک نہ آیا ہوتا جب بھی گائے کی قربانی قرآن مجید سے بخوبی ثابت تھی۔ قرآن مجید نے مذہب اسلام کی بنیاد صرف انہین احکام پر نہین رکھی جن کا خاص خاص بیان قرآن مجید مین آچکا بلکہ خود قرآن مجید نے اپنے احکام اور اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشادات دونون پر بنائے اسلام رکھی ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ما آتکم الرسول فخذوہ ومانہاکم عنہ فانتہوا۔ ترجمہ" جو کچھ رسول تمہین دے وہ لو اور جس سے روکے اس سے بچو اور فرماتا ہے من یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔ ترجمہ" جس نے رسول کی اطاعت کی اُس نے اللہ کی اطاعت کی۔" اور فرماتا ہے۔

وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی- ترجمہ- "یہ نبی اپنی خواہش سے کچھ نہین کہتا وہ تو صرف خدا کا حکم ہے جو اسے بھیجا جاتا ہے"۔ اور نبی صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے خود گائے کی قربانی کی- اور مسلمانون کو ایک ایک گائے کی قربانی مین سات سات آدمیون کے شریک ہونیکا حکم فرمایا- مذہب اسلام مین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی چھ کتابین سب سے زیادہ مشہور و مستند ہین جنہین صحاح ستہ کہتے ہین- ان سب کتابون مین یہ مضمون صراحۃً موجود ہے- صحیح بخاری شریف مین حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہون نے فرمایا ضحی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عن نسائہ بالبقر- ترجمہ- "رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیبیون کی طرف سے گائے کی قربانی کی-" صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن ابو داؤد مین حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالے عنہما سے روایت ہے کہ امرنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان نشترک فی الابل والبقر کل سبعۃ منا فی بدنۃ- ترجمہ- "ہمین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اونٹ اور گائے ہر بدنہ مین سات سات آدمی شریک ہو جائین-" صحیح مسلم شریف مین انہین سے روایت ہے اشترکنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الحج والعمرۃ کل سبعۃ منا فی بدنۃ فقال رجل لجابر الیشترک فی بدنۃ ما یشترک فی الجزور قال ماھی الا من البدن وحضر جابر الحدیبیۃ قال نحرنا یومئذ سبعین بدنۃ اشترکنا کل سبعۃ فی بدنۃ- اور ترمذی و نسائی و ابن ماجہ مین عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالے عنہما سے روایت ہے- قال کنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فحضر الاضحی فذبحنا البقرۃ عن سبعۃ- ترجمہ- "ہملوگ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر مین تھے کہ بقر عید آئی تو ہم نے سات آدمیون کی طرف سے ایک گائے ذبح کی-" سبحان اللہ جو کام ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا اور ہمین اس کا حکم دیا اسے مذہب اسلام کے خلاف جاننا یا مذہب اسلام مین اس کی اجازت وہدایت نہ ماننا کیسی کھلی ہٹ دھرمی ہے

(۵) اس بیان مین ایک بڑی ناانصافی یہ ہے کہ ہمارے تو صرف کتاب آسمانی سے ثبوت چاہا جو ہم روشن طور پر ادا کر چکے اور اپنے لئے شاستر کا دامن پکڑا وید کا نام کیون نہ لیا جسے اپنے نزدیک کتاب آسمانی بتاتے ہین اگر سچے ہین تو اب اپنے وید سے گائے کی قربانی کی ممانعت ثابت کرین اور شاستر کو بنائے مذہب رکھتے ہین تو ہماری بھی کتب فقہ کو بنائے مذہب جانین- ہدایہ درمختار قاضی خان عالمگیری وغیرہا ہزار دو ہزار حنفی کتابین چاہین دیکھ لین جن مین قربانی کا باب مذکور ہے ان سب مین قربانی گائے نہایت صریح طور پر مسطور ہے تو اسے خلاف مذہب بتانا صریح دھوکا دینا ہے

(۶) یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اس بیان ہنود نے خوب ثابت کر دیا کہ مورتی پوجن اور بتون کے آگے گھنٹا بجانا سنکھ پھونکنا مہادیو پر پانی ٹپکانا ہولی دوالی وغیرہ وغیرہ صدہا باتین

کہ ہنود نے اپنی اپنی مذہبی ٹھیرا رکھی ہین جن کا ذکر ان کے وید مین کہین نہین سب ان کے خلاف مذہب
ہین کہ جس کتاب پر بنیاد مذہب ہنود ہے اس کا پتہ نہین دیتے پچھلے ہنود نے محض براہ حیلہ انہین
مذہبی بنا رکھا ہے (۷) سب سے زائد یہ ہے کہ وید جس پر مذہب ہنود کی بنا ہے خود صاف
صاف قربانی گائے کی اجازت دے رہا ہے۔ اخبار پائنیر صفحہ ۷ کالم ۴ مطبوعہ ۱۱- اپریل ۱۸۹۴ء
مین ایک مضمون چھپا ہے کہ "ہندوستان قدیم مین گائے کی قربانی۔" اس مین وید سے
نقل کیا ہے۔ "او لے اگنی یہ پاک نذر صدق دل سے راگ کی صورت مین تیرے حضور پیش
کرتے ہین اور تمنا ہے کہ یہ سانڈ اور گنیان تجھے پسند آوین رگ وید ۶ : ۱۶- ۴۷ مین تہ دل سے سونا
کا عرق پینے والی اگنی خالق کی جسے گھوڑے اور سانڈ اور بیل گنیان اور منت کے مینڈھے چڑھائے
جاتے ہین ستائش کرون گا۔ رگ وید ۱۰ : ۹۱- ۱۴ اسی اخبار مین برہمنہ پران اور ستیارتھ پرکاش
اور ترتیا برہمن جلد ۲ باب ۸ اور منو کی سامہرتھی ۵ : ۴۱ وغیرہا کتب مذہب ہنود سے ہندؤن کا
گائین ذبح کرنا بخوبی ثابت کیا ہے۔ اسی طرح یہ امر مہابھارت وغیرہ سے بھی ثابت ہے۔ فیصلہ
ہائیکورٹ مقدمہ قربانی نمبری ۷۸۷ مین تاریخ ہنود زمانہ پیشین سے حکام ہائیکورٹ نے ثابت کیا
ہے کہ اگلے ہندو اپنے دینی رسوم مین گئو میدہ یعنی گائے کی قربانی کیا کرتے تھے۔ اور متقدمین
حکمائے نے اس کی تاکید کی تھی تو ثابت ہوا کہ ہنود اپنے وید اور مذہبی کتابون اور اگلے پیشواؤن
سب کے خلاف بحیلہ مذہب صرف بغرض دل دکھانے مسلمانون کے جن کے مذہب مین
قربانی گائے کی صاف صریح اجازت ہے امر مذہبی مین یہ مزاحمت بیجا خلاف استحقاق کرنا
چاہتے ہین جس کا عقلاً عرفاً قانوناً کسی طرح انہین اختیار نہین واللہ سبحانہ وتعالی اعلم وعلمہ جل
مجدہ اتم وحکمہ عز شانہ احکم +

جواب بہت درست ہے۔ عنایت الٰہی عفا اللہ عنہ۔ جواب صحیح ہے۔ محمد منفعت علی عفی عنہ
مدرس مدرسہ عربیہ دیوبند۔ محمد منفعت علی جواب صحیح حق ہے۔ خلیل احمد عفی عنہ
مدرس مدرسہ عربیہ دیوبند +

فی الواقع قربانی گائے کی کتاب وسنت سے ثابت ہے۔ محمد اشرف علی عفی عنہ +

از گروہ اولیا اشرف علی — اصاب من اجاب ابو الحسن بندہ محمد امین الدین عفی عنہ۔ — لاشک فیہ محمد امین است
الجواب صحیح۔ غلام رسول عفی عنہ۔

قربانی گائے کی قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے جواب مجیب حق صریح ہے اور
بیان ہنود غلط فقط۔ واللہ اعلم بالصواب العبد عزیز الرحمن دیوبندی عفی عنہ

وکیل علی العزیز الرحیم — یہ جواب قرآن وحدیث کے سراسر مطابق اور مذہب

اہل اسلام کے بلا تامل موافق ہے فقط۔ العبد محمود حسن عفی عنہ دیوبندی۔ [محمود حسن]

یہ سب بیانات اصول اسلام یعنی قرآن مجید اور حدیث شریف اور کتب فقہ کے موافق ہین اس مین کوئی مبالغہ یا خلاف کتاب بات نہین فقط حررہ محمد ناظر حسن عفی عنہ دیو بندی +

[محمد ناظر حسن]

بیان ہنود محض غلط اور سراسر کذب ہے۔ قرآن مجید و احادیث سے بلاشبہ گاے کی قربانی ثابت ہے۔ فقط حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ + [۱۲۸۱ سید محمد نذیر حسین]

سوال - کیا فرماتے ہین علماے دین اس مسئلہ مین کہ بعضے عالم بنگالہ کے کہتے ہین کہ جو کوئی خصاء بہائم ماکول لحم ہو یا غیر ماکول لحم ہو کریگا وہ فاسق ہے اس سے ترک اکل و شرب و ملاقات واجب ہے اور اس کے پیچھے نماز ناجائز علماے شرع براے خدا جواب باصواب ارشاد فرماوین ثواب اس کا عند اللہ تعالے پاوین +

الجواب - درصورت مرقومہ اولاً مدعی مذکور پر ثبوت بہنچانا حدیث نہی خصاء بہائم کے بسند صحیح متصل الاسناد مطابق شرائط اہل حدیث و فقہ کے واجب ہے۔ لان الاسناد من الدین کما فی مقدمۃ صحیح مسلم وغیرہا والمدعی مطالب بالبرہان۔ ثانیاً بعد ثبوت حدیث صحیح متصل الاسناد کے اسکی تعمیم مین کلام ہوگا۔ کہ یہ نہی خصاء کے غیر ماکول لحم مین وارد ہے نہ ماکول لحم مین اب ہم قطع نظر صحت حدیث و عدم صحت سے کر کے کہتے ہین کہ نہی خصاء بہائم کے ساتھ جانور غیر ماکول لحم کی خاص ہے جیسے خر و خچر وغیرہ اور ماکول لحم اس نہی مین شامل نہین بدلالت نص قرآنی کے کیونکہ مقصود اعظم چارپایہ ماکول لحم سے اکل ہے۔ قطع نظر دیگر منافع عام سے چنانچہ خدا تعالے سورۂ انعام مین فرماتا ہے ومن الانعام حمولۃ و فرشا کلوا مما رزقکم اللہ ولا تتبعوا خطوات الشیطان انہ لکم عدو مبین ثمانیۃ ازواج من الضان اثنین ومن المعز اثنین قل آالذکرین حرم ام الانثیین اما اشتملت علیہ ارحام الانثیین نبئونی بعلم ان کنتم صادقین ومن الابل اثنین ومن البقر اثنین قل آالذکرین حرم ام الانثیین اما اشتملت علیہ ارحام الانثیین انتہی مافی سورۃ الانعام۔ اور جانور ماکول مین لحم لذیذ و مرغوب فیہ اور مشتہی خصی اور موجوء کا ہوتا ہے۔ اور اسی جہت سے آنحضرت صلعم نے دو کبش موجوء کی قربانی کی۔ عن جابر قال ذبح النبی صلے اللہ علیہ وسلم یوم الذبح کبشین اقرنین املحین موجوئین الی آخرہ رواہ احمد و ابو داؤد و ابن ماجہ والدارمی کذا فی المشکوۃ۔ اور لحم تیس یعنی بوک اور فحل غیر خصی کا بدبودار اور بدمزہ ہوتا ہے چنانچہ ارباب طباع سلیمہ اور لطیفہ پر مخفی نہین تو لحم تیس و فحل غیر خصی کا جب مستلذات و مشتہیات سے نہ ہوا تو مستلذات سے خارج ہوا اور قسم خبیث ضد طیب مین داخل ہوا اور حال یہ کہ خدا تعالے نے بندونکو مستلذات

کھانیکا ارشاد فرمایا تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حق سبحانہ تعالے نے اول سورہ مائدہ مین فرمایا احلت لکم بھیمۃ الانعام یعنی اس آیت کریمہ مین اللہ جل شانہ نے انہین جانورون کی اکل کا حکم فرمایا کہ جن کے اکل کا حکم سورہ انعام مین صادر ہوا۔ بعد ازان اسی سورہ مائدہ مین پھر فرمایا یسئلونک (یا محمد) ماذا احل لھم من الطعام قل احل لکم الطیبات المستلذات جلالین پس اس آیت مین خدا تعالیٰ نے ہر قسم مطعومات وماکولات مستلذات کے کھانیکا امر فرمایا اور شرح ان آیتون کی تفسیر کبیر سے بخوبی لکھی جاتی ہے قولہ تعالے یسئلونک ماذا احل لھم قل احل لکم الطیبات وہذا ایضا متصل بما تقدم من ذکر المطاعم والماکل المسئلۃ الثالثۃ ان العرب فی الجاہلیۃ کانوا یحرمون اشیاء من الطیبات کالبحیرۃ والسائبۃ والوصیلۃ والحام فہم کانوا یحکمون بکونہا طیبۃ الا انہم کانوا یحرمون اکلہا بشبہات ضعیفۃ فذکر تعالے ان کلما یستطاب فہو حلال واکد ہذہ الآیۃ بقولہ قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبات من الرزق وبقولہ ویحل لہم الطیبات ویحرم علیہم الخبائث واعلم ان الطیب فی اللغۃ ہو المستلذ والحلال الماذون فیہ یسمی ایضا طیبا تشبیہا بما ہو مستلذ لانہما اجتمعا فی انتفاء المضرۃ فلا یمکن ان یکون المراد بالطیبات ہہنا المحللات والا لصار تقدیر الآیۃ قل احل لکم المحللات ومعلوم ان ہذا رکیک فوجب حمل الطیبات علی المستلذ المشتہی فصار التقدیر احل لکم ما یستلذ ویشتہی ثم اعلم ان العبرۃ فی الاستلذاذ والاستطابۃ باہل المروۃ والاخلاق الجمیلۃ فان اہل البادیۃ یستطیبون اکل جمیع الحیوانات ویتاکد دلالۃ ہذہ الآیۃ بقولہ تعالے خلق لکم ما فی الارض جمیعا فہذا یقتضی التمکن من الانتفاع بکل ما فی الارض الا انہ تعالے ادخل التخصیص فی ذلک العموم فقال ویحرم علیہم الخبائث ونص فی ہذہ الآیات الکثیرۃ علی اباحۃ المستلذات والطیبات فصار ہذا اصلا کبیرا وقانونا مرجوعا الیہ فی معرفۃ ما یحل ویحرم من الاطعمۃ انتہی ما فی التفسیر الکبیر بقدر الحاجۃ۔ اب دانشمندان شرع شریف غور فرماوین اس مقام مین کہ اصل غرض ومطلب تحریر آیات بینات مذکورہ بالا سے یہ کہ رب العباد نے اپنے بندگان مسلمین کو اذن واجازت کھانے پینے مستلذات کی فرمائی اور ہدایت کی اور زیادہ تر طعام خوردنی روزمرہ عرب وعجم کا گوشت اونٹ اور بقر وغنم کا دستور العمل رہا اور غنم اور بقر مین خاص کر گوشت خصی کا لذیذ اور کمال مرغوب ہوتا ہے چنانچہ اہل مذاق صافی طبع اس کو خوب جانتے ہین اور گوشت تیس یعنی بوک اور فحل غیر خصی کا نہایت بدبودار اور مکروہ ہوتا ہے کیونکہ تیس مین گونہ خبث پائی جاتی ہے۔ کہ استیفائے منافع لحم اس سے حاصل نہین ہوسکتا اسی سبب سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکو زکوۃ مین دینے سے منع فرمایا ولا یخرج فی الصدقۃ المفروضۃ ہرمۃ الکبیرۃ التی سقطت اسنانہا ولا ذات عوار بفتح العین والف بعد الواو ای معیبۃ بما ترد بہ فی البیع ولا تیس وہو فحل الغنم او مخصوص بالمعز لقولہ تعالے ولا تیمموا الخبیث منہ تنفقون کذا فی ارشاد الساری شرح صحیح البخاری للعلامۃ القسطلانی غور کرو

کہ قسطلانی علیہ الرحمۃ نے تیس کو افراد خبیث مین شمار کر کے مصداق آیت کریمہ مذکورہ کا ٹھیرایا اور عمدۃ
القاری شرح صحیح بخاری مین کہا و تیس و ہو غیر مرغوب فیہ لنتنہ انتہی خبیث پلید ضد طیب و نتن بوے
ناخوش صراح الخبث والخبیث ما یکرہ رداءۃ وخساستہ محسوسا کان او معقولا و اصلہ الردی الجاری
مجری خبث الحدید و اصل الطیب ما یستلذہ الحواس وما یستلذہ النفس و طعام مطیب للنفس اذا طاب کذا فی
مفردات القرآن للامام الراغب خبث الحدید ریم آہن صراح اور اگر بزعم فاسد مدعی ناہی غنم اور بقر
مین دستور خصی اور وجاء کرنیکا نہ ہوتا تو کوئی قسم مستلذات کی غنم و بقر مین نہین پائی جاتی حالانکہ شارع
لطیف خبیر نے بندون کو مستلذات کھانیکا حکم فرمایا اور جو کوئی خصی اور وجا کرنے سے منع ہوا اور
فاعل اسکے کو گنہ گار جانے وہ مخالف حکم الہی کا ہوگا بنا بر انکار دلالت نص قرآنی مذکور بالا کے اور بسبب
خبث بدبوے لحم تیس کے علماے ماہران نصوص قرآنی نے نہی خصاء بہائم مین غیر ماکول لحم کے
قائل اور مجوز ہوئے اور ماکول لحم کو نہی سے خارج کیا کہ خبث بدبوئی کی خصا اور وجاء کرنے سے
زائل ہوا اور طیب و مستلذ خالص ہو جاوے بحکم شارع عز و جل کے اور جو تمام نر غنم اور بقر
تیس ہے اور فحل ہے بزعم ناعم زمانہ آنحضرت صلعم مین رہتے اور خصی اور موجوء نہ ہوتے
تو زکوۃ دینے مین ممانعت خاص تیس کی کیون ہوتی اس لئے کہ اگر تمام غنم و بقر غیر خصی ہوتے
تو زکوۃ انہین غیر خصی مین سے دیجاتی بنا بر اس کے کہ جس صفت کے جانور ہون اسی صفت کی
زکوۃ دیجاتی ہے شرعًا۔ مثلاً اگر سب جانور عیب دار ہون تو زکوۃ لینے والا لیوے ایک جانور
عیب دار اوسط درجہ کا چنانچہ تشریح اس کی شروح حدیث اور فتاوے مطولات ہر مذہب
مین بوجہ بسط و تفصیل مذکور ہے کما لا یخفی علی الماہر بالمسائل الشرعیۃ اور عرف عام اور عادت
معہودہ قدیم الایام سے جاری ہی ہے۔ کہ بقدر اعداد ریوڑ غنم اور گلہ بقر کی تیس اور فحل غیر خصی
بقصد احبال اور گابہن کی دو چار رہتے ہین۔ اور باقی سارے خصی اور موجوء ہوا کرتے ہین
اور بنا بر اسی رسم و رواج قدیم کے معمول تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کہ دو کبش
موجوء خرید کر کے ہر سال قربانی کیا کرتے تھے ایک کبش موجوء امت کیطرف سے اور ایک
اپنی طرف اور آل اطہار کیطرف سے۔ چنانچہ ابن ماجہ نے حضرت عائشہ صدیقہ یا ابو ہریرہ
سے روایت کی باب اضاحی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حدثنا محمد بن یحیی ثنا عبد الرزاق
انبا سفیان الثوری عن عبد اللہ بن محمد بن عقیل عن ابی سلمۃ عن عائشۃ او عن ابی ہریرۃ
ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کان اذا اراد ان یضحی اشتری کبشین اقرنین املحین موجوئین
فذبح احدہما عن امتہ لمن شہد للہ بالتوحید و شہد لہ بالبلاغ و ذبح الآخر عن محمد و عن آل محمد
صلعم رواہ ابن ماجہ فی سننہ۔ پس حدیث ابن ماجہ سے صاف واضح ہوتا ہے کہ عادت

شريف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ تھی کہ ہر سال دو کبش موجوء یعنی خصیہ سودہ کو فتہ قربانی
کیا کرتے تھے چنانچہ ترکیب کان اذا کی عادت معہودہ پر دال صریح ہوتی ہے کان اذا اتی
مریضا او اتی بہ قال اذہب الباس رب الناس الی آخرہ متفق علیہ عن عائشۃ کان اذا اتی باب
قوم لم یستقبل الباب من تلقاء وجہہ لے آخر مارواہ ابو داؤد و احمد کان اذا اتاہ الفیئی قسمہ فی یومہ
فاعطی الاہل حظین واعطی العزب حظا کما رواہ ابو داؤد کان اذا اتی بطعام سال عنہ اہدیۃ ام صدقۃ
الی آخر مارواہ الشیخان والنسائی عن ابی ہریرۃ کان اذا اخذ مضجعہ من اللیل وضع یدہ تحت خدہ
ثم یقول باسمک اللہم احیی وباسمک اموت علے مارواہ مسلم واحمد والنسائی عن البراء والبخاری
عن حذیفۃ کان اذا اراد ان ینام وہو جنب غسل فرجہ وتوضا للصلوۃ کما رواہ الشیخان و
ابو داؤد والنسائی کان اذا اراد غزوۃ وری بغیرہا کما رواہ البخاری وابو داؤد عن کعب بن مالک
اور نظائر ترکیب کان اذا کے بہت ہیں چند نظیریں واسطے تنبیہ ناواقفوں کے لکھ دیں اور
جو خصی اور موجوء کرنیکا دستور نہ ہوتا تو ہر سال آنحضرت صلعم موجوء خرید کرکے کہاں سے قربانی
کرتے فاعتبروا یا اولی الالباب اور جو خصی کرنا بزعم زاعم مثلہ اور منہی عنہ ہوتا شرعاً تو زمانہ
نزول وحی میں منع ہو جاتا جیسے سرور کائنات نے نماز جنازہ عبداللہ بن ابی بن سلول کی
پڑھی تو اس پر نہی وارد ہوئی ولا تصل علی احد منہم آہ اور خصا کرنے میں نہی وارد نہ ہوئی
بلکہ اس کا رواج مستمر رہا۔ پس اس میں جواز خصا کی پائی گئی نہ انکار۔ وقد استدل جابر
وابو سعید الخدری علی جواز العزل بانہم کانوا یفعلون والقرآن ینزل ولو کان مما ینہی لنہی عنہ القرآن
کما فی کتب الحدیث فثبت بالتعامل والرواج فی زمن النبی صلعم تقریر جواز الاختصاء والوجاء
قطعا لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ وما اتکم الرسول فخذوہ الآیۃ فبدلالۃ النص السابق
وبہذا الوجہ قال العلماء الخصاء وہو نہی تحریم بلا خلاف فی بنی آدم قال القرطبی الخصاء
فی غیر بنی آدم . . . . ممنوع فی الحیوان الا لمنفعۃ حاصلۃ فی ذلک
کتطییب اللحم او قطع ضرر عنہ وقال النووی یحرم خصاء الحیوان غیر الماکول مطلقا اما الماکول فیجوز
فی صغرہ دون کبرہ انتہے ۔ ما فی فتح الباری شرح صحیح البخاری مختصرا بقدر الحاجۃ فان الاختصاء
فی الآدمی حرام صغیرا کان او کبیرا قال البغوی وکذا یحرم خصاء کل حیوان لا یوکل اما الماکول فیجوز
فی صغرہ ویحرم فی کبرہ انتہے ما قال الامام النووی فی شرح صحیح مسلم الاختصاء جائز فی الماکول
من الحیوان فی صغرہ کذا فی المرقاۃ واللمعات ومشی ابن وہبان علی ان الذکر فی الضان والمعز
افضل لکنہ مقید بما اذا کان موجوءا ای مرضوض الانثیین ای مدقوقہما قال العلامۃ ابن عبد البر
ومفہومہ انہ اذا لم یکن موجوءا لا یکون افضل ویضحی بالجماء والخصی کذا فی الدر المختار قولہ والخصی عن الامام

انہ اولی لان لحمہ اطیب وقد صح انہ علیہ الصلوۃ والسلام ضحی بکبشین املحین موجوئین کذا فی الطحطاوی والشامی والخصی لان لحمہا اطیب وقد صح ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ضحی بکبشین املحین موجوئین انتہی ما فی الھدایۃ۔ اور جو چند اشخاص سلف سے تفسیر آیت کریمہ فلیغیرن خلق اللہ میں خصا مروی ہے سو مرفوع نہیں اور غیر مرفوع حجت نہیں ہے عند المحدثین کمالایخفی علی الماہر باصول الحدیث والفقہ۔ پس اگر خصا مثلہ ہوتا تو رسول خدا صلعم اس پر نہی اور ممانعت فرماتے اور حدیث ابن ماجہ سے کبش موجوء کا قربانی کرنا مرفوعاً ثابت ہوا اور جب موجوء مرغوب اور مطبوع ہوا تو اصل فعل خصاء اور وجاء بالطریق اولی مرغوب اور مطبوع ہوگا۔ کیونکہ حسنیۃ ومشروعیت ومحمودیت مشتق کی اور جواز اور مشروعیت ومحمودیت مشتق منہ کے موقوف ہے مثلاً واصل رحم محمود ہے باعتبار صلہ رحمی کے کمالایخفی علی المتامل الذکی امام محی السنہ بغوی نے معالم میں تفسیر فلیغیرن خلق اللہ کے برعکس اشخاص سابقین کے نقل کیا ہے۔ قال ابن عباس والحسن ومجاہد وقتادۃ وسعید بن المسیب والضحاک یعنی دین اللہ نظیرہ لاتبدیل لخلق اللہ اے لدین اللہ بتحلیل الحرام وتحریم الحلال انتہے ما فی المعالم مختصراً اہل فطانت اور دیانت پر واضح ہو کہ ہرگاہ نہی خصاء بہائم ساتھ جانور غیر ماکول لحم کے مختص اور متعین ہوئی عند العلماء المحققین اور اباحت خصا ووجاء بقصد نفع اعظم اطیب لحم وازالہ خبث بدبوئی کے پائی گئی چنانچہ تشریح اور تفصیل اس کی بوجہ احسن سابق مذکور ہو چکی پس اس صورت میں خصاء ووجاء کرنیوالے کو منسوب بفسق ومعصیت کرنا اور اس کو فاسق ٹھہرانا نہایت مذموم اور محل استعجاب ہے شرعاً بلکہ بغور قواعد شرعی قائل اس کا خود محل تشنیع اور مورد ملامت متصور ہوتا ہے یا اہل الکتاب لاتغلوا فی دینکم الآیۃ ماعلینا الا البلاغ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ حررہ السید شریف حسین عفی عنہ + | زشرف سید کونین شد شریف حسین |

ما احسن ہذا الجواب القرین بالصدق والصواب ویوافقہ ما اخرجہ عبدالرزاق وعبد بن حمید وابن جریر وغیرہم ان ابا التیاح سال الحسن البصری عن اختصاء الغنم فقال لاباس بہ واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی + | ابوالحسنات محمد عبدالحی | لکھنوی

جواب صحیح است مسائل صحیح درینکہ نہی خصاء بہائم مخصوص بغیر ماکول اللحم ہست چنانکہ راے صاحب محی السنۃ بغوی وعلامہ قرطبی وعلامہ نووی وشیخ ابن حجر عسقلانی وغیرہ است ومؤید وشاہد ابن ماجہ در مسند امام احمد بن حنبل وغیرہ است حدثنا اسحق بن یوسف ثنا سفیان عن عبداللہ بن عقیل عن ابی سلمۃ عن ابی ہریرۃ ان عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فذکر نحوہ ونیز در مسند احمد مذکور است حدثنا وکیع عن سفیان عن عبداللہ بن محمد بن عقیل عن ابی سلمۃ عن ابی ہریرۃ وعائشۃ وبہذا السند رواہ الحاکم فی المستدرک وروی البیہقی ایضاً عن طریق سفیان الثوری عن عبداللہ بن محمد بن عقیل ونیز در مسند احمد واسحق بن راہویہ ومعجم طبرانی مذکور است عن شریک عن عبداللہ بن محمد بن عقیل عن علی بن حسین عن ابی رافع قال ضحی رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم بکبشین املحین موجوئین خصیین ودرسنن ابن ابی شیبہ حدثنا عفان حدثنا حماد بن سلمۃ انا محمد بن
عبد اللہ بن عقیل عن عبد الرحمن بن جابر بن عبد اللہ عن ابیہ ان النبی صلعم اتی بکبشین املحین عظیمین
اقرنین موجوئین فاضجع احدہما وقال بسم اللہ واللہ اکبر اللہم عن محمد وآل محمد ثم اضجع الآخر الحدیث
وکذلک رواہ اسحق بن راہویہ وابو یعلی الموصلی فی مسندیہما - وحافظ ابن حجر عسقلانی در تلخیص
الحبیر فی تخریج احادیث الرافعی الکبیر گفتہ حدیث انہ صلی اللہ علیہ وسلم ضحی بکبشین موجوئین احمد
وابن ماجہ والبیہقی والحاکم من حدیث عبد اللہ بن محمد بن عقیل عن عائشۃ اوابی ہریرۃ ہذہ
روایۃ الثوری ورواہ زہیر بن محمد عن ابی رافع اخرجہ الحاکم ورواہ حماد بن سلمۃ عن ابن عقیل عن
عبد الرحمن بن جابر عن ابیہ ولہ شاہد من حدیث ابی عیاش عن جابر رواہ ابوداؤد والبیہقی
ورواہ احمد والطبرانی من حدیث ابی الدرداء انتہی وعن ابی الدرداء قال ضحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
بکبشین جذعین موجوئین رواہ احمد فی مسندہ والطبرانی وحافظ ابن حجر عسقلانی در تلخیص الحبیر گفتہ
الموجوئین المنزوعی الانثیین انتہی پس از روایت ابن ماجہ وغیرہ ہویدا گردید کہ مرغوب خاطر عاطر
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم در قربانی گوسپند موجوء وخصی بود لہذا وقت ارادہ قربانی گوسپند
موجوء وخصی خرید فرمودہ قربانی می کردند ورغبت بسوئے شئے نمی باشد مگر بعد وجود آن شئی
پس اگر دستور ورواج خصی کردن وجا نمودن نبودے چگونہ رغبت بآن شئے شدے واگر
منہی عنہ بودے نہی ازان می فرمودند بحکم رسالت چنانکہ عادت شریف آنحضرت صلعم بود کہ وقتیکہ
چیزے منہی عنہ میدید غصہ وناخوش بودہ برسبیل عموم ارشاد می فرمودند کہ ما بال الناس یفعلون
کذا وکذا وچون در ینجا موجوء وخصی بر فاعلش نہی وزجر نہ فرمودند پس این چیز اباحت بلاریب داخل شد
قطع نظر از سنت ومستحب بودن وسکوت وتقریر بران مستلزم جواز اباحت لامحالہ خواہد بود کما لا یخفی
علی الماہر بالشریعۃ المحمدیۃ علی صاحبہا الصلوۃ والتحیۃ واللہ اعلم بالصواب فاعتبروا یا اولی الالباب

الراقم العاجز سید محمد نذیر حسین عفی عنہ — سید محمد نذیر حسین ۱۲۸۱

اجاد المجیب فیما افاد والمعتمد فیما افاد وقد ثبت ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم ضحی بالموجوء ولم یثبت
النہی عنہ صلے اللہ علیہ وسلم فیہ فہو تقریر منہ صلے اللہ علیہ وسلم ولو کان ہذا منہیا عنہ لکان فی سکوتہ
صلی اللہ علیہ وسلم فی ہذا وارتکابہ بنفسہ تضحیتہ فتح بیابہ وہو لا یلیق لعظیم شانہ صلے اللہ علیہ وسلم
وایضا فیہ تطییب لمذاق الناس ومنافع لہم واستلذاذ لہم واصلاح البہائم فکیف یکون باطلا منہیا
عنہ فقط حررہ العبد الذلیل محمد اسمعیل عفا اللہ عنہ — محمد اسمعیل — علیگڈھ

اصاب من اجاب

محمد لطف اللہ — علیگڈھ

محمد اسد علی — اسلام آبادی

کتاب الامارۃ والجہاد

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین ان مسائل مندرجہ ذیل مین بینوا بالدلیل توجروا بالاجر الجزیل۔
(۱) مولوی عبداللہ صاحب جو علاقہ خراسان مین ہین وہ امام وقت ہین یا نہین۔ (۲) جہاد فرض عین ہے یا کفایہ اور اس وقت جہاد ہے یا نہین بینوا توجروا +

الجواب - جاننا چاہئے کہ امام اکبر یعنی امیر المومنین جس کے اختیار مین انتظام سارے مومنوں کا ہوتا ہے اس کی اطاعت فرض ہے اس مین کئی شرطین ضرور ہین کہ جب وہ شرطین پائی جاوینگی وہ امام وقت شرعاً ہوگا ورنہ نہوگا۔ شرط اول یہ ہے کہ وہ قریشی ہو یعنی قریش مین سے ہو جیسا کہ کتب عقائد مین ہے کیونکہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ امامت قریش کے ساتھ مختص ہے انشاء اللہ تعالے تفصیل اس کی آتی ہے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ وہ زندہ اور حاضر ہو اور عاقل ہو۔ مردہ وغائب قابل امامت کے نہین اس کا بھی ثبوت انشاء اللہ تعالے ذکر کرونگا تیسری شرط یہ ہے۔ کہ اس کے پہلے اور کسی امام کے ہاتھ پر مومنین نے بیعت نہ کی ہو اور وہ امام اول ابتک زندہ ہو۔ چوتھی شرط یہ ہے کہ مومن اور دیندار ہو انشاء اللہ ان دونوں شرطوں کا بھی ثبوت ذکر کیا جاوے گا +

ثبوت شرط اول کا یہ ہے۔ عن ابن عمران النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لایزال ہذا الامر فی قریش ما بقی منہم اثنان رواہ البخاری ومسلم۔ ترجمہ روایت ہے عبداللہ بن عمرؓ سے فرمایا رسول اللہ صلعم نے ہمیشہ رہیگا یہ امر یعنی خلافت وامامت قریش مین جبتک باقی رہین گے ان مین سے دو شخص روایت کیا اسکو بخاری اور مسلم نے۔ قال السید جمال الدین فی شرح المشکوۃ تحت ہذا الحدیث دل ہذا الحدیث ونظائرہ علی ان الخلافۃ مختصۃ بقریش لایجوز عقدہا بغیرہم وعلی ہذا العقد اجماع الصحابۃ ومن بعدہم ومن خالف فہو محجوج بالاجماع۔ ترجمہ۔ فرمایا سید جمال الدین نے شرح مشکوۃ مین اس حدیث کے تحت مین دلالت کرتی ہے یہ حدیث اور جو مثل اس کے ہے اس بات پر

کہ خلافت قریش کے ساتھ خاص ہے دوسروں کو اس کا اختیار نہیں اور اس پر منعقد ہوا اجماع صحابہ کا
اور ان کے بعد کا جو خلاف کرے اسکا وہ مردود ہے اجماع سے۔ وعن معاویۃ قال سمعت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان ہذا الامر فی قریش لا یعادیہم احد الا کبہ اللہ علی وجہہ ما اقاموا الدین رواہ
البخاری فی صحیحہ۔ ترجمہ۔ روایت ہے معاویہ سے کہا سنا میں نے رسول اللہ صلعم سے
کہ فرماتے تھے تحقیق یہ امر یعنی خلافت قریش میں ہے نہیں جھگڑیگا کوئی ان سے مگر اللہ ان کو
منہ کے بل گرا دیگا یعنی دنیا میں مغلوب کریگا اور آخرت میں عذاب کیا جاویگا جبتک دے لوگ
یعنی قریش دین کو ٹھیک رکھیں گے۔ قال الحافظ فی الفتح (قولہ) ان ہذا الامر الخ ای لا ینازعہم احد
فی الامر الا کان مقہورا فی الدنیا معذبا فی الآخرۃ انتہی۔ ترجمہ۔ کہا حافظ ابن حجر نے فتح الباری
میں قول میں آں حضرت صلعم کے بیشک یہ امر خلافت آخر حدیث تک جس کا خلاصہ یہ ہے کہ
نہ جھگڑیگا ان سے کوئی مگر قہر ہوگا اس پر دنیا میں اور عذاب پاویگا آخرت میں تمام ہوا قول حافظ
ابن حجر کا۔ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ الناس تبع لقریش فی ہذا الشان مسلمہم تبع
لمسلمہم وکافرہم تبع لکافرہم رواہ مسلم۔ ترجمہ۔ روایت ہے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے
کہا فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سارے لوگ تابع ہیں قریش کے اس امر میں یعنی
خلافت میں مسلمان ان کے تابع ہیں مسلمان کے کفار ان کے تابع ہیں ان کے کفار کے روایت
کیا اس کو مسلم نے۔ قال الامام النووی فی شرح مسلم تحت ہذا الحدیث وفی روایۃ الناس
تبع لقریش فی الخیر والشر وفی روایۃ لا یزال ہذا الامر فی قریش ما بقی منہم اثنان وفی روایۃ البخاری
ما بقی منہم اثنان ہذہ الاحادیث واشباہہا دلیل ظاہر علے ان الخلافۃ مختصۃ بقریش لا یجوز
عقدہا لاحد من غیرہم وعلی ہذا انعقد الاجماع فی زمن الصحابۃ وکذلک من بعدہم ومن خالف فیہ
من اہل البدع او عرض بخلاف من غیرہم فہو محجوج باجماع الصحابۃ والتابعین فمن بعدہم بالاحادیث
الصحیحۃ قال القاضی وقد عدہا العلماء فی مسائل الاجماع ولم ینقل عن احد من السلف فیہا قول
ولا فعل بخلاف ما ذکرنا وکذلک من بعدہم فی جمیع الاعصار انتہی وعن ابی ہریرۃ قال قال
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الملک فی قریش والقضاء فی الانصار والاذان فی الحبشۃ
والامانۃ فی الازد یعنی الیمن رواہ الترمذی۔ ترجمہ۔ روایت ہے ابی ہریرہ سے کہا فرمایا
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خلافت قریش میں اور قضا انصار میں اور اذان حبش میں
اور امانت یمن میں روایت کیا اس کو ترمذی نے قال الشیخ فی اشعۃ اللمعات شرح المشکوۃ
تحت ہذا الحدیث علی المراد ان یراعی ہذہ المناصب فیہم فہو خبر فی معنے الامر انتہے۔ یہ حدیثیں
صراحۃ دلالت کرتی ہیں اس بات پر کہ امر خلافت وامامت مخصوص ومنحصر قریش میں ہے

انصار وغیرہ کو اس میں کچھ دخل نہیں ہے جیسا کہ اوپر گذرا کہ جو ان سے اس امر میں جھگڑیگا اللہ تعالے اس کو منہ کے بل گرادیگا۔ اور بعض حدیث میں آیا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انصار کو فرمایا کہ میرے بعد تم پر قریش امیر ہونگے۔ تم صبر کیجیو اور ان کی اطاعت کیجیو۔ عن انس رض ابن مالک یقول قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم للانصار انکم ستلقون بعدی اثرۃ فاصبروا حتی تلقونی موعدکم الحوض رواہ البخاری۔ ترجمہ۔ روایت ہے انس بن مالک سے کہ کہتے تھے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو تحقیق تم پاؤگے میرے بعد حکومت دوسرے کی پس صبر کیجیو۔ یہانتک کہ ملو مجھسے اور جگہ وعدہ تمہاری حوض کوثر ہے روایت کیا اس کو بخاری نے۔ آنحضرت نے انصار کو مخصوص کر کے فرمایا کہ تم پر دوسرے حاکم ہونگے اس سے معلوم ہوا کہ خلافت قریش کے ساتھ خاص ہے انصار کو کچھ حصہ اس میں نہیں ہے چنانچہ کہا حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں ولما کان الامر مختصا بقریش ولاحظ الانصار فیہ خوطب الانصار بانکم ستلقون اثرۃ انتہے۔ اور یہ حدیث چند طرق سے بخاری میں مروی ہے اب بوجہ اتم واکمل ثابت ہوا کہ امام قریشی ہونا چاہیئے انصاری وغیرہ کو کچھ اس سے سروکار نہیں اور یہی شرط اول تھی۔ کمالایخفی اب یہاں پر ایک شبہ ہوتا ہے اس کا ذکر کرنا اور دفع کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ حدیث میں آیا ہے۔ عن انس ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال اسمعوا واطیعوا وان استعمل علیکم عبد حبشی کان راسہ زبیبۃ رواہ البخاری۔ ترجمہ۔ روایت ہے انس رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ سنیو اور تابعداری کیجیو اگرچہ حاکم بنایا جاوے تم پر غلام حبشی کہ سر اسکا مانند انگور خشک کے ہو تو یہاں پر قریش کی خصوصیت نہ فرمائی بلکہ فرمایا جو حاکم ہو اس کی تابعداری کرو تو اب قریش کی خصوصیت جاتی رہی پس اس حدیث میں اور احادیث سابقہ میں تطبیق کیونکر ہوگی۔ دفعیہ اسکا یہ ہے کہ یہاں حاکم سے مراد وہ عامل ہے کہ جسکو امام وقت کسی شہر یا کسی گاؤں یا کسی لشکر پر مقرر کرے امام وقت مراد نہیں ہے کیونکہ لفظ حدیث ان استعمل ہے جس کا ترجمہ ہے عامل بنایا جاوے اور عامل امام وقت کو نہیں کہتے ہیں اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہوا کہ امامت خاص ہے قریش کے ساتھ تو ضرور ہوا کہ اس حدیث میں وہ عامل مراد لیا جاوے جس کو امام وقت مقرر کرے۔ قال الحافظ فی الفتح ونقل ابن بطال عن المھلب قال قولہ اسمعوا واطیعوا یجب ان یکون استعمل للعبد الامام قریشی لما تقدم ان الامامۃ لاتکون الا فی قریش واجمعت الامۃ علی انہا لاتکون للعبید انتہے قال العینی فی المقام الاخر ورواہ ابن الجوزی بان المراد بالعامل ہذا من یستعمل الامام لامن یلی الامامۃ العظمی انتہے۔ وقال فی المقام الاخر وقیل ان الامام الاعظم اذا استعمل عبدا حبشیا علی امارۃ بلد مثلا وجبت

طاعتہ ولیس فیہ ان العبد الحبشی یکون ہو الامام الاعظم انتہے - اور یہی مطلب بیان کیا ہے اس
حدیث کا ملا علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوۃ مین قولہ وان استعمل الخ ای وان استعمل الامام
الاعظم فان الائمۃ من قریش انتہے - اب یہ شبہہ بھی دفع ہوگیا - پس دعوے ثابت رہا کہ
سوائے قریش کے کوئی امام اور خلیفہ نہین ہو سکتا + **ثبوت شرط دوم** کا سنئے شرح
عقائد نسفی مین ہے - ینبغی ان یکون الامام ظاہرا لیرجع الیہ فیقوم بالمصالح لیحصل ما ہو
الغرض من نصب الامام لا مختفیا من اعین الناس خوفا من الاعداء وما للظلمۃ من الاستیلاء
ولا منتظرا خروجہ عند صلاح الزمان وانقطاع مواد الشر والفساد وانحلال نظام اہل الظلم والعناد
لا کما زعمت الشیعۃ خصوصا الامامیۃ منہم انتہے - اور اسی مین ہے ویشترط ان یکون من اہل الولایۃ
المطلقۃ الکاملۃ ای مسلما حرا ذکرا عاقلا بالغا اذ ما جعل اللہ للکافرین علی المومنین سبیلا انتہے -
اور ظاہر ہے کہ اگر امام غیب کی امامت ہوتی تو بعد حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نصب
امام کی ضرورت نہ ہوتی بلکہ ناجائز ہوتا کیونکہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم زندہ ہین جیسا
کہ حدیث مین آیا ہے - وان احدا لن یصلی علی الا عرضت علی صلوتہ حتی یفرغ منہا قال قلت وبعد الموت
قال وبعد الموت ان اللہ حرم علے الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق رواہ ابن ماجہ
غرضکہ امام غائب نہین ہوتا ہے کیونکہ امامت کا مقصود فوت ہوگا یہ عقیدہ شیعون کا ہے نہ کہ اہلسنت
وجماعت کا اور نابالغ بھی نہین - **ثبوت شرط سوم** کا یہ ہے کہ حدیث مین آیا ہے کہ جب امام
کی بیعت مومنین کرلین تو اگر دوسرا امام بیعت چاہے تو اس کو قتل کرو - عن ابی سعید قال قال
رسول اللہ صلعم اذا بویع لخلیفتین فاقتلوا الآخر رواہ مسلم - تو اس سے معلوم ہوا کہ بیعت امام ثانی کی
بعد بیعت ہو جانے امام اول کے ناجائز ہے اور یہی مین نے کہا تھا - شرط چہارم کا ثبوت ضمن
مین ثبوت شرط اول و دوم کے گذر چکا وہ حدیث بخاری کی جس مین ما اقام الدین ہے یعنی جبتک
دین ٹھیک رکھین گے قابل امامت ہین گے اور جب بے دین ہونگے تب نہین اور عبارت
شرح عقائد نسفی کی ای مسلما حرا ذکرا عاقلا بالغا اذ ما جعل اللہ للکافرین علے المومنین سبیلا -
جب شرائط اربعہ امامت کے مدلل مذکور ہو چکے تو مین اب کہتا ہون مولوی عبد اللہ جو علاقہ
خراسان مین ہین بسبب فقدان شرط اول کے یعنی قریشی نہ ہونیکے امام نہین ہو سکتے کیونکہ وہ
انصاری ہین ومن ادعی فعلیہ البیان +

لہ قال السندی وفی الزوائد ہذا الحدیث صحیح الا انہ منقطع فی موضعین لان عبادۃ روایتہ عن ابی الدرداء
مرسلۃ قالہ العلاء وزید بن ایمن عن عبادۃ مرسلۃ قالہ البخاری انتہی - واللہ اعلم - ابو سعید محمد شرف الدین عفی عنہ +

سوال دوم کا جواب - جاننا چاہیئے کہ جہاد فرض کفایہ ہے صرف اُن لوگون پر جو تندرست ہین اور محتاج نہین ہین بلکہ غنی ہین اندھے اور بیمار اور محتاج پر فرض نہین ہے فرمایا اللہ تعالے نے لیس علی الضعفاء ولا علی المرضی ولا علی الذین لایجدون ما ینفقون حرج اذا نصحوا للہ ورسولہ ما علی المحسنین من سبیل واللہ غفور رحیم - اور فرض عین اسوقت ہوتا ہے جب کفار مسلمانون کو آکر گھیر لین + الا ان یکون النفیر عاما فحینئذ یصیر من فروض الاعیان لقولہ تعالے انفروا خفافا وثقالا الآیۃ - مگر جہاد کی کئی شرطین ہین جبتک وہ نہ پائی جائینگی جہاد نہ ہوگا - **اول** یہ کہ مسلمانون کا کوئی امام وقت وسردار ہو دلیل اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالے نے کلام مجید مین ایک نبی کا انبیائے سابقین سے قصہ بیان فرمایا ہے کہ ان کی امت نے کہا کہ میرا کوئی سردار اور امام وقت ہو تو مین جہاد کرون - الم تر الی الملأ من بنی اسرائیل من بعد موسے اذ قالوا لنبی لہم ابعث لنا ملکا نقاتل فی سبیل اللہ الآیۃ - اس سے معلوم ہوا کہ جہاد بغیر امام کے نہین کیونکہ اگر بغیر امام کے جہاد ہوتا تو ان کو یہ کہنے کی حاجت نہ ہوتی - کما لا یخفی اور شرائع من قبلنا جبتک اس کی ممانعت ہماری شرع مین نہ ہو حجت ہے - کما لا یخفی علے الماہر بالاصول - اور حدیث مین آیا ہے کہ امام ڈھال ہے اسکے پیچھے ہو کر لڑنا چاہیئے اور اسکے ذریعہ سے بچنا چاہیئے عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما الامام جنۃ یقاتل من ورائہ ویتقی بہ الحدیث رواہ البخاری ومسلم - اس سے صراحتہ یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جہاد امام کے پیچھے ہو کے کرنا چاہیئے بغیر امام کے نہین - **دوسری شرط** یہ ہے کہ اسباب لڑائی کا مثل ہتھیار وغیرہ کے مہیا ہو جس سے کفار کا مقابلہ کیا جاوے فرمایا اللہ تعالے نے واعدوا لہم ما استطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل ترہبون بہ عدو اللہ وعدوکم وآخرین من دونہم الآیۃ - ترجمہ - اور سامان تیار کرو ان کی لڑائی کے لئے جو کچھ ہو سکے تم سے ہتھیار اور گھوڑے پالنے تاکہ اس سے ڈراؤ اللہ کے دشمن کو اور اپنے دشمنون کو - قال الامام البغوی فی تفسیر ہذہ الآیۃ الاعداد اتخاذ الشئ لوقت الحاجۃ من قوۃ ای من الآلات التی تکون لکم قوۃ علیہم من الخیل والسلاح انتہے - یعنی قوت کے معنے ہتھیار اور سامان لڑائی کے ہین اور فرمایا اللہ تعالے نے یا ایہا الذین آمنوا خذوا حذرکم فانفروا ثبات او انفروا جمیعا - ترجمہ - اے ایمان والو اپنا بچاؤ پکڑو پھر کوچ کرو جدا جدا فوج یا سب اکٹھے - قال الحافظ محیی السنۃ فی تفسیرہ تحت ہذہ الآیۃ ای عدتکم وآلاتکم من السلاح انتہے - یعنی حذر سے مراد آلہ لڑائی کا ہے مثلاً ہتھیار وغیرہ کا مہیا ہونا ضروری ہے اور حدیثون سے بھی اس کی تاکید معلوم ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ بے ہتھیار کے کیا کریگا - **تیسری شرط** یہ ہے کہ مسلمانون کا کوئی قلعہ یا ملک جائے امن ہو کہ ان کا ماوا و ملجا ہو چنانچہ قرآن کے لفظ من قوۃ کی تفسیر عکرمہ نے

قلعہ کی ہیں۔ قال عکرمۃ القوۃ الحصون انتہی مافی معالم التنزیل للبغوی۔ اور حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جبتک مدینہ مین ہجرت نہ کی اور مدینہ جائے پناہ نہ ہوا جہاد فرض نہ ہوا۔ یہ صراحۃً دلالت کرتا ہے کہ جائے امن ہونا بہت ضروری ہے۔ **چوتھی شرط** یہ ہے کہ مسلمانون کا لشکر اتنا ہو کہ کفار کے مقابلہ مین مقابلہ کر سکتا ہو یعنی کفار کے لشکر کے آدھے سے کم نہ ہو فرمایا اللہ تعالی الآن خفف اللہ عنکم وعلم ان فیکم ضعفا فان یکن منکم مائۃ صابرۃ یغلبوا مائتین وان یکن منکم الف یغلبوا الفین باذن اللہ واللہ مع الصابرین۔ ترجمہ۔ اب بوجھ ہلکا کیا اللہ نے تم سے اور جانا کہ تم مین کمزوری ہے پس اگر ہو تم مین سے سو صابر غالب ہین دو سو پر اور اگر تم مین سے ہزار غالب ہون دو ہزار پر حکم سے اللہ کے اور اللہ ساتھ صبر کرنیوالون کے ہے۔ یہ آیت صاف کہتی ہے اپنے سے دگنے سے مقابل ہو دگنے سے زیادہ کے نہین۔ پس جب یہ بات بیان ہو چکی تو مین کہتا ہون اس زمانہ مین ان چار شرطون مین سے کوئی شرط موجود نہین ہے تو کیونکر جہاد ہوگا۔ ہرگز نہین ہوگا۔ علاوہ برین ہم لوگ معاہد ہین سرکار سے عہد کیا ہے پھر کیونکر عہد کے خلاف کر سکتے ہین عہد شکنی کی بہت مذمت حدیث مین آئی ہے۔ عن انس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لکل غادر لواء یوم القیمۃ یعرف بہ رواہ الشیخان عن ابن عمر ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال ان الغادر ینصب لہ لواء یوم القیمۃ فیقال ہذہ غدرۃ فلان بن فلان رواہ الشیخان۔ اور اسی طرح کی بہت سی حدیثین بخوف تطویل کے ترک کی گئی ہین فقط +

سید محمد نذیر حسین ۱۲۸۱

سید محمد ابو الحسن | سید محمد عبد السلام غفرلہ ۱۲۹۹ | محمد یوسف ۱۳۰۳ | محمد عبد الحمید ۱۲۹۱

محمد عبد الصمد خان بن ملا عبد الواحد ۱۲۹۲ | المعتصم بحبل اللہ الاحد ابو البرکات حافظ محمد ۱۲۹۲

محمد عبد الغفار ۱۲۸۸ | محمد عبد العزیز ۱۲۸۸ | محمد اسحق ۱۲۵۵

شہاب الدین ۱۲۸۸ | عبد الغفور ۱۲۸۸ | محمد عبد الخالق عفی عنہ کھسولنوی

کل جوابات صحیح و درست ہین واللہ اعلم وصیت علی عفی عنہ + الجواب حق والا تباع بالحق احق ابو الفضل محمد عبد السلام نصیر آبادی۔ الجواب صحیح محمد سعید عفا اللہ عنہ البنارسی +

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ ہندوستان مین جہاد جائز ہے یا نہین بینوا توجروا

الجواب۔ ارباب شریعت غرا پر مخفی نہین کہ شرط مبلح جہاد کیواسطے دو امر لابدی ہین ایک مفقود ہونا امن و امان و عہد و پیمان درمیان اہل اسلام و مقابلین کے۔ دوم وجدان شوکت فی قوت و قدرت سلاح و آلات جہاد پر۔ اور ہندوستان مین شوکت و قوت و قدرت سلاح و آلات مفقود ہے

اور امان و پیمان یہان موجود ۔ پس جبکہ شرط جہاد کی اس دیار مین معدوم ہوئی تو جہاد کا کرنا یہان سبب ہلاکت اور معصیت کا ہوگا فاذا فات الشرط فات المشروط و اما شرط اباحتہ فشیئان احدہما امتناع العدو عن قبول ما دعی الیہ من الدین الحق و عدم الامان والعہد بیننا و بینہم والثانی ان یرجو الشوکۃ والقوۃ لاہل الاسلام باجتہادہ وان کان لا یرجو القوۃ والشوکۃ للمسلمین فی القتال فانہ لا یحل لہ القتال لما فیہ من القاء نفسہ فی التہلکۃ کذا فی الہندیۃ وغیرہا من کتب الفقہ واللہ اعلم بالصواب ۔

حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ ✦ سید محمد نذیر حسین

سوال ۔ در کتب عقائد حدیثے می آرند کہ من مات ولم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ جاہلیۃ[۱] اگر این حدیث صحیح الاسناد است درین صورت مردمان زمانہ ما از موت جاہلیت چگونہ خلاصی خواہند فقط

الجواب ۔ درین حدیث دلالت بر وجوب بودن امام در ہر زمان نیست بوجہے از وجوہ دلالات عربیت مدلول حدیث ہمین قدر است کہ اگر در زمانے امام موجود باشد معرفت او یعنی اعتقاد امامت و عزم بر اطاعت او ہر مکلف را ضرور یست مانند آنکہ کسے گوید من لم یطعم غلامہ وفرسہ فہو لئیم ۔ ازین عبارت ہرگز مفہوم نمی شود کہ ہر کس را غلامے یا فرسے داشتن والطعام آن ضرور یست و در حدیث صحیح وارد است ۔ کفی بالمرء اثما ان یضیع عیالہ و ہرگز ازین حدیث تاثم کسیکہ عیالدار نباشد مفہوم نمیشود ۔ و وجہش آنست کہ امام مضاف بزمان است و زمان بضمیر و وضع الاضافۃ للعہد لا للاستغراق خلاصہ آنکہ درین قسم قضایا قید بشرط الوجود ملحوظ می باشد ۔ پس معنی من لم یعرف امام زمانہ این است کہ ان کان الامام موجودا وکذا فی قولہ علیہ السلام کفی بالمرء اثما ان یضیع عیالہ ای بشرط وجودہم ہکذا سمعت عن الاساتذۃ الاعلام الکرام واللہ اعلم بالصواب ۔ حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ ✦

سید محمد نذیر حسین

---

[۱] قولہ من مات ولم یعرف امام زمانہ الخ قال الامام ابن تیمیۃ فی کتابہ منہاج السنۃ النبویۃ جلد ا صفحہ ۲۷ ہذا الحدیث بہذا اللفظ لا یعرف انما الحدیث المعروف مثل ما روی مسلم فی صحیحہ عن نافع قال جاء عبد اللہ بن عمر الی عبد اللہ بن مطیع حین کان من امر الحرۃ ما کان زمن یزید بن معاویۃ فقال اطرحوا لابی عبد الرحمن وسادۃ فقال انی لم آتک لاجلس اتیتک لاحدثک حدیثا سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقولہ سمعتہ یقول من خلع یدا من طاعۃ لقی اللہ یوم القیامۃ لا حجۃ لہ ومن مات لیس فی عنقہ بیعۃ مات میتۃ جاہلیۃ انتہی بقدر الحاجۃ ۔ ابو سعید محمد شرف الدین عفی عنہ ✦ دہلی عثما نحل

كِتَابُ الحُدُودِ وَالتَّعزِيرِ

سوال - چہ می فرمایند علمائے دین و مفتیان شرع متین اندرین معنی کہ حاکم وقت میخواہد کہ در تنبیہ و تہدید قوم رذیل و اجلاف و صاحب امتیاز و اشراف فرق نماید مثلاً از صاحب امتیاز قصور خفیف سرزند حاکم بسزایش تا یکپاس از مجرم مذکور نماز نوافل بگذارند و یا تجویز روزہ نفل داشتن دہ دوازدہ روز بہ نسبت او گرداند پس حاکم را این چنین سزا دادن نسبت مجرم درست است یا نہ۔ در صورت دادن این چنین سزائے مذکور الصدر بمجرم حاکم را حصول ثواب متصور است یا خدانخواستہ اندیشہ عقاب و نیز مجرم از تعمیل سزائے مجوزہ مستوجب ثواب خواہد بود یا نہ دریں باب آنچہ از روئے شرع شریف باشد مع دلائل کتب معتبرہ ارقام نمایند۔

الجواب - تعزیر عبارت است از عقوبت غیر مقدرہ در جنایتیکہ کمتر از حد باشد برائے انزجار بندگان کہ دران عقوبت و اہانت بحسب اشخاص و اختلاف اوقات برائے امام متصور گردد زیرا کہ مشروعیت تعزیر بجہت ہمین امور مذکورہ ثابت گردید و آن در عبادات مانند روزہ و نماز وغیرہ شدن نمی تواند کہ طاعات مزبورہ از جنس عقوبات و اہانت نیست بلکہ مشقتے ازان حاصل می شود و مشقت غیر عقوبت است - لان المشقة هو الانكسار الذي يلحق النفس والبدن قال الله تعالى لم تكونوا بالغيه الا بشق الانفس الآية بخلاف العقوبة والعقاب لانهما يختصان بالعذاب قال عز وجل فحق عقاب وقال شديد العقاب والعذاب هو الايجاع الشديد كما قال الامام الراغب في مفردات القرآن فالتعزير يتعلق بالاهانة المستخفة والعقوبة الغير المقدرة من الشارع كما لا يخفى على الفقيه البارع وذلك لا يليق بالصوم والصلوة لان فيهما انكسارا وفتورا وهما ليسا من جنس العقوبات والهون الموجب للاستخفاف والازدجار كالتعزير بخلاف الهون الذي يلحق العبد باختياره على نفسه لانه ممدوح ومستحسن لذاته وموجب لاستحقاق الثواب عند رب الارباب سواء وجد في اداء الصلوة والصوم او في اتيان غيرهما من الطاعات لان الهون على وجهين

احدہما تذلل الانسان من نفسہ لما لا یلحق بہ غضاضۃ فیمدح بہ نحو قولہ تعالٰی وعباد الرحمٰن الذین یمشون
علی الارض ہونا ونحو قولہ علیہ السلام المؤمن ہین لین والثانی ان یکون من جہۃ متسلط مستخف بہ فیذم بہ
وعلی ہذا استعمل قولہ تعالٰی الیوم تجزون عذاب الہون بما کنتم تقولون وایضا قال تعالٰی اخذتہم
صاعقۃ العذاب الہون بما کانوا یکسبون وغیر ذلک من الآیات کذا قال الامام الراغب فی مفردات
القرآن — پس ازین تقریر صاف واضح گشت کہ اگر کسے بتجویز خود تعزیر بگذاردن نماز یا بداشتن
روزہ بر کسے مقرر کند ہرگز بر وازین عقوبت واہانت مذمومہ وفضیحت قبیحہ حسب اشخاص
لاحق نخواہد بود وآن کس ازین منزجر وپشیمان نشود چہ دراصل تعزیر سبب عقاب واہانت وخفت
مقتضائے احوال وافعال ان لازم شدہ است وآن در عبادات معدوم ومفقود است کما لا یخفی
علی الماہر المتامل دیگر ائمہ فقہا رحمہم اللہ تعالٰی انواع تعزیرات کہ قلمبند کردہ اند دران تعزیرات این
قسم طاعات ذکر نکردند پس امریکہ نہ از قواعد شرعیہ ونہ از اصحاب سلف وخلف کہ اہل عقد و
حل بودند ثابت شود از طرف خود ایجاد مالم یوجد چگونہ کردہ آید چہ تعزیر اشرف الاشراف کہ علماء
وسادات حقانی ہستند باعلام از طرف قاضی بدین مضمون کہ نزد من خبر رسیدہ است کہ تو چنان و
چنین می کنی پس منزجر ومتنبہ باین کلمہ می شوند ودرحق ایشان ہمین تعزیر است وتعزیر اشراف
کہ امراء ودہاقین اند باعلام وکشیدن ایشان بسوئے قاضی وخصومت کردن بایشان وہمین
تعزیر درحق ایشان است وتعزیر اوساط کہ بازاری اند باعلام وحبس کردن وتعزیر اخسہ
شاراذل باعلام وحبس وضرب کردن ایشان است قال صاحب الہدایۃ الحد فی الشریعۃ
وہو العقوبۃ المقدرۃ حقا للہ تعالٰی حتی لا یسمی القصاص حدا لما انہ حق العبد ولا التعزیر لعدم التقدیر
الی آخر ما فی الہدایۃ وفی الکنز والمستخلص التعزیر عقوبۃ غیر مقدرۃ انتہٰی۔ وقال فی النہایۃ حاشیۃ
الہدایۃ التعزیر ہو تادیب دون الحد ویجب فی جنایۃ لیست موجبۃ للحد ہکذا فی الفتاوی العالمگیریۃ
ومثل ہذا فی الکفایۃ — پس از ماسبق معلوم شد کہ تعزیر عقوبۃ غیر مقدرہ کمتر از حد است در جنایۃ
کہ موجب باشد برین معنی جنس طاعات چگونہ تعزیر قرار دادہ شود کہ در طاعت عقوبۃ واہانت
کہ از ان انزجار حاصل گردد اصلا نیست۔ وفی الشامی التعزیر علی مراتب تعزیر اشرف
الاشراف وہم العلماء والعلویۃ بالاعلام وہو ان یقول لہ القاضی بلغنی انک تفعل کذا فینزجر بہ وتعزیر
الاشراف وہم الامراء والدہاقین بالاعلام والجر الی باب القاضی والخصومۃ فی ذلک وتعزیر
الاوساط ہم السوقیۃ بالاعلام والجر والحبس وتعزیر الاخسۃ بہذا کلہ وبالضرب کذا فی النہایۃ والکفایۃ
والعالمگیریۃ وایضا فی الہدایۃ واکثرہ تسعۃ وثلثون سوطا واقلہ ثلث جلدات وذکر مشائخنا ان
ادناہ علی ما یراہ الامام لقدر ما یعلم انہ ینزجر بہ وفی النہایۃ ایضا قال التعزیر قد یکون بالحبس

وقد یکون بالصفع وقد یکون بفرک الاذن وقد یکون بالکلام العنیف وقد یکون بالضرب وقد یکون
بنظر القاضی الیہ بوجہ عبوس کذا فی العالمگیریۃ وغیرہا من المعتبرات۔ حاصل کلام آنکہ ظاہر از کتب
فقہ وحدیث تعزیرات از جنس طاعات مثل نماز وروزہ وغیرہما مقرر کردن ثابت نمی شود
بلکہ لعدم آن لائح است پس حاکم را نشاید کہ بنماز وروزہ تعزیرات مقرر ومعین نماید کہ فی الجملہ
بنسبت نماز وروزہ بے ادبی صادر مے شود کہ انہا را قائم مقام عقوبۃ واہانۃ وفضیحت
من وجہ در حق شرع نامقرر مے کنند وامام را اختیار است در چیزیکہ سبب عقوبۃ وصلاحیۃ اہانۃ
می تواند شد واز حد کمتر باشد نہ آنکہ در چیزیکہ امام خواہد خواہ از جنس طاعات مانند نماز وروزہ
خواہ از جنس عقوبات باشد دران تعزیر بتجویز خود مقرر کند وآن را تعزیر قرار دہد کہ خلاف
ملت عز الازم می آید چہ نماز وروزہ فعل حسن وموجب تقرب الی اللہ است دران صورت
تعزیر کہ عقوبۃ واہانۃ در دو لازم است رو دہد کما لا یخفی علی الفقیہ الزکی ومجرم ہم مستوجب
ثواب نخواہد بود کہ نماز وروزہ جبرا وکرہا برو لازم کنانیدہ شدہ وامر را ہم متصور نیست کہ صورت
تعزیر نامشروع نمودہ واللہ اعلم بالصواب وعندہ ام الکتاب فاعتبروا یا اولی الالباب ۔

سید محمد نذیر حسین

سوال ۔ ما قولہم درین مسئلہ کہ زید بر عمرو دعوے زنا از زن خود بقرائن نمودہ وزوجہ خود را
تیز کہ زجر نمودہ او ہم اقرار نمودہ کہ از من قصور شد۔ آیا درین صورت ثبوت زنا عمرو
می شود یا نہ۔ وباز زید این ہم رو بروے مردمان گفت کہ من در حالت غضب گفتہ
بودم فقط ۔

الجواب ۔ ثبوت زنا بر عمرو ہرگز نمی شود چنانکہ از قرآن مجید وحدیث شریف وکتب فقہ
ہویدا می شود۔ پس بر زید واجب است کہ باثبات تہمت زنا بر عمرو چہار شاہد عدل از مردان
قائم کند وہر چہار شاہد مسلم عفیف بگویند کہ ما ہر چہار بچشم خود ہا دیدیم کہ ہر دو تا کردند۔ ومانند
سلائی در سرمہ دانی دخول کردہ شد واگر ہر چہار شاہد بصفت مذکور نیارد بر زید ہشتاد تازیانہ
بطلب مقذوف حد قذف زدن ضرور است شرعا چنانکہ قرآن مجید بیان ناطق وہر کہ حکم
خلاف شریعت جاری کند در وعید این آیت کریمہ ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک
ہم الفاسقون الآیۃ داخل خواہد بود در ہدایہ مذکور است۔ حد القذف اذا قذف الرجل
رجلا محصنا او امرأۃ محصنۃ بصریح الزنا وطالب المقذوف بالحد حدہ الحاکم ثمانین سوطا
ان کان حرا لقولہ تعالی والذین یرمون المحصنات الی ان قال فاجلدوہم ثمانین جلدۃ الآیۃ

والمراد الرمی بالزنا بالاجماع وفی النص اشارة الیہ وہو اشتراط اربعة من الشہود اذ ہو مختص بالزنا کذا فی الہدایة وشرح الوقایہ والدر المختار وغیرہ من کتب الفقہ - وقصہ این در سورہ نور مفصلاً مذکور است والذین یرمون المحصنات - وآنانکہ رمی میکنند مرزنان محصنہ را بزنا و مرد محصن نیز درین حکم داخل است وآنجا احصان بحریة است وبلوغ وعقل واسلام وعفت از زنا آنکہ مردے یا زنے را کہ بجمیع این پنج صفت موصوف باشد بزنا دشنام دہند ثم لم یاتوا باربعة شہداء پس نیارند نزدیک حکام چہار گواہ عدل یعنی چہار مرد آزاد بالغ مسلمان نیارند بر اثبات آنچہ رمی میکردند بدان فاجلدوہم ثمانین جلدة - پس بزنید ایشانرا ہشتاد تازیانہ ولا تقبلوا لہم شہادة ابدا وقبول مکنید از ایشان کہ قذف کردند گواہ نیاوردند وتازیانہ خوردند گواہی درہیچ حکم ہمیشہ چنانکہ در تفسیر حسینی ومدارک وبیضاوی وغیرہ مذکور است واز اقرار زوجہ او واز انکار عمرو حد از ہردو ساقط است چراکہ در ثبوت زنا خلل افتاد چنانکہ در کتب فقہ مانند کنز ودر مختار وہدایہ وغیرہ مذکور است - الغرض بر عمرو اصلاً ثبوت زنا نمیشود شرعاً واللہ اعلم بالصواب

سید محمد نذیر حسین ۱۲۸۱	محمد قطب الدین ۱۲۷۴	محمد عبد الرب ۱۲۹۷
محمد عبد القادر ۱۲۹۹	حسبنا اللہ بس حفیظ اللہ	

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین اس باب مین کہ ایک عورت محض اجنبی زید کی زوجہ کو بھگا کر لیگئی ہے اور غیر شخصون کے گھر مین لیجا کر رکھا اور وہان خوف زنا کا ہے اس صورت مین دعوے زید کا واسطے دلا پانے زوجہ اپنی کے اس مغویہ وغیرہ سے شرعاً پہنچتا ہے یا نہین اور مغویہ وغیرہ قابل تعزیر کے ہین یا نہین بینوا توجروا

الجواب - درصورت مرقومہ دعوے زید کا اوپر دلا پانے اپنی زوجہ کے اور لینے مکان مین لیجانیکے واسطے از روے شرع شریف کے صحیح اور درست ہے - خدا تعالے فرماتا ہے اسکنوہن من حیث سکنتم الآیة - ترجمہ - جگہ دو تم ان کو جہان رہتے ہو تم " اور کتب فقہ مین بھی اسی طرح سے مذکور ہے - الغرض زوجہ کو اطاعت اپنے شوہر کی واجب ہے کیونکہ درجہ مردون کا بڑا ہے فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے لو کنت آمر احدا ان یسجد لاحد لامرت المرأة ان تسجد لزوجہا رواہ الترمذی وابو داؤد ونحوہ عن قیس بن سعد واحمد عن معاذ وابی ہریرة کذا فی المشکوة - ترجمہ - اگر حکم کرتا مین کسی کو کہ سجدہ کرے کسی کو البتہ حکم کرتا مین عورت کو کہ سجدہ کرے شوہر اپنے کو انتہے - اور فرمایا اللہ تعالے نے الرجال قوامون علے النساء بما فضل اللہ

بعضهم علی بعض وبما انفقوا من اموالهم الآیۃ - ترجمہ - مرد حاکم ہین عورتون پر اس واسطے کہ بڑائی دی اللہ نے ایک کو ایک پر اور اس واسطے کہ خرچ کیے انہون نے مال - فائدہ یعنی اللہ نے مرد کا درجہ اوپر بنایا تو عورت کو حکم برداری چاہیے اور اگر عورت بدخوئی کرے تو مرد پہلے درجہ سمجھاوے دوسرے درجہ جدا سووے لیکن اسی گھر مین پھر آخر درجہ مارے کذا فی موضح القرآن - آل عورت گناہ کے کام مین اطاعت اپنے شوہر کی نہ کرے جیسا کہ فرمایا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مرد مغوی و عورت مغویہ کے حق مین لیس منا من خبب امرأۃ علی زوجها او عبدا علی سیدہ رواہ ابو داؤد عن ابی ہریرۃ - یعنے نہین ہم مین سے وہ کہ ورغلاوے اور بہکاوے عورت کو اس کے شوہر سے اور غلام کو اسکے مالک سے کذا فی حقیقۃ الاسلام - معلوم ہوا اس سے کہ جو شخص خواہ مرد ہو خواہ عورت کسی عورت کو ورغلاوے اس کے مرد کی طرف سے پس وہ ہمارے طریقہ پر نہین ہے - اور تعزیر عورت مغویہ وغیرہ قابل تعزیر کے ہین جیسا کہ اشباہ والنظائر سے معلوم ہوتا ہے - پس حاکم وقت کو چاہیے کہ ایسے لوگون کو تعزیر و سزا قرار واقعی دیوے تاکہ وہ حرکت ناشائستہ سے باز آوین - اور کسی کی خانہ ویرانی نہ چاہین - واللہ اعلم بالصواب - حررہ سید شریف حسین عفی عنہ +

سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین اس صورت مین کہ ایک شخص نے ایک خط متضمن ایسے کلمات کا جو صراحۃً یا کنایۃً کسی محصنہ کے حق مین قذف ہو کسی دوسرے سے لکھا کر بھیجا پس کاتب مذکور الصدر کا شرعاً کیا حکم ہے آیا وہ بھی قاذف ہے یا نہین اور حد قذف اس پر لازم آتی ہے یا نہین بینوا توجروا +

الجواب - واضح ہو کہ کاتب خط نے اگر دانستہ اور باختیار خط مذکور کو لکھا ہے - تو وہ گنہگار ضرور ہوگا مگر اس پر حد نہین آوے گی - اور اگر عدم علم مین لکھا ہے یعنی اس نے سمجھا نہین کہ وہ کلمات مندرجہ خط کلمات قذف ہین یا سمجھا مگر بالاختیار نہین لکھا بلکہ بالجبر اس سے لکھایا گیا تو ان دونون صورتون مین وہ گنہگار بھی نہین ہوگا واللہ اعلم بالصواب حررہ السید عبد الحفیظ عفی عنہ -

سید محمد نذیر حسین

سوال - ما قولکم رحمکم اللہ تعالی فی ہذہ المسئلۃ کہ زید نے اپنے باپ پر دعوی کیا کہ زوجہ میری کے ساتھ میرے والد نے زنا کیا اور بوقت شب شور و غل کرتا ہوا اپنے خویش و اقارب مین چلا گیا جس وقت لوگون نے اس سے تفتیش کیا تو پہلے تو دعوی پر قائم رہا بعد ایک روز کے اس نے بیان کیا کہ دراصل مین اپنے والد کے

چند روپیہ طلب کرتا تھا۔ اس نے نہیں دیئے بدیں وجہ میں نے یہ افترا پردازی کی اور حقیقت میں یہ امر لا اصل ہے۔ درصورت مرقومہ جو بندگان عالی میں گذارش کیا گیا کہ نہ مدعی دعوی پر قائم ہے اور نہ گواہ کوئی اس بات کا ہے کہ یہ فعل شنیع اس نے دیکھا ہو پس آیا عند الشرع کسی طرح کی ملامت شریعت غرا سے ذمہ مفتری کے ہے یا نہیں اور کوئی خلل نکاح مفتری میں عارض ہوگا اور حاجت تجدید نکاح کی پڑے گی یا نہیں بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب والسلام خیر الکلام۔

الجواب ۔ یہ صورت مندرجہ سوال مقتضی لعان ہے کیونکہ سبب لعان کا تہمت لگانا ہے مرد کا اپنی زوجہ کو ایسی تہمت کہ اگر بیگانی عورت کو ویسی تہمت لگاوے تو مرد پر حد واجب ہو یعنی عورت آزاد مسلمان پاک دامن ہو حرام کاری سے اور مرد کے دعوے پر گواہ نہ ہوں اور عورت منکر ہو تہمت سے۔ عورت مخصوص بشرائط مذکورہ اسواسطے ہوئی کہ تہمت اسی پر لگی ہے تو شروط احسان کی اس کے واسطے پوری چاہئیں۔ سببہ قذف الرجل زوجتہ قذفا یوجب الحد فی الاجنبیۃ خصت بذلک لانہا ہی المقذوفۃ فتتم لہا شروط الاحصان ہٰکذا فی التنویر والدر المختار۔ اور سوال سائل سے عورت کا مطالبہ لعان سے نہیں پایا جاتا تو لعان ساقط ہوگا۔ لعان میں مطالبہ اس واسطے مشروط ہوا کہ اگر عورت مطالبہ نہ کرے تو لعان ساقط ہے۔ اس واسطے کہ لعان حق ہے عورت کا۔ تاکہ وہ اپنی ذات سے دفع عار کرے۔ اور سوال سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مرد بعد قذف کے منکر ہو گیا۔ اور عورت پاس بینہ نہیں تو مرد پر حلف نہیں آئیگی اور لعان ساقط ہوگا خصوصا ہندوستان میں کہ حاکم ذی اقتدار اہل اسلام سے کہ مسئلہ لعان کو فیصلہ کرے مفقود ہے بلکہ عورت کو چاہیئے کہ پردہ پوشی کرے اور حاکم کو بھی چاہیئے کہ عورت کو پردہ پوشی کا حکم کرے۔ والافضل لہا الستر وللحاکم ان یامرہا بہ کذا فی الدر المختار وغیرہ فان ابی حبس حتی یلاعن او یکذب نفسہ فیحد للقذف الی آخر ما فی کتب الشریعۃ۔ اور اس واقعہ میں قاذف کے باپ پر کچھ مواخذہ شرعا نہیں پہنچتا اسی طرح سے عورت پر کسی طرح کا مواخذہ نہیں قابل زجر اور توبیخ کے قاذف ہے اور زجر و توبیخ اس پر زبانی ہے اور جبکہ وہ منکر ہوا اور اپنی اس تہمت پر نادم ہوا تو زجر اس سے بھی مرتفع ہوا۔ التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ الحدیث واللہ اعلم بالصواب حررہ السید شریف حسین عفی عنہ

زشرف سید کونین شد شریف حسین ۱۲۹۳	خادم شریعت رسول الثقلین محمد تلطف حسین ۱۲۹۲

کما تدین تدان

محمد عبد القادر ۱۲۸۷	حسبنا اللہ بس حفیظ اللہ	سید محمد نذیر حسین

کتاب الحظر والاباحۃ

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ مثلاً زید نے اپنی عورت کو گھر سے نکالدیا یا خود وہ عورت چلی گئی اور خراب و بد وضع پھرتی ہے اور زید طلاق اس کو نہین دیتا اور نہ اپنے گھر مین رکھتا ہے اور زید کو غیرت و شرم و حیا نہین اس صورت مین دونون گنہ گار ہوتے ہین یا نہین اور اس کی امامت درست ہے یا نہین بینوا توجروا +

الجواب۔ درصورت مرقومہ دونون گنہ گار ہوتے ہین کیونکہ زید پر واجب ہے کہ جب وہ عورت بدراہ ہوئی تو طلاق دیدے کہ وہ عورت اور شوہر کرلے یا زید اس کو اپنے گھر مین لاکر رکھے۔ خدا تعالے فرماتا ہے فامساک بمعروف او تسریح باحسان الآیۃ اور فرماتا ہے ولا تذروھا کالمعلقۃ۔ اور زید اس صورت مین فاسق ہے اور امامت فاسق کی مکروہ ہے ایسے شخص کو تا مقدور امام نہ بناوے لا یقدم الفاسق ویکرہ الصلوۃ خلفہ کذا فی کتب الفقہ

واللہ اعلم بالصواب +

سید محمد نذیر حسین | محمد شبلی | محمد اسد علی

سوال۔ پردہ زنان از خواجہ سرائے جائز است یا نہ۔

الجواب۔ حکم خواجہ سرائے در نظر کردن بجانب زن اجنبیہ حکم مرد دارد چنانچہ از مردان پردہ می کنند ہمین قسم از خواجہ سرائے کہ این ہم مرد است نہ زن بہرحال پردہ باید کرد۔ چنانچہ درکتاب اللہ حکم مذکور موجود است۔ قل للمومنین یغضوا من ابصارہم ویحفظوا فروجہم الآیۃ۔ وفی الھدایۃ والخصی فی النظر الی الاجنبیۃ کفحل انتھے۔ واللہ اعلم بالصواب +

سید محمد نذیر حسین | محمد صدر الدین | محمد تقی خان

سید محبوب علی جعفری | ہو الخالق

سوال - نان پاؤ تاڑی آمیز کھانا اور اس کی بیع و شرا جائز و درست ہے یا نہیں بینوا توجروا +

الجواب - ارباب شرع پر مخفی نہیں کہ تاڑی مسکر ہے اور جو چیز مسکر ہو وہ حرام ہے قلیل ہو یا کثیر بقولہ صلعم کل مسکر حرام رواہ مسلم من رواۃ ابن عمر رض وعن ابن عمر انہ علیہ الصلوۃ والسلام قال ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام رواہ احمد وابن ماجہ والدار قطنی وصححہ - اور جب حکم تاڑی اور خمر کا بنا بر اسکار متحد ٹھیرا شرعاً تو اس کے حرام ہونے میں کسی طرح کا شک و شبہ نہ رہا - اور جب یہ تاڑی آٹا اور میدہ اور سوجی میں ملائی گئی اور روٹی پکائی گئی تو یہ روٹی تاڑی ملی ہوئی بلاشبہ حرام ہوگی چنانچہ خمر کے ملنے سے حرام ہوتی ہے - الدقیق اذا اصابہ خمر لا یوکل ولیس ہذا حیلۃ کذا فی المحیط البرہانی وغیرہ من کتب الفقہ - اور جب نان پاؤ وغیرہ تاڑی کے پڑنے سے حرام ٹھیرا تو اس کی بیع و شرا بھی حرام ہوگی جیسا کہ بیع و شرا خمر و میتہ اور دم کی حرام ہے - لان الشرع ابطل تقومہا فی حق المسلمین کیلا یتمولوا بہا کذا فی الہدایۃ والعنایۃ والکفایۃ وغیرہا من کتب الفقہ البیع ہو مبادلۃ المال بالمال کذا فی الفقہ قال فی البحر المال ما یمیل الیہ الطبع والمالیۃ انما تثبت بتمول الناس کافۃ او بتقوم البعض والتقوم یثبت باباحۃ الانتفاع بہ شرعاً ومالا یکون مباح الانتفاع لا یکون متقوما واذا عدم الامران لم یثبت واحد منہما کالدم انتہے ما فی البحر مختصراً - واللہ اعلم بالصواب الراقم سید محمد نذیر حسین عفی عنہ +

سید محمد نذیر حسین

سوال - اگر خواجہ سرائے خواہد کہ از کسے زن عقد نکاح کند شرعاً او جائز است یا نہ بینوا توجروا +

الجواب - عقد نکاح او جائز است چراکہ در ہدایہ مذکور است انہ کالفحل وکل فحل ینکح فالخصی ینکح واللہ اعلم -

سید محبوب علی جعفری	ہو الخالق	محمد صدر الدین

سید محمد نذیر حسین

سوال - خواجہ سرائے جائے خواہد کہ امامت کند یا اذان گوید یا در مقدمہ کسے گواہی دہد درست است یا نہ - بینوا توجروا +

الجواب - امامت خواجہ سرائے جائز است بشرطیکہ معذور بعذر امامت نباشد و اذان او نیز درست و شہادتش ہم مقبول کما ہو مذکور فی الہدایۃ - ویقبل شہادۃ الاقلف والخصی قال عمر رضی اللہ عنہ قبل شہادۃ علقمۃ الخصی لانہ قطع عضو منہ ظلما فصار کما قطعت یدہ انتہے +

سید محمد نذیر حسین	ہو الخالق	سید محبوب علی	محمد صدر الدین	محمد تقی خان

سوال- چہ می فرمایند علمائے دین اندرین مسئلہ کہ تعویذ نوشتہ درگلو انداختن روا ست یا نہ بینوا توجروا +

الجواب- تعویذ نوشتہ درگلو انداختن مضائقہ ندارد و اختلاف دران بعضے تابعین کردہ اند مگر اشہر واصح جواز ست- واختلف فی الاسترقاء بالقرآن نحو ان یقرأ علے المریض والملدوغ اویکتب فی ورق ویعلق اویکتب فی طست فیغسل ویسقی المریض فاباحہ عطاء ومجاہد وابو قلابۃ وکرہہ النخعی والبصری کذا فی خزانۃ الفتاوی فقد ثبت ذلک فی المشاہیر من غیر انکار کذا فی خزانۃ المفتیین ولا باس بتعلیق التعویذ ولکن ینزع عند الخلاء والقربان کذا فی الغرائب کذا فی الفتاوی العالمگیریۃ واللہ اعلم +

سید محمد نذیر حسین

ہوالموفق- عمرو بن شعیب کے دادا عبداللہ بن عمرو بن عاص رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص خواب میں ڈرے تو یہ کہے اعوذ بکلمات اللہ التامات من غضبہ وعقابہ وشر عبادہ ومن ہمزات الشیاطین وان یحضرون- تو شیاطین کے وسوسے اس کو ضرر نہیں دیں گے- اور عبداللہ بن عمرو اپنے بالغ لڑکوں کو یہ کلمات سکھاتے تھے اور اپنے نابالغ لڑکوں کیلئے ان کلمات کو ایک کاغذ میں لکھ کر ان کے گلے میں لٹکا دیتے تھے روایت کیا اس کو ابوداؤد نے اور ترمذی نے اور ترمذی نے اس کو حسن کہا ہے- اس روایت کے تحت میں شراح حدیث لکھتے ہیں کہ جس تعویذ میں اللہ تعالے کا نام لکھا ہو یا قرآن کی کوئی آیت لکھی ہو یا کوئی دعا ماثورہ لکھی ہو سو ایسے تعویذ کا نابالغ لڑکوں کے گلے میں لٹکانا درست ہے- ملا علی قاری مرقاۃ میں اس حدیث کی تحت میں لکھتے ہیں وہذا اصل فی تعلیق التعویذات اللہ التی فیہا اسماء اللہ تعالے- اور حدیث الرقی والتمائم والتولۃ شرک کے تحت میں لکھتے ہیں التمائم جمع تمیمۃ وہی التعویذۃ التی تعلق علی الصبی اطلقہ الطیبی لکن ینبغی ان یقید بان لایکون فیہا اسماء اللہ تعالے وآیاتہ المتلوۃ والدعوات الماثورۃ- شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں عبداللہ بن عمرو کی حدیث کے ترجمہ کرنیکے بعد لکھتے ہیں واز ینجا جواز آویختن تعویذات درگردن معلوم می شود و بعضے علماء را درینجا اختلاف است مختار آن است کہ تعلیق خرزات و مانند آن حرام ومکروہ است واما اگر قرآن یا اسماء الٰہی بنویسد باکے نیست چنانکہ در رقیہ این تفصیل کردہ اند- کتبہ محمد عبدالرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ +

سوال- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس باب میں کہ زید مقروض بہت ہے اور تقاضا قرضخواہوں کا اس پر از بس ہے اور اس کے پاس سوائے قدرے زمین زرعی دوامی کے اور کچھ جائداد نہیں ہے- اور اس کی آمدنی سے بدشواری اوقات اپنی اور اہل عیال اپنے کی بسر کرتا ہے اور قرض ہر سال زیادہ ہوتا جاتا ہے اور قرض کسی صورت سے نہیں ادا ہوتا اگر اراضی قلیل کو

فروخت کرے تو بھی قرض ادا نہین ہو سکتا۔ اور اس کے فروخت کرنے مین اوقات بسری اہل و عیال کی فوت ہو جاویگی اور محنت و کسب کے لائق وہ نہین ہے کہ زیادہ عمر ہو چکی ہے ایسے پریشان حال اور تکلیف مین واسطے ادائے قرض کے ذی مقدور اہل اسلام سے درخواست اعانت ادائے قرض کی کرے تو درست ہے یا نہین۔ عنداللہ ماخوذ تو نہ ہوگا بینوا توجروا

الجواب - درصورت مرقومہ معلوم کرنا چاہیئے کہ نہایت محتاجگی اور قرض داری مین سوال کرنا صاحبان ثروت و مردمان ذی مقدور سے بلا ریب درست ہے جیسا کہ حدیث و فقہ سے صاف واضح ہوتا ہے۔ عن حبشی بن جنادۃ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان المسئلۃ لاتحل لغنی ولا لذی مرۃ سوی الا لذی فقر مدقع او غرم مفظع رواہ الترمذی۔ روایت ہے حبشی ابن جنادہ صحابی سے کہ کہا فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ تحقیق سوال کرنا نہین حلال واسطے غنی کے اور نہ واسطے صاحب قوت تندرست اعضا کے و لیکن حلال ہے سوال واسطے فقیر زدہ حال کے یعنی ایسا محتاج ہے کہ محتاجگی نے خاک مین ڈال رکھا ہے اسکو یا حلال ہے سوال واسطے قرضدار کے بھاری قرض رکھتا ہو روایت کیا اس کو ترمذی نے اور اس مضمون کی اور بھی حدیثین وارد ہین چنانچہ علمائے حدیث پر پوشیدہ نہین اور کتب فقہ مین بھی مذکور ہے کہ اگر کسی کے پاس اوقیہ ذہب اور پچاس درہم ہون تو بھی سوال کرنا اسکو جائز ہے زیادہ حاجت کے لئے اور جس کے پاس قسم کھانے کی سو جو ہو وے اور کپڑے کی حاجت ہو تو کپڑے کا بھی سوال درست ہے۔ ولو سأل للکسوۃ جاز لو محتاجا کذا فی الدر المختار وغیرہ و یجوز لصاحب الاوقیۃ من الذہب والخمسین درہما سوال ما یحتاج الیہ من الزیادۃ کذا فی الطحطاوی وغیرہ۔ الغرض جو شخص صاحب حاجت ہو اور وہ اس قدر مقدور نہ رکھتا ہو تو اس کو بقدر حاجت کے سوال درست و حلال ہے اسی واسطے جو شخص چند حاجت رکھتا ہو اور دوسرا ایک حاجت رکھتا ہو تو چند حاجت والیکو دینا اولے اور موجب کثرت ثواب کا ہے اور محتاج قرضدار اکثر اہل و عیال کو بہت سا دینا اولے ہے بہ نسبت اس شخص کے کہ فقیر ہو اور قرضدار کثیر العیال نہ ہو۔ اور آنحضرت صلعم محتاج بی بی والے کو دو حصہ عطا فرماتے اور محتاج تنہا کو ایک حصہ دیتے۔ چنانچہ کتب صحاح ستہ وغیرہ مین مذکور ہے۔ و فی الظہیریۃ الدفع للمدیون اولی منہ للفقیر کذا فی الدر المختار لاحتیاجہ الی دفعہ و الی نفقۃ نفسہ وعیالہ کذا فی الطحطاوی وغیرہ من کتب الفقہ۔ اور مراد غارمین سے بیچ آیۃ کریمہ انما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیہا والمؤلفۃ قلوبہم و فی الرقاب والغارمین الی آخر الآیۃ۔ مدیون قرضدار مراد ہی چنانچہ کتب فقہ سے واضح ہوتا ہے۔ مصرفہا فقیر و مسکین و مدیون لا یملک نصابا فاضلا

عن دینہ انتہی ما فی الدر المختار مختصرا قولہ مدیون وھو المراد بالغارم فی الآیۃ کذا فی الطحطاوی۔ آوراہل دل وصاحب مملکت اور ذی مقدور پر واجب ہے اعانت و امداد کرنی ایسے مفلس و قرضدار بارگران کثیر اہل وعیال کی چنانچہ اس کی فضیلت اور کثرت ثواب قرآن وحدیث میں موجود ہے۔ انما الصدقات الی آخرہ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من نفس عن مؤمن کربۃ من کرب الدنیا نفس اللہ عنہ کربۃ من کرب یوم القیمۃ ومن یسر علی معسر یسر اللہ علیہ فی الدنیا والآخرۃ واللہ فی عون العبد ما کان العبد فی عون اخیہ رواہ مسلم۔ اور خدا تعالے کے بیچ مدد بندہ کے ہے جبتک وہ بندہ بیچ مدد بھائی اپنے کے ہے یعنی جبتک کوئی بندہ کسی بھائی مسلمان کی نفع رسانی اور دفع ضرر میں متوجہ رہتا ہے تب تک اللہ تعالے اس کا مددگار رہتا ہے۔ نقل کیا اس حدیث کو مسلم نے واللہ اعلم وعلمہ اتم۔ حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ زید کسب حلال کرتا ہے اور کمائی عمرو کی مخلوط ہے ساتھ حلال اور حرام کے اور زید مال حلال اپنا عمرو کے ہاتھ فروخت کرتا ہے اور عمرو اپنے مال مخلوط سے خرید تا ہے۔ اب اس صورت میں زید عمرو سے خرید و فروخت کرے یا نہیں بینوا توجروا +

الجواب۔ زید عمرو کے ساتھ معاملہ ہرگز نہ کرے کیونکہ عمرو موقوف علیہ اور مدار کار زید کا نہیں اللہ تعالے نے اپنے فضل و کرم سے کوئی طریق اصابۃ حلال کا پیدا کردیگا۔ من یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب الآیۃ ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ کافی ووافی ہے واللہ اعلم۔ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ +

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ فصد یا حجامت یعنی پچھنے وغیرہ لگوانا کس تاریخ و دن میں ناجائز ہے۔ بینوا توجروا +

الجواب۔ سترھویں تاریخ اور اکیسویں تاریخ اور منگل اور بدھ اور ہفتے میں خون نکالنا حدیث میں منع آیا ہے کذا فی مشارق الانوار واللہ اعلم بالصواب۔ شریف حسین عفی عنہ +

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ ایک شخص ولدالزنا ہے اور بجز ولدالزنا ہونیکے اس میں کوئی شرعی عیب نہیں پایا جاتا ہی بلکہ صالح اور دیندار آدمی ہے اور کسی برادری میں اس کا نکاح بھی ہو گیا ہے اور اس کی اولاد کا بھی رشتہ ناتہ برادری میں ہوتا ہے مگر اسی وقت سے بہت سے آدمی اسکو معیوب سمجھتے ہیں اب جو شخص اس کو معیوب سمجھے اور برے الفاظ سے اسکو یاد کرے اور معیوب ٹھیرا دے تو وہ کیسا ہے اس پر گناہ عائد ہوتا ہے یا نہیں۔ سوال دوم۔ ماں باپ بیٹی بہن داماد وغیرہ کے

گھر کا کھانا یا تحفہ لینا یا نقد لینا شرعًا درست ہے یا نہیں - بینوا توجروا +

الجواب - درصورت مرقومہ معلوم کرنا چاہیئے کہ اُس شخص کو معیوب سمجھنا اور برے الفاظ سے یاد کرنا اور اس کو معیوب ٹھیرانا بلاشبہ گناہ ہے کہ خداوند کریم زیج حق عیب لگانیوالوں اور برُے نام والفاظ سے یاد کرنیوالوں کے فرماتا ہے ولا تلمزوا انفسکم ولا تنابزوا بالالقاب بئس الاسم الفسوق بعد الایمان ومن لم یتب فاولئک ہم الظالمون - **ترجمہ** - اور عیب نہ دو ایک دوسرے کو اور نام نہ ڈالو چڑ ایک دوسرے کی برا نام ہے گنہگاری پیچھے ایمان کے اور جو کوئی توبہ نہ کرے تو وہی ہیں بے انصاف - **فائدہ** - جہان کسی پر برا نام ڈالا چلے تو اپنا نام پڑے گا فاسق آگے تھا مومن اس پر عیب لگایا نہ لگا انتہی - ولا تلمزوا انفسکم لا تطعنوا اہل دینکم واللمز الطعن والضرب باللسان ولا تنابزوا بالالقاب التنابز بالالقاب التداعی بہا والنبز لقب السوء والتلقیب المنہی عنہ ہو ما یتداخل المدعو بہ کراہۃ لکونہ تقصیرا بہ وذما لہ بئس الاسم الفسوق بعد الایمان الاسم ہہنا بمعنی الذکر من قولہم طار اسمہ فی الناس بالکرم او باللوم وحقیقتہ ما سما من ذکرہ وارتفع بین الناس کانہ قیل بئس الذکر المرتفع للمؤمنین بسبب ارتکاب ہذہ الجرائم ان یذکروا بالفسق وقولہ بعد الایمان استقباح للجمع بین الایمان والفسق الذی یحظرہ الایمان ومن لم یتب عما نہی عنہ فاولئک ہم الظالمون کذا فی التفسیر المدارک - پس مناسب ہے کہ کسی مسلمان بھائی پر طعن نہ کرے اور عیب نہ لگاوے اور برے نام سے اُسے نہ بلاوے اور نہ اس کو برا سمجھے - پھر اگر ایسے امر سے توبہ نہ کی تو وہ ظالم ہے جیسا کہ آیت سابقہ سے واضح ہوا - جواب سوال دوم - کھانا ماں باپ یا بھائی یا بہن یا چچا یا پھوپھی یا ماموں یا خالہ وغیرہ کے گھر کا درست ہے جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے - ولا علی انفسکم ان تاکلوا من بیوتکم او بیوت آبائکم او بیوت امہاتکم او بیوت اخوانکم او بیوت اخواتکم او بیوت اعمامکم او بیوت عماتکم او بیوت اخوالکم او بیوت خالاتکم او ما ملکتم مفاتحہ او صدیقکم - **ترجمہ** - اور نہیں تکلیف تم لوگوں پر کہ کھالو اپنے گھر سے یا اپنے باپ کے گھر سے یا اپنی ماں کے گھر سے یا اپنے بھائی کے گھر سے یا اپنی بہن کے گھر سے یا اپنے چچا کے گھر سے یا اپنی پھوپھی کے گھر سے یا اپنے ماموں کے گھر سے یا اپنی خالہ کے گھر سے یا جس کی کنجیوں کے تم مالک ہوئے ہو یا اپنے دوست کے گھر سے انتہی - پس اس آیت سے ماں باپ بہن کے گھر کا کھانا صراحۃً ثابت ہوا - اور اس آیت سے دوست کے گھر کا کھانا ثابت ہے تو اسی سے داماد کے گھر کا کھانا بدرجہ اولی ثابت ہوگا - اور اس آیت میں جو یہ لکھا ہے کہ کھالو اپنے گھروں سے سو اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنی اولاد کے گھروں سے - پس اس سے بیٹی کے گھر کا کھانا ثابت ہوا - تفسیر

مدارک مین مرقوم ہے۔ ولا علی انفسکم ای حرج ان تاکلوا من بیوتکم ای بیوت اولادکم لان ولد الرجل بعضہ و حکمہ حکم نفسہ ولذا لم یذکر الاولاد فی الآیۃ وقد قال علیہ الصلوۃ والسلام انت ومالک لابیک او بیوت ازواجکم لان الزوجین صارا کنفس واحدۃ فصار بیت المرأۃ کبیت الزوج او بیوت آبائکم او بیوت امہاتکم الخ لان الاذن من ہولاء ثابت دلالۃ کذا فی مدارک التنزیل وحقائق التاویل الحاصل مان باپ بیٹی داماد کے گھر کا کھانا قرآن مجید سے عبارۃً یا اشارۃً ثابت ہے اور اس کی ممانعت کہین سے ثابت نہین ہے اور جب ان لوگون کے گھر کا کھانا ثابت ہوا تو ان کا تحفہ لینا بھی ثابت ہوا اور اگر کچھ نقد دین تو نقد کا لینا بھی ثابت ہوا واللہ اعلم بالصواب

حررہ السید شریف حسین عفی عنہ + سید محمد نذیر حسین

مسئلہ۔ برتنے ولایتی برتنون کا یا کپڑون کا جن مین تصویرین بنی ہوتی ہین جائز ہے اور بیع وشرا بھی جائز ہے کہ اس مین ابتذال پایا جاتا ہے نہ تعظیم جیسے فرش ذی تصویر کہ مہان ومحقر کے طور پر استعمال ہوتا ہے اس صورت مین تعظیم اس کی مقصود نہین ہوتی فی صحیح البخاری فی کتاب المظالم عن عائشۃ انہا اتخذت علی سہوۃ لہا سترا فیہ تماثیل فہتکہ النبی صلے اللہ علیہ وسلم قالت فاتخذت منہ نمرقتین فکانتا فی البیت یجلس علیہما زاد احمد فی مسندہ ولقد رأیتہ متکئا علی احدہما وفیہ صورۃ۔ حررہ سید محمد نذیر حسین۔ سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے محققین اس مسئلہ مین کہ مرجع مکروہ تنزیہی کا ترک اولی ہے یا کچھ اور۔ اور مکروہ تنزیہی جملہ ممنوعات شرعیہ سے ہے یا نہین جواب اسکا کتب معتبرہ حنفیہ سے تحریر فرماوین کہ حق باطل مین امتیاز ہو جاوے اجر ملیگا +

الجواب۔ مرجع مکروہ تنزیہی کا ترک اولے وخلاف اولے ہے اور ممنوعات شرعیہ سے نہین ہے۔ کیونکہ مرتکب اس کا مذموم ومعاقب نہین جیسا کہ بحر الرائق ودرمختار وطحطاوی و شامی وتلویح ومسلم الثبوت وشروح اس کی مین مفصلا مذکور ہے واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ + سید محمد نذیر حسین

سوال۔ علمائے دین و مفتیان شرع متین چہ می فرمایند کہ نوکری خصی و خواجہ سرا کہ رو بروے زنان آمد رفت میدارند و شب و روز آمد در آمد بر آن می کنند جائز است یا نہ و در اجرت ایشان ہم کراہت و حرمت سرایت میکند یا نے بینوا توجروا۔

الجواب۔ در صورت مرقومہ باید دانست کہ استخدام خصی و خواجہ سرا کروہ و حرام است مطلقاً یعنی خواہ برائے آمد در آمد بر زنان نوکر دار د ایشان را یا صرف بخدمت بے آمد در آمد بر زنان نوکر دار د و صحیح و معتمد ہمین قول است از روے دلیل و اگرچہ بعضے نفس خدمت را بغیر دخول علی النسوان ازان جائز داشتہ اند و لکن دلیل عام است کہ بر استخدام ایشان تحریض و ترغیب کنانیدن است بر مثلہ و مثلہ منہی عنہا و حرام است و ازین جہت کسب خصی ہم مکروہ و حرام شد چنانکہ برجندی در شرح مختصر وقایہ بدان تصریح کردہ است۔ ویکرہ استخدام الخصیان لان الرغبۃ فی استخدامہم حث الناس علی ہذا الصنیع وہو مثلۃ محرمۃ کذا فی الہدایۃ ویکرہ استخدام الخصی لان فیہ تحریض الناس علی الخصاء الذی ہو مثلۃ وقد صح ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی عنہا فیحرم کذا فی الکنز والعینی وحرم استخدام الخصی ای استعمال خصی بلغ خمسۃ عشر سنۃ فی الدخول فی الحرم واما قبلہا فلا باس کما فی الکرمانی وغیرہ کذا فی جامع الرموز ویکرہ استخدام الخصی لان الرغبۃ فی استخدامہ مما یحث الناس علی ہذا الصنیع خص بعضہم بالدخول فی الحرم والدلیل یفید کراہۃ مطلق الخدمۃ وفی الخزانۃ کرہوا کسب الخصی مطلقا لانہ کسبہ بالمخالطۃ مع النسوان وفی الخزانۃ لا باس بدخول الخصی علی النساء ما لم یبلغ حد الحلم وقدروی ذلک بخمس عشر سنۃ لان الخصی لا یحتلم کذا فی البرجندی ویکرہ استخدام الخصی ظاہرہ الاطلاق وقیل بل دخولہ علی الحریم لو بلغ سنۃ خمسۃ عشر کذا فی الدر المختار قولہ وقیل بل دخولہ الاولی بل فی دخولہ وعلی القیل اقتصر القہستانی ونقلہ الکرمانی والعلۃ تفید الاطلاق فکان ہو المعتمد کذا فی الطحطاوی۔ پس از روایات معتبرہ فقہیہ حنفیہ استخدام خصی کروہ و حرام شد مطلقا و ازین جہت در اجرت ایشان ہم کراہت و حرمت لغیرہا طاری گردید و ناجائز شد و قواعد کلیہ فقہ این است کہ کل ما ادی الی ما لا یجوز لا یجوز است و چون نوکر داشتن خواجہ سرا و خصی را برائے خدمت بغیر دخول علی النسوان حرام شد پس نوکر داشتن برائے دخول علی النسوان بدرجہ اولی حرام خواہد شد چہ درین صورت دو علت حرمت یافتہ می شود و محظور بر محظور لازم می آید۔ والخصی والمجبوب والمخنث فی النظر الی الاجنبیۃ کالفحل کذا فی تنویر الابصار وغیرہ من المتون الحنفیۃ قولہ کالفحل لقولہ تعالی قل للمؤمنین یغضوا من ابصارہم وہم ذکور مومنون فیدخلون تحت ہذا الخطاب وغیرہ من النصوص وحکمہ کاحکام الرجال فی کل شیئ کذا فی الطحطاوی وغیرہ من المعتبرات الحنفیۃ واللہ اعلم بالصواب فاعتبروا یا اولی الالباب۔

سید محمد نذیر حسین

سوال - چہ می فرمایند علمائے دین دریں صورت کہ تسمیہ بعبد فلان و بندہ فلان یعنی مثلاً عبد حسین وعبد حسن وعبد علی و بندہ علی وعبد النبی وعبد الکعبہ در شرع مشروع است یا غیر مشروع و دریں شائبہ شرک اگرچہ خفی باشد یافتہ می شود شرعاً یا نے و تبدیل کردن ایں چنیں اسما شرعاً احسن است یا الزم واوجب است بینوا توجروا +

الجواب - ایں چنیں تسمیہ غیر مشروع است و شرک حقیقی نیست و تبدیل ایں چنیں اسما احسن است الزم واوجب نیست واللہ اعلم بالصواب -

محمد صدر الدین ۱۳۳۵ھ

سید محمد ۱۳۳۳

محمد فضل حق ۱۲۳۷

فی الواقع ایں چنیں تسمیہ غیر مشروع است - مولانا شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ ایں را از جملہ شرک در غیر عبادت تحت ایں آیہ کریمہ فلا تجعلوا للہ انداداً نوشتہ اند عبارتہ ہکذا اما ہمسر کنندگان در غیر عبادت پس بسیار اند از انجملہ کسانیکہ در ذکر دیگران را با خدا ہمسر می کنند ونام دیگران را با نام خدا بطریق تقرب ذکر می نمایند واز انجملہ اند کسانیکہ در نام نہادن خود را بندہ فلان وعبد فلان می گویند وایں شرک در تسمیہ است انتہی کلامہ مختصراً - پس از تقریر شاہ صاحب مرحوم تسمیہ ایں چنیں اسما غیر مشروع ثابت شد وارتکاب غیر مشروع منہی عنہ است - پس احتراز از یں چنیں تسمیہ برضرور است وتبدیل ایں چنیں اسما الزم واوجب است واللہ اعلم بالصواب حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ +

سید محمد نذیر حسین

اگر نام نہندہ ایں چنیں اسما حقیقت مراد دارد لاریب شرک وکفر است کما ہو الظاہر والا کفر نیست لیکن خالی از جرم ہم نیست بجہت ایہام شرک پس تبدیل ایں چنیں اسما الزم واوجب است ملا علی قاری در مرقاۃ شرح مشکوۃ نوشتہ ولا یجوز نحو عبد الحارث ولا عبد النبی ولا غیرہ مما شاع بین الناس انتہی - وابن حجر مکی در تحفہ نوشتہ - ویحرم ملک الملوک لان ذلک لیس لغیر اللہ تعالے وکذا عبد النبی او الکعبۃ او الدار او علی او الحسین لایہام التشریک انتہے - وہمچنیں در شرعۃ الاسلام وشرح آں ودیگر کتب مذکور است کما لا یخفی علی الناظر فقط کتبہ عبدہ المسکین محمد بشیر الدین العثمانی نسباً والقنوجی وطناً +

محمد بشیر ونذیر آمدہ ۱۲۶۷

کتاب الاطعمۃ والصید والذبائح

سوال- کیا فرماتے ہین علماے دین اس مسئلہ مین کہ ذبح کیا ایک بکری کو تو اس کے پیٹ مین سے ایک بچہ مردہ نکلا آیا وہ حلال ہے یا حرام بینوا توجروا +

الجواب- جو بچہ بکری یا گائے یا کسی اور جانور ماکول اللحم کے پیٹ سے مردہ نکلے وہ حلال ہے-

عن ابی سعید عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال فی الجنین ذکوۃ ذکوۃ امہ رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ وفی روایۃ قلنا یا رسول اللہ ننحر الناقۃ ونذبح البقرۃ والشاۃ فی بطنها الجنین انلقیہ ام ناکلہ قال کلوہ ان شئتم فان ذکوتہ ذکوۃ امہ رواہ احمد وابو داؤد- یعنی ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنین کے بارے مین کہ اس کی مان کا ذبح کرنا جنین کا ذبح کرنا ہے یعنی جنین کو علیحدہ ذبح کرنے کی ضرورت نہین. جیسے اس کی مان کے ذبح کرنیسے اس کی مان حلال ہوجاتی ہے اسی طرح اس کی مان ہی کے ذبح سے وہ جنین بھی حلال ہوجاتا ہے- روایت کیا اس حدیث کو احمد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے اور ایک روایت مین ہے کہ ہم لوگون نے کہا یا رسول اللہ ہم لوگ اونٹنی اور گائے اور بکری ذبح کرتے ہین اور اس کے پیٹ مین بچہ رہتا ہے تو کیا اس کو پھینک دین یا اس کو کھا دین آپ نے فرمایا اگر تم لوگ چاہو تو کھاؤ اس واسطے کہ اس کی مان کا ذبح کرنا اس جنین کا ذبح کرنا ہے- یعنی اس جنین کے حلال ہونیکے لئے اس کی مان کا ذبح کرنا کافی ہے- اس جنین کو ذبح کرنیکی کچھ ضرورت نہین- یہ حدیث صحیح اور قابل احتجاج ہے دیکھو نیل الاوطار اور تلخیص الحبیر- اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بکری یا گائے یا کسی اور جانور ماکول اللحم کے ذبح کے بعد اسکے پیٹ مین سے جو بچہ مردہ نکلے تو وہ حلال ہے اور یہی ہے مذہب امام شافعی اور امام احمد اور امام مالک اور امام ابو یوسف اور امام محمد وغیرہم کا- امام ابن المنذر نے لکھا ہے کہ بجز ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے کسی صحابی اور کسی تابعی اور کسی عالم سے یہ بات مروی نہین

ہے کہ جنین کو بغیر ذبح کے نہ کھایا جاوے۔ یعنی صرف امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول ہے کہ ذبح کے بعد پیٹ سے جو مردہ بچہ نکلے وہ حرام ہے اس کو کھانا نہیں چاہیئے۔ امام ابوحنیفہ کے سوا کسی صحابی اور کسی تابعی اور کسی عالم سے یہ قول منقول نہیں ہے۔ واضح رہے کہ اگر جانور کے ذبح کرنیکے بعد اس کے پیٹ میں سے زندہ بچہ نکلے تو اس کو ذبح کرنا ضروری ہے قال فی عون المعبود بخلاف ما اذا خرج وبہ حیاۃ مستقرۃ فلا یحل بذکاۃ امہ۔ واللہ اعلم بالصواب۔

کتبہ محمد عبدالرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ +

سید محمد نذیر حسین	ابوالطیب محمد شمس الحق

سوال- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے جانور پالا بنام شیخ سدو یا مدار یا خواجہ صاحب اور بروقت ذبح حسب قاعدہ شرع بسم اللہ اللہ اکبر کہکر ذبح کیا۔ غرض یہ ہے کہ بعض ملان اس کو حلال کہتے ہیں اور یوں کہتے ہیں کہ نیت اول کا کچھ اعتبار نہیں ہے جب ذبح کیوقت نام اللہ اکبر پر ذبح ہوا تو حلال ہے شرعًا ایسا ارشاد پیشگاہ حضور والا سے ہو کہ جس سے کوئی حجت و دلیل آیندہ کو باقی نہ رہے وہ کیونکر ہے۔ اور جو عالم یا ملان ایسے جانور کو حلال کہتے ہیں ان کے پیچھے نماز پڑھنا اور ان کا وعظ سننا کیسا ہے (۲) بعض ملان جو عالم کہلاتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ جو کتابیں اردو زبان میں عربی سے ترجمہ کی گئی ہیں ان کا اعتبار نہیں ہے جو کتابیں عربی زبان میں ہیں وہی قابل اعتبار ہیں ان کا یہ کہنا کیسا ہے۔ اور ایسا کہنے والا قابل امامت ہے یا نہیں بینوا توجروا +

الجواب- قال فی الدر المختار ذبح لقدوم الامیر ونحوہ کواحد من العظماء یحرم لانہ اہل بہ لغیر اللہ ولو ذکر اسم اللہ۔ اور مظاہر الحق میں ہے کہ جو جانور کہ نامزد کیا گیا اور شہرت دیا گیا تقرب و تعظیم کیلئے بنام غیر خدا تعالے کے وہ حرام ہے جیسے کہ عوام جاہلوں میں دستور ہے کہ یہ بکرا شیخ سدو کا ہے یہ گائے سید احمد کبیر کی ہے یہ مرغا مدار صاحب کا ہے۔ یا جانور ذبح کرنا قبروں بزرگوں کے پاس یا کنارہ دریا کے پاس بالطریق بھوگ کے ساتھ نام جنوں کے پس کرنیوالا ان کا مرتد کافر ہے اور ذبیحہ مردار حرام ہے اگرچہ ذبح کے وقت نام خدا کا لیا ہو یعنی بسم اللہ اللہ اکبر کہکر ذبح کیا ہو تب بھی حرام ہے۔ اس واسطے کہ پہلے سے یہ جانور غیر خدا کے نام سے مشہور ہو چکا ہے پھر وقت ذبح کرنیکے اب نام خدا کا کچھ فائدہ نہیں دیتا جیسا کہ اشباہ ونظائر اور تنویر الابصار اور در مختار اور منح الغفار اور فتاوی عالمگیری اور مطالب المومنین وغیرہ میں مذکور ہے۔ بلکہ در مختار میں شرح وہبانیہ اور ذخیرہ سے نقل کیا ہے کہ کرنیوالا اس فعل کا جمہور علما کے نزدیک کافر ہے اور مطالب المومنین میں لکھا ہے کہ ابوحفص کبیر ابوعلی دقاق اور عبداللہ کاتب اور

عبدالواحد اور ابوالحسن نوری وغیرہ سے کہ علمائے نامدار اور مجتہد روزگار ہیں فتوے اسپر دیا ہے کہ ذبح کرنیوالا کافر ہے اور اس کا ذبیحہ حرام ہے اور تفسیر نیشاپوری میں ذکر کیا ہے کہ سارے علما اتفاق رکھتے ہیں اِس پر کہ جس مسلمان نے ذبح کیا اور قصد کیا تقرب اور تعظیم کا سوائے خدا تعالیٰ کے تو وہ شخص مرتد ہوا اور ذبیحہ اس کا مرتد کا سا ہے اور حدیث صحیح میں وارد ہے۔ کہ ملعون ہے وہ شخص کہ ذبح کرے واسطے تقرب غیر خدا کے جیسا کہ مشکوۃ شریف وغیرہ میں مذکور ہے اور تفسیر عزیزی میں بیچ تفسیر وما اہل بہ لغیر اللہ کے مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث رحمۃ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ وہ جانور کہ شہرت دیا گیا سوائے نام اللہ کے خوک سے بدتر مردار ہے پھر جو کوئی اس مسئلہ کو خوب تحقیق کیا چاہے ہے تو تفسیر عزیزی مولانا موصوف کی میں دیکھے تشفی ہوجائے گی انتہی ما فی مظاہر الحق۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ جانور حرام ہے اور گوشت اس کا ناپاک اور مرتکب اس کا حسب قول اکثر علما کافر ہے اور جو شخص اسکو حلال کہے۔ تو یہ قول اس شخص کا غلط اور غیر قابل اعتبار ہے اگر اور اقوال بھی اس شخص کے اس قسم کے ہوں تو اس کے وعظ و درس کی شرکت اور اس کے اقتدا سے احتراز مناسب ہے اور اگر صرف اسی کلام میں وہ مخالف جمہور ہے اور امور اس کے موافق اقوال علماء حق کے ہیں اور ضد و تعصب اس میں نہیں ہے تو اس خطا پر اس شخص کو تنبیہ کر دینا چاہئے اور وہ اپنی خطا کا معترف ہوجاوے تو اس کی امامت اور اس کے وعظ سننے میں مضائقہ نہیں ہے فقط واللہ اعلم۔ (۲) قول اس شخص کا درست نہیں ہے کیونکہ جو لوگ عربی سے واقف نہیں ہیں اور ان کو مسائل کی اور تصلیح کی ضرورت اور شوق ہے ان کے ہی نفع کے واسطے علمائے دین نے یہ کتب اُردو زبان میں ترجمہ کی ہیں ان سے عوام کو روک دینا نہایت فیض اور نفع دینی سے روکنا ہے البتہ یہ کہنا بجا ہے کہ ہر شخص ہر کتاب کو نہیں سمجھ سکتا اور ہر شخص کی سمجھ اور علم کا اعتبار نہیں ہے اسلئے ہر ایک کو اپنے فہم کے مطابق اعتماد نہ کرنا چاہئے اور جو شخص مطلب صحیح سمجھتا ہے اسکے وعظ و درس میں ہرگز تامل و توقف مناسب نہیں اس کو دیکھنا اور سمجھنا درست ہے اور بیان کرنا بھی درست ہے۔ اور اسکے بیان کو لوگوں کو سننا بھی۔ غرض یہ سب درست ہے۔ اس میں کچھ شک و شبہ نہیں ہے بلکہ لوگوں کو عربی علم تحصیل کرنے کی فرصت و گنجایش نہ ہو تو اردو کتابوں کا خود دیکھنا اور اساتذہ سے پڑھنا اس وقت میں دین کے سنبھالنے کے واسطے ضرور ہے فقط واللہ اعلم بالصواب۔ بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ +

الجواب صحیح عنایت الٰہی۔ الجواب صحیح و مجیبہٗ نجیح و ماسواہ قبیح نظام الدین کیرانوی مدرس دار العلوم +

الجواب حق عبدالصمد مدرس مدرسہ دارالعلوم۔ الجواب صحیح علی حسن عفی عنہ۔ الجواب صحیح ثابت علی عفی عنہ۔ المجیب مصیب محمد اکرم عفی عنہ جلیسری

الحق جو جانور بتقرب بغیر اللہ کیا گیا ہو حرام ہے تا وقتیکہ وہ غیر اللہ کا تقرب مرتفع نہ ہو حلال نہ ہوگا اگرچہ ذبح کے وقت اللہ تعالے کا نام لیکر ذبح کیا ہوا ور مفسرین نے جو قید عندالذبح کی بڑھائی ہے وہ قید صرف اسلئے بڑھائی ہے کہ اُس زمانہ مین جاہلیت کی رسم شائع تھی کہ وقت ذبح کے بھی غیر اللہ ہی کا نام لیتے تھے اسلئے بطور بیان عادت جاہلیت کے لکھدی ہے احترازی نہین ہے کیونکہ اول تو مفسرین عموم آیت کو بلا دلیل مخصوص نہین کر سکتے۔ دوسرے درمختار کی جو روایت حضرت مجیب مدظلہم نے شروع جواب مین نقل فرمائی ہے وہ اس کے صریح مخالف ہے۔ اگر عندالذبح کی قید کو مخصص تسلیم کرلیا جائے تو درمختار وغیرہ کتب معتبرہ کی تغلیط ہوگی اور ثابت ہوگا کہ اگر قدوم امیر کے وقت تقرباً ذبح کرتا ہے اور عندالذبح اللہ کا نام لیتا ہے وہ حلال ہے حالانکہ روایت سے صریح حرمت ثابت ہے۔ پس ثابت ہوا کہ عندالذبح کی قید اتفاقی ہے احترازی نہین ہے۔ واللہ تعالے اعلم حررہ خلیل احمد عفی عنہ مدرس مظاہر العلوم سہارنپور+

جواب درست ہے۔ عبداللہ خان مدرس بالاکوٹ۔ الجواب صحیح قمرالدین امام مسجد سہارنپور الجواب صحیح ابوالحسن عفی عنہ۔ الجواب حق صحیح عزیز الرحمن عفی عنہ دیوبندی۔ اصاب المجیب العلام محمد حسن مدرس مدرسہ عربیہ دیوبند۔ الجواب صحیح عبدالحکیم سکندرآبادی بقلم خود۔ الجواب صحیح محمد فیض اللہ سوداراسی۔ الجواب صحیح غلام احمد از گجرات پنجاب۔ الجواب صحیح بندہ گل محمد خان مدرس مدرسہ عربیہ دیوبند۔ الجواب صحیح بندہ محمود حسن مدرس مدرسہ عربیہ دیوبند۔ الجواب صحیح غلام رسول عفی عنہ مدرس مدرسہ عربیہ دیوبند۔ الجواب صحیح محمد یوسف میسوری۔ الجواب صحیح عبدالقادر عفی عنہ چاٹگامی۔ الجواب صحیح قمرالدین محتاج الی اللہ المعین بریلوی۔ الجواب صحیح محمد مرتضے حسین عفی عنہ خادم طلبہ مدرسہ عربیہ دیوبند۔ الجواب صحیح بندہ رمضان لدہانوی۔ الجواب صحیح بندہ محمد علی۔ الجواب صحیح عبدالرؤف بخاری۔ الجواب صحیح غلام محمد حسین عفی عنہ فیروزپوری+

اُس جانور کا کھانا حرام ہے۔ اُس آدمی نے اُسکو غیر اللہ کے نذر کردیا اور نذر لغیر اللہ حرام ہے اگر کوئی اس کی حرمت ما اہل بہ لغیر اللہ سے ثابت نہ کرے اور وجہ یہ بیان کرے کہ اکثر مفسرین نے اس جگہ عندالذبح کی قید لگائی ہے تو جانور مذکور اس ذیل نفی ما اہل بہ لغیر اللہ مین داخل نہ ہونا چاہیئے تو اسکا جواب یہ ہے کہ بالفرض اس کی حرمت اس سے ثابت

نہ ہو اگرچہ بعض علمائے دین اس سے ثابت کرتے ہیں مگر اس کی حرمت نذر لغیر اللہ سے ثابت ہے
اور اس میں کچھ چون وچرا نہیں ہوسکتا اور مضمون نذر اس عمل سے ثابت ہوگا کہ مالک جانور دوسرے
جانور یا گوشت جانور دیگر کا اس کے بدل میں جائز نہیں رکھتا جس سے واضح ہے کہ مجرد ایصال
ثواب مدنظر نہیں بلکہ نذر مقصود ہے اور نذر لغیر اللہ عند العلماء حرام لہذا وہ جانور حرام ہے۔
واللہ اعلم بالصواب احمد علی عفی عنہ مدرس مدرسہ عربیہ میرٹھ اندر کوٹ۔ جواب درست ہے
عبداللہ خان مدرس مدرسہ میرٹھ بالا کوٹ۔ الجواب صحیح۔ بندہ انور شاہ کشمیری۔

الجواب صحیح وہ جانور حرام ہے کس لئے کہ ما اہل بہ لغیر اللہ آیت میں واقع ہے اور لفظ ما عام
کا حکم رکھتا ہے پھر اس کی تخصیص جو بعض علمائے اہل اصول کے نزدیک بمنزلہ تنسیخ کے ہے
اسی کسی قسم کے نص سے ہو سکتی ہے۔ اور کم مرتبہ مرفوع صحیح الروایت تو ہو اور مفسرین کی یہ
قید اس مرتبہ کی نہیں اور نہ یہ کوئی دلیل ہے ادلہ اربعہ میں سے اب ان حضرات مفسرین کی
اس قید کی یہی توجیہ ہوگی کہ یہ قید احترازی نہیں بلکہ اس وقت کے وقوع کا بیان ہے جو کسی
طرح مخصص نہیں ہو سکتی اور کم سے کم یہ ضرور ہے کہ اس میں علمائے کرام کا اختلاف ہے
اور جب کسی شے کی حلت وحرمت میں اختلاف ہو تو ترجیح حرمت کو دینا عین تقوی ہے۔
ونیز اس میں رسوم جاہلیت کی کامل تذلیل ہے جو کتاب وسنت کا خاص منشا ہے۔ اح ج ح
اُردو کے تراجم اگر علمائے معتبرین نے کئے ہیں وہ معتبر ہیں۔ ابو محمد عبدالحق +

الجواب صحیح۔ | سید محمد نذیر حسین | سید محمد عبدالسلام غفرلہ | سید محمد ابوالحسن

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ابقاہم اللہ تعالے الی
یوم الدین کہ ذبح فوق العقدہ جائز ہے یا نہیں۔ اکثر اہل علم فتوے جواز پر دے رہے ہیں۔
اور دو تین عالم عدم جواز کے مدعی ہیں اور کہتے ہیں کہ حلق کا مذبح ہونا اور تین عروق کا کاٹنا
ذبح میں ضروری ہے اور فوق العقدہ نہ تو حلق ہے اور نہ قطع عروق ثلثہ کا وہاں پایا جاتا ہے
اور مجوزین برعکس ان کے فرما رہے ہیں لہذا آپ صاحبوں کے حضور میں التماس واستغاثہ
کیا جاتا ہے کہ لوجہ اللہ مسئلہ ہذا میں غور وتدبر فرما کر بتفصیل تمام جواب سے سرفراز فرما کر
سعادت دارین وحسنہ کونین حاصل کریں (۱) آیہ کریمہ الا ما ذکیتم میں اطلاق یا تقیید بعقدہ
عبارۃً یا دلالۃً یا اشارۃً یا اقتضاءً ہے یا نہیں (۲) آیہ کریمہ وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم
میں ذبح مشروط بہ تحت العقدہ ہے یا نہیں (۳) حدیث شریف انہر الدم بما شئت میں بھی
یہی شرط ہے یا نہیں (۴) حدیث الذکاۃ بین اللبۃ واللحیین امام صاحب کی مستدل بہ ہے

یا نہین (۵) مجتہد کا کسی حدیث کے ساتھ استدلال کرنا اس حدیث کے لئے تصحیح ہوتی ہے یا نہین (۶) حدیث مذکور مرسل ہے یا مسند (۷) حدیث الا ان الذکاۃ فی الحلق کا کیا حال ہے (۸) فوق الحلق وفوق العقدہ مین کچھ فرق ہے یا نہین (۹) حلقوم کا مبدء ومنتہے کیا ہے (۱۰) مری کا مبدء ومنتہے کیا ہے (۱۱) ودجین کا مبدء ومنتہے کیا ہے (۱۲) مکان مابین عقدہ ولحیین شرعاً وعرفاً منجملہ حلق ہے یا نہین وغیرہ ذلک جو تحقیق متعلق مسئلہ ہذا ہو ہر ایک سوال کا جواب بحوالہ عبارات کتب خالصاً لوجہ اللہ ترقیم فرمادین +

الجواب - ذبح فوق العقدہ جائز ہے اس واسطے کہ عقدہ جو جانورون کے گلے مین محسوس ہوتا ہے وہ حلق مین ہوتا ہے اور فوق العقدہ وتحت اللحیین جو جگہ ہے وہ منجملہ حلق کے ہے - اور حلق مین ذبح کرنا جائز ہے پس فوق العقدہ اور تحت اللحیین ذبح کرنا جائز ہے فوق العقدہ وتحت اللحیین جو جگہ ہے اس کا منجملہ حلق کے ہونا ایک ظاہر بات ہے اور اطباء کے مشرحین کے کلام سے بھی اس جگہ کا منجملہ حلق کے ہونا ثابت ہوتا ہے بحر الجواہر مین ہے -

الحلق بالفتح عضو مشتمل علی العضلات الذی فیہ مجری الطعام والنفس کذا قال مولانا نفیس وقال الطبری ہو اسم لجمیع الحنجرۃ والحلقوم والمری والعضلات الموضوعۃ علیہ فیشمل اللوزتین واصول اللسان والعضلات الموضوعۃ من خارج واصول الاذنین من داخل وخارج انتہے - اور حلق مین ذبح کے جائز ہونیکا ثبوت یہ ہے - عن ابن عباس الذکاۃ فی الحلق واللبۃ رواہ البخاری معلقاً فی باب النحر والذبح قال الحافظ فی فتح الباری وصلہ سعید بن منصور والبیہقی من طریق ایوب عن سعید بن جبیر عن ابن عباس انہ قال الذکاۃ فی الحلق واللبۃ وہذا اسناد صحیح واخرجہ سفیان الثوری فی جامعہ عن عمر مثلہ وجاء مرفوعاً من وجہ آخر واللبۃ بفتح اللام وتشدید الموحدۃ ہی موضع القلادۃ من الصدر وہی المنحر انتہے کلام الحافظ - جو اہل علم فوق العقدہ وتحت اللحیین ذبح کو جائز بتاتے ہین ان کا قول صحیح ہے اور جو علما عدم جواز کے مدعی ہین اور کہتے ہین کہ " فوق العقدہ نہ حلق ہے اور نہ قطع عروق ثلثہ کا وہان پایا جاتا ہے " ان کا یہ قول صحیح نہین ہے اور معلوم ہوچکا کہ فوق العقدہ منجملہ حلق کے ہے - اور ذبح مین جو چار رگون کا قطع ہونا علی اختلاف الاقوال ضروری بتایا جاتا ہے وہ حلقوم اور مری اور ودجین ہین سو ذبح فوق العقدہ مین ان چارون رگون کا قطع ہونا بلاشبہ پایا جاتا ہے - مری (یعنی مجری طعام وشراب) کا قطع ہونا اس وجہ سے پایا جاتا ہے کہ مری کا مبدء اقصائے فم ہے - پس ذبح فوق العقدہ مین مری کا قطع ہونا ضروری ہے اور چونکہ مری حلقوم (یعنی مجری نفس) کے ساتھ ملاصق ہے اسلئے حلقوم کا کٹنا بھی ضروری ہے اور ودجین (یعنی دونوں شہ رگ) حلقوم کو دوجانب

سے محیط ہین اس لئے ودجین کا کٹنا بھی ضروری ہے قاموس میں ہے - اما المری فانہ یبتدی
مین اقصی الفم الیٰ عند مقطع عظام القص اور بحر الجواہر مین ہے مری کا معنی مجری الطعام
والشراب الی المعدۃ والکرش لاصق بالحلقوم - فتح الباری مین ہے وہما (ای الودجان)
عرقان متقابلان وہما محیطان بالحلقوم - و نیز ذبح فوق العقدہ مین انہار دم مسفوح بلا شبہ
پایا جاتا ہے جس سے کسی کو انکار نہین ہوسکتا اور انہار دم مسفوح بلا قطع ہونے ودجین کے
ہو نہین سکتا - پس اس وجہ سے بھی ثابت ہوا کہ ذبح فوق العقدہ مین ودجین کا قطع ہونا
بلا شبہ پایا جاتا ہے - اور ذبح فوق العقدہ مین مری یعنی نرخرا کا کٹنا محسوس ومشاہد ہے
پس جب ودجین اور مری کا کٹنا ذبح فوق العقدہ مین بلا شبہ پایا جاتا ہے تو حلقوم کا کٹنا
بھی ضروری پایا جاوے گا - کیونکہ ان تینون کا کٹنا بلا کٹنے حلقوم کے ممکن نہین ہدایہ مین ہے
لا یمکن قطع ہذہ الثلثۃ (ای المری والودجین) الا بقطع الحلقوم الحاصل ذبح فوق العقدہ مین ان
چارون رگون کا قطع بلا شبہ پایا جاتا ہے - اور بعض علما کا یہ کہنا کہ فوق العقدہ نہ حلق
ہے اور نہ قطع عروق ثلثہ کا پایا جاتا ہے بالکل غلط ہے اور مشاہدہ کا انکار کرنا ہے -

(۱) آیۃ الا ما ذکیتم مین مطلق ذکاۃ کا ذکر ہے اور (۲) آیۃ طعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم مین
حلت طعام اہل کتاب کا بیان ہے ان دونون آیتون مین مذبح و منحر کا بیان ہی نہین ہے
لہذا ان دونون آیتون سے اطلاق یا تقیید بہ تحت العقدہ کا کسی طرح پر ثبوت نہین ہوتا

(۳) حدیث شریف انہر الدم بما شئت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ذبح مین ودجین کا قطع
ہونا ضروری ہے کیونکہ بلا کٹنے ودجین کے انہار دم نہین ہوسکتا اور اسی حدیث کے رو سے
امام ثوری نے کہا ہے کہ ذبح مین اگر صرف ودجین کو قطع کرے اور مری اور حلقوم کو قطع نہ
کرے تو جائز ہے - قال الحافظ فی الفتح وعن الثوری ان قطع الودجین اجزأ وان لم یقطع الحلقوم
والمری واحتج لہ بما فی حدیث رافع ما انہر الدم وانہارہ اجراؤہ وذلک یکون بقطع الاوداج لانہا
مجری الدم واما المری فہو مجری الطعام ولیس بہ من الدم ما یحصل بہ انہار انتہے - اس بارہ مین
کہ "ذبح مین کتنی رگون کا قطع کرنا ضروری ہے" ائمہ کا اختلاف ہے امام ثوری کا مذہب
معلوم ہوچکا اور امام شافعی کے نزدیک صرف مری اور حلقوم کا کاٹنا ضروری ہے - اور
ودجین کا کاٹنا ضروری نہین ہے - اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک مذکورہ چار رگون مین سے
بلا تخصیص تین رگون کا کاٹنا ضروری ہے - اور امام مالک اور امام لیث کے نزدیک ودجین
اور حلقوم کا کاٹنا ضروری ہے - ان ائمہ کے دلائل پر مطلع ہونا چاہو تو فتح الباری اور ہدایہ
کو دیکھو (۴) حدیث الذکاۃ بین اللبۃ واللحیین سے فقہائے حنفیہ استدلال کرتے ہین

مگر یہ نہین معلوم کہ امام صاحب نے اس سے استدلال کیا ہو یا نہین (۵) کسی حدیث سے کسی مجتہد کا دلیل پکڑنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ حدیث اس کے نزدیک صحیح و قابل استدلال ہے۔ (۶) حدیث الذکاۃ بین اللبۃ واللحیین کو یون ہی بلا سند و بلا ذکر مخرج علمائے حنفیہ اپنی کتابون مین نقل کرتے ہین معلوم نہین کہ کس کتاب کی یہ حدیث ہے اور اس کی سند کیا ہے اس حدیث کی نسبت حافظ ابن حجر درایہ تخریج ہدایہ مین لکھتے ہین لم اجدہ یعنی اس حدیث کو مین نے پایا نہین (۷) حدیث الا ان الذکاۃ فی الحلق واللبۃ کی سند واہی ہے۔ قالہ الحافظ فی الدرایۃ (۸) فوق الحلق اور فوق العقدہ مین فرق ہے۔ فوق الحلق حلق نہین ہے اور فوق العقدہ حلق ہے (۹) حلقوم کا مبدأ اقصائے فم ہے اور ریہ تک منتہی ہوتا ہے (۱۰) مری کا بھی مبدأ اقصائے فم ہے اور سر سینہ تک منتہی ہوتا ہے (۱۱) ودجین کا مبدأ و منتہے حلق کی حد کے اندر نہین ہے بلکہ حلق کی حد سے خارج ہے (۱۲) مکان ما بین العقدۃ واللحیین بلا شبہ بعض حلق کے ہے کما مر۔ واللہ تعالے اعلم بالصواب کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ +

سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ اگر کوئی اہل تشیع گوسفند ذبح کرے تو اہل تسنن کو اسکا گوشت کھانا درست ہے یا نہین بینوا توجروا +

الجواب - واضح ہو کہ ذبیحہ اہل تشیع کا کھانا حلال ہے کیونکہ وہ اہل اسلام سے ہین۔ اس دلیل سے کہ اہل سنت کے نزدیک ان کی شہادت مقبول ہے۔ اگر اہل تشیع کافر ہوتے تو شہادت ان کی مقبول و جائز نہین ہوتی حالانکہ مقبول و جائز ہے اور شہادت کافر کی مسلمان پر بالاتفاق روا نہین ہے چنانچہ ہدایۃ و کفایۃ و شرح وقایۃ و کنز الدقائق و در مختار وغیرہ کتب معتبرہ مین مذکور ہے۔ تقبل شہادۃ اہل الاہواء الا الخطابیۃ انتہے ما فی الہدایۃ مختصرا و فی الذخیرۃ شہادۃ اہل الاہواء مقبولۃ عندنا انتہی ما فی الکفایۃ۔ اور مراد اہل اہواء سے رافضی و خارجی و معتزلہ وغیرہ ہین پس اہل تشیع جب نزدیک اہل سنت کے اہل اسلام ٹھیرے تو ذبیحہ ان کا بے شک حلال ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب فاعتبروا یا اولی الابصار فقط حررہ عبد الحق +

سید محمد نذیر حسین

ہو الموفق - اہل تشیع مین بعض فرقے ایسے بھی ہین جو حضرت علی کو خدا کہتے ہین جیسے فرقہ خطابیہ۔ اس فرقہ خطابیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت علی بڑے خدا ہین اور امام جعفر چھوٹے

خدا میں سوا اہل تشیع و دیگر اہل ہوا کے اس قسم کے مشرک و کافر فرقوں کا ذبیحہ ہرگز حلال نہیں ہے اور اس قسم کے فرقوں کی شہادت بھی مقبول نہیں ہے اور اس قسم کے فرقوں کی روایت حدیث بھی مقبول نہیں ہے حاشیہ ہدایہ میں ہے۔ قولہ الا الخطابیۃ ہم قوم ینسبون الی ابن الخطاب رجل کان بالکوفۃ یزعم ان علیا الآلہ الاکبر وجعفر الصادق الآلہ الاصغر الخ۔ اور اسی طرح شرح نخبہ کے حاشیہ میں اور دیگر کتابوں میں بھی لکھا ہے۔ اور عبارت ہدایہ وتقبل شہادۃ اہل الاہواء کے تحت میں صاحب کفایہ لکھتے ہیں۔ اذا کان ہوی لایکفر بہ صاحبہ ولا یکون ماجنا ویکون عدلا فی تعاطیہ وہو الصحیح انتہی اور حافظ ابن حجر شرح نخبہ میں لکھتے ہیں۔ ثم البدعۃ اما ان تکون مکفرۃ کان یعتقد مایستلزم الکفر او بمفسق فالاول لایقبل صاحبہا الجمہور۔ پھر کچھ آگے چل کر لکھتے ہیں فالمعتمد ان الذی ترد روایتہ من انکر امرا متواترا من الشرع معلوما من الدین بالضرورۃ وکذا من اعتقد عکسہ انتہی۔ ہذا ما عندی واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ محمد عبدالرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ۔

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بازار کا گوشت یا بازاری قصابوں سے گوشت خرید کرنا اور کھانا کیسا ہے۔

الجواب۔ بازار میں گوشت بیچنے والے اور بازاری قصاب اگر مسلمان ہیں تو ان سے گوشت خرید کرنا اور کھانا جائز ہے اور اگر اس بات کا شبہ ہو کہ ان لوگوں نے ذبح کے وقت اللہ کا نام نہ لیا ہو تو بھی ان سے خرید کرنا اور کھانے کے وقت اللہ کا نام لیکر کھانا جائز ہے بلوغ المرام اور اس کی شرح سبل السلام میں ہے۔ عن عائشۃ ان قوما قالوا للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ان قوما یاتوننا باللحم لاندری اذکر اسم اللہ علیہ ای عند ذکاتہ ام لا فقال سموا اللہ علیہ وکلوا رواہ البخاری تقدم ان فی روایۃ ان قوما حدیثی عہد بالاسلام وہی ہنا من تمام الحدیث بلفظ قالت وکانوا حدیثی عہد بالکفر وتقدم ان الحدیث من ادلۃ من قال بعدم وجوب التسمیۃ ولا یتم ذلک وانما ہو دلیل علی انہ لایلزم ان یعلموا التسمیۃ فیما یجلب الی اسواق المسلمین وکذا ما ذبحہ الاعراب من المسلمین لانہم قد عرفوا التسمیۃ قال ابن عبدالبر ان المسلم لایظن بہ فی کل شئی الا الخیر الا ان یتبین خلاف ذلک انتہی۔ قال فی الروضۃ الندیۃ تحت ہذا الحدیث ان فیہ الترخیص لغیر الذابح اذا شک فی اللحم ہل ذکر علیہ اسم اللہ ام لا فانہ یجوز لہ ان یسمی ویاکل انتہی واللہ اعلم۔

سوال دوم۔ مردہ مویشی کے چمڑے کی قیمت لینا جائز ہے یا نہیں۔ جواب۔ ہاں جائز ہے۔ مگر بشرط دباغت۔ بغیر دباغت کے مردہ مویشی کے چمڑے کی خرید و فروخت جائز نہیں ہے۔

سوال سوم۔ کاشتکاری افیون کی جائز ہے یا نہیں۔

جواب۔ جائز ہے ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

سوال چہارم۔ فرض جمعہ کے بعد سنتین فوراً پڑھے یا اگر کچھ دیر وظیفہ پڑھ کر بعد کو سنتین پڑھے تو گناہ ہے یا نہین۔

جواب۔ فرض جمعہ کے بعد اگر کچھ دیر وظیفہ مسنونہ ثابتہ پڑھکر بعد کو سنتین پڑھے تو کچھ گناہ نہین ہے

سوال پنجم۔ روپیہ زکوۃ کا حقیقی بھائی یا بہن جو علیحدہ ہو اس کو دینا جائز ہے یا نہین۔

جواب۔ جائز ہے بلکہ افضل ہے مشکوۃ شریف مین ہے۔ عن سلیمان بن عامر قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الصدقۃ علے المسکین صدقۃ وہی علی ذی الرحم ثنتان صدقۃ وصلۃ رواہ احمد والترمذی والنسائی وابن ماجہ والدارمی۔

سوال ششم۔ ہنود کے میلون مین خواہ بذریعہ تجارت یا بلا ذریعہ جانا جائز ہے یا ناجائز و نیز تعزیہ داری کے میلون مین شامل ہونا کیسا ہے۔

جواب۔ ایسے میلون مین جانا منع ہے ہرگز شامل نہین ہونا چاہیئے بلکہ اس قسم کے تمام منکرات کو ہاتھ اور زبان سے مٹانا چاہیئے اگر اس کی طاقت نہ ہو تو دل سے تو ضرور برا جاننا چاہیئے صحیح مسلم مین ابو سعید خدری سے مرفوعاً مروی ہے۔ من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان۔ دیکھو دعوت کا قبول کرنا اور اس مین شریک ہونا ضروری ہے مگر وہان بھی اگر منکرات ہون تو وہان نہین جانا چاہیئے اور اگر جاوے اور جانیکے بعد کوئی امر منکر دیکھے تو لوٹ آنا چاہیئے۔ عن علی رضی اللہ عنہ قال صنعت طعاما فدعوت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فجاء فرأی فی البیت تصاویر فرجع۔ پس معلوم ہوا کہ ایسے حرام و ناجائز و منکر میلون مین بذریعہ تجارت بھی نہین جانا چاہیئے۔ واللہ تعالے اعلم المجیب سید عبد الوہاب عفی عنہ + | سید محمد نذیر حسین |

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ اگر کوئی شخص بندوق بنام خدا سر کرے و قبل از ذبح شکار مر جاوے تو کھانا اس شکار کا جائز ہے یا نہین بینوا توجروا۔

الجواب۔ اصل یہ ہے کہ اللہ کا نام لیکر ایسی دھار دار چیز سے شکار کیا جاوے جو اپنے دھار دار ہونے کی وجہ سے شکار مین نفوذ کر سکے اور شکار قبل از ذبح مر جاوے تو وہ شکار حلال ہے اس کا کھانا جائز ہے۔ اور جو چیز ایسی نہین ہے بلکہ وہ ثقیل اور بھاری چیز ہے جو اپنے ثقیل اور بھاری ہونے کی وجہ سے شکار کو مارتی ہے۔ جیسے پتھر اور بھاری لکڑی یا وہ چیز بھاری بھی نہین ہے بلکہ رامی کی قوت کی وجہ سے شکار کو مارتی ہے جیسے بندوق کی گولی اور چھرا اور غلیل کی گولی سوان دونون قسم کی چیزون کا شکار جو قبل از ذبح مر جاوے تو وہ حلال نہین ہے اس کا کھانا جائز نہین حافظ ابن حجر

فتح الباری جزو ۲۳ صفحہ ۲۸۹ مین لکھتے ہین۔ قال المهلب اباح الله الصيد على صفة فقال تناله ايديكم ورماحكم وليس الرمي بالبندقة ونحوها من ذلك وانما هو وقيذ واطلق الشارع ان الخذف لا يصاد به لانه ليس من المجهزات وقد اتفق العلماء الا من شذ منهم على تحريم اكل ما قتلته البندقة والحجر انتهى وانما كان كذلك لانه يقتل الصيد بقوة راميه لا بحده انتهى کلام الحافظ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنے صحیح مین لکھتے ہین باب صيد المعراض وقال ابن عمر في المقتولة بالبندقة تلك الموقوذة وكرهه سالم والقاسم ومجاهد وابراهيم وعطاء والحسن وكره الحسن رمي البندقة في القرى والامصار ولا يرى به باسا فيما سواه۔ پھر اس باب مین عدی بن حاتم کی یہ حدیث ذکر کی ہے سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم عن المعراض فقال اذا اصبت بحده فكل واذا اصاب بعرضه فقتل فانه وقيذ فلا تاكل الحديث۔ علامہ شوکانی نیل الاوطار مین لکھتے ہین المراد بالبندقة هي التي تتخذ من طين وتيبس فيرمى بها۔ حافظ ابن حجر فتح الباری جزو ۲۳ صفحہ ۲۸۷ مین لکھتے ہین اما اثر ابن عمر فوصله البيهقي من طريق ابي عامر العقدي عن زهير هو ابن محمد عن زيد بن اسلم عن ابن عمر انه كان يقول المقتولة بالبندقة تلك الموقوذة واخرج ابن ابي شيبة من طريق نافع عن ابن عمر انه كان لا ياكل ما اصابت البندقة ولمالك في الموطا عن نافع رميت طائرين بحجر فاصبتهما فاما احدهما فمات فطرحه ابن عمر واما سالم وهو ابن عبد الله بن عمر والقاسم وهو ابن محمد بن ابي بكر الصديق فاخرج ابن ابي شيبة عن الثقفي عن عبيد الله بن عمر عنهما انهما كانا يكرهان البندقة الا ما ادركت ذكاته ولمالك في الموطا انه بلغه ان القاسم ابن محمد كان يكره ما قتل بالمعراض والبندقة واما مجاهد فاخرج ابن ابي شيبة من وجهين انه كره زاد في احدهما لا تاكل الا ان يذكى واما ابراهيم وهو النخعي فاخرج ابن ابي شيبة من رواية الاعمش عنه لا تاكل ما اصبت بالبندقة الا ان يذكى واما عطاء فقال عبد الرزاق عن ابن جريج قال عطاء ان رميت صيدا ببندقة فادركت ذكاته فكله والا فلا تاكله واما الحسن وهو البصري فقال ابن ابي شيبة حدثنا عبد الاعلى عن هشام عن الحسن اذا رمى الرجل الصيد بالجلاهقة فلا تاكل الا ان تدرك ذكاته والجلاهقة بضم الجيم وتشديد اللام وكسر الهاء بعدها قاف هي البندقة بالفارسية والجمع جلاهق انتهى ونیز صفحہ ۲۸۵ مین لکھتے ہین۔ قوله المعراض بكسر الميم وسكون المهملة وآخره معجمة قال الخليل وتبعه جماعة سهم لا ريش له ولا نصل وقال ابن دريد وتبعه ابن سيده سهم طويل له اربع قذذ رقاق فاذا رمى به اعترض وقال الخطابي المعراض نصل عريض له ثقل ورزانة وقيل عود رقيق الطرفين غليظ الوسط وهو المسمى بالحذافة وقيل خشبة ثقيلة آخرها عصا محدد راسها وقد لا يحدد وقوى هذا الاخير النووي تبعا لعياض وقال القرطبي انه المشهور وقال ابن التين المعراض عصا في طرفها حديدة يرمي الصائد بها الصيد فما اصاب بحده فهو ذكي فيوكل وما اصاب بغير حده فهو وقيذ قوله وما اصاب

بعرضہ فہو وقیذ) وفی روایۃ فی الباب الذی یلیہ بعرضہ فقتل فانہ وقیذ فلا تاکل و وقیذ وزن عظیم فعیل بمعنی مفعول
وہو ما قتل بعصا او حجر او ما لا حدلہ و وقع فی روایۃ ہمام عن عدی الاٰتیۃ بعد باب قلت انا نرمی
بالمعراض قال کل ما خزق وہو بفتح المعجمۃ والزای بعدہا قاف ای نفذ یقال سہم خازق ای
نافذ وحاصلہ ان السہم وما فی معناہ اذا اصاب الصید بحدہ حل وکانت تلک ذکوتہ واذا اصاب
بعرضہ لم یحل لانہ فی معنی الخشبۃ الثقیلۃ والحجر ونحو ذلک من المثقل وقولہ بعرضہ ای بغیر طرفہ
المحدد وہو حجۃ للجمہور فی التفصیل المذکور وعن الاوزاعی وغیرہ من فقہاء الشام حل ذلک انتہی
ملخصا۔ منتقی الاخبار میں ہے۔ عن عدی قال قلت یا رسول اللہ انا قوم نرمی فما یحل لنا
قال یحل لکم ما ذکیتم وما ذکرتم اسم اللہ علیہ وخزقتم فکلوا منہ رواہ احمد وہو دلیل علی ان ما قتلہ السہم
بثقلہ لا یحل انتہی۔ ونیز اسی کتاب میں ہے۔ عن ابراہیم عن عدی بن حاتم قال قال
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اذا رمیت فسمیت فخزقت فکل وان لم تخزق فلا تاکل
ولا تاکل من المعراض الا ما ذکیت ولا تاکل من البندقۃ الا ما ذکیت رواہ احمد وہو مرسل ابراہیم
لم یلق عدیا۔ قال الشوکانی فی النیل وان کان مرسلا کما ذکرہ لکن معناہ صحیح ثابت عن عدی
فی الصحیحین وقال قولہ فخزقت فکل فیہ ان الخزق شرط الحل انتہی۔ موطا امام محمد میں ہے
اخبرنا مالک اخبرنا نافع قال رمیت طائرین بحجر وانا بالجرف فاصبتہما فاما احدہما فطرحہ عبد اللہ
ابن عمر واما الاخر فذہب عبد اللہ یذکیہ بقدوم فمات قبل ان یذکیہ فطرحہ ایضا قال محمد وبہذا
ناخذ ما رمی بہ الطیر فقتل بہ قبل ان تدرک ذکوتہ لم یوکل الا ان تخزق او یبضع فاذا خزق او
بضع فلا باس باکلہ وہو قول ابی حنیفۃ والعامۃ من فقہائنا انتہی۔ سبل السلام میں ہے
والحدیث اے حدیث المعراض اشارۃ الی ان الۃ من آلات الاصطیاد وہی المحدد فانہ صلے اللہ علیہ
وسلم اخبرہ انہ اذا اصاب بحد المعراض اکل فانہ محدد واذا اصاب بعرضہ فلا یاکل وفیہ انہ لا یحل
صید المثقل والی ہذا ذہب مالک والشافعی وابو حنیفۃ واحمد والثوری وذہب الاوزاعی
ومکحول وغیرہما من علماء الشام الی انہ یحل صید المعراض مطلقا الی قولہ ومن فرق بین ما خزق
من ذلک وما لم یخزق نظر الی حدیث عدی ہذا وہو الصواب انتہی واللہ اعلم بالصواب۔

کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ + سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی بیوی ہندہ فوت ہوگئی اب زید کو
اس کا جنازہ اٹھانا اور منہ دیکھنا اور غسل دینا اور قبر میں اتارنا حلال ہے یا حرام اور ائمہ دین سے
کس کے نزدیک حلال ہے اور کس کے نزدیک حرام۔ (۲) بکری یا بکرے کی کھال و آنکھیں
وکان وبیضہ وغدود وحرام مغز وغیرہ کتنی چیزیں حلال ہیں و کتنی حرام +

الجواب - زید کو اس کی بیوی ہندہ کے فوت ہو جانیکے بعد اس کا جنازہ اٹھانا اور منہ دیکھنا اور غسل دینا اور قبر مین اتارنا حلال و جائز ہے جیسا کہ حدیث شریف سے ثابت ہے - عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لہا لو مت قبلی لغسلتک وکفنتک ثم صلیت علیک و دفنتک اخرجہ احمد وابن ماجۃ والدارمی وابن حبان والدارقطنی والبیہقی - یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اگر تو مجھ سے پہلے مرتی تو مین تجھ کو غسل دیتا اور کفناتا پھر تجھ پر جنازہ کی نماز پڑھتا اور دفن کرتا - روایت کیا اس حدیث کو احمد اور ابن ماجہ اور دارمی اور دارقطنی اور بیہقی نے - حضرت فاطمہؓ نے وصیت کی تھی کہ میرے مرنیکے بعد ان کو حضرت علی رضؓ غسل دیوین بلوغ المرام مین ہے عن اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا ان فاطمۃ علیہا السلام اوصت ان یغسلہا علی رواہ الدارقطنی - محلی شرح موطا مین ہے - لا خلاف بین الائمۃ فی الزوج اذا مات یجوز لزوجتہ ان تغسلہ اما غسل الرجل امرأتہ اذا ماتت فقد جوزہ الائمۃ الثلثۃ خلافا لابی حنیفۃ انتہی - یعنی جب شوہر مر جاوے تو اس کی زوجہ کو جائز ہے کہ اپنے شوہر کو غسل دیوے اور اس مین ائمہ کا اختلاف نہین ہے لیکن جب زوجہ مر جاوے تو ائمہ ثلثہ یعنی امام مالک رح اور امام شافعی رح اور امام احمد رح کے نزدیک جائز ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو اپنے ہاتھ سے غسل دے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک جائز نہین ہے - سبل السلام مین ہے کہ مرد کو جائز ہے کہ اپنی بیوی کو اپنے ہاتھ سے غسل دے اور یہی قول جمہور علما کا ہے اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ مرد اپنی بیوی کو غسل نہ دے کیونکہ نکاح باقی نہین رہا بخلاف عورت کے وہ اپنے شوہر کو غسل دے - اور حدیث امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو رد کر رہی ہے - جواب سوال دوم - بکری وغیرہ جتنے جانور حلال ہین ان کے تمام اجزا حلال ہین انکی کوئی چیز حرام نہین ہے - ہان دم مسفوح البتہ حرام ہے کہ اس کی حرمت صریح قرآن مجید مین آئی ہے اس کے سوا باقی اور تمام چیزین حلال ہین کیونکہ ان کی حرمت ثابت نہین واللہ اعلم بالصواب حررہ علی محمد عفی عنہ +

دونون جواب صحیح ہین - اور دوسرے جواب کی یہی دلیل کافی ہے کہ ان کی حرمت پر کوئی دلیل قائم نہین ہے واللہ اعلم وعلمہ اتم - کتبہ محمد بشیر عفی عنہ +

سید محمد نذیر حسین

ہو الموفق - کتب حنفیہ مین لکھا ہے کہ حلال جانور کی سات چیزین مکروہ ہین (۱) دم مسفوح یعنی خون جاری (۲) ذکر یعنی آلہ تناسل (۳) خصیتان یعنی دونون بیضے (۴) فرج یعنی

مادہ جانور کے پیشاب کا مقام ہے (۵) غدہ یعنی غدود (۶) مثانہ یعنی پھکنا (۷) مرارہ یعنی پتا عندالحنفیہ ان ساتون چیزون مین سے پہلی چیز یعنی خون جاری حرام ہے اور باقی چھ چیزین مکروہ تنزیہی ہین۔ اس مطلوب پر علمائے حنفیہ دو دلیلین پیش کرتے ایک تو یہ کہ خون جاری کی حرمت قرآن مجید سے ثابت ہے اور باقی چھ چیزین ایسی ہین کہ نفوس انسانیہ ان کو خبیث جانتے ہین۔ قال فی الحمادیۃ والحرام منہا واحد وہو الدم المسفوح لقولہ تعالے حرمت علیکم المیتۃ والدم الآیۃ والباقی من السبعۃ مکروہ لانہ مما یستخبثہ الانفس و ماسوی ذلک مباح علی اصلہ لان الاصل فی الاشیاء الاباحۃ انتہے۔ اور دوسری دلیل مجاہد کی مرسل روایت ہے۔ قال فی البزازیۃ عن مجاہد انہ علیہ السلام کرہ سبعۃ اشیاء من الشاۃ الذکر والانثیان والقبل والمرارۃ والغدۃ والمثانۃ والدم المسفوح انتہے۔ مگر یہ دونون دلیلین قابل اطمینان ولائق اعتماد نہین ہین۔ پہلی دلیل تو اس وجہ سے کہ جب شریعت نے حلال جانور کو حلال کر دیا تو ہمارے لئے اسکے تمام اجزا حلال ہین ہان جس جزو کو خود شریعت ہی نے حرام بتادیا تو وہ جزو البتہ حرام ہوگا۔ اور ہمارے نفوس اور ہماری طبیعتون کا بعض اجزا کو مکروہ وخبیث سمجھنا کوئی چیز نہین ہے اور شریعت نے ہمین اسکی اجازت بھی نہین دی ہے۔ کہ جن اجزا کو ہماری طبیعتین خبیث سمجھین توان اجزا کو ہم حرام یا مکروہ شرعی جانین۔ اور دوسری دلیل اس وجہ سے قابل اطمینان نہین کہ یہ روایت مرسل ہے اور مرسل روایت کے قابل احتجاج ہونے مین اختلاف مشہور ہے اور ساتھ اسکے اس روایت کی سند پوری نقل نہین کی جاتی معلوم نہین کہ اس کی سند کیسی ہے۔ الحاصل یہ کہ دونون دلیلین ناقابل اطمینان ہین پس اگر ان اشیاء مذکورہ کی حرمت یا کراہت پر کوئی دلیل صحیح ہو تو بلاشبہ حرام یا مکروہ ہونگی ورنہ ان کے حرام یا مکروہ ہونیکی کوئی وجہ نہین ہے واللہ تعالے اعلم بالصواب کتبہ محمد عبدالرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ +

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ زید کہتا ہے کہ حقہ کشی اور کھانا تمباکو کا اور استعمال اس کا ناک مین حرام ہے اور پانی اس کا ناپاک ہے پس زید کا یہ قول صحیح ہے یا غلط۔ بینوا توجروا +

الجواب۔ واضح ہو کہ حقہ کشی مین علما کا اختلاف ہے۔ بعض حرمت کے قائل ہین اور بعض اباحت مع الکراہت کے اور بعض کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے رد المحتار مین ہے اضطربت آراء العلماء فیہ فبعضہم قال بکراہتہ وبعضہم قال بحرمتہ وبعضہم باباحتہ وافردوہ بالتالیف وفی شرح الوہبانیۃ ویمنع من بیع الدخان وشربہ + وشاربہ فی الصوم لاشک یفطر + وللعلامۃ الشیخ علی الاجہوری رسالۃ نقل فیہا انہ افتی بحلہ من یعتمد علیہ من ائمۃ المذاہب الاربعۃ قلت والف

فی حلہ سیدنا العارف عبد الغنی النابلسی الحنفی رسالۃ سماہا الصلح بین الاخوان فی اباحۃ شرب الدخان واقام الطامۃ الکبری علی القائل بالحرمۃ او الکراہۃ فانہما حکمان شرعیان لابد لہما من دلیل ولا دلیل علی ذلک فانہ لم یثبت اسکارہ ولا تفتیرہ ولا اضرارہ وان فرض اضرارہ للبعض لایلزم منہ تحریمہ علی کل احد انتہے اور شیخ عبد الخالق زبیدی تحریر فرماتے ہیں۔ قد تکلم العلماء المتاخرون فی ذلک لانہ لم یکن فی القرون السالفۃ فمنہم من فرط فی ذمہ ومنہم من فرط فی مدحہ ومنہم من توسط وقال انہ مکروہ تحریما وہذا عندی احسن الاقوال واعدلہا اذ لاقاطع بتحریمہ ولیس کل موذ ومنتن حراما والا لکان اکل الثوم والبصل والفجل والکراث حراما ہذا کلہ فی شرب دخانہ واما اکلہ وشمہ فہو مکروہ تنزیہا عندی لانہما دون شرب دخانہ انتہے۔ جو لوگ حقہ نوشی کی حرمت کے قائل ہیں ان کا قول نا قابل اعتماد ہے۔ اس واسطے کہ حرمت موقوف ہے اوپر دلیل قطعی کے اور قائلین حرمت نے حرمت پر کوئی دلیل قطعی قائم نہیں کی ہے بلکہ جتنی دلیلیں وہ پیش کرتے ہیں کل کی کل ظنی ہیں اور وہ بھی مخدوش۔ اور جو لوگ اباحت مطلق کے قائل ہیں ان کا قول بھی لائق اعتماد نہیں اس واسطے کہ ان کے دلائل بھی مخدوش ہیں۔ اور جو لوگ اباحت مع الکراہت کے قائل ہیں ان کا قول البتہ قابل اعتماد ہے۔ یہ گفتگو حقہ نوشی میں ہے۔ رہا تمباکو کا کھانا اور استعمال کرنا اس کا ناک میں سو کوئی دلیل معتبر اسکی کراہت پر قائم نہیں ہے۔ اور تمباکو ایک پاک چیز ہے اور اس کا دھواں بھی پاک ہے پس اسکے پانی کے ناپاک ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اور دھوئیں کی وجہ سے پانی جو متغیر ہو جاتا ہے سو اس سے وہ پانی ناپاک نہیں ہو سکتا کیونکہ نجاست کی وجہ سے پانی میں جب تغیر ہوتا ہے تب پانی ناپاک ہوتا ہے۔ اور کسی پاک چیز کی وجہ سے تغیر ہو تو ناپاک نہیں ہوتا۔ ہمارے اتنے بیان سے معلوم ہوا کہ زید کا قول غلط ہے۔ زید کو لازم ہے کہ بلا دلیل کسی چیز کو حرام اور ناپاک کہنے سے احتراز کرے واللہ تعالیٰ اعلم حررہ خلیل الرحمن غفر لہ منان عفی عنہ +

واضح ہو کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے یعنی نہ اس فعل کے کرنے سے ثواب اور نہ اسکے ترک میں عقاب جیسا کہ آیت قرآنی اس امر پر دال ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ہو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا۔ فتح البیان میں تحت اس آیت کے لکھا ہے۔ فیہ دلیل علی ان الاصل فی الاشیاء المخلوقۃ الاباحۃ حتے یقوم دلیل یدل علی النقل عن ہذا الاصل ولا فرق بین الحیوانات وغیرہا مما ینتفع بہ من غیر ضرر وفی التاکید بقولہ جمیعا اقوی دلالۃ علی ہذا انتہے۔ مختصرا۔ اور تفسیر اکلیل میں ہے۔ استدل بہ علی ان الاصل فی الاشیاء الاباحۃ الا ما ورد الشرع بتحریمہ۔ پس جب معلوم کہ اصل ہر شئے میں اباحت ہے تو اب مسئلہ مسئول عنہا میں دیکھنا چاہیئے کہ آیا یہ از قبیل اباحت ہے یا حرمت تو ہم جس وقت تمباکو اور حقہ کے اوصاف کو تلاش کرتے ہیں تو کوئی علت حرمت کی نہیں پاتے

بناء علیہ حقہ نوشی و تمباکو کھانا اپنے اصل اباحت پر رہیگا باقی رہا یہ امر کہ اس کے پینے والے کے منہ سے بدبو آتی ہے تو یہ وصف باعث حرمت کا نہین ہو سکتا اگر یہ وصف باعث حرمت کا ہو تو لہسن و پیاز و مولی و گندنا وغیرہ بھی حرام ہونا چاہیئے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے کھانیسے منع نہین فرمایا ہے بلکہ کھاکر مسجد مین جانیکو منع فرمایا ہے تو یہان پر بھی حقہ پینا ممنوع نہین ہوگا بلکہ وہ حقہ پی کر مسجد مین جانا ممنوع ہوگا جسکے پینے سے منہ بدبو کرتا ہے اور بعد دفع کرنے بدبو کے مسواک وغیرہ سے جائز ہوگا اور وہ حقہ جس کے پینے سے منہ بدبو نہین کرتا جیساکہ امراء نفیس الطبع و نفاست پسند کا ہوتا ہے سو ایسا حقہ پی کر مسجد مین جانا ممنوع نہین ہوگا بالجملہ جس حقہ کے پینے سے منہ بدبو کرتا ہے وہ مکروہ تنزیہی ہے اور جو حقہ خوشبودار ہوتا ہے وہ مکروہ تنزیہی بھی نہین اور جب ثابت ہوا کہ تمباکو حرام نہین تو پانی حقہ کا کیونکر ناپاک و پلید ہوگا غایت ما فی الباب بدبودار ہو جاویگا اور پانی بدبودار ہو جانیسے پلید و ناپاک نہین ہوتا ہان اگر نجاست کی وجہ سے بدبو ہو جاوے تو البتہ ناپاک ہوگا ہذا ما ظہر لی واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ السید محمد عبد الحفیظ غفر لہ ولوالدیہ +

ہوالموفق۔ حقہ نوشی ایک مضر چیز ہے اور اس کا ضرر ظاہر ہے جو شخص حقہ کا عادی نہ ہو وہ پانچ چھ کش اچھی طرح کھینچ کر دیکھے دماغ چکر کھانے لگتا ہے آسمان زمین اور ساری چیزین گھومتی نظر آنے لگتی ہین نفسانی اور جسمانی قوی اور افعال مین فتور و خلل پیدا ہو جاتا ہے اس حالت مین حقہ کش بجز اس کے کہ اپنے سر کو تھام کر چپ بیٹھ جائے یا زمین پر پڑ جائے کوئی اور کام کرنیکے قابل نہین رہتا اور یہی حالت تمباکو کھانے مین بھی ہوتی ہے پس ایسی مضر چیز کو شریعت کب جائز رکھ سکتی ہے۔ اور حقہ کشی اور تمباکو خوری کی عادت ہو جانیسے اس کا اصلی ضرر اور اس کا اثر مرتفع نہین ہوتا ہے بلکہ اس کا ضرر محسوس نہین ہوتا ہے۔ دیکھو جو لوگ افیون کی زیادہ مقدار کھانیکے عادی ہو جاتے ہین ان کو افیون کا ضرر محسوس نہین ہوتا مگر کیا افیون کا جو ضرر ہے وہ ان سے مرتفع ہو جاتا ہے۔ ہم نے مانا کہ تمباکو جیسی مضر چیز کی عادت کر لینے سے اس کا ضرر مرتفع ہو جاتا ہے لیکن شریعت نے اس کی کہان اجازت دی ہے کہ ایسی مضر چیز کو استعمال کر کے اسکے عادی بنو اور اپنے تئین اس کا ایسا محتاج بنا کر رکھو کہ بغیر اس کے راحت اور چین مین خلل واقع ہو وقت پر نہ ملنے سے پیٹ پھول جائے یا پاخانہ نہ آئے۔ کسل و کاہلی اور بدمزگی پیدا ہو۔ علاوہ برین حقہ پینے مین بجز اس کے کہ منہ سے بدبو آوے اور کچھ مال اور وقت ضائع ہو اور کیا دھرا ہے پس تمام مسلمانون کو بالخصوص اہلحدیث و متبعین سنت کو حقہ پینے اور تمباکو کھانے سے احتراز و اجتناب چاہیئے۔ اسی طرح ناک مین تمباکو بھرنے کی عادت ڈالنے سے بھی بچنا

چاہئے اگرچہ ناک مین تمباکو کے استعمال کرنیسے وہ ضرر نہین ہوتا جو اس کے کھانے اور پینے سے ہوتا ہے مگر اس کی بھی عادت ڈالنی اچھی بات نہین - اور یہ مسئلہ کہ ہر شے مین اصل اباحت ہے علی الاطلاق نہین ہے بلکہ ان اشیا مین اصل اباحت ہے جو مضر نہین ہین اور جو اشیاء مضر ہین ان مین اصل اباحت نہین ہے - فتح البیان کی عبارت منقولہ مین لفظ من غیر ضرر اس مدعی پر صاف دلالت کرتا ہے اور معلوم ہوا کہ تمباکو ایک مضر شئے ہے - پس تمباکو اس مسئلہ کے تحت مین داخل ہوکر مباح نہین ہوسکتا ہذا ما عندی واللہ تعالے اعلم کتبہ محمد عبدالرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ +

سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین غراب موجودہ کی نسبت آیا اس کا کھانا جائز ہے یا ناجائز - جمیع فقہائے ابقع کو ناجائز تحریر کیا ہے اور شاہ اہل اللہ صاحب نے کنز کے ترجمہ مین اسی غراب موجودہ کو ابقع اور ممنوع الاکل فرمایا ہے فقہائے اقسام غراب سے صرف دو قسمون کو جائز تحریر کیا ہے ایک غراب الزرع کہ بالاتفاق حلال ہے اور دوسرا عقعق امام صاحب کے نزدیک اور امام ابو یوسف کے نزدیک ناجائز لکھا ہے اور عقعق کو شامی نے جنایۃ الحرم کے باب مین طائر ابیض تحریر کیا ہے اور کتاب الذبائح مین مثل کبوتر کے رفیہ سواد و بیاض کرکے بیان کیا ہے - اس کوے دیسی کی نسبت تحریر فرمادین کہ جائز ہے یا ناجائز - بینوا توجروا +

الجواب - دیسی کوا حرام ہے اس کا کھانا جائز نہین ہے - اسواسطے کہ صحیحین مین حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خمس من الدواب کلہن فاسق یقتلن فی الحل والحرم الغراب والحداۃ والعقرب والفارۃ والکلب العقور کذا فی البلوغ المرام یعنی منجملہ جانورون کے پانچ جانور فاسق ہین جن کو حل وحرم دونون جگہون مین قتل کرنا چاہئے (۱) کوا (۲) چیل (۳) بچھو (۴) چوہا (۵) کٹکھنا کتا اس حدیث متفق علیہ سے مطلقا ہر کوے کی حرمت ثابت ہوتی ہے - پس دیسی کوے کی بھی حرمت اس حدیث سے ثابت ہوئی - اور اس حدیث مین اگرچہ صاف لفظ مین ان پانچ جانورون کا حرام ہونا مذکور نہین ہے بلکہ اس مین ان کے قتل کرنیکا حکم ہے مگر اسی حکم سے ان کا حرام ہونا ثابت ہوتا ہے نیل الاوطار مین ہے - قال المہدی فی البحر اصول التحریم اما النص الکتاب او السنۃ او الامر بقتلہ کالخمسۃ الخ - ابن ماجہ مین ہے - عن ابن عمر قال من یاکل الغراب وقد سماہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاسقا واللہ ماہو من الطیبات - یعنی حضرت ابن عمر رض نے فرمایا کہ کوا کون کھائیگا حالانکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام فاسق رکھا ہے اللہ کی قسم کوا طیبات

نہیں ہے اور حضرت ابوبکر رضی کے پوتے قاسم بن محمد (جو مدینہ طیبہ کے مشاہیر فقہاء سبعہ سے
ہیں اور افضل تابعین وکبار تابعین سے ہیں) نے بھی ایسا ہی فرمایا ہے ابن ماجہ میں ہے۔
عن عائشۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الحیۃ فاسقۃ والعقرب فاسق والفارۃ فاسق
والغراب فاسق فقیل للقاسم ایوکل الغراب قال من یاکلہ بعد قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فاسقا۔ یعنی حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سانپ
فاسق ہے اور بچھو فاسق ہے اور چوہا فاسق ہے اور کوا فاسق ہے۔ پس قاسم بن محمد سے
کہا گیا کہ کیا کوا کھایا جائے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوے کو
فاسق فرمایا ہے پھر اسکے بعد کوا کون کھائیگا۔ اگر کوئی کہے کہ اکثر روایات میں لفظ غراب مطلق
واقع ہوا ہے اور بعض میں لفظ غراب الابقع بقید الابقع وارد ہوا ہے تو مطلق کا مقید پر محمول کرنا
ضروری ہے بنا علیہ صرف غراب الابقع کی حرمت ثابت ہوگی نہ مطلق غراب کی تو جواب
اس کا یہ ہے کہ جب بعض روایات میں کوئی لفظ مطلق بلا قید واقع ہو اور بعض روایات
میں اس مطلق کے کسی ایک فرد پر تنصیص ہو تو ایسی صورت میں عند الجمہور مطلق مقید پر محمول
نہیں ہوتا ہے بلکہ مطلق اپنے اطلاق پر باقی رہتا ہے۔ علامہ شوکانی نیل الاوطار صفحہ ۸۷
جلد ۵ میں مسئلہ احتکار کی تحقیق میں لکھتے ہیں۔ وظاہر احادیث الباب ان الاحتکار محرم من غیر
فرق بین قوت الآدمی والدواب وبین غیرہ والتصریح بلفظ الطعام فی بعض الروایات لا یصلح لتقیید
بقیۃ الروایات المطلقۃ بل ہو من التنصیص علی فرد من الافراد التی یطلق علیہا المطلق وذلک
لان نفی الحکم عن غیر الطعام انما ہو لمفہوم اللقب وہو غیر معمول بہ عند الجمہور وما کان کذلک لا یصلح
للتقیید علی ما تقرر فی الاصول انتہی۔ اور علامہ محمد بن اسمعیل امیر سبل السلام صفحہ ۴۴ جلد ۲ میں
لکھتے ہیں ولا یخفی ان الاحادیث الواردۃ فی منع الاحتکار وردت مطلقۃ ومقیدۃ بالطعام وما کان
من الاحادیث علی ہذا الاسلوب فانہ عند الجمہور لا یقید فیہ المطلق لعدم التعارض بینہما بل یبقی
المطلق علی اطلاقہ انتہی۔ دیسی کوے کا حرام ہونا اقوال علماء سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔
حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں لکھتے ہیں وقد اتفق العلماء علی اخراج الغراب الصغیر
الذی یاکل الحب ویقال لہ غراب الزرع ویقال لہ الزاغ من ذلک وافتوا بجواز اکلہ فبقی ما عداہ
من الغربان ملتحقا بالابقع انتہی۔ یعنی علماء نے بالاتفاق اس چھوٹے کوے کو جو دانہ کھاتا
ہے اور جس کو غراب الزرع اور زاغ کہتے ہیں حکم حرمت سے خارج کر دیا ہے اور فتویٰ
دیا ہے کہ اس کا کھانا جائز ہے۔ پس اس چھوٹے کوے دانہ خور کے سوا باقی اور کوے
غراب الابقع کے ساتھ ملحق ہیں۔ اس عبارت سے واضح ہوا کہ بجز غراب الزرع کے باقی اور

تمام کوے غراب البقع کے ساتھ ملحق ہین - اور حرام ہین اور ظاہر ہے کہ دیسی کوے غراب الزرع نہین
ہین لہذا یہ غراب البقع کے ساتھ ملحق ہوکر حرام ہونگے - و نیز دیسی کوے زمانہ نبوی و زمانہ صحابہ رضہ
و زمانہ تابعین و تبع تابعین مین موجود تھے - مگر خیر القرون کے لوگون مین سے کسی سے دیسی کوے
کا کھانا یا اس کے حلال ہونیکا فتوے دینا ہرگز ثابت نہین بلکہ اس کے خلاف ثابت ہے جیسا کہ
ابن ماجہ کی دونون روایتون سے ظاہر ہوا پس اس وجہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ دیسی کوے
حلال نہین - ہذا ما عندی واللہ تعالے اعلم وعلمہ اتم - کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ +

سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ ہندوستان مین خصوصاً ممالک
مغربی و شمالی مین دو قسم کا کوا پایا جاتا ہے ایک وہ جو چونچ سے پیر تک بالکل سیاہ ہوتا ہے اور
ایک وہ جس کی گردن کی نسبت پیر زیادہ سیاہ ہوتے ہین پس ان دونون کوون مین کون حلال
ہے اور کون حرام ہے یا مکروہ اور اگر مکروہ ہے تو کس قسم کا - نیز مشارق الانوار مین یہ حدیث ہے
عائشہ خمس من الدواب کلھن فاسق یقتلن فی الحل والحرم الغراب والحداۃ والعقرب والفارۃ والکلب
العقور - کیا اس حدیث سے کوے کا حرام ہونا ثابت ہوتا ہے اگر نہین تو اور کیا مطلب ہے
احسن المسائل ترجمہ کنز مین اس کوے کو جس کی گردن کی نسبت پیر زیادہ سیاہ ہوتے ہین ابلق لکھکر
حرام لکھا ہے - اور امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک مالا بد مین ایسے کوے کو جائز لکھا ہے اس
تفریق کا کیا سبب ہے +

الجواب - دونون قسم کے کوے حرام ہین اور ان کی حرمت پر حضرت عائشہ رضہ کی حدیث جس کو
سائل نے مشارق الانوار سے نقل کیا ہے دلالت کرتی ہے اور وجہ دلالت دو ہین ایک تو یہ
کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث مین مطلق غراب کو حل و حرم دونون جگھون مین
قتل کرنیکا حکم فرمایا ہے اور کسی جانور کے قتل کرنیکا حکم اس کے حرام ہونے کی دلیل ہے
نیل الاوطار مین ہے - قال المھدی فی البحر اصول التحریم اما النص الکتاب او السنۃ او الامر بقتلہ
کالخمس الخ - اور دوسرے یہ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مطلق غراب کو فاسق کہا ہے
اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا کسی جانور کو فاسق کہنا اس کے حرام اور غیر ماکول ہونے کی
دلیل ہے ابن ماجہ مین ہے - عن ابن عمر قال من یاکل الغراب وقد سماہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم فاسقا واللہ ما ہو من الطیبات - و نیز اسی کتاب مین ہے عن عائشۃ ان رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم قال الحیۃ فاسقۃ والعقرب فاسق والفارۃ فاسق فقیل للقاسم ایوکل الغراب قال من
یاکلہ بعد قول رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فاسقا - اور اس حدیث کی بعض روایات مین

جو مطلق غراب کے ایک فرد یعنی غراب ابقع کی تخصیص آگئی ہے سو اس سے غراب ابقع ہی کے ساتھ حرمت مخصوص نہیں ہوگی۔ احسن المسائل میں جو اس کوے کو جس کی گردن کی نسبت پیر زیادہ سیاہ ہوتے ہیں ابلق لکھ کر حرام لکھا ہے سو اس کی وجہ یہ ہے کہ مصنف احسن المسائل نے اس قسم کے کوے کو ابقع سمجھا ہے اور غراب ابقع بالاتفاق حرام ہے حدیث میں اس کی تصریح آگئی ہے اور غراب ابقع اس کوے کو کہتے ہیں جس کی پشت یا شکم میں سفیدی ہو فتح الباری میں ہے وہو الذی فی ظہرہ او بطنہ بیاض انتہے۔ مالابد منہ میں ایسے کوے کا (جس کی گردن کی نسبت پیر زیادہ سیاہ ہوتے ہیں) امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے نزدیک جائز ہونا نہیں لکھا ہے مالابد منہ میں غراب کی نسبت صرف اسقدر لکھا ہے۔ وغراب کہ دانہ ونجاست مختلط میخورد مکروہ است۔ وغراب زرع کہ فقط دانہ می خورد وخرگوش ودیگر حیوانات بری حلال اند۔ واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ محمد عبدالرحمن المبارکفوری عفااللہ عنہ۔

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کوا حلال ہے یا حرام ازروئے شرع شریف جواب مدلل عنایت ہو۔ اگر حرمت ثابت کیجائے تو بحوالہ نص قرآنی ہو یا بحوالہ حدیث صحیح اور اگر حلال کہا جائے تو بحوالہ نص قرآنی کا ہو یا حدیث صحیح کا۔ کوا بھی جانور جو جنگل گاؤں شہر میں اُڑتا بستا رہتا ہے۔ خوراک اس کی بھی نجاست روٹی ہڈی بوٹی حلال حرام سب ملی جلی ہے کسی خاص قسم کے کوے کی نسبت سوال نہیں کیا جاتا فقط یہی کوا جو ہندوستان میں ہے اس کی بابت سوال کیا جاتا ہے بینوا توجروا +

الجواب۔ یہ کوا جو ہندوستان کے جنگل گاؤں شہر میں بکثرت پایا جاتا ہے اور خوراک اسکی بھی نجاست روٹی ہڈی بوٹی حلال حرام سب ملی جلی ہے حرام ہے بیان اس کا یہ ہے کہ یہ کوا ابقع ہے۔ وہو الذی فی ظہرہ او بطنہ بیاض کذا فی الفتح والنیل اور ابقع کوے کی حرمت پر یہ حدیث دال ہے۔ عن عائشۃ رض قالت امر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بقتل خمس فواسق فی الحل والحرم الغراب والحداۃ والعقرب والفارۃ والکلب العقور متفق علیہ۔ نیل الاوطار میں ہے قولہ الغراب ہذا الاطلاق مقید بما عند مسلم من حدیث عائشۃ بلفظ الابقع وہو الذی فی ظہرہ و بطنہ بیاض ولا عذر لمن قال بحمل المطلق علی المقید من ہذا انتہے۔ زیادت ابقع کے قبول میں اختلاف ہے۔ ابن بطال وابن عبدالبر وابن قدامۃ نے اس زیادت کو قبول نہیں کیا ہے۔ اور اور محدثین نے اس کو قبول کیا ہے کذا فی الفتح والنیل۔ اور ہمارا مدعا دونوں تقدیر پر حاصل ہے امابر تقدیر عدم قبول زیادت۔ پس اس لئے کہ مطلق غراب کے افراد میں سے غراب ابقع بھی ہے جب مطلق کی حرمت ثابت ہوئی تو مقید کی بھی بالاولے ثابت ہوئی واما بر تقدیر قبول زیادت

پس ظاہر ہے اور اجماع علماء سے بھی اس کوے کی حرمت ثابت ہوتی ہے - قال رحمہ اللہ فی الفتح وقد اتفق العلماء علے اخراج الغراب الصغیر الذی یاکل الحب من ذلک ویقال لہ غراب الزرع و یقال لہ الزاغ وافتوا بجواز اکلہ فبقے ماعداہ من الغربان ملتحقا بالابقع انتہے وقال الشعرانی فی المیزان ومن ذلک اتفاق الائمۃ الثلثۃ علے تحریم کل ذی ناب من السباع و مخلب من الطیر یعدو بہ علی غیرہ کالعقاب والصقر والبازی والشاہین وکذا ما لا مخلب لہ اذا کان یاکل الجیف کالنسر والرخم والغراب الابقع والاسود غیر غراب الزرع مع قول مالک باباحۃ ذلک کلہ علے الاطلاق انتہے-

واللہ اعلم وعلمہ اتم. کتبہ محمد بشیر عفی عنہ +

سید محمد نذیر حسین

سوال - ما قولہم رحمہم اللہ درصورتیکہ کافرے گوشت ذبیحہ بفروشد وبیان کند کہ این ذبیحہ را مسلم ذبح کردہ است و دلیل بر ذبح کردن مسلم قول کافر است فقط درین صورت باعتماد قول کافران ذبیحہ حلال است یا حرام ونیز در قریہ مثلا عادت باشد کہ از مسلمانان ذبح کنانیدہ کفار گوشت می فروشند مگر خریدار را ذبح کردن مسلمان آن ذبیحہ را بجز قول کافر یا عادت از وجہ دیگر معلوم نمی شود پس حکمش چیست +

الجواب - بر قرینہ وغیرہ اعتماد کردہ نمی شود تا وقتیکہ دلیل شرعی قائم نشود ازین جہت حنفیان حکم بر قیافہ نمی سازند وعلے الخصوص در حلت وحرمت کہ محل احتیاط واحتراز است پس در صورت مرقومہ حکم بر قول کافر درباب حلت وحرمت کہ از جملہ دیانات است نکردہ شود یعنی آن گوشت بقول کافر کہ ذبح کردہ مسلم است خوردن جائز نیست قال فی الدر المختار قول الکافر مقبول بالاجماع فی المعاملات لا فی الدیانات انتہے وقال محمد بن الحسن الشیبانی فی الموطا فان اتی بذلک مجوسی وذکر ان مسلما ذبحہ لم یصدق ولم یوکل واللہ اعلم بالصواب-

سید محمد نذیر حسین ۱۲۸۱	رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۶۵	محمد صدر الدین ۱۲۴۰
محمد قطب الدین ۱۲۶۷	نوازش علی	محمد کریم اللہ ۱۲۴۱
احمد علی کل حال ۱۲۶۶	فقیر احمد سعید احمدی ۱۲۵۵	

جواب صحیح است واز قرینہ قاطعہ ثبوت حکم درباب حلت وحرمت نتواند شد درباب تعزیرات البتہ اعتبار آن داشتہ اند واللہ اعلم بالصواب-

			حسبنا اللہ بس حفیظ اللہ ۱۲۶۰

سوال - ذبیحہ کہ بہ نیت تقرب و تعظیم اولیاء اللہ کردہ می شود و وقت ذبح بسم اللہ گفتہ می شود حلال است یا حرام +

الجواب - باید دانست کہ مناط و مدار حلت و حرمت ذبیحہ بر قصد و نیت تقرب و تعظیم است شرعاً - کہ مفاد تسمیہ است پس اگر نیت تقرب و تعظیم خالص برائے خدا تعالے باشد ذبیحہ حلال شود واگر تقرب و تعظیم غیر اللہ بدل داشتہ ذبح کند حرام خواہد بود نزد جمہور علما و فقہا رحمہم اللہ تعالے اعم است ازینکہ وقت ذبح نام خدا بر زبان آرد یا نیارد زیراکہ تسمیہ عند الذبح بر قصد تعظیم غیر اللہ از درجہ اعتبار ساقط است چہ بر عادت معہود عوام و رسم معمول ایشان محمول خواہد بود زیراکہ عوام قصد تقرب و تعظیم در ذبح جانور براے غیر اللہ تعالے می کنند و برسم و عادت خود بسم اللہ بران ہم می کنند و اعتبار نیت آمر است نہ مامور چنانکہ در قربانی مقرر است و سر درین این است کہ در تسمیہ عین تقرب و تعظیم براے خدا ملحوظ و منظور است کہ جان جانور بر نام جان آفرین قربان کردن در شرع شریف فرض گردیدہ کہ جان مملوکہ و موہوبہ خدا را بر خدا نثار باید نمود فقط و ہرگاہ جانور براے تقرب و تعظیم غیر خدا بدل ارادہ کردہ ذبح کرد - پس درین صورت مفاد و مراد تسمیہ براے تقرب و . . . . . . تعظیم غیر اللہ یافتہ شد درین ہنگام مقصود کہ از تسمیہ بود بیکار و رائگان گشتہ و عرف و عادت عوام جہال بریں منوال جاری شدہ کہ بدل تقرب و تعظیم غیر اللہ میدارند و بر زبان بسم اللہ گفتہ ذبح میکنانند و می کنند - پس علماء شرع را بحسب عرف و عادت عوام کالانعام فتوے دادن واجب شد ولہذا در فقہ مے نویسند یعتبر العرف فی الافتاء چنانکہ در فتاوے قاضی خان و در مختار و طحطاوی و اشباہ و نظائر و غیرہ مفصلاً مذکور است و کذب و دروغ عوام مشرکین باین طریق ظاہر می شود کہ اگر بایشان گفتہ شود کہ اگر شما گاو بہ نیت ایصال ثواب سید احمد کبیر یا مرغ بہ نیت ایصال ثواب بنام پیران پیر مقرر کردہ اید پس از من عوض این گاو یا این بز یا مرغ دو چند سہ چند مقدار گوشت دیگر جانور فربہ بگیرید و این گاو یا بز یا مرغ بمن بدہید ہرگز نخواہند داد چہ ہمین جانور منذورہ را کہ جانش با احمد کبیر یا دیگر بزرگ نیاز کردن و نثار نمودن منظور داشتہ اند بتقرب غیر اللہ ذبح خواہند کرد - و بظاہر بسم اللہ بر آن بنابر عادت و رسم قدیم خواہند گفت پس مسلمانان جہال بدخصال شرک بباطن در تسمیہ می کنند و مشرکین در تلبیہ بظاہر می گفتند لبیک لبیک لاشریک لک الا شریکا لک تملکہ و ما ملک کما فی الحدیث و ہر دو فریق بقاعدہ فقہیہ الامور بمقاصدہا برابر اند سہ بر زبان تسبیح و در دل گاو خر + این چنین تسبیح کے دارد اثر + و این چنین شرک است کہ اراقۃ الدم کہ عبادت مختصہ بخدا است براے غیر اللہ بدل میدارند

پس این چنین کسان نہ مسلمان خالص نہ مشرکین خالص بلکہ مذبذبین بین ذالک اند۔ حالا روایات جمہور فقہاء رح برائے تنبیہ جہلا اگرچہ بصورت علما باشند نگاشتہ می شود قال فی تنویر الابصار والدر المختار ذبح لقدوم الامیر ونحوہ کواحد من العظماء یحرم لانہ اہل بہ لغیر اللہ ولو ذکر اسم اللہ تعالے وفی شرح الوہبانیۃ عن الذخیرۃ ونظمہ فقال ؎

و فاعلہ الجمہور ہم قال کافر + وفضلی واسمٰعیل لیس یکفر انتہے ما فی الدر المختار مختصرا۔ وفی جامع الرموز وانما قلنا للہ تعالے لانہ لو سمی وذبح لقدوم الامیر وغیرہ من العظماء لایحل لانہ ذبح تعظیما لہ لاللہ تعالے انتہے وفی الاشباہ والنظایر فی باب النیۃ وباب الذبائح والصید ذبح لقدوم الامیر او واحد من العظماء یحرم ولو ذکر اسم اللہ تعالے انتہی قولہ ذبح لقدوم الامیر اقول قد فرع المصنف ہذہ المسئلۃ سابقا علے قاعدۃ الامور بمقاصدہا وحاصل الکلام فی ہذہ المسئلۃ ان الذبح المقترن بذکر اسم اللہ تعالے اذا کان قبل قدوم قادم المنتہے لضیافتہ او بعد قدومہ لذلک فلا شبہۃ فی جوازہ بل ہو مندوب وجواز اکل ذلک المذبوح واما اذا کان عند القدوم فان کان لقصد ذلک فالحکم ما ذکر وان کان لمجرد التعظیم فحرام والمذبوح میتۃ وفی باب الصید والذبائح من الجوہرۃ الذبح عند مرأی الضیف تعظیما لہ لایحل اکلہ وکذا عند قدوم الامیر لانہ اہل بہ لغیرہ اما اذا ذبح عند غیبۃ الضیف لاجل الضیافۃ فلا باس بہ انتہے لا باس ہنا للاباحۃ لا لما ترکہ اولے انتہے ما فی عیون البصائر حاشیۃ الاشباہ والنظائر وقال الطحطاوی قولہ لانہ اہل بہ لغیر اللہ الاہلال رفع الصوت بالذکر وہی میتۃ ولو ذکر اللہ تعالے خالصا فالاولی ان یقول لانہ عظم بہ غیر اللہ تعالے قال ولے انا طتہ بقصد التعظیم وعدمہ انتہے ما فی الطحطاوی مختصرا وکذا فی قرۃ الانظار وتحفۃ الاخیار حواشی در مختار ومنح الغفار شرح تنویر الابصار وفی البزازیۃ منقول عن اکثر العلماء الحنفیۃ وقال صاحب جامع الفتاوے الشرط ذکر الذابح اسمہ تعالے المجرد علے الذبیحۃ عند الذبح للہ تعالے وانما قلنا للہ تعالے لانہ لو سمی وذکر لقدوم الامیر او غیرہ من العظماء لایحل لانہ ذبح تعظیما لہ لا للہ تعالے انتہی کلامہ مختصرا وفی فتاوی قاضیخان فی باب مایکون کفرا رجل ذبح لوجہ[۲] الانسان فی وقت الخلعۃ او التہانئ فی الخوازات وما اشبہ ذلک قال الشیخ الامام ابوبکر محمد بن الفضل ہذا کفر والمذبوح میتۃ لایوکل انتہے ما فی قاضی خان مختصرا وہکذا فی الفتاوے العالمگیریۃ وفصول العمادی وقال فی فتاوے ابراہیم شاہی فی المتفرقات وفی دستور القضاۃ فی المتفرقات من فتاوے التیمیۃ رجل ذبح للضیف شاۃ وذکر اسم اللہ تعالے یحل اکلہ ولو ذبح لاجل قوم او قدوم واحد من العظماء وذکر اسم اللہ تعالے

لہ[۱] ای وجاہت ۔ ۲[۲] ای دعوت درمہمانی ۱۲

یحرم اکلہ لان فی المسئلۃ الثانیۃ کان الذبح تعظیما لہ لا تعظیما للہ تعالٰی وفی الحدیث لعن اللہ من ذبح
لغیر اللہ رواہ احمد ومسلم وایضا فی الحدیث ملعون من ذبح لغیر اللہ تعالٰی رواہ ابو داؤد و معناہ
علی ما صرح بہ الشراح بحسب اللغۃ الذبح بقصد التقرب الی غیر اللہ تعالٰی سواء ذکر التسمیۃ
عند الذبح ام لا و در تفسیر کبیر و تفسیر نیشاپوری مذکور است قال العلماء لو ان مسلما ذبح ذبیحۃ
وقصد بذبحہا التقرب الی غیر اللہ تعالٰی صار مرتدا و ذبیحتہ ذبیحۃ مرتد انتہی۔ ترجمہ۔ گفتند
علما اگر ہر آئینہ مسلمانے ذبح کرد ذبیحہ را وقصد کرد بذبح آن تقرب را بسوئے غیر خدا مرتد شود و ذبیحہ
او ذبیحۂ مرتد است پس بموجب روایات معتبرہ معتمدہ فقہیہ حنفیہ مذکورہ بالا مندرجہ احمد کبیر وغیرہ
حرام گردیدہ خوردن گوشت آن زیرا کہ بذبح آن اراقت دم بتقرب غیر اللہ می کنند و بزبان
بسم اللہ ہم می گویند خبث باطن دران پیدا شد و فاعلش کافر شد بقول جمہور علما چنانچہ از درمختار
سابقا مذکور شد و ہم چنین مبنی و منشاء دیگر تفاسیر بر تقرب و تعظیم است در حقیقت و چون ناواقفان
بے مطلب آنہا کما حقہ نبردند صرف تسمیہ عند الذبح را موجب حلت بظاہر فہمیدہ در مغلطہ
افتادند و از راہ خطا حرام را حلال پنداشتند و از ینجا ملا جیون صاحب تفسیر احمدی را
در فہم قول صاحب ہدایہ وغیرہ از راہ غفلت نیز لغزش و خطا واقع شد پس اولاً قول صاحب
ہدایہ را بگوش ہوش باید شنید ثانیاً قول صاحب تفسیر احمدی را بامعان نظر باید دید فاقول
ما وقع فی الہدایۃ ویکرہ ان یذکر مع اسم اللہ تعالٰی شیئا غیرہ وان یقول عند الذبح اللہم تقبل
مبتدا
من فلان وہذہ ثلث مسائل احدہا ان یذکر موصولاً لا معطوفاً فیکرہ ولا تحرم الذبیحۃ وہو المراد
بما قال ونظیرہ ان یقول بسم اللہ محمد رسول اللہ لان الشرکۃ لم توجد فلم یکن الذبح واقعا لہ الا انہ
یکرہ لوجود القران صورۃ فیتصور بصورۃ المحرم والثانیۃ ان یذکر موصولا علی وجہ العطف والشرکۃ
بان یقول بسم اللہ واسم فلان او یقول بسم اللہ وفلان او بسم اللہ ومحمد رسول اللہ بکسر الدال
فتحرم الذبیحۃ لانہ اہل بہ لغیر اللہ والثالثۃ ان یقول مفصولا عنہ صورۃ ومعنیً بان یقول قبل التسمیۃ
وقبل ان یضجع الذبیحۃ او بعدہ وہذا لا باس بہ لما روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال بعد الذبح
اللہم تقبل ہذہ عن امۃ محمد ممن شہد لک بالوحدانیۃ ولی بالبلاغ والشرط ہو الذکر الخالص المجرد
علی ما قال ابن مسعود رضی اللہ عنہ جردوا التسمیۃ انتہی ما فی الہدایۃ فتصریح فیما ذکرنا من ان قصد التقرب
خبر
الی غیر اللہ تعالٰی محرم للذبیحۃ سواء کان بطریق الاستقلال او بطریق الشرکۃ نعم لو ذکر ذکرا مجردا من
غیر قصد التقرب الی غیر اللہ ففیہ تفصیل فان ذکر موصولاً لا معطوفا یکرہ مثلا ان یقول بسم اللہ
محمد رسول اللہ واللہم تقبل من فلان لا یحرم الذبیحۃ لعدم قصد التقرب الیہ وانما کرہ لاجل مشابہتہ
فی ذلک بذکر اسم غیر اللہ بقصد التقرب ولو ذکرہ معطوفا تحرم ایضا وان لم یکن فیہ معنی التقرب لانہ صریح
فی قصد التقرب الی غیر اللہ ۱۲

فی الشرکة والصریح لا یختلج الی النیة واذا ذکر مفصولا لا بطریق العطف ولا بطریق الوصل لا تکره ولا تحرم لانتفاء
المشابهة صورة ومعنیً مثلاً ان یقول بسم الله وتوقف ثم قال محمد رسول الله من غیر قصد التقرب الی غیر الله
تعالی واذا عرفت هذا الکلام فقد عرفت ان صاحب الهدایة وضع المسئلة فیما اذا لم یکن المذکور مقرونا
بقصد التقرب الی غیر الله تعالی فانها حرام مطلقاً وعرفت ایضا ان ما وقع فی التفسیر الا ... عن تقریب
قوله علی ما وقع فی الهدایة ونقله فی ذلک التفسیر کما ذکرنا وهو قوله من ههنا علم ان البقرة المنذورة
للاولیاء کما هو الرسم فی زماننا حلال طیب لانه لم یذکر اسم غیر الله وقت الذبح وان کانوا ینذرونها
لهم انتهی مبنی علی الغفلة عن قول صاحب الهدایة وهو قوله الثالث ان یقول مفصولا عنه
صورة ومعنی آه فان الانفصال المعنوی کیف یتصور اذا کان النذر للاولیاء فانه عین التقرب
الیهم فنیتهم دائمة الی وقت الذبح فلا انفصال معنی اصلا لما تقرر فی قواعد الفقه من استدامة
النیة الی آخر العمل وایضا مبنی علی عدم الفرق بین الذکر المجرد الذی وضع صاحب الهدایة مسئلته
فیه وبین ما قصد التقرب الی غیر الله الذی وضعنا المسئلة فیه واین هذا من ذلک والشاهد لما قررنا فی
التفسیر الکبیر والتفسیر النیشاپوری واقوال الفقهاء کما مر من قبل فالآن لا بد لنا ان نذکر عبارة التفاسیر
قال فی المدارک فی تفسیر سورة البقرة وما اهل به لغیر الله ای ذبح للاصنام فذکر علیه غیر اسم الله عز وجل
واصل الاهلال رفع الصوت ای رفع به الصوت للصنم وذلک قول اهل الجاهلیة باسم اللات
والعزی انتهی ففی هذا التفسیر وان ذکر تحت قوله تعالی وما اهل به لغیر الله ای ذبح للاصنام بطریق
التفسیر بالاخص اشعارا بان المقصود من الاهلال والغرض منه باعتبار المآل الذبح دون غیره غالبا
ولکن تفسیر لفظ الاهلال وترجمته ومعناه باعتبار وضع اللغة واستعمال الشرع والعرف هو رفع الصوت
مطلقا کما افاد به قوله ای رفع به الصوت للصنم اه فیتناول الاهلال قبل الذبح وعنده ولهذا
لم یذکر فی تفسیر هذه الآیة قید عند ذبحه وعلی طبق هذا ذکر فی تفسیر سورة المائدة وما اهل لغیر الله به
ای رفع به الصوت لغیر الله وهو قولهم باسم اللات والعزی عند ذبحه انتهی فاورد تفسیر لفظ ما
اهل لغیر الله به ای رفع الصوت به لغیر الله وهو قولهم باسم اللات والعزی عند ذبحه انتهی فاورد
تفسیر لفظ ما اهل لغیر الله به ای رفع الصوت به لغیر الله الی ههنا ثم تفسیره ثم اورد هذه العبارة وهو قولهم باسم
اللات والعزی عند ذبحه بیانا للمورد النزول واشعارا لجری عادة اهل الجاهلیة بانهم یذبحون باسم اللات
والعزی ولا یرفعون صوتهم لغیر الله تعالی الا عند ذبحه وهذا ذکر عادتهم غالبا وقوله فی سورة الانعام
او فسقا اهل لغیر الله به منصوبة المحل صفة لفسقا ای رفع الصوت علی ذبحه باسم غیر الله سمی فسقا
لتوغله فی باب الفسق انتهی فذکر لفظة علی ذبحه ههنا فی ذلک التفسیر بیانا للمورد واشعارا لجری
عادتهم والشاهد علی هذا الاطلاق اللغة والشرع والعرف وذکر هذا اللفظ فی ... عن غلو ... عن النقهاء

مع انه قد تقرر في اصول الحنفية قاطبة ان التقييد لا يكون على طريقة المفهوم المخالف لان المطلق يجري على اطلاقه والمقيد على تقييده فلا ينافي احدهما الآخر كما بين في كتب اصول الحنفية وفرع عليه احكام كثيرة من الخلافيات بين الحنفية وغيرهم وهكذا في التفسير الزاهدي في المواضع المذكورة وذكر فيه في سورة البقرة وما اهل به لغير الله اي وما ذبح لغير الله ورفع الصوت ولهذا سمي الهلال هلالا لرفع الناس اصواتهم عند رؤيته انتهى فافاد عطف العام على الخاص ههنا على المقصود العام وذكر الخاص انما هو للتمثيل وبيان المورد وجري العادة لهم وفي تفسير الكشاف في سورة البقرة وما اهل به لغير الله اي رفع به الصوت للصنم وذلك قول اهل الجاهلية باسم اللات والعزى ففيه ايضا الاطلاق وفي التفسير البيضاوي في سورة البقرة وما اهل به لغير الله اي رفع به الصوت عند ذبحه للصنم والاهلال اصله رؤية الهلال يقال اهل الهلال واهللته لكن لما جرت العادة ان يرفع الصوت بالتكبير اذا رئي سمي ذلك اهلالا ثم قيل لرفع الصوت وان كان لغيره انتهى ففي هذا التفسير وان ذكر لفظ عند ذبحه للصنم لكن افاد ان معنى الاهلال وترجمته في اللغة والاستعمال انما هو رفع الصوت مطلقا سواء كان عند الذبح او قبله او بعده كما يشعر به آخر عبارته ثم قيل لرفع الصوت اه ولهذا قال القاضي البيضاوي في تفسير سورة المائدة تحت هذه الآية وما اهل لغير الله به اي رفع الصوت لغير الله به كقولهم باسم اللات والعزى عند ذبحه انتهى قوله فادر وتقسيم الاهلال مطلقا عن قيد عند ذبحه وذكره بطريق التمثيل وبيان المورد فقال كقولهم باسم اللات والعزى عند ذبحه بحرف التمثيل اي الكاف ولا يخفى على المحصلين والعلماء الماهرين ان المقصود التمثيل كما يقال الفاعل مرفوع كقوله تعالى واذ قال ربك وكذا في سائر التمثيلات ومثله هذا يقال ضرب زيد عمرو والى غير ذلك ففي اي تفسير ذكر لفظ عند ذبحه في تفسير هذه الآية كما في البيضاوي والمدارك والحسيني وغيرها انما هو بيان للمورد واشعار لجري عادة اهل الجاهلية كما افاد به صاحب تفسير الحداد وعبد الصمد اما تفسير الحداد ففي سورة المائدة منه تحت قوله تعالى حرمت عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير وما اهل لغير الله به الآية قوله وما اهل لغير الله به اي حرم عليكم ما ذكر عليه عند الذبح اسم غير الله وذلك لانهم كانوا يذبحون لاصنامهم يتقربون بذبحها فحرم الله تعالى كل ذبيحة يتقرب بذبحها الى غير الله تعالى ولذلك قال الفقهاء ان الذابح لو سمى النبي مع اسم الله تعالى فقال بسم الله ومحمد حرمت الذبيحة الى آخر ما قال اما تفسير عبد الصمد فعبارته هكذا وذكر الامام ابو عاصم العامري محمد بن احمد عن اصحابنا ان سلطانا لو دخل بلدا فذبح الناس الذبائح تقربا اليه بذبحها واراقة دمها لم يحل تناول شيء منها لانه قد اهل بها لغير الله ويتقرب بذبحها الى غيره وكان يفرق بين هذا وبين ما يذبحه الرجل لضيفه بمعنى ان صاحب الضيف انما يتقرب الى ضيفه باللحم دون اراقة الدم الا ترى انه لو ذبح شاة باسمه وسببه ولم يتقرب بها اليه لم يكن متقربا اليه فاما ما يذبح لاجل الامراء عند دخولهم البلاد فانما يتقربون اليهم

ے الزاہدی ۱۲ ؎ اسکے فی الزاہدی ۱۲ ؎ بدلالۃ اللام لا تقتضی ... او التملیک ۱۲

بالذبح واراقۃ الدم دون اللحم فان اللحم لایحل ولایرجع الیہم شئے من منافعہ فلذلک اظہر قاد کان یحکی عن بعض المشائخ ان ہذہ المسئلۃ وقعت ببعض بلاد ماوراء النہر فاختلفت بہا فقہاءہا فکتبوا اسلے ایمۃ بخارا فافتوا بتحریمہا انتہے فالتفسیر الاول یعنے الحدادے یفید ان الاہلال لغیر اللہ حرام مطلقا سواء کان عند الذبح او قبلہ وان مدار علۃ الحرمۃ علے التقرب الی غیر اللہ تعالے وانما ذکر لفظ عند ذبحہ اشعار المورد النزول وجری العادۃ لہم یدل علیہ قولہ محرم اللہ تعالے کل ذبیحۃ اہ وتفسیر عبد الصمد یفید ہذین الامرین[1] المذکورین افادۃ تامۃ جدا علاوہ علے انہ ذکر وجہ الفرق بین ما ذبح لاجل التقرب الے غیر اللہ تعالے فیحرم وبین مالم یکن کذلک فلا یحرم وفی التفسیر الکبیر للامام الرازی والنیشاپوری للعلامۃ نظام الدین تحت قولہ تعالے وما اہل بہ لغیر اللہ من سورۃ البقرۃ قال العلماء لو ان مسلما ذبح ذبیحۃ وقصد بذبحہا التقرب الی غیر اللہ صار مرتدا و ذبیحۃ ذبیحۃ مرتد انتہے ما فیہما مختصرا وہکذا فی تفسیر جامع البیان واذا کان حال التفاسیر المذکورۃ المعتبرۃ علے ہذا النمط وعلے ذلک النہج فکیف یصح قول المخالفین فہذہ التفاسیر صریحۃ فی ان المراد بذکر اسم اللہ تعالے وغیرہ وقت الذبح یدل علیہ قولہ عند ذبحہ اہ بل ہذہ التفاسیر صریحۃ فیما قلنا فالانصاف من المتدین المنصف بامعان النظر ودقۃ الفکر ان یعلم الی ای الحق الے ای الباطل وہذا ما استفید من خلاصۃ افادات جامع الشتات والبرکات شاہ عبد العزیز وغیرہ من اہل التمیز رحمہم اللہ تعالے اجمعین +

سید محمد نذیر حسین

سوال - گولی اور غلیلہ کا شکار حلال ہے یا حرام بینوا توجروا +

الجواب - درصورت مرقومہ معلوم کرنا چاہئے کہ جو چیز محدد ہو یعنے تیز دھاری والی خون بہانے والی خواہ قسم آہن سے ہو یا پتھر یا نے ہو اُس سے شکار حلال ہے اور جو چیز محدد نہ ہو اُس سے شکار حرام ہے - عن رافع بن خدیج قال قلت یارسول اللہ انا لاقو العدو غدا ولیست معنا مدے انذبح بالقصب قال ما انہر الدم وذکر اسم اللہ فکل یعنے فرمایا آنحضرت صلعم نے جو چیز رواں کرے اور بہا دے خون کو اور نام اللہ تعالے کا اس پر لیا جاوے پس کھالے اس کو روا ہ البخاری ومسلم اور روایت عدی بن حاتم سے ہے قال قلت یارسول اللہ انا نرمی بالمعراض قال کل ما خزق - فرمایا آنحضرت صلعم نے کہا جس کو معراض نے جراحت کی یعنے خون بہایا اور نفوذ کیا وما اصاب بعرضہ فلا تاکل متفق علیہ یعنی وہ معراض کہ جو پہنچا عرض کی طرف سے نہ طول

[1] ای الاہلال حرام مطلقا ومدار الحرمۃ علے التقرب الے غیر اللہ تعالے ۱۲

کی طرف سے پڑے مت کھا انتہی اقی صحیح البخاری ومسلم مختصراً بقدر الحاجۃ۔ معراض تیر بے پر کو کہتے
ہین اور شکار سیکی بیٹھ اسکا گڑکی کہتے ہین او قتلہ معراض بعرضہ وہو سہم لا ریش لہ بہ لا صابتہ
بعرضہ ولو لم اصبہ تا صاب بحدہ حل کذا فی الدر المختار یا شکار کو معراض نے قتل کیا ساتھ
عرض پیٹھ کے تو وہ حرام ہے اور جو معراض کے کنارے سے بہ حدت اور تیزی کی ہو وہ شکار
کو تیزی کی طرف سے لگے تو وہ حلال ہے ترجمہ درمختار کا تمام ہوا معراض بوزن محراب
تیر ہے بے پر کا دونون کنارے اسکے باریک اور درمیان مین اس کے موٹا وہ نشانہ پر
عرض ہی کی جانب سے لگتا ہے۔ نہ تیزی کی طرف سے کذا فی القاموس اور شکار غلیلہ کا یعنی جس کو
غلیل سے شکار کرتے ہین خواہ سیسے کا ہو یا مٹی کا ہو عبد اللہ بن عمرؓ سے حرمت اُس کی مطلقاً مروی
ہے۔ قال ابن عمرؓ فی المقتولۃ بالبندقۃ تلک الموقوذۃ وکرہہ سالم ومجاہد والقاسم وابراہیم وعطاء والحسن
کذا فی صحیح البخاری اور ابن عمرؓ کے قول پر شکار اس کا مطلقاً حرام ہے خواہ مدور ہو خواہ نوکدار
اور یہی مسلک ہے صاحب کافی وکنز وفتاوی عالمگیری کا عوام کے حق مین یہی قول احوط ہے وما قتلہ المعراض
بعرضہ او بالبندقۃ حرم کذا فی الکنز والبندقۃ لا تجرح وان رماہ بالسیف او السکین فان اصابہ بحدہ اکل
والا لا کذا فی العینی شرح الکنز والعدایۃ ولا یوکل ما اصابہ البندقۃ فمات بہا کذا فی الکافی والفتاوی
العالمگیریۃ وفتاوے قاضی خان اور درمختار مین مذکور ہے کہ اگر غلیلہ نوکدار تیز تیر کے موافق ہو تو اسکا
شکار حلال ہے والا نہ او بندقۃ ثقیلۃ ذات حدۃ حرم لقتلہا... بالثقل لا بالحدۃ ولو کانت خفیفۃ لہا
حدۃ حل لقتلہا بالجرح حینئذ ولو لم یجرحہ لا یوکل مطلقاً وشرط فی الجرح الادماء وقیل لا ملتقی او تمامہ
فیما علقتہ علیہ کذا فی الدر المختار۔ اور اگر غلیلے نے شکار زخمی نہ کیا تو اس کا کھانا مطلقاً درست نہین
خواہ غلیلہ بھاری ہو یا ہلکا گول ہو یا نوکیلا اور زخم مین خون بہنا شرط حلت ہے۔ اکثر کے نزدیک
اور بعض متاخرین کے نزدیک شرط نہین اسی واسطے بلفظ قیل ذکر کیا والاصل فی ہذہ المسائل
ان الموت اذا اضیف الی الجرح قطعاً حل الصید واذا اضیف الی الثقل قطعاً حرم وان شک ولم
یدر انہ مات بالثقل او الجرح حرم احتیاطاً وان رماہ بسیف او سکین فاصابہ بحدہ فجرحہ حل و
ان اصابہ بقفا السکین او بمقبض السیف حرم کذا فی الفتاوے العالمگیریۃ۔ واضح ہو کہ
فتوی بندقے شکار مین ابن عمر کے قول پر اولی واحوط ہے کیونکہ عوام کے نزدیک تحقیق
وتدقیق کہ بندقہ ثقیل ہو تو حرام اور خفیف نوکدار ہو تو حلال نہایت متعذر ومشکل ہے۔
اور بنا بر اس کے سید احمد طحطاوی مصری نے درمختار کے حاشیہ مین شیخ زین الدین
ابن نجیم الدین حنفی صاحب بحر الرائق سے نقل کیا ہے کہ جب ان سے یہ استفتا طلب ہوا
کہ جو شخص چڑیون کا شکار کرتا ہے سیسے اور مٹی کی گولی سے اس کا کھانا درست ہے یا نہین

توجواب لکھاکہ اس کاکھاناحلال نہین انتہی ترجمۃ کلامہ صاحب طحطاوی کہتاہے کہ مین کہتاہون کہ سیسے کی گولی کے شکارمین احتیاط یہ ہے کہ اس کاکھاناحلال نہین اس واسطے کہ گولی توامند فاع عنیف یعنے زورسے پھینکنے کے سبب سے قتل کرتی ہے نہ اپنی حدت اورباڑھ کی تیزی سے واللہ اعلم بالصواب کذا فی الطحطاوی اورعلمائے محققین ہندوستان کابھی فتوے اسی پرہے کہ گولی کاشکارحلال نہین کیونکہ اس مین ماانہرالدم کااثرنہین پایاجاتااگرچہ اس قدرکافی ہے زیادہ بیان کی ضرورت نہین ہے لیکن بنابرتنبیہ بعض علماکے کہ مسئلہ گولی سے غافل ہین مرۃ بعداخری تصریح وتشریح کی جاتی ہے۔ کہ قاعدہ کلیہ شرع شریف کایہ ہے کہ جوشے محدد کہ جس سے انہاردم ممکن ہووہ آلہ ذبح ہے خواہ ذبح اختیاری ہویااضطراری گوش ہوش سے سنناچاہئے۔ کہ رافع بن خدیج سے بخاری ومسلم مین مروی ہے۔ قال افنذبح بالقصب آیاذبح کنیم بہ نئے کہ تیزباشدمانندکارد قال ماانہرالدم وذکراسم اللہ فکل فرمودآنحضرت صلعم چیزیکہ روان گرداندخون راوبردہ شدنام خدابخورکذافی ترجمۃ الشیخ عبدالحق المحدث الدہلوی یقال انہرت الدم ای اسلتہ کذافی مفردات القرآن للامام الراغب وکذافی المرقاۃ اورروایت عدی بن حاتم سے صحیحین مین مروی ہے قلت انارمی بالمعراض قال کل ماخزق گفت آنحضرت صلعم بخورچیزیراکہ جراحت کردہ شودونفوذنمودہ متفق علیہ کذافی ترجمۃ الشیخ اورعدی بن حاتم سے مشکوۃ کی فصل ثانی مین مروی ہے۔ قال قلت ارایت احدنااصاب صیداو لیس معہ سکین ایذبح بالمروۃ وشقۃ العصاآیاذبح کندبسنگ مروہ یابہ پارہ شکستہ ازچوب فقال امررالدم بم شئت ماعداالسن والظفررواہ ابوداؤدوالنسائی قال الشارح المروۃ حجرابیض رقیق یجعل منہ کالسکین ویذبح بہاامررالدم ای انہرالدم کذافی الطیبی والمرقاۃ پس روایات ماسبق سے واضح ہواکہ ماانہرالدم موجب حلت شکارہے بخلاف بندقہ وگولی کے کہ اس مین انہاردم وجرح ونفوذمتصورنہین ہے کہ منہرو جارح وخازق ونافذ ہووہ تو (یعنی گولی) باعث صدمہ رنجک آتش زدہ تفنگ کے باندفاع عنیف لگتی ہے اورجسم کوپھاڑتی ہے نہ باڑھ کی تیزی سے خون بہاتی ہے اس صورت مین انہاردم اس مین ہرگزنہین پایاجاتاپھرکیونکرشکارگولی اورغلیلہ کاحلال ہواسی بناپرعبداللہ بن عمربن الخطاب رضنے فرمایاہے۔ قال ابن عمرفی المقتولۃ بالبندقۃ تلک الموقوذۃ وکرہ سالم والقاسم ومجاہدوابراہیم وعطاروالحسن انتہے مافی صحیح البخاری امااثرابن عمرفوصلہ البیہقی من طریق ابی عامرالعقدی عن زہیرہوابن محمدعن زیدبن اسلم عن ابن عمرانہ کان یقول المقتولۃ بالبندقۃ تلک الموقوذۃ واخرج ابن ابی شیبۃ من طریق نافع عن ابن عمرانہ کان لایاکل ما

اصابت البندقۃ ولمالک فی الموطا عن نافع رمیت طائرین بحجر فاصابتہما فاما احدہما فمات فطرحہ
ابن عمر واما سالم وہو ابن عبد اللہ بن عمر والقاسم وہو ابن محمد بن ابی بکر الصدیق فاخرج ابن ابی
شیبۃ عن الثقفی عن عبید اللہ بن عمر عنہما انہما کانا یکرہان البندقۃ الا ما ادرکت ذکاتہ ولمالک فی الموطا
انہ بلغہ ان القاسم بن محمد کان یکرہ ما قتل بالمعراض والبندقۃ واما مجاہد فاخرج ابن ابی شیبۃ من
وجہین انہ کرہہ زاد فی احدہما لا تاکل الا ان یذکی واما ابراہیم وہو النخعی فاخرج ابن ابی شیبۃ من روایۃ
الاعمش عنہ لا تاکل ما اصبت بالبندقۃ الا ان یذکی واما عطاء فقال عبد الرزاق عن ابن جریج قال
عطاء ان رمیت صیدا ببندقۃ فادرکت ذکاتہ فکلہ واما الحسن وہو البصری فقال ابن ابی شیبۃ
حدثنا عبد الاعلی عن ہشام عن الحسن اذا رمی الرجل الصید بالجلاہقۃ فلا تاکل الا ان تدرک ذکاتہ
والجلاہقۃ بضم الجیم وتشدید اللام وکسر الہاء بعدہا قاف ہی البندقۃ بالفارسیۃ والجمع جلاہق انتہی
ما فی فتح الباری شرح البخاری لابن حجر العسقلانی قال المہلب ابلح اللہ الصید علی صفۃ فقال تنالہ
ایدیکم ورماحکم ولیس الرمی بالبندقۃ ونحوہا من ذلک وہو وقیذ واطلق الشارع ان الخذف لا یصاد بہ و
قد اتفق العلماء الا من شذ منہم علی تحریم اکل ما قتلتہ البندقۃ والحجر وانما کان کذلک لانہ یقتل الصید
بقوۃ رامیہ لا بحدہ کذا فی فتح الباری من عینہ وہکذا فی نیل الاوطار ایضاً - اور جو کچھ شیخ محمد بن
عبد اللہ تمرتاشی خوارزمی شاگرد وان شاگرد شیخ زین الدین بن نجیم الدین صاحب بحر الرائق نے
اپنے متن تنویر الابصار میں لکھا ہے کہ بندقۃ ثقیلۃ ذات حدۃ حرم لقتلہا بالثقل لا بالحدۃ ولو کانت
خفیفۃ لہا حدۃ حل لقتلہا بالجرح حینئذ الی آخرہ - شاید یہ ساخت و پرداخت وضع گولی اور غلیلہ
کی دیار خوارزم میں ہوگی بخلاف اور دیار عرب و مصر و ہندوستان کے کہ ایسی گولی نہیں ہوتی
چنانچہ عبد اللہ بن عمر و سالم و قاسم وغیرہ مرقوم بالا اور قول شیخ زین الدین مرقوم الصدر اور
فتوی صاحب کافی و کنز اور عالمگیری سے یہ توجیہات نہیں پائی جاتیں - بلکہ گولی کا شکار مطلقاً
حرام ہے - مذکورین بالا کے نزدیک اور اصطلاح خاص و طرز جدید صاحب تنویر کی شاذ و
نادر ہے - یہ حکم حلت کا عموماً ہندوستان کی گولی پر نہیں ہو سکتا الامور بمقاصدہا قاعدہ کلیہ فقہ
کا ہے بنا بر اس کے فتح الباری میں مذکور ہے قد اتفق العلماء الا من شذ منہم علی تحریم اکل
ما قتلتہ البندقۃ والحجر الی آخر ما تقدم فیہ واللہ اعلم بالصواب فاعتبروا یا اولی الالباب +

سید محمد نذیر حسین

سوال - شکار جانور وحشی چارپایہ یا پرندہ کا مباح ہے یا ممنوع اور جو شخص شکار کرنے کو
برا جانے اور نیز شکار کرنیوالے کو برا کہے وہ شخص کیسا ہے بینوا توجروا +

الجواب - شکار کرنا مباح و مشروع ہے قرآن مجید سے واذا حللتم فاصطادوا

وحرم علیکم صید البر ما دمتم حرما الآیۃ وما علمتم من الجوارح مکلبین تعلمونہن مما علمکم اللہ فکلوا مما امسکن علیکم الآیۃ اور صحاح ستہ وغیرہ کتب احادیث مین مباح وجواز شکار کرنے مین مروی ہے اور منقول اور اسی پر اجماع کا نقال ہے اور کتاب الصید ہر کتاب فقہ وحدیث مین مذکور ہے اس صورت مین جو کوئی شکار کرنیکو برا جانے اور شکار کرنیوالے کو برا کہے وہ جاہل اور خطاوار اور ہم عقیدہ کفار ہے اور مبتلی ہے وسوسہ شیطانی مین اس سے توبہ کرے اور حلال کو حرام نہ جانے قال اللہ تعالیٰ وان الشیاطین لیوحون الی اولیٰہم لیجادلوکم وان اطعتموہم انکم لمشرکون الآیۃ من سورۃ الانعام واللہ اعلم بالصواب فاعتبروا یا اولی الالباب۔ حررہ العاجز سید محمد نذیر حسین عافاہ اللہ فی الدارین +

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ عمرو کہتا ہے کہ ذبیحہ اہل بدعت کا جن کی بدعت کفر کو پہنچ گئی ہو حلال ہے اور امامت نادرست ہے اور نکاح ان کی عورتون سے درست ہے۔ قیاساً علی اہل الکتاب پس حکم ان کا مانند حکم اہل کتاب کے ہے نہ مانند اہل ارتداد کے۔ اور زید کہتا ہے کہ قول عمرو کا سراسر خطا ہے بلکہ کفر ہے کیونکہ منکر ضروریات دین کا مرتد ہے اور مرتد کو حکم اہل کتاب کا دینا سراسر انکار ہے ضروریات دین سے پس ان دونون مین سے کونسا مصیب ہے۔

الجواب۔ زید مصیب ہے اہل بدعت جن کی بدعت کفر کو پہنچی ہے کسی صورت سے اہل کتاب کا حکم نہین پا سکتے بلکہ مرتد کہلائینگے اور ان کے ساتھ مرتدین کا سا معاملہ کیا جاویگا عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من بدل دینہ فاقتلوہ رواہ البخاری وعنہ ایضا مرفوعا من خالف دینہ دین الاسلام فاضربوا عنقہ اخرجہ الطبرانی۔ منکر ضروریات اسلام ومبتدع بہ بدعات مکفرہ کو اہل کتاب پر قیاس کرنا بالکل غلط اور بے اصل بات ہے نہ کسی نے سلف وخلف مین سے ایسا قیاس کیا اور نہ کوئی سمجھدار کر سکتا ہے۔ اگر کتابی پر قیاس کیا بھی جاوے اور اس کو مثلاً یہود اور نصرانی قرار دیا جاوے تو بھی تو وہ از روے شریعت محمدیہ مرتد معدود ہوگا اور اس کا معاملہ مرتدین کا ہوگا جیسا کہ اوپر والی حدیثون سے ظاہر ہوا۔ وعن معاذ بن جبل فی رجل اسلم ثم تہود لا اجلس حتی یقتل قضاء اللہ ورسولہ فامر بہ فقتل متفق علیہ واللہ اعلم بالصواب +

سید محمد نذیر حسین

ہوالموفق۔ یہ بات صحیح ہے کہ جن مبتدعین مسلمانون کی بدعت کفر کو پہنچی ہے۔ وہ اہل کتاب کا حکم نہین پا سکتے۔ رہی یہ بات کہ وہ مرتد کہلائینگے یا نہین اور ان کے

ساتھ مرتدین کا سا معاملہ کیا جاویگا یا نہیں سو اس مین تفصیل ہے وہ یہ کہ جو شخص ضروریات دین مین سے کسی ایسے امر کا انکار کرے جس کا ثبوت علی سبیل التواتر ہو اور اس کے ثبوت مین علما کا اختلاف نہ ہو بلکہ اس کا ضروریات دین سے ہونا متفق علیہ ہو سو ایسا شخص مرتد کہلاویگا اور اس کے ساتھ معاملہ مرتدین کا سا کیا جاویگا اور جو مسلمان شخص ایسا نہ ہو وہ نہ مرتد کہلائیگا اور نہ اس کے ساتھ مرتدین کا معاملہ کیا جاویگا۔ حافظ ابن حجر شرح نخبہ مین بدعت کی بحث مین جو اسباب جرح سے ایک سبب ہے لکھتے ہین۔ والتحقیق انہ لا یرد کل مکفر ببدعۃ لان کل طائفۃ تدعی ان مخالفیہا مبتدعۃ وقد تبالغ فتکفر مخالفیہا فلو اخذ ذلک علی الاطلاق لاستلزم تکفیر جمیع الطوائف فالمعتمد ان الذی ترد روایتہ من انکر امرا متواترا من الشرع معلوما من الدین بالضرورۃ وکذا من اعتقد عکسہ فاما من لم یکن بہذہ الصفۃ وانضم الی ذلک ضبطہ لما یرویہ مع ورعہ وتقواہ فلا مانع من قبولہ انتہے۔ حافظ کے اس کلام سے تفصیل مذکور کا ثبوت ظاہر ہے واللہ اعلم کتبہ محمد عبدالرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ +

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ سانڈ جو بازارون مین پھرتے ہین ان کا کھانا درست ہے یا نہین بینوا توجروا +

الجواب۔ سانڈ کے چھوڑنے والے اگر اسکے کھانے کی اجازت دین تو اس کا کھانا درست ہے اور ان کی اجازت نہ ہو تو بلا ان کی اجازت کے کھانا ہرگز درست نہین۔ سانڈ کے چھوڑنے والے اگر کھانے کی اجازت دین تو اس کا کھانا اسوجہ سے درست ہے کہ سانڈ سائبہ ہے اور سائبہ حلال ہے اور اس کا کھانا درست ہے لہذا سانڈ حلال ہے اور اس کا کھانا درست ہے۔ سائبہ کے حلال ہونے پر قرآن مجید کی کئی آیتین دلالت کرتی ہین ازانجملہ ایک یہ آیت ہے۔ قد خسر الذین قتلوا اولادہم سفہا بغیر علم وحرموا مارزقہم اللہ افتراء علی اللہ قد ضلوا وما کانوا مہتدین یعنی بے شک خسارہ اٹھایا ان لوگون نے جنہون نے نادانی سے اپنی اولاد کو قتل کیا اور حرام ٹھیرایا اس چیز کو جو اللہ نے ان کو دی اللہ پر جھوٹ باندھکر بیشک وہ گمراہ ہوے اور وہ راہ پانیوالے نہ ہوے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت ان لوگون کی شان مین نازل ہوئی ہے جو لڑکیون کو جان سے مار ڈالتے تھے۔ اور سائبہ وغیرہ کو حرام ٹھیراتے تھے جامع البیان مین ہے وحرموا مارزقہم اللہ من البحائر ونحوہا۔ اور مدارک مین ہے وحرموا مارزقہم اللہ من البحائر والسوائب وغیرہا اور ابو السعود مین ہے وحرموا مارزقہم اللہ من البحائر والسوائب ونحوہا۔ پس جب یہ آیت سائبہ وغیرہ کے حرام ٹھیرانے والون کی شان مین نازل ہوئی ہے تو معلوم ہوا کہ سائبہ وغیرہ کو حرام ٹھیرانا نخت

گناہ اور اللہ پر جھوٹ باندھنا ہے اور سائبہ وغیرہ کو حلال ٹھیرانا اور اس کے کھانیکو درست جاننا
فرض ہے اور ازانجملہ ایک یہ آیت ہے۔ یاایہا الناس کلوا مما فی الارض حلالا طیبا ولا تتبعوا
خطوات الشیطان۔ یعنی اے لوگو کھاؤ زمین کی چیزون مین سے جو حلال طیب ہے اور
مت پیروی کرو شیطان کے قدمون کی۔ مفسرین نے یہان بھی لکھا ہے کہ یہ آیت ان لوگون
کی شان مین نازل ہوئی ہے جنہون نے سانڈ وغیرہ کو حرام ٹھیرا لیا تھا۔ جمل حاشیہ جلالین مین ہے
قولہ ونزل فیمن حرم السوائب ونحوہا ای کالبحائر والوصائل والحوامی قالہ ابن عباس وہو المشہور
جامع البیان مین ہے۔ ونزلت فی قوم حرموا علی انفسہم السوائب والوصائل والبحائر۔ مدارک مین ہے
ونزل فیمن حرموا علی انفسہم البحائر ونحوہا۔ اور اسی طرح تفسیر کبیر اور ابو السعود وغیرہما مین بھی مذکور ہے
پس جب یہ آیت بھی سائبہ وغیرہ کے حرام ٹھیرانیوالونکی شان مین نازل ہوئی ہے تو اس آیت سے
بھی معلوم ہوا کہ سانڈ کو حرام ٹھیرانا گناہ اور حلال جاننا ضروری ہے۔ اور ازانجملہ ایک آیت ہے
ماجعل اللہ من بحیرۃ ولا سائبۃ ولا وصیلۃ ولا حام ولکن الذین کفروا یفترون علی اللہ الکذب واکثرہم
لا یعقلون۔ یعنی اللہ نے نہین ٹھیرائے ہین بحیرہ اور نہ سائبہ اور نہ وصیلہ اور نہ حام ولاکن کافر
لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہین اور اکثر ان مین بے عقل ہین۔ اس آیت سے صاف ثابت ہوا
کہ سائبہ حلال ہے اللہ تعالے نے اس کو حرام نہین کیا ہے مگر کفار نے اللہ پر جھوٹ باندھکر
اس کو حرام ٹھیرا لیا ہے تفسیر کبیر مین ہے لما کان الکفار یحرمون علی انفسہم الانتفاع بہذہ الحیوانات
وان کانوا فی غایۃ الاحتیاج الی الانتفاع بین اللہ تعالے ان ذلک باطل فقال ماجعل اللہ من
بحیرۃ ولا سائبۃ ولا وصیلۃ ولا حام ونیز اس مین ہے قولہ ماجعل اللہ ای ماحکم اللہ بذلک ولا
شرع ولا امر بہ۔ اور نیز اس مین ہے قال ابن عباس ولکن الذین کفروا یفترون علی اللہ الکذب
یرید بہ عمرو بن لحی واصحابہ یقولون علی اللہ ہذہ الاکاذیب والاباطیل فی تحریمہم ہذہ الانعام والمعنی
ان الروساء یفترون علی اللہ الکذب فاما الاتباع والعوام فاکثرہم لا یعقلون فلا جرم یفترون علی اللہ الاکاذیب
من ہولاء الروساء۔ جامع البیان مین ہے۔ ماجعل اللہ من بحیرۃ ای ماشرع ذلک ولا امر بالتبحیر
نیز اسی مین ہے۔ ولکن الذین کفروا یفترون علی اللہ الکذب فی تحریمہم ہذہ الانعام۔ مدارک مین ہے
ومعنی ماجعل ماشرع ذلک ولا امر بہ ولکن الذین کفروا بتحریمہم ماحرموا یفترون علی اللہ الکذب فی نسبتہم
ہذا التحریم الیہ۔ الحاصل سانڈ کی حلت پر یہ آیتین صاف دلالت کرتی ہین پس سانڈ کے فی نفسہ
حلال ہونے مین کوئی شبہ نہین ہے پس اس سانڈ کے ساتھ اگر اس کے چھوڑنے والے کا حق
متعلق ہے اور وہ راضی نہین ہے کہ اس کے چھوڑے ہوئے سانڈ کو کوئی پکڑ کر کھائے بلکہ
وہ اس سے مانع ہے تو اس صورت مین اُس سائبہ کا کھانا جائز نہین ہے بوجہ تعلق حق غیر کے

اور اگر اس سانڈ کے ساتھ اس کے چھوڑنے والے کا حق متعلق نہیں ہے اور اس نے اجازت دیدی ہے کہ جو شخص چاہے میرے اس چھوڑے ہوئے سانڈ کو پکڑ کر کھالے تو اس صورت میں اس سانڈ کا کھانا بلا شبہ جائز ہے الغرض جیسے تمام حلال چیزیں بوجہ تعلق حق غیر کے بلا اجازت اس کے دوسرے کے حق میں حرام ہوتی ہیں اور اس کی اجازت سے حلال اسی طرح سانڈ بھی بوجہ تعلق حق غیر کے بلا اجازت اس کے دوسرے کے حق میں حرام ہے اور اس کی اجازت سے حلال۔ اگر کوئی کہے کہ جب سانڈ غیر اللہ کے نام پر چھوڑا گیا تو پھر غیر اللہ کے نام پر چھوڑے جانے سے ہی وہ حرام ہوگیا اور ما اہل بہ لغیر اللہ میں داخل ہوگیا اور وہ ہمیشہ کے لئے حرام ہوگیا اب وہ نہ چھوڑنے والے کی اجازت سے حلال ہوسکتا ہے اور نہ اللہ کے نام پر ذبح ہونے سے درست تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ کسی جانور کا غیر اللہ کے نام پر چھوڑنا صریح شرک و کفر ہے اور اس کا چھوڑنے والا بلاشبہ مشرک ہے مگر پھر اس شرک کے کام سے وہ جانور حرام نہیں ہوجاتا جیسا کہ آیات مذکورہ بالا سے واضح ہوا۔ اور سانڈ ما اہل بہ لغیر اللہ میں داخل نہیں ہے اس لئے کہ ما اہل بہ لغیر اللہ سے یا تو وہ جانور مراد ہے جس پر ذبح کرنیکے وقت **غیر اللہ** کا نام ذکر کیا جاوے یا وہ جانور مراد ہے جو غیر اللہ کی تعظیم پر ذکر کیا جاوے۔ جلالین میں ہے وما اہل بہ لغیر اللہ ذبح علے اسم غیرہ۔ جمل میں ہے۔ ما اہل بہ لغیر اللہ یعنی ما ذکر عند ذبحہ غیر اسم اللہ۔ بیضاوی اور ابوالسعود میں ہے ما اہل لغیر اللہ بہ ای رفع بہ الصوت عند ذبحہ للصنم۔ جامع البیان میں ہے وما اہل بہ لغیر اللہ ما ذکر غیر اسم اللہ عند ذبحہ۔ مدارک میں ہے۔ وما اہل بہ لغیر اللہ ای ذبح للاصنام فذکر علیہ غیر اسم اللہ۔ تفسیر کبیر میں ہے۔ قولہ وما اہل بہ لغیر اللہ یعنی ما ذبح للاصنام فذکر علیہ غیر اسم اللہ وھو قول مجاہد والضحاک وقتادۃ وقال الربیع ابن انس وابن زید یعنی ما ذکر علیہ غیر اسم اللہ انتہی واللہ تعالے اعلم بالصواب ۔

سید محمد نذیر حسین

ھو الموفق۔ جیسا کہ آیات مذکورہ بالا سے سانڈ کی حلت ثابت ہوتی ہے اسی طرح صحیح مسلم کی اس حدیث سے بھی ثابت ہوتی ہے۔ عن عیاض بن حمار المجاشعی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ذات یوم فی خطبتہ الا ان ربی امرنی ان اعلمکم ما جہلتم مما علمنی یومی ہذا کل مال نحلتہ عبدا حلال وانی خلقت عبادی حنفاء کلہم وانہم اتتہم الشیاطین فاجتالتہم عن دینہم وحرمت علیہم ما احللت لہم الحدیث کذا فی المشکوٰۃ صفحہ ۴۵۱ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لمعات شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں۔ قولہ حلال لہ لا یستطیع احد ان یحرمہ من تلقاء نفسہ رد وانکار لما حرموا علی انفسہم من البحیرۃ والسائبۃ والوصیلۃ انتہی۔ ظاہر اس حدیث سے اور ظاہر آیات مذکورہ بالا سے ثابت ہوتا ہے کہ سانڈ فی نفسہ حلال ہے۔ اور ظاہر آیۃ ما اہل بہ لغیر اللہ سے

ثابت ہوتا ہے کہ سانڈھ فی نفسہ حرام ہے۔ انہیں دلائل مختلفہ کی وجہ سے سانڈ کی حلت وحرمت مین علما کی رائین مختلف واقع ہوئی ہین بعض سانڈ کی حرمت کے قائل ہوئے ہین اور بعض سانڈ کو حلال طیب بتاتے ہین فریقین مین سے ہر ایک دوسرے کی دلیل کی تاویل کرتا ہے۔ اس قسم کے مسائل مین اہل علم کو نہایت تحقیق وغور وفکر سے کام لینا چاہیئے اور پھر جو حق معلوم ہو اُس پر عمل کرنا چاہیئے۔ اور فریق مخالف پر طعن نہین کرنا چاہیئے۔ اللهم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه کتبه محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفا الله عنه +

سوال- کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ کسی مسلمان نے کسی جانور حلال کو بارادہ ونیت تعظیم وتقرب ونذر غیر الله کے ذبح کرنا دل مین ٹھیرایا یعنی یہ بکرا فلان بزرگ کے نام کا ہے یا یہ گائے فلان بزرگ کے نام کی ہے اور بطور عادت کے اس کو بسم الله کہکر ذبح کیا تو اس جانور کا گوشت حلال رہا یا حرام ومردار ہو گیا۔ اور ایسے عقیدہ والا مسلمان رہا یا گنہگار یا مرتد ہو گیا بینوا توجروا +

الجواب- درصورت سوال سائل وہ جانور ذبیحہ حرام ومردار ہو گیا اور ایسے عقیدہ والا مرتد وکافر ہوا۔ چنانچہ تفسیر کبیر اور تفسیر نیشاپوری مین مذکور ہے۔ قال العلماء لو ان مسلما ذبح ذبيحة وقصد بذبحها التقرب الى غير الله صار مرتدا وذبيحته ذبيحة مرتد انتهى۔ اور تفسیر حدادی مین مذکور ہے تحرم الله كل ذبيحة يتقرب بذبحها الى غير الله تعالى انتهى وهكذا فى تفسير عبد الصمد پس جب جان جانور کو واسطے تعظیم وتقرب غیر کے دل مین قصد کیا اور بطریق عادت کے بسم الله کہکر ذبح کیا تو اعتبار دل کا ہوگا نہ زبان کا کیونکہ اعمال دل سے تعلق رکھتے ہین نہ زبان سے دل مین نیت نماز ظہر کی کی اور زبان سے لفظ عصر کا نکلا تو دل کا اعتبار ہوگا نہ زبان کا۔ لا يخفى ان النية باللسان مع غفلة الجنان غير معتبر لما ورد ان الله لا ينظر الى صوركم ولا الى اموالكم ولكن ينظر الى قلوبكم وفى رواية ولكن ينظر الى قلوبكم ونياتكم فلو نوى الظهر بقلبه فى وقته وتلفظ بنية العصر لا يضر بخلاف العكس وهذا معنى قولهم لا عبرة باللسان انتهى۔ ما فى المرقاة شرح المشكوة لملا على قارى الهروى وهكذا فى تنوير الابصار والدر المختار وغيرهما من كتب الفقه ذبح لقدوم الامير ونحوه كواحد من العظماء يحرم لانه اهل به لغير الله ولو ذكر اسم الله عليه ولو ذبح للضيف لا يحرم لانه سنة الخليل عليه السلام واكرام الضيف اكرام الله تعالى وفى شرح الوهبانية عن الذخيرة ونظمه فقال شعر وفاعله جمهورهم قال كافر + وفضلى واسمعيل ليس يكفر + كذا فى تنوير الابصار والدر المختار ذبح لقدوم الامير اولواحد من العظماء يحرم ولو ذكر اسم الله عليه كذا فى الاشباه والنظائر فى كتاب الصيد والذبائح عند مرائى الضيف تعظيما له لا يحل اكله كذا عند قدوم الامير لانه اهل به لغير الله انتهى۔ ما فى الجوهرة النيرة شرح القدورى

کذا فی جامع الرموز وفتاوی قاضی خان والفتاوی العالمگیریۃ وفتا مطالب المومنین من کتب الحنفیۃ وغیرہا من کتب المذاہب الاخر واللہ اعلم بالصواب حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ +

سید محمد نذیر حسین ۱۲۸۱	خادم شریعت رسول الثقلین تلطف حسین	سید محمد عبد السلام غفرلہ ۱۲۹۹

ذکر رحمۃ ربک عبدہ زکریا ۱۳۰۹	ابو عبد الحی محمد حسین ۱۳۰۱	ابو الحسن محمد امیر الدین غفرلہ ۱۳۰۹

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین محمدی اس بارے مین کہ چربی خنزیر کی حلال ہے یا حرام اور پھوپھی اور خالہ سے نکاح حلال ہے یا حرام بینوا توجروا +

الجواب - چربی سور کی بلکہ سب چیز اس کی حرام قطعی ہے اس کی حرمت مین کسی اہل علم کا اختلاف نہین اور یہ مسئلہ قرآن مجید کا ہے اس کی حرمت کا بیان سورہ مائدہ مین مذکور ہے زیادہ حاجت بیان کی نہین ہے علی ہذا القیاس نکاح پھوپھی اور خالہ سے حرام قطعی اور حرمت اس کی منصوص ہے سو اس مسئلہ مین بھی کسی کا اختلاف نہین ہے چنانچہ اللہ صاحب نے سورہ نسا مین بیان اس کا بخوبی ارشاد فرمایا ہے - باقی احادیث اور فقہ سے تشریح اس مسئلہ کی بالتفصیل ظاہر ہے واللہ اعلم بالصواب - حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ +

سید محمد نذیر حسین ۱۲۸۱

کتاب اللباس والزینۃ

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت کو محرم کرتی دوپٹہ باریک کپڑے کا پہننا منع ہے یا نہ۔ یا اگر عورت ایسے گھر میں رہتی ہو کہ جس میں سوائے اس کے خاوند کے اور کسی دوسرے مرد غیر محرم کا گذر بھی نہ ہو اور کل غیر محرم مردوں سے وہ پردہ کرتی ہو اور بغیر اجازت خاوند کے کہیں نہ جاتی ہو تو ایسی صورت میں اگر عورت محرم کرتی باریک کپڑے کی پہنے تو جائز ہے یا ناجائز بینوا توجروا +

الجواب - عورتوں کو باریک کپڑا پہننا جس میں بدن ظاہر ہو منع ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسے کپڑے پہننے پر وعید فرمائی ہے - قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم صنفان من امتی لم ارہما بعد کاسیات عاریات مائلات ممیلات علے رؤسہن امثال اسنمۃ البخت المائلۃ لا یرین الجنۃ ولا یجدن ریحہا رواہ مسلم واحمد - صاحب نیل الاوطار فرماتے ہیں - قیل کاسیات من نعمۃ اللہ عاریات من شکرہا وقیل معناہ تستر بعض بدنہا ویکشف بعضہا اظہاراً للجمال ونحوہ وقیل تلبس ثوبا رقیقا یصف لون بدنہا - پھر فرماتے ہیں ساقہ المصنف للاستدلال علی کراہۃ لبس المرأۃ ما یحکی بدنہا وہو احد التفاسیر والاخبار بان من فعل ذلک من اہل النار وانہ لا یجد ریح الجنۃ مع ان ریحہا یوجد من مسیرۃ خمسمائۃ عام وعید شدید یدل علی تحریم ما اشتمل علیہ الحدیث من صفات ہذین الصنفین انتہےٰ واللہ اعلم حررہ عبد الرحیم عفی عنہ +

سید محمد نذیر حسین

ہو الموفق - فی الواقع عورتوں کو باریک کپڑا پہننا جس سے بدن کی رنگت وجھلک ظاہر ہو ممنوع ہے اگرچہ وہ ایسے گھروں میں رہتی ہوں جن میں بجز ان کے خاوند کے کسی مرد غیر محرم کا گذر نہ ہو کیونکہ ان کے لئے ایسے باریک کپڑے پہننے کی عام ممانعت آئی ہے اور کسی حالت میں ان کو ایسے باریک کپڑے پہننے کی اجازت نہیں آئی ہے۔ سنن ابی داؤد میں دحیہ ابن خلیفہ سے روایت ہے - قال اتی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بقباطی فاعطانی منہا

قبطیۃ فقال اصدعہا صدعین فاقطع احدہما قمیصا واعط الاخر امرأتک تختمر بہ فلما ادبر قال ومُر امرأتک تجعل تحتہ ثوبا لایصفہا قال المنذری فی اسنادہ عبداللہ بن لہیعۃ ولا یحتج بحدیثہ وقد تابع ابن لہیعۃ علی روایتہ ہذہ ابوالعباس یحیی بن ایوب المصری وفیہ مقال وقد احتج بہ مسلم واستشہد بہ البخاری عون المعبود صفحہ ۱۱۰ جلد ۴ شرح سنن ابی داؤد میں ہے۔ القباطی جمع قبطیۃ وہی علی ما فی النہایۃ ثوب من ثیاب مصر رقیقۃ بیضاء انتہے مختصرا۔ نیل الاوطار صفحہ ۱۲۴ جلد ۱ میں اس حدیث کے تحت میں ہے۔ والحدیث یدل علی انہ یجب علے المرأۃ ان تستر بدنہا بثوب لایصفہ وہذا شرط ساتر العورۃ وانما امر بالثوب تحتہ لان القباطی ثیاب رقاق لاتستر البشرۃ عن رؤیۃ الناظر بل تصفہا انتہے۔ اور موطا امام مالک صفحہ ۳۶۶ میں ہے ما یکرہ للنساء لباسہ من الثیاب مالک عن علقمۃ عن امہ انہا قالت دخلت حفصۃ بنت عبدالرحمن علی عائشۃ زوج النبی صلے اللہ علیہ وسلم وعلی حفصۃ خمار رقیق فشقتہ عائشۃ وکستہا خمارا کثیفا۔ ثم ذکر فی ہذا الباب حدیث ابن شہاب المرفوع وفیہ کم من کاسیۃ فی الدنیا عاریۃ یوم القیمۃ مشکوۃ شریف صفحہ ۳۶۹ میں ہے عن عائشۃ ان اسماء بنت ابی بکر دخلت علے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وعلیہا ثیاب رقاق فاعرض عنہا وقال یا اسماء ان المرأۃ اذا بلغت المحیض لن یصلح ان یری منہا الا ہذا وہذا واشار الی وجہہ وکفیہ رواہ ابو داؤد۔ اشعۃ اللمعات میں اس حدیث کے تحت میں ہے ازین حدیث معلوم می شود کہ چون اندام در جامہ باریک نماید حکم برہنہ دارد انتہے۔ واللہ تعالے اعلم وعلمہ اتم۔ کتبہ محمد عبدالرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ

سوال۔ استعمال موسے عورتوں کے لئے جائز ہے یا نہ۔

الجواب۔ جائز ہے۔ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خمس من الفطرۃ الختان والاستحداد الحدیث رواہ البخاری۔ یہ حدیث عورت و مرد دونوں کو شامل ہے۔ اس حدیث سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ عورتوں کو استرہ کا استعمال جائز ہے فتح الباری میں ہے قال النووی وغیرہ السنۃ فی ازالۃ شعر العانۃ الحلق بالموسے فی حق الرجل والمرأۃ معا وقد ثبت الحدیث الصحیح عن جابر فی النہی عن طروق النساء لیلا حتی تمتشط الشعثۃ وتستحد المغیبۃ انتہے۔ یعنے نووی وغیرہ نے کہا کہ موئے زیر ناف کے دور کرنے میں سنت یہ ہے کہ استرہ سے مونڈے اور یہ مرد اور عورت دونوں کے حق میں سنت ہے اور جابر کی حدیث صحیح سے یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سفر سے رات کے وقت گھر آنے کو منع فرمایا ہے تاکہ عورت کنگھی کرلے اور استرہ کا استعمال کرلے۔ علامہ ابن دقیق العید لکھتے ہیں ان بعضہم مال الے ترجیح الحلق فی المرأۃ لان النتف یرخی المحل یعنی بعض علما کا میلان اس طرف ہے کہ عورتوں کے لیے موئے زیر ناف کے اکھاڑنے سے استرہ سے مونڈنا

اچھا ہے کیونکہ اکھاڑنے سے محل ڈھیلا ہو جاتا ہے۔ الحاصل عورتوں کے لئے استرہ کا استعمال بلاشبہ جائز ہے جیسا کہ ابوہریرہ رض اور جابر رض کی حدیث صحیح سے ثابت ہے واللہ تعالےٰ اعلم۔ حررہ محمد عبدالحق ملتانی۔ سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دستار سے نماز پڑہنا واجب ہے یا نہ یا دونوں امر مساوی ہیں بینوا توجروا +

الجواب۔ دستار کے ساتھ نماز پڑہنا واجب نہیں ہے کیونکہ نماز میں صرف ستر عورت واجب ہے اور اس کے سوا اور کپڑوں کا نماز میں ہونا مستحب ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک کپڑے میں نماز ادا فرمائی ہے ایک مرتبہ جابر رضی اللہ عنہ نے صرف ایک تہبند میں نماز پڑھی اور اور کپڑے آپ کے الگنی پر رکھے ہوئے تھے۔ اس پر ایک صاحب نے اُن سے کہا کہ آپ صرف ایک تہبند میں نماز پڑہتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ میں نے تو صرف اس لئے ایسا کیا ہے کہ تم جیسے احمق دیکھیں ہم لوگوں میں کون ایسا شخص تھا کہ جس کے پاس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دو کپڑے تھے پس جب صرف ایک کپڑے میں سربرہنہ نماز جائز ہوئی تو معلوم ہوا کہ ٹوپی یا عمامہ کے ساتھ نماز پڑہنا واجب نہیں۔ ہاں اس میں کلام نہیں ہے کہ عمامہ کے ساتھ نماز پڑہنا افضل ہے کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم ومن بعدہم عام طور پر عمامہ کی موجودگی میں عمامہ کے ساتھ نماز پڑہتے تھے۔ امام مالک فرماتے ہیں۔ ادرکت فی مسجد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سبعین محنکا وان احدہم لو ائتمن علے بیت المال لکان بہ امینا۔ علمائے بھی یہی لکھا ہے کہ نماز با عمامہ مستحب و افضل ہے۔ کسی نے عمامہ کے ساتھ نماز پڑہنے کو واجب نہیں بتایا ہے۔ فتاوی تاتارخانیہ میں ہے المستحب للرجل ان یصلی فی ثلثۃ اثواب قمیص وازار و عمامۃ اھ۔ رفع الالتباس عن مسائل اللباس میں ہے۔ شک نہیں کہ نماز با عمامہ کو نماز بے عمامہ پر فضیلت ہے باعتبار وقار وسکینہ واتباع سنت کے حدیث عبادہ میں فرمایا ہے۔ علیکم بالعمائم فانہا سیماء الملئکۃ رواہ البیہقی فی شعب الایمان۔ اور حدیث رکانہ میں فرمایا ہے۔ فرق مابیننا و بین المشرکین العمائم فوق القلانس رواہ الترمذی۔ باقی وہ حدیثیں جو مفیدالواعظین وغیرہ کتابوں میں نماز با عمامہ کی فضیلت میں منقول ہیں وہ سب موضوع ہیں۔ امام شوکانی وغیرہ نے اس کی تصریح کردی ہے۔ خلاصہ یہ کہ نہ عمامہ کے ساتھ نماز پڑہنا واجب ہے اور نہ نماز با عمامہ اور نماز بے عمامہ دونوں مساوی ہیں بلکہ نماز با عمامہ کو نماز بے عمامہ پر فضیلت ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ سید محمد نذیر حسین

سوال- کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ چاندی کے بٹن لگانا مرد کو چاہیئے یا نہ بینوا توجروا+

الجواب- مرد کو چاندی کے بٹن لگانا جائز ہے ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی- ہان بشرط صحت حدیث لاتتمہ مثقالا .... بٹن کو وزن مین ایک مثقال یعنی ساڑھے چار ماشہ سے زائد نہین ہونا چاہیئے- اگرچہ جمہور علما کے نزدیک جسطرح سونے اور چاندی کے برتن مین کھانا اور پینا حرام ہے- اسی طرح سونے اور چاندی کی ہر چیز کا استعمال حرام ہے- مثلاً سونے و چاندی کی سلائی اور سرمہ دانی اور عطر دانی وغیرہ- تمام استعمال کی چیزون کا استعمال حرام ہے- اور امام نووی نے تو اس پر اجماع نقل کیا ہے- چنانچہ وہ لکھتے ہین- والحاصل ان الاجماع منعقد علے تحریم استعمال اناء الذہب والفضۃ فی الاکل والشرب والطہارۃ والاکل بملعقۃ من احدہما جمیع وجوہ الاستعمال اھ- مگر علامہ شوکانی نے جمہور کی مخالفت کی ہے اور ان کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ سونے اور چاندی کے برتن مین کھانے اور پینے کی ممانعت احادیث سے ثابت ہے- مگر اسکے سوا سونے اور چاندی کا اور استعمال سو اس کی حرمت ثابت نہین- اور کھانے اور پینے پر اور استعمال کو قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے اور اصل حلت ہے اور اس اصل کی تائید حدیث (ولکن علیکم بالفضۃ فالعبوبہا اخرجہ ابو داؤد[1]) سے ہوتی ہے- علامہ شوکانی کا یہ کلام صحیح ہے بے شک سونے اور چاندی کے برتن مین کھانے اور پینے کی ممانعت احادیث سے ثابت ہے- رہا سونے اور چاندی کا اور استعمال مثلا سونے و چاندی کی سرمہ دانی و سلائی وغیرہ سو اس کی حرمت ثابت نہین ہے بناءً علیہ مردونکے لیے چاندی کے بٹن کے استعمال مین کچھ مضائقہ نہین معلوم ہوتا واللہ تعالے اعلم- اور حدیث لاتتمہ مثقالا کی تخریج و تنقید حافظ نے فتح الباری مین اس طرح کی ہے اخرجہ اصحاب السنن وصححہ[2] ابن حبان من روایۃ عبد اللہ بن بریدۃ عن ابیہ ان رجلا جاء الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہ خاتم من شبہ فقال مالی اجد منک ریح الاصنام فطرحہ ثم جاء وعلیہ

[1] اخرجہ ایضا احمد والنسائی ورجال ابی داؤد رجال الصحیح غیر اسید بن ابی اسیط وہو صدوق وقد صحح اسنادہ المنذری فی الترغیب والترہیب- ابو سعید محمد شرف الدین عفی عنہ+

[2] اخرجہ ایضا احمد والبزار وابو یعلے الموصلی فی مسانیدہم وہو حدیث ضعیف لضعف عبد اللہ ابن مسلم المذکور وقد انفرد بہ نصب الرایۃ تہذیب التہذیب ۱۲ ابو سعید محمد شرف الدین عفی عنہ+

خاتم من حدید فقال مالی اری علیک حلیۃ اہل النار فطرحہ فقال یا رسول اللہ من ای شئی اتخذہ قال اتخذہ من ورق ولا تتمہ مثقالا و فی سندہ ابو طیبۃ بفتح المہملۃ وسکون التحتانیۃ بعدہا موحدۃ اسمہ عبد اللہ ابن مسلم المروزی قال ابو حاتم الرازی یکتب حدیثہ ولا یحتج بہ وقال ابن حبان فی الثقات یخطئ ویخالف انتہے حررہ محمد عبد الحق ملتانی عفی عنہ + سید محمد نذیر حسین

ہوالموفق- علامہ محمد بن اسمعیل امیر نے سبل السلام صفحہ ۱۴ جلد ۱ میں قاضی شوکانی کے اس مسلک کو حق بتایا ہے و عبارتہ ہکذا وہذا فی الاکل والشرب فیما ذکر لا خلاف فیہ واما غیرہما ففیہا الخلاف من سائر الاستعمالات قیل لا تحرم لان النص لم یرد الا فی الاکل والشرب وقیل تحرم سائر الاستعمالات اجماعا ونازع فی الاخیر بعض المتاخرین وقال النص ورد فی الاکل والشرب لا غیر والحاق سائر الاستعمالات بہما قیاسا لا تتم فیہ شرائط القیاس والحق ما ذہب الیہ القائل بعدم تحریم غیر الاکل والشرب فیہما اذ ہو الثابت بالنص و دعوے الاجماع غیر صحیحۃ وہذا من شوم تبدیل اللفظ النبوی بغیرہ فانہ ورد بتحریم الاکل والشرب فقط فعدلوا عن عبارتہ الی الاستعمال وہجروا العبارۃ النبویۃ وجاؤا بلفظ عام من تلقاء انفسہم ولہا نظائر فی عباراتہم انتہے واللہ اعلم- کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ +

سوال- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت کو ناک چھدانا اور کیل یا نتھ پہننا جائز ہے یا نہیں اور کس دلیل سے جائز یا ناجائز ہے بینوا بالسنۃ توجروا یوم القیمۃ +

الجواب- عورتوں کو کان چھدانا اور اس میں بالی وغیرہ زیور پہننا جائز ہے- امام بخاری نے باب یوں منعقد کیا ہے باب القرط للنساء، اور اس باب میں ابن عباس کی یہ حدیث ذکر کی ہے قال ابن عباس امرہن النبی صلے اللہ علیہ وسلم بالصدقۃ فرایتہن یہوین الی اذانہن وحلوقہن حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں- استدل بہ علی جواز ثقب اذن المرأۃ لتجعل فیہا القرط وغیرہ مما یجوز لہن التزین بہ- پھر کچھ آگے چل کر لکھتے ہیں- وجاء الجواز فی الانثی عن احمد للزینۃ والکراہۃ للصبی- سبل السلام میں ہے- وفی کتب الحنابلۃ ان تثقیب آذان الصبیۃ جائز لانہم کانوا فی الجاہلیۃ یفعلونہ ولم ینکر علیہم النبی صلے اللہ علیہ وسلم- علامہ ابن قیم لکھتے ہیں کرہ الجمہور ثقب اذن الصبی ورخص بعضہم فی الانثی- جب معلوم ہوا کہ زینت کے لئے عورت کو کان چھدانا اور اس میں بالی وغیرہ پہننا جائز ہے تو کان پر قیاس کر کے عورت کو ناک چھدانا اور اس میں کیل اور نتھ زینت کیلئے پہننا جائز ہے اور ممانعت کی کوئی وجہ صحیح نہیں معلوم ہوتی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں ہے- الخزام الذی یقال فی العرف الموجودین من العرب فی زماننا زمام کما حققہ صاحب المنقالس فہو جائز لانہ من امور العادات کسائر اللباس والحلی فلا باس فی استعمالہ

وانما ہو کان بدعۃ لکن البدع اذا لم تکن فی الدین والعبادۃ بان کانت فی العادۃ لم تکن رد انحو البدع فی الماٰکل والمشارب والملابس والمراکب والمساکن مما لم یقصد بھا فاعلہا التقرب الی اللہ بل مرادہ مجرد الاستعمال اھ۔ صاحب رد المحتار درمختار کے قول وہل یجوز الخزام فی الانف لم ارہ کے تحت میں لکھتے ہیں قلت ان کان مما تزین بہ النساء کما ہو فی بعض البلاد فہو فیہا کثقب القرط۔ پھر در بارہ جواز طحاوی کا قول نقل فرمایا پھر لکھا ہے کہ وقد نص الشافعیۃ علی جوازہ اھ۔ ان عبارات سے معلوم ہوا کہ عورت کو ناک چھدانا اور اس میں نتھ اور کیل زینت کے لئے پہننا جائز ہے واللہ تعالیٰ اعلم حررہ عبدالحق ملتانی عفی عنہ ۲۶۔ صفر ۱۳۱۸ھ۔ سید محمد نذیر حسین

ہو الموفق۔ امام غزالی نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ عورت کا کان چھدانا حرام ہے ہاں اگر شرع سے اسکے بارے میں کچھ ثابت ہو تو اس صورت میں حرام نہیں ہوگا۔ حافظ ابن حجر فتح الباری میں غزالی کے اس کلام کو نقل کر کے لکھتے ہیں۔ قلت جاء عن ابن عباس فیما اخرجہ الطبرانی فی الاوسط سبعۃ فی الصبی من السنۃ فذکر السابع منہا وتثقب اذنہ انتہی۔ یعنی ابن عباس کی روایت میں جس کو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے کان چھدانا آیا ہے وہ روایت یہ ہے کہ لڑکے میں سات چیزیں سنت ہیں اور ساتویں چیز یہی کان کا چھدانا بیان کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ابن عباس کی یہ روایت حافظ ابن حجر کے اس قاعدہ کے مطابق جس کو انہوں نے اوائل مقدمہ فتح الباری میں بیان کیا ہے۔ حسن ہونا چاہیئے۔ مگر علامہ شوکانی نے نیل الاوطار میں اس روایت کو پوری نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے۔ پس اگر یہ روایت حافظ ابن حجر کے قاعدہ سے اگر حسن ہے تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عورتوں کو کان چھدانا سنت ہے اور اگر شوکانی کے لکھنے کے موافق یہ روایت ضعیف ہے تو ابن عباس رضہ کی حدیث مذکور سے جس کو امام بخاری نے باب القرط للنساء میں ذکر کیا ہے کان کے چھدانیکا جواز مستفاد ہوتا ہے اس واسطے کہ اس حدیث کا حاصل مضمون یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عید کے روز بعد نماز عید کے عورتوں میں وعظ کہا اور صدقہ خیرات کی ترغیب دی تو عورتیں اپنے کان اور گلے کی طرف اپنے ہاتھوں کو بڑھا بڑھا کر کانوں سے بالیاں اور گلے سے ہار نکال نکال کر بلال رضہ کے کپڑے میں جو پھیلائے ہوئے تھے ڈالنے لگیں۔ پس اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ صحابیہ عورتیں اپنے کانوں میں بالیاں پہنتی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر کچھ انکار نہیں فرماتے تھے۔ اسی وجہ سے امام بخاری نے عورتوں کے لئے بالیوں کے درست ہونے پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے اور ظاہر یہی ہے کہ کانوں میں بالیوں کا پہننا بغیر کانوں میں سوراخ کئے نہیں ہو سکتا۔ اور جب بالیوں کے لئے کانوں کا چھدانا درست ہوا تو اسی پر قیاس کر کے نتھ وغیرہ کیلئے ناک چھدانیکا بھی جواز بتایا جاتا ہے مگر سے

نزدیک اولیٰ یہی ہے کہ اس سے احتراز کیا جاوے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ اگر کوئی کہے کہ سنن ابی داؤد صفحہ ۱۴۹ جلد ۴ مع عون میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ من احب ان یحلق حبیبہ حلقۃ من نار فلیحلقہ حلقۃ من ذہب یعنی جس شخص کو یہ پسند ہو کہ اپنے محبوب کو آگ کا حلقہ پہناوے تو اس کو چاہیئے کہ سونے کا حلقہ پہناوے مطلب یہ ہے کہ عورتون کو سونے کا حلقہ پہنانا ناجائز وحرام ہے۔ عورتون کو سونے کا حلقہ پہنانا آگ کا حلقہ پہنانا ہے پس اس حدیث سے نتھ پہننے کی حرمت صاف طور پر ثابت ہوتی ہے کیونکہ حلقہ کے مفہوم مین نتھ بھی داخل ہے شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات مین لکھتے ہین من احب ان یحلق کسیکہ دوست دارد کہ حلقہ بیندازد در بینی یا در گوش مثلاً وحلقہ انگشتری بے نگین را گویند حبیبہ دوست خود را از ولد یا زوج حلقۃ من نار حلقہ از آتش دوزخ فلیحلقہ من ذہب پس گو کہ حلقہ بپوشاند اورا از طلا یعنی حلقہ طلا پوشانیدن را جزا این است کہ پوشانیدہ می شود او را حلقۂ آتش۔ تو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ حدیث اگر منسوخ نہین ہے بلکہ معمول بہ ہے تو بیشک اس سے سونیکے حلقہ یعنی سونیکی نتھ کی ممانعت وحرمت ثابت ہوتی ہے مگر واضح رہے کہ اسی حدیث سے چاندی کی نتھ کا جواز نکلتا ہے اور نیز واضح رہے کہ علمانے اس حدیث کو منسوخ بتایا ہے پس اس تقدیر پر اسی حدیث سے سونے کی نتھ کا جواز ثابت ہوگا پہلی بات کا ثبوت یہ ہے کہ اس حدیث کا آخری جملہ یہ ہے۔ ولکن علیکم بالفضۃ فالعبوا بہا۔ یعنی تم لوگ لازم پکڑو چاندی کو پس اس کے ساتھ کھیل کرو مطلب یہ ہے کہ سونیکا حلقہ اور سونیکا طوق اور سونیکا کنگن وغیرہ اپنی عورتون کے لئے نہ بناؤ کیونکہ سونیکے یہ سب زیورات حرام ہین۔ ہان چاندی کی نتھ اور چاندی کا طوق اور چاندی کا کنگن اور ان کے سوا چاندی کا جو زیور چاہو بناؤ۔ کیونکہ چاندی تمہارے لئے حلال ہے سو جو زیور اور جس قسم کا زیور بنانا چاہو چاندی ہی کا بناؤ۔ مرقاۃ شرح مشکوۃ مین ہے۔ قال ابن الملک اللعب بالشئ التصرف فیہ کیف شاء ای اجعلوا الفضۃ فی ای نوع شئتم من الانواع للنساء دون الرجال الا التختم وتحلیۃ السیف وغیرہ من آلات الحرب انتہی۔ ابوداؤد کی اس حدیث کے پورے الفاظ یہ ہین۔

عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال من احب ان یحلق حبیبہ حلقۃ من نار فلیحلقہ حلقۃ من ذہب ومن احب ان یطوق حبیبہ طوقا من نار فلیطوقہ طوقا من ذہب ومن احب ان یسورہ حبیبہ سوارا من نار فلیسورہ سوارا من ذہب ولکن علیکم بالفضۃ فالعبوا بہا۔ ابوداؤد مع عون المعبود صفحہ ۱۴۹ جلد رابع ۴ دوسری بات کا ثبوت یہ ہے کہ امام خطابی اور حافظ منذری وغیرہما نے صاف تصریح کی ہے کہ اس حدیث مین جو سونیکے حلقہ وغیرہ پہننے کی ممانعت کا ہے وہ پہلے تھا پھر یہ حکم منسوخ ہوگیا اور عورتون کے لئے سونے کا زیور مباح کردیا گیا۔

امام خطابی معالم السنن میں لکھتے ہیں۔ ہذا الحدیث یتأول علی وجہین احدہما انہ انما قال ذلک فی الزمان الاول ثم نسخ واُبیح للنساء التحلی بالذہب والوجہ الآخر ان ہذا الوعید انما جاء فی من لا یؤدی زکاۃ الذہب دون من اداہا انتہی۔ حافظ منذری تلخیص السنن میں لکھتے ہیں۔ حملہ بعضہم علے انہ قال ذلک فی الزمان الاول ثم نسخ واُبیح للنساء التحلی بالذہب لقولہ صلے اللہ علیہ وسلم ہذان حرام علی ذکور امتی حل لاناثہا وقیل ہذا الوعید فیمن لا یؤدی زکاۃ الذہب واما من اداہا فلا انتہی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ

سوال۔ ما قولکم رحمکم اللہ اس سوال میں کہ ڈاڑھی کا بقدر ایک قبضہ کے رکھنا واجب ہے یا مستحب ہے یا مباح اور قبضہ سے کم رکھنا یعنی خشخاشی مثل پائے مورچہ رکھنا یا منڈوانا حرام ہے یا نہیں اور دراز رکھنا موچھوں کا درست ہے یا نہیں مدلل حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے جواب دو اور جو لوگ اس عمل کو کچھ گناہ نہیں جانتے اور اس پر مصر ہیں بلکہ جن کی ڈاڑھی موچھیں موافق سنت کے ہیں ان کو حقیر اور ذلیل جانتے ہیں اور یہاں تک کہتے ہیں کہ لمبی ڈاڑھی والے بے ایمان ہوتے ہیں اور جو ان کو نصیحت کیجاتی ہے کہ اس میں حقارت سنت نبویہ لازم آتی ہے تو اور زیادہ مذمت بڑے ڈاڑھی والوں کی کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے ترک سلام کلام ضرور ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب۔ ان الحکم الا للہ ڈاڑھی کا دراز رکھنا بقدر ایک مشت کے واجب ہے بدلیل حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کما ستتلو علیک اور ڈاڑھی کا منڈوانا یا ایک مشت سے کم رکھنا یا خشخاشی بنانا حرام ہے اور موجب وعید ہے چونکہ اس مسئلہ میں عوام کو تردد ہے اور تفہیم علمائے صادق الاقوال کو باطل اور بے اصل جانتے ہیں لہذا ہم کو مدلل بنصوص شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام لکھنے کی ضرورت ہوئی قد جاء فی الحدیث فی صحیح مسلم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قصوا الشوارب وارخوا اللحی خالفوا المجوس وفی الصحیحین عن ابن عمر عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم خالفوا المشرکین ووفروا اللحی واحفوا الشوارب وروی الترمذی من حدیث زید بن ارقم قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من لم یاخذ من شاربہ فلیس منا وقال حدیث صحیح۔ پس منڈوانا اور کتروانا ڈاڑھی کا ایک مشت سے کم اور بڑھانا موچھوں کا حرام ہے اور بڑھانا ڈاڑھی کا اور پست کرنا موچھوں کا واجب ہے کیونکہ شارع علیہ السلام نے صیغہ امر کو جابجا اختیار فرمایا ہے۔ اور صیغہ امر کا خبر واحد میں وجوب کو چاہتا ہے لہذا واجب ہے بڑھانا ڈاڑھی کا اور پست کرنا موچھوں کا اور ان نصوص کے اتباع سے اہل اصول فقہ نے کتب اصول میں تعریف وجوب کی لکھی ہے الواجب ما ثبت بدلیل ظنی پس یہ احادیث خبر آحاد دلیل ظنی مثبت وجوب ہیں اور ترک واجب حرام و موجب وعید ہے

اور عامل سنت کو من حیث السنۃ بے ایمان کہنے والے خود بے ایمان ہیں ایسے لوگوں سے ترک سلام کلام لازم ہے جبتک وہ توبہ نصوح اس عمل بد سے نہ کریں واللہ اعلم بالصواب فقیر محمد حسین۔

الجواب صحیح الجواب صحیح

حبیب احمد • فسیح محمد مدرس فتحپوری

الجواب صحیح۔ بندہ ضیاء الحق عفا اللہ عنہ مدرس مدرسہ امینیہ دھلی۔

ہوالموفق۔ واضح ہو کہ احادیث صحیحہ مرفوعہ سے جو ثابت ہے وہ یہی ہے کہ ڈاڑھی کو بالکلیہ چھوڑ دینا چاہیئے اور اس کے طول و عرض سے کچھ تعرض نہیں کرنا چاہیئے اور کسی حدیث صحیح مرفوع سے ڈاڑھی کا ترشوانا اور بقدر ایک قبضہ کے رکھنا ثابت نہیں اور جامع ترمذی میں جو یہ حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنی ڈاڑھی کے عرض و طول سے کچھ لیتے تھے سو یہ حدیث ضعیف ہے حافظ ابن حجر فتح الباری صفحہ ۴۹۷ جزو ۲۴ میں لکھتے ہیں۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یاخذ من لحیتہ من عرضہا وطولہا اخرجہ الترمذی ونقل عن البخاری انہ قال فی روایۃ عمر بن ہرون لا اعلم لہ حدیثا منکرا الا ہذا اھ قال الحافظ وقد ضعف عمر بن ہرون مطلقا جماعۃ۔ ہاں حضرت ابن عمر رضہ سے بسند صحیح ثابت ہے کہ وہ حج اور عمرہ میں اپنی ڈاڑھی کو ترشواتے اور بقدر ایک قبضہ کے رکھتے تھے۔ صحیح بخاری میں ہے وکان ابن عمر اذا حج او اعتمر قبض علی لحیتہ فما فضل اخذہ۔ یعنی ابن عمر رضہ جب حج یا عمرہ کرتے تو اپنی ڈاڑھی کو مٹھی سے پکڑتے اور مٹھی سے جو ڈاڑھی بڑھتی اس کو لے لیتے۔ حافظ ابن حجر اس اثر کے تحت میں لکھتے ہیں۔ الذی یظہر ان ابن عمر کان لا یخص ہذا التخصیص بالنسک بل کان یحمل الامر بالاعفاء علے غیر الحالۃ التی تتشوہ فیہا الصورۃ بافراط طول شعر اللحیۃ او عرضہ فقد قال الطبری ذہب قوم الی ظاہر الحدیث فکرہوا تناول شئے من اللحیۃ من طولہا وعرضہا وقال قوم اذا زاد علی القبضۃ یوخذ الزائد ثم ساق بسندہ علے ابن عمر انہ فعل ذلک والی عمر انہ فعل ذلک برجل ومن طریق ابی ہریرۃ انہ فعلہ یعنی ظاہر بات یہ ہے کہ ابن عمر رضہ کا ڈاڑھی کا ترشوانا اور بقدر ایک مشت کے رکھنا حج اور عمرہ کے ساتھ خاص نہیں تھا بلکہ وہ ڈاڑھی کے بڑھانیکے حکم کو اس حالت پر محمول کرتے تھے کہ ڈاڑھی طول و عرض میں زیادہ بڑھ کر صورت کو بھدی اور بدنما نہ کر دے اس واسطے کہ طبری نے کہا ہے کہ ایک قوم ظاہر حدیث کی طرف گئی ہے اور ڈاڑھی کے طول و عرض سے کچھ لینے کو مکروہ سمجھتی ہے اور ایک قوم نے یہ کہا ہے کہ جب ڈاڑھی ایک مشت سے بڑھ جاوے تو زائد لے لینا چاہیئے۔

پھر طبری نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ ابن عمر رض نے ایسا کیا ہے اور عمر رض نے ایک مرد کے ساتھ ایسا کیا ہے۔ اور ابو ہریرہ رض نے ایسا کیا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ +

سید محمد نذیر حسین

سوال ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شاربین کو حلق کرانا یا اکھڑوانا وہکذا شعرہائے خدین کو حلق و نتف کرانا جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا +

الجواب ۔ شاربین کو حلق کرانا اور جڑ سے بالکلیہ ترشوانا جائز ہے اور شعرہائے خدین کو حلق و نتف کرانا جائز نہیں۔ شاربین کا حلق کرانا یا جڑ سے بالکلیہ ترشوانا اس وجہ سے جائز ہے کہ احادیث سے ثابت ہے۔ صحیحین میں ابن عمر رض سے روایت ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خالفوا المشرکین اوفروا اللحی واحفوا الشوارب وفی روایۃ انہکوا الشوارب واعفوا اللحی کذا فی المشکوۃ یعنی فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ مشرکین کی مخالفت کرو ڈاڑھیوں کو بڑھاؤ اور لب کے بالوں کو جڑ سے تراشو۔ اور نسائی کی روایت میں لفظ حلق واقع ہوا ہے جس سے لب کے بالوں کا منڈانا ثابت ہوتا ہے قال الحافظ ابن حجر فی الفتح وورد الخبر بلفظ الحلق وہی روایۃ النسائی عن محمد بن عبد اللہ بن یزید عن سفیان بن عیینۃ بسند ہذا الباب الی ان قال نعم وقع الامر بما یشعر بان روایۃ الحلق محفوظۃ کحدیث العلاء عند مسلم بلفظ جزوا الشوارب وحدیث ابن عمر بلفظ احفوا الشوارب وبلفظ انہکوا الشوارب فکل ہذہ الالفاظ تدل علی ان المطلوب المبالغۃ فی الازالۃ لان الجز قص الشعر والصوف الی ان یبلغ الجلد والاحفاء الاستقصاء قال ابو عبید الہروی معناہ الزقوا الجز بالبشرۃ والنہک المبالغۃ فی الازالۃ انتہی ملخصا۔ انہیں روایات کی وجہ سے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب اور بہت سے علما کے نزدیک جڑ سے بالکلیہ ترشوانا افضل ہے اور امام احمد کے نزدیک بھی یہی افضل ہے اور شافعیہ کے نزدیک مختار یہ ہے کہ لب کے بال جڑ سے بالکلیہ نہ تراشے جاویں بلکہ اسقدر تراشے جاویں کہ لب کا کنارہ ظاہر ہو جائے۔ اور اسی طرح امام مالک نے بھی مؤطا میں فرمایا ہے۔ وعبارتہ ہکذا یوخذ من الشارب حتی یبدو اطراف الشفۃ یعنی لب کے بال یہاں تک لئے جاویں کہ لب کا کنارہ ظاہر ہو جاوے ان لوگوں کی دلیل صحیحین کی یہ حدیث ہے۔ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الفطرۃ خمس الختان والاستحداد وقص الشارب الحدیث۔ اور ابو داؤد کی یہ حدیث ہے جو مغیرہ بن شعبہ سے بایں لفظ مروی ہے ضفت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکان شاربی وفی فقصہ علی سواک۔ اور بزار کی یہ حدیث ہے جو حضرت عائشہ سے بایں لفظ مروی ہے۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم البصر رجلا وشاربہ طویل فقال

أتوني بمقص وسواک فجعل السواک علی طرفہ ثم اخذ ما جاوزہ ۔ اور ترمذی کی یہ حدیث ہے جو ابن عباسؓ سے باین لفظ مروی ہے ۔ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقص شاربہ ۔ الحاصل لب کے بال کے ازالہ کے بارے میں حدیثیں مختلف آئی ہیں بعض احادیث سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ اہل علم کا مذہب ثابت ہوتا ہے اور بعض سے شافعیہ وامام مالک کے مذہب کا ثبوت ہوتا ہے ۔ علامہ طبری لکھتے ہیں کہ " احادیث سے دونوں باتیں ثابت ہوتی ہیں اور ان احادیث میں کچھ تعارض نہیں ہے ۔ اس واسطے کہ لفظ قص دلالت کرتا ہے اخذ بعض پر اور لفظ احفا دلالت کرتا ہے اخذ کل پر اور یہ دونوں امر ثابت ہیں پس جو چاہے اختیار کرے ۔ " حافظ ابن حجر فتح الباری میں علامہ طبری کے اس قول کو نقل کرکے لکھتے ہیں ۔ ویرجح قول الطبری ثبوت الامرین معا فی الاحادیث المرفوعۃ انتہی ۔ یعنی طبری کے قول کو اس وجہ سے ترجیح ہوتی ہے کہ احادیث مرفوعہ سے دونوں امر ثابت ہیں واللہ تعالیٰ اعلم ۔ اور شعرہائے خدین کو حلق ونتف کرانا اس وجہ سے جائز نہیں ہے کہ خدین پر جو بال ہوتے ہیں وہ داڑھی میں داخل ہیں ۔ اور داڑھی کا حلق ونتف کرانا جائز نہیں ہے ۔ حافظ ابن حجر لفظ وفروا اللحی کی شرح میں لکھتے ہیں ۔ اللحی بکسر اللام وحکی ضمہا وبالقصر والمد جمع لحیۃ بکسر اللام فقط وہی اسم لما نبت علی الخدین والذقن انتہی ۔ واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ محمد عبدالرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ ۔

سید محمد نذیر حسین

سوال ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سر صاف منڈوانا جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہے تو جو شخص سر منڈوانے والے کو کافر کہے یعنی یہ کہے کہ جو شخص سر منڈاوے اس کے پاس سے ایمان ایسا بھاگ جاتا ہے جیسا کمان سے تیر ۔ اور قتل کروان لوگوں کو جو سر منڈاتے ہیں ۔ تو ان شخصوں کی نسبت علمائے دین کیا فرماتے ہیں بینوا توجروا ۔

الجواب ۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ سر پر بال رکھنا سنت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کے سوا تمام صحابہ رضی اللہ عنہم ہمیشہ سر پر بال رکھتے تھے اور بجز حج کے کبھی سر نہیں منڈاتے تھے ۔ مگر سر کا منڈانا حرام وناجائز نہیں ہے بلکہ جائز ورخصت ہے جیسا کہ یہ حدیثیں اس پر دلالت کرتی ہیں ۔ عن علی قال نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان تحلق المرأۃ راسہا رواہ النسائی کذا فی المشکوۃ ۔ یعنی حضرت علی رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا کہ عورت اپنے سر کے بال کو منڈائے ۔ اس حدیث سے معلوم ومفہوم ہوتا ہے کہ مرد کو سر منڈانا منع نہیں ہے ۔ علامہ قاری اس حدیث کے تحت میں لکھتے ہیں فیہ بطریق المفہوم جواز حلق الرجل

ولا خلاف فیہ بل فی انہ ہو سنۃ لما فعلہ علی کرم اللہ وجہہ و قررہ صلے اللہ علیہ وسلم و قال علیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین اولیس بسنۃ لانہ صلے اللہ علیہ وسلم مع سائر اصحابہ واظب علی ترک حلقہ الا بعد فراغ احد النسکین والحق انہ رخصۃ وہو الاظہر انتہے۔ وعن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم رای صبیا قد حلق بعض راسہ وترک بعضہ فنہاہم عن ذلک وقال احلقوا کلہ او اترکوا کلہ رواہ مسلم کذا فی المشکوٰۃ

یعنی صحیح مسلم مین ابن عمر رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک لڑکے کو دیکھا کہ اس کا سر کچھ منڈا ہوا ہے اور کچھ چھوڑ دیا گیا ہے تو آپ نے ان لوگون کو اس سے منع کیا اور فرمایا کہ یا تو کل سر کو منڈاؤ یا کل کو چھوڑو۔ یہ حکم اگرچہ لڑکے کے بارے مین ہے مگر مرد کے لئے بھی یہی حکم ہے۔ حافظ ابن حجر فتح الباری صفحہ ۵۰ جز ۲۴ مین لکھتے ہین:۔

تخصیصہ بالصبی لیس قیدا وعن عبد اللہ بن جعفر ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم امہل آل جعفر ثلاثا ثم اتاہم فقال لاتبکوا علی اخی بعد الیوم ثم قال ادعوا لی بنی اخی فجئ بنا کانا افرخ فقال ادعوا لی الحلاق فامرہ فحلق رؤسنا رواہ ابو داؤد والنسائی۔ یعنی عبد اللہ بن جعفر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جعفر رض کے اہل وعیال کو تین دن مہلت دی۔ پھر آپ اُن کے پاس آئے اور فرمایا کہ میرے بھائی پر آج کے روز کے بعد نہ رونا پھر فرمایا کہ میرے بھتیجون کو بلاؤ پھر ہم لوگ حاضر کئے گئے گویا کہ ہم لوگ چوزے تھے تو آپ نے فرمایا کہ حلاق کو بلاؤ پھر اس کو آپ نے حکم کیا تو اس نے ہمارے سرون کو مونڈ دیا۔ ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ سر صاف منڈانا جائز ہے۔ اور جو شخص سر منڈانے والے کو کافر کہے اور سر منڈانیوالون کو قتل کرنیکو کہے وہ جاہل ہے شاید اُس کو اُس حدیث سے دھوکا ہوا ہے جس مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ خارجیون کی علامت سر منڈانا ہے سو اسکو معلوم کرنا چاہیئے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس فرمانے سے سر منڈانے کی حرمت اور سر منڈانے والے کا کافر اور مباح الدم ہونا نہین ثابت ہوتا۔ اس واسطے کہ علامت کبھی حلال ہوتی ہے اور کبھی حرام۔ دیکھو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اسی حدیث مین خارجیون کی ایک علامت یہ بھی بیان کی ہے کہ "ان مین ایک کالا شخص ہوگا جس کا ایک بازو عورت کے پستان کے مثل ہوگا" کیا یہ علامت بھی حرام ہے ہرگز نہین بلکہ بلاشبہ یہ علامت حرام نہین ہے۔ حاشیہ نسائی مین ہے۔ استدل بہ بعضہم علے کراہیۃ التحلیق ولا دلالۃ فیہ فان العلامۃ قد تکون بحرام وقد تکون بحلال انتہے۔ پس جو شخص سر منڈے کو کافر کہے تو اگر خطا کہتا ہے تو اسپر توبہ لازم ہے اور اگر نفسانیت سے کہتا ہے تو اسپر خود کفر کا خوف ہے واللہ اعلم بالصواب حررہ عبد الحق ملتانی عفی عنہ +

سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ عصا چوبی دستی جو اکثر عالمون کے پاس ہوتا ہے اس مین پھل آہنی کس قدر طول مین ہونا چاہیئے - اور ایک عالم کے واسطے کتنے عصا رکھنے کا حکم ہے از روے احادیث معتبرہ و مستندہ بیان فرمائین بینوا توجروا +

الجواب - واضح ہو کہ عصا مین جو پھل آہنی لگاتے ہین اس کا بیان کہین حدیث شریف مین نہین آیا اور نہ کہین حدیث مین یہ آیا کہ عالم کو اس قدر عصا رکھنا چاہیئے - نجاشی بادشاہ حبشہ نے ایک لکڑی کہ جس کو عنزہ کہتے تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو تحفہ دی تھی اس مین لوہے کا پھل لگا ہوا تھا اور وہ لکڑی نیزہ سے چھوٹی تھی - مگر اس کے پھل کا کوئی حال مذکور نہین ہے کہ کس قدر طول مین تھا - واللہ اعلم بالصواب حررہ السید عبد الحفیظ عفی عنہ +

سید محمد نذیر حسین

ہوالموفق - عصا رکھنا ہر ایک شخص کیلئے مستحب و مسنون ہے اس مین عالم کی خصوصیت نہین ہے - چھڑی اور عصا ساتھ رکھنے مین بہت سے فائدے ہین اللہ تعالے نے جب موسی علیہ السلام سے پوچھا کہ وما تلک بیمینک یا موسے یعنی اے موسی تمہارے ہاتھ مین یہ کیا چیز ہے تو موسے علیہ السلام نے کہا ہی عصای اتوکأ علیہا واہش بہا علی غنمی ولی فیہا مارب اخری - یعنی یہ میرا عصا ہے اس پر مین ٹیک لگاتا ہون اور اس سے اپنی بکری کے لئے پتے جھاڑتا ہون اور اس مین میرے اور بہت سے فائدے ہین - اور ایک شخص کیلئے ایک عصا کافی ہے اور اگر ایک سے زائد بھی ہو تو کچھ مضائقہ نہین زاد المعاد صفحہ ۳۴ جلد ا مین ہے وکان لہ (ای للنبی صلے اللہ علیہ وسلم) فسطاط یسمی الکن ومحجن قدر ذراع او اطول یمشی ویرکب بہ ویعلقہ بین یدیہ علے بعیرہ ومخصرۃ تسمی العرجون وقضیب من الشوحط یسمی الممشوق قیل وہو الذی تداولہ الخلفاء انتہے - کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ +

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ امام جامع مسجد جو نماز جمعہ کی پڑھاوے وہ عمامہ باندھے یا نہین - اور اس کے پیچھے مقتدی دستار و عمامہ باندھین یا نہین - اور یہ دربار شاہی ہے یعنی دربار شہنشاہ احکم الحاکمین کا ہے - پس از روے احادیث کیا حکم ہے بینوا توجروا +

الجواب - امام اور مقتدی دونون کو عمامہ باندھ کر نماز پڑھنا جائز ہے جمعہ کی نماز ہو یا کوئی اور نماز - رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم عمامہ باندھ کر نماز پڑھتے تھے - اور عمامہ باندھنا دربار شاہی کے منافی نہین ہے بلکہ اسی شہنشاہ احکم الحاکمین نے اپنے دربار مین حاضر ہونے کی نسبت یہ حکم کیا ہے کہ خذوا زینتکم عند کل مسجد یعنی تم لوگ ہر نماز کے وقت اپنے

لے لیا کرو یعنے اپنے کپڑے پہن کر نماز پڑھا کرو۔ اور کپڑے مین عمامہ بھی داخل ہے کیونکہ عمامہ ایک مسنون کپڑا ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرق ما بیننا وبین المشرکین العمائم علی القلانس رواہ الترمذی وابوداؤد۔ یعنے ہمارے اور مشرکین کے درمیان یہ فرق ہے کہ ہمارے عمامون کے نیچے ٹوپیان ہوتی ہین واللہ تعالے اعلم۔ حررہ احمد اعظم گڈھی +

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ بخدمت علمائے فضیلت شعار گذارش ہے کہ جواب مسئلہ ہذا سے ممتاز فرماوین (۱) اگر کوئی شخص بلا دریافت حال ایسے شخص سے مرید ہو جاوے کہ اس شخص کے ہان شرک و بدعت علانیہ ہوتی ہو اور خلاف شریعت جلسے ہوا کرتے ہون تو بعد معلوم ہونے حالات مندرجہ بالا کے اس مرشد سے قطع تعلق کرنا چاہیئے یا اپنا وہی سلسلہ آمد و رفت رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ طبیعت کو خلاف شریعت کرنا یا دوسرون کو کرتے ہوئے دیکھنا بہت برا معلوم ہوتا ہے اگر اس حالت مین مرشد سے بالکل قطع تعلق کر دیا جاوے اور آمد و رفت کا سلسلہ بند کر دیا جاوے تو وہ شخص قابل مواخذہ ہے یا نہین براہ کرم جواب باصواب سے اس عاصی کو سرفراز فرماوین (۲) برہنہ سر ہو کر نماز پڑھنا درست ہے یا نہین جیسا کہ آج کل کے فقیر بوجہ ریا کے ننگے سر نماز پڑھا کرتے ہین (۳) مسواک اگر گھستے گھستے بالکل چھوٹی ہو جاوے اور قابل گرفت نہ رہے تو اس کو کیا کرنا چاہیئے اکثر لوگ کہا کرتے ہین کہ اس کو زمین مین گاڑ دینا چاہیئے۔ قیامت کے دن اس کا سایہ اس شخص پر ہوگا یہ مسئلہ سچ ہے یا مصنوعی ہے بینوا توجروا +

الجواب۔ اس صورت مین اس مرشد سے قطع تعلق کرنا اور آمد و رفت کا سلسلہ بند کرنا نہایت ضروری اور لازم ہے کیونکہ وہ مرشد نہین ہے بلکہ مضل ہے اور لوگون کو مشرک اور بدعتی بنانے والا ہے۔ جو شخص ایسے مرشد سے قطع تعلق نہین کرے گا اور آمد و رفت کا سلسلہ بند نہ کرے گا اور اس کا مرید بنا رہیگا تو اسپر نہایت سخت مواخذہ ہوگا۔ ایسے شخص کی تابعداری شرعًا ہرگز جائز و درست نہین جیسا کہ مشکوۃ شریف مین ہے۔ عن ابن عمر رض قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم السمع والطاعۃ علے المرء المسلم فیما احب وکرہ ما لم یومر بمعصیۃ فاذا امر بمعصیۃ فلا سمع ولا طاعۃ متفق علیہ وعن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا طاعۃ فی معصیۃ انما الطاعۃ فی المعروف متفق علیہ وعن النواس ابن سمعان قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق رواہ فی شرح السنۃ۔ سب لوگون پر خاص کر علمائے حقانی پر لازم و ضرور ہے کہ ایسے مرشد سے

عوام الناس کو ہاتھ سے روکیں اگر ہاتھ سے نہ روک سکیں تو زبان سے روکیں اگر زبان سے نہ روک سکیں تو دل میں بیزار و ناخوش ہو جیسا کہ مسلم شریف میں ہے۔ عن ابی سعید الخدری عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من رأی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان (۲) برہنہ سر نماز بوجہ ریا کے درست نہیں کیونکہ ریا شرک اصغر ہے ہاں اگر بلا ریا کے برہنہ سر نماز پڑھے تو جائز ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے۔ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا یصلی احدکم فی الثوب الواحد لیس علی عاتقہ شئے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں سر ڈھانکنا ضروری نہیں ہے ہاں یہ ایک امر مسنون ہے اگر کرے تو اولی ہے نہ کرے تو عقاب نہیں اللہ پاک نے فرمایا ہے خذوا زینتکم عند کل مسجد اس آیت سے ثابت ہوا کہ ٹوپی عمامہ سے نماز پڑھنا اولے ہے کیونکہ ٹوپی و عمامہ زینت میں داخل ہے۔ علمائے حنفیہ لکھتے ہیں کہ اگر عمامہ ہوتے ہوئے ننگے سر نماز پڑھے تکاہل یا تہاون کی وجہ سے تو مکروہ ہے اور اگر عاجزی اور خشوع کیوجہ سے ننگے سر پڑھے تو کوئی مضائقہ نہیں بلکہ اچھا ہے فتاوے عالمگیریہ میں ہے۔ یکرہ الصلوۃ حاسرا راسہ اذا کان یجد العمامۃ وقد فعل ذلک تکاسلا او تہاونا ولا باس بہ اذا فعلہ تذللا وخشوعا بل ہو حسن کذا فی الذخیرۃ (۳) یہ مسئلہ مصنوعی ہے کسی دلیل شرعی سے ثابت نہیں واللہ تعالے اعلم بالصواب حررہ حمید الرحمن عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ ملک بنگالہ کے بعض بعض اضلاع میں ایسے لوگ ہیں کہ جن کو تمام دن اپنے اپنے کھیتوں میں رہنے کا اتفاق پڑتا ہے اور گرد و غبار کے سبب سے ان کے لمبے لمبے بالوں کو بہت تکلیف پہنچتی ہے اور وہ لوگ بہ سبب عدم فرصت و غربت کے ہمیشہ ان بالوں کو صاف نہیں کر سکتے ہیں اور بعض بعض ایام میں ان کے کھیتوں میں تین چار ہاتھ پانی رہتا ہے۔ اور کھیت کاٹنے کا وقت بھی آجاتا ہے۔ اس صورت میں وہ لوگ غوطہ مار مار کر کھیت کو کاٹتے ہیں اس وجہ سے بھی ان کے بالوں کو بہت تکلیف پہنچتی ہے۔ ان صورتوں میں بالوں کا کترواتا یا منڈواتا جائز ہے یا نہیں۔ ان دیار کے بعض بعض علما بال کتروانے اور منڈوانے کو منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم سوائے حج کے سر کے بال کا منڈوانا ثابت نہیں ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے باوجود دشمن جاننے کے بھی بالوں کو نہیں منڈوایا ہے کتروایا ہے اور جو شخص بال منڈواتا ہے یا کترواتا ہے تو اس کو جماعت سے خارج کرتے ہیں یعنی سلام کلام و دیگر معاملات سے اسکو روکتے ہیں اور کفارہ لیتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ کفارہ لینا کیسا ہے اور کفارہ لینے والا کیسا ہے

بینوا توجروا

الجواب۔ سر کے بال منڈانا یا کتروانا ضرورت کے وقت بلا شک وشبہ درست ہے کعب ابن عجرہ رضی اللہ عنہ کے سر کے بال مین بحالت احرام اس کثرت سے جوئین پڑ گئی تھین کہ انکے منہ پر گری اور جھڑی پڑتی تھین اس وجہ سے ان کو بہت تکلیف تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ تکلیف دیکھ کر ان کو سر منڈانے کا حکم فرمایا۔ حالانکہ وہ حالت احرام مین تھے اور حالت احرام مین بال منڈانا منع ہے مگر آپ نے احرام کا خیال نہین فرمایا بلکہ ان کی تکلیف ومضرت کا خیال فرمایا۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بنی جعفر کے بال کو منڈوایا ہے اس وجہ سے کہ ان کے سرون مین جوئین پڑ گئی تھین کما فی زاد المعاد۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اس خیال سے کہ غسل جنابت مین کوئی بال خشک نہ رہجائے اپنے بالون کو منڈوایا کرتے تھے صحیحین مین ہے۔ عن کعب بن عجرۃ رضی اللہ عنہ قال حملت الی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم والقمل یتناثر علی وجہی فقال ما کنت اری الوجع بلغ بک ما اری وفی روایۃ فامرہ ان یحلق راسہ وان یطعم فرقا بین ستۃ او یہدی شاۃ او یصوم ثلثۃ ایام کذا فی زاد المعاد۔ ابن ماجہ مین ہے عن علی بن ابی طالب عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال من ترک شعرۃ من جسدہ من جنابۃ لم یغسلہا فعل بہ کذا وکذا من النار قال علی فمن ثم عادیت راسی وکان یجزہ۔ وفی تلخیص الحبیر وعن علی مرفوعا من ترک موضع شعرۃ من جنابۃ لم یغسلہا فعل بہ کذا وکذا الحدیث اسنادہ صحیح فانہ من روایۃ عطاء بن السائب وقد سمع منہ حماد قبل اختلاط انتہی۔ ان حدیثون سے ثابت ہوا کہ سوائے حج کے بالون کا منڈوانا یا کتروانا ضرورت کے وقت جائز ہے بلکہ جیسے عدم ضرورت ومضرت کے وقت بالون کا رکھنا سنت ہے اسی طرح وقت ضرورت ومضرت کے منڈوانا یا کتروانا سنت ہے۔ پس صورت مسئولہ مین بالون کا منڈوانا یا کتروانا بلا شبہ جائز ودرست ہے بلکہ سنت ہے۔ بعض علما کا یہ کہنا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سوا سر حج کے سر کے بال نہین منڈوائے صحیح ہے اور ہم بھی کہتے ہین کہ بالون کا رکھنا سنت ہے۔ جیسے بالون رکھنا سنت ہے اسی طرح بالون کی خدمت کرنا اور ان کو صاف رکھنا اور ان مین تیل ڈالنا اور کنگھی کرنا بھی سنت ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمیشہ بالونکو صاف رکھتے اور کثرت سے تیل لگاتے تھے اور کنگھی کرتے تھے۔ زاد المعاد مین ہے۔ قال حماد بن سلمۃ عن سماک بن حرب قیل لجابر بن سمرۃ اکان فی راس النبی صلے اللہ علیہ وسلم شیب قال لم یکن فی راسہ شیبا الا شعرات فی مفرق راسہ اذا ادہن واراہن الدہن قال انس وکان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یکثر دہن راسہ ولحیتہ ویکثر القناع کان ثوبہ ثوب زیات وکان یحب الترجل وکان یرجل نفسہ تارۃ وترجلہ عائشۃ تارۃ انتہی۔ اور ان بیجا کے

دیہاتیون سے یہ سب باتین ہو نہین سکتین اور بالون کے سبب سے ان کو تکلیف پہنچتی ہے
اس لئے ان لوگون کو چاہیئے کہ اپنی تکلیف کو دور کرین۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے
اگرچہ بالون کو نہین منڈایا ہے اس وجہ سے کہ آپ کو ضرورت منڈانے کی نہین تھی لیکن
دوسرون کی تکلیف دیکھ کر منڈانے کا حکم دیا ہے۔ اور حضرت علی نے سر نہین منڈایا
ہے مگر انہون نے بالون کو کتروایا تو ضرور ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ اور بعض علما کا مفرت
اور تکلیف کے وقت بالون کے منڈانے یا کتروانے سے منع کرنا اور اس پر جماعت سے
خارج کرنا اور کفارہ لینا ان سب باتون کی کوئی دلیل نہین ہے ان باتون سے ان کو باز
آنا چاہیئے اگر باز نہین آوین گے تو ضرور گنہ گار ہونگے۔ لوگون کو چاہیئے کہ ایسے
عالمون کی باتون کو ہرگز نہ مانین اور اپنی تکلیف کو دور کرین۔ چاہے منڈوا کر یا کتروا کر فقط
واللہ اعلم بالصواب حررہ عین الدین مٹیابرجی +

سر کے بالون کا رکھنا بلا شبہ سنت ہے مگر بلا ضرورت بھی اگر کوئی سر منڈائے
یا ترشوائے تو جائز ہے اور جو لوگ سر منڈانے کو ناجائز بتاتے ہین ان کے پاس کوئی
ثبوت نہین ہے اور جو ثبوت پیش کرتے ہین اس سے عدم جواز نہین نکلتا ہے امام نووی
شرح صحیح مسلم صفحہ ۳۴۲ جلد ۱ مین لکھتے ہین کہ" بعض لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم کے اس قول سے کہ" خارجیون کی علامت سر منڈانا ہے۔" سر منڈانے کے
کروہ ہونے پر دلیل لاتے ہین۔ حالانکہ یہ قول اسپر دلیل نہین ہو سکتا ہے کیونکہ علامت کبھی
حرام ہوتی ہے اور کبھی مباح۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خارجیون کی یہ بھی ایک
علامت بیان کی کہ" ان مین ایک کالا شخص ہوگا۔ جس کا ایک بازو عورت کے پستان کے
مثل ہوگا۔" ظاہر ہے کہ یہ علامت حرام نہین ہے۔ اور ابو داؤد مین ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لڑکے کو دیکھا جس کا کچھ سر منڈا ہوا تھا۔ پس آپ نے فرمایا
اس کا کل سر مونڈو یا کل چھوڑ دو۔ اس حدیث کی سند بخاری اور مسلم کی شرط پر ہے
یہ حدیث سر منڈانے کے جائز ہونے پر صریح دلیل ہے جس مین کسی تاویل کی گنجائش
نہین۔ ہمارے اصحاب نے (یعنی علمائے شافعیہ نے) کہا کہ ہر حال مین سر منڈانا
جائز ہے۔ لیکن اگر کسی شخص پر بالون کی خدمت ان مین تیل ڈالنا۔ کنگھی کرنا صاف رکھنا
شاق ہو تو ایسے شخص کو سر منڈانا مستحب ہے۔ اور اگر شاق نہ ہو تو بال رکھنا مستحب
ہے انتہے کلام النووی مترجما واللہ تعالے اعلم بالصواب کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

سوال - سیاہ خضاب کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب - سیاہ خضاب کرنا درست وجائز نہین ہے - جیسا کہ حدیث ابو داؤد وغیرہ سے واضح ہوتا ہے - واللہ اعلم بالصواب - حررہ السید محمد نذیر حسین

سید محمد نذیر حسین

ہوالموفق - فی الواقع سیاہ خضاب کرنا درست وجائز نہین ہے صحیح مسلم مین جابر بن عبداللہ رض سے روایت ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے باپ ابو قحافہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر کیے گئے اور ان کا سر (بوجہ بالکل سفید ہوجانے بالون کے) گویا ثغامہ تھا - (ثغامہ ایک گھاس ہے جسکے پھول اور پھل سفید ہوتے ہین) پس رسول صلعم نے فرمایا اذھبوا بہ الی بعض نسائہ فلتغیرہ بشئ وجنبوہ السواد یعنی ان کو لیجاؤ ان کی بعض عورتون کے پاس کہ ان کے بالون کو کسی چیز سے متغیر کردین اور سیاہ رنگ سے ان کو بچانا یعنے سیاہ خضاب سے ان کو بچانا اور سرخ یا زرد یا کسی اور رنگ کا خضاب کرنا - طبری اور ابن ابی عاصم نے اس حدیث مین اس قدر زیادہ روایت کیا ہے کہ لوگ ابو قحافہ کو لیگئے اور ان کے بالون مین سرخ خضاب کیا - صحیح مسلم کی اس حدیث سے سیاہ خضاب کا نادرست ہونا صاف ظاہر ہے - سنن ابوداؤد مین ابن عباس رض سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے یکون قوم یخضبون فی آخر الزمان بالسواد کحواصل الحمام لایریحون رائحۃ الجنۃ - یعنی آخر زمانہ مین ایک ایسی قوم ہوگی جو سیاہ خضاب کرے گی جیسے کبوتر کے سینے سیاہ ہوتے ہین سو وہ قوم جنت کی بو نہ پاوے گی - ابن حبان نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے - اور حافظ ابن حجر نے کہا کہ اس کی سند قوی ہے - ابو داؤد کی اس حدیث سے بھی سیاہ خضاب کا نادرست اور ممنوع ہونا بخوبی ظاہر ہے - طبرانی اور ابن ابی عاصم نے ابوالدرداء رض سے مرفوعاً روایت کیا ہے من خضب بالسواد سود اللہ وجہہ یوم القیمۃ یعنی جو شخص سیاہ خضاب کریگا - اللہ تعالے قیامت کے دن اسکا منہ سیاہی سے کالا کرے گا - یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے مگر اوپر کی حدیث سے اس کی تقویت ہوتی ہے - طبرانی اور ابن ابی عاصم کی اس حدیث سے بھی سیاہ خضاب کا نادرست اور ممنوع ہونا صاف ظاہر ہے -

فتح الباری صفحہ ۲۸۵ پارہ ۲۴ مین ہے - (ای فی صبغ شعر اللحیۃ والراس) مقید بغیر السواد لما اخرجہ مسلم من حدیث جابر انہ صلے اللہ علیہ وسلم قال غیروہ وجنبوہ السواد ولابی داؤد وصححہ ابن حبان من حدیث ابن عباس مرفوعاً یکون قوم فی آخر الزمان یخضبون کحواصل الحمام

محمد حسن ... (margin, illegible)

لایجدون ریح الجنۃ واسنادہ قوی الا انہ اختلف فی رفعہ ووقفہ وعلی تقدیر ترجیح وقفہ فمثلہ لایقال بالرائی فحکمہ الرفع ولہذا اختار النووی ان الصبغ بالسواد یکرہ کراہیۃ تحریم انتہے اور فتح الباری صفحہ ۴۹۹ پارہ ۲۴ مین ہے - وقد اخرج الطبرانی وابن ابی عاصم من حدیث ابی الدرداء رفعہ من خضب بالسواد سود اللہ وجہہ یوم القیمۃ وسندہ لین انتہے - اگر کوئی کہے کہ ابن ماجہ مین ایک حدیث آئی ہے جس مین سے ثابت ہوتا ہے کہ سیاہ خضاب کرنا درست ہے اور وہ حدیث یہ ہے - عن صہیب الخیر قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان احسن ما اختضبتم بہ لہذا السواد ارغب لنسائکم فیکم واہیب لکم فی صدور عدوکم - یعنی صہیب خیر سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تمہارے تمام خضابون مین سیاہ خضاب زیادہ اچھا ہے اس سے تمہاری عورتون کو تمہاری طرف رغبت زیادہ ہوتی ہے تو جواب اس کا یہ ہے کہ ابن ماجہ کی یہ حدیث ضعیف ہے - اس کی سند مین دو راوی ضعیف ہین ایک دفاع بن دغفل اور دوسرا عبدالحمید بن صیفی دیکھو تقریب التہذیب - واللہ تعالے اعلم بالصواب - کتبہ محمد عبدالرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ

سوال - چہ می فرمایند علمائے دین رحمہم اللہ تعالے درین مسئلہ کہ جامہ وعمامہ یا نہالی کشیدہ و چکن کہ کار نقرہ وغیرہ مثل کالابتی یا ابریشم در متن داشتہ باشد وگل بوٹہ ابریشم یا نقرہ بر آن دوختہ باشد - عمامہ وقمیص آن کردن نزد فقہائے حنفیہ رح جائز است یا نے بینوا توجروا +

الجواب - پارچہ پنبہ کہ بر و نقش ونگار از ریشم و یا نقرہ و ذہب باشد پوشیدن آن جامہ نزد امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ جائز است - لان الاستعمال بقصد الجزء الذی یلاقیہ العضو وماسواہ تبع لہ فی الاستعمال فلا یکرہ کالجبۃ المکفوفۃ بالحریر والعلم فی الثوب ومسمار الذہب فی فص الخاتم وکالعمامۃ المعلمۃ بالذہب ۱۲ طحطاوی من التبیین ولا یکرہ لبس ثیاب کتب علیہا بالفضۃ والذہب وکذلک استعمال کل مموہ لانہ اذا ذوب لم یخلص منہ شئے کذا فی الینابیع واللہ الہادی الے سبیل الرشاد +

فقیر احمد سعید احمدی	سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ نماز عمامہ کے ساتھ بغیر عمامہ کی نماز سے یعنی ساتھ ٹوپی کے نماز سے مزیت وفضیلت رکھتی ہے پچیس نماز و ستر نماز و ستر درجہ کرکے آیا از روئے حدیث صحیح ثابت ہے یا نہین اور حدیث

صلوٰۃ تطوع او فریضۃ بعمامۃ تعدل خمسا وعشرین صلوٰۃ بلاعمامۃ وجمعۃ بعمامۃ تعدل سبعین جمعۃ بلا عمامۃ - یہ روایت ضعیف ہے یا صحیح یا موضوع - اور جامع رموز میں ہے - ینبغی ان یصلی مع العمامۃ فی الحدیث الصلوٰۃ مع العمامۃ خیر من سبعین صلوٰۃ من غیر عمامۃ - یہ حدیث صحیح ہے یا ضعیف یا موضوع و یا باعتبار حدیث صحیح کے ثواب نفس نماز کا ساتھ عمامہ و بے عمامہ کے متساوی و برابر ہے - پس عمامہ سے نفس نماز میں ازدیاد ثواب و انتقاص ہوتا ہے یا نہیں یعنی کمی و بیشی نفس ثواب نماز میں عمامہ کو مداخلت ہے یا نہیں جو شخص اصرار کرے فضیلت نماز عمامہ کو بلاعمامہ سے ستر رکعت و ستر درجہ و ستر نماز کر کے وعظ اور غیر وعظ میں ور رسالہ تصنیف کر کے اشاعت دیوے حدیث موضوع کو صحیح سمجھے و سمجھاوے - لوگون کو اور ہٹ کرے اس پر باوجود اطلاع دینے و پانے موضوعیت کے اور کتب معتبرہ و مستندہ محدثین سے حوالہ نہ تسلیم کرے و سخن پروری کرے اور روایت رسالہ غیر معتبرہ و روایت فقہیہ غیر مستندہ کو سند گردانے و سند میں پیش کرے از روئے شرع شریف ایسا شخص آثم ہوگا یا نہیں و قابل الزام شرعی ہوگا یا نہیں - بینوا بالسنۃ توجروا یوم الساعۃ یوم یقوم الناس لرب العالمین +

الجواب - ہو المصوب والملہم للحق والصواب احادیث صحیحہ کے رو سے عمامہ والی نماز کو بے عمامہ والی نماز سے کچھ فضیلت و مزیت پچیس نماز و ستر نماز و ستر درجہ کی ثابت نہیں ہے اور حدیث صلوٰۃ تطوع او فریضۃ بعمامۃ تعدل خمسا وعشرین صلوٰۃ بلاعمامۃ وجمعۃ بعمامۃ تعدل سبعین جمعۃ بلاعمامۃ موضوع و باطل ہے - چنانچہ ملا علی قاری حنفی ہروی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ المصنوع فی الحدیث الموضوع میں فرماتے ہیں - حدیث صلوٰۃ بخاتم تعدل سبعین صلوٰۃ بغیر خاتم موضوع کما قالہ العسقلانی وکذا صلوٰۃ بعمامۃ تعدل خمسا وعشرین صلوٰۃ بلاعمامۃ وجمعۃ بعمامۃ تعدل سبعین جمعۃ بلاعمامۃ والصلوٰۃ فی العمامۃ بعشرۃ الاف حسنۃ قال المتوفی فذلک کلہ باطل انتہے - یعنے یہ حدیث کہ ایک نماز انگوٹھی کے ساتھ برابر ہوتی ہے ستر نماز بغیر انگوٹھی کے موضوع ہے - یعنی بنی گڑھی ہوئی بات ہے جیسا کہ کہا عسقلانی نے اس کو اور ایسا ہی موضوع ہے یہ حدیث کہ ایک نماز عمامہ کے ساتھ برابر ہوتی ہے پچیس نماز بلاعمامہ کے - اور ایک جمعہ عمامہ کے ساتھ برابر ہوتا ہے ستر جمعہ بلاعمامہ کے - اور نماز باعمامہ میں دس ہزار نیکیاں ہیں - کہا متوفی نے یہ کل حدیثیں باطل ہیں اور قاضی شوکانی اپنی کتاب الفوائد المجموعۃ فی بیان الاحادیث الموضوعۃ صفحہ ۴۸ میں فرماتے ہیں حدیث صلوٰۃ بعمامۃ تعدل بخمس وعشرین جمعۃ وجمعۃ بعمامۃ تعدل سبعین جمعۃ ذکرہ فی المقاصد

وقال موضوع حدیث العمائم تیجان العرب والاحتباء حیطانہا وجلوس المومنین فی المسجد رباط قال فی المقاصد ضعیف واخرج البیہقی معناہ من قول الزہری حدیث علیکم بالعمائم فانہا سیما الملائکۃ فارخوہا خلف ظہورکم اخرجہ ابن عدی والبیہقی فی الخلاصۃ موضوع وقال فی اللآلی لایصح وقال لہ طریق آخر عن ابن عباس اخرجہ الحاکم فی المستدرک وقد اخرج ابو داؤد من حدیث رکانۃ فرق ما بیننا وبین المشرکین العمائم علی القلانس واخرج البیہقی من مرسل خالد بن معدان ان النبی صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم قال اعتموا خالفوا الامم قبلکم قول ابن عمر یا بنی احب العمامۃ یا بنی اعتم تجل وتکرم وتوقر ولا یراک الشیطان الاولی ہاربا سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول ان الصلوۃ بعمامۃ وجمعۃ بعمامۃ تعدل سبعین جمعۃ بغیر عمامۃ ان الملائکۃ تشہدون الجمعۃ متعممین ولا یزالون یصلون علی اصحاب العمائم حتی تغرب الشمس قال ابن حجر موضوع حدیث صلوۃ علی کور العمامۃ یعدل ثوابہا عند اللہ غزوۃ فی سبیل اللہ ہو موضوع حدیث الصلوۃ فی العمامۃ عشرۃ الاف فی اسنادہ مبہم وقال فی المقاصد موضوع انتہے۔ اور جامع الرموز کتب غیر معتبرہ سے ہے۔ پس کیا اعتبار اس کی روایت بے سند کا جیساکہ صاحب کشف الظنون نے لکھا ہے۔ والمولی شمس الدین محمد الخراسانی القہستانی نزیل بخارا د رجع الفتوے بہا وجمیع ما وراء النہر المتوفی سنۃ اثنین وستین وسبع مائۃ وہو اعظم الشروح نفعا وادقہا اشارۃ ورمزا کثیر النفع عظیم الوقع سماہ جامع الرموز فرغ من تالیفہ سنۃ احدی واربعین وتسع مائۃ وقیل انہ مات فی حدود سنۃ خمسین وتسع مائۃ ببخارا وقال المولے عصام الدین فی حق القہستانی انہ لم یکن من تلامذۃ شیخ الاسلام الہروی لا من اعالیہم ولا من ادانیہم وانما کان دلال الکتب فی زمانہ ولا کان یعرف الفقہ ولا غیرہ بین اقرانہ ویؤیدہ انہ یجمع فی شرحہ ہذا بین الغث والسمین والصحیح والضعیف من غیر تحقیق وتدقیق فہو کحاطب اللیل جامع بین الرطب والیابس فی اللیل وہو مصنف القوارض فی ذم الروافض انتہے۔ اور حضرت استاذنا مولوی ابو الحسنات محمد عبد الحی لکھنوی فرنگی محلی غفر اللہ لہ ونور مرقدہ اپنی کتاب النافع الکبیر لمن یطالع الجامع الصغیر میں فرماتے ہیں ومنہا عدم الاطلاع علی حال مؤلفہ ہل کان فقیہا معتمدا ام کان جامعا بین الغث والسمین وان عرف رسمہ واشتہر اسمہ کجامع الرموز للقہستانی فانہ وان تداولہ الناس لکنہ لما لم یعرف حالہ انزلہ من درجۃ الکتب المعتبرۃ الی خیر الکتب الغیر المعتبرۃ انتہے۔ قال ابن عابدین فی رد المحتار وفی شرح الاشباہ لشیخنا المحقق ہبۃ اللہ البعلی قال شیخنا العلامۃ صالح الجینینی انہ لا یجوز الافتاء من الکتب المختصرۃ کالنہر وشرح الکنز للعینی والدر المختار شرح تنویر الابصار او لعدم الاطلاع علی حال مولفیہا کشرح الکنز لملا مسکین وشرح النقایۃ للقہستانی انتہے۔ اور عمامہ وکلاہ ہر دو مسنون سنت زوائد سے ہیں جو من قبیل عادات نبی علیہ السلام سے ہیں نہ من قبیل سنت

ہدی سے ہیں کما فی شرح الوقایۃ فان کانت المواظبۃ المذکورۃ علی سبیل العبادۃ فسنن الہدی وان کانت
علی سبیل العادۃ فسنن الزوائد کلبس الثیاب انتہی۔ وفی المنار وشرحہ نور الانوار لملا جیون وہی
نوعان ای مطلق السنۃ سنۃ الہدی کالجماعۃ والاذان والاقامۃ والثانی الزوائد کسیر النبی علیہ السلام
فی لباسہ الی قولہ ولبس عمامۃ سوداء وحمراء انتہی ملخصا وفی التوضیح من کتب اصول الفقہ
والسنۃ نوعان سنۃ الہدی وترکہا یوجب اساءۃ وکراہۃ کالجماعۃ والاذان والاقامۃ ونحوہا وسنۃ
الزوائد وترکہا لایوجب ذلک کسنن النبی علیہ السلام فی لباسہ وقیامہ وقعودہ انتہی۔ پس مسنونیت
دونوں امر کے ثابت ہیں صاحب قاموس وسفر السعادت یعنی مجد الدین فیروز آبادی اپنی کتاب
سفر السعادت میں فرماتے ہیں گاہ عمامہ مع کلاہ می پوشید وگاہ کلاہ بے عمامہ انتہی۔ اور نقص
ثواب نماز میں کرتی مدافعت عمامہ وکلاہ کو ازدیاد وانتقاص ثواب نماز میں از روے حدیث
صحیح ثابت نہیں بلکہ ایک کپڑے میں نبی علیہ السلام نے نماز پڑھی ہے جیسا کہ روایت جامع ترمذی
میں منقول ہے۔ عن عمر بن ابی سلمۃ انہ رای رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فی بیت ام سلمۃ مشتملا
فی ثوب واحد انتہی۔ قال ابو عیسی حدیث عمر بن ابی سلمۃ حدیث حسن صحیح والعمل علی ہذا عند اکثر اہل
العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومن بعدہم من التابعین وغیرہم قالوا لا باس بالصلوۃ فی
الثوب الواحد وقال بعض اہل العلم یصلی الرجل فی ثوبین انتہی وفی صحیح مسلم عن ابی ہریرۃ ان سائلا
سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الصلوۃ فی الثوب الواحد فقال اولکلکم ثوبان انتہی۔
وفی صحیح مسلم ان ابا الزبیر المکی حدثہ انہ رای جابر بن عبد اللہ یصلی فی ثوب متوشحا بہ وعندہ ثیابہ
وقال جابر انہ رای رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصنع ذلک انتہی۔ وفی النووی شرح صحیح مسلم
واجمعوا علی ان الصلوۃ فی ثوبین افضل ومعنی الحدیث ان الثوبین لا یقدر علیہما کل واحد فلو وجبا
لعجز من لا یقدر علیہما عن الصلوۃ وفی ذلک حرج وقد قال اللہ تعالی ما جعل علیکم فی الدین من
حرج واما صلوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم والصحابۃ رضی اللہ عنہم فی ثوب واحد ففی وقت کان
مع وجودہ لبیان الجواز کما قال جابر رضی اللہ عنہ لیرانی الجہال والا فالثوبان افضل کما سبق انتہی
جبکہ جواز وافضلیت نماز ثوب واحد ودو ثوب کے بروے حدیث صحیح ثابت ومحقق ہے پس ایسی
روایت جس کو محدثین نے موضوعات مصنوعات شمار کیا ہے اس کے موافق کرکے فتوے دینا اور
مجلس وعظ میں ورسالہ میں اشاعت دینا بڑی جرات کرنا ومرتکب کبیرہ ہونا ہے نعوذ باللہ منہا
چنانچہ امام نووی شرح صحیح مسلم جلد اول صفحہ ۷ مطبوعہ نولکشور میں تحریر فرماتے ہیں یحرم روایۃ
روایت الحدیث الموضوع علی من عرف کونہ موضوعا او غلب علی ظنہ وضعہ فمن روی
حدیثا علم او ظن وضعہ ولم یبین حال وضعہ فہو داخل فی ہذا الوعید مندرج فی جملۃ الکاذبین علی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتہی۔ اور صحیح بخاری صفحہ ۲۱ میں سلمہ ابن الاکوع سے روایت ہے۔ کہا انہوں نے سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من یقل علی ما لم اقل فلیتبوء مقعدہ من النار انتہی۔ اور رواۃ اس روایت کے بکثرت ہیں بلکہ عشرہ مبشرہ بھی داخل ہیں اور شرح شرح نخبۃ الفکر میں ہے۔ واتفقوا علی تحریم روایۃ الموضوع من علم بحالہ البتۃ او غیرہ فی ای معنی کان من الاحکام والقصص والترغیب والترہیب وغیرہا الا مقرونا ببیان انہ ای بحدیث انہ موضوع انتہی۔ وفی شرح صحیح مسلم للنووی وقال الشیخ ابو محمد الجوینی والامام الحرمین ابو المعالی من ائمۃ اصحابنا یکفر بتعمد الکذب علیہ صلی اللہ علیہ وسلم حکی امام الحرمین عن والدہ ہذا المذہب وانہ کان یقول فی درسہ کثیرا من کذب علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمدا کفر واریق دمہ انتہی۔ اور مجمع البحار جلد سوم میں ہے۔ قال زید بن اسلم من عمل بخبر صح انہ موضوع فہو من خدم الشیطان انتہی۔ اور فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث میں ہے۔ وکیف کان الموضوع ای فی ای معنی کان من الاحکام او القصص او الفضائل او الترغیب او الترہیب او غیرہا لم یجز والخ وقیل ولذا قال الخطیب یجب علی المحدث ان لا یروی شیئا من الاخبار الموضوعۃ والاحادیث الباطلۃ الموضوعۃ فمن فعل ذلک باء بالاثم المبین ودخل فی جملۃ الکاذبین وکتب البخاری علی حدیث موضوع من حدث بہذا استوجب الضرب الشدید والحبس الطویل انتہی۔ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ رسالہ عجالہ نافعہ میں تحریر فرماتے ہیں منجملہ شناخت وضعیت حدیث علامت ہشتم آن است کہ افراط در وعید شدید بر گناہ صغیر یا افراط وعد عظیم بر فعل قلیل چنانچہ من صلی رکعتین فلہ سبعون الف دار فی کل دار سبعون الف بیت وفی کل بیت سبعون الف سریر وعلی کل سریر الف جاریۃ بلکہ احادیث این نسق را خواہ در ثواب باشد خواہ در عذاب موضوع باید شناخت انتہی۔ پس عمامہ کے ساتھ نماز پڑھنے میں دس ہزار نیکی کا حاصل ہونا اور اسی طرح ایک نماز عمامہ کے ساتھ پچیس نماز کے برابر ہونا اور ایک جمعہ باعمامہ ستر جمعہ کے برابر ہونا اور ایک نماز انگوٹھی کے ساتھ ستر نماز بغیر انگوٹھی کے برابر ہونا سراسر ثبوت علامت وضعیت ہے۔ علاوہ اس کے تصریح کی ہے ملا علی قاری نے اپنی کتاب موضوعات کبیر میں فرماتے ہیں۔ حدیث صلوۃ بخاتم تعدل سبعین صلوۃ بغیر خاتم موضوع کما قالہ العسقلانی وکذا صلوۃ بعمامۃ تعدل بخمس وعشرین صلوۃ وجمعۃ بعمامۃ تعدل سبعین جمعۃ والصلوۃ فی العمامۃ بعشرۃ الاف حسنۃ قال المنوفی فذلک کلہ باطل وقال السخاوی فی حدیث صلوۃ بخاتم تعدل بسبعین بغیر خاتم ہو موضوع کما قال شیخنا عن شیخہ وکذا ما اوردہ الدیلمی من حدیث ابن عمر مرفوعا صلوۃ بعمامۃ تعدل بخمس وعشرین وجمعۃ بعمامۃ تعدل سبعین جمعۃ ومن حدیث انس مرفوعا الصلوۃ فی العمامۃ بعشرۃ آلاف حسنۃ قلت روی ابن عمر نقلہ السیوطی عن ابن عساکر فی جامعہ الصغیر مع الرمز بانہ لم

يذكر فيه الموضوع ترجمہ۔ یہ حدیث کہ ایک نماز انگوٹھی کے ساتھ ستر نماز دن کے برابر ہے جو بغیر انگوٹھی کے پڑھی گئین ہون موضوع ہے یعنی بنائی ہوئی بات ہے جیساکہ عسقلانی نے کہا ہے اور ایسا ہی یہ حدیث موضوع ہے کہ ایک نماز پگڑی سے پچیس نماز دن کے برابر ہے اور ایک جمعہ پگڑی سے ستر جمعون کے برابر ہے اور ایک نماز پگڑی مین دس ہزار نیکی کے برابر ہے کہا منوفی نے یہ سب باطل ہین کہا سخاوی نے یہ حدیث کہ ایک نماز انگوٹھی سے ستر نماز دن کے برابر ہے جو بغیر انگوٹھی کے ہون موضوع ہے جیساکہ ہمارے شیخ نے اپنے شیخ سے نقل کیا ہے اور ایسا ہی موضوع ہے وہ حدیث جس کو دیلمی نے ابن عمر سے مرفوع روایت کیا ہے کہ ایک نماز پگڑی سے پچیس نماز دن کے برابر ہے اور ایک جمعہ پگڑی سے ستر جمعون کے برابر ہے اور ایک نماز پگڑی سے دس ہزار نیکی کے برابر ہے۔ مین کہتا ہون اس کو سیوطی نے جامع صغیر مین ابن عساکر سے اس نے ابن عمر سے نقل کیا ہے باوجودیکہ اس نے التزام کیا تھا کہ مین اس مین کوئی موضوع حدیث ذکر نہ کرونگا انتہے اور شمس الدین محمد بن عبد الرحمن السخاوی اپنی کتاب المقاصد الحسنة فی بیان کثیر من الاحادیث المشتهرة علی الالسنة مین فرماتے ہین۔ حدیث العمائم تیجان العرب الدیلمی من جهة ابی نعیم ثم من جهة ابن عباس مرفوعاً بزیادة والاحتباء حیطانها وجلوس المومن فی المسجد رباطه وهو کذلک عند القضاعی من حدیث علی مرفوعا ایضاً لکن قد اخرجه البیهقی عن الزهری من قوله ولفظه العمائم تیجان العرب والحبوة حیطان العرب والاضطجاع فی المسجد رباط المومنین وللدیلمی بلفظ الزحمة من حدیث ابن عباس ایضا بزیادة فاذا وضعوا عنهم وفی لفظ عنده العمائم وقار المومن وعز العرب فاذا وضعت العرب عمائمها وقد خلعت عزها وکذا للبیهقی بلفظ الرحمة بزیادة واعتموا تزدادوا حلما وفی الباب مما لیشبهه بلفظ اعتموا تزدادوا حلما والعمائم تیجان العرب سوی ماذکر وکله ضعیف ومنه للبیهقی فی الشعب عن ابن عباس مرفوعاً علیکم بالعمائم فانها سیما الملئکة فارخوها خلف ظهورکم وقد اشتطر لبعض الحفاظ ممن جمع فی العذبة وسدل العمامة بخصوصها لما استحضره من هذا المعنی وایضا هو عند الطبرانی ثم الدیلمی عن ابن عمر ومما لا یثبت ما اورده الدیلمی فی مسنده عن ابن عمر رفعه صلوة بعمامة تعدل بخمس وعشرین صلوة وجمعة بعمامة تعدل سبعین جمعة وفیه ان الملئکة یشهدون الجمعة معتمین ویصلون علی اهل العمائم حتی یغیب الشمس وفی لفظ عنه ایضا جمعة بعمامة افضل من سبعین جمعة بلا عمامة وعنه وعن ابی هریرة معا ان الله عزوجل ملئکة وقوف بباب المسجد یستغفرون لاصحاب العمائم البیض وعن جابر رکعتان بعمامة افضل من سبعین بغیرها وعن ابی الدرداء ان الله وملئکته یصلون علی اصحاب العمائم یوم الجمعة وعن علی العمامة حاجز بین المسلمین والمشرکین وعن رکانة فرق ما بیننا وبین المشرکین العمائم علی القلانس ذلبعضه اوهی من بعض انتهی کلامه۔ ایسا آدمی قابل الزام شرعی

ہوگا اور مرتکب کبیرہ۔ کما روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من حدث عنی بحدیث یری انہ کذب فہو احد الکاذبین رواہ مسلم فی صحیحہ عن سمرۃ بن جندب وعن المغیرۃ بن شعبۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذالک وفی مختصر الجرجانی ولایحل روایۃ الموضوع للعالم بحالہ فی ای معنی کان الا مقرونا ببیان الوضع انتہے واللہ اعلم بالصواب وعندہ ام الکتاب والیہ المرجع والماٰب اللہم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ و ارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ حررہ الراجی عبد ربہ المتین محمد امین الحسینی الحسنی تجاوز اللہ عن ذنبہ الخفی والمبین والدقیق والسمین +

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ مردون اور بچون کو چاندی کا زیور پہننا درست ہے یا نہین۔ (۲) طلاق بائن کس کو کہتے ہین +

الجواب۔ جو زیور عورتون کے ساتھ مخصوص ہین وہ مردون کے لئے حرام ہین۔ مردون کو ان زیورون کا پہننا جائز نہین مشکوۃ شریف صفحہ ۲۷۳ مین ہے۔ عن ابن عباس لعن اللہ المتشبہین بالنساء والمتشبہات من النساء بالرجال رواہ البخاری۔ ونیز اسی کتاب صفحہ ۳۷۵ مین ہے۔ عن ابی ہریرۃ قال لعن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الرجل یلبس لبسۃ المرأۃ والمرأۃ تلبس لبسۃ الرجل ابوداؤد اور جو چیز مردون کے لئے حرام ہے وہ لڑکون کے لئے بھی حرام ہے لہذا ان زیورون کا پہننا لڑکون کو بھی جائز نہین اور چاندی کا وہ زیور جو عورتون کے ساتھ مخصوص نہین ہے جیسے بٹن اور سیف ومنطقہ کا حلیہ سو مردون اور لڑکون کے لئے اس کے حرام وناجائز ہونیکی کوئی دلیل صحیح میری نظر سے نہین گذری ہے واللہ تعالے اعلم۔ (۲) طلاق بائن اس طلاق کو کہتے ہین جس کے بعد رجعت جائز نہ ہو اور طلاق بائن صرف تین صورتون مین ہوتی ہے ایک یہ کہ تین طلاقین تین طہر مین دی جائین پس تیسری طلاق کے بعد رجعت جائز نہین۔ دوسری یہ کہ قبل دخول کے طلاق دیجائے اس صورت مین بھی رجعت جائز نہین۔ تیسری یہ کہ عورت سے کچھ مال لیکر طلاق دیجائے جسکو خلع کہتے ہین اس صورت مین بھی رجعت جائز نہین۔ اور ہان یہ یاد رکھنا چاہئیے کہ ایک طلاق اور دو طلاق دخول کے بعد جس صورت سے دیجائے گی رجعی ہی ہوگی اگرچہ بقید بینونت دیجائے۔ یعنی مثلا یون کہا جائے کہ انت طالق طلقۃ بائنۃ یا انت طالق طلاقا بائنا یا انت بائن تب بھی طلاق رجعی ہی واقع ہوگی یہی مذہب ہے جمہور کا اور یہی حق ہے اور اسی طرح تین طلاقین اگر ایک جلسہ مین دی جائین تب بھی طلاق رجعی ہی واقع ہوگی یہی حق ہے دیکھو زاد المعاد جلد ثانی صفحہ ۲۱۴ و ۲۱۵ واللہ تعالے اعلم کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ

سید محمد نذیر حسین

مسئلہ۔ واضح ہو کہ عورتون کو چاہئے کہ درمیانہ آواز سے قرآن شریف پڑھا کرین نہ

لم یسمع النساء فوعظھن وامرہن بالصدقۃ فجعلت المرأۃ تلقی القرط والخاتم وبلال یاخذ طرف ثوبہ بخاری صفحہ ۲۰ - ترجمہ - تحقیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نکلے بلال کے ساتھ پس گمان کیا کہ تحقیق نہین سُنا عورتون نے پس وعظ کہا آپ نے ان عورتون کو اور حکم دیا ان کو صدقہ کا پس عورتین ڈالنے لگین بالیون اور انگوٹھیون کو اور لیا بلال نے دامن مین اپنے کپڑے کے - اور بخاری کے باب حسن المعاشرت مع الاہل مین یہ لفظ ہے فما ابو زرع اناس من حلی اذنی - ترجمہ - پس کیا خوب ابوزرع ہے اس نے زیور سے میرے دونون کان جھلائے اور ناک کا چھیدنا بھی بنظر حسن معاشرۃ و تزئین اسی بنا پر جائز ہوگا - البتہ رسم یا اور کسی وجہ سے جائز نہین ہے جیساکہ عوام لوگ سمجھتے ہین کہ نہ چھید وانے سے بدشگونی ہے - جواب سوال سوم یہ ہے کہ مخالفت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ہرطرح ناجائز ہے اور گنہ گار ہوگا جیساکہ قرآن شریف سے ظاہر ہے لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ - ترجمہ - البتہ تحقیق ہے واسطے تمہارے بیچ رسول خدا کے پیروی اچھی - فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم الخ - ترجمہ - پس قسم ہے پروردگار تیرے کی نہین ایمان لاوینگے یہانتک کہ بدین تجھ کو بیچ اس چیز کے کہ پڑے جھگڑا درمیان ان کے +

سید محمد نذیر حسین ۱۲۸۱

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ زیور سونے کا عورتون کو پہننا درست ہے یا نہین بعض لوگ کہتے ہین کہ حدیث مین منع آیا ہے -

الجواب - ارباب فطانت پر مخفی نہین کہ مباح ہونا زیور سونے اور چاندی کا عورتون کے حق مین چند آیات قرآن مجید سے دلالۃً واضح ہوتا ہے چنانچہ سورہ زخرف مین خدا تعالی فرماتا ہے اَوَمَنْ یُّنَشَّؤُا فِی الْحِلْیَۃِ وَھُوَ فِی الْخِصَامِ غَیْرُ مُبِیْنٍ + ترجمہ - آیا آن راکہ پرورده می شود در زیور واو در صفت خصومت ظاہر نمی گردد کذا فی فتح الرحمن لشاہ ولی اللہ المحدث الدہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور ایسا شخص کہ پلتا رہے گہنے مین اور جھگڑے مین بات نہ کہہ سکے - ترجمہ شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ اور تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ مین مذکور ہے - اَوَمَنْ یُّنَشَّؤُا یغذی ویربی فی الحلیۃ حلیۃ الذہب والفضۃ وھو فی الخصام فی الکلام غیر مبین غیر ثابت الحجۃ وہن النساء انتہی - قال الکیا فیہ دلیل علی اباحۃ الحلی للنساء واخرج ابن ابی حاتم عن ابی العالیۃ انہ سئل عن الذہب للنساء فلم یر بہ باسا وتلا ہذہ الآیۃ کذا فی تفسیر الاکلیل للشیخ جلال الدین السیوطی المسئلۃ الثالثۃ دلت الآیۃ علی ان الحلی مباح للنساء انتہی ما فی التفسیر الکبیر مختصرا - پس لفظ ینشؤ فی الحلیۃ سے مستفاد ہوا کہ حرص مفرط زینت زیور کی عورت کو جبلی اور خلقی ہے اور خدا تعالے نے اس کی حرص مین ان کو معذور رکھا

سلہ نام عالم محدث ۱۲

اور اس کی نہی نہیں فرمائی بلکہ اس میں اباحت دلالۃً پائی گئی کما لایخفی علی المتامل المتفطن اور اس زینت کا بیان بخوبی
سورۂ نور میں مذکور ہے قولہ تعالے ولا یبدین زینتہن الا ما ظہر منہا فسرہ ابن عباس رضی اللہ عنہ بالوجہ
والکفین اخرجہ ابن ابی حاتم فاستدل بہ من ابلح النظر الی وجہ المرأۃ وکفیہا حیث لا فتنۃ وفسرہ ابن مسعود
بالثیاب وفسر الزینۃ بالخاتم والسوار والقرط والقلادۃ والخلخال اخرجہ ابن ابی حاتم ایضاً قولہ تعالے ولا
یضربن بارجلہن لیعلم ما یخفین من زینتہن فیہ النہی عن تحریک رجلہا بالخلخال عمداً لیسمع صوتہ انتہے ما فی
الاکلیل للسیوطی رحمۃ اللہ علیہ۔ اور تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ میں مذکور ہے۔ ولا یبدین زینتہن الدملوج
والوشاح وغیر ذلک ولا یضربن بارجلہن احدہما بالاخری لیقرع الخلخال بالخلخال انتہے قال اکثر المفسرین
الزینۃ ہہنا ارید بہا امور ثلثۃ احدہا الاصباغ کالکحل والخضاب بالوسمۃ فی حاجبیہا والغمرۃ فی خدیہا
والحناء فی کفیہا وقدمیہا وثانیہا الحلی کالخاتم والسوار والخلخال والدملج والقلادۃ والاکلیل والوشاح
والقرط وثالثہا الثیاب انتہے ما فی التفسیر النیشاپوری والکبیر اور سورہ رعد میں خدا تعالے فرماتا ہے۔
ومما یوقدون علیہ فی النار ابتغاء حلیۃ او متاع[1] واز انچہ میگدازندش در آتش بطلب پیرایہ یا بطلب
رخت خانہ فتح الرحمن اور جس چیز کو دھونکتے ہیں آگ میں واسطے زیور کے یا اسباب کے۔ ابتغاء حلیۃ
طلب حلیۃ تلبسونہا القول مثل الحق مثل الذہب والفضۃ ینتفع بہا کذلک الحق ینتفع بہ صاحبہ انتہے ما فی تفسیر ابن
عباس رض ابتغاء حلیۃ او متاع ای لطلب اتخاذ حلیۃ وہی ما یتزین بہ ویتجمل بہ کالحلی المتخذۃ من الذہب
والفضۃ قولہ ابتغاء حلیۃ قال اہل المعانی الذی یوقد علیہ لابتغاء الحلیۃ الذہب والفضۃ والذی یوقد
علیہ لابتغاء الامتعۃ الحدید والنحاس والرصاص والاسرب کذا فی التفسیر الکبیر والمقصود من ذلک بیان
منافعہا کذا فی البیضاوی الحلی بضم الحاء وکسر اللام والیاء المشددۃ اصلہ حلوی فثقل جمع حلی بالفتح اسم
لکل ما یتزین بہ من مصاغ الذہب والفضۃ کذا فی نہایۃ الجزری اور خاص کرنا چاندی کو تخصیص
بلا مخصص اور مخالف سوق آیات قرآنیہ کے ہے کما لایخفی علی المتامل الماہر اور اباحت زیور سونے
کی عورتوں کو عموماً ثابت ہوتی ہے۔ صحیح بخاری اور مسلم سے باب العرض فی الزکوۃ وقال[2] النبی
صلی اللہ علیہ وسلم تصدقن ولو من حلیکن فجعلت المرأۃ تلقی خرصہا وسخابہا کذا فی صحیح البخاری حلی
یعنی زیور عام ہے سونے کا یا چاندی کا لقولہ تعالے من حلیہم عجلاً جسداً الآیۃ۔ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم نے عورتوں کو فرمایا کہ صدقہ یعنی زکوۃ نکالو اگرچہ زیوروں سے تمہارے ہو۔ اور زیور
دونوں طرح کا ہوتا ہے الخرص بالضم ویکسر حلقۃ الذہب والفضۃ او حلقۃ القرط او الحلقۃ الصغیرۃ
کذا فی القاموس خرص بالضم والکسر حلقۂ زر ونقرہ کذا فی الصراح وسخاب بکسر سین مہملہ وخاء معجمہ

---

[1] ترجمہ شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ ۱۲ [2] وصلہ المؤلف فی کتاب العیدین ۱۲۔

قلادہ یعنی گردن بند فارسی یعنی جو زیور گلے مین پہنا جاتا ہے ہر عرف مین پس سخاب بھی عام ہے سونیکا ہو یا چاندی کا ہو یا سونیکا مرصع و جڑاؤ ہو یا نہ ہو اور امام بخاری نے کتاب اللباس مین ذکر کیا ہے

باب الخاتم للنساء وکان علی عائشۃ خواتیم الذہب حدثنا ابو عاصم قال اخبرنا ابن جریج قال اخبرنا الحسن بن مسلم عن طاؤس عن ابن عباس قال شہدت العیدین مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فصلی قبل الخطبۃ قال ابو عبد اللہ وزاد ابن وہب عن ابن جریج فاتی النساء فجعلن یلقین الفتخ والخواتیم فی ثوب بلال انتہی ہکذا فی صحیح مسلم قال ابن درید کل ما علق من شحمۃ الاذن فہو قرط سواء کان من ذہب او خرز انتہی

ما نقل النووی فی شرح مسلم اور امام بخاری نے باب حسن المعاشرۃ مع الاہل کا منعقد کیا گیارہ عورتون کے قصہ مین قالت الحادیۃ عشرۃ زوجی ابو زرع فما ابو زرع اناس من حلی اذنی کہا گیارھوین نے شوہر میرا ابو زرع ہے پس کیا خوب شخص ابو زرع ہے ہلا دیا اور بھاری کر دیا زیورون سے میرے دونون کانون کو بعد بیان تمام حدیث کے حضرت عائشہ فرماتی ہین۔

قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کنت لک کابی زرع لام زرع انتہی ما فی صحیح البخاری وصحیح مسلم مختصرا۔ پس ابو زرع کے قصہ سے صاف واضح ہوا کہ اس مرد مخیر صاحب ثروت اور دولت نے ام زرع کے دونون کانون مین بالے بالیان سونے اور چاندی کی بنا دی تھین بلکہ مورد مدح اور اہتمام زینت خاص زیور سونے کو مقتضی اور مرجح ہے اور ہر ذی مقدور چاندی کے زیور کو عیب رکھتا ہے خصوصاً کان کے زیور مین۔ اسی بنا پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کے پاس خواتیم ذہب کی تھین اور آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات مبارک کو ساتھ ابو زرع کے تشبیہ دی اور امام نووی شارح مسلم نے تحت جملہ اناس من حلی اذنی کے لکھا ہے معناہ حلانی قرطا وشنوفا فہی تتحرک لکثرتہا انتہی کلام الشارح وفی روایۃ ابن السکیت اذنی وفرعی وفرعا الانسان یداہ والحلی حینئذ لیعم القرط والشنف والسوار والمعضد وتنکیر حلی وشحم للتکثیر کلا من الفائق

آلی نوعے از زیور کہ از سیم و زر سازند و در گوش آویزند پس اگر در نرمہ گوش آویزند بعربی آن را قرط بضم قاف وسکون راء مہملہ وطاء مہملہ گویند واگر در اعلائے گوش آویزند بعربی آن را شنف بفتح شین معجمہ وسکون نون وفا در آخر گویند وبفارسی ہمہ را گوشوار وگوشوارہ وآویزہ گوش گویند کذا فی نفائس اللغات۔ الغرض حدیث صحیح بخاری اور مسلم سے حلی عام مستفاد ہوتا ہے سونے کی قسم ہو یا چاندی کی قسم سے اور تخصیص چاندی بلا مخصص اور بلا مرجح باطل ہے۔

بلکہ مؤیدات ظلالی آگے تحریر ہوتی ہین۔ فی ابی داؤد فی باب الکنز ما ہو وزکوۃ الحلی حدثنا ابو کامل وحمید بن مسعدۃ المعنی ان خالد بن الحارث حدثہم قال حدثنا حسین عن عمرو بن شعیب

ف وصلہ ابن سعد ۱۲ کذا فی الفتح

عن ابیه عن جده ان امراۃ اتت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ومعها ابنة لها وفی ید ابنتها مسکتان
غلیظتان من ذهب فقال لها اتعطین زکوۃ هذا قالت لا قال ایسرک ان یسورک اللہ بهما یوم القیمة
سوارین من نار قال فخلعتهما فالقتهما الی النبی صلی اللہ علیه وسلم قالت هما لله ولرسوله انتهی ما فی ابی داؤد
وهکذا رواہ النسائی قال الحافظ عبد العظیم المنذری لعل الترمذی قصد الطریقین الذین ذکرهما والا فطریق ابی داؤد
لا مقال فیها ثم بینها رجلا رجلا کذا فی المحلی شرح موطا مالک رواہ ابو داؤد قال فی فتح القدیر قال ابو الحسن
ابن قطان اسنادہ صحیح وقال المنذری فی مختصرہ اسنادہ لا مقال فیه وایضا اخرج ابو داؤد عن ام سلمة
قالت کنت البس اوضاحا من ذهب فقلت یا رسول اللہ اکنز هو فقال ما بلغ ان تودی زکوته فزکی فلیس بکنز و
اسنادہ جید کذا فی المحلی باب فی الحریر للنساء عن عبد اللہ بن زریر انه سمع علی بن ابی طالب یقول ان نبی
اللہ صلی اللہ علیه وسلم اخذ حریرا فجعله فی یمینه واخذ ذهبا فجعله فی شماله ثم قال ان هذین حرام علی
ذکور امتی رواہ ابو داؤد فی سننه وفی النسائی فی باب تحریم لبس الذهب عن ابی موسی الاشعری ان
رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال ان اللہ عز وجل احل لاناث امتی الحریر والذهب وحرمه علی ذکورها
انتهی تحریم الذهب علی الرجال عن عبد اللہ بن زریر انه سمع علی بن ابی طالب یقول ان رسول اللہ
صلی اللہ علیه وسلم اخذ حریرا فجعله فی یمینه واخذ ذهبا فجعله فی شماله ثم قال ان هذین حرام علی ذکور
امتی انتهی ما فی النسائی ۔ اس حدیث کو نسائی نے چار طریق سے روایت کیا ہے ۔ علی مرتضی سے اور
ایک طریق ابو موسی اشعری سے اور ابن ماجہ نے بھی اس حدیث کو حضرت علی رض سے روایت
کیا ہے اور نیز حضرت عائشہ رض سے قالت اهدی النجاشی الی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم حلقة
فیها خاتم ذهب فیه فص حبشی فاخذہ رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم بعود وانه لمعرض عنه او ببعض
اصابعه ثم دعا بابنة ابنته امامة بنت ابی العاص فقال تحلی بهذا یا بنیة انتهی ما فی ابن ماجہ اور ابو داؤد
نے بھی باب ما جاء فی الذهب للنساء کا منعقد کیا ہے ۔ حدثنا ابن نفیل ثنا محمد بن سلمة عن محمد بن
اسحاق قال حدثنی یحیی بن عباد عن ابیه عن عباد بن عبد اللہ عن عائشة قالت قدمت علی النبی صلی اللہ
علیه وسلم حلیة من عند النجاشی اهداها له فیها خاتم ذهب فیه فص حبشی قالت فاخذہ رسول اللہ
صلی اللہ علیه وسلم بعود معرضا عنه او ببعض اصابعه ثم دعا امامة بنت ابی العاص ابنة زینب فقال تحلی
بهذا یا بنیة انتهی وقال الترمذی فی باب ما جاء فی الحریر والذهب للرجال حدثنا اسحاق بن منصور
ثنا عبد اللہ بن نمیر ثنا عبد اللہ بن عمر عن نافع عن سعید بن ابی هند عن ابی موسی الاشعری ان رسول اللہ
صلی اللہ علیه وسلم قال حرم لباس الحریر والذهب علی ذکور امتی واحل لاناثهم وفی الباب عن عمر و
علی وعقبة بن عامر وام هانی وانس وحذیفة وعبد اللہ بن عمرو وعمران بن حصین وعبد اللہ بن الزبیر
وجابر وابی ریحانة وابن عمر والبراء هذا حدیث حسن صحیح انتهی ما فی الترمذی وفی المشکوۃ رواہ احمد وابو داؤد

والنسائی انتہی وفی بلوغ المرام عن ابی موسیٰ عن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال احل الذہب والحریر
لاناث امتی وحرم علے ذکورہم رواہ احمد والنسائی والترمذی وصححہ انتہے۔ حلال ہونا سونے اور حریر کا
عورتوں کو اور حرام ہونا ان دونوں کا مردوں پر سولہ صحابی سے مروی ہے چنانچہ واقفان حدیث
پر مخفی نہیں۔ وفی الباب عن علی بن ابی طالب عند احمد وابی داؤد والنسائی وابن ماجہ وابن حبان
بلفظ اخذ النبی صلے اللہ علیہ وسلم حریراً فجعلہ فی یمینہ واخذ ذہبا فجعلہ فی شمالہ ثم قال ان ہذین
حرام علے ذکور امتی زاد ابن ماجہ حل لاناثہم وبیّن النسائی الاختلاف فیہ علی یزید بن ابی حبیب
قال الحافظ وہو اختلاف لا یضر ونقل عبد الحق عن ابن المدینی انہ قال حدیث حسن ورجالہ معروفون
انتہی مافی نیل الاوطار للعلامۃ الشوکانی۔ ہرگاہ علی بن مدینی نے اس حدیث کی تحسین کی اور اسکے
راویوں کو معروف بالعدالت کہا تو پھر اس کی تضعیف کون کر سکتا ہے۔ علی بن عبد اللہ المدینی
البصری ثقۃ ثبت امام اعلم اہل عصرہ بالحدیث وعللہ حتی قال البخاری مااستصغرت نفسی الا عندہ
وقال شیخہ ابن عیینۃ کنت اتعلم منہ اکثر مما یتعلم منی وقال النسائی کان اللہ خلقہ للحدیث کذا فی التقریب
للعسقلانی۔ پس تحریر ماسبق سے استعمال زیور سونے کا عورت کے حق میں بلاریب ثابت ہوا۔
اور حدیث وعید نار کی باعتبار نفس استعمال زیور سونیکے عورتوں کو معارض اور مقابل دلائل مذکورہ
بالا کے ہرگز نہیں ہوسکتی چند وجوہ سے۔ **وجہ اول** یہ کہ دلائل جواز بنظر قوت اور کثرت کے
ارجح واکثر ہیں اور حدیث وعید نار مرجوح اور کمتر کیونکہ دلیل جواز پر آیات قرآنیہ اور حدیث
بخاری ومسلم وغیرہ شاہد عدل ہیں بخلاف حدیث وعید نار کے کما لایخفی علے المتتبع الماہر۔
وجہ دوم یہ کہ حدیث حرمت کی عورت کے حق میں منسوخ ہے بدلیل آیات قرآنیہ وحدیث
شیخین اور روایت سولہ سترہ صحابی کی اس لئے کہ اکثر پر منسوخ کا مخفی رہنا نہایت مستبعد اور
خلاف عادت ہے بنا بر اس کے محی السنہ بغوی وغیرہ نے حدیث وعید نار کو منسوخ کہا ہے۔
شرح السنہ میں ہے قال البغوی ہذا الحدیث منسوخ بحدیث ابی موسے الاشعری انہ صلے اللہ علیہ وسلم
قال احل الذہب والحریر للاناث من امتی کذا فی المرقاۃ وغیرہ۔ اور شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ
شرح نسائی میں لکھتے ہیں یامعشر النساء امالکن فی الفضۃ ماتحلین اما انہ لیس منکن امراۃ تحلت ذہبا
تظہرہ الا عذبت بہ ہذا منسوخ بحدیث ان ہذین حرام علے ذکور امتی حل لاناثہا قال ابن شاہین فی
ناسخہ کان فی اول الامر تلبس الرجال خواتیم الذہب وغیر ذلک وکان الحظر قد وقع علے الناس کلہم
ثم اباحہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم للنساء دون الرجال فصار ماکان علے النساء من الحظر مباحا
لہم فنسخت الاباحۃ الحظر وحکی النووی فی شرح مسلم اجماع المسلمین علے ذلک انتہے مافی زہر الربیٰ
علی المجتبیٰ للشیخ الحافظ جلال الدین سیوطی والثانی ان النساء احوج الی تزیین لیرغب فیہن ازواجہن

ولذلک جرت عادۃ العرب والعجم جمیعًا بان یکون تزینہن اکثر من تزینہم فوجب ان یرخص لہن اکثر مما یرخص لہم ولذلک قال صلے اللہ علیہ وسلم احل الذہب والحریر للاناث من امتی وحرم علے ذکورہا انتہے۔ ما فی حجۃ اللہ البالغہ للشیخ الشاہ ولی اللہ المحدث الدہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔ در موطا امام مالک مذکور است کہ عبداللہ بن عمر زیور طلائی می پوشانید دختران وکنیزان خود را لیس نمی برآورد از زیور الشان زکوۃ مالک عن نافع ان عبداللہ بن عمر کان یحلی بناتہ وجواریہ الذہب ثم لایخرج من حلیہن الزکوۃ انتہے

وجہ سوم یہ کہ وعید نار نفس لبس حلی ذہب کے نہین فرمائی بلکہ یہ وعید نار بجاورت نقصد ریا ونمود وتکبر وافتخار اور برامثال روزگار اور باعث اظہار زینت وسنگار بطرز تبرج جاہلیت کے ہے کہ یہ شعار اہل اتراف واغنیاے باسراف ہر زمانہ مین ہوتا چلا آیا ہے پس انصاف امور خارجیہ مذکورہ بالا کا ملبس ذہب موجب وعید نار کا اس پر فرمایا ہے اسلئے کہ لباس حریر وحلی ذہب مین اکثر واغلب عجب وریا وتکبر وتجبر پایا جاتا ہے بخلاف زیور چاندی کے کہ اکثر اہل اتراف کے نزدیک نہایت بیقدر متصور ہوتا ہے عرفًا اور باعث نشو نما اسی تکبر وریا کے لباس فاخرہ اور حلی ذہب مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من لبس ثوب شہرۃ البسہ اللہ ثوب مذلۃ یوم القیمۃ رواہ احمد وابو داؤد وابن ماجہ۔ پس اس حدیث مین لباس شہرت وریا وافتخار کا موجب لباس مذلت آخرت کا ہوا نہ نفس لباس زینت کا چنانچہ فرمایا اللہ جمیل یحب الجمال پھر فرمایا من ترک لبس ثوب جمال وہو یقدر علیہ وفی روایۃ تواضعًا کساہ اللہ حلۃ الکرامۃ رواہ ابو داؤد والترمذی کذا فی المشکوۃ۔ مقصود شارع کا یہ ہے کہ اکثار لباس فاخرہ اور حلی مذہب بیش قیمتی موجب تکلیف وتردد وجانفشانی در دنیا وسبب نسیان وغفلت در آخرت متصور ہے اور بقدر حاجت روائی بلاریا موجب رفاہیت وآسانی دارین ہے بنا بر اس کے فرمایا خدا تعالے نے یا بنی آدم قد انزلنا علیکم لباسًا یواری سوآتکم وریشا ولباس التقوے ذلک خیر الخ پس خیر الامور اوسطہا موقع ومرتبہ ہے اور اسی اظہار ریا وافتخار کے باعث عبدالرحمن نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے باب الکراہیۃ للنساء فی اظہار الحلی والذہب باندھا ہے اور روایت کی اخت حذیفہ صحابی سے ساتھ دو طریق کے قالت خطبنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقال یا معشر النساء اما لکن فی الفضۃ ما تحلین بہ انہ لیس منکن امراۃ تحلی ذہبا تظہرہ الا عذبت انتہے ما فی النسائی مختصرًا بقدر الحاجۃ۔ پس لبس ذہب موصوف بصفت اظہار ریا وتکبر وافتخار موجب وعید نار فرمایا چنانچہ جملہ تظہرہ کا کہ صفت ذہب واقع ہوا اس پر صریح دال ہے نہ بنظر نفس لبس ذہب بلا ریا وافتخار کے کما لایخفی علی المتامل الذکی الماہر اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم گاہ گاہ ہے اپنے اہل کو پہننے حریر اور حلی سے مطلقًا منع فرماتے تھے بنا بر ترغیب وترہیب کے۔ عن عقبۃ بن عامر یخبر ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

کان یمنع اہلہ الحلیۃ والحریر ویقول ان کنتم تحبون حلیۃ الجنۃ وحریرہا فلا تلبسوہا فی الدنیا رواہ النسائی - اور بہ اسی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات کو شب کو جگاتے تھے اور فرماتے تھے من یوقظ صواحب الحجرات یارب کاسیۃ فی الدنیا عاریۃ فی الآخرۃ کما رواہ البخاری - یہ بنا بر ترغیب عبادت اور نماز تہجد اور اعراض عن الدنیا اور ترہیب مواخذہ آخرت کے ارشاد فرماتے تھے نہ لباس زینت سے علے الاطلاق منع کرتے تھے کہ حرام مطلقاً ہو جاسکے کہ یہ خلاف نقل وعقل کے ہے بقولہ تعالے من قل حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ الآیۃ - لیکن زرق برق واتراف مفرط زائد از حاجت ضروری مضر قرب منزلت ورفع درجات آخرت نہ حرام مطلق موجب دخول نار کا ہو اسی واسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عائشہ صدیقہ کو فرمایا -
یا عائشۃ ان اردت اللحوق بی فلیکفک من الدنیا کزاد الراکب وایاک ومجالسۃ الاغنیاء رواہ الترمذی کما فی المشکوۃ - **وجہ چہارم** وعید نار بہ نسبت ان لوگون کے ہے کہ جو مدام لذات ونفاست وحرص دنیا مین بتقلیب لباس فاخرہ وزیور نفیس بیش قیمتی باسراف تام واتراف تمام متنافس اور منہمک ومستغرق رہتے ہین اور فراہم اور جمع کرتے ہین لذات اور طرائف دنیا کے خواہ بوجہ حلال یا حرام میسر ہو رات دن غلطان پیچان ہو کر اور اپنے کو مرفع حال ظاہر کرکے داعیہ غمط وتکبر وفخر وتعلی کا ہم اقران فقراء ومساکین پر بیش نظر اور ملحوظ خاطر رکھ کر نازان وفرحان ہوتے ہین اور شہوات دنیا مین اللہ اور رسول کو بھول جاتے ہین اسی بنا پر خدا تعالی نے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کو خطاب کیا اور امت کو سنایا لا تعد عیناک عنہم ترید زینۃ الحیوۃ الدنیا ولا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا واتبع ہواہ وکان امرہ فرطاً - خصوصاً عورات ناقصات عقل حرص وہواسے دنیا مین مرتی ہین اور سونیکے زیور خوشنما پر جان دیتی ہین اور زیور بھاری بیش قیمتی مرکوز خاطر ان کے ہوتا ہے اور اس کی حرص وہوا مین مفتون اور باختہ ہوش وحواس رات دن اسی خیال مین مبتلا اور حرص ہمدوش واحسان فراموش رہتی ہین - ویکفرن العشیر ویکفرن الاحسان لو احسنت الی احدٰہن الدہر ثم رأت منک شیئاً قالت ما رایت منک خیرا قط کما رواہ البخاری - اور باعث اسی اتراف ومفرط کے چاہتے رہتے ہین - ؎ گل خورشید ٹیکا ہو قمر اکا ہو بازو کا + اور قدر قلیل ضروری سونیکے زیور پر اکتفا نہین کرتین بلکہ اکثار اور تعدد زیورات وزنی وبیش بہا پر خواہش کرتی ہین تو اس صورت مین اسراف واتراف کی پابند رہتی ہین مثلاً جو زیور دو تین تولہ مین بن سکتا ہے اس پر راضی نہین ہوتین جبتک پانچ چھ تولہ کا نہ ہو - حالانکہ زیور تولہ بھر کا اور دو تولہ چار تولہ کا زیب وزینت مین مساوی ہے اس پر قناعت نہین کرتین بلکہ دوہرے تہرے زیور سے زیب وزینت

کی طلبگار رہتی ہین اسی حرص تکاثر و آرایش نقش و نگار پر عورتون کے میر تقی کہتے ہین ؎

یار کی بالی کا جھمکا قدرت اللہ سے + عقد پروین کان مین زہرہ کے زیور ہوگیا

اور بھی کہتے ہین ؎

تیرے زیور کے نگین رات کو ایسے چمکے + ایک جگنی سے ہوئے سیکڑون جگنو پیدا

پس طلب اکثار متجاوز الحدا ور تعمق اتراف مفرط البتہ موجب غفلت و نسیان دار آخرت ہوتا ہے تعریف اسراف یہ کہ لیتجاوز مالم یکن فی حقہ ان یتجاوز ۔ اور یہ خصلت و عادت مذموم ہے شرعاً و عقلاً خدا تعالے نے سورۂ فرقان مین عباد الرحمن کی خصلتون مین سے ایک خصلت یہ بیان فرمائی ہے ۔ والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذلک قواما + اور دوسرے مقام مین فرمایا ان المسرفین ہم اصحاب النار الآیۃ وعن ابن عباس رض قال کل ماشئت والبس ماشئت ما اخطاتک اثنتان سرف ومخیلۃ کما رواہ البخاری وعن عمرو ابن شعیب قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کلوا واشربوا مالم یخالط اسراف ولامخیلۃ رواہ احمد والنسائی وابن ماجہ ۔ اور جب مباح چیز مین مثلاً اسراف و اتراف و خیلا اور ریا پایا گیا تو وہ چیز محظور و ممنوع ہوئی شرعاً یعنی محظور لغیرہ ہوئی لا لعینہ اور اسی حرص شدید و اتراف مزید پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تعس عبد الدینار وعبد الدرہم وعبد الخمیصۃ کما رواہ البخاری عن ابی ہریرۃ ۔ پس رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے اسی اسراف کبیر و اتراف کثیر پر نہی کی لبس الذہب الا مقطعا سے کما رواہ النسائی ۔ قال فی النہایۃ اراد الشئے الیسیر وکرہ الکثیر الذی ہو عادۃ اہل السرف والخیلاء انتہے کذا ذکرہ الشیخ جلال الدین السیوطی فی شرح النسائی اور دراصل مین بھی کلام ہے ۔ اہل حدیث کو بنظر اسناد کے اور بیان اس کا بالفعل متعذر ہے ۔ نووی شارح مسلم نے باب باندھا ہے ۔ تحریم خاتم الذہب علے الرجال ونسخ ماکان من اباحتہ فی اول الاسلام واجمع المسلمون علے اباحۃ خاتم الذہب للنساء واجمعوا علے تحریمہ علے الرجال الا ماحکی عن ابی بکر بن عمر بن محمد بن حزم انہ اباحہ وعن بعض انہ مکروہ لا حرام وہذان النقلان باطلان مع اجماع من قبلہ علے تحریمہ مع قولہ صلے اللہ علیہ وسلم فی الذہب والحریر ان ہذین حرام علے ذکور امتی حل لاناثہا انتہے ۔ اور ہمارے نزدیک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے وعید نار نفس لبس حلی ذہب پر نہین فرمایا بلکہ کثیر و مفرط پر کہ موجب سرف و خیلا اور ریا و فخر کا ہوتا ہے ۔ وکم من شئے یکرہ او یحرم لمجاورۃ شئے آخر کما تقرر عند المحدثین والمجتہدین رحمہ اللہ علیہم کما لا یخفی علے المتامل الماہر بالنصوص ۔ اور ہماری اس تحریر کی مؤید تحریر محدث علامہ شاہ ولی اللہ دہلوی کی بھی حجۃ اللہ البالغہ مین ہے ۔ اللباس والزینۃ والاوانی ونحوہا

اعلم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نظر الی عادات العجم وتعمقاتہم فی الاطمینان بلذات الدنیا فحرم رؤسہا و
اصولہا وکرہ ما دون ذلک لانہ علم ان ذلک مفضی الی نسیان الدار الآخرۃ مستلزم للاکثار من
طلب الدنیا فمن تلک الرؤس اللباس الفاخر فان ذلک اکبر ہمہم وفخرہم والبحث عنہ من وجوہ
منہا الاسبال فی القمص والسراویلات فانہ لا یقصد بذلک الستر والتجمل اللذان ہما المقصودان فی
اللباس وانما یقصد بہ الفخر وارادۃ الغنی ونحو ذلک والتجمل لیس الا فی القدر الذی یساوی البدن
قال صلے اللہ علیہ وسلم لا ینظر اللہ یوم القیمۃ الی من جر ازارہ بطراً وقال صلعم ازرۃ المومن الی
انصاف ساقیہ ومنہا الجنس المستغرب الناعم من الثیاب قال صلے اللہ علیہ وسلم من لبس الحریر
فی الدنیا لم یلبسہ یوم القیمۃ ومنہا الثوب المصبوغ بلون مطرب یحصل بہ الفخر والمراءاۃ فنہی
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عن المعصفر والمزعفر وقال ان ہذہ من ثیاب اہل النار والمذموم
الامعان فی التکلف والمراءاۃ والتفاخر بالثیاب وکسر قلوب الفقراء وفی الفاظ الحدیث اشارات
الی ہذہ المعانی کما لا یخفی علے المتامل ومناط الاجر ردع النفس عن اتباع داعیۃ الغمط والفخر و
من تلک الرؤس الحلی المترفۃ وہہنا اصلان احدہما ان الذہب ہو الذی یفاخر بہ العجم ویفضی
جریان الرسم بالتحلی بہ الی الاکثار من طلب الدنیا دون الفضۃ ولذلک شدد النبی صلی اللہ
علیہ وسلم فی الذہب وقال ولکن علیکم بالفضۃ فالعبوا بہا والثانی ان النساء احوج الی تزیین
یرغب فیہن ازواجہن ولذلک جرت عادۃ العرب والعجم جمیعا بان یکون تزینہن اکثر من
تزینہم فوجب ان یرخص لہن اکثر مما یرخص لہم ولذلک قال صلے اللہ علیہ وسلم احل
الذہب والحریر للاناث من امتی وحرم علے ذکورہا انتہے ما فی حجۃ اللہ البالغۃ بقدر الحاجۃ
پس تقریر شاہ ممدوح علیہ الرحمۃ سے بھی واضح ہوا کہ اسراف واتراف کثیر واکثار مفرط کہ
سبب ریا وتفاخر ہوتا ہے منہی عنہ وسبب وعید نار ہے نہ بلا اسراف واکثار مفرط
کما لا یخفی علی المتامل الماہر بکلام الشیخ المحدث۔ اور جو حدیثیں وعید نار کی لبس ذہب پر ابوداؤد
وغیرہ میں وارد ہیں سو وہ اوپر اتراف مفرط واکثار مزید کے محمول ہیں بنا بر توفیق وتطبیق
درمیان احادیث کثیرہ جواز ومیان حدیثیں عدم جواز کی یا حدیثیں عدم جواز کی منسوخ ہیں
چنانچہ تقریر بالا بغوی وابن شاہین ونووی وشیخ جلال الدین سیوطی ونیز تحریر شاہ صاحب
موصوف سے پہلے واضح ہوا لیکن جناب شاہ صاحب اکثار کو منع کرتے ہیں بنا بر تقوے
کے نہ بنا بر فتوے کے کہ خلاف اجماع مسلمین مستلزم نہ ہووے اور اسی طرح تقریر مولانا محمد اسمٰعیل
شہید مرحوم کی تقویت الایمان میں بنا بر تقوے کے ہے نہ بنا بر فتوے کیونکہ تردیدات
اور متنویعات وتشکیکات فائدہ سے ان کے موجب تاکید وعید نار کے ایک توجیہ پر جزماً

وقطعاً نہین ہوسکتی۔ ہان بظاہر حدیث احتیاطاً ہوسکتی ہے لیکن نسخ اشہر اسکو آبی ہے۔ مولانا
موصوف علیہ الرحمۃ پہلے ابو داؤد سے وعید کی حدیث نقل کر کے فائدہ مین اس کے
یون فرماتے ہین اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سونے کا بالا دُریان نتھ لڑی کنگن
چوڑیان ہنسلیان عورتون کو پہننا حرام ہے۔ مگر اور حدیثون سے معلوم ہوتا ہے
کہ سونا پہننا عورتون کو جائز ہے اور مردون کو دونون کا استعمال کرنا حرام ہے۔
خواہ دونون ملی ہوئی ہون خواہ علیحدہ علیحدہ تو ان مضمون کو یون سمجھنا چاہئے کہ یا
یہ مطلب ہے کہ چاندی کا زیور عورتون کو پہننا مطلق درست ہے اور سونا اگر نرا ہو
جیسے کڑے ہنسلیان بالے نتھ تو وہ نادرست ہے اور اگر اس مین چاندی ملی
ہو یا ملمع ہو یا جڑاؤ ہو تو جائز اور مباح ہے۔ یا یہ مطلب ہے کہ سونا بھی مطلق مباح
ہے مگر استعمال اس کا اچھا نہین جیسے طلاق جائز ہے پر اچھی نہین یا یہ حدیث اس زیور
کے حق مین ہے جس کی زکوۃ نہ دے الی آخر ما فی تقویۃ الایمان پس مولانا ممدوح کے نزدیک
بھی بنابر توجیہات ثلثہ کے تقوے کی وجہ سے اچھا نہین۔ فاذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال
کما لا یخفی۔ اور واضح ہو کہ ابو داؤد نے وعید نار مین حدیثین نقل کی ہین مگر ان مین بنظر اسناد
کے کلام ہے۔ حدثنا عبد اللہ بن مسلمۃ نا عبد العزیز یعنی ابن محمد عن اسید بن ابی اسید البراد
عن نافع بن عباس عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال من احب ان یحلق
حبیبہ حلقۃ من نار فلیحلقہ حلقۃ من ذہب ومن احب ان یسور حبیبہ سوارا من نار فلیسورہ سوارا
من ذہب ولکن علیکم بالفضۃ فالعبوا بہا اس طریق مین عبد العزیز اگرچہ صدوق تھا لیکن کتب
غیر سے حدیث کی روایت کرتا تھا اور خطا واقع ہوتی تھی۔ عبد العزیز بن محمد صدوق کان
یحدث عن کتب غیرہ فیخطئ من الثامنۃ من التقریب واسید بن ابی اسید البراد من الخامسۃ
مات فی اول خلافۃ منصور من التقریب اور روایت عبد العزیز کی محمد بن ابی اسید سے
اس جگہ معنعن ہے ان کی ملاقات کا ثبوت ہونا چاہئے ولو مرۃ تو احتمال انقطاع
کا ہوا پس بسبب خطا اور احتمال انقطاع کے قابل احتجاج کے نہ رہی۔ دوسرا طریق
یہ ہے۔ حدثنا مسدد نا ابو عوانۃ عن ربعی بن حراش عن امرأتہ عن اخت لحذیفۃ ان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم قال یا معشر النساء اما لکن فی الفضۃ ما تحلین بہ اما انہ لیس منکن امرأۃ
تحلی ذہبا تظہرہ الا عذبت بہ انتہے اس روایت مین زوجہ ربعی بن حراش مجہول الاسم والعدالت
والضعف[1] ہے۔ ربعی بن حراش عن امرأتہ لم اقف علے اسمہا کذا فی التقریب اخبرنا اسحاق

[1] باوجود اسکے یہ روایت تو ہمارے قول کی مؤید ہے کہ وعید نار بنابر اظہار و افتخار کے ہی نہ بس

ابن شاہین الواسطی قال انا خالد عن مطرف ح و اخبرنا احمد بن حرب قال اخبرنا اسباط عن مطرف عن ابی الجہم عن ابی زید عن ابی ہریرۃ قال کنت قاعداً عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاتتہ امرأۃ فقالت یارسول اللہ سوارین من ذہب قال سواران من نار قالت یارسول اللہ طوق من ذہب قال طوق من نار قالت قرطین من ذہب قال قرطین من نار قال وکان علیہا سواران من ذہب فرمت بہما الی آخر ما فی النسائی

ان دونوں طریق میں ابوزید راوی مجہول ہے۔ ابوزید شیخ لابی الجہم مجہول من الثالثۃ کذا فی التقریب۔ پس یہ دونوں طریق قابل اعتبار و اعتماد کے نہ رہے کیونکہ راوی مجہول سے سند حدیث کی بے اعتبار ہو جاتی ہے۔ کما لا یخفی علی الماہر بہذا الفن اور جو بعض عالم نے حدیث حلت ذہب للنساء میں بسبب جہالت راوی کے مابین یزید بن ابی حبیب اور علی رضہ کے کلام کیا ہے وہ وہم محض ہے کیونکہ نسائی نے خود اس وہم کو دفع کیا ہے۔ تحریم الذہب علی الرجال اخبرنا قتیبۃ قال ثنا اللیث عن یزید بن ابی حبیب عن ابی افلح[1] الہمدانی عن ابی زریر انہ سمع علی بن ابی طالب یقول ان نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخذ حریرا فجعلہ فی یمینہ و اخذ ذہبا فجعلہ فی شمالہ ثم قال ان ہذین حرام علی ذکور امتی اخبرنا عیسی ابن حماد اخبرنا اللیث عن یزید بن ابی حبیب عن ابن ابی الصعبۃ عن رجل من ہمدان یقال لہ ابو صالح عن ابی زریر انہ سمع علی بن ابی طالب یقول ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اخذ حریرا فجعلہ فی یمینہ واخذ ذہبا فجعلہ فی شمالہ ثم قال ان ہذین حرام علے ذکور امتی اخبرنا محمد بن حاتم قال ثنا حبان قال اخبرنا عبد اللہ عن لیث بن سعد قال حدثنی یزید بن ابی حبیب عن ابن ابی الصعبۃ عن رجل من ہمدان یقال لہ افلح عن ابن زریر انہ سمع علیا یقول ان نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخذ حریراً فجعلہ فی یمینہ و اخذ ذہبا فجعلہ فی شمالہ ثم قال ان ہذین حرام علے ذکور امتی قال ابو عبد الرحمن وحدیث ابن المبارک اولی بالصواب الا قولہ افلح[2] فان ابا افلح اشبہ اخبرنا عمرو بن علی قال ثنا یزید بن ہارون قال اخبرنا محمد بن اسحق عن یزید بن ابی حبیب عن عبد العزیز بن ابی الصعبۃ عن ابی افلح الہمدانی عن عبد اللہ بن زریر الغافقی قال سمعت علیاً یقول اخذ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ذہبا فی شمالہ وحریراً فی یمینہ فقال ہذا حرام علے ذکور امتی اخبرنا علی بن الحسین الدرہمی قال ثنا عبد الاعلی عن سعید عن ایوب عن نافع عن سعید بن ابی ہند عن ابی موسے ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال احل الذہب والحریر لاناث امتی وحرم علے ذکورہا انتہے ما رواہ النسائی۔ واضح ہو کہ یہ حدیث بطرق متعددہ صحیحہ مروی ہے کما لا یخفی علے المتتبع الماہر اور حدیث نہی عن لبس الذہب الا مقطعا سے جو لوگ دلیل پکڑتے ہیں اس کا جواب تین طرح پر ہے اول یہ کہ اس کے روات کا

[1] ابو افلح الہمدانی المصری مقبول من الخامسۃ ۱۲ تقریب [2] صوابہ ابو افلح ۱۲ تقریب

حال معلوم نہین تاکہ ان کی ثقاہت اور عدم ثقاہت کے سبب سے اس پر صحت اور عدم صحت کا حکم لگا کر دلیل پکڑی جاوے۔ دوم یہ کہ بر تقدیر تسلیم صحت کے یہ نہی حق مین عورتون کے نہین جیسا کہ ابوداؤد رح نے سمجھا بلکہ حق مین مردون کے ہے جیسا کہ نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے سمجھا اور باب تحریم الذہب علی الرجال مین اس حدیث کو لایا اور دلیل ہمارے قول کی دوسری روایت نسائی کی ہے۔ ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نہی عن لبس الحریر یعنے والذہب الا مقطعا۔ کیونکہ حریر کی نہی تو خاص مردون کے حق مین ہے اور عورتون کو حلال ہے بدلیل احادیث صحیحہ وصریحہ بخاری ومسلم کے تو نہی ذہب کی بھی جو اس پر معطوف ہے مخصوص برجال ہوگی۔ اور مقطعا کے معنے ریزہ ریزہ کردہ شدہ کے ہین یعنی کپڑون وغیرہ پر جو ستارے ٹیکے اور ٹکڑے حریر کے لگاتے ہین قولہ الا مقطعا بفتح الطاء المشددۃ ای مکسرا قطعا صغارا مثل الضباب علے الاسلحۃ والخواتم الفضیۃ واعلام الثیاب کذا ذکرہ بعض الشراح من علمائنا ۱۲ کذا فی المرقاۃ۔ سیوم یہ کہ بر تقدیر تسلیم کرنے نہی کے حق مین عورتون کے یہ نہی بنابر احتیاط اور تنزیہ کے ہے کہ شئے یسیرہ مانند خاتم وغیرہ کے قناعت کرین اور زیادہ حرص نہ کرین جیسا کہ اس کو تفصیل اور بسط سے ثابت کیا گیا ہے۔ اور اس نہی کی معارضت عن التحریم احادیث کثیرہ صحیحہ ہین جو ذکر کی گئین یہ بھی اس تقدیر پر کہ نہی حق مین عورتون کے تسلیم کیجائے۔ ورنہ اصل تو وہی ہے جو ہم نے بیان کیا کہ نہی مخصوص برجال ہے جیسا کہ نسائی کی روایت اس پر دال ہے۔ اور واضح ہو کہ بعد تمام ہونے اس تحریر کے شرح ابن قیم ابوداؤد کی بھی مل گئی۔ پس اس شرح سے بھی تائید اور ترمیم تحریر بالا کی جاتی ہے۔

باب فی الذہب للنساء ذکر حدیث ایما امرأۃ جعلت فی اذنہا خرصا من ذہب ثم قال المنذری واخرجہ النسائی قال **ش** قال ابن القطان وعلۃ ہذا الخبر ان محمود بن عمرو راویہ عن اسماء مجہول الحال وان کان قد روی عنہ جماعۃ وروی النسائی عن ابی ہریرۃ قال کنت قاعدا عند النبی صلے اللہ علیہ وسلم فاتتہ امرأۃ فقالت یا رسول اللہ سواران من ذہب قال سواران من نار قال وکان علیہا سواران من ذہب قرمت بہما فقالت یا رسول اللہ ان المرأۃ اذا لم تزین لزوجہا صلفت[1] عندہ فقال ما یمنع احداکن ان تصنع قرطین من فضۃ ثم تصفرہ بزعفران او بعبیر قال ابن القطان وعلتہ ان ابا زید راویہ عن ابی ہریرۃ مجہول ولا یعرف روی عنہ غیر ابی الجہم ولا یصح ہذا وفی النسائی ایضا عن ثوبان قال جاءت بنت ہبیرۃ الی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وفی یدہا فتخ فدخلت علے فاطمۃ رض تشکو الیہا الذی صنع بہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فانتزعت فاطمۃ سلسلۃ فی عنقہا من ذہب قالت ہذہ اہداہا ابو حسن[2] فدخل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم والسلسلۃ فی یدہا فقال یا فاطمۃ ایغرک ان یقول الناس

[1] ثقلت علیہ ۱۲ [2] کنیۃ علی رض ۱۲

ابنة رسول الله وفي يدها سلسلة من نار ثم خرج ولم يقعد فاخرجت فاطمة بالسلسلة الى السوق فباعتها
واشترت بثمنها غلاما وقال مرة عبداً وذكر كلمة معناها فاعتقته فحدث بذلك فقال الحمد لله الذي انجا
فاطمة من النار قال ابن القطان وعلته التي قد قالوا ان رواية يحيى عن ابي سلام منقطعة وعلى ان
يحيى قد قال حدثني ابو سلام وقد قيل انه دلس ذلك ولعله كان اجازة زيد بن سلام فجعل يقول ثنا
زيد وفي النسائي ايضا عن عقبة بن عامر ان النبي صلى الله عليه وسلم كان يمنع اهله الحرير والحلية
ويقول ان كنتم تحبون حلية الجنة وحريرها فلا تلبسوها في الدنيا فاختلف الناس في هذه الاحاديث
ولذا تكلمت عليهم فطائفة سلكت بها مسلك التضعيف وعللها كلها كما تقدم وطائفة ادعت ان
ذلك كان اول الاسلام ثم نسخ واحتجت بحديث ابي موسى عن النبي صلى الله عليه وسلم قال
احل الذهب والحرير للاناث من امتي وحرم على ذكورها قال الترمذي حديث صحيح ورواه ابن
ماجه في سننه من حديث علي وعبد الله بن عمرو عن النبي صلى الله عليه وسلم وطائفة حملت
احاديث الوعيد على من لم تؤد زكوة حليها فاما من ادته فلا يلحقها هذا الوعيد واحتجوا بحديث عمرو
ابن شعيب عن ابيه عن جده ان امراة اتت رسول الله صلى الله عليه وسلم ومعها ابنة لها
وفي يد ابنتها مسكتان غليظتان من ذهب فقال لها اتعطين زكوة هذا قالت لا قال ايسرك
ان يسورك الله بهما يوم القيمة سوارين من نار قالت فخلعتهما والقتهما الى النبي صلى الله عليه وسلم قالت
هما لله ولرسوله وبما روى ابو داود عن ام سلمة قالت كنت البس اوضاحا من ذهب فقلت يا
رسول الله اكنز هو فقال ما بلغ ان تؤدى زكوته فزكي فليس بكنز وهذا من افراد ثابت بن عجلان والذي
قبله من افراد عمرو بن شعيب وطائفة من اهل الحديث حملت احاديث الوعيد على من اظهرت حليتها
وتبرجت بها دون من تزينت بها لزوجها وبه قال النسائي في سننه وقد ترجم على ذلك الكراهة
للنساء في اظهار الحلي والذهب ثم ساق احاديث الوعيد والله اعلم ثم ذكر ابو داود ذكر حديث ميمون
القناد وفيه نهى عن لبس الذهب الا مقطعا الى قول المنذري ففيه الانقطاع في موضعين -ش
وقد رواه النسائي من حديث بيهس بن فهدان عن ابي شيخ الهنائي عن معاوية وقد تقدم الكلام
على هذا الاسناد في الحج ورواه عن ابي شيخ عن ابي حمان انه سمع معاوية ورواه النسائي ايضا
من حديث بيهس بن فهدان انا ابو شيخ قال سمعت ابن عمر قال نهى رسول الله صلى الله عليه
وسلم عن لبس الذهب الا مقطعا وقد روي في حديث آخر خرج به احمد في رواية الاثرم من
تحلى بخربصيصة كوي بها يوم القيمة فقال الاثرم فقلت اي شئ خربصيصة قال شئ صغير
مثل الشعيرة وقال غيره من عين الجرادة وسمعت شيخ الاسلام يقول حديث معاوية في اباحة الذهب
مقطعا هو في التابع غير المفرد كالذر والعلم ونحوه وحديث الخربصيصة هو في المفرد كالخاتم وغيره

فلا تعارض بینہما واللہ اعلم انتہے حررہ العاجز السید محمد نذیر حسین عافاہ اللہ فی الدارین +

زشرف سید کونین شد
شریف حسین ۱۲۹۳

سید محمد نذیر حسین ۱۲۸۱

خادم شریعت رسول الثقلین
محمد تلطف حسین ۱۲۹۲

حسبنا اللہ بس حفیظ اللہ

محمد عبد الصمد ابن ملا عبد الواحد خان ۱۲۹۲

عبد الحکیم احمدی ۱۲۹۸

عبد اللہ عفا اللہ عنہ ۱۳۰۱

سعد بن احمد بن عتیق

خادم شریعت رسول الاواب
ابو محمد عبد الوہاب ۱۳۰۰

محمد عبد الغنی ۱۲۹۸

قادر بخش عفی عنہ ۱۲۹۹

خادم العلماء حافظ فتح دریا

حافظ محمد داؤد سلمہ الودود

محمد مظہر الحق ابن شاہ مولوی
محمد ممتاز الحق الحیدرآبادی

ابو طاہر عبد الرحمن

عبدہ محمد طاہر

محمد حمایت اللہ بن مولوی
مولا بخش الجلیسری

محمد ابو عبد الرحمن حدیث عہد بالایمان

کتاب الطب

سوال۔ کیا فرماتے ہین علماے دین اس مسئلہ مین کہ جب دواؤن مین نامشروعات و ناپاک اجزا اگرچہ ملے ہین لیکن ان کی ہیئت تبدیل ہوگئی ہے مثلا شراب ہے کہ اسے دواؤن مین ملاکر اس کی حالت بالکل بدل دی گئی ہے اور اب اس مین کسی قسم کی بو یا نشہ باقی نہین ہے تو وہ دوا استعمال کی جاسکتی ہے یا نہین۔ دوسری صورت یہ ہے کہ مثلا سور کی چربی دواؤن مین ملاکر تیل کھینچا جاتا ہے تو اس تیل کی مالش جائز ہے یا نہین اور بعد مالش کے بلا دھوے ہوئے نماز پڑھی جاسکتی ہے یا نہین۔ تیسری صورت یہ ہے کہ ایسی چیزین مثل شیر اور سور کی چربی کے دواؤن مین ملی ہے جو مثل مرہم کے ہے مگر صورت اس کی بدلی ہوئی ہے تو ایسے مرہم کے استعمال کے بعد نماز جائز ہوگی یا نہین بینوا توجروا +

الجواب۔ حرام اور ناپاک چیز جیسے شراب وغیرہ سے دوا کرنا حرام وناجائز ہے خواہ وہ حرام اور ناپاک چیز اپنی حالت پر باقی رہے یا دواؤن مین ملاکر اس کی حالت بالکل بدل دی گئی ہو۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین بھی لوگ شراب سے دوا تیار کرتے تھے آپ نے ان کو منع کیا اور فرمایا کہ شراب دوا نہین ہے بلکہ یہ بیماری ہے۔ نیز آپ نے فرمایا کہ حرام چیز سے دوا مت کرو۔ عن وائل بن حجران طارق بن سوید الجعفی سال النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الخمر فنہاہ عنہا فقال انما اصنعہ للدواء قال انہ لیس بدواء ولکنہ داء رواہ احمد ومسلم وابوداؤد والترمذی وصححہ۔ علامہ شوکانی اس حدیث کے تحت مین لکھتے ہین۔ فیہ التصریح بان الخمر لیست بدواء فیحرم التداوی بہا کما یحرم شربہا وکذا لک سائر الامور النجسۃ او المحرمۃ والیہ ذہب الجمہور انتہے۔ وعن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان اللہ انزل الداء والدواء وجعل لکل داء دواء فتداووا ولا تداووا بحرام رواہ ابوداؤد۔ علامہ شوکانی اس حدیث کے تحت مین لکھتے ہین۔ قولہ ولا تداووا بحرام ای لا یجوز التداوی بما حرمہ اللہ

من النجاسات وغیرہا مما حرم اللہ ولو لم یکن نجسا انتہی- ان دونون حدیثون سے ثابت ہوتا ہے کہ شراب اور تمام حرام چیزون سے دوا کرنا مطلقاً ممنوع و ناجائز ہے خواہ تنہا ان حرام چیزون سے دوا کی جائے یا ان حرام چیزون کو اور اجزا کے ساتھ مخلوط کرکے دوا کیجائے خواہ ان کی ہیئت باقی رہے یا تبدیل ہوگئی ہو خواہ ان حرام چیزون کو اور دواؤن مین ملاکر تیل کھینچا گیا ہو غرض ہر صورت سے حرام اور ناپاک چیز سے دوا کرنا ممنوع و ناجائز ہے قال العلامۃ الشوکانی فی النیل ان ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام سواء کان مفرداً او مختلطا بغیرہ وسواء کان یقوی علی الاسکار بعد الخلط اولا یقوی انتہی اور دوسری صورت مین اس تیل کی مالش جائز نہین اس واسطے کہ جب سور کی چربی یا کسی اور حرام جانور کی چربی دواؤن مین ملاکر تیل کھینچا جائیگا تو وہ تیل حرام و نجس ہوگا اور حرام و نجس چیز سے علاج کرنا جائز نہین کما مر اور بعد مالش کے بلا دھوئے ہوئے نماز پڑھنا جائز نہین- اور تیسری صورت مین نہ ایسے مرہم کا استعمال جائز ہے اور نہ بعد استعمال کے بلا دھوئے ہوئے نماز پڑھنا جائز ہے- کما تقدم واللہ تعالے اعلم بالصواب حررہ العاجز السید محمد نذیر حسین عفی عنہ +

سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ طاعون وغیرہ امراض کی وجہ سے جو خروج منع ہے وہ کونسا خروج ہے کیا مطلق منع ہے یا دوسرے گاؤن مین جا رہنا منع ہے- اور اپنے گاؤن کے سرحد کے کنوؤن یا کھیتون پر چھپر وغیرہ ڈال کر تبدیل ہوا کے واسطے جا رہنا منع ہے- یا جائز ہے بینوا توجروا +

الجواب - جو خروج فراراً من الطاعون منع ہے وہ مطلقاً منع ہے بنا علیہ طاعون سے بھاگ کر نہ دوسرے گاؤن مین جانا جائز ہے اور نہ اپنے گاؤن کی سرحد کے کنوؤن یا کھیتون پر چھپر وغیرہ ڈال کر جا رہنا درست ہے مسند امام احمد حنبل مین ہے- عن عائشۃ تقول قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فناء امتی بالطعن والطاعون فقلت یا رسول اللہ ہذا الطعن قد عرفناہ فما الطاعون قال غدۃ کغدۃ الابل المقیم فیہا کالشہید والفار منہا کالفار من الزحف یعنی عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے میری امت کا فنا ہونا طعن اور طاعون سے ہے پس مین نے کہا یا رسول اللہ ہم نے اس طعن کو پہچانا پس طاعون کیا ہے- آپ نے فرمایا گلٹی ہے جیسے اونٹ کو گلٹی ہوتی ہے- طاعون مین ٹھیرنے والا مثل شہید کے ہے اور اس سے بھاگنے والا مثل اس شخص کے ہے جو لڑائی سے بھاگا ہو

یہ حدیث قابل احتجاج ہے علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ شرح مواہب صفحہ ۴۲ جلد ۵ مین لکھتے ہین- و رواہ احمد بسند حسن بلفظ الطاعون غدۃ کغدۃ البعیر المقیم بہ کالشہید والفار منہ

کالفار من الزحف حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ المغنی عن حمل الاسفار فی الاسفار تخریج احیاء العلوم
مین لکھتے ہین۔ حدیث تشبیہ الفرار من الزحف رواہ احمد من حدیث عائشۃ باسناد جید
ومن حدیث جابر باسناد ضعیف انتہے۔ اور حافظ منذری ترغیب وترہیب مین لکھتے ہین
وعن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا تفنی امتی الا بالطعن والطاعون
قلت یا رسول اللہ ہذا الطعن قد عرفناہ فما الطاعون قال غدۃ کغدۃ البعیر المقیم بہا کالشہید والفار
منہ کالفار من الزحف رواہ احمد وابو یعلی والطبرانی وفی روایۃ لابی یعلی قال وخزۃ تصیب امتی
من اعدائہم من الجن کغدۃ الابل من اقام علیہا کان مرابطا ومن اصیب بہ کان شہیدا ومن فر منہ
کان کالفار من الزحف ورواہ البزار وعندہ قلت یا رسول ہذا الطعن قد عرفناہ فما الطاعون
قال یشبہ الدمل یخرج فی الاباط والمراق وفیہ تزکیۃ اعمالہم وہو لکل مسلم شہادۃ قال المملی رضی اللہ
عنہ اسانید الکل حسان انتہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی سند کو حسن
کہا ہے وتجیئی عبارتہ عن قریب۔ حضرت عائشہ رضی عنہا کی اس حدیث سے ثابت ہوا کہ
خروج فرارا من الطاعون مطلقا حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ اس واسطے کہ حضرت صلے اللہ
علیہ وسلم نے اس حدیث مین مطلق فرار من الطاعون کو فرار من الزحف سے تشبیہ
دی ہے اور فرار من الزحف بہت بڑا گناہ ہے فرمایا اللہ تعالے نے یا ایہا الذین آمنوا
اذا لقیتم الذین کفروا زحفا فلا تولوہم الادبار ومن یولہم یومئذ دبرہ الا متحرفا لقتال او متحیزا
الی فئۃ فقد باء بغضب من اللہ وماواہ جہنم وبئس المصیر یعنے اے ایمان والو جب بھڑو
تم کافرون سے میدان جنگ مین تو مت دوان کو پیٹھ اور جو کوئی ان کو پیٹھ دے اس دن مگر یہ کہ
ہنر کرتا ہو لڑائی کا یا جا ملتا ہو فوج مین سو وہ لے پھرا غضب اللہ کا اور اس کا ٹھکانا دوزخ
ہے اور کیا بری جگہ جا ٹھیرا۔ مولانا شاہ عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فائدہ مین لکھتے
ہین یعنی جب مقابلہ میدان مین ہو تو بھاگنا اشد گناہ ہے اور جو دوڑ یا غارت ہے تو بھاگنا ہنر ہے
اور فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اجتنبوا السبع الموبقات قالوا وما ہن یا رسول اللہ
قال الشرک باللہ والسحر وقتل النفس التی حرم اللہ الا بالحق واکل الربو واکل مال الیتیم والتولی
یوم الزحف الحدیث متفق علیہ۔ یعنی بچو سات چیزون سے جو ہلاک کرنیوالی ہین۔ صحابہ رض نے
کہا یا رسول اللہ وہ کیا ہین آپ نے فرمایا شرک کرنا اللہ کے ساتھ اور جادو کرنا اور مارنا اس
جان کا جس کو اللہ نے حرام کیا ہے مگر ساتھ حق کے اور کھانا سود کا اور کھانا یتیم کے مال
کو اور پیٹھ دینا لڑائی کے دن الخ علامہ عبد الرؤف مناوی شرح جامع صغیر مین لکھتے ہین۔
شبہہ بہ فی ارتکاب الکبیرۃ قال تعالے یا ایہا الذین آمنوا اذا لقیتم الذین کفروا زحفا فلا تولوہم الادبار

فکما یحرم الفرار من الزحف یحرم الخروج من بلد وقع فیہا الطاعون انتہے۔ علامہ احمد ضیاء الدین حنفی لوامع العقول . . . . . . شرح راموز الاحادیث میں لکھتے ہیں انہ منہ کالفار من الزحف فی الوبال والصابر علیہ کالصابر فی سبیل اللہ فی حصول الاجر انتہے۔ علامہ شیخ احمد بن علی رومی حنفی مجالس الابرار صفحہ ۶۱۲ میں لکھتے ہیں۔ ویدل علے التحریم ما روی عن ام المومنین عائشۃ رضی اللہ عنہا انہ علیہ السلام قال الفار من الطاعون کالفار من الزحف انتہے۔ علامہ مرتضی زبیدی حنفی احیاء العلوم کی شرح میں لکھتے ہیں واستدل بہ من ذہب الی ان النہی فیہ للتحریم انتہے علامہ ابن حجر مکی زواجر صفحہ ۱۹۳ جلد ۲ میں لکھتے ہیں تشبیہہ بالفرار من الزحف لیقتضی انہ مثلہ فی کونہ کبیرۃ وان کان التشبیہ لایقتضی تساوی المتشابہین من کل وجہ لان المقام ہنا یشہد لتساویہما فی ہذا الشئے الخاص وہو کونہ کبیرۃ اذا القصد بہذا التشبیہ انما ہو زجر الفار والتغلیظ علیہ حتی ینزجر ولا یتم ذلک الا ان کان کبیرۃ کالفرار من الزحف انتہے۔ حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں۔ ومنہم من قال النہی فیہ للتنزیہ فیکرہ ولایحرم وخالفہم جماعۃ فقالوا یحرم الخروج منہا لظاہر النہی الثابت فی الاحادیث الماضیۃ وہذا ہو الراجح عند الشافعیۃ وغیرہم ویؤیدہ ثبوت الوعید علے ذلک فاخرج احمد وابن خزیمۃ من حدیث عائشۃ مرفوعا فی اثناء حدیث بسند حسن قلت یا رسول اللہ فما الطاعون قال غدۃ کغدۃ الابل المقیم فیہا کالشہید والفار منہا کالفار من الزحف انتہے۔ ابن خزیمہ نے اپنے صحیح میں باین لفظ باب منعقد کیا ہے باب الفرار من الطاعون من الکبائر۔ یعنی یہ باب اس بیان میں ہے کہ طاعون سے بھاگنا کبیر گناہوں سے ہے پھر عائشہ رضی اللہ عنہا کی اسی حدیث سے استدلال کیا ہے تفسیر روح المعانی صفحہ ۶۶ جلد ۹ میں ہے فمنہم من جزم کابن خزیمۃ فانہ ترجم فی صحیحہ باب الفرار من الطاعون من الکبائر وان اللہ تعالے یعاقب من وقع منہ ذلک مالم یعف عنہ واستدل بحدیث عائشۃ الفرار من الطاعون کالفرار من الزحف رواہ الامام احمد والطبرانی وابن عدی وغیرہم وسندہ حسن انتہے۔ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی اپنے مکتوبات صفحہ ۲۹ جلد میں فرماتے ہیں۔ وگریختن از موت وبا گناہ کبیرہ است در رنگ فرار یوم زحف وکسیکہ در زمین وبا باصبر بماند وبمیرد از شہدا است واز فتنہ قبر مامون وآنکہ صبر نماید از غازیان است ؂

ان قال لی مت مت سمعا وطاعۃ ✣ وقلت لداعی الموت اہلا ومرحبا

الحاصل اس حدیث سے صاف ثابت ہوا کہ خروج فرارًا من الطاعون مطلقا منع وناجائز ہے۔ طاعون سے بھاگ کر نہ دوسرے گاؤں میں جانا جائز ہے اور نہ اپنے گاؤں کے سرحد کے کنوؤں یا کھیتوں پر چھپر ڈالکر جارہنا درست ہے مشکوۃ شریف میں ہے عن جابر ان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الفار من الطاعون کالفار من الزحف والصابر فیہ لہ اجر شہید رواہ احمد
یعنی جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے طاعون سے بھاگنے
والا لڑائی سے بھاگنے والے کی مثل ہے اور اس میں صبر کرنیوالے کے لئے ایک شہید کا ثواب ہے
روایت کیا اس کو احمد نے۔ اس حدیث کی صحت میں محدثین مختلف ہیں حافظ منذری ترغیب ترہیب
میں جابر کی اس حدیث کو بلفظ الفار منہ کالفار من الزحف ومن صبر فیہ کان لہ اجر شہید نقل کرکے
لکھتے ہیں رواہ احمد والبزار والطبرانی باسناد احمد حسن انتہی۔ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ زواجر میں لکھتے ہیں وروی احمد
بسند حسن والبزار والطبرانی عن جابر رضی اللہ عنہ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول فی الطاعون الفار منہ
کالفار من الزحف ومن صبر فیہ کان لہ اجر شہید والترمذی وقال حسن غریب۔ اور حافظ سیوطی
نے جامع صغیر میں بلفظ مشکوٰۃ نقل کرکے اس پر علامت تصحیح لکھی ہے اور بلفظ منذری نقل کرکے
اس پر علامت تضعیف لکھی ہے۔ اور حافظ عراقی نے اس کی سند کو ضعیف بتایا ہے کما مر
اور حافظ ابن حجر فتح الباری میں جابر کی اس حدیث کو نقل کرکے لکھتے ہیں وسندہ صالح للمتابعات
پس جابر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث اگر قابل احتجاج نہیں ہے تو قابل استشہاد ضرور ہے۔
مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں اس حدیث کے تحت میں لکھتے ہیں۔ ازین
حدیث معلوم می شود کہ گریختن از طاعون گناہ کبیرہ است چنانکہ فرار از زحف واگر اعتقاد کند کہ
اگر نگریزد البتہ بمیرد و اگر بگریزد البتہ بسلامت ماند کفر است انتہی صحیح بخاری اور مسلم میں ہے
عن اسامۃ بن زید قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الطاعون رجز ارسل علی طائفۃ من بنی
اسرائیل او علی من کان قبلکم فاذا سمعتم بہ بارض فلا تقدموا علیہ واذا وقع بارض وانتم بہا فلا تخرجوا
فرارا منہ یعنی اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
نے طاعون عذاب ہے جو بنی اسرائیل کے ایک گروہ پر یا ان لوگوں پر جو تم سے پہلے تھے بھیجا گیا
تھا پس جب تم کسی جگہ میں طاعون سنو تو وہاں نہ جاؤ اور جب کسی مقام میں طاعون ہو اور تم وہاں
ہو تو وہاں سے طاعون سے بھاگ کر مت نکلو۔ اس حدیث سے صراحۃً معلوم ہوا کہ طاعونی جگہ سے
طاعون سے بھاگنے کے ارادہ سے نکلنا حرام و ناجائز ہے کیونکہ اس حدیث میں خروج کی ممانعت
بلفظ نہی (فلا تخرجوا) وارد ہوئی ہے جو حقیقۃً حرمت کیلئے موضوع ہے اور اس نہی کے نہی تحریمی
ہونے پر عائشہ رضی الفار من الطاعون کالفار من الزحف بھی واضح دلیل ہے کما تقدم بیانہ اور
یہی جمہور کا مذہب ہے اور جو لوگ اس نہی کو تنزیہی کہتے ہیں ان کا قول بے دلیل ہے علامہ زرقانی
شرح موطا میں اس حدیث کے تحت میں لکھتے ہیں والجمہور علی انہ للتحریم حتی قال ابن خزیمۃ انہ
من الکبائر التی یعاقب اللہ ان لم یعف یعنی جمہور کا یہ قول ہے کہ طاعونی جگہ سے بھاگنے کی نہی

تحریمی ہے یہاں تک کہ کہا ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہ طاعونی جگہ سے بھاگنا ان کبیرہ گناہوں سے ہے جن پر اللہ تعالے عذاب کریگا اگر معاف نہ کیا۔ اور علامہ ممدوح شرح مواہب لدنیہ مین لکھتے ہین وخالفہم الاکثر وقالوا انہ للتحریم حتی قال ابن خزیمۃ انہ من الکبائر التی یعاقب علیہا ان لم یعف وہو ظاہر قولہ صلے اللہ علیہ وسلم الطاعون غدۃ کغدۃ البعیر المقیم بہا کالشہید والفار منہ کالفار من الزحف رواہ احمد برجال ثقات وروی الطبرانی وابو نعیم باسناد حسن مرفوعا الطاعون شہادۃ لامتی ووخز اعدائکم من الجن غدۃ کغدۃ الابل تخرج فی الاباط والمراق من مات منہ مات شہیدا ومن اقام بہ کان کالمرابط فی سبیل اللہ ومن فرمنہ کان کالفار من الزحف انتہے امام نووی شرح صحیح مسلم مین لکھتے ہین وفی ہذہ الاحادیث منع القدوم علی بلدۃ الطاعون ومنع الخروج فرارا من ذلک اما الخروج لعارض فلا باس وہذا الذی ذکرناہو مذہبنا ومذہب الجمہور قال القاضی ہو قول الاکثرین حتی قالت عائشہ رض الفرار منہ کالفرار من الزحف قال ومنہم من جوز القدوم علیہ والخروج منہ فرارا یعنی اسامہ بن زید وغیرہ کی ان حدیثون مین طاعونی مقام مین جانے کی اور اس سے طاعون سے فرار کے ارادہ سے نکلنے کی ممانعت ہے لیکن کسی اور ضرورت سے نکلنے مین کچھ مضائقہ نہین ہے اور یہی ہمارا اور جمہور کا مذہب ہے۔ قاضی نے کہا یہی اکثرون کا قول ہے یہان تک کہ عائشہ رض نے کہا کہ طاعون سے بھاگنا لڑائی سے بھاگنے کے مثل ہے۔ اور بعض لوگون نے طاعونی مقام مین جانے اور اس سے نکلنے کو جائز رکھا ہے پھر امام نووی ان بعض لوگون کے اس قول کو نقل کرکے لکھتے ہین والصحیح ما قدمناہ من النہی عن القدوم علیہ والفرار منہ لظاہر الاحادیث الصحیحۃ انتہی۔ یعنی او صحیح وہی ہے جو ہم نے پہلے بیان کیا یعنی طاعونی مقام مین داخل ہونا اور اس سے بھاگنا ممنوع ہے کیونکہ ظاہر احادیث صحیحہ سے یہی ثابت ہے اور حافظ ابن حجر فتح الباری مین لکھتے ہین۔ ومنہم من قال النہی فیہ للتنزیہ فیکرہ ولا یحرم وخالفہم جماعۃ فقالوا یحرم الخروج منہا لظاہر النہی الثابت فی الاحادیث الماضیۃ وہذا ہو الراجح عند الشافعیۃ وغیرہم ویؤیدہ ثبوت الوعید علی ذلک فاخرج احمد وابن خزیمۃ من حدیث عائشۃ رض مرفوعا اثناء حدیث بسند حسن قلت یا رسول اللہ فما الطاعون قال غدۃ کغدۃ الابل المقیم فیہا کالشہید والفار منہا کالفار من الزحف ولہ شاہد من حدیث جابر رفعہ الفار من الطاعون کالفار من الزحف والصابر فیہ کالصابر فی الزحف اخرجہ احمد ایضا وابن خزیمۃ وسندہ صالح للمتابعات انتہے۔ یعنی بعض لوگون نے کہا ہی کہ طاعونی جگہ سے نکلنے کی نہی جو حدیث مین آئی ہے وہ تنزیہی ہے پس نکلنا مکروہ ہے اور حرام نہین ہے اور ایک جماعت نے ان بعض لوگون کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ طاعونی مقام سے نکلنا حرام ہے بسبب ظاہر ممانعت کے جو احادیث گذشتہ سے ثابت ہے

اور شافعیہ وغیرہم کے نزدیک یہی راجح ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ طاعونی مقام سے نکلنے پر وعید ثابت ہے چنانچہ امام احمد اور ابن خزیمہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً بسند حسن روایت کیا ہے کہ مین نے کہا یا رسول اللہ طاعون کیا ہے آپ نے فرمایا گلٹی ہے۔ جیسے اونٹ کو گلٹی ہوتی ہے اس مین مقیم رہنے والا مثل شہید کے ہے اور اس سے بھاگنے والا لڑائی سے بھاگنے والے کے مثل ہے اور اس حدیث کی شاہد وہ حدیث ہے جس کو امام احمد اور ابن خزیمہ نے جابر رض سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ طاعون سے بھاگنے والا لڑائی سے بھاگنے والے کی مثل ہے اور طاعون مین صبر کرنیوالا لڑائی مین صبر کرنیوالے کے مثل ہے۔ اور سند اس کی متابعت کی صلاحیت رکھتی ہے۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات مین اس حدیث کے تحت مین لکھتے ہین۔ ضابطہ درو ہمین است کہ درانجاکہ ہست نباید رفت وازانجاکہ باشد نباید گریخت واگرچہ گریختن دربعض مواضع مثل خانہ کہ دروے زلزلہ شدہ یا آتش گرفتہ یا نشستن درزیر دیوارے کہ خم شدہ نزد غلبہ ظن بہلاک آمدہ است اما درباب طاعون جز صبر نیامدہ وگریختن تجویز نیافتہ وقیاس این برآن سواد فاسد است کہ آنہا از قبیل اسباب عادیہ اندو این از اسباب وہمی وبرہر تقدیر گریختن ازانجا جائز نیست وہیچ جا وارد نشدہ وہر کہ بگریزد عاصی ومرتکب کبیرہ ومردود است انتہی۔ المختصر ان احادیث صحیحہ سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ خروج فراراً من الطاعون مطلقاً منع ہے بناءً علیہ جس جگہ طاعون واقع ہو وہین ٹھیرے رہنا ضروری ہے اور وہان سے بھاگ کر کسی دوسرے مقام مین جانا جائز ہے اور نہ اس جگہ کی سرحد کے کھیتون اور کنوؤن پر چھپر ڈال کر جا رہنا درست ہے ہذا ما عندی واللہ تعالےٰ اعلم۔ کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ۔ سید محمد نذیر حسین

سوال۔ چہ می فرمایند علمائے دین اندرین باب از روئے مذہب حنفی کہ تداوی بحرام خصوصاً بخمر وغیرہ جائز است یا نہ بینوا توجروا۔

الجواب۔ درصورت مرقومہ باید دانست کہ تداوی بحرام خصوصاً بخمر در ظاہر مذہب جائز نیست چنانکہ در بحر وہدایہ وغیرہ مذکور است ولیکن از نہایہ وعنایہ وقاضی خان وغیرہ چنان مستفاد می شود کہ ہرگاہ دیگر دوا مفید ونافع نباشد واطباء حاذقین گویند کہ در حرام وخمر شفاء این مرض بظن غالب است پس درین صورت استعمال آن جائز است ویک جماعت علماء بلخ ہم بر این رفتہ اند پس بموجب قول صاحب عنایہ وغیرہ استعمال خمر بتداوی برائے مریض کہ قریب ہلاکت است مباح خواہد بود۔ الا انہ لا ینبغی ان یستعمل المحرم کالخمر ونحوہا لان الاستشفاء بالمحرم حرام ہدایۃ۔ قیل اذا لم یعلم ان فیہ شفاء اما اذا علم ان فیہ شفاء ولیس لہ دواء آخر غیرہ یجوز الاستشفاء

بہ و معنی قول ابن مسعود ان اللہ لم یجعل شفاءکم فیما حرم علیکم قیل ان عبد اللہ قال فی داء
عرف لہ دواء غیر المحرم لا یستغنی بالحلال عن الحرام و یجوز ان یقال تکشفت الحرمۃ
عن الحاجۃ فلا یکون الشفاء بالمحرم وانما یکون الحلال کذا فی العنایۃ۔ اختلف فی التداوی
بالمحرم وظاہر المذہب المنع کما فی رضاع البحر لکن نقل المصنف ثمہ وہنا عن الحاوی وقیل
یرخص اذا علم فیہ الشفاء ولم یعلم دواء آخر کما رخص الخمر للعطشان وعلیہ الفتوے کذا فی
الدرالمختار قال فی النہایۃ عن الذخیرۃ والاستشفاء بالحرام یجوز اذا علم ان فیہ شفاء ولم
یعلم دواء آخر وفی فتاوی قاضی خان معزیا الی نصر بن سلام معنی قولہ علیہ السلام ان اللہ لم
یجعل شفاءکم فیما حرم علیکم محمول علی الاشیاء التی لا یکون فیہا شفاء فاما اذا کان فیہ شفاء
فلا باس بہ الا تری ان العطشان حل لہ شرب الخمر للضرورۃ وکذا اختار صاحب الہدایۃ
فی التجنیس انتہی ما فی الطحطاوی مختصرا ولو ان مریضا اشار الیہ الطبیب بشرب الخمر روی عن
جماعۃ من ائمۃ بلخ انہ ینظر ان کان یعلم یقینا انہ یصلح حل لہ التناول کذا فی الفتاوی العالم
گیریۃ مختصرا واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ +

سید محمد نذیر حسین

مسئلہ۔ استعمال کردن ادویہ انگریزی کہ درین آمیزش خمر باشد ممنوع است مسلمانا نرا
بجہت آن کہ خمر نجس مغلظ مثل بول وبراز آدمی است نہ بسبب سکر آن زیرا کہ یک قطرہ
خمر در صد قطرہ دیگر ادویہ موجب اسکار نخواہد شد چہ یک قطرہ خمر دران ادویہ مستہلک
وگمنام شد وباعتبار نجس بودن خمر یک قطرہ خمر ہمہ ادویہ صد قطرہ را ناپاک گرداند
چنانکہ یک قطرہ بول ہمہ آب سبو را ناپاک می کند وہمین حال ادویہ ممتزجہ خمر است
واللہ اعلم بالصواب حررہ السید شریف حسین عفی عنہ +

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ تداوی بالخمر جائز ہے یا نہین +

الجواب۔ درست نہین ہے اس واسطے کہ خمر حرام ہے اور حرام مین شفا نہین
جیسا کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے واضح ہوتا ہے۔ عن ام سلمۃ عن النبی صلی اللہ
علیہ وسلم قال ان اللہ لم یجعل شفاءکم فیما حرم علیکم اخرجہ البیہقی وصححہ ابن حبان کذا فی بلوغ
المرام۔ اور اس واسطے کہ خمر دوا نہین ہے بلکہ داء یعنی بیماری ہے جیسا کہ طارق بن
سوید کی روایت سے واضح ہوتا ہے عن وائل الحضرمی ان طارق بن سوید سأل النبی

صلی اللہ علیہ وسلم عن الخمر یصنعہا للدواء فقال انہا لیست بدواء ولکنہ داء اخرجہ مسلم وابو داؤد وغیرہما
کذا فی بلوغ المرام ۔ اور اس واسطے کہ ابو داؤد نے ابو الدرداء سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ
لا تداووا بالحرام یعنے حرام سے دوا مت کرو اس روایت مین اگرچہ ایک راوی مستور ہے مگر
دونون روایتین جو پہلے مذکور ہوئین اور ایک روایت جو آگے آتی ہے اس کو قوت دیتی ہین
اور اس واسطے کہ خمر بلا شبہ خبائث مین داخل ہے اور دواء خبیث سے ممانعت آئی ہے
جیسا کہ ابو داؤد مین ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم عن الدواء الخبیث یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے منع کیا دوا خبیث سے ۔
اس حدیث کے سب راوی صدوق ہین واللہ اعلم بالصواب حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

کتاب الادب

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ زید نے بوقت ملاقات عمرو کے ابتدا السلام کی و نیز ایک ہاتھ واسطے مصافحہ کے عمرو کی طرف بڑھایا عمرو نے بیساختہ کہا کہ ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا طریقہ نبوی نہین بلکہ طریقہ نصاری ہے اور سنت طریقہ دونون ہاتھ سے مصافحہ کرنا ہے لہذا گذارش ہے کہ سنت طریقہ مصافحہ کا حدیثون سے کس طور پر ثابت ہے اور عمرو اس لفظ کے کہنے سے کہ طریقہ نصارے ہے گنہگار ہوگا یا نہین عام فہم عبارت مین تحریر فرمایئے اور حدیثون کا ترجمہ اس کے تحت مین ہو اور جس کتاب کی عبارت ہو مع صفحہ وجلد کے تحریر فرمایئے اور اجر اس کا عنداللہ لیجئے +

الجواب - بعد حمد وصلوۃ کے واضح ہو کہ مصافحہ کے بارے مین اگرچہ رواج تو ایسا ہی ہو رہا ہے کہ اکثر آدمی دونون ہاتھ سے کرتے ہین اور اسی کو اچھا بھی سمجھتے ہین لیکن حدیثون کے روسے ایک ہی ہاتھ سے مصافحہ کرنا ثابت ہوتا ہے اس لئے کہ جو حدیثین مصافحہ کے بارے مین آئی ہین اُن مین ید کا لفظ ہے جن کے معنے ہین ایک ہاتھ چنانچہ ترمذی صفحہ ۱۰۹ باب المصافحہ مین حضرت انس رض سے روایت ہے - قال رجل یارسول اللہ الرجل منا یلقی اخاہ او صدیقہ اینحنی لہ قال لا قال فیلتزمہ ویقبلہ قال لا قال فیاخذ بیدہ ویصافحہ قال نعم یعنی ایک شخص نے کہا یارسول اللہ ہم مین سے کوئی آدمی اپنے بھائی سے یا دوست سے ملے تو کیا اسکے واسطے جھک جایا کرے آپ نے فرمایا کہ نہین اس نے کہا کیا معانقہ کرے فرمایا کہ نہین اس نے کہا کہ کیا اس کا ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کیا کرے فرمایا کہ ہان - اور اس حدیث کو ترمذی نے حسن کہا ہے اور مشکوۃ صفحہ ۵۱۰ باب فی اخلاقہ وشمائلہ مین حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے آیا ہے ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کان[1] اذا صافح الرجل لا ینزع

[1] قولہ کان اذا صافح الخ اخرجہ الترمذی وفی اسنادہ زید العمی وہو ضعیف ۱۲ ابو سعید محمد شرف الدین عفی عنہ

یدہ من یدہ حتی یکون ہو الذی ینزع یدہ یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم ایسے وسیع الحلم اور عظیم الخلق تھے کہ جب کسی شخص سے مصافحہ کرتے تو جبتک وہی شخص اپنا ہاتھ آپ کے ہاتھ مبارک سے جدا نہ کرتا تب تک آپ اپنا ہاتھ جدا نہین فرماتے اور مشکوۃ کتاب الدعوات صفحہ ۲۰۶ مین حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالے عنہما کی روایت سے آیا ہے کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا ودع رجلا اخذ بیدہ فلا یدعہا حتی یکون الرجل ہو یدع ید النبی صلے اللہ علیہ وسلم ویقول استودع اللہ دینک وامانتک وآخر عملک من ابی داؤد وغیرہ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی شخص کو رخصت کرتے تو اس کا ہاتھ پکڑتے پھر نہ چھوڑتے اسکو جبتک کہ وہ شخص خود ہی آپ کے مبارک ہاتھ کو نہ چھوڑتا اور آپ اُس وقت یعنی رخصت کرتے وقت یہ دعا پڑھا کرتے تھے جسکا ترجمہ یون ہے کہ تیرے دین اور امانت کو اور کامون کے انجام کو اللہ تعالے کے سپرد کرتا ہون اور مشکوۃ باب المصافحہ مین ابو داؤد کے حوالہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالے عنہا کی روایت سے آیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالے عنہا کے پاس تشریف لیجاتے تو وہ آپ کا ہاتھ پکڑتین اور اپنی جگہ بٹھلاتین اور جب حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالے عنہا آپ کے پاس آتین تو آپ اُن کا ہاتھ پکڑتے اور اپنی جگہ بٹھلاتے۔ ان حدیثون سے کئی مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ ملنے والے کی تعظیم کے واسطے جھک جانا درست نہین ہے۔ اور معانقہ کی بابت حدیث اول مین ممانعت ہے۔ اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے جواز معلوم ہوتا ہے جو کہ ترمذی جلد دوم صفحہ ۱۰۹ مین ہے مگر ترمذی والی روایت مین چونکہ یہی مذکور ہے کہ زید بن حارثہ رضی اللہ تعالے عنہ اس وقت سفر سے آئے تھے لہذا دونون روایتون کے جمع کرنے سے یہ مسئلہ نکلا کہ جب سفر سے آوے تب معانقہ بھی درست ہے۔ اور ہر وقت کی ملاقات مین معانقہ منع ہے صرف مصافحہ کرنا سنت ہے اور ایک مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ جس طرح آتے وقت مصافحہ کرنا سنت ہے اسی طرح رخصت ہوتے وقت بھی سنت ہے حالانکہ اکثر لوگ یون کہتے ہین کہ رخصت ہوتے وقت کا مصافحہ درست نہین ہے۔ پس یاد رکھین کہ درست اور سنت ہے۔ اور ایک مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ اگر ملنے والے محرم ہون تو عورت مرد کو بھی باہم مصافحہ کرنا درست ہے جیسے باپ بیٹی یا بھائی بہن یا خاوند زوجہ وغیرہم مگر بعض مولوی یا پیرزادے چونکہ نامحرم عورتون سے بھی مصافحہ کیا کرتے ہین اس لئے اس موقع پر یہ لکھنا ضروری ہے کہ کسی مرد کو نامحرم عورت سے مصافحہ کرنا درست نہین ہے کیونکہ ابن ماجہ صفحہ ۲۱۲ باب بیعۃ النساء مین امیمہ بنت

رقیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
انی لا اصافح النساء[1] یعنی مین عورتون سے مصافحہ نہین کرتا ہون اور ابن ماجہ کے اسی باب
مین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہین کہ قسم ہے اللہ
کی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک نے کبھی کسی عورت کے ہاتھ کو نہین چھوا
اگر کوئی صاحب یون کہین کہ یہ صرف بیعت کے بارے مین ہے تو مین یہ جواب دونگا
کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا لفظ انی لا اصافح النساء عام ہے اس عموم مین سے
محرم عورتین خاص ہوگئین بوجہ حدیث مذکورہ بالا کے جس مین حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ
عنہا سے مصافحہ کرنیکا بیان ہے باقی سب عورتین ہر صورت سے اس عموم نہی مین داخل
رہین۔ اور ایک مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ ہر ایک ملاقات کے وقت مصافحہ کرنا سنت ہے کچھ
یہ نہین ہے کہ چند روز کے بعد ملاقات کے ہو تب ہی سنت ہو۔ اور ایک مسئلہ یہ معلوم ہوا
کہ مصافحہ مین سنت طریقہ یہی ہے کہ ایک ہاتھ سے کیا جاوے دونون ہاتھ سے مصافحہ
کرنا سنت نہین ہے۔ دونون ہاتھ کا بیان تو اس طرح ہوتا ہے جس طرح تیمم کے بیان والی
حدیثون مین ہوا ہے چنانچہ مشکوۃ صفحہ ۴۷ باب التیمم مین بخاری کی روایت سے آیا ہے۔
فضرب النبی صلے اللہ علیہ وسلم بکفیہ الارض ونفخ فیہما ثم مسح بہما وجہہ وکفیہ۔ یعنی نبی صلے اللہ
علیہ وسلم نے اپنی دونون ہتیلیان زمین پر مارین اور ان دونون مین پھونک ماری پھر
ان دونون کو اپنے چہرہ مبارک اور دونون ہاتھون پر ملا۔ اور مسلم کا لفظ اسی روایت مین
یون ہے انما یکفیک ان تضرب بیدیک الارض یعنی فرمایا کہ مجھ کو کفایت کرتا تھا کہ مارتا تو دونون
ہاتھ اپنے زمین پر۔ پس مصافحہ کی حدیثون مین ید کا لفظ اور تیمم کی حدیث مین یدین اور کفین کا لفظ
آنا اس امر کی روشن دلیل ہے کہ مصافحہ ایک ہی ہاتھ سے کرنا سنت ہے اور حضرت عبداللہ
ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے جو روایت آئی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو التحیات
کا پڑھنا سکھایا اور اس وقت میرا ہاتھ آپ کے دونون ہاتھون کے بیچ مین تھا اس سے
بعض علما دونون ہاتھ سے مصافحہ کرنے کی سنت نکالتے ہین لیکن انصاف کے رو سے
یہ حدیث مصافحہ کے بارے مین نہین اور ہو سکتی بھی نہین۔ ہے تو نہین اس لئے کہ اسمین
مصافحہ کا ذکر نہین بلکہ تعلیم اور تذکیر کا بیان ہے اور یہ عام دستور ہے اور سب جانتے ہیں
کہ جب کوئی ضروری بات یا کام کسی کو سکھانا یا سمجھانا ہوتا ہے اور اسکے حال پر مہربانی و شفقت

[1] قولہ انی لا اصافح النساء اخرجہ ایضاً الترمذی والنسائی۔ الجامع الصغیر ابو سعید محمد شرف الدین عفی عنہ

ئی نظر ہوتی ہے تو اس کے سر پر یا کاندھے پر ہاتھ رکھکر یا اس کا ہاتھ پکڑ کر سکھایا سمجھایا کرتے ہیں۔ اور ہو سکتی نہیں اس لئے کہ مصافحہ کے صرف تین موقعے ہیں یا آتے وقت یا رخصت ہوتے وقت یا بیعت کیوقت۔ اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں تینوں موقعے نہیں پھر اس کو مصافحہ کے مسئلہ سے کیا علاقہ۔ باقی رہا بعض علما کا قول یا فعل سو وہ دلیل شرعی نہیں ہے خصوصاً جبکہ احادیث مرفوعہ صحیحہ کے مخالف واقع ہو تو پھر اس سے کیا کام نکلسکتا ہے اس کی اتنی رعایت کافی ہے کہ اگر کوئی شخص دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرے تو اس پر چنداں گرفت نہ کیجاوے مگر اس کو سنت کہنا بالکل غلط ہے کیونکہ سنت ہونیکا شرف تو ایک ہی ہاتھ کے مصافحہ کے واسطے حاصل ہے۔ ایک ہاتھ کے مصافحہ کو نصاری کا طریقہ کہدینا اگر ناواقفیت کی وجہ سے ہے تو عمرو کو سمجھ لینا چاہیئے کہ یہود و نصاری کی یا دوسرے کافروں کی مشابہت ایسے کام میں ہوا کرتی ہے جسکو شریعت اسلام نے ثابت یا مقرر نہیں رکھا مسلمان لوگ صرف کفار کی ریس سے اس کو کرنے لگیں اور جو کام شریعت میں ثابت ہوچکا ہے وہ اگر یہود و نصاری یا دوسرے کافروں میں بھی پایا جاوے تو اس کام پر ان کی مشابہت کا اطلاق صحیح نہیں ہے اور وہ واجب الترک بھی نہیں ہے مثلاً سپہ گری کا فن سیکھنا اور گھوڑے کی سواری میں مشاقی پیدا کرنا آجکل نصاری میں بہت کثرت سے رائج ہے مگر شریعت اسلام میں بھی چونکہ یہ امر مقرر اور ماموربہ ہے لہذا اس کو نصاری کی مشابہت کے تحت میں لاکر واجب الترک ہرگز نہیں کہہ سکتے اس قاعدہ کو یاد رکھیں اور ہر موقع پر اس کے موافق جانچ کر کے حکم لگایا کریں گے تو انشاء اللہ تعالے غلطی نہ ہوگی۔ اور اگر عمرو مذکور نے جان بوجھکر ایسا لفظ کہا ہے تو سنت کی صریح توہین ہے۔ اور سنت کی توہین کفر ہے ایسی باتوں سے مسلمانوں کو بہت ڈرنا اور بچنا چاہیئے فقط۔

حررہ العاجز حمید اللہ عفی عنہ۔ ساکن سراوہ ضلع میرٹھ۔ حمید اللہ

سید محمد نذیر حسین

ہوالموفق۔ جواب صحیح ہے بیشک مصافحہ کا طریقہ مسنون یہی ہے کہ ایک ہاتھ سے یعنے داہنے ہاتھ سے کیا جاوے اور دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنا کسی حدیث مرفوع صحیح سے ثابت نہیں اس مسئلہ کی تحقیق میں رسالہ المقالۃ الحسنیٰ فی سنیۃ المصافحہ بالید الیمنی ایک جامع اور مفید رسالہ چھپکر شائع ہوا ہے جس شخص کو اس مسئلہ کی تحقیق کامل طور پر مع مالہا و ما علیہا کے منظور ہو اُسے چاہیئے کہ اس رسالہ کو ضرور مطالعہ کرے۔ ہاں اس جواب میں جو یہ لکھا گیا ہے کہ "اور ایک مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ جس طرح آتے وقت مصافحہ کرنا سنت ہے اسی طرح

رخصت ہوتے وقت بھی سنت ہے حالانکہ اکثر لوگ یون کہتے ہین کہ رخصت ہوتے وقت کا مصافحہ درست نہین پس یاد رکھین کہ درست اور سنت ہے۔" سو مجیب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمانا ٹھیک نہین ہے اس واسطے کہ رخصت ہوتے وقت کے مصافحہ کے درست اور سنت ہونیکو مجیب نے حدیث

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا ودع رجلا اخذ بیدہ فلا یدعہا الخ سے ثابت کیا ہے حالانکہ اس حدیث سے صرف مسافر کے رخصت کرتے وقت مصافحہ کا مسنون ہونا ثابت ہوتا ہے اور غیر مسافر کے لئے رخصت ہوتے وقت کا مصافحہ اس حدیث سے ثابت نہین ہوتا کیونکہ اس حدیث مین تودیع سے مراد مسافر کو رخصت کرنا ہے اور مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی شخص سفر مین جانیوالے کو رخصت کرتے تو اس کا ہاتھ پکڑ لیتے اور یہ دعا پڑھتے استودع اللہ دینک وامانتک واخر عملک۔ دیکھو شروح حدیث وکتب لغت۔ ہان جامع ترمذی مین ابو امامہ رضہ کی حدیث مین جو یہ جملہ مروی ہے وتمام تحیاتکم بینکم المصافحۃ یعنی تم لوگون کے سلام کی تمامی مصافحہ کرنا ہے۔ یعنی سلام تبھی پورا اور کامل ہوگا کہ سلام کرکے ساتھ مصافحہ بھی کرو شیخ عبد الحق محدث دہلوی اس جملہ کے ترجمہ مین لکھتے ہین " تمام وکمال سلامہائے شما کہ میان یکدیگر می کنید مصافحہ است یعنی چون سلام کنید مصافحہ نیز بکنید تا سلام تمام شود وکامل گردد۔" سو حدیث کے اس جملہ سے رخصت ہوتے وقت کا مصافحہ مسافر اور غیر مسافر ہر ایک کے لئے البتہ ثابت ہوتا ہے کیونکہ رخصت ہوتے وقت مسافر اور غیر مسافر ہر ایک کے لئے سلام کرنا بلا شبہ مسنون ہے اور سلام کی تمامی مصافحہ کرنا ہے تو نتیجہ یہ نکلا کہ رخصت ہوتے وقت مسافر اور غیر مسافر ہر ایک کے لئے مصافحہ کرنا مسنون ہے لیکن جامع ترمذی کی یہ حدیث ضعیف و ناقابل احتجاج ہے ترمذی نے اس حدیث کے روایت کرنیکے بعد لکھا ہے ہذا اسناد لیس بالقوی یعنی اس حدیث کی سند قوی نہین ہے، مین کہتا ہون کہ اس حدیث کی سند مین ایک راوی علی بن یزید ہے اس کی نسبت ترمذی نے امام بخاری سے نقل کیا ہے کہ یہ ضعیف ہے اور خلاصہ مین اس کی نسبت لکھا ہے قال البخاری منکر الحدیث یعنی امام بخاری نے کہا کہ علی بن یزید منکر الحدیث ہے۔ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جس راوی کی نسبت منکر الحدیث کہتے ہین اس راوی سے حدیث کا روایت کرنا حلال نہین۔ میزان الاعتدال مین ابان بن جبلہ کے ترجمہ مین مرقوم ہے نقل ابن القطان ان البخاری قال کل من قلت فیہ منکر الحدیث فلا تحل الروایۃ عنہ انتہی حاصل جامع ترمذی کی یہ حدیث ضعیف ہے لہذا اس حدیث کے جملہ مذکورہ سے رخصت ہوتے وقت کا مصافحہ ثابت نہین ہوسکتا۔ اور کتاب شرعۃ الاسلام مین جو یہ اثر مرقوم ہے کہ

كان اصحاب رسول الله صلے الله علیه وسلم اذا تلاقوا تعانقوا واذا تفرقوا تصافحوا وحمدوا الله واستغفروا عند ذلک وان التقوا وافترقوا فی الیوم مرارا انتہے۔ سو یہ اثر بے سند ہے صاحب شرعۃ الاسلام نے اس اثر کی سند لکھی ہے اور نہ کسی کتاب حدیث کا حوالہ دیا ہے کہ فلان کتاب مین یہ اثر مروی ہے پس جبتک اس اثر کی سند صحیح معلوم نہ ہو کیونکر قابل اعتبار ہو سکتا ہے۔ اور امام طحاوی نے شرح معانی الآثار مین اس اثر کو شعبی سے روایت کیا ہے مگر اس مین لفظ واذا تفرقوا تصافحوا الخ نہین ہے بلکہ اس کا لفظ صرف اسقدر ہے۔ ان اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم کانوا اذا التقوا تصافحوا واذا قدموا من سفر تعانقوا۔ خلاصہ یہ کہ رخصت ہوتے وقت غیر مسافر کے لئے مصافحہ کا مسنون ہونا کسی حدیث مرفوع صحیح سے ثابت ہے اور نہ کسی اثر صحیح سے ہان مسافر کے لئے رخصت ہوتے وقت ثابت ہے والله تعالی اعلم۔ کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفا الله عنہ +

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ انگریزی پڑہنا بغرض حصول دنیا کے جائز ہے یا نہین فقط بینوا توجروا +

الجواب۔ بغرض حصول معاش و رفع حاجت کے انگریزی پڑہنی جائز ہے جامع ترمذی مین زید بن ثابت رضی الله عنہ سے روایت ہے امرنی رسول الله صلے الله علیه وسلم ان اتعلم له کلمات من کتاب یہود وقال انی والله ما امن یہود علے کتابی قال فما مربی نصف شہر حتے تعلمته له قال فلما تعلمته کان اذا کتب الی یہود کتبت الیہم واذا کتبوا الیه قرأت له کتابہم قال الترمذی ہذا حدیث حسن صحیح وقد روی من غیر ہذا الوجه عن زید بن ثابت وقد رواه الاعمش عن ثابت بن عبید عن زید بن ثابت یقول امرنی رسول الله صلے الله علیه وسلم ان اتعلم السریانیة (جامع ترمذی ابواب الاستیذان والادب) حررہ عبد الرحیم عفی عنہ +

سید محمد نذیر حسین

ہو الموفق۔ بغرض حصول معاش انگریزی پڑھنا جائز ہے مگر ایسے طریق سے کہ مفضی الی النیچریت والالحاد نہ ہو ورنہ ہرگز جائز نہین والله اعلم بالصواب + کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفا الله عنہ +

لہ قوله ان اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم الخ عن انس قال کان اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم اذا تلاقوا تصافحوا واذا قدموا من سفر تعانقوا رواه الطبرانی ورواته محتج بہم فی الصحیح کذا فی الترغیب والترہیب للمنذری ۱۲۴ ابو سعید محمد شرف الدین عفی عنہ

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ کوئی مسلمان آدمی پیشہ ماہی فروشی یا سبزی فروشی یا ندافی یا کپڑا بننے کا کرتا ہے اور وہ دیندار نمازی پرہیزگار ہے کیا اس پیشہ کے کرنیسے وہ اپنے کو شیخ کہہ سکتا ہے یا لکھا سکتا ہے یا نہین بینوا توجروا +

الجواب - اللہ کے نزدیک زیادہ بزرگ پرہیزگار ہے اللہ تعالے فرماتا ہے ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم یعنی اللہ کے نزدیک زیادہ بزرگ وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین سید شیخ مغل پٹھان یہ چار لقب معروف نہ تھے بلکہ قبیلے مشہور تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قریشی تھے کوئی تیمی تھا کوئی حذری کوئی اشجعی تھا۔ بہت عرصہ کے بعد لوگون نے یہ لقب مقرر کئے۔ غیاث اللغات مین شیخ کے معنے یہ لکھے ہین۔ شیخ بالفتح بمعنی خواجہ و پیر اور صراح مین ہے شیخ پیر و خواجہ۔ پس باعتبار معنی لغوی کے اگر یہ لوگ اپنے کو شیخ لکھین یا لکھائین تو کوئی حرج نہین۔ اور پیشہ کرنیسے کوئی آدمی اپنی قومیت سے خارج نہین ہوتا۔ حضرت داؤد علیہ السلام زرہ بافی کا پیشہ کرتے تھے۔ فرمایا اللہ تعالی نے وعلمناہ صنعۃ لبوس لکم لتحصنکم من باسکم (سورہ انبیا) اور فرمایا والنالہ الحدید ان اعمل سابغات وقدر فی السرد (سورہ سبا) اور زکریا علیہ السلام نجار یعنے بڑھئی تھے صحیح مسلم مین ہے عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال کان زکریا نجارا۔ اور تاریخ خمیس کے صفحہ ۷۶ مین ادریس علیہ السلام کے حال مین لکھا ہے کان خیاطا یعنی حضرت ادریس علیہ السلام پیشہ درزی کا کرتے تھے۔ اور نواب صدیق الحسن خان صاحب مرحوم اپنی کتاب سعۃ الجال کے صفحہ ۷ مین لکھتے ہین۔ نبی اللہ داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کے کام سے کھاتے تھے اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔ داؤد علیہ السلام زرہ بناتے تھے۔ اس کا ذکر قرآن شریف مین بھی آیا ہے۔ یہ حدیث دلیل ہے اس بات پر کہ انبیا علیہم السلام اہل حرفہ تھے۔ حرفہ مین اگر عیب ہوتا تو اللہ اپنے نبیون کو اس سے بچاتا۔ نوح علیہ السلام نجار تھے یعنی بڑھئی۔ ابراہیم علیہ السلام بزاز تھے اسمٰعیل علیہ السلام صیاد تھے۔ یعنی شکار کا پیشہ کرتے تھے۔ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم شبانی گوسفند کی کرتے تھے۔ حاصل کلام یہ کہ پیشہ کرنے سے کوئی آدمی رذیل نہین ہوتا ہے تو اب جو آدمی مسلمان ہو اور پیشہ ماہی فروشی یا سبزی فروشی یا ندافی کا کرتا ہے اور وہ دیندار اور پرہیزگار ہے وہ اپنے کو شیخ لکھا سکتا ہے باعتبار لغت کے کیونکہ وہ دیندار بزرگ ہے اور نیز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرتا ہے اور حضرت ابوبکر صدیق رض کا متبع ہے اسلئے وہ شیخ صدیقی ہے اور جتنے نومسلم ہوتے ہین وہ اس معنے سے اپنے کو شیخ صدیقی کہتے ہین اور بنگالہ مین جس قدر نومسلم ہوئے کوئی دس پشت سے کوئی پانچ پشت سے سب شیخ کہلاتے ہین ایسے ہی یہ دیندار جو

پیشہ ماہی فروشی کا یا سبزی فروشی کا کرتا ہے مستحق اس کا ہے کہ اپنے کو شیخ کہلائے یا لکھائے۔

واللہ اعلم بالصواب حررہ محمد سعید عفی عنہ ÷ سید محمد نذیر حسین

ہوالموفق۔ اس میں کچھ شبہ نہیں ہے کہ کوئی دیندار اور پرہیزگار مسلمان اپنے کسی جائز پیشہ کی وجہ سے رذیل اور وضیع نہیں ہو سکتا۔ کیا ہی سچ کہا ہے ابوالعتاہیہ شاعر نے ؎

الا انما التقوی ہی العزم والکرم ÷ وحبک للدنیا ہوالذل والسقم ÷ ولیس علی عبد تقی نقیصۃ ÷ اذا صحح التقوی وان حاک او حجم ÷

اور اس دیندار پرہیزگار مسلمان کو باعتبار اس کی دینداری و پرہیزگاری کے یا باعتبار اسکی فضیلت علمی کے شیخ یا خواجہ کہنا اور اس کے نام کے ساتھ اس لفظ کو استعمال کرنا بلاشبہ جائز ہے خواہ اس کا پیشہ ماہی فروشی یا سبزی فروشی ہو یا نداقی یا جاسہ بافی ہو یا کوئی اور جائز پیشہ ہو بہت سے علماء امت و اتقیاء امت اہل پیشہ گذرے ہیں جن کے علم و فضل یا اصلاح و تقوی کی وجہ سے ان کے نام کے ساتھ شیخ یا خواجہ کا لفظ بلا نکیر استعمال کیا جاتا ہے۔ اگر تم تفتیش کرو گے تو بہت سے اکابر اہل پیشہ کے نام کے ساتھ شیخ یا خواجہ کے لفظ کو مستعمل پاؤ گے۔ بلکہ جائز پیشہ والے مسلمان کو اس کے صلاح و تقوے و فضیلت علمی کے لحاظ سے سید کہنا بھی جائز ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سعد بن معاذ رضؓ کو سید کہا ہے۔ چنانچہ فرمایا قوموا الی سیدکم الحدیث رواہ البخاری وغیرہ حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں۔ قال الخطابی رح فی حدیث الباب جواز اطلاق السید علی الخیر الفاضل انتہے۔ رہی یہ بات کہ کوئی متقی و دیندار اہل پیشہ خود اپنے کو شیخ کہہ سکتا ہے یا لکھا سکتا ہے یا نہیں سو اس کا جواب تفصیل طلب ہے اگر وہ اپنے تقوے و دینداری یا علم و فضل کی وجہ سے اپنے کو شیخ کہنا یا لکھانا چاہتا ہے تو اس وجہ سے اپنے کو شیخ کہنا یا لکھانا ٹھیک نہیں۔ قال اللہ تعالے فلا تزکوا انفسکم ہو اعلم بمن اتقی۔ اور اگر وہ اپنے کو شیخ کہہ کر یا لکھا کر اپنی خاص قومیت پر جو اس کو اس کے خاص پیشہ کی وجہ سے حاصل ہے پردہ ڈالنا چاہتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ لوگ اس کو اس کی خاص قوم سے نہ شمار کریں بلکہ اس کو کچھ اور سمجھیں تو اس خیال سے بھی اپنے کو شیخ کہنا یا لکھانا ٹھیک نہیں کیونکہ یہ ایک قسم کی تدلیس ہے۔ اور اگر وہ اپنے کو شیخ کہنے یا لکھانے سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف اپنے کو منسوب کرنا اور انکی نسل میں داخل کرتا ہے حالانکہ وہ ان کی نسل سے نہیں ہے تو اس وجہ سے بھی اپنے کو شیخ کہنا یا لکھانا جائز نہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے من ادعی الی غیر ابیہ وہو یعلم فالجنۃ علیہ حرام متفق علیہ۔ یعنی جو شخص جان بوجھکر اپنے کو اپنے باپ کے سوا کسی اور شخص کی طرف منسوب کرے اس پر جنت حرام ہے روایت کیا اس حدیث کو بخاری اور مسلم نے ذکر فرمایا

لاترغبوا عن آبائکم فمن رغب عن ابیہ فقد کفر متفق علیہ یعنی اپنے کو اپنے آباؤ اجداد کی طرف منسوب کرنے سے اعراض نہ کرو اس واسطے کہ جو شخص ایسا کرے گا وہ کافر ہو جائیگا روایت کیا اس حدیث کو بخاری اور مسلم نے (مشکوۃ شریف باب اللعان) اور اگر اس کا اپنے کو مطلق شیخ یا شیخ صدیقی کہنا یا لکھنا اس وجہ سے ہے کہ اس کے آباؤ اجداد نومسلم تھے پس ان کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک خاص مناسبت ہے جیسا کہ علامہ آزاد بلگرامی نے سبحۃ المرجان میں علامہ محمد طاہر فتنی کے پرپوتے شیخ عبد القادر کے ترجمہ میں لکھا ہے۔ ومن احفاد العلامۃ محمد طاہر الفتنی الشیخ عبد القادر بن الشیخ ابی بکر ونظم الشیخ عبد اللہ المکی الشافعی استاذہ فی مدح التلمیذ قصیدۃ یوصل فیہا النسب الی الصدیق الاکبر رض ٥ قد کان جدا بیک بل غر بحیہ ÷ من اوحد العلماء والفضلاء اعنی محمد طاہر من فتنی ÷ الصدیق حقیقۃ من غیر مراء ÷ لکن جمہور اہل گجرات متفقون علی ان الشیخ من البواہیر وصرح بہ الشیخ عبد الحق الدہلوی فی کتابہ اخبار الاخیار قال بعضہم انما کان صدیقیا من جانب الام وقال الآخرون لما تلقب المہدویۃ بالحیدریۃ نسبۃ الی الحیدر علی بن ابی طالب تلقب الشیخ بالصدیقی فی مقابلتہم والاصل ان اصل البواہیر جدید اسلامہم واہل الہند یدعون کل من یدخل فی دین الاسلام صدیقیا لمناسبتہ بالصدیق الاکبر رضی اللہ عنہ (سبحۃ المرجان صفحہ ۴۴) سو اس وجہ سے اس کا اپنے کو شیخ صدیقی کہنا یا لکھنا درست معلوم ہوتا ہے مگر چونکہ اس کہنے یا لکھنے میں کچھ فائدہ نہیں اور ساتھ اس کے اس میں نسبت الی غیر الاباء کا ایہام ہوتا ہے لہذا اس وجہ سے بھی اس کو شیخ صدیقی کہنے یا لکھنے سے اجتناب کرنا بہتر معلوم ہوتا ہے۔ ہذا ما عندی واللہ تعالے اعلم وعلمہ اتم۔ کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ ÷

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص کسی عالم دیندار یا حاکم دیندار کے آنے یا جانے کے وقت تعظیما کھڑا ہو جاوے اور دل میں جانتا ہے کہ عالم دیندار کی تعظیم خدا کے لئے کرتا ہوں اور حاکم دیندار کی یا تو اس غرض سے کرتا ہوں کہ وہ حاکم ہے یا اس غرض سے کہ تعظیم کرنیوالا اس کا نوکر ہے عادتًا اس کے لئے کھڑا ہو جاتا ہے۔ یہ کھڑا ہو جانا اس کا شرعًا کیسا ہے آیا شرک ہے یا بدعت یا جائز یا ثواب (۲) حدیث میں جو بڑوں کی تعظیم کرنا وارد ہوا ہے اس سے کیا مراد ہے یعنی ان کی بزرگی کیونکر کی جاوے بینوا توجروا ÷

الجواب۔ کسی شخص کے آنے یا جانیکے وقت اس کی تعظیم کے لئے کھڑے ہونیکے بارے میں حدیثیں مختلف آئی ہیں اسی وجہ سے اہل علم کی رائیں بھی اس مسئلہ میں مختلف ہیں۔ بعض اہل علم نے اس قیام کو مطلقا ممنوع بتایا ہے اور بعض نے مطلقا جائز کہا ہے اور امام غزالی کی یہ رائے ہے کہ "قیام علے سبیل الاعظام مکروہ ہے۔ اور علے سبیل الاکرام مکروہ نہیں۔"

حافظ ابن حجر فتح الباری جزو ۲۵ صفحہ ۶۵۷ مین لکھتے ہین ہذا التفصیل حسن یعنی امام غزالی کی یہ تفصیل اچھی ہے۔ اور حافظ ابن کثیر نے بعض محققین کی یہ رائے نقل کی ہے کہ "عجمیون کی طرح کھڑے ہونیکی عادت بنا لینا ممنوع ہے لیکن اگر سفر سے آنیوالے کیلئے کھڑا ہوجائے یا حاکم کے لئے اس کے محل و لایت مین کھڑا ہوجائے تو کچھ مضائقہ نہین۔" حافظ ابن حجر لکھتے ہین کہ اسی حکم کے ساتھ ملحق ہے۔ توسع مجلس کے لئے کھڑا ہوجانا یا کسی عاجز کی اعانت کے لئے کھڑا ہوجانا یا کسی نعمت پانے والیکو مبارک باد دینے کے لئے کھڑا ہوجانا یا کسی اور ضرورت سے کھڑا ہوجانا" یعنی اس مین بھی کچھ مضائقہ نہین ہے۔ ابن قتیبہ کی یہ رائے ہے کہ کسی شخص کے سر پر کھڑا ہونا جیسا کہ عجمی بادشاہون کے سامنے لوگ کھڑے رہتے ہین ممنوع ہے اور کسی اپنے بھائی کے لئے کھڑا ہوجانا جبکہ وہ سلام کرے ممنوع نہین۔" حافظ ابن حجر لکھتے ہین کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ادب المفرد مین اسی طرف اشارہ کیا ہے اور حافظ منذری نے اسی رائے کو ترجیح دی ہے۔ امام خطابی کی یہ رائے ہے کہ رعایا کا اپنے رئیس فاضل اور امام عادل کے لئے کھڑا ہونا اور متعلم کا عالم کے لئے کھڑا ہونا مستحب ہے۔ اور جو لوگ ان صفات کے ساتھ موصوف نہ ہون ان کے لئے کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ قیام متنازع فیہ کو جو لوگ مطلقاً ناجائز کہتے ہین متعدد حدیثین پیش کرتے ہین از انجملہ ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے۔ خرج علینا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم متوکئا علے عصا فقمنا لہ فقال لاتقوموا کما القوم الاعاجم بعضہم لبعض اخرجہ ابوداؤد وابن ماجہ۔ یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم چھڑی پر ٹیکا دیئے ہوئے باہر تشریف لائے۔ سو ہم لوگ آپ کے لئے کھڑے ہوگئے پس آپ نے فرمایا مت کھڑے ہو جیسا کہ عجمی لوگ باہم بعض بعض کے لئے کھڑے ہوا کرتے ہین۔ روایت کیا اس حدیث کو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے۔ علامہ طبری نے اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ حدیث ضعیف و مضطرب السند ہے اور اس کی سند مین غیر معروف شخص ہے اور از انجملہ عبداللہ ابن بریدہ کی یہ حدیث ہے من احب ان یتمثل لہ الرجال قیاما وجبت لہ النار اخرجہ الحاکم ولہ طریق اخری عن معاویۃ اخرجہ ابوداؤد والترمذی وحسنہ۔ یعنی جو شخص اس بات کو محبوب رکھے کہ لوگ اس کی فرمانبرداری مین کھڑے رہین تو اس کے لئے آگ واجب ہوگئی روایت کیا اس کو حاکم نے۔ ابن قتیبہ نے اس حدیث کے جواب مین یہ کہا ہے کہ اس سے قیام متنازع فیہ کی ممانعت و نہی مراد نہین ہے بلکہ اس مین اس شخص کے لئے قیام کی ممانعت ہے جو چاہتا ہے کہ لوگ اس کے سر پر کھڑے رہین جیسا کہ عجمی بادشاہون کے سامنے لوگ کھڑے رہا کرتے ہین اور از انجملہ انس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے۔ لم یکن شخص احب الیہم من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکانوا اذا راؤہ لم یقوموا لما یعلمون من کراہیتہ لذلک قال الترمذی حسن صحیح غریب

یعنی صحابہ رضہ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبوب کوئی اور شخص نہین تھا
اور وہ لوگ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے تھے تو کھڑے نہین ہوتے تھے اس واسطے
کہ وہ جانتے تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس کو ناپسند رکھتے ہین کہا ترمذی نے
کہ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے اس حدیث صحیح سے صاف اور صریح طور پر ثابت ہوتا ہے
کہ قیام متنازع فیہ مکروہ و ناجائز ہے امام نووی نے اپنے رسالہ قیام مین اس حدیث کے
دو جواب لکھے ہین۔ ابن الحاج مالکی نے اپنی کتاب مدخل مین ان دونون جوابون پر بحث
کرکے بتادیا ہے کہ یہ دونون جواب مخدوش و ناقابل وثوق ہین۔ اور قیام متنازع
فیہ کو جو لوگ مطلقا جائز کہتے ہین وہ بھی چند حدیثین پیش کرتے ہین۔ از انجملہ ابوسعید رضہ
کی یہ حدیث ہے کہ اہل قریظہ جب سعد بن معاذ رضہ کے حکم پر اترے تو رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم نے ان کو طلب فرمایا جب وہ آئے تو آپ نے انصار رضہ کو فرمایا کہ قوموا الی سیدکم
یعنی اپنے سردار کی طرف کھڑے ہو جاؤ روایت کیا اس کو بخاری نے۔ اس حدیث کا
جواب یہ ہے کہ اس سے قیام متنازع فیہ ثابت نہین ہوتا ہے اس واسطے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد رضہ کے سواری سے اتار نیکے لئے لوگون کو کھڑے ہونے کو
فرمایا تھا اس وجہ سے کہ وہ بیمار تھے نہ کہ ان کی تعظیم کیلئے۔ حافظ ابن حجر فتح الباری مین
لکھتے ہین۔ وقد وقع فی مسند عائشۃ عند احمد من طریق علقمۃ بن وقاص عنہا فی قصۃ بنی
قریظۃ وقصۃ سعد بن معاذ ومجیئہ مطولا وفیہ قال ابو سعید فلما طلع قال النبی صلی اللہ
علیہ وسلم قوموا الی سیدکم فانزلوہ وسندہ حسن قال وہذہ الزیادۃ تخدش فی الاستدلال
بقصۃ سعد علی مشروعیۃ القیام المتنازع فیہ۔ از انجملہ عائشہ رضہ کی یہ حدیث ہے کانت
اذا دخلت علیہ قام الیہا فاخذ بیدہا فقبلہا واجلسہا فی مجلسہ وکان اذا دخل علیہا قامت
الیہ فاخذت بیدہ فقبلتہ واجلستہ فی مجلسہا رواہ ابو داؤد وقال الحافظ فی الفتح اخرجہ
ابو داؤد والترمذی وحسنہ وصححہ ابن حبان والحاکم واصلہ فی الصحیح انتہے۔ یعنی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب حضرت فاطمہ رضہ داخل ہوتین تو آپ ان کی طرف کھڑے
ہوتے اور ان کے ہاتھ پکڑتے اور ان کو بوسہ دیتے اور اپنی جگہ مین بٹھلاتے اور جب
آپ حضرت فاطمہ رضہ کے پاس تشریف لیجاتے تو آپ کی طرف وہ کھڑی ہو جاتین اور
آپ کا ہاتھ پکڑتین اور آپ کو بوسہ دیتین اور اپنی جگہ مین بٹھلاتین روایت کیا اس
حدیث کو ابو داؤد نے۔ ابن الحاج مالکی نے مدخل مین اس حدیث کا یہ جواب لکھا ہے
کہ محتمل ہے کہ یہ قیام اپنی جگہ مین بٹھلانے کی غرض سے ہو اور قیام متنازع فیہ کے طور

بزرگ ہو- ازانجملہ وہ حدیث ہے جس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک روز بیٹھے ہوئے تھے پس آپ کے رضاعی باپ آئے تو آپ نے اپنے کپڑے کا ایک حصہ اُن کے لئے بچھا دیا پس اُس پر وہ بیٹھے پھر آپ کی رضاعی ماں آئیں تو آپ نے اپنے کپڑے کا دوسرا حصہ بچھا دیا- پھر آپ کے رضاعی بھائی آئے تو آپ کھڑے ہو گئے اور اپنے سامنے اُن کو بٹھلالا- ابن الحاج مالکی نے اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ اگر یہ قیام قیام متنازع فیہ ہوتا تو اس قیام کے زیادہ حقدار آپ کے رضاعی باپ ماں ہوتے پس جبکہ آپ نے اپنے رضاعی ماں باپ کے لئے قیام نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ قیام قیام متنازع فیہ نہیں تھا- بلکہ توسع فی الردا توسع فی المجلس کیلئے تھا- **الحاصل** قیام مذکور کے بارے میں حدیثیں مختلف وارد ہوئی ہیں اور علماء کی رائیں مختلف ہیں واللہ تعالےٰ اعلم بالصواب جواب سوال دوم- حدیث میں جو بڑوں کی تعظیم وتوقیر کرنیکا حکم آیا ہے سو اس سے ہر قسم کی جائز توقیر وتعظیم مراد ہے رہی یہ بات کہ قیام مذکور توقیر کبیر میں داخل ہے یا نہیں سو جو اہل علم قیام متنازع فیہ کے جواز ومشروعیت کے قائل ہیں ان کے نزدیک قیام متنازع فیہ توقیر کبیر میں داخل ہے اور جو لوگ عدم جواز کے قائل ہیں انکے نزدیک داخل نہیں ہے فتح الباری جزو ۲۵ صفحہ ۴۵۶ میں ہے- ثم احتج النووی بعمومات تنزیل الناس منازلہم واکرام ذی الشیبۃ وتوقیر الکبیر واعترضہ ابن الحاج بما حاصلہ ان القیام علی سبیل الاکرام داخل فی العمومات المذکورۃ لکن محل النزاع قد ثبت النہی فخص من العمومات انتہے- واللہ تعالےٰ اعلم وعلمہ اتم کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ +

سید محمد نذیر حسین

سوال- مصافحہ کرنا ایک ہاتھ سے سنت ہے یا دونوں ہاتھ سے-

الجواب- ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا سنت ہے اور دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرنا سنت نہیں ہے ایک ہاتھ سے مصافحہ کے سنت ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے حافظ ابن عبد البر تمہید شرح موطا میں لکھتے ہیں- حدثنا عبد الوارث بن سفیان قال ثنا قاسم بن اصبغ ثنا ابن وضاح قال ثنا یعقوب بن کعب قال ثنا مبشر بن اسمعیل عن حسان بن نوح عن عبید اللہ بن بسر قال ترون یدی ہذہ صافحت بہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وذکر الحدیث یعنی عبید اللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ تم لوگ میرے اس ہاتھ کو دیکھتے ہو میں نے اپنے اسی ایک ہاتھ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کیا ہے- یہ حدیث صحیح ہے اس حدیث سے بصراحت ثابت ہوا کہ ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا مسنون ہے

اور اس حدیث کی تائید انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے ہوتی ہے۔ عن انس بن مالک قال صافحت بکفی ہذہ کف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فما مست خزا ولا حریرا الین من کف صلے اللہ علیہ وسلم ذکرہ العلامۃ محمد عابد السندی فی حصر الشارد والعلامۃ الشوکانی فی اتحاف الاکابر وغیرہما من المحدثین فی مسلسلاتہم۔ ونیز اس حدیث کی تائید ابو امامہ کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے عن ابی امامۃ تمام التحیۃ الاخذ بالید والمصافحۃ بالیمنی رواہ الحاکم فی الکنی۔ اور ایک ہاتھ سے مصافحہ عند الملاقات کے سنت ہونیکا ثبوت احادیث مصافحہ عند البیعت سے بھی ہوتا ہے اس واسطے کہ ان دونوں وقتوں کے مصافحہ کی حقیقت وکیفیت ایک ہے اور ان دونوں مصافحہ کی حقیقت وکیفیت میں شرعا کچھ فرق ثابت نہیں ہے اور بیعت کے وقت ایک ہی ہاتھ سے (یعنی داہنے ہاتھ سے) مصافحہ کا مسنون ہونا ثابت ہے مشکوۃ شریف صفحہ ۱۲ میں ہے عن عمرو بن العاص قال اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقلت ابسط یمینک فلابایعک فبسط یمینہ فقبضت یدی فقال مالک یا عمرو قلت اردت ان اشترط الحدیث رواہ مسلم۔ ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوۃ صفحہ ۷۰ جلد ۱ میں اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔ ابسط یمینک ای افتحہا ومدہا لاضع یمینی علیہا کما ہو العادۃ فی البیعۃ مسند احمد بن حنبل صفحہ ۲۰۷ جلد ۳ میں ہے۔ حدثنا عبد اللہ حدثنی ابی ثنا محمد بن جعفر ثنا شعبۃ قال سمعت عتابا مولی ابن ہرمز قال سمعت انس بن مالک یقول بایعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدی ہذہ یعنی الیمنی علی السمع والطاعۃ۔ صحیح ابو عوانہ میں ہے۔ حدثنا اسحق بن سیار قال حدثنا عبید اللہ قال ثنا سفین عن زیاد بن علاقۃ قال سمعت جریرا یحدث حین مات المغیرۃ بن شعبۃ خطب الناس فقال اوصیکم بتقوی اللہ وحدہ لا شریک لہ والسکینۃ والوقار فانی بایعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیدی ہذہ علے الاسلام واشترط علے النصح لکل مسلم فورب الکعبۃ انی لکم ناصح اجمعین واستغفر ونزل۔ مسند امام احمد بن حنبل صفحہ ۵۶۸ میں ہے۔ حدثنا عبد اللہ حدثنی ابی ثنا ابو سعید وعفان قالا ثنا ربیعۃ ابن کلثوم حدثنی ابی قال سمعت ابا غادیۃ یقول بایعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال ابو سعید فقلت لہ بیمینک قال نعم الحدیث۔ ان احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ بیعت کے وقت ایک ہاتھ سے یعنے داہنے ہاتھ سے مصافحہ کرنا سنت ہے اور انہیں احادیث سے مصافحہ عند الملاقات کا بھی ایک ہی ہاتھ سے مسنون ہونا صاف ظاہر ہے۔ اس واسطے کہ مصافحہ بیعت اور مصافحہ ملاقات کی حقیقت وکیفیت میں شریعت سے کچھ فرق ثابت نہیں ہے ان احادیث مذکورہ کے علاوہ اور بھی احادیث ہیں جن سے صرف ایک ہاتھ سے مصافحہ کا سنت ہونا ثابت ہے اور دونوں ہاتھ سے مصافحہ کے سنت نہ ہونیکی وجہ یہ ہے کہ اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے واللہ تعالی اعلم کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ۔

سید محمد نذیر حسین

سوال - چہ می فرمایند علمائے دین درین صورت کہ تسمیہ بعبد فلان و بندہ فلان یعنی مثلاً احمد حسین وعبد حسن وعبد علی و بندہ علی وعبد النبی وعبد الکعبہ در شرع مشروع است یا غیر مشروع و درین شائبہ شرک اگرچہ شرک خفی باشد یافتہ می شود شرعاً یا نے و تبدیل کردن این چنین اسماء شرعاً احسن است یا الزم واوجب از کتب معتبرہ شرعیہ بیان شافی کہ متلقی بالحق باشد باحیطہ تحریر در آوردہ ثبت مہر نمودہ بمن سائل عنایت فرمایند موجب کمال اجر و ثواب عند اللہ تعالےٰ خواہد بود فقط۔

الجواب - این چنین تسمیہ غیر مشروع است و شرک حقیقی نیست و تبدیل این چنین اسماء احسن است الزم و واجب نیست واللہ اعلم بالصواب +

محمد صدر الدین ۱۲۳۵	یا حافظ سید محمد ۱۲۳۳	محمد تفضل حق ۱۲۳۷

فی الواقع این چنین تسمیہ غیر مشروع است بنا بر آن مولانا شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ این را از جملہ شرک در غیر عبادت تحت این آیہ کریمہ فلا تجعلوا للہ انداداً نوشتہ اند عبارتہ ہکذا ما ہمسر کنندگان در غیر عبادت پس بسیار اند از انجملہ کسانیکہ در ذکر دیگران را با خدا ہمسری کنند و نام دیگران را با نام خدا بطریق تقرب ذکر می نمایند و از انجملہ اند کسانیکہ در نام نہادن خود را بندہ فلان وعبد فلان می گویند و این شرک در تسمیہ است انتہےٰ کلامہ مختصراً۔ پس از تقریر شاہ صاحب مغفور و مبرور تسمیہ این چنین اسماء غیر مشروع شد و ارتکاب غیر مشروع منہی عنہ است پس ازین احتراز ضرور است کہ توہم شرکت نباید واللہ اعلم بالصواب +

سید محمد نذیر حسین ۱۲۷۰

این چنین نامہا مقرر نمودن فی الحقیقت غیر مشروع و منہی عنہ است بلکہ اطلاق شرک بر آن وارد شدہ است کما یفہم من کلام رئیس المحدثین و قدوۃ الاتقیاء المحققین حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کہ در ترجمہ کلام مجید مسمی بفتح الرحمن تحت آیہ فلما آتہما صالحاً جعلا لہ شرکاء الآیۃ کہ در سورہ اعراف و سیپارہ قال الملاء واقع است می نویسند این تصویر است حال آدمی را کہ نزدیک ثقل حمل نیت درست کند و چون فرزند بوجود آید آن را فراموش سازد و در تسمیہ اشراک کند و از ینجا دانستہ شد کہ شرک در تسمیہ نوعے است از شرک چنانچہ اہل زمان ما غلام فلان وعبد فلان نام می نہند انتہے و ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ در شرح وصیت نامہ می نویسند و اما ما اشتہر من التسمیۃ بعبد النبی فظاہرہ کفر الا ان اراد بالعبد المملوک انتہے پس ظاہراً تبدیل این چنین اسماء الزم

و پُرضرر است واللہ اعلم بالصواب +

محمد قطب الدین	حفیظ اللہ

تسمیۃ عبدالنبی وعبدالرسول ممنوع شرعاً لنہی النبی صلعم ولتوہم الشرکۃ فی تسمیۃ عبدالحارث
قال اللہ تعالے فی ہذہ الآیۃ دعوا اللہ ربہما لئن آتیتنا صالحا لنکونن من الشاکرین فلما آتاہما صالحا
اعطاہما ما طلباہ من الولد الصالح السوی جعلا لہ شرکاء ای جعل اولادہما لہ شرکاء علے حذف
المضاف واقامۃ المضاف الیہ مقامہ وکذلک فیما آتاہما ای اتی اولادہما دلیلہ فتعلی اللہ
عما یشرکون حیث جمع الضمیر وآدم وحوا بریان من الشرک ومعنی اشراکہم فیما آتاہم تسمیتہم اولاد
ہم بعبد العزی وعبد مناۃ وعبد شمس ونحو ذلک مکان عبداللہ وعبدالرحمن وعبدالرحیم
وقد غیر النبی صلعم اسم القبیح مثل العاص وعزیز وعتلۃ وشیطان وحکم وغراب وحباب
وشہاب ہکذا فی المشکوۃ وتفسیر المدارک +

حامی الدین محمد ابو احمد ۱۲۱۷

اگر از تسمیہ بعبدالنبی وعبدالرسول عبدیت حقیقیۃ مراد دارد لاریب شرک وکفر است
کما ہو الظاہر والا کفر نیست لیکن خالی از جرم ہم نیست بجہت ایہام شرک پس تبدیل ہمچو
اسما مذکورہ الزم وواجب است۔ ملا علی قاری در مرقاۃ شرح مشکوۃ نوشتہ ولا یجوز
نحو عبدالحارث ولا عبدالنبی ولا غیرہ مما شاع فیما بین الناس انتہی وابن حجر مکی در تحفہ نوشتہ
ویحرم ملک الملوک لان ذلک لیس لغیر اللہ تعالے وکذا عبدالنبی او الکعبۃ او الدار او علی
او الحسین لایہام التشریک انتہے وہمچنین در شرعۃ الاسلام وشرح آن ودیگر کتب مرقوم
است کما لا یخفی علے الناظر فقط۔ کتبہ عبدہ المسکین محمد بشیر الدین العثمانی نسبا والقنوجی وطنا +

محمد بشیر و نذیر آمدہ ۱۲۶۷

مسئلہ۔ واضح ہو کہ اسماء الٰہیہ میں سے جن ناموں کا اطلاق کرنا غیر پر وارد ہوا ہے اُن
ناموں کے ساتھ نام رکھنا کسی شخص کا مرد ہو یا عورت درست وروا ہے اور جن ناموں کا
اطلاق غیر اللہ تعالے پر وارد نہیں ہوا ہے ان ناموں کے ساتھ غیر کا نام رکھنا جائز نہیں
ہے۔ اعلم ان اسماء اللہ تعالے توقیفیۃ بمعنی انہ لا یجوز ان یطلق اسم مالم یاذن لہ الشرع و
ان یطلق علے غیرہ کذا الیستفاد من کتب العقائد وشروح الحدیث۔ پس اطلاق رؤف ورحیم

ورشید وصبور وملک ومالک ومقسط وجامع ووالی وھادی ووارث وباعث وعزیز و شھید ومومن وعلیم وسمیع وبصیر وحکم وعدل ولطیف وخبیر وحلیم وعظیم وشکور وعلی وکبیر و حفیظ وحسیب وکریم ومجیب وحکیم ووکیل وقوی ومتین وولی ومانع ونافع وواجد واحد واحد وقادر کا غیر اللہ پر ہوتا ہے اور تعامل اس کا قرون ثلثہ مین درمیان صحابہ رضی وعلماء صالحین کے پایا گیا ہے اوران نامون کے سوا جو اور اسماء الٰہیہ ہین اُن کا اطلاق غیر اللہ تعالیٰ پر وارد نہین ہوا ہے پس کسی شخص کا غفور نام رکھنا نہین چاہیئے۔ اور بہتر یہ ہے کہ عورتون کا نام مردون کے نامون کے ساتھ مشابہ نہ رکھے اور اگر کوئی رکھ لے تو کچھ مضائقہ نہین والله اعلم بالصواب +

سید محمد نذیر حسین

کتاب البرّ والصلة

سوال - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ والدہ کا حق ۵/۸ یعنی پانچ حصے اور والد کا حق ۳/۸ یعنی تین حصے ہیں آیا یہ درست ہے یا کہ نہیں (۲) اور حقوق زن و شوہر میں کیا فرق ہے۔ (۳) اور اولاد کا حق والدین پر کس قدر ہے اور والدین کا حق اولاد پر کس قدر ہے از روئے آیات قرآن شریف و حدیث صحیح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جواب فرماویں خداوند کریم آپ کو جزائے خیر دیوے (۴) ایک لڑکا بالغ صاحب اولاد ہے وہ خود آپ اپنی زبان سے کہتا ہے اپنے باپ سے کہ مجھ کو آپ عاق کر دو اپنی فرمانبرداری سے مجھ کو کچھ تمہاری پرواہ نہیں ہے باپ اس کا نہیں چاہتا ہے بلکہ وہ خود آپ چاہتا ہے اس کے بارے میں جو کچھ حکم خدا و رسول اللہ کا ہو از روئے آیات و حدیث صحیح کے ارقام فرمادیں +

الجواب - زید کا قول صحیح نہیں ہے بلکہ والدہ کا حق والد کے حق سے سہ گونہ زیادہ ہے یعنی اگر والد کا حق ایک حصہ ہے تو والدہ کا حق تین حصہ ہے یا اگر والد کا حق تین حصہ فرض کرو تو والدہ کا حق نو حصہ ہے۔ صحیح بخاری میں ہے عن ابی ہریرۃ قال جاء رجل الی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ من احق بحسن صحابتی قال امک قال ثم من قال امک قال ثم من قال امک قال ثم من قال ثم ابوک - فتح الباری صفحہ ۵۲۲ جزو ۲۴ میں ہے - قال ابن بطال مقتضاہ ان یکون للام ثلاثۃ امثال ما للاب من البر قال وکان ذلک لصعوبۃ الحمل ثم الوضع ثم الرضاع فھذہ تنفرد بہا الام ثم تشارک الاب فی التربیۃ وقد وقعت الاشارۃ الی ذلک فی قولہ تعالے ووصینا الانسان بوالدیہ حملتہ امہ وھنا علی وھن وفصالہ فی عامین فسوی بینہما فی الوصایۃ وخص الام بالامور الثلثۃ انتہے - (۲) زن و شوہر کے حقوق کے بارے میں چند حدیثوں کا ترجمہ لکھدیا جاتا ہے انہیں حدیثوں سے ان دونوں کے

حقوق مین فرق معلوم ہو جائے گا۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم مین ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتون کے بارے مین۔ اللہ سے ڈرو تم لوگون نے عورتون کو اللہ کی امان کے ساتھ لیا ہے اور ان کی شرمگاہون کو اللہ کے کلمے کے ساتھ حلال کیا ہے اور تمہارا اُن پر یہ حق ہے کہ وہ کسی ایسے شخص کو جس کو تم ناپسند اور مکروہ سمجھتے ہو تمہارے فرش پر نہ آنے دین اگر وہ ایسا کرین سو ان کو مارو مگر سخت مار نہ مارو اور ان کا حق تم پر یہ ہے کہ ان کو کھانا اور کپڑا دو دستور کے موافق۔ مشکوۃ شریف مین معاویہ قشیری رض سے روایت ہے وہ کہتے ہین کہ مین نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ زوجہ کا شوہر پر کیا حق ہے آپ نے فرمایا کہ جب تم کھاؤ تو اس کو بھی کھلاؤ اور جب تم کپڑا پہنو تو اس کو بھی پہناؤ اور اسکے منہ پر نہ مارو اور اگر (تنبیھًا) اس سے جدائی کرو تو گھر ہی مین کرو۔ روایت کیا اس حدیث کو احمد اور ابو داؤد اور ابن ماجہ نے۔ فرمایا اللہ تعالے نے وعاشروھن بالمعروف فان کرھتموھن فعسی ان تکرھوا شیئًا ویجعل اللہ فیہ خیرا کثیرا۔ یعنی زندگی بسر کرو عورتون کے ساتھ اور صحبت رکھو ان کے ساتھ اچھی طرح پس اگر ناپسند رکھو ان کو پس شاید کہ مکروہ رکھو کسی چیز کو اور کرے اللہ اس مین بھلائی۔ مولانا شاہ عبد القادر صاحب اس آیت کے فائدہ مین لکھتے ہین۔ عورتون کے ساتھ گذر کرے تحمل کے ساتھ اگر ان مین بعضی چیز ناپسند ہو تو شاید کچھ خوبی بھی ہو۔ بدخو کے ساتھ بدخوئی نہ چاہیئے۔ خلاصہ یہ کہ شوہر پر زوجہ کا نان ونفقہ اور اس کے ساتھ حسن معاشرت اور حسن خلق ضروری ہے اور اس کے علاوہ اس کو دین کی باتون کی تعلیم دینا اور اس کے عقائد واعمال کی اصلاح کرنا بھی لازم فرمایا اللہ تعالے نے قوا انفسکم واھلیکم نارا۔ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب کوئی شخص اپنی زوجہ کو ضرورت کے لئیے بلائے تو اُس کو اُس کے پاس آنا ہی چاہئیے۔ اگرچہ وہ تنور پر ہو روایت کیا اس کو ترمذی نے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم مین ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو شخص اپنی عورت کو اپنے فرش پر بلائے اور وہ آنے سے انکار کرے اس وجہ سے وہ شخص غصہ کی حالت مین رات بسر کرے تو صبح تک اس عورت پر فرشتے لعنت کرتے رہتے ہین۔ سنن ابی داؤد مین قیس بن سعد سے روایت ہے وہ کہتے ہین کہ مین جو شہر حیرہ مین آیا تو وہان کے لوگون کو دیکھا کہ وہ اپنے رئیس وسردار کو سجدہ کرتے ہین تو مین نے اپنے جی مین کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سجدہ کے لئیے زیادہ مستحق ہین۔ پھر مین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیخدمت مین حاضر ہوا اور آپ سے عرض کیا کہ

مین شہر حیرہ مین گیا تھا تو وہان کے لوگون کو دیکھا کہ وہ اپنے رئیس و سردار کیلئے سجدہ کرتے ہین سو آپ سجدہ کے لئے زیادہ مستحق ہین۔ آپ نے فرمایا بتاؤ اگر تم میری قبر پر جاؤ گے تو کیا اسکو سجدہ کرو گے مین نے کہا نہین آپنے فرمایا ایسا نہ کرنا اگر مین کسی شخص کو کسی کیلئے سجدہ کرنے کا حکم کرتا تو عورتون کو حکم کرتا کہ وہ اپنے شوہرون کو سجدہ کرین اس وجہ سے کہ شوہرون کا عورتون پر بہت کچھ حق ہے۔ ابو داؤد و ابن ماجہ مین ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوئی اور ہم لوگ بھی حاضر تھے اس نے کہا کہ میرا شوہر صفوان بن معطل مجھے مارتا ہے جب مین نماز پڑھتی ہون اور روزہ کے افطار کرنیکا حکم کرتا ہے جب مین روزہ رکھتی ہون اور خود فجر کی نماز اس وقت پڑھتا ہے جب سورج نکل آتا ہے صفوان بن معطل بھی وہان موجود تھے آپ نے صفوان سے اُن باتون کی نسبت دریافت کیا جو ان کی بی بی نے بیان کی تھین۔ وہ بولے یا رسول اللہ میری بی بی نے جو نماز پڑھنے پر مارنے کی بات کہی سو یہ نماز مین دو دو سورتین پڑھتی ہے حالانکہ مین اس کو دو دو سورتین پڑھنے سے منع کر چکا ہون پس آپ نے فرمایا کہ اگر ایک ہی سورہ ہو تو بھی لوگون کیلئے کافی ہے صفوان نے کہا اور اُس نے جو روزہ کے متعلق بات کہی سو یہ روزہ رکھتی ہے تو روزہ رکھے چلی جاتی ہے اور مین ایک جوان آدمی ہون اور مجھ سے صبر نہین ہو سکتا۔ پس آپ نے فرمایا کوئی عورت بلا اجازت اپنے شوہر کے نفلی روزہ نہ رکھے۔ صفوان نے کہا اور اس نے جو سورج نکلنے پر نماز پڑھنے کی بات کہی سو ہم لوگ کام کاج والے آدمی ہین (رات کو سوتے نہین ہین) اور ہماری یہ عادت ہے۔ ہم لوگ سورج نکلنے سے پہلے اُٹھ نہین سکتے آپ نے فرمایا اے صفوان جب تمہاری آنکھ کھلے اس وقت نماز پڑھ لیا کرو۔ خلاصہ یہ کہ عورت پر اپنے شوہر کی اطاعت و فرمانبرداری فرض ہے ہر حالت مین اس کو راضی و خوش رکھنا لازم ہے بلا مرضی شوہر کے کوئی کام نہ کرے حتی کہ نفلی روزہ بھی حکم شوہر کے نہ رکھے واللہ اعلم بالصواب۔

(۳) چند آیات و احادیث والدین و اولاد کے حقوق کے بارے مین نقل کی جاتی ہین جن سے معلوم ہو جاویگا کہ اولاد کا حق والدین پر کس قدر ہے اور والدین کا حق اولاد پر کس قدر ہے۔ اللہ تعالے نے جہان اپنی عبادت کا حکم فرمایا ہے وہین والدین کے ساتھ احسان اور بھلائی کرنے کا بھی حکم فرمایا ہے چنانچہ فرماتا ہے وقضی ربک ان لا تعبدوا الا ایاہ وبالوالدین احسانا یعنی حکم کیا تیرے رب نے کہ اسکے سوا کسی کو نہ پوجو اور ماں باپ کے ساتھ احسان اور بھلائی کرو۔ جہان اللہ تعالی نے اپنی شکر گذاری کا حکم فرمایا ہے وہین والدین کی شکر گذاری کا بھی حکم فرمایا ہے چنانچہ فرماتا ہے ان اشکر لی ولوالدیک یعنی میری شکر گذاری کرو اور اپنے والدین کی۔ والدین کی خدمت مین نہایت عاجزی اور مہربانی سے پیش آنیکے بارے مین ارشاد ہوتا ہے واخفض لھما جناح الذل من الرحمۃ وقل رب ارحمھما کما ربیٰنی صغیرا یعنی والدین کے سامنے عاجزی کے بازو مہربانی سے جھکا اور کہہ اے رب تو ان پر رحم کر جیسا کہ انہون نے چھوٹے

پنے مین مجھے پالا اور پرورش کی۔ انسان کے بڑھاپے کا زمانہ نہایت نازک زمانہ ہوتا ہے اس کے قوے
وحواس مین فتور آجاتا ہے اس کے اقوال وافعال بچون کے سے فضول وبیمعنی ہونے لگتے ہین اس وجہ سے
لوگون کے نزدیک اُس کی وقعت کم ہوجاتی ہے۔ اس بڑھاپے کے زمانہ مین ان کی خدمت اور تعظیم و
تکریم کے بارے مین یون ارشاد ہوتا ہے۔ اما یبلغن عندک الکبر احدہما اوکلاہما فلا تقل لہما اف ولا تنہر
ہما وقل لہما قولا کریما۔ یعنی اگر تیرے سامنے تیرے باپ مان دونون یا ایک بڑھاپے کو پہنچ جاوین تو انکو
اُف نہ کہو اور ان کو جھڑکو نہین اور اُن سے اچھی بات بولو۔ والدین اگر کافر ومشرک ہون تو بھی دنیا مین انکی
خدمت اور ان کے ساتھ بھلائی اور حسن سلوک کرنے کا حکم ہے جیساکہ ارشاد ہوتا ہے وصاحبہما فی الدنیا
معروفا یعنی دنیا مین کافر باپ مان کے ساتھ بھلائی کے ساتھ مصاحبت رکھو۔ صحیحین مین ابن مسعود رض
سے روایت ہے وہ کہتے ہین کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کونسا کام اللہ کے
نزدیک زیادہ محبوب ہے آپ نے فرمایا اپنے وقت پر نماز پڑھنا۔ مین نے کہا پھر کون آپ نے
فرمایا والدین کے ساتھ نیکی کرنا مین نے کہا پھر کون آپ نے فرمایا اللہ کی راہ مین جہاد کرنا۔ ابن ماجہ مین
ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرد نے کہا یا رسول اللہ والدین کا حق اولاد پر کیا ہی
آپ نے فرمایا وہ دونون تیرے لیے جنت ہین اور دوزخ۔ یعنی والدین کے حقوق اولاد پر بیشمار
ہین بس اتنا سمجھ رکھو کہ اگر اُن کی اطاعت کروگے اور ان کو خوش وراضی رکھوگے تو جنت مین
جاؤگے اور اگر اُن کی نافرمانی کروگے اور ان کو ناخوش رکھوگے تو دوزخ مین جاوگے۔ ترمذی
اور ابن ماجہ مین ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کی خدمت مین حاضر ہوا اور بولا کہ میرا باپ میرے مال کا محتاج ہے آپ نے فرمایا تو اور تیرا مال
تیرے باپ کا ہے الخ۔ جامع ترمذی وغیرہ مین ہے کہ حضرت ابن عمر نے کہا کہ میرے نکاح
مین ایک عورت تھی جس کو مین محبوب رکھتا تھا مگر میرے باپ عمر رض کو وہ ناپسند تھی انہون نے کہا
کہ اس کو طلاق دیدے مین نے دینے سے انکار کیا پس انہون نے حضرت صلے اللہ علیہ
وسلم کی بخدمت اس کو ذکر کیا حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ تم اپنی عورت کو طلاق دیدو۔ صحیحین
مین ابوبکرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا مین تم لوگونکو
بڑے سے بڑے گناہ پر آگاہ وخبردار نہ کردون ہم لوگون نے کہا ہان آگاہ وخبردار کیجیے آپ نے
فرمایا اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا اور اُن کو ستانا۔ مسند امام احمد
مین معاذ بن جبل سے روایت ہے وہ کہتے ہین کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے دس باتونکی
وصیت کی بعض ان مین سے یہ ہین کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک کرنا اگرچہ تو قتل کردیا جاے
اور جلادیا جائے اور والدین کی ہرگز نافرمانی نہ کرنا اگرچہ وہ تجھ کو اس بات کا حکم کرین کہ تو اپنے

اہل اور مال کو چھوڑ کر الگ ہو جا۔ ان آیات و احادیث مذکورہ بالا سے معلوم ہو سکتا ہے کہ والدین کا اولاد پر کس قدر حق ہے۔ اولاد کے حقوق والدین پر یہ ہیں کہ چھوٹپن میں ان کو پیار کریں شفقت و محبت سے ان کی پرورش کریں سنت کے مطابق ان کا نام رکھیں عقیقہ و ختنہ کریں جب ہوشیار ہوں تو ان کو علم و ادب کی تعلیم دیں اور اس میں کوشش بلیغ کریں والدین پر اولاد کا بہت بڑا حق یہی ہے کہ ان کو علم نافع کی تعلیم دلائیں اور آداب شرعیہ سکھلائیں اس حق سے زیادہ بڑا اور اہم کوئی اور حق اولاد کا والدین پر نہیں ہے فرمایا اللہ تعالےٰ نے یاایہا الذین آمنوا قوا انفسکم واہلیکم نارا۔ یعنی اے ایمان والو بچاؤ اپنی جانوں کو اور اپنے گھر کے لوگوں کو آگ سے۔ شاہ عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے فائدہ میں لکھتے ہیں کہ ہر مسلمان کو لازم ہے اپنے گھر والوں کو دین کی راہ پر لاوے لالچ دیکر ڈر دکھا کر پیار سے مار سے تو بھی اگر راہ پر نہ آویں تو ان کی کمبختی یہ بے گناہ۔ مشکوۃ شریف میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی اولاد کو نماز پڑھنے کا حکم کرو جب وہ سات برس کے ہوں اور نماز پڑھنے کے لئے ان کو مارو جب وہ دس برس کے ہوں اور ان کے سونے کی جگہوں میں جدائی اور علیحدگی کرو روایت کیا اس حدیث کو ابو داؤد نے۔ و نیز مشکوۃ شریف میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جس کے یہاں اولاد پیدا ہو تو اسکو چاہئے کہ اس کا اچھا نام رکھے اور اچھا ادب سکھلائے پس جب بالغ ہو تو اس کا نکاح کر دے۔ اور اگر بالغ ہونیکے بعد اس کا نکاح نہیں کیا اور اولاد سے کوئی گناہ ہو گیا تو اس کا گناہ اس کے باپ پر ہے۔ روایت کیا اس حدیث کو بیہقی نے شعب الایمان میں۔ و نیز مشکوۃ شریف میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کوئی باپ اپنے بیٹے کو اس سے بڑھ کر اور بہتر کوئی تحفہ نہیں دیسکتا ہے۔ کہ اس کو اچھا ادب سکھائے روایت کیا اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں واللہ تعالےٰ اعلم و علمہ اتم۔ (۴) عقوق کے معنی ہیں باپ ماں کی نافرمانی کرنا اور ان کو اذیت اور تکلیف پہونچانا اور یہ گناہ کبیرہ ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے ساتھ شرک کرنا گناہ کبیرہ ہے اور باپ ماں کی نافرمانی کرنا اور ان کو تکلیف و اذیت پہونچانا گناہ کبیرہ ہے الحدیث متفق علیہ۔ اور معاذ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کئی باتوں کی وصیت فرمائی از انجملہ ایک بات تھی کہ اپنے باپ ماں کی نافرمانی نہ کریو۔ اگرچہ وہ تیرے اہل و مال سے تجھ کو نکلجانے کا حکم کریں۔ اور عاق اس نالائق اولاد کو کہتے ہیں جو اپنے باپ ماں کا نافرمان اور انکو اذیت پہونچانیوالا ہو پس صورت مسئولہ میں اس لڑکے بالغ کا اپنے باپ سے یہ کہنا کہ مجھ کو آپ عاق کر دو۔ ایک مہمل و لغو بات ہے اولاد کا باپ سے عاق کرنے کا سوال کرنا کچھ معنے نہیں رکھتا ہاں اگر اولاد اپنے باپ ماں کی نافرمان و موذی ہو گی وہ سخت گنہ گار ہو گی اسی طرح باپ ماں اپنی اولاد کے ضروری حقوق ادا نہ کرینگے۔

تو وہ بھی گنہگار ہوں گے واللہ تعالے اعلم وعلمہ اتم کتبہ محمد عبدالرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ +

سید محمد نذیر حسین

سوال- اگر سید محتاج قرضدار ہو تو وہ سوال واسطے ادائے قرض اپنے کے دولتمند و ذی مقدوران سے کرے تو کچھ حرج شرعی اس کے حق میں ہوگا یا نہیں اور لوگوں پر کچھ حق سید کا بھی ہے یا نہیں اور کیونکر سید سے پیش آنا چاہیئے بینوا توجروا +

الجواب- درصورتیکہ محتاج قرضدار قوم سادات سے ہوں تو بمقتضائے آیۃ قل لا اسألکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی۔ حسب روایت ابن ابی حاتم کے بیچ تفسیر آیت مذکور کے کہ مراد قربی سے فاطمہ وعلی وحسن وحسین ہیں اعانت وامداد ورفع تکلیف وادائے قرض سادات کرام کے زیادہ تر ثواب کثیر اور سبب خوشنودی جناب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی اس میں متصور ہوگی۔ اسی واسطے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے ارقبوا محمدا فی اہل بیتہ چنانچہ صحیح بخاری میں مذکور ہے۔ ترجمہ یعنی احترام ورعایت آداب کرو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی بیچ خبرگیری واکرام ومددگاری اہل بیت میرے کے۔ یعنی سلوک واکرام کرنا اہل بیت قوم سادات کے ساتھ موجب تعظیم واحترام تمام آن سرور خیر البشر شافع روز حشر ہے۔ وقال اللہ تعالے قل ان کان للرحمن ولد فانا اول العابدین۔ ترجمہ۔ کہو اے محمد اُن لوگوں سے کہ واسطے خدا تعالے کے اولاد ثابت کرتے ہیں تعالی اللہ عن ذلک اگر واسطے رحمن کے اولاد ہوتی تو میں اول عبادت اس کی کرتا لیکن حق تعالے اس بات سے پاک اور منزہ ہے۔ اس آیت سے مستفاد ہوتا ہے کہ جس کسی کا حق اوپر کسی شخص کے ہو تو چاہیئے کہ ماتحت اولاد اس کی کے حق ادا کرے۔ ہکذا فی حقیقۃ الاسلام من تالیف قاضی ثناء اللہ مرحوم واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ سید شریف حسین عفی عنہ +

سید محمد نذیر حسین | از شرف سید کونین شد شریف حسین

سوال- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید مسماۃ ہندہ زوجہ اپنی کو ماں اور باپ اس کے سے ملنے نہیں دیتا اور نہ ماں باپ کو اس کے اجازت دیتا بلکہ زوجہ کو روکتا ہے اور منع کرتا ہے ماں باپ کے گھر جانے سے۔ جو حکم شرع شریف کا ہو بیان فرماویں بینوا توجروا +

الجواب- درصورت مرقومہ حکم شرع کا یہ ہے کہ زید کو منع نہیں پہنچتا ہندہ کو ماں باپ کے

گھر جانے سے۔ اور نیز منع نہ کرے ماں باپ ہندہ بیٹی کے ملنے سے۔ کیونکہ روکنا اور منع کرنا موجب ایذا رسانی اور قطع صلہ رحمی کا ہوتا ہے اور یہ گناہ ہے قال اللہ تعالے وعاشروہن بالمعروف اور روکنا خلاف عرف کے ہے۔ قال بعضہم لا یمنع الابوین من الدخول علیہا للزیارۃ فی کل جمعۃ وانما یمنعہم عن الکینونۃ عندہا وبہ اخذ مشائخنا رحمۃ اللہ علیہم۔ وعلیہ الفتوےٰ وقیل لا یمنع من الخروج الے الوالدین فی کل جمعۃ مرۃ وعلیہ الفتوےٰ کذا فی غایۃ السرخسی کذا فی العالمگیریۃ واللہ اعلم بالصواب حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ۔

سید محمد نذیر حسین

کتاب مناقب الصحابہ وغیرہم

رضی اللہ عنہم

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مولوی خالد بن ولید کو ولد الزنا اور برا بھلا کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ برائی ان کی قرآن مجید سے ثابت ہے اور وہ صحابی ہرگز نہیں ہیں دوسرے مولوی اُن کے مقابلہ میں یہ کہتے ہیں کہ خالد مذکور صحابی تھے انہیں برا نہیں کہنا چاہیئے اب جو بیان حق ہو وہ ارشاد ہو بینوا توجروا +

الجواب۔ درصورت مرقومہ معلوم ہو کہ ولید بن مغیرہ مخزومی خالد رضی اللہ عنہ کا باپ کافر تھا جس کی برائی سورہ نون وغیرہ میں مذکور ہے اور خالد رضی اللہ عنہ بیٹے ولید بن مغیرہ کے صحابی جلیل القدر ہیں۔ جو کوئی خالد بن ولید کو برا کہے وہ جاہل واہی ہے جو کتب تفسیر و سیر سے واقف نہیں ایسے جاہل کو واجب ہے کہ خالد بن ولید کے بُرا کہنے سے توبہ کرے اور خالد رضی اللہ عنہ کو صحابی سمجھے اور بزرگ جانے۔ جیساکہ تقریب و استیعاب و تفسیر عزیزی وغیرہ میں مذکور ہے۔ واللہ اعلم بالصواب فقط۔ الراقم العاجز سید محمد نذیر حسین عفی عنہ +

سید محمد نذیر حسین	محمد اسد علی اسلام آبادی

سوال۔ چہ می فرمایند علمائے دین و مفتیان شرع متین اہل سنت والجماعت دریں صورت کہ بمقابلہ ذکر حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ و معاویہ کہ نیز صحابی آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم بود معاویہ را خاطی باغی باید گفت یا امیر معاویہ و لبغیر مقابلہ کہ حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ در دیگر جاہا با نام معاویہ لفظ حضرت یا رضی اللہ عنہ ضرور است یا نہ ولفظ رضی اللہ عنہ یا نام مذکور در صحاح ستہ وغیرہ کتب مسطور است یا نہ۔ وخطا وبغی کہ از امیر معاویہ با حضرت علی کرم اللہ وجہہ بوقوع آمدہ بود یا زبصلاح پیوست یا تا یوم الوفات بعداوت ماند واگر شخصے بہ تعصب معاویہ گوید

چه حکم دارد فقط بینوا توجروا ٭

الجواب (از مولوی محمد فصیح صاحب غازی پوری) بمقابله ذکر حضرت علی مرتضی رضی الله عنه وکرم الله وجهه هرگاه تذکره در پیش شود درآن مقام ذکر لفظ حضرت والفاظ دعائیه تعظیمیه مناسب نیست زیراکه بمقابله خاتم الخلفا حضرت علی مرتضی رضی الله عنه خطا وبغاوت اوشان ثابت شده است لهذا خاطی وباغی باید دانست زیاده ازین شناعت وزیادتی درست نیست کف لسان ضرور است چنانچه ملا جامی علیه الرحمة درعقاید منظومه خود افاده فرموده اند **بیت**

آن خطائے که فتنه منکر بود ٭ حق درآنجا بدست حیدر بود

چه بلاغت نموده اند که نام هم نه گرفته اند وداد بلاغت داده اند جزاه الله خیر الجزاء نکته کف لسان را خوب فهمیده اند وتصریح این مضمون درکتب کلامیه موجود است ودرکتب سیر هم علمائے محققین فرموده اند چنانچه درمواهب ومدارج وشرح سفر السعادت موجود است هرکس بخواهد ببیند ودرصحاح سته لفظ رضی الله عنه نیست والخ خطا وبغی واقع شده اگر رفع می شد علمائے محققین خاطی باغی چرا می گفتند این امر آنچنان نیست که دران این قدر تفحص وتفتیش رود وبغیر مقابله ذکر حضرت علی مرتضی رضی الله عنه لفظ حضرت بگوید چنانکه باخودها هم این لفظ را استعمال می کنند باین سبب که صحبت رسول الله صلی الله علیه وسلم دریافته اند وخود حضرت علی مرتضی رض که خاتم الخلفا بودند وباب مدینة العلم بودند بلفظ اخوان تعبیر فرموده اند بهرکیف از عامه مردمان بهتراند مضائقه هم ندارد وچندان جائے بحث نیست زیراکه حضرت علی مرتضی رضی الله عنه همین فرموده اند اخواننا قد بغوا علینا درین باب آداب حضرت خاتم الخلفاء را ملاحظه باید کرد که چه قدر پاس صحبت رسالت همان است نموده اند که باوجود بغی وخطا از برادری اسلامی خارج نه فرمودند سبحان الله ثم سبحان الله پس مذهب اهل سنت والجماعت همان است که عین مضمون ارشاد حضرت خاتم الخلفاء است چنانچه حضرت مولانا شاه عبد العزیز رحمه الله درتحفه اثنا عشریه افاده آن فرموده اند هرکس که خواهد ببیند وزیاده تطویل کلام درین مقام نشاید کلمه که کف لسان وارد است وبهمین نکته وارسیده محققین کف لسان نموده اند چنانچه حافظ شیراز که لسان الغیب لقب دارند اوشان هم کف لسان نموده وفرموده اند **شعر**

رموز سلطنت وملک خسروان دانند ٭ گدائے گوشه نشینی تو حافظا مخروش

جزاه الله خیر الجزاء همین مسلک اهل سنت والجماعت است بدگفتن وطعن نمودن ولعن گفتن را عبادت شمردن کار روافض وخوارج است که از پایه حق دور افتاده اند وامر حق نصیب اهل سنت والجماعت شده چنانچه حافظ شیراز فرموده **شعر** جنگ هفتاد دو ملت همه را عذر بنه ٭ چون ندیدند حقیقت ره افسانه زدند

چہ بلاغت نمودند حافظ شیرازی درین مقام کہ ہفتاد و دو ملت را ذکر نمودہ و یک ملت را گذاشتہ ہمان ملت ملت سنت و جماعت است کہ اہل حق اند چنانچہ از حدیث معلوم می شود و تفصیل آن طول می خواہد کہ این مقام مقام آن نیست و ہمین قدر برائے اہل انصاف کافی و وافی است و اہل تعصب را دفاتر ہم کفایت نمی کند فقط حررہ العبد الضعیف محمد فصیح عفی عنہ بمقام مظفر پور +

تحریر دلپذیر حضرت مولینا نائب رسول الثقلین سید محمد نذیر حسین صاحب

مدظلہ العالی در رد جواب مولوی محمد فصیح صاحب

درصورت مرقومہ بر ارباب دیانت و اصحاب فطانت پوشیدہ نیست کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ از جملہ صحابہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم است و روی ابن بطال باسناد صحیح عن ابن عباس رضی اللہ عنہ انہ قال لاتسبوا اصحاب محمد فلمقام احدہم ساعۃ مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم خیر من عمل احدکم اربعین سنۃ وفی روایۃ وکیع خیر من عبادۃ احدکم عمرہ واسلام آوردہ بود وی رضی اللہ عنہ روز فتح مکہ و یک صد و شصت و سہ حدیث از وے مروی است چنانکہ در کتب صحاح ستہ وغیرہ از کتب احادیث اہل سنت و جماعت مذکور است و از وے رضی اللہ عنہ چندے از صحابہ کبار مانند عبداللہ بن عباس و عبداللہ بن عمر و عبداللہ بن زبیر و ابوالدرداء و جریر بن عبداللہ البجلی و نعمان بن بشیر وغیرہم من الصحابہ رض روایت حدیث کردہ اند و از تابعین کبار مثل سعید بن المسیب و حمید بن عبدالرحمن وغیرہما نیز از وے روایت حدیث کردہ اند چنانکہ در تقریب و تہذیب الکمال و لسان المیزان و تہذیب الاسماء و اطراف الحجی مزی و اکمال وغیرہ من کتب اسماء الرجال کہ نقاد و صراف اسامی رواۃ حدیث ہستند مذکور است و نیز در اصابہ ابن حجر و شیخ جلال الدین سیوطی در بعض تصانیف تصریح بدان کردہ اند کما لایخفی علی من تتبع کتب اسماء الرجال والسیر المعتبرۃ من تواریخ الخلفاء و حدیثیکہ مشتمل بر دعاء خیر کردن آن سرور خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم برائے وے رضی اللہ عنہ وارد گشتہ در جامع ترمذی موجود است و ترمذی آن را حسن گفتہ اخرج الترمذی وحسنہ عن عبداللہ بن ابی عمیرۃ الصحابی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال لمعاویۃ اللہم اجعلہ ہادیا مہدیا واخرج الامام احمد فی مسندہ عن عرباض بن ساریۃ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللہم علم معاویۃ الکتاب والحساب وقہ العذاب واخرج ابن ابی شیبۃ فی المصنف والطبرانی فی الکبیر عن عبدالملک بن عمیر قال معاویۃ ما زلت اطمع فی الخلافۃ منذ قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا معاویۃ اذا ملکت فاحسن کذا فی تاریخ الخلفاء للسیوطی وغیرہ و در صحیح بخاری در ذکر امیر معاویہ می نویسد حدثنا الحسن بن بشر ثنا المعافی عن عثمان بن الاسود عن ابن ابی ملیکۃ قال اوتر معاویۃ بعد العشاء برکعۃ وعندہ مولی لابن عباس فاتی ابن عباس فقال دعہ فانہ

قد صحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدثنا ابن ابی مریم ثنا نافع بن عمر ثنی ابن ابی ملیکۃ قیل لابن عباس
ہل لک فی امیر المومنین معویۃ فانہ ما اوتر الا بواحدۃ قال اصاب انہ فقیہ حدثنا عمرو بن عباس ثنا محمد
ابن جعفر ثنا شعبۃ عن ابی التیاح قال سمعت حمران بن ابان عن معویۃ قال انکم لتصلون صلوۃ لقد
صحبنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فما رأیناہ یصلیہا ولقد نہی عنہما یعنی الرکعتین بعد العصر انتہی ما فی صحیح البخاری
پس از صحیح البخاری کہ اصح الکتب است در احادیث چنانکہ علما معتبرین بر آن تصریح کردہ اند صحابی بودن
امیر المومنین معاویہ رضی اللہ تعالے عنہ و عدالت و فقاہت وے از زبان ابن عباس رضی اللہ عنہ
ثابت شد و ہرگاہ بودن امیر المومنین معاویہ صحابی آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم متحقق گردید پس ترضی
وترحم برائے وے مستحب خواہد بود چہ وے صحابی است و برائے ہر صحابی ترضی وترحم نزد اہل السنت
وجماعت بالاجماع مستحب است درین صورت باعتبار نفس شرافت صحابیت امیر معاویہ را حضرت
ورضی اللہ عنہ گفتن بمقابلہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ورضی اللہ عنہ نزد اہل سنت والجماعت درست و
رواست وممنوع نیست زیرا کہ مشاجرات باخود ہا از صحابیت خارج نمی کنند خلافا للروافض آرے
درمیان بزرگی حضرت علی رضی اللہ عنہ وحضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تفاوت بسیار بودن بعید نیست
چہ جناب علی مرتضی در عشرہ مبشرہ بالجنۃ داخل اند وکثیر الصحبۃ از آن حضرت صلعم وفضیلت دامادی
وغیرہ می دارند کما لا یخفی علی الماہر بالشریعۃ الغراء ویستحب الترضی للصحابۃ والترحم للتابعین ومن بعدہم
من العلماء والعباد وسائر الاخیار وکذا یجوز عکسہ وہو الترحم للصحابۃ والترضی للتابعین ومن بعدہم
علی الراجح ذکرہ الکرمانی وقال الزیلعی الاولی ان یدعو الصحابۃ بالترضی والتابعین بالرحمۃ ولمن بعدہم
بالمغفرۃ والتجاوز کذا فی تنویر الابصار والدر المختار والفتاوی العالمگیریۃ والغیاثیۃ وغیرہ من کتب الفقہ
الحنفیۃ وغیرہا من کتب سائر المذاہب المتبوعۃ کما لا یخفی علی الماہر بالکتب الشرعیۃ وغیر صحابی از
ادنی صحابی بدرجہ بزرگی صحابی نخواہد رسید فہم احق ولا یبلغ غیرہم ازناہم ولو انفق ملاء الارض ذہبا کذا
فی الطحطاوی حاشیۃ الدر المختار وغیرہا من کتب اہل السنۃ ومناقب وفضائل صحابہ بر دیگران
بنا بر شرف صحبت آن حضرت صلعم کافی ووافی است قال صلی اللہ علیہ وسلم اذا ذکر اصحابی فامسکوا
وفی لفظ وایاکم وما شجر بین اصحابی فلو انفق احدکم مثل احد ذہبا ما بلغ مد احدہم ولا نصیفہ الحدیث
وقال صلے اللہ علیہ وسلم فی حدیث ابن مالک طوبی لمن رانی ومن رای من رانی الحدیث وقال
صلی اللہ علیہ وسلم لا تسبوا اصحابی فمن سبہم فعلیہ لعنۃ اللہ الحدیث کذا فی غنیۃ الطالبین للشیخ الکامل
المکمل عبد القادر الجیلانی رحمۃ اللہ علیہ ومشاجرات صحابہ رض منافی نیستند بودن حضرت معاویہ
رضی اللہ عنہ وغیرہ از اصحاب پیغمبر صلعم وچوں از اصحاب پیغمبر خدا صلعم بودند پس افضلیت شان بر غیر صحابہ رض بضمن عمومات نصوص
لازم آمد اگرچہ فضیلت یا فضیلت غیری تفاوت زیادہ از عرش تا فرش دارد وہو المقصود پس

آنہا را جز بہ نیکی و دعاء خیر یاد نباید کرد و با آنہا کینہ و عداوت و بغض نباید داشت و از مشاجرات آنہا کف اللسان باید بود و تاویل نیک باید کرد و جہت صحابی بودن آنہا مقتضی ترک کینہ و عداوت است لقولہ تعالےٰ ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین آمنوا از ینجہتہ عداوت با کسے از صحابہ نتوان کرد کہ دلیل ضلالت است اما محبت باہر یک از آنہا بقدر محبت ہر یکے آنہا است بارسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم و چون در مقابلہ و مطاعن صحابہ ظاہر شدہ کہ منازعات و مشاجرات کہ در صحابہ واقع شدہ بنا بر خطا اجتہادی واقع شدہ بکفر نیر ساند چنانچہ امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ گفتہ انما اصبحنا نقاتل اخواننا فی الاسلام علی ما دخل فیہ من الزیغ والاعوجاج والشبہۃ والتاویل کذا فی نہج البلاغۃ و رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم درحق امام حسن فرمودہ ابنی ہذا سید لعل اللہ ان یصلح بین فئتین عظیمتین من المسلمین چنانچہ جناب قاضی ثناء اللہ صاحب تفسیر مظہری در سیف المسلول افادہ فرمودہ و ہکذا یستفاد من نہج الازہر لملا علی القاری و مولانا شاہ عبد العزیز قدس سرہ در تحفہ اثنا عشریہ می فرمایند کہ پس در کتب امامیہ بتواتر رسیدہ حضرت امیراز لعن اہل شام منع فرمودہ و نیز اہل سنت گفتہ اند کہ در نہج البلاغہ روایتے دیگر موجود است کہ شیعہ از ان چشم پوشی می کنند و ان روایت صریح دلالت دارد برآنکہ مانع لعن اقا شرکت اسلام واخوت ایمانی بود وہو انہ لما سمع لعن اہل الشام من اصحابہ خطب وقال اصبحنا نقاتل اخواننا فی الاسلام علی ما دخل فیہ من الزیغ والاعوجاج والشبہۃ والتاویل انتہی ما فی تحفۃ اثنا عشریۃ و جناب مورد تجلیات سبحانی محبوب ربانی حضرت سید محی الدین عبد القادر جیلانی قدس سرہ در غنیۃ الطالبین در عقیدہ اہل سنت و جماعت افادہ می فرمایند و ارشاد می نمایند اتفق اہل السنۃ علی وجوب الکف عما شجر بینہم والامساک عن مساویہم واظہار فضائلہم ومحاسنہم وتسلیم امرہم الی اللہ عزوجل علی ما کان و جری من اختلاف علی وطلحۃ والزبیر وعائشۃ ومعاویۃ رضی اللہ عنہم علی ما قدمنا بیانہ واعطاء کل ذی فضل فضلہ کما قال اللہ عزوجل والذین جاؤا من بعدہم یقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین امنوا ربنا انک رؤف رحیم وقال اللہ تعالےٰ تلک امۃ قد خلت لہا ما کسبت ولکم ما کسبتم ولا تسئلون عما کانوا یعملون انتہی ما فی غنیۃ الطالبین۔ و نیز در ین کتاب مسطور است نبذی از ان بقلم می آید نخرج علی رضی اللہ عنہ الی المسجد فبایعہ الناس فکان اماما حقا الی ان قتل خلاف ما قال الخوارج انہ لم یکن اماما قط تبا لہم واما قتالہ الطلحۃ والزبیر وعائشۃ ومعاویۃ فقد نص الامام احمد رحمہ اللہ علی الامساک عن ذلک وجمیع ما شجر بینہم من منازعۃ ومنافرۃ وخصومۃ لان اللہ تعالیٰ یزیل ذلک من بینہم یوم القیمۃ کما قال عزوجل ونزعنا ما فی صدورہم من غل اخوانا علی سرر متقابلین الآیۃ ومن قاتلہ من معاویۃ وطلحۃ والزبیر وطلبوا ثار عثمان خلیفۃ حق المقتول ظلما والذین قتلوہ کانوا فی عسکر علی رضی اللہ عنہ فکل ذہب الی تاویل صحیح فاحسن احوالنا الامساک فی ذلک

وردہم الی اللہ عزوجل وہو احکم الحاکمین وخیر الفاصلین انتہی ما فی غنیۃ الطالبین۔ پس از تقریر دلپذیر جناب محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ ہم ہویدا گردید کہ مشاجرات آنہارا بر خطاء اجتہادی حمل باید کرد و درین معاملہ را سیر دبخدا می شاید چنانکہ از کلام در نظام شان مستفاد می شود کما لایخفی علی العالم المنصف المتفطن بالکلام و باغیان و مقتولان از مقابلین علی مرتضی رضی اللہ عنہ بر حکم اشتباہ حق و خطاء اجتہادی کہ ہر کس از فریقین خود را بر امر حق دانستہ مقاتلہ کرد و اشتباہ حق و باطل درین معرکہ رو دادہ اگرچہ در حقیقت یکے مصیب بود و دیگر ماؤل و مخطی گشتہ شدند و بعقیدہ ہر یکے از فریقین و طرفین شہید گشتند بنابر اعتقاد حق ہر یک از اینہا بجانب خویش چنانکہ از غنیۃ الطالبین وغیرہ مستفاد می گردد بلکہ از کلام امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ صاف خطاء اجتہادی از مقابل وی رضی اللہ عنہ واضح می شود حیث قال اصبحنا نقاتل اخواننا فی الاسلام علی ما دخل فیہ من الزیغ والاعوجاج والشبہۃ والتاویل کذا فی نہج البلاغۃ ولہذا در کتب فقہ می نویسند وان قتل عادل باغیا ورثہ مطلقا وبالعکس اذا قال الباغی وقت قتلہ انا علی باطل لا یرثہ اتفاقا لعدم الشبہۃ وان قال انا علی حق فی الخروج علی الامام واصر علی دعواہ ورثہ کذا فی تنویر الابصار والدر المختار وغیرہما من کتب الفقہ وفی الاختیار وما اصاب کل واحد من الفریقین من الاخر من دم او جراحۃ او استہلاک مال فہو موضوع لا دیۃ فیہ ولا ضمان وما کان قائما فی ید کل واحد من الفریقین للاخر فہو لصاحبہ انتہی ما فی رد المحتار حاشیۃ الدر المختار وغیرہ من کتب الفقہ وآنچہ در سوال مذکور است کہ کسیکہ خود را بمذہب اہل سنت وجماعت گوید و از تعصب بحق حضرت معاویہ لفظ رضی اللہ عنہ نگوید بلکہ بد گوید چہ حکم دارد پس جوابش این است کہ امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ با علی مرتضی کرم اللہ وجہہ مقابلہ و مقاتلہ کردہ مخطی بود و علی مرتضی رضی اللہ عنہ مصیب بود و مخطی در اجتہاد مورد لعن و سب شتم نیست بر مذہب اہل سنت بلکہ فاسق معین و مرتکب کبیرہ را لعن کردن جائز نیست بر مسلک اہل سنت چہ جائیکہ مخطی در اجتہاد حاشا کہ لعن و سب در حق او اصلا روا نیست لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن لعن المصلین ومن کان من اہل القبلۃ کذا فی خلاصۃ الفتاوے وغیرہ من کتب الفقہ والعقائد اما ما وقع من امتناع جماعۃ من الصحابۃ عن نصرۃ علی والخروج معہ فی المحاربۃ ومن محاربۃ طائفۃ منہم کما وقع فی حرب الجمل والصفین فلا یدل علی عدم صحۃ خلافتہ ولا تضلیل علی مخالفیہ فی ولایتہ اذ لم یکن ذلک نزاع فی حقیقۃ امارتہ بل کان عن خطاء فی اجتہادہم حیث انکروا علیہ ترک القود من قتلۃ عثمان بل زعم بعضہم انہ کان مائلا الی قتلہ والمخطی فی الاجتہاد لا یضلل ولا یفسق علی ما علیہ الاعتماد کذا فی منیح الازہر شرح فقہ اکبر لملا علی القاری الحنفی وغیرہ من کتب العقائد پس ہر کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ را از راہ تعصب و بغض رضی اللہ عنہ نگوید بلکہ بد گوید او خود در وعید حدیث گرفتار خواہد بود

قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا تسبوا اصحابی فمن سبہم فعلیہ لعنۃ اللہ الحدیث کذا فی غنیۃ الطالبین وغیرہ

من کتب اہل السنۃ۔ و سب کنندہ و بدگویندہ او در پردہ عقیدہ روافض می دارد گو بظاہر خود را از اہل سنت می شمارد و ہمچنین ہر کہ حضرت عائشہ صدیقہ رض را بدگوید او موذی است و من جملۃ من یوذی اللہ و رسولہ داخل است از گمان بد و سوء نفسانی خود توبہ نماید پس واجب است بر وکہ ازین عقیدہ بد کہ زوجہ مطہرہ آں صلعم و صحابی پیغمبر خدا را بدمی گوید توبہ کند و مسلک اہل سنت اختیار نماید تا در دنیا و دین از مواخذہ نجات یابد و این آیہ کریمہ را کنتم خیر امۃ اخرجت للناس الآیۃ۔ و رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ الآیۃ کہ در شان صحابہ رض درجہ بدرجہ بقدر استحقاق خیریت ہر یک از ایشان مشعر و ناطق است تلاوت کردہ باشد و عقیدۃ الصحابۃ ان ترتیب الخلفاء الراشدین کترتیبہم فی الخلافۃ پیش نظر دارد و فضیلت ہر یک صحابی را حسب روایات کتب احادیث صحیحہ و موافق قرار داد مذاہب متنوعہ حقہ اہل سنت و جماعت ملحوظ در عقیدہ خود بدارد تا خود را در زمرہ اہل سنت پندارد و تفصیل این اجمال را در شرح مواقف و شرح مقاصد و ازالۃ الخفا فی اثبات خلافۃ الخلفاء وغیرہ ملاحظہ نماید تا از انہا عبرت گیرد و مذہب و مسلک اہل سنت را معلوم کند و از جہالت و نادانی خود بیرون آید و ما علینا الا البلاغ واللہ اعلم بالصواب فاعتبروا یا اولی الالباب و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

سید محمد نذیر حسین ۱۲۸۱	صح الجواب بعون الملک الوہاب	محمد صدر الدین ۱۲۷۵

لقد اصاب من اجاب | محمد قطب الدین ۱۲۷۴ | الجواب صحیح | محمد عبد الرب ۱۲۶۷

اصاب المجیب فی الجواب بلا ارتیاب | سعید الدولہ عزیز الملک محمد یوسف علیخان

الجواب صحیح | محمد عبد القادر ۱۲۶۹ | الجواب صحیح | حفیظ اللہ ۱۲۸۱ | الجواب صحیح

شکر ہمین بس است کہ صدیق محمد | الجواب صحیح | محمد یوسف ۱۲۷۰

ما قال المجیب فہو حق و الحق احق بالاتباع و او سے لان الحق یعلو و لا یعلی۔ | محمد حسین فقیر

الجواب صحیح | محمد اسد علی ۱۲۲۸

فتویٰ درباب تفضیل شیخین از علمائے محدثین

سوال اول۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس میں کہ یہ جو کتب عقائد مثل عقیدہ صابونیہ وعقیدہ واسطیہ
والانتقاد الرجیح وغیرہا میں مندرج ہے کہ افضل اس امت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں پھر عمر رض پھر عثمان رض پھر علی رض یہ امر شرعی ہے یا غیر شرعی ہے بر تقدیر ثانی
یہ کہنا جائز ہے یا نہیں کہ حضرت علی رض افضل ہیں حضرت ابوبکر رض وعمر سے اور عمر ابوبکر رض سے
سوال دوم۔ جس شخص کا یہ مقولہ ہو کہ اگر کوئی علی رض کو ابوبکر رض سے افضل کہے تو اس کو بھی
سچا دیندار جانتا ہوں اور اس ترتیب کو کہ ابوبکر رض افضل ہیں عمر رض سے اور عمر رض عثمان رض سے
اور عثمان رض علی رض سے غیر شرعی جانتا ہوں ایسا شخص کیسا ہے مخالف عقیدہ سلف کے ہے
یا موافق اور سلف اہل سنت وعلمائے محدثین کا اس میں کیا عقیدہ تھا۔ **سوال سوم** حضرت
عائشہ صدیقہ رض حضرت علی رض سے کیوں لڑیں آیا بوجہ خلافت کے یا بجہت طلب قاتلان عثمان رض
کے بر تقدیر ثانی اہل جمل کا قتال حضرت علی رض سے بحکم یا رضا حضرت عائشہ رض کے تھا یا درمیان
میں مفسدوں نے فساد ڈال دیا تھا بر تقدیر ثانی حضرت عائشہ رض پر اطلاق باغیہ کا کرنا اس وقت
میں صحیح تھا یا صحیح نہیں تھا اور سلف کا اس میں کیا عقیدہ ہے فقط +

الجواب (۱) یہ جو کتب عقائد میں مندرج ہے کہ افضل اس امت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے ابوبکر رض ہیں پھر عمر رض پھر عثمان رض پھر علی رض یہ امر شرعی ہے اور اور دلیل اس پر
حدیث ابن عمر رض ہے۔ قال کنا نخیر بین الناس فی زمان رسول صلعم فنخیر ابابکر ثم عمر بن الخطاب
ثم عثمان بن عفان رواہ البخاری۔ اور یہ حدیث حکما مرفوع ہے کما لا یخفی علی من لہ ادنی الالمام لعلم الاصول
اور طبرانی[1] کی روایت میں۔ فیسمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولا ینکرہ یہاں سے صراحۃ تقریر نبی صلعم سمجھی
جاتی ہے۔ (۲) قائل مقولہ مذکورہ کا مخالف ہے۔ عقیدہ جمہور سلف وعلمائے محدثین کے۔
(۳) جنگ حضرت عائشہ صدیقہ رض حضرت علی رض سے بجہت طلب قصاص عثمان رض کے
تھی مفسدوں نے درمیان میں فساد ڈال دیا تھا اس لئے اطلاق باغیہ حضرت عائشہ رض پر صحیح
نہیں ہے۔ سلف کا اس بارہ میں یہی عقیدہ ہے۔ والتفصیل ہو کول الی کتب العقائد کتبہ محمد بشیر عفی عنہ

شیخ محمد عفی عنہ	الجواب صحیح کتبہ محمد بن عبد العزیز القاضی فی بھوپال	محمد بشیر ۱۲۹۴

[1] مجمع الزوائد میں لکھا ہے رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط بنحوہ باختصار الا انہ قال ابوبکر وعمر وعثمان ثم اسکتوا فیبلغ رسول اللہ صلعم فلا ینکرہ علینا وابو یعلی نحوہ الطبرانی فی الکبیر ورجالہ وثقوا وفیہم خلاف انتہی۔
ابو سعید محمد شرف الدین عفی عنہ +

فی الواقع افضل اس امت سے کے بعد حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ پھر عمر رض پھر عثمان رض پھر علی رض اور یہ امر شرعی ہے۔ اور اس پر ایک دلیل حدیث انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی ہے۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صعد احدا وابوبکر وعمر وعثمان فرجف بہم فقال اثبت احد فانما علیک نبی وصدیق وشہیدان رواہ البخاری وجہ دلالت اس حدیث کی اس امر پر یہ ہے کہ افضل ناس مطلقا نبی ہوتے ہیں پھر صدیق پھر شہید جیسا کہ آیۃ کریمہ اولئک الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین اس پر دال ہے اور ابوبکر صدیق ہیں اور عمر رض اور عثمان رض شہید۔ ایسا شخص مخالف ہے عقیدہ سلف صالحین وائمہ محدثین ومجتہدین کے ہے۔ جنگ حضرت عائشہ صدیقہ رض حضرت علی رض سے بوجہ طلب قصاص قاتلان حضرت عثمان رض سے تھی۔ مفسدون نے بیچ میں فساد ڈالدیا تھا اس لئے اطلاق باغیہ اُن پر صحیح نہیں ہے سلف صالحین کا اس میں یہی عقیدہ ہے۔ نمقہ محمد عبداللہ غازیپوری مدرس مدرسہ چشمہ رحمت - الجواب صحیح وخلافہ قبیح العاجز سید محمد نذیر حسین عفی عنہ بقلم خود +

سید محمد نذیر حسین	یہ جواب صحیح ہے	شریف حسین
یہ جواب صحیح ہے۔ غلام اکبر خان	المجیب مصیب	تلطف حسین عفی عنہ
اصاب من اجاب محمد عبدالرحمن	الجواب صحیح	ابو نصر عبداللہ فضل حسین مظفرپوری
عبدالرحیم	للہ در المجیب فانہ فیما قال مصیب	ابو محمد ابراہیم
نعم الجواب وہو الصواب	محمد ادریس	اچھا جواب لکھا ہے۔
عبدالعزیز مظفرپوری	اصاب من اجاب واللہ اعلم بالصواب۔ نظیر حسن آروی	
الجواب صحیح محمد اسمٰعیل		نظیر حسن آروی

سوال - مراد از تفضیل شیخین بر جناب مرتضٰی چیست بینوا توجروا +

الجواب - آنچہ جناب شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی دربارہ تفضیل شیخین بغیر علی مرتضٰی نوشتہ اند کافی است لہذا نقل آن کردہ می شود تا اظہار حق گردد وتردد خاطر زائل شود عبارۃ ہکذا تفضیل شیخین رضی اللہ عنہما بر مرتضٰے رضی اللہ عنہ من کل الوجوہ نیست بلکہ علماء محققین نوشتہ اند کہ تفضیل احد الشیخین علے الآخر من جمیع الوجوہ محال چہ تفضیل حضرت مرتضٰے در جہاد سیفی وسنانی وفن

تقضا وکثرت روایت حدیث و ہاشمیت و ختنیت لاسیما زوجیت حضرت بتول زہرا بر حضرت صدیق اکبر قطعی است و ہمچنین تفضیل آنجناب در قدم اسلام و اول من صلی بر حضرت فاروق نیز قطعی است بلکہ مراد از تفضیل شیخین بر جناب مرتضی نیست مگر تفضیل اینہا در تشبہ بہ نبی من جہت سیاسۃ الامۃ وحفظ الدین وسد باب الفتنۃ وترویج الاحکام الشرعیۃ واشاعۃ الاسلام فی البلدان واقامۃ الحدود والتعزیرات وہمین است مقاصد خلافت کبرے ولہذا التقدیم للشیخین درین امر مجمع علیہ صحابہ بود بلکہ در صواعق محرقہ و دیگر کتب حدیث معتبرہ مذکور است کہ جناب رسالت مآب صلعم فرمودند سألت اللہ ان یقدمک یا علی فابی علی الا التقدیم ابی بکر انتہی واللہ اعلم بالصواب حررہ السید شریف حسین عفی عنہ +

زشرف سید کونین شد شریف حسین	سید محمد نذیر حسین

سوال - چہ می فرمایند علمائے شریعت اہل السنۃ والجماعۃ در حق کسیکہ خود را از اہل سنت وجماعت وانماید و در عقیدۂ خود تفضیل حضرت علی رضی اللہ عنہ بر اصحاب ثلثہ اعنی حضرت ابو بکر صدیق وحضرت عمر وحضرت عثمان رضی اللہ عنہم دہد یا گوید کہ تفضیل حضرات اصحاب بترتیب خلافت صرف در امور سیاست مدنی است نہ تفضیل از جہت دیگر فضائل ونہ در امور باطنی است یا گوید کہ در ولایت باطنی اصحاب ثلثہ را دخل نیست یا گوید کہ این اصحاب ثلثہ را از خلافت فضیلت شد از سابق پس بر معتقدین این سخنہا اطلاق تفضیلیہ ومخالفت اجماع ہست یا نہ +

الجواب - افضلیت اصحاب رضی اللہ عنہم یعنی خلفائے اربعہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم بترتیب خلافت است مطلقا نہ مقید بظاہر یا باطن واطلاق تفضیلیہ وخاطی ومخالف اجماع بر تفضیل دہندۂ حضرت علی رض بر خلفائے ثلاثہ صحیح است وافضیلت خلفائے ثلاثہ بیشتر از زمان خلافت ثابت است کہ ہمان سابقۂ فضل وتقدم در رجحان کہ در اذہان صحابہ رض بود آنہا را در زمان آنہا متعین برائے خلافت کرد - اخرج البخاری فی صحیحہ عن ابن عمر قال کنا فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا نعدل بابی بکر احدا ثم عمر ثم عثمان ثم نترک اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا نفاضل بینہم واخرج ابو داؤد فی کتاب السنۃ فی باب التفضیل من حدیث عبید اللہ عن نافع عن ابن عمر قال کنا فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا نعدل بابی بکر احدا ثم عمر ثم عثمان ثم نترک اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا نفاضل بینہم ومن طریق سالم بن عبد اللہ ان ابن عمر قال کنا نقول ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حی افضل امۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعدہ ابو بکر ثم عمر ثم عثمان رض واخرج من طریق جامع بن ابی راشد ثنا ابو یعلی عن محمد بن الحنفیۃ قال قلت لابی ای الناس خیر بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ابو بکر قال قلت ثم من قال ثم عمر قال ثم خشیت ان اقول ثم من فیقول عثمان فقلت

ثم انت یا ابہ قال ما انا الا رجل من المسلمین و اخرج من طریق محمد الفریابی قال سمعت سفیان یقول من
زعم ان علیا کان احق بالولایۃ منہما فقد خطاء ابابکر و عمر و المہاجرین و الانصار و ما اراہ یرتفع لہ مع ہذا
عمل الی السماء و اخرج من طریق عباد بن السماک قال سمعت سفیان یقول الخلفاء خمسۃ ابو بکر
و عمر و عثمان و علی و عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہم انتہے۔ من سنن ابی داؤد و فی کتاب الاعتقاد
للبیہقی بسندہ الے ابی ثور عن الشافعی انہ قال اجمع الصحابۃ و اتباعہم علی افضلیۃ ابی بکر ثم
عمر ثم عثمان ثم علی انتہی و در شرح عقائد نسفی گفتہ افضل البشر بعد نبینا ابو بکر الصدیق ثم عمر
الفاروق ثم عثمان ذی النورین ثم علی المرتضے رضی اللہ عنہم و خلافتہم علے ہذا الترتیب انتہی
حررہ السید محمد نذیر حسین عفی عنہ سنہ ۱۲۸۵ ہجری +

سید محمد نذیر حسین	احمد علی کل حال	مولانا احمد علی سہارنپوری
عالم علی مراد آبادی	سعادت حسین بہاری	
لطف العلی بہاری	سید علی اعظم پھلواروی	محمد علی حبیب پھلواروی

کتاب ذکر الانبیاء وبدء الخلق

سوال- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ذبیح کون تھے اسمٰعیل علیہ السلام یا اسحٰق علیہ السلام یعنے ذبح کرنے کا حکم کس کی نسبت آیا تھا آیا اسمٰعیل علیہ السلام کی نسبت یا اسحٰق علیہ السلام کی نسبت۔ بعض لوگ کہتے ہیں اسمٰعیل علیہ السلام ذبیح تھے اور بعض لوگ کہتے ہیں اسحٰق علیہ السلام تھے۔ پس اس بارے میں قول فیصل کیا ہے بینوا توجروا ✣

الجواب- اس بارے میں علما کا اختلاف چلا آتا ہے۔ بعض اسمٰعیل علیہ السلام کو ذبیح بتاتے ہیں اور بعض اسحٰق علیہ السلام کو مگر نظم قرآن سے جو بات ثابت ہوتی ہے وہ یہی ہے کہ اسمٰعیل علیہ السلام ذبیح تھے اور اس بارے میں میرے نزدیک یہی قول اقرب الی الصواب معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم بالصواب- علامہ ابن القیم زاد المعاد میں لکھتے ہیں- واسمٰعیل ہو الذبیح علی القول الصواب عند علماء الصحابۃ والتابعین ومن بعدہم واما القول بانہ اسحٰق فباطل باکثر من عشرین وجہا وسمعت شیخ الاسلام ابن تیمیۃ قدس اللہ روحہ یقول ہذا القول انما متلقی من اہل الکتاب مع انہ باطل بنص کتابہم فان فیہ ان اللہ امر ابراہیم ان یذبح ابنہ بکرہ وفی لفظ وحیدہ ولا یشک اہل الکتاب مع المسلمین ان اسمٰعیل ہو بکر اولادہ- یعنی علماء صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین ومن بعدہم کے نزدیک قول صواب یہی ہے کہ اسمٰعیل علیہ السلام ذبیح ہیں اور اسحٰق علیہ السلام کا ذبیح ہونا باطل ہے اور اس کے بطلان کی بیس سے بھی زیادہ وجہیں ہیں- اور میں نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ قدس اللہ روحہ سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ یہ قول (یعنی اسحٰق علیہ السلام کا ذبیح ہونا) اہل کتاب سے لیا گیا ہے حالانکہ یہ قول خود انہیں کی کتاب نص سے باطل ہے- کیونکہ ان کی کتاب میں یہ صاف لکھا ہوا ہے کہ اللہ تعالے نے ابراہیم علیہ السلام کو حکم کیا کہ اپنے پہلے بیٹے کو ذبح کر اور ایک لفظ میں ہے کہ اپنے اکلوتے بیٹے کو ذبح کر- اور اس بات میں نہ اہل کتاب کو شک ہے اور نہ اہل اسلام کو کہ ابراہیم علیہ السلام کے پہلے اور اکلوتے بیٹے اسمٰعیل علیہ السلام ہی تھے- والذی غر اصحاب ہذا القول ان فی التوراۃ التی بایدیہم اذبح ابنک اسحٰق

قال وهذه الزيادة من تحريفهم وكذبهم لانها تناقض قوله بكرك ووحيدك ولكن يهود حسدت بني اسمعيل
على هذا الشرف واحبوا ان يكون لهم وان يسوقوه اليهم ويختاروه دون العرب ويابى الله ان
يجعل فضله لاهله - یعنی اور جس وجہ سے ان اہل کتاب کو دھوکا ہوا ہے وہ یہ ہے کہ
جو توراۃ ان کے ہاتھوں میں ہے اس میں یہ عبارت یہ ہے۔ اذبح ابنک اسحق۔
یعنی ذبح کر اپنے بیٹے اسحق کو۔ کہا ابن تیمیہ نے کہ اس عبارت میں لفظ اسحق کی زیادتی
ان اہل کتاب کی تحریفات سے ہے کیونکہ یہ زیادتی مخالف ہے ان کی کتاب کے اس قول
کے کہ ذبح کر اپنے پہلے اور اکلوتے بیٹے کو۔ مگر یہود کو اس امر پر رشک ہوا کہ ذبح ہونیکا
شرف بنی اسمعیل میں رہے اور انہوں نے چاہا کہ اس شرف کو کھینچ کر اپنے میں لائیں۔
اور اپنے لئے ثابت کریں اور عرب میں یہ شرف نہ رہے مگر اللہ تعالے کو ہرگز یہ منظور نہیں
کہ اس کا فضل اس شخص کے لیے ثابت ہو جو اس فضل کا اہل نہیں بلکہ وہ یہی چاہتا ہے
کہ اس کا فضل اسی شخص کے سلئے ثابت رہے جو اس کا اہل ہے۔ وکیف یسوغ
ان یقال ان الذبیح اسحق واللہ تعالے قد بشر ام اسحق به وبابنه يعقوب فقال تعالے عن الملئكة
انهم قالوا لابراهيم لما اتوه بالبشرى لا تخف انا ارسلنا الى قوم لوط وامراته قائمة فضحكت فبشرناها
باسحق ومن وراء اسحق يعقوب فمحال ان يبشرها بانه يكون له ولد ثم يامر بذبحه ولا ريب ان يعقوب داخل
في البشارة فتناول البشارة لاسحق ويعقوب في اللفظ الواحد وهذا ظاهر الكلام وسياقه - یعنی
یہ قول کہ ذبیح اسحق علیہ السلام تھے۔ کیونکر جائز ہو سکتا ہے حالانکہ اللہ تعالے نے اسحق علیہ السلام
کی ماں کو اسحق علیہ السلام اور ان کے بیٹے یعقوب علیہ السلام کے ہونے کی بشارت
دی چنانچہ فرمایا فبشرناها باسحق ومن وراء اسحق یعقوب۔ یعنے ہم نے ان کو اسحق کی بشارت
دی اور اسحق کے بعد یعقوب کی بشارت دی۔ پس یہ بات محال و ناممکن ہے کہ اللہ تعالے
اسحق علیہ السلام کی ماں کو اسحق علیہ السلام کے بیٹے ہونے کی بشارت دے اور پھر اسحق
علیہ السلام کے ذبح کرنے کا حکم کرے۔ اور اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ بشارت میں
یعقوب علیہ السلام ضرور داخل ہیں۔ پھر علامہ ابن القیم سوال وجواب کی صورت میں ایک
اشکال کا جواب ذکر فرماتے ہیں۔ ویدل علیه ان سبحانه لما ذکر قصة ابراهيم وابنه الذبيح
في سورة الصافات قال فلما اسلما وتله للجبين وناديناه ان يا ابراهيم قد صدقت الرؤيا انا
كذلك نجزي المحسنين ان هذا لهو البلاء المبين وفديناه بذبح عظيم وتركنا عليه في الاخرين
سلام على ابراهيم كذلك نجزي المحسنين انه من عبادنا المؤمنين ثم قال وبشرناه باسحق نبيا
من الصالحين فهذه بشارة من الله له شكرا على صبره على ما امر به وهذا ظاهر جدا في ان المبشر به

غیر الاول بل ہو کالنص فیہ یعنی اِس بات پر کہ ذبیح اسمٰعیل علیہ السلام تھے۔ یہ بات دلالت
کرتی ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالےٰ نے ابراہیم اور ان کے بیٹے ذبیح کا قصہ سورہ والصافات
مین ذکر کرکے پھر فرمایا ہے۔ وبشرناہ باسحٰق نبیا من الصالحین یعنے ہم نے ابراہیم کو اسحٰق
کی بشارت دی دراں حالیکہ وہ نبی ہین صالحین سے ہین پس یہ ایک بشارت ہے اللہ کی طرف سے
ابراہیم علیہ السلام کو اس بات پر کہ انہون نے صبر کیا اُس بات جس کا ان کو حکم ہوا تھا پس ابراہیم
اور ان کے بیٹے ذبیح کے ذکر کرنے کے بعد پھر ان کو اُن کے صبر پر اسحٰق کی بشارت دینا یہ
صاف اور صریح دلیل ہے کہ اسحٰق علیہ السلام غیر ذبیح ہین۔ پھر اس کے بعد ابن القیم لکھتے ہین۔
فان قیل فالبشارۃ الثانیۃ وقعت علے نبوتہ اے لما صبر الاب علے ما امر بہ واسلم الولد لامر اللہ
جازاہ اللہ علے ذلک بان اعطاہ النبوۃ قیل البشارۃ وقعت علے المجموع علے ذاتہ ووجودہ و
وان یکون نبیا ولہذا انتصب نبیا علی الحال المقدر اے مقدر نبوتہ فلا یمکن اخراج البشارۃ ان
تقع علی الاصل ثم تخص بالحال التابعۃ الجاریۃ مجری الفضلۃ ہذا محال من الکلام بل اذا وقعت
البشارۃ علے نبوتہ فوقوعہا علے وجودہ اولی واحری وایضا فلا ریب ان الذبیح کان بمکۃ ولذلک
جعلت القرابین یوم النحر کما جعل السعی بین الصفا والمروۃ ورمی الجمار تذکیرًا لشان اسمٰعیل و
امہ واقامۃ لذکر اللہ ومعلوم ان اسمعیل وامہ ہما اللذان کانا بمکۃ دون اسحٰق وامہ ولہذا
اتصل مکان الذبح وزمانہ بالبیت الحرام الذی اشترک فی بنائہ ابراہیم واسمٰعیل و
کان النحر بمکۃ من تمام حج البیت الذی کان علے ید ابراہیم وابنہ اسمعیل زمانا ومکانا ولو کان
الذبح بالشام کما یزعم اہل الکتاب ومن تلقی عنہم لکانت القرابین والنحر بالشام لا بمکۃ وایضا
فان اللہ سبحانہ سمی الذبیح حلیما لانہ لا احلم ممن اسلم نفسہ للذبح طاعۃً لربہ ولما ذکر اسحٰق سماہ علیما فقال

ہل اتاک حدیث ضیف ابراہیم المکرمین اذ دخلوا علیہ فقالوا سلامًا قال سلام قوم منکرون الے

ان قال قالوا لا تخف وبشروہ بغلام علیم وہذا اسحٰق بلا ریب لانہ من امرأتہ وہی المبشرۃ بہ واما اسمٰعیل
فمن السریۃ وایضا فانما بشرا بہ علے الکبر والیأس من الولد وہذا بخلاف اسمٰعیل فانہ ولد قبل ذلک
وایضا فان اللہ سبحانہ اجری العادۃ البشریۃ ان بکر الاولاد احب الی الوالدین ممن بعدہ وابراہیم
لما سأل ربہ الولد ووہبہ لہ تعلقت شعبۃ من قلبہ بمحبتہ واللہ تعالےٰ قد اتخذہ خلیلا والخلۃ منصب
یقتضی توحید المحبوب بالمحبۃ وان لا یشارک بینہ وبین غیرہ فیہا فلما اخذ الولد شعبۃ من قلب
الوالد جاءت غیرۃ الخلۃ تنتزعہا من قلب الخلیل فامرہ الخلیل بذبح المحبوب فلما اقدم
علی ذبحہ وکانت محبۃ اللہ اعظم عندہ من محبۃ الولد خلصت الخلۃ حینئذ من شوائب المشارکۃ فلم
یبق فی الذبح مصلحۃ اذ کانت المصلحۃ انما ہی فی العزم وتوطین النفس فقد حصل المقصود فنسخ الامر

وفدی الذبیح وصدق الخلیل الرؤیا وحصل مراد الرب ومعلوم ان ہذا الامتحان والاختیار انما حصل عند اول مولود ولم یکن یحصل فی المولود الآخر دون الاول بل لم یحصل عند المولود الآخر من مزاحمة الخلة ما یقتضی الامر بذبحہ وہذا فی غایة الظہور وایضا فان سارة امرأة الخلیل غارت من ہاجرة وابنہا اشد الغیرة فانہا کانت جاریة فلما ولدت اسمعیل واحبہ ابوہ اشتدت غیرة سارة فامر اللہ سبحانہ ان یبعد عنہا ہاجرة وابنہا ویسکنہما فی ارض مکة لیبرد عن سارة حرارة الغیرة وہذا من رحمتہ ورأفتہ فکیف یامرہ سبحانہ بعد ہذا ان یذبح ابنہا ویدع ابن الجاریة بحالہ ہذا مع رحمة اللہ لہا وابعاد الضرر عنہا وجبرہ لہا فکیف یامر بعد ہذا بذبح ابنہا دون ابن الجاریة بل حکمة البالغة اقتضت ان یامر بذبح ولد السریة فحینئذ ترق قلب سارة علے ولدہا وتتبدل قسوة الغیرة رحمة ویظہر لہا برکة ہذہ الجاریة وولدہا وان اللہ لا یضیع بیتا ہذہ وابنہا منہم ویری عبادہ جبرہ بعد الکسر ولطفہ بعد الشدة وان عاقبة صبر ہاجرة وابنہا علے البعد والوحدة والغربة والتسلیم الے ذبح الولد آلت الے ما آلت الیہ من جعل اثارہما ومواطئ اقدامہما مناسک لعبادہ المؤمنین ومتعبدات لہم الی یوم القیمة وہذا سنتہ تعالے فیمن یرید رفعہ من خلقہ ان یمن علیہ بعد استضعافہ وذلہ وانکسارہ قال تعالے ونرید ان نمن علے الذین استضعفوا فی الارض ونجعلہم ائمة ونجعلہم الوارثین وذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم انتہے کلام ابن القیم۔

اگر کوئی کہے کہ ظاہر نظم قرآن سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اسمٰعیل علیہ السلام ذبیح تھے مگر قرآن میں اس کی صاف تصریح نہیں آئی ہے کہ ذبیح کون تھے اور حدیثوں میں تو صاف تصریح آگئی ہے کہ ذبیح اسحٰق علیہ السلام تھے۔ پس ان احادیث کے مطابق اسحٰق علیہ السلام کو کیوں ذبیح نہیں کہا جاتا۔ اور صاف اور مصرح امر کو چھوڑ کر غیر مصرح کو کیوں اختیار کیا جاتا ہے۔ اور وہ حدیثیں یہ ہیں (۱) تفسیر درمنثور میں ہے۔ اخرج الدارقطنی فی الافراد والدیلمی عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الذبیح اسحٰق۔ (۲) تفسیر درمنثور میں ہے واخرج الطبرانی وابن مردویہ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال سئل النبی صلے اللہ علیہ وسلم من اکرم الناس قال یوسف بن یعقوب بن اسحاق ذبیح اللہ (۳) تفسیر درمنثور میں ہے۔ اخرج ابن حاتم عن ابی روق رضی اللہ عنہ قال لما حبس یوسف علیہ السلام اخاہ بسبب السرقة کتب الیہ یعقوب علیہ السلام من یعقوب بن اسحق بن ابراہیم خلیل اللہ الی یوسف عزیز فرعون اما بعد فانا اہل بیت موکل بنا البلاء ان ابی ابراہیم علیہ السلام القی فی النار فی اللہ فصبر فجعلہا اللہ علیہ بردا وسلاما وان ابی اسحاق علیہ السلام قرب المذبح فی اللہ فصبر ففداہ اللہ بذبح عظیم وان ابنہ کان وہب لی قرة عین فسلبتہ فاذہب حزنہ بصری وابیض لحمی علی عظمی فلا لیلی لیل ولا نہاری نہار والاسیر الذی فی یدیک بما ادعی علیہ من السرق اخوہ لامہ فکنت اذا ذکرت اسفی علیہ قربتہ

سنی فسلی عنی بعض ما کنت اجد وقد بلغنی انک حبست بسبب سرقۃ نخل سبیلہ فانی لم الد سارقا ولیس بسارق والسلام۔ مشکوۃ شریف کے باب النذور مین ہے۔ عن محمد بن المنتشر قال ان رجلا نذران ینحر نفسہ ان نجاہ اللہ من عدوہ فسأل ابن عباس فقال لہ سل مسروقا فسألہ فقال لا تنحر نفسک فانک ان کنت مومنا قتلت نفسا مومنۃ وان کنت کافرا تعجلت الے النار واشتر کبشا فاذبحہ للمساکین فان اسحق خیر منک وفدی بکبش فاخبر ابن عباس فقال ہکذا کنت اردت ان افتیک رواہ رزین۔ تو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ کل حدیثین ضعیف و نا قابل احتجاج ہین۔ پہلی حدیث کو جلال الدین سیوطی نے جامع صغیر مین ذکر کر کے برمز (ض) ضعیف بتایا ہے۔ اور ان کے علاوہ اور اہل علم نے بھی اس حدیث کی تضعیف کی ہے۔ اور دوسری حدیث کو بخاری ومسلم وغیرہما نے روایت کیا ہے۔ مگر اس مین لفظ اسحق کے بعد ذبیح اللہ کا لفظ نہین ہے۔ اہل علم نے اس بات کی تصریح کر دی ہے کہ اس حدیث مین ذبیح اللہ کا لفظ کسی راوی نے اپنی طرف سے زیادہ کر دیا ہے۔ اور تیسری حدیث کی نسبت تفسیر بیضاوی وغیرہ مین لکھا ہے لم یثبت یعنے یہ حدیث ثابت نہین ہے۔ اور چوتھی کی سند کا حال معلوم نہین۔ کہ کیسی ہے صحیح ہے یا ضعیف اور اگر صحیح بھی ہو تو یہ ابن عباس کا قول جو محتمل ہے کہ اسرائیلیات سے ماخوذ ہوا واللہ تعالے اعلم۔ الغرض ان حدیثون مین سے کوئی حدیث قابل احتجاج ولائق اعتماد نہین ہے۔ اور ان حدیثون کے علاوہ بعض اور حدیثین بھی پیش کی جاتی ہین مگر وہ بھی ایسی ہی نا قابل احتجاج ہین اور ساتھ اس کے ان احادیث کی معارض ایسی حدیثین بھی ہین جن مین صاف تصریح ہے کہ ذبیح اسمعیل علیہ السلام تھے۔ مثلاً ایک یہ حدیث جو تفسیر در منثور مین بحوالہ ابن جریر وغیرہ مذکور ہے۔ اخرج ابن جریر والآمدی فی المغازی والخلعی فی فوائدہ والحاکم وابن مردویہ بسند ضعیف عن عبد اللہ بن سعید الصنابحی قال حضرنا مجلس معاویۃ بن ابی سفیان فتذاکر القوم اسمعیل واسحق ایہما الذبیح فقال سقطتم علی الخبیر کنا عند رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فاتاہ اعرابی فقال یا رسول اللہ خلفت الکلأ یابسا والماء عابسا ہلک العیال وضاع المال فعد علی مما افاء اللہ علیک یا ابن الذبیحین فتبسم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ولم ینکر علیہ فقال القوم من الذبیحان یا امیر المومنین قال ان عبد المطلب لما حفر زمزم نذر اللہ تعالے ان سہل حفرہا ان ینحر بعض ولدہ فلما فرغ اسہم بینہم وکانوا عشرۃ فخرج السہم علی عبد اللہ فاراد ذبحہ فمنعہ اخوالہ من بنی مخزوم وقالوا ارض ربک وافد ابنک ففداہ بمائۃ ناقۃ فہو الذبیح واسمعیل الثانی۔ دیکھو یہ حدیث صاف اور صراحت طور پر بتاتی ہے کہ ذبیح

اسمعیل علیہ السلام تھے۔ پس احادیث مذکورہ بالا جن سے اسحق علیہ السلام کا ذبیح ہونا ثابت ہوتا ہے بوجہ تعارض کے بھی ناقابل استدلال ہیں۔ الحاصل تعیین ذبیح میں حدیثیں مختلف ومتعارض آئی ہیں اور باوجود تخالف وتعارض کے کل کی کل ضعیف ہیں۔ اس تعارض وضعف کی وجہ سے ان کا ہونا نہ ہونے کے برابر ہے۔ اسی وجہ سے ان کو کالعدم سمجھ کر ظاہر نظم قرآن سے جو بات ثابت ہوتی ہے اس کو اختیار کیا گیا۔ واللہ تعالے اعلم۔

کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ +

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے کیا اللہ تعالے نے کوئی انسان اور بھی پیدا کیا ہے تو وہ کیا ہوئے اور ان کا قصہ کس طرح سے ہے براہ نوازش اس کا احوال خلاصہ تحریر فرمایئے +

الجواب۔ حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے خداوند کریم نے کوئی اور انسان پیدا نہیں کیا ہے۔ بلکہ آدم علیہ السلام کے پہلے جنات لوگ تھے۔ جب اللہ تعالے نے آدم علیہ السلام کو خلیفہ بنانا چاہا تو فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں فرشتوں نے کہا کیا تو زمین میں ایسے شخص کو خلیفہ بنائے گا جو اس میں فساد مچائے اور خونریزی کرے اور ہم تیری تسبیح کرتے ہیں تیری حمد کے ساتھ اور تیری پاکی بیان کرتے ہیں۔ اللہ تعالے نے فرمایا میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ فرشتوں نے جو یہ کہا کہ کیا تو زمین میں ایسے شخص کو خلیفہ بنائے گا جو اس میں فساد مچائے اور خونریزی کرے سو اس وجہ سے کہا کہ پہلے زمین میں جنات رہتے تھے۔ جب انہوں نے باہم فساد مچایا اور خونریزی کی تو اللہ تعالے نے ان کے پاس فرشتوں کو بھیجا اور فرشتوں نے ان کو پہاڑوں اور جزیروں میں نکال باہر کیا۔ پس فرشتوں نے انہیں جنات پر قیاس کرکے یہ بات کہی تفسیر جلالین میں ہے۔ قالوا اتجعل فیہا من یفسد فیہا بالمعاصی ویسفک الدماء یریقہا بالقتل کما فعل بنو الجان وکانوا فیہا فلما افسدوا ارسل اللہ الیہم الملئکۃ فطردوہم الی الجزائر والجبال انتہے۔ واللہ تعالے اعلم حررہ علی محمد عفی عنہ +

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یوسف نجار سے مریم علیہا السلام

کا نکاح بعد پیدائش عیسے علیہ السلام کے مسلمانون کی تاریخ مین ثابت ہے یا نہین بینوا توجروا +

الجواب - صورت مرقومہ مین معلوم ہو کہ مسلمانون کی کسی تاریخ کی کتاب مین یہ مذکور نہین ہے بلکہ اس کا خلاف یعنے مریم علیہا الصلوۃ والسلام کے بے شوہر رہنا قرآن شریف سے بوضاحت ثابت ہے - قال اللہ تعالے ومریم ابنت عمران التی احصنت فرجہا فنفخنا فیہ من روحنا وصدقت بکلمات ربہا وکتبہ وکانت من القانتین - اور اور جو شخص اس کا قائل ہے وہ ضال و مضل ہے - اور انجیل سے تمسک پکڑنا اس مقدمہ مین ناجائز ہے - کیونکہ وہ محرف ہے واللہ اعلم املاہ عبدالمنان الوزیرآبادی

سید محمد نذیر حسین

سوال - ایک شخص کہتا ہے کہ جنات کو کسی قسم کا تصرف نہین ہے بلکہ وہ مانند انسان کے ہین ونیز کہتا ہے کہ وہ قوت کے وجود کا کوئی ثبوت نہین ہے کیا قول اس کا صحیح ہے یا غلط +

الجواب - اللہ تعالے نے جنون کو بہت کچھ قوت دی ہے - دیکھو سلیمان علیہ السلام نے جب اپنے دربار والون سے کہا ایکم یاتینی بعرشہا قبل ان یاتونی مسلمین - یعنے تم لوگون مین سے کون شخص بلقیس کا تخت میرے پاس اٹھالائے گا - قبل اس کے کہ وہ لوگ مسلمان ہوکر میرے پاس آوین - تو سلیمان علیہ السلام کے جواب مین ایک جن بولا - قال عفریت من الجن انا اتیک بہ قبل ان تقوم من مقامک وانی علیہ لقوی امین - یعنے کہا ایک عفریت نے جنون مین سے مین لادیتا ہون اس کے تخت کو آپ کے پاس قبل اس کے کہ آپ اپنی جگہ سے اٹھین اور مین اس کے لانے پر قوت رکھتا ہون اور امانت دار ہون - اور ایک دوسرا شخص جو کتاب الٰہی کا علم رکھتا تھا بولا انا آتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک یعنی اس کو آپ کے پاس لادیتا ہون قبل اس کے کہ پھر آئے آپ کی طرف آپ کی نظر - اور ہان واضح رہے کہ بلقیس کا تخت کوئی معمولی تخت نہین تھا - اس کی عظمت کی نسبت اللہ تعالے فرماتا ہے ولہا عرش عظیم - یعنے بلقیس کے پاس ایک بڑا تخت ہے - اور سنو سلیمان علیہ السلام کے پاس خدمت اور کام کے لئے جو جن رہا کرتے تھے - ان کا حال اللہ تعالے یون بیان کرتا ہے یعملون لہ ما یشاء من محاریب وتماثیل وجفان کالجواب وقدور راسیات - یعنے سلیمان علیہ السلام جو چاہتے ان کے لئے جن لوگ بناتے قلعے

اور تصویرین اور لگن جیسے تالاب اور دیگین ایک جگہ ثابت رہنے والین ۔ پس شخص مذکور کا
یہ کہنا کہ جنات کو کسی قسم کا تصرف نہین بلکہ وہ مانند انسان کے ہین غلط ہے ۔ کوہ قاف کے
انکار کی کوئی وجہ نہین ہے ۔ جس طرح دنیا کے اور بہت سے پہاڑون اور شہرون وغیرہ
کا وجود کتب جغرافیہ و کتب لغت سے اور خبر متواتر سے ثابت ہے اسی طرح کوہ قاف
کا وجود بھی کتابون سے ثابت ہے صراح[1] مین ہے ۔ قاف یکے از حروف معجمہ و کوہ گردا
گرد زمین ۔ واللہ اعلم حررہ محمد عبد الحق ملتانی عفی عنہ +

سید محمد نذیر حسین

ہوالموفق ۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ "جنات کو کسی قسم کا تصرف نہین بلکہ وہ مانند انسان
کے ہین ۔" اس کا اگر یہ مقصود ہے کہ جو تصرفات و اختیارات اللہ تعالے کے ساتھ خاص
ہین مثلاً علم غیب ذاتی وغیرہ تو اس شخص کا یہ قول صحیح اور درست ہے ۔ بیشک جنات کو
ان تصرفات مین سے کسی قسم کا تصرف نہیں ہے اِس بارے مین جنات اور انسان
اور تمام مخلوق برابر ہین کسی مخلوق کو کسی قسم کا تصرف نہین ۔ اور اگر اس شخص کا یہ مقصود
ہے کہ جس قدر اور جس طرح کی قوت اللہ تعالے نے انسان کو دی ہے اسیقدر اور اسی
طرح کی قوت جنات کو بھی دی ہے ۔ اس معنی کر جنات مانند انسان کے ہین تو اس شخص کا

---

[1] قولہ صراح مین ہے الخ اقول اسیطرح قاموس لسان العرب وغیرہ میں بھی لکھا ہے ۔ اور
تفسیر درمنثور مین بھی کئی روایتین اسی قسم کی لکھی ہین چنانچہ اُس مین لکھا ہے ۔ اخرج ابن ابی
الدنیا فی العقوبات و ابوالشیخ فی العظمۃ عن ابن عباس قال خلق اللہ جبلا یقال لہ ق محیط بالعالم وعروقہ
الی الصخرۃ التی علیہا الارض فاذا اراد اللہ ان یزلزل قریۃ امر ذلک الجبل فحرک العرق الذی یلی
تلک القریۃ فیزلزلہا ویحرکہا فمن ثم تحرک القریۃ دون القریۃ واخرج عبد الرزاق عن مجاہد قال
ق جبل محیط بالارض انتہے ۔ ایسے ہی معجم البلدان حموی جلد ۷ صفحہ ۱۵ مین لکھا ہے ۔ ہذا الجبل
یطوف الارض فیستدیر حولہا ۔ اور نیز اسی مین ہے ۔ وقالوا واصول الجبال کلہا من عرق
جبل قاف ۔ اور نیز اسی مین ہے قال المفسرون انہ الجبل المحیط بالارض انتہے ۔ لیکن مستدرک علی معجم
البلدان مین لکھا ہے وقوہ قاف بین البحر الاسود و بحر قزوین ۔ جلد ۱ صفحہ ۳۳۶ کشف القناع عن
احوال الاقالیم والبقاع مین بھی ایسا ہی لکھا ہے ۔ خلاصہ یہ ہے کہ از روے تحقیق جدید تواریخ اور جغرافیہ کے روسے
اب کوہ قاف علاقہ روس مین بحیرہ کیسپین (خزر) اور بحیرہ اسود کے درمیان کا نام ہے اسی کے دامن کا علاقہ

یہ قول غلط ہے۔ دیکھو جنات کو آسمان تک چڑھ جانے کی قوت دی گئی ہے اور ان کو مختلف صورتوں میں متشکل ہونے کی قوت دی گئی ہے کیا یہ قوت انسان کو بھی دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ سورۃ الجن میں فرماتا ہے۔ وانا لمسنا السماء فوجدنا ہا ملئت حرسا شدیدا وشہبا وانا کنا نقعد منہا مقاعد للسمع فمن یستمع الآن یجد لہ شہابا رصدا وانا لا ندری اشر ارید بمن فی الارض ام اراد بہم ربہم رشدا۔ حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں۔ وروی البیہقی فی مناقب الشافعی باسنادہ عن الربیع سمعت الشافعی یقول من زعم انہ یری الجن ابطلنا شہادتہ الا ان یکون نبیا انتہی وہذا محمول علی من یدعی رویتہم علی صورہم التی خلقوا علیہا واما من یدعی انہ یری شیئا منہم بعد ان یتصور علی صورۃ شتی من الحیوان فلا یقدح فیہ وقد تواردت الاخبار بتطورہم فی الصور انتہی۔ اور کوہ قاف کے وجود یا اسکی کیفیت کے متعلق کوئی حدیث مرفوع صحیح میری نظر سے نہیں گذری۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد عبدالرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ۔

سوال۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام از دہن مادر پیدا شدہ اند یا مانند دیگر مولود پیدا شدہ اند۔ بینوا توجروا۔

الجواب۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی در مدارج النبوۃ سے نویسد کہ از حلیمہ مرضعہ آمدہ کہ گفت آمنہ کہ بیروں آمد از فرج من شہابے کہ روشن شد بآن زمین تا دیدم من قصور شام زاد و زائیدن من اورا نظیف کہ نبود بادوے چرک واین صریح است درانکہ ولادت آنحضرت صلعم بطریق معتاد شدہ است کہ سائر زنان رامی باشد۔ و حدیث دیگر نیز کہ در دوے آمدہ فاجاءنی المخاض کہ بمعنی درد زہ است ظاہر دران است وعبدالرحمن بن عوف از والدہ خود کہ شفا نام دار د روایت می کند کہ گفت ہنگامے کہ ولادت کرد آمنہ افتاد مولود در دست من و آواز کرد شنیدم گوئندہ راکہ می گوید یرحمک اللہ انتہی ما فی المدارج وہکذا فی السیرۃ الشامیۃ پس ازیں رد شد قول آنکہ گوید کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از دہن مادر شریفہ پیدا شدہ اند وعلی ہذا القیاس ولادت حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نیز بطریق معتاد شدہ است چنانکہ آیۃ کریمہ در سورہ مریم فاجاءہا المخاض الی جذع النخلۃ نص صریح است بریں معنی قال فاجاءہا المخاض وہو فی الاصل منقول من جاء لکنہ خص بہ فی الاستعمال کاتی فی اعطی وقری المخاض بالکسر وہما مصدر ان مخضت المرأۃ اذا تحرک الولد فی بطنہا للخروج وفی تفسیر الجلالین المخاض وجع الولادۃ واللہ اعلم بالصواب۔

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا ارشاد فرماتے ہیں علمائے محققین اس مسئلہ مین کہ کسی نبی یا صدیق یا شہید یا ولی یا صالح کا بعد موت یا قبل موت اپنے کی کسی شخص کے سر پر آنا اور اس کی زبان پر بولنا۔ اور اس کی مدد کرنا اسی طرح کسی ملک یا جن صالح کا کسی کے سر پر آنا اور اس کی زبان پر بولنا اس کی مدد کرنا کسی دلیل شرعی سے ثابت ہے یا نہیں اور درصورت ثانیہ اگر یہ امر تجربہ سے ثابت ہو تو عقیدہ اس کا رکھنا مضر ہے یا نہیں اور اس کے تجربہ کا کوئی طریقہ صحیحہ ہے یا نہین۔ جواب ہر امر کا بحولہ کتاب معتبر تفصیل و توضیح تحریر فرمایئے۔

الجواب۔ درصورت مرقومہ ظاہر ہو کہ کسی نبی یا صدیق یا شہید یا ولی یا مرد صالح وغیرہ کا کسی شخص کے سر پر آنا اور اس کی زبان پر کلام کرنا اور اس کی اعانت کرنا کسی دلیل شرعی سے ثابت نہیں یہ بات بالکل غلط اور لغو ہے اور قائل ایسے امورات کا واہی ہے۔ قول اسکا لائق سماعت کے نہیں ہے۔ البتہ شیاطین جن ایسے کام کیا کرتے ہیں جیسا کہ سورت بقر میں مذکور ہے الذین یاکلون الربوا لایقومون الا کما یقوم الذی یتخبطہ الشیطن من المس الآیۃ واللہ اعلم بالصواب

حررہ سید شریف حسین عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین ۱۲۸۱

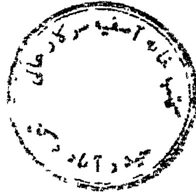
کتاب المعراج

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین حقیقت گزین اور مفتیان شرع متین صداقت آئین بیانات اختلاف آیات و روایات مختلف سمات ذیل میں کہ مسمی زید بحوالہ کتاب انیس الواعظین راوی ہے کہ شب معراج میں جبریل امین بمعیت اسرافیل مع ستر ہزار ملائک کے بحکم خداوند عرش برین چرخ چارمیں سے بیت اللطیف امہانی مین خواب گاہ جناب رسالت پناہ یعنی سید المرسلین محبوب رب العالمین محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ مخطوب بخطاب وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین صلوات اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین میں نازل ہوئے اور آنحضرت صلعم لولاک لما خلقت الافلاک کو حالت خواب میں مشاہدہ کرکے بپاس ادب اور عظمت ووقعت کے اس محبوب رب کو بیدار نکر سکے اور موؤب کھڑے رہے اس اثنار میں حکم خداوند ذوالجلال بسوئے جبرئیل نزول اجلال پایا کہ کف پائے احمد مرسل محبوب لم یزل سے شرف اندوز بوسہ ہو کہ یہ دولت سعادت قدمبوسی تجکو نصیب ہو چنانچہ روح الامین متعل ارشاد رب العالمین خداوند زمان وزمین ہوئے مسمی بکر کہتا ہے بحوالہ تفسیر درمنثور کہ جبریل امین فلک پر سے نازل ہوئے اور آنحضرت مصدر نبوت صلعم کو بخانہ امہانی سوتا دیکھ کر کف پا اپنے سے ٹھوکر لگا کر اور اپنا پاؤن آپ کے پاؤن پر رکھ کر خواب سے بیدار کیا۔ بکر کہتا ہے کہ روایت تفسیر درمنثور کی صحیح ہے اور انیس الواعظین کتاب محض غیر معتبر ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کون روایت صحیح ہے درمنثور کی یا انیس الواعظین کی۔ اور انیس الواعظین کیسی کتاب ہے معتبر یا غیر معتبر *

الجواب۔ چونکہ سوال روایات مذکورہ کی صحت وضعف کے متعلق ہے اور سوال میں روایات بعینہا مندرج نہیں ہیں لہذا پہلے روایتیں نقل کی جاتی ہیں پھر ان کا جواب دیا جاوے گا۔
انیس الواعظین کی عبارت یہ ہے شب دوشنبہ بست وہفتم ماہ رجب خواجہ کائنات درخانہ امہانی کہ عمہ رسول ع بود خفتہ بود وچشم درخواب ودل مبارک او بیدار حق تعالے فرمان داد کہ اے روح ما درماہ ما بسوئے بندۂ ما برو کہ ببیند ونظارہ کند خلق را مہتر جبرئیل ع باہفتاد ہزار فرشتہ واسرافیل ع براق دست گرفتہ پیش در استاد جبرئیل ع درخانہ امہانی درآمد مہتر عالم ع بر بوریا غلطیدہ بود۔ جبرئیل ع واسرافیل ع استادہ شدند بعدہ فرمان شد کہ قبل قدم میر بر قدم او لب نہ تا او بیدار شود وعظمت تو بلند گردد کہ ہر کس را محل پابوسی او نیست انتہی مختصرا اور
تفسیر درمنثور کی روایت یہ ہے۔ اخرج ابن اسحاق وابن جریر وابن جریر وابن المنذر عن الحسن بن الحسین قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بینا انا نائم فی الحجر جاءنی جبرئیل فہمزنی برجلیہ فجلست فلم ار شیئا فعدت لمضجعی فجاءنی الثانیۃ فہمزنی بقدمہ فجلست فلم ار شیئا فعدت لمضجعی فجاءنی فہمزنی بقدمہ فجلست فاخذ بعضدی انتہے مختصرا۔ یہ دونوں کتابوں کی روایتیں ہیں۔ اور ان کی صحت وضعف کے بارے میں جواب یہ ہے کہ یہ دونوں روایتیں غیر صحیح وغیر معتبر ہیں انیس الواعظین کی روایت تو اس واسطے غیر معتبر ہے کہ یہ ظاہر ہے کہ مصنف انیس الواعظین محدث نہیں ہے اور نہ روایت مذکورہ میں کسی کتاب حدیث کا حوالہ دیا ہے اور نہ کسی محدث مخرج کا نام لیا ہے۔ حالانکہ غیر محدث کی ذکر کی ہوئی روایت کے معتبر ہونے کے لیے یہ ضرور ہے کہ وہ اپنی روایت میں کسی کتاب حدیث کا حوالہ دے اور اس بات پر اتفاق ہے حنفیہ نے بھی اس کی تصریح کی ہے۔ چنانچہ ملا علی قاری رح اپنی موضوعات کبیر میں لکھتے ہیں۔ حدیث من قضی صلوۃ من الفرائض فی آخر جمعۃ من شہر رمضان کان ذلک جابرا لکل صلوۃ فائتۃ فی عمرہ سبعین سنۃ باطل قطعا لانہ مناقض للاجماع علی ان شیئا من العبادات لاتقوم مقام فائتۃ سنوات ثم لاعبرۃ بنقل صاحب النہایۃ ولا بقیۃ شراح الہدایۃ فانہم لیسوا من المحدثین ولا اسندوا

الحدیث الی احد من المخرجین یعنی حدیث من قضی صلوۃ من الفرائض الخ یقیناً جھوٹی ہے۔ کیونکہ اجماع کے خلاف ہے اس کے علاوہ کوئی عبادت چند برسوں کی نماز فوت شدہ کے قائم مقام نہیں ہو سکتی۔ پھر صاحب نہایہ اور بقیہ شارحین ہدایہ کے نقل کرنے کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ نہ تو یہ حضرات محدثین میں سے ہیں اور نہ حدیث مذکور کو کسی محدث کی طرف منسوب کیا ہے۔ اور انیس الواعظین کوئی معتبر کتاب نہیں۔ اور درمنثور کی روایت کے غیر معتبر ہونے کی کئی وجہیں ہیں۔ اول یہ کہ درمنثور میں ہر قسم کی صحیح وضعیف روایتیں موجود ہیں۔ پس جب تک اس کی روایت کی تصحیح محدثین سے ثابت نہ ہو تب تک وہ قابل احتجاج نہیں ہو سکتی۔ اور درمنثور کی اس معراج والی روایت کی تصحیح کسی محدث سے ثابت نہیں لہذا یہ روایت قابل احتجاج نہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس روایت کی سند میں جو ایک راوی حسن بن حسین ہے کتب اسماء رجال سے اس کا پتہ نہیں چلتا کہ یہ کون ہے اور کیسا ہے مقبول یا غیر مقبول۔ تقریب اور خلاصہ میں اس نام کا کوئی راوی نہیں ہے اور اور میزان الاعتدال میں اس نام کے چھ راوی ہیں اور چھٹوں مخدوش و ناقابل احتجاج ہیں۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ حسن بن حسین صحابی نہیں ہے۔ کیونکہ اس نام کا راوی صرف میزان میں ہے۔ اور میزان میں صحابہ رضی اللہ عنہم مذکور نہیں ہیں۔ کما صرح صاحب المیزان فی خطبتہ۔ پس درمنثور کی یہ روایت مرسل یا منقطع ٹھیری۔ اور روایت مرسل یا منقطع قابل احتجاج نہیں ہوتی۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ درمنثور میں اس روایت کی پوری سند مذکور نہیں ہے۔ پس معلوم نہیں کہ باقی رواۃ کیسے ہیں مقبول یا غیر مقبول۔ الحاصل درمنثور کی یہ روایت بھی غیر معتبر و ناقابل استدلال ہے۔ باقی رہا معراج کا واقعہ جو صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ سو اس میں نہ تو یہ ہے کہ جبرئیل علیہ السلام ستر ہزار فرشتوں کو لیکر آئے اور نہ اس میں یہ ہے کہ حضرت جبرئیل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

قدم مبارک کو بوسہ دیا یا ٹھوکر لگائی بلکہ اس میں صرف اس قدر بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرے گھر کی چھت پھٹی جبکہ میں مکہ میں تھا۔ اور جبرئیل علیہ السلام اُترے اور میرے سینہ کو پھاڑا اور اس کو زمزم کے پانی سے دھویا پھر سونے کا ایک طشت لائے جو حکمت اور ایمان سے بھرا ہوا تھا۔ پھر اس کو میرے سینہ میں ڈالا اور بند کر دیا پھر میرا ہاتھ پکڑا اور میں آسمان کی طرف چڑھایا گیا چنانچہ مشکوۃ شریف میں بحوالہ بخاری ومسلم یوں مذکور ہے۔ عن ابن شہاب عن انس قال کان ابو ذر یحدث ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال فرج عنی سقف بیتی وانا بمکۃ فنزل جبرئیل علیہ السلام ففرج صدری ثم غسلہ بماء زمزم ثم جاء بطست من ذہب ممتلئ حکمۃ وایمانا فافرغہ فی صدری ثم اطبقہ ثم اخذ بیدی فعرج بی الی السماء اھ متفق علیہ حررہ ابو محمد عبد الحق اعظم گڈھی +



سید محمد نذیر حسین

ضمیمہ فتاوی نذیریہ

سوال- کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ مزارات اولیائے عظام پر بامید صحت یابی یا دفع خباثت یا برآنے کسی دوسرے مقصد دنیاوی کے چلہ کرنا کیسا ہے- (۲) اور جو کوئی حاکم حقیقی پروردگار کو کہ ہر بات کو سنتا ہے اور ہر چیز سے خبر رکھتا ہے ساتھ حاکم مجازی دنیا کے باین معنی تشبیہ دیوے کہ جیسے حاکم دنیاوی سے کسی چیز کو مانگنا اور اُن سے داد چاہنا اور استعانت کرنا بغیر وسیلہ کے نہیں ہوسکتا ہے ویسا ہی خداوند تعالی سے کہ دربار اُس کا سب درباروں سے عالی ہے بغیر وسائل کے حاجت روائی نہین ہوسکتی ہے اور بغیر وسیلہ کے اللہ کسی کی بات نہین سنتا ہے- پس واسطے اُس شخص کے از روے شرع شریف کے کیا حکم ہونا چاہیئے- (۳) واگر کوئی منت مانگے کہ بشرط برآنے فلانے مقصد کے مالیدہ فلانے مزار پر چڑھاؤنگا یا خصی ذبح کرونگا تو یہ کہانا حلال ہے یا حرام اور واسطے مرتکب اس فعل کے کیا حکم ہے (۴) اور قبر پر کسی کے قرآن شریف ختم کرنا کیسا ہے- (۵) اور جو کوئی السلام علیکم سے ناراض ہووے اور سلام کرنیوالے کو بد کہے وہ کیسا ہے+ ان سب مسئلون کا جواب کتب معتبرہ سے زبان اردو مین تحریر فرماوین اور جو عبارت کتاب کی ہو اُس کا ترجمہ بھی نیچے کرین تا عوام کو نفع ہو- بینوا توجروا+

الجواب- جواب سوال اول کا یہ ہے- کہ اولیاء اللہ کے مزار کے پاس جاکر دعا حاجت یا چلہ کرنا کہ موثر الی الاجابۃ و حاجت روا ہو غیر مشروع ہے کیونکہ شارع کی طرف سے امر و اذن نہین پایا گیا اور نہ صحابہ و تابعین وغیرہم رضی اللہ عنہم سے منقول ہے بلکہ ممنوع و محظور ہے شرعًا من عمل عملًا لیس علیہ امرنا فہو رد کما رواہ البخاری وکرہ مالک ان یقول زرنا قبرہ صلے اللہ علیہ وسلم وعللوہ بان لفظ الزیارۃ صار مشترکا بین ما شرع وما لم یشرع فان منہم من قصد بزیارۃ قبور الانبیاء والصلحاء ان یصلی عند قبورہم ویدعو عندہا ویسالہم الحوائج وہذا لایجوز عند احد من العلماء المسلمین فان العبادۃ وطلب الحوائج والاستعانۃ حق اللہ وحدہ انتہے ما فی مجمع البحار للشیخ العلامۃ المحدث ابن طاہر الفتنی- ہر مسلم دیندار شریعت شعار پر فرض ہے ایاک نعبد وایاک نستعین پر متوجہ بدل رہے- وقال اللہ تعالی واذا سالک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان الآیۃ

قال اللہ تعالی امن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السوء الآیۃ ومن یرزقکم من السماء والارض أالہ مع اللہ قل ہاتوا برہانکم ان کنتم صادقین الآیۃ ومن یرزقکم من السماء والارض وغیرہا من الآیات الدالۃ علی ان لا یدعو ولا یسال الحوائج من غیر اللہ تعالے کما لا یخفی علی من تامل وتدبر القرآن المجید سے

آن بنا ر مرہمی بو دست و درد	کاتحفان طفلی سخن آغاز کرد
ہر کجا درد ے دوا آنجا بود	ہر کجا فقر ے نوا آنجا بود

قال اللہ تعالے ولا تکونوا کالذین اوتوا الکتاب من قبل فطال علیہم الامد فقست قلوبہم وکثیر منہم فاسقون الآیۃ سے

دلے کز نور رحمن نیست روشن	مخوانش دل کہ آن سنگ ست وآہن
دلے کز گرد غفلت زنگ وارد	ازان دل سنگ وآہن ننگ دارد

مجالس الابرار میں مذکور ہے اما الزیارۃ البدعیۃ فہی زیارۃ القبور لاجل الصلوۃ عندہا والطواف لہا وتقبیلہا واستلامہا وتعفیر الخدود علیہا واخذ ترابہا ودعاء اصحابہم والاستعانۃ وسوالہم النصر والرزق والعافیۃ والولد وتفریج الکربات واغاثۃ اللہفان وغیر ذلک من الحاجات التی کان عباد الاصنام یسالون من اصنامہم فان اصل ہذہ الزیارۃ البدعیۃ ماخوذ منہم ولیس لشئی من ذلک مشروعا باتفاق علماء المسلمین اذ لم یفعلہ رسول رب العالمین ولا احد من الصحابۃ والتابعین وسائر ائمۃ الدین انتہی ما فی مجالس الابرار مختصرا - ومولانا شاہ عبد العزیز دہلوی تحت آیۃ کریمہ فلا تجعلوا للہ اندادا کی اپنی تفسیر میں افادہ فرماتے ہیں - کہ منجملہ فرقہائے مشرکین چہارم فرقہ پیر پرستان - گویند چون مرد بزرگے بسبب کمال ریاضت ومجاہدہ مستجاب الدعوات ومقبول الشفاعت عند اللہ شدہ بود ازین جہان می گذرد - روح او را قوتے عظیم ووسعتے فخیم بہم می رسد ہر کہ صورت او را برزخ سازد یا در مکان نشست وبرخاست او یا بر گور او سجود وتذلل تمام نماید روح او بسبب وسعت واطلاق بران مطلع شود ودر دنیا وآخرت در حق او شفاعت نماید انتہی ما فی التفسیر العزیزی - اور قاضی شہاب الدین دولت آبادی صاحب تفسیر بحر مواج در عقیدہ اسلامیہ در بیان الفاظ کفر نوشتہ منہا استہزاء الشریعۃ واستہانتہا وطلب الحوائج من الاموات انتہی کلامہ مختصرا حقیقۃ الدعاء استدعاء العبد ربہ جل جلالہ والاستمداد والمؤنۃ انتہی ما فی التفسیر النیشاپوری الاستعانۃ نوع لعبد کذا فی معالم التنزیل ولم یکن احد من السلف یاتی قبر نبی ولا غیر نبی لاجل الدعاء عندہ ولا کان الصحابۃ یقصدون الدعاء عند قبر النبی صلعم ولا عند قبر غیرہ من الانبیاء وانما کانوا یصلون ویسلمون علی النبی صلعم وصاحبیہ رض کذا قال شیخ الاسلام احمد بن عبد الحلیم فی صراط مستقیم + جواب سوال دوم کا یہ ہے کہ اللہ تعالی کے دربار میں توسل اولیاء اموات کی حاجت نہیں بلا وسیلہ وہ سنتا ہے کیونکہ حق سبحانہ خود فرماتا ہے نحن اقرب الیہ من حبل الورید اسروا قولکم او اجہروا بہ انہ علیم بذات الصدور وغیرہا من الآیات الکریمۃ - حدیث شریف میں وارد ہے عن ابن عباس

قال کنت خلف رسول اللہ صلعم یوماً فقال یا غلام احفظ اللہ یحفظک احفظ اللہ تجدہ تجاہک واذا سألت فاسئل اللہ واذا استعنت فاستعن باللہ رواہ احمد والترمذی کذا فی المشکوۃ ملا علی قاری اس کی شرح میں لکھتے ہیں۔ قولہ اذا سألت فاسئل اللہ ای فاسئلہ وحدہ لان الخزائن العطایا عندہ ومفاتیح المواہب والمزایا بیدہ وکل نعمۃ او نقمۃ دنیویۃ واخرویۃ فانہا تصل الی العبد او تندفع عنہ برحمتہ من غیر شائبۃ غرض وعلۃ لانہ الجواد المطلق والغنی الذی لا یفتقر فینبغی ان لا یرجی الا رحمتہ ولا یخشی الا نقمتہ ویلتجی عظائم المہام الیہ ویعتمد فی جمہور الامور علیہ ولا یسال غیرہ لان غیرہ غیر قادر علی العطایا والمنع والنفع والضر وجلب النفع فانہم لا یملکون لانفسہم نفعاً ولا ضراً ولا یملکون موتاً ولا حیاتاً ولا نشوراً انتہی ما فی المرقات لملا علی القاری قال ربکم ادعونی استجب لکم الآیۃ۔ کیا رحمۃ کاملہ اُس ارحم الراحمین کی ہے کہ طلب دعا کے واسطے بصیغہ امر بتاکید ارشاد فرماتا ہے۔ عن النعمان بن بشیر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الدعاء ہو العبادۃ وفی روایۃ اُخری الدعاء مخ العبادۃ ثم قرء قال ربکم ادعونی استجب لکم رواہ احمد والترمذی وابوداؤد وابن ماجہ ؎

در عدم ما مستحقان کے بدیم	کہ برین جان وبدین دانش شدیم
ما نبودیم وتقاضا ما نبود	لطف تو ناگفتۂ ما می شنود

عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال ینزل ربنا تبارک وتعالے کل لیلۃ الی السماء الدنیا حین یبقی ثلث اللیل الآخر یقول من یدعونی فاستجیب لہ من یسئلنی فاعطیہ من یستغفرنی فاغفر لہ کما رواہ البخاری وغیرہ من المحدثین یعنی بخوانید مرا از من خواہید کہ خزانہ عامرہ رحمت من مالا مال است وکرم من بخشندہ آمال کدام گدائے دست نیاز پیش آوردہ کہ نقد مراد بر کف امیدش نہادم وکدام محتاج زبان سوال کشادہ کہ رقعہ حاجتش بتوقیع اجابت موشح نساختم اے غافلان مردہ دلان بشنوید ؎

بر آستان ارادت کہ سر نہاد شبے کہ لطف دوست بروئش ہزار در نکشاد

اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو کوئی دعا واستعانۃ وسوال اللہ جل شانہ کی جناب میں نہیں کرتا وہ اللہ کریم ورحیم اس سے غضبناک اور ناخوش ہوتا ہے عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لم یسأل اللہ یغضب علیہ رواہ الترمذی عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس شئے اکرم علے اللہ من الدعاء رواہ الترمذی ؎

بجہم وجیونہ چہ اقرار است بزیر پردہ نگر خویش اخریدار است

آرباب شریعت پر مخفی نہیں کہ بندوں کو طاعت وسیلہ ہے ظاہر میں نجات کا یعنی امتثال اوامر واجتناب نواہی وسیلہ ہے ظاہر میں اور باطن میں نظر او بر رافت کاملہ اور رحمت شاملہ کے چاہیے یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ من فعل الطاعات وترک السیئات کذا فی المدارک

وغیرہ من التفاسیر وجاہدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون الآیۃ ۔

این طلب ما بے طلب تو دادۂ	گنج احسان بر ہمہ بکشادۂ
این طلب در ما ہم از ایجاد تست	رستن از بیداد یارب داد تست
این قدر ارشاد تو بخشیدۂ	تا بدین بس عیب ما پوشیدۂ
قطرۂ دانش کہ بخشیدی زپیش	متصل گردان بدریا ہائے خویش

کتب ربکم علی نفسہ الرحمۃ انہ من عمل منکم سوءا بجہالۃ ثم تاب من بعدہ واصلح فانہ غفور رحیم ۔

دردمندان گنہ را روز و شب	شربتے بہتر ز استغفار نیست
آرزومندان وصل یار را	چارہ غیر از نالہائے زار نیست

قال اللہ تعالے ولا تکونوا کالذین قالوا سمعنا۔

مباشید مانند آنانکہ گفتند شنیدیم ما مثل اہل کتاب یا منافقان وہم لا یسمعون وحالانکہ ایشان نمی شنوند شنیدنی کہ بدان نفع گیرند پس گویا کہ نمی شنوند گوکہ می شنوم ہر گفتی سعدی + چہ شد کہ می شنوی چون سخن نمی شنوی قال اللہ تعالے انما المومنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبہم واذا تلیت علیہم آیاتہ زادتہم ایمانا وعلی ربہم یتوکلون الآیۃ ۔ چہ ہر کسے کہ در سطوت غلبہ نورانیت حق مضمحل و مقہور شد او را پروائے ما سوی اللہ نمی ماند ۔

ہر کہ او در بحر مستغرق شود	فارغ از کشتی و از زورق شود
غرقہ دریا بجز دریا ندید	غیر دریا ہست بروے ناپدید
تو ز روزی دہ بروزی واہمان	از سبب بگذر مسبب بین عیان
از مسبب می رسد ہر خیر و شر	نیست ز اسباب و سائط اے پسر
اصل بیند دیدہ چون اکمل بود	فرع بیند دیدہ چون احول بود

تفسیر بیضاوی میں تحت اس آیت کریمہ ومن اضل ممن یدعو من دون اللہ من لا یستجیب لہ الی یوم القیمۃ وہم عن دعائہم غافلون لانہم اما جماد واما عباد مسخرون مشتغلون باحوالہم انتہے کلام قاضی بیضاوی واضح ہو صاحبان دانش پر کہ کفار بھی معبودان باطلہ کو برابر خدا تعالے کے کسی طرح کی قدرت میں نہیں جانتے تھے۔ بلکہ بمجرد تشبیہ نہ بتحقیق ان سے حاجت روائی چاہتے تھے۔ سو اللہ تعالی نے اُن کو اس تشبیہ مجرد پر مشرک فرمایا۔ جیسا کہ تفسیر بیضاوی میں تحت آیۃ فلا تجعلوا للہ اندادا وانتم تعلمون کے مذکور ہے تسمیۃ ما یعبدہ المشرکون من دون اللہ اندادا وما زعموا انہا تساویہ فی ذاتہ وصفاتہ ولا انہا تخالفہ فی افعالہ لانہم لما ترکوا عبادتہ الی عبادتہا سموہا آلہۃ شابہت حالہم حال من یعتقد انہا ذوات واجبۃ بالذات قادرۃ علی ان تدفع عنہم باس اللہ وتمنحہم مالم یرد اللہ بہم الی آخر ما فی البیضاوی اور بہ لحاظ

قبروں کے پاس اس نظر سے کہ بسبب مجاورت اہل قبور کے حاجت روائی ہماری ہو جاوے گی۔ اور
اور اس لئے لوگ مقبرہ بزرگان میں بامید استعانت چلہ کرتے ہیں تو اس طرح کا چلہ اور عکوف اصنام کہ
عادت کفار کی تھی کچھ فرق نہیں دونوں برابر ہیں کیونکہ چلہ عبارت اسی سے ہے کہ کسی بزرگ کی قبر پر
اقامت اور مجاورت و بود و باش رات دن کا اختیار کرنا چند روزہ اور یہی معنی عکوف کے ہیں تو یہ چلہ
نوع شرک ہے۔ کہ امید نفع و ضرر کا اپنی حاجت براری کے لئے اعتقاد کرکے چلہ بیٹھتے ہیں
قبروں کے پاس اور اسی پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے الزام دیا اپنی قوم کو۔ عکوف بر چیزے
بمقیم بودن و رو آوردن صلۃ بعلی قولہ تعالے یعکفون علی اصنام لہم ویقال فلاں عکف علی فرج
حرام۔ و گرد چیزے برگشتن عکف الجوہر فی النظم کذا فی الصراح۔ الاعتکاف والعکوف الاقامۃ علی
الشئ و بالمکان ولزومہا کذا فی مجمع البحار للشیخ العلامۃ ابن طاہر الفتنی قال اللہ تعالے ماہذہ التماثیل
التی انتم لہا عاکفون۔ ترجمہ شاہ ولی اللہ والد شاہ عبد العزیز قدس سرہما چیست این صورتہا
کہ شما بر آن مجاورت دارید انتہی ما فی فتح الرحمن۔ ترجمہ شاہ عبد القادر برادر شاہ عبد العزیز قدس سرہما
یہ کیا مورتیں ہیں جن پر تم لگے بیٹھے ہو۔ موضح القرآن ان العلۃ التی نہی النبی صلعم لاجلہا عن الصلوۃ عند القبور
انما ہو لئلا یتخذ ذریعۃ الے نوع من الشرک بالعکوف علیہا و تعلق القلوب بہا رغبۃ و رہبۃ ومن المعلوم
ان المضطر فی الدعاء الذی قد نزلت بہ نازلۃ فیدعوا لاستجلاب خیر کالاستسقاء او لدفع شر کالاستنصار
فی حالۃ فی افتنانہ بالقبور اذ جاء الاجابۃ عندہا اعظم من حال من یودی الفرض عندہا فی حالۃ العافیۃ فان اکثر المصلین
فی حالۃ العافیۃ لا تکاد تفتتن قلوبہم بذلک الا قلیلا اما الدعاء عن المضطرون فیفتنہم بذلک عظیمۃ جدا فاذا
کانت المفسدۃ والفتنۃ التی لاجلہا نہی عن الصلوۃ مخففۃ فی ہولاء کان نہیہم عن ذلک اوکد وہذا
واضح لمن فقہ فی دین اللہ وتبین لہ ما جاءت بہ الحنیفیۃ فی الدین الخالص للہ وعلم سنۃ امام المتقین فی
تجرید التوحید۔ ونفی الشرک بکل طریق فلا یخلو اما ان یکون الدعاء عند القبور افضل منہ فی غیر ذلک
البقعۃ او لا یکون۔ فان کان افضل لم یجز ان یخفی علم ہذا عن الصحابۃ والتابعین وتابعیہم فتکون القرون
الثلثۃ الفاضلۃ جاہلۃ بہذا الفضل العظیم ویعلمہ من بعدہم ولم یجز ان یعلموا ما فیہ من الفضل ویزہدوا
فیہ مع حرصہم علی کل خیر لا سیما الدعاء وہم یعلمون فضل الدعاء عند القبور ثم لا یقصدونہ ہذا محال طبعا وشرعا
وان لم یکن الدعاء عندہا افضل کان قصد الدعاء عندہا ضلالۃ ومعصیۃ کما لو تحری الدعاء وقصدہا عند
سائر البقاع التی لا فضیلۃ للدعاء عندہا وہذا الدلیل قد دل علیہ کتاب اللہ فی غیر موضع مثل قولہ تعالے
ام لہم شرکاء شرعوا لہم من الدین ما لم یاذن بہ اللہ فاذا لم یشرع اللہ استحباب الدعاء عند المقابر ولا وجوبہ فمن شرعہ
فقد شرع من الدین ما لم یاذن بہ اللہ وقال اللہ تعالے انما حرم ربی الفواحش ما ظہر منہا وما بطن والاثم والبغی
بغیر الحق وان تشرکوا باللہ ما لم ینزل بہ سلطانا وان تقولوا علی اللہ ما لا تعلمون وہذہ العبادۃ عند المقابر نوع

من ان اشرک باللہ مالم ینزل بہ علیکم سلطانا الا ان اللہ لم ینزل حجۃ یتضمن استحباب قصد الدعاء عند القبور وفضلہ علی غیرہ ومن جعل ذلک دین اللہ فقد قال علی اللہ مالم یعلم ثم اصحاب ابی حنیفۃ رح الذین ادرکوہ مثل ابی یوسف ومحمد وزفر والحسن بن زیاد وطبقتھم لم یکونوا یتحرون الدعاء عند قبر ابی حنیفۃ رح ولا غیرہ انتہی مافی الصراط المستقیم لشیخ الاسلام احمد بن عبد الحلیم وہکذا فی صواعق الالہیۃ لعلامۃ القنوجی محمد بشیر الدین رحمۃ اللہ علیہ +

جواب سوال سوم کا یہ ہے کہ نذر لغیر اللہ تعالی حرام اور کھانا اس کا ناجائز ہے اور نذر لغیر اللہ فعل مشرکین کا ہے۔ کہ مردون کو نافع وضار سمجھکر نذر ونیاز اُن کی کیا کرتے ہیں اور اسی طرح جو مسلمان کرے گا وہ بھی کافر ہوگا اور ذبیحہ واسطے تقرب وتعظیم لغیر اللہ کے کرنا حرام اور کرنیوالا اُس کا جمہور علما کے نزدیک کافر اور مرتد ہوگا۔ چنانچہ تفسیر نیشاپوری وکبیر وعزیزی واشباہ نظائر وجامع الرموز وجوہرہ نیرہ ودرمختار وقرۃ الانظار ودر بحار وطحطاوی وغیرہ میں مفصلاً مذکور ہے۔ اعلم ان النذر الذی یقع للاموات فی اکثر العوام وما یوخذ من الدراہم والشمع والزیت ونحوہا الی ضرایح الاولیاء الکرام تقربا الیہم فہو بالاجماع باطل وحرام کذا فی الدر المختار وغیرہ من کتب الفقہ ان النذر لایصح بالمعصیۃ للحدیث لانذر فی معصیۃ اللہ تعالی فقال الشیخ قاسم فی شرح الدرر اما النذر الذی ینذرہ اکثر العوام علی ماہو مشاہد کان یکون لانسان غائب اومریض اولہ حاجۃ ضروریۃ فیاتی بعض الصلحاء فیجعل سترہ علی راسہ ویقول یاسیدی فلان ان رد غائبی اوعوفی مریضی اوقضیت حاجتی فلک من الذہب کذا اومن الفضۃ کذا اومن الطعام اومن الشمع کذا اومن الزیت کذا فہذا النذر باطل بالاجماع لوجوہ منہا انہ للمخلوق والنذر للمخلوق لایجوز لانہ عبادۃ والعبادۃ لاتکون لمخلوق ومنہا ان المنذور لہ میت والمیت لایملک ومنہا انہ ظن ان المیت یتصرف فی الامور دون اللہ واعتقادہ ذلک کفر اللہم الا ان قال یا اللہ انی نذرت لک ان شفیت مریضی اورددت غائبی اوقضیت حاجتی ان اطعم الفقراء الذین بباب السیدۃ النفیسۃ اوللفقراء الذین بباب الامام الشافعی والامام ابی اللیث انتہی مافی البحر الرائق مختصرا وہکذا فی الطحطاوی والفتاوے عالمگیریۃ وغیرہا من کتب الفقہ۔ پس بموجب روایت درمختار مالیدہ وحلوا وغیرہ نیز مکروہ تحریمی بلکہ حرام ہوگا کھانا اس کا وجناب مولانا محمد اسحق رحمۃ اللہ علیہ نے مائۃ المسائل میں بوجہ بسط ارقام فرمایا ہے اس میں دیکھنا چاہیئے فی الجملہ جانور از قسم بزوگاو وشتر ومرغ واسطے تعظیم وتقرب لغیر اللہ تعالے ذبح کرنا خواہ مزار کے قریب خواہ بعید ہو حرام ہے۔ اگرچہ وقت ذبح کے بسم اللہ ذکر کیا ہو اور مالیدہ وغیرہ قبروں پر چڑھانا اور کھانا اس کا حرام وممنوع شرعی ہے اور شعار مشرکین ہے ومن تشبہ بقوم فہو منہم الحدیث کذا فی المشکوۃ ذبح لقدوم الامیر ونحوہ کواحد من العظماء یحرم لانہ اہل بہ لغیر اللہ ولو وصلہ ذکر اسم اللہ فی شرح الوہبانیۃ عن الذخیرۃ نظم وفاعلہ جمہورہم قال کافر وفضلی واسمعیل لیس یکفر انتہی مافی تنویر الابصار والدر المختار + جواب سوال چہارم کا یہ ہے کہ تلاوت قرآن مجید فی نفسہ

عبادت ہے۔ اور قبور محل عبادت نہیں ہے تا تلاوت و ختم قرآن قبر پر یعنی حول قبر بیٹھکر مکروہ و بدعت ہوگا بدلیل اس حدیث کے بنا بر اس کے ادائے نماز قبرستان میں مکروہ تحریمی یا حرام عن النبی صلی علیہ وسلم قال اجعلوا فی بیوتکم من صلوتکم ولا تتخذوها قبورا ان القبور لیست محل للعبادۃ فیکون الصلوۃ فیہا مکروہۃ اور زمانہ قرون ثلاثہ میں ختم قرآن شریف کا مقابر میں منقول و ماثور نہیں ہوا۔ لہذا صاحب قاموس سفر السعادت میں لکھتا ہے عادت نبود کہ برائے میت در غیر وقت نماز جمع شوند و قرآن خوانند و ختمات خوانند نہ بر سر گور نہ غیر آن این مجموع بدعت است انتہی کلامہ۔ و شیخ عبد الحق محدث دہلوی رح مدارج النبوۃ میں لکھتے ہیں۔ و عادت نبود کہ برائے میت جمع شوند۔ و قرآن خوانند و ختمات خوانند نہ بر سر گور نہ غیر آن این مجموع بدعت است و شیخ علی متقی استاد شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے رسالہ رد بدعات میں لکھا ہے۔ الاول الاجتماع للقرءۃ بالقرآن علی المیت بالتخصیص فی المقبرۃ او المسجد او البیت بدعۃ مذمومۃ انتہی کما فی نصاب الاحتساب فی الجملہ قرآن شریف قبر پر بیٹھکر ختم کرنا اور پڑھنا قرون ثلثہ میں نہیں پایا گیا۔ خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم انتہی ما فی الصحاح مختصرا۔ و ما علینا الا البلاغ۔ جواب سوال پنجم کا یہ ہے کہ سلام علیک طریقہ مسلوکہ مرضیہ جمیع انبیاء مرسلین صلعم کا پایا گیا اور جاری رہا اور قیامت تک جاری رہیگا تو جو شخص اس کو برا جانے و استخفاف و اہانت اس کی کرے وہ فاسق ہے بلکہ خارج ہے دائرہ اسلام سے قال اللہ تعالے و من یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الہدے و یتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولی و نصلہ جہنم و ساءت مصیرا الآیۃ استخفاف الشریعۃ و استہانتہا کفر کذا فی العقائد و الفقہ اور فصول عمادیہ اور فتاوی عالمگیری اور بحر الرائق میں لکھا ہے من لم یرض بسنۃ من سنن المرسلین فقد کفر او بحر الرائق میں لکھا ہے یکفر باستخفاف سنۃ من السنن انتہی کلامہ۔

خلاف پیمبر کسے رہ گزید ۔۔۔ کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

فاعتبروا یا اولے الالباب۔

ندارم ہیچ گونہ توشہ را ۔۔۔ بجز لا تقنطوا من رحمۃ اللہ

تو فرمودی کہ لو سیدی بیاید ۔۔۔ ز من لطف و عنایت چشم دارید

بدین معنی بسے امیدوارم ۔۔۔ بہ بخشا زانکہ بس امیدوارم

امیدہ دردمندان را روا کن ۔۔۔ دل امیدواران را روا کن

ذرا سن تو نصیحت اے میرے جان ۔۔۔ کہ راضی تجھسے ہو وہ آفریں جان

خدا کو کیوں نہیں کافی سمجھتا ۔۔۔ کہ بندوں پاس پھرتا ہے بھٹکتا

وہ کیا ہے جو نہیں ہوتا خدا سے ۔۔۔ جسے تو مانگتا ہے اولیا سے

خدا وہ ہے جو چاہے اک کن سے ۔۔۔ بناوے لاکھ عالم ایسے ایسے

جہاں سارا اگر آمادہ ہو جا | نہ ہو اک بال بھی ٹیڑھے سے سیدھا
جو خود محتاج ہو اپنے بقا میں | تصرف کیا کرے گا اور جا میں
جو خود مر جائے جانبر ہو نہ اکدم | وہ کیونکر روک لیگا جان عالم
جو اپنے رزق میں محتاج ہووے | وہ کیونکر بھوک کو بھوکے کی کھووے
ذرا تو خوف کر تو اے خدا سے | حیا کر روئے پاک مصطفےٰ سے
نبی کرتے رہے تعلیم توحید | سکھاتے تھے سدا وہ حق کی تمجید
تو سکھلاتا ہے بدعت شرک کی بات | مسلمانوں پہ نازل کرنا آفات
تصرف کس کا عالم میں بھلا ہے | خدا نے کس کو قادر یاں کیا ہے
تدبر سے قرآن پڑھتا نہیں ہے | سمجھتا مدعا اس کا نہیں ہے
پڑھی ہیں پوتھیاں شاید کہ تو نے | یہ باتیں شرک کی لی ہیں انہی سے
بھلا کیا زید کے ہاں ڈھیر میں ہے | مگر تو ریوڑوں کے پھیر میں ہے
رہ توحید کو کیوں تو نے چھوڑا | خدا سے کس لئے یوں منہ کو موڑا
خدا نے انبیا و اولیا کو | بنایا تا نہ چھوڑیں شرک کی بو
یہاں تو نے خدا ان کو بنایا | نہ تو نے نفع کچھ ان سے اٹھایا
اگر کچھ عقل ہے کافی ہے اتنا | وگر ہے مہر دل پر تو کہوں کیا
بس اب حق سے یہی ہے چاہ اپنی | دکھاوے ہم سبھوں کو راہ اپنی

سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون ۔ وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین +

طالب حسنین سید محمد نذیر حسین

زشرف سید کونین
شد شریف حسین

الجواب صحیح وخلافہ قبیح

محمد عبد الحلیم

محمد حفیظ اللہ

محمد یوسف

جواب مجیب صحیح ہے جو اس پر بھی نہ سمجھے تو جہل ہے۔ خدا نے مہر ہی دل پر لگائی

محمد غلام اکبر خان سنی محمدی

ہست منصور علی از احمد

بسم اللہ الرحمن الرحیم
ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل
العظیم محمد حسن قادری وغفوری

محمد صدیق

سوال - کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس صورت میں کہ نجومی سے ساعات نیک دریافت کرنا واسطے نکاح کے اور سہرہ اور پھول ہار نوشہ اور دلہن کے سر پر باندھنا اور گلے میں دینا اور کنگنہ باندھنا دونوں کے ہاتھوں میں اور جلوہ کرنا اور دولہا کے سر پر آنچل اور دلہن کے سر پر دستار رکھنی اور بر انگشت کو دودھ یا پانی سے دھو کر پلانا اور مصری کی ڈلیاں دلہن کے اعضا پر رکھ کے نوشہ کے منہ سے اٹھوانا اور گالیاں مغلظ دینی اور مہندی لگانی مرد کو اور مزامیر اور رقص اور رسمیات وغیرہ کے ساتھ عقد نکاح کا کرنا درست ہے یا نہیں +

اگر کسی نے ان رسموں مذکورہ کے ساتھ نکاح کیا تو علاقہ زوجیت کا باقی رہا یا نہیں -

اور اگر اس حالت میں اُس عورت سے اولاد پیدا ہوئی تو اُس اولاد کو نسبت طرف حلال زادگی کے یا حرامزادگی کے کیا جاوے اور وہ عورت دین مہر اپنا پا سکتی ہے یا نہیں - اور وہ اولاد مالک میراث کی ہوگی یا نہیں +

اور اگر اس عورت کو بدون طلاق دئے ہوئے اس کے شوہر کے دوسرا شخص اپنے عقد میں لاوے تو درست ہوگا یا نہیں +

اگر بالفرض تمام مضمون مذکورہ بالا ناواقفیت میں ہو چکے ہوں تو اب ان سب امور مسطورہ بالا میں کیا حکم ہے اور ان رسومات مذکورہ کی برائیاں علمائے دین سے سُن کر نکاح تجدید اپنی بیوی سے کر لیوے تو درست ہے یا نہیں بینوا توجروا +

الجواب - نجومی کے کہنے پر چلنا اور اس کے حکم کی تابعداری کرنی درست نہیں بلکہ حرام ہے اور اُس کے قول کی تصدیق کرنی اور یقین لانا کفر ہے - اس لئے کہ نجومی اکثر خبر آیندہ کی یقینا بتلاتا ہے اور لوگ اسکے کہنے پر شادی وغیرہ میں از روئے اعتقاد یقین کے عمل میں لاتے ہیں اور خلاف اس کا سبب ضرر و ادبار اپنے کا جانتے ہیں تو اس میں دعویٰ علم غیب کا پایا جاتا ہے اور علم غیب صفت خاصہ خداوند تعالیٰ کی ہے اور سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو علم غیب معلوم نہیں لقولہ علیہ السلام من اتی کاہنا فصدقہ بما قال فقد کفر بما انزل علی محمد لا یعلم الغیب الا اللہ لا الجن والانس کذا فی فتاوے قاضی خان وغیرہ من کتب الفقہ اور فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ نجومی کاہن ہے اور کاہن ساحر ہے اور ساحر کافر ہے جیسا کہ مشکوٰۃ شریف میں روایت کی ہے ابن عباس سے ان تصدیق الکاہن بما یخبر من الغیب کفر لقولہ تعالے لا یعلم الغیب الا اللہ تعالے ولقولہ علیہ السلام من اتی کاہنا فصدقہ بما قال فقد کفر بما انزل علی محمد قال القیمی الحدیث یشتمل الکاہن والعراف والمنجم فلا یجوز اتباع المنجم والرمال کذا فی شرح فقہ اکبر لملا علی قاری وغیرہ من کتب العقائد اور سہرہ اور پھول کا ہار بسبب مشابہت کفار کے جائز نہیں چنانچہ اربعین مسائل میں لکھا ہے - عبارت اس کی بعینہ نقل کی جاتی ہے - اما سہرہ کہ از گل تیار می کنند آن ہم بسبب مشابہت کفار جائز نیست بلکہ ہار گل کہ بر سر نوشہ و عروس وقت نکاح یا بعد از آن می بندند بدعت است و مشابہت با کبران فی

مشابہت ایشان احتراز لازم چنانچہ در کتاب مراۃ الصفا کہ بطور فتاوی است می نویسد گل بر سر خاطب بستن و دستار چہ بر سر داشتن بدعت است وبعضے گفتہ کہ این رسم گبران است انتہی وسید آدم بنوری نے بیچ کتاب اپنی کے کتب علم الہدی سے نقل کی ہے۔ دولہ کے سر پر تمل اور دلہن کے سر پر دستار رکھنی موجب گناہ و بدعت اور لعنت کا ہے۔ چنانچہ عبارت اس کی یہ ہے۔ بدانکہ ازین فعل ہر دو ملعون می شوند زیرا کہ رسول خدا صلعم فرمودہ اند کہ لعنت خدا بر مردے کہ خود را مانند زنان کند ولعنت خدا بر زنے کہ خود را مانند مردان کند چنانچہ در اربعین مسائل مذکور است اور اسی طرح نرانگشت کو دودھ یا پانی سے دھو کر پلانا اور سہری کی ڈلیاں دلہن کے اعضا پر رکھکے منہ سے اٹھوانا اور گالیان مغلظہ دینا اور مہندی لگانی مرد کو حرام و بدعت ہے۔ رسم گبروں کی ہے۔ چنانچہ اربعین مسائل میں مراۃ الصفا وغیرہ سے نقل کی ہے۔ انگشت زمخطوبہ از شیر و آب می شویند وخاطب را می نوشانند این نیز از رسم گبران ست وہم کفر و پارہ نبات بر اندام زن می نہند ومرد آن را بدہن خود می گیرد درین فعل فاسق می شوند وآن نیز از رسوم گبران است ومشابہت بکفار پایان دارد تمام شد عبارت اربعین مسائل۔ اور مزامیر اور رقص حرام سننا اس کا اور اس مجلس میں بیٹھنا اور سننے والا راگ اور مزامیر اور ناچ کا فاسق اور مردود الشہادت ہوتا ہے۔ خواہ عقد نکاح میں ہو یا غیر عقد نکاح میں چنانچہ تمامی کتب فقہ اور حدیث میں مذکور ہے۔ اب معلوم کرنا چاہیئے کہ رسومات مذکورہ مانند سہرہ وغیرہ سوا کنگنہ منجملہ شرائط ولوازم وشعار دینی کفار سے نہیں ہے کہ جس کے کرنے سے کفر وارتداد واقع ہو لیکن کرنیوالا ان رسومات کا فاسق بسبب مشابہت ساتھ افعال کفار کے ہوجاتا ہے۔ کیونکہ مضمون حدیث من تشبہ بقوم فہو منہم میں داخل ہے اور یہ حدیث عام ہے جس کے ساتھ تشبیہ کریگا اس کے ساتھ تشبہ حاصل ہوگی ای من تشبہ بالکفار وغیرہ فی اللباس او بالفساق او باہل التصوف او بالصلحاء فہو منہم کذا فی مجمع البحار وغیرہ من شرح المشکوۃ۔ اور جبکہ رسم سہرہ پھول وغیرہ کے شعار دین ہنود کے نکاح میں نہ ہوئے تو مسلمان بمجرد کرنے ان رسموں کے اگرچہ علم رکھتا ہو کہ یہ رسومات کفار سے ہیں کافر ومرتد نہیں ہونیکا کیونکہ مدار کفر کا شعار دین پر ہے فالمدار علی الشعار کذا فی شرح فقہ اکبر وغیرہ پس ان رسومات کے کرنے سے نکاح ہوجاتا ہے مگر برکت ورضامندی خدا اور رسول کی اس طرح کے نکاح میں نہ ہوگی۔ اس صورت میں اجتناب ان رسومات سے ضرور ہے اور جب ان رسموں کے کرنیسے نکاح صحیح ہوگیا تو سارے احکام نکاح مانند ثبوت نسب اور میراث وغیرہ جاری ہوں گے اور مرتکب ان امور مذکورہ کا دائرہ اسلام سے خارج نہ ہوگا اور زوجہ اس کی بغیر طلاق نکاح اسکے سے باہر نہ ہوگی اور غیر کو بدون طلاق دیئے اسکے نکاح کرنا حرام ہوگا۔ پھر بھی باوصف اسکے بنابر احتیاط کے تجدید نکاح کرنا اولی وافضل ہے اب رہی باقی کنگنہ کی تحقیق سو رسم کنگنہ کی ہنود کے نزدیک لوازم نکاح اور شرائط اسکے کے سے ہے

یعنی جبتک کنگنہ نہ بندھا ہو تو عورت کو اختیار ہے خواہ نکاح اپنا کرے یا نہ کرے اور جب کنگنہ بندھا تو نکاح گویا ہوچکا۔ اس عرصہ میں دولہا اگر نکاح کے لئے آیا اور وہ قضائے الٰہی سے مرگیا تو متقدمین کفار کے مذہب میں نکاح اُس کا ہوگیا۔ بطور بیوہ کے بیٹھی رہیگی۔ اور متاخرین کے نزدیک [illegible] کے لئے شوہر دوسرا قرار دیکر جلدی سے اُس کا نکاح کردینگے۔ اور فائدہ باندہنے سے کنگنے کے یہ ہے کہ بعد باندہنے کنگنہ کے نکاح سے باز نہیں رہتے خواہ مخواہ نکاح اُس کا کردیتے ہیں اور ثمرہ جیز لوازم اور شرائط نکاح سے نزدیک ہنود کے ہیں۔ منجملہ ان شرائط کے ایک کنگنہ باندہنا ہے کہ بغیر باندھے اُس کے نکاح ان کے دہرم کے موافق نہیں ہوتا۔ جیسا کہ پوتھی پریم ساگر اور رام دیپی اور جیسا ہی اور گیت گھورت اور دہرم شاستر وغیرہ میں مذکور ہے اب اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ رسم کنگنہ باندہنے کی موجب کفر و ارتداد کے ہے لیکن جن لوگوں نے زمانہ گذشتہ میں جہالت اور نادانی سے اس رسم کو کیا یعنی کنگنہ باندھا اور علم اسکے برائی اور شعار کفار اور کفر ہونیکا نہیں رکھتے تھے اور جہل اور لاعلمی سے مرتکب اسکے ہوئے تو وہ کافر نہیں ہوئے بلکہ سب احکام اسلام کے اُن پر جاری ہے یعنی نسب و میراث وغیرہ ثابت ہوگی اور مستحق دعا و استغفار کے ہونگے۔ بعد مرنیکے ان سبب کہ جہل اس میں عذر ہوگا اُن کی تکفیر کرنے میں کیونکہ یہ کفر ایسا نہیں کہ جس کا معلوم کرنا ضروریات دین سے ہوا اور جو کفر ایسا ہو کہ جسکا جاننا ضروریات دین سے نہیں شرع میں جہل اُس میں عذر ہوتا ہے مرتکب اسکے کے تکفیر کرنے میں جیسا کہ حموی حاشیہ اشباہ و نظائر میں تفصیلاً مذکور ہے اور دوسری وجہ عدم تکفیر میں بیچ اس صورت کے یہ ہے کہ جہالت سے اسکے کرنے میں لزوم کفر کا ہوتا ہے نہ التزام کفر کا اور کافر ہے مسلم التزام کفر میں کیونکہ قصد کفر کا پایا جاتا ہے التزام کفر میں نہ لزوم کفر میں۔
لان التزام الکفر کفر دون لزومہ کذا فی شرح المواقف وغیرہ من کتب العقائد۔ اور گناہ جان کر جس کسی نے کنگنہ باندھا وہ بھی کفر و ارتداد سے بچا مگر مرتکب حرام کا ہوا کیونکہ جہل از کفر مانع تکفیر سے اسکے ہوا ہاں جس شخص نے علما سے برائے اسکے اور کفر اور شعار کفر کے ہونیکا اسکے معلوم کیا اور پھر باوجود علم اس بات کے دیدہ و دانستہ اصرار کرکے باز نہ رہا یا تحسین اسکی کی تو ایسا شخص بیشک کافر ہوگا۔ اور بے شبہ احکام کفر کے اسپر مرتب ہونگے۔ کیونکہ اُس نے جان بوجھکر حقیقت کفریہ اسکے ساتھ باندہنے اسکے کے التزام کفر کا کیا یا استحسان کفر کا لان التزام الکفر و استحسانہ کفر کذا فی کتب العقائد پس اس صورت اخیرہ پر مراۃ الصفا لسنۃ المصطفا میں نافع المسلمین وغیرہ سے نقل کی ہے کہ باندہنا کنگنہ کا کفر صریح ہے۔ اور سید آدم بنوری کہ از اجل خلیفہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں اپنی کتاب خلاصۃ المعارف میں لکھتے ہیں کہ سازندہ و راضی شوندہ این کافر می گردد و آن نکاح از اہل اسلام نباشد و فرزند از آن نکاح کہ متولد شود نسب آن فرزند ثابت نہ شود اگر ثابت شود بحرامزادگی

منسوب گردا ۔ اور روشن ہے صاحبان علم شریعت پر کہ جو چیز شعار کفر سے ہو اُس کی تحسین کرنی موجب کفر کا
ہوتا ہے اتفق مشایخنا ان من رای امر الکفار حسنا فقد کفر حتی قالوا فی رجل قال ترک الکلام عند اکل الطعام
حسن من المجوس ترک المضاجعة عندھم حالة الحیض حسن فھو کافر کذا فی الحموی حاشیہ اشباہ وکذا فی الفتاوی
العالمگیریہ ۔ اور جو کوئی کنگنہ نہ باندھنے میں فال بد اعتقاد کرے جزماً ویقیناً یعنے اگر کنگنہ نہ باندہوں گا تو
ضرر ونقصان جزماً ہوگا ۔ تو بیشک کفر اس پر مترتب ہوگا ۔ کہ شرک جلی اس طرح کے اعتقاد میں اس میں پایا
گیا ۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ مشکوۃ شریف میں لکھتے ہیں یعنی فال بد گرفتن از اعمال
مشرکان ست و شرک خفی واگر بجزم اعتقاد کند کہ البتہ چنین خواہد بود آن خود بیشک کفر است انتہی کلام
او ۔ کفر اور ارتداد کی صورت میں کوئی اعتراض نہ کرے ۔ کہ جب رسم کنگنہ باندھنے سے کفر ہوا اور نکاح
منعقد نہیں ہوا تو عورت کو اختیار ہے جس سے چاہے نکاح اپنا کرے ۔ تو یہ اعتراض بیجا ہے صحیح
نہیں کیونکہ فقہا لکھتے ہیں کہ اگر میان زوجین کے کسی وجہ سے دانستہ یا نادانستہ ارتداد واقع ہو تو جبر کیجاویگی
وہ عورت نکاح کرنے پر شوہر اپنے سے اور تجدید نکاح کرے گی اسی شوہر قدیم سے بہرحال اور درست
نہیں واسطے عورت کے کہ سوائے شوہر پہلے کے اور غیر سے نکاح اپنا کرے جیسا کہ فتاوی عالمگیری
اور قاضی خان اور درمختار و برجندی وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے [1] ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

ولیس للمرتدۃ التزوج لغیر زوجھا بہ یفتی کذا فی الدر المختار تجبر علی تجدید النکاح مع الزوج کذا فی الطحطاوی ۔ اب
واجب ولازم ہے مرد اور عورت پر جنہوں نے کنگنہ باندھا تھا کہ اسے توبہ اور استغفار کرکے
تجدید نکاح اپنا کریں اور آیندہ سے ان رسومات بدعیہ شرکیہ کو کہ طریقہ جاہلیت سے ہیں موقوف کردیں
کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ نہایت دشمن رکھتا ہے اللہ تعالے اس شخص کو کہ ڈھونڈھے اسلام
میں طریقہ کفار کو جیسا کہ مشکوۃ شریف میں اس مضمون کی حدیث موجود ہے واللہ اعلم بالصواب ۔
فاعتبروا یا اولی الالباب +

سید محمد نذیر حسین

محمد سلامت اللہ ۔ سید احمد حسن ۔ سید شریف حسین

محمد اسحاق بہاری ۔ محمد عنایت العلی ۔ محمد غلام اکبر خان

محمد غلام اکبر خان متخلص بسلم ۔ الجواب صحیح ۔ محمد اسماعیل عفی عنہ

مسئلہ ۔ واضح ہو کہ بلند ہونا قبر کا ایک بالشت یا چار انگشت جواز میں داخل ہے اور اسی قدر سنت اس کی اور
زیادہ اس سے غیر جائز ہے چنانچہ کتب فقہ واحادیث سے واضح ہے ۔ فی البحر الرائق ویسنم قدر شبر وقیل قدر

[1] واضح ہو کہ اصل میں یہاں پر تین چار سطر عبارت ساقط ہے ۱۲

اربع اصابع وما ورد فی الصحیح من حدیث علی رح لا ادع قبرا مشرفا الا سویتہ فمحمول علی ما زاد علی التسنیم انتہی و فی النہر الفائق ای یسنم ای یرفع فقیل قدر شبر وقیل قدر اربع اصابع لروایۃ البخاری عن سفیان انہ رای قبرہ علیہ الصلوۃ والسلام مسنما وجعلہ فی الظہریۃ وجوبا وفی المجتبی مندوبا انتہی وفی الدر المختار ویسنم مندوبا وفی الظہریۃ وجوبا قدر شبر انتہی وکذا فی فتاوی العالمگیریۃ والزیلعی والعینی پس اس سے معلوم ہوا کہ تسنیم مستحب ہے اور غیر تسنیم مستحب نہیں واللہ اعلم بالصواب +

سوال - زید نے فاطمہ نام ایک عورت ہمسایہ کی لڑکی سے نکاح کیا۔ مجیدہ زید کی پہلی بی بی کہتی ہے کہ میں نے اس لڑکی فاطمہ کو بعد ولادت بکر اپنے بڑے لڑکے کے غائبانہ دودھ پلا دیا تھا۔ اور صورت یہ ہے کہ بکر مجیدہ کے میکہ میں پیدا ہوا تھا یعنے اپنے ناںہیال میں اور مجیدہ بعد ولادت بکر کے جب زید کے گھر آئی تھی اس وقت فاطمہ چار پانچ برس کی تھی۔ پھر فاطمہ اور مجیدہ بارہ برس تک ایک بستی میں رہیں اور باہم آمد ورفت رہا مگر مجیدہ نے کبھی نہ فاطمہ سے نہ اور کسی سے اس دودھ کا ذکر کیا۔ اور نہ کوئی گواہ ہے۔ بلکہ زید اور فاطمہ کی ماں وغیرہ ہمسایہ کی عورتیں اس دودھ سے انکار کرتی ہیں +

الجواب - سوال سے ظاہر ہوتا ہے کہ مجیدہ کا مکان دوسرے موضع میں ہے اور فاطمہ کا مکان دوسرے موضع میں جہاں زید کا مکان ہے اور جب مجیدہ زید کی بستی میں آئی تو فاطمہ کا سن چار پانچ برس کا تھا۔ تو ایام رضاعت نہ رہا۔ پس قول مجیدہ صحیح ہو یا غلط ہر حال میں نکاح زید کا فاطمہ سے صحیح ہے۔ اور اگر ایام رضاعت کے ہوتے جو باختلاف مذاہب دو برس یا ڈھائی برس ہیں تو البتہ زید کو چاہئے تھا کہ فاطمہ کو چھوڑ دیتا واذلیس فلیس دیکھو صحیح بخاری مطبوعہ احمدی صت۳

سید محمد نذیر حسین

سوال - سننا قرآن کا اور پڑھنا اجرت کے ساتھ نماز تراویح میں جائز ہے یا نہیں ایسی تراویح کا ثواب ہوگا یا نہیں۔

الجواب - سننا قرآن کا اور پڑھنا اجرت کے ساتھ نماز تراویح میں جائز ہے اور ثواب ہوگا عند الائمۃ الثلاثۃ وعامۃ اہل الحدیث خلافا للحنفیۃ کما فی الکتب الدینیۃ واللہ اعلم بالصواب۔

سید محمد نذیر حسین | سید محمد عبد السلام غفرلہ | سید محمد ابو الحسن

(نوٹ) یہ دونوں فتوے جناب مولانا صاحب قدس سرہ نے ۱۳۰۳ھ میں حسب استفتا ارقام فرمائے تھے +

ہوالموفق - بعض ائمہ سلف سے تصریحاً ثابت ہے کہ وہ اجرت کے ساتھ تراویح کا پڑھنا اور سننا جائز نہیں رکھتے تھے - امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے اس امام کے بارے میں سوال کیا گیا جو لوگوں سے کہے کہ اتنے روپیہ پر تم لوگوں کو رمضان میں تراویح پڑھاؤنگا - آپ نے فرمایا اللہ تعالےٰ سے عافیت کا سوال کرتا ہوں ایسے امام کے پیچھے کون نماز پڑھیگا - عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ میں مکروہ سمجھتا ہوں کہ اجرت کے ساتھ نماز پڑھی جائے - اور فرمایا ڈرتا ہوں کہ ان لوگوں پر نماز کا اعادہ واجب ہو مصعب نے عبداللہ بن معقل کو حکم کیا کہ رمضان میں جامع مسجد میں لوگوں کو نماز پڑھائیں پس جبکہ افطار کیا تو مصعب نے پانچ سو درہم اور ایک حلہ عبداللہ بن معقل کے پاس بھیجا تو انہوں نے واپس کر دیا اور کہا کہ میں قرآن پر اجرت نہیں لیتا - کذا فی قیام اللیل لمحمد بن نصر المروزی - میرے نزدیک انہیں بعض ائمہ سلف کا قول قابل قبول ہے - واللہ تعالےٰ اعلم - کتبہ محمد عبدالرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ +

سوال - کیا فرماتے ہیں علماے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ حدیث ظل الرجل کطولہ کا یہ مطلب ہے کہ مرد کا سایہ بعد دلوک الشمس مشرق کی طرف شمار کرنا چاہیئے فی زوال کا قرآن وحدیث میں کہیں ذکر نہیں ہے پھر اپنے اس قول کی تشریح بیان کرتا ہے - تشریح یہ ہے زید کہتا ہے کہ بعد دلوک الشمس سوائے فی زوال کے ایک مثل مشرق کی جانب یعنی پورب کی طرف ناپنا چاہیئے مثلاً ایک لکڑی سیدھی کھڑی کی جاوے مثلاً | یہ لکڑی ہے اس کا سایہ دوپہر کے وقت آج کل شمال کو ہوتا ہے اس سایہ کو کچھ شمار نہ کرنا چاہیئے بلکہ اب جو سایہ مابین پورب وشمال کی طرف بڑھتا جائے اس کو اس لکڑی کی جڑ سے لکڑی کے برابر ہونا چاہیئے تو ظہر کا وقت ختم ہو کر عصر کا وقت شروع ہوتا ہے - یعنی جو سایہ بڑھتا جاویگا اس کے سر سے سیاہی لکڑی جنوب کی طرف کھینچتے رہیں گے جب اس لکڑی کی جڑ سے سرے تک برابر اسکے مقدار کے پورب کی طرف ہو جاوے گا تو ایک مثل ہوگا - یہ مطلب حدیث ظل الرجل کطولہ کا ہے - اور جو سایہ مابین مشرق وشمال کی طرف بڑھتا جائے گا اس کا شمار نہ ہوگا فقط - عمرو کہتا ہے کہ مطلب حدیث ظل الرجل کطولہ کا یہ ہے کہ جس طرف بغیر قید جہت کے کسی شے لکڑی وغیرہ کا سایہ پڑے بعد دلوک الشمس اس کو برابر یعنی ایک مثل لینا چاہیئے - سوائے فی زوال یعنی اصلی سایہ چھوڑ کر وہ وقت عصر کا ہے یہی مطلب بیان کیا ہے نواب صدیق الحسن خان صاحب نے مسک الختام میں زیر حدیث مذکور (وگردد سایہ شخص درازی وے وراے فی زوال) اور اسی کتاب کے صد ۱۲۹ میں ہے - شاہ ولی اللہ در مصفی گفتہ کہ باشد سایہ ہر چیز مانند قامت آں چیز سوائے فی زوال - اور امام شوکانی نے نیل میں صد ۱۹ میں مصیر ظل الشئی مثلہ غیر الظل الذی یکون عند الزوال دخل وقت العصر - اور قاضی ثناء اللہ صاحب نے مالابد میں سایہ ہر چیز باچیندا وشود سوائے سایہ اصلی " اور وقت ظہر بعد دلوک الشمس ہوگا کہ وہ اندازہ ساڑھے بارہ بجے ہے - اس سے پیشتر نماز ظہر درست نہ ہوگی کیونکہ نقشہ تصدیق کردہ شاہ ولی اللہ صاحب

میں ماہ حال یعنی شروع پھاگن میں وقت درمیان طلوع آفتاب و زوال چودہ گھڑی ہے اس وقت سورج
سات بجے کے قریب نکلتا ہے تو حساب سے چودہ گھڑی ساڑھے بارہ بجے ہی ہے اوپر اینا بجر پڑھی
یہی ہے۔ اور وقت عصر اب نصف پھاگن میں اندازہ پونے چار بجے کے بعد ہوتا ہے جو اس سے
پیشتر نماز عصر پڑھے گا اس کی نماز عصر صحیح نہیں ہوگی کیونکہ نصف پھاگن میں سات انگل کی لکڑی کا اصلی سایہ
پانچ انگل ہے اور ایک مثل کے سات انگل تو اس کا مجموعہ بارہ انگل پونے چار بجے کے بعد پورا ہوتا ہے
اور وقت سے پہلے نماز درست نہیں۔ اب علمائے ربانی سے یہ استفسار ہے کہ موافق مذہب اہل حدیث
کس کا مطلب و پیمائش درست ہے۔ بینوا توجروا

الجواب۔ زید کا قول صحیح نہیں۔ عمرو کا قول مطابق حدیث و علمائے مذاہب اربعہ و مشاہدہ کے ہے
ابو داؤد میں عبد اللہ بن مسعود رض سے روایت ہے کانت قدر صلوٰۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فی الصیف
ثلثۃ اقدام الی خمسۃ اقدام وفی الشتاء خمسۃ اقدام الی سبعۃ اقدام۔ اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ فیٔ
زوال کو اعتبار ہے ورنہ یہ فرق کیوں ہوتا۔ اس حدیث میں اگرچہ قدرے ضعف ہے مگر تعامل اہل
علم کا اس حدیث کے ضعف کو رفع کرتا ہے۔ جیسا کہ اصول حدیث میں ہے کہ تعامل اہل علم سے حدیث
کا ضعف رفع ہوتا ہے امام نووی شرح مسلم میں لکھتے ہیں۔ متی خرج وقت الظهر بمصیر ظل الشئ
مثلہ غیر الظل الذی یکون عند الزوال دخل وقت العصر۔ اور زرقانی علے الموطا میں ہے۔ صل الظهر
اذا کان ظلک مثلک ای مثل ظلک بغیر ظل الزوال۔ شرح مختصر حنابلہ میں ہے۔ وقت العصر المختار من
غیر فصل بینہما ویستمر الی مصیر الفیٔ مثلیہ بعد فیٔ الزوال ای بعد الظل الذی زالت علیہ الشمس۔ امام نووی
منہاج میں جو فقہ شافعیہ میں نہایت معتبر کتاب ہے لکھتے ہیں۔ آخرہ (ای وقت الظهر) مصیر ظل
الشئ مثلہ سوی ظل استواء الشمس۔ ابن ابی زید مالکی اپنے رسالہ میں جو فقہ مالکی میں معتبر کتاب ہے
لکھتے ہیں۔ آخر وقت الظهر ان یصیر ظل کل شئ مثلیہ بعد ظل نصف النہار۔ اور فقہائے حنفیہ کی کتابوں
میں تو یہ بات مشہور و معروف ہے۔ وقالا اذا صار ظل کل شئ مثلہ سوی فیٔ الزوال وھو روایۃ عن ابی حنیفۃ
(فیٔ الزوال) ھو الفیٔ الذی یکون للاشیاء وقت الزوال۔ اسی طرح شوکانی نیل الاوطار میں اور درر البہیہ میں
فرماتے ہیں۔ وآخرہ مصیر ظل الشئ مثلہ سوی فیٔ الزوال۔ اور شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی مصفیٰ
وحجۃ اللہ البالغہ میں اور نواب صاحب نے اپنی تصانیف میں اس کے ساتھ تصریح کی ہے۔ غرض
فیٔ زوال کے سوا ایک مثل یا مثلین تک ظہر کا وقت رہتا ہے۔ اور من بعد عصر کا وقت ہونا مسئلہ
متفق علیہا ہے یہ امر بدیہی ہے کہ اس ملک میں پوس ماگھ کے مہینوں میں سارے دن میں کوئی
ایسا وقت نہیں آتا ہے کہ سایہ ہر شئے کا اس شئے سے زیادہ نہ ہو۔ تو وقت ظہر کونسا ہوا لامحالہ یہ
ماننا پڑیگا کہ سوائے فیٔ الزوال کے جب ایک مثل ہو جائے تو وقت عصر داخل ہوتا ہے رہی یہ

بات کہ فی زوال کس طرح نکالنا چاہیئے علما نے اس کا یہ طریقہ لکھا ہے کہ زمین ہموار میں ایک لکڑی کو سیدھا کھڑا کرکے دیکھے کہ عین استوائے شمس میں سایہ اس لکڑی کا کس قدر ہے۔ لکڑی کے مثل یا کم وبیش جس قدر سایہ ہوا اسی قدر سایہ چھوڑ کر اس پر زائد جو ایک مثل ہو جاوے عصر کا وقت داخل ہوتا ہے لکڑی کی جڑ سے ایک مثل پورا کرنے سے وقت عصر کا داخل نہیں ہوتا۔ امام ابوالحسن مالکی شرح رسالہ ابن ابی زید میں لکھتے ہیں۔ ویعرف الزوال بان یقام عود مستقیم فاذا تناہی الظل فی النقصان واخذ فی الزیادۃ فہو وقت الزوال ولا اعتداد بالظل الذی زالت علیہ الشمس فی القامۃ بل یعتبر ظلہ مفردا عن الزیادۃ۔ اور طحطاوی میں ہے۔ واستثنی فی الزوال لانہ قد یکون مثلہ فی بعض المواضع فی الشتاء وقد یکون مثلین فلو اعتبر المثل او المثلین من عند ذی الظل لما وجد الظہر عندہما ولا عندہ اور شامی میں ہے۔ ان وجد خشبۃ یغرزہا فی الارض قبل الزوال وینتظر الظل ما دام متراجعا الی الخشبۃ فاذا اخذ الظل فی الزیادۃ حفظ الظل الذی قبلہا فہو ظل الزوال فاذا بلغ الظل طول القامۃ مرتین او مرۃ سوی ظل الزوال فقد خرج وقت الظہر ودخل وقت العصر۔ اور شرح وقایہ میں ہے۔ مثلا اذا کان فی الزوال مقدار ربع المقیاس فآخر وقت الظہر ان یصیر ظلہ مثلی المقیاس وربعہ ہذا فی روایۃ عن ابی حنیفۃ رح وفی روایۃ اخری عنہ وہو قول ابی یوسف ومحمد والشافعی اذا صار ظل کل شئ مثلہ سوی فی الزوال۔ اور کفایہ میں ہے وطریقۃ معرفۃ الزوال ان یغیب عودا مستویا فی الارض المستویۃ فما دام ظل العود فی النقصان علم ان الشمس فی الارتفاع وان استوی الظل علم انہ حالۃ الزوال فاذا اخذ الظل فی الزیادۃ علم انہا زالت فیخط علی راس الزیادۃ فیکون من راس الخط الی العود فی الزوال فاذا صار ظل العود مثلیہ من راس الخط لا من العود خرج الظہر عندہ اور شرح مختصر وقایہ میں ہے۔ ثم یعلم علی راس الظل علامۃ عند الانحراف فاذا صار الظل من تلک العلامۃ لا من العود مثلی العود خرج وقت الظہر عند ابی حنیفۃ۔ شاید زید یہ دو قول متاخرین حنفیہ کے دیکھکر اس سے اپنا مطلب نکالتا ہے مگر درحقیقت یہ اس کی سمجھ کا فرق ہے ان دونوں قولوں کا بھی وہی مطلب ہے جو شامی اور صاحب شرح وقایہ نے بیان کیا ہے۔ مطلب اس علامت اور خط سے بھی یہی ہے کہ فی الزوال کا قدر معلوم کرنا ضروری ہے۔ اس علامت اور خط کے اندازہ پر سایہ جس طرف ہو جاوے اسی قدر بوقت عصر چھوڑ کر زائد از ان یک مثل پورا کرنا ضروری ہے۔ غرضکہ زید کی تشریح وبیان کی سند میری نظر سے نہ کسی محدث کا قول کا گذرا ہے اور کسی فقیہ کا۔ یہ فقط اس کا عندیہ معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم عبد الجبار ابن عبد اللہ الغزنوی۔ بیشک فیصلہ مولوی عبد الجبار صاحب غزنوی بہت درست ہے اور بیانش ان کی موافق حدیث جابر رضہ جو ذیل میں درج ہے بہت ٹھیک ہے کہ جسطرف سایہ بعد

زوال پڑے لکڑی کی جڑ سے بقدر سایہ اصلی یعنی فیئ زوال اور ایک مثل کے ہو جاتے وقت عصر کا ہو جاویگا۔

حدیث یہ ہے۔ عن بشیر بن سلام قال دخلت انا و محمد بن علی علی جابر بن عبد اللہ الانصاری رض فقلنا اخبرنا عن صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وذاک زمن الحجاج بن یوسف قال خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلی الظہر حین زالت الشمس وکان الفیئ قدر الشراک ثم صلی العصر حین کان الفیئ قدر الشراک وظل الرجل الخ۔ یہ حدیث نسائی میں صحیح سند سے مروی ہے اور سندھی محدث نے اس پر یہ حاشیہ لکھا ہے۔ قدر الشراک بکسر الشین احد سیور النعل التی علی وجہہا و ظاہر ہذہ الروایۃ ان المراد الفیئ الاصلی لا الزائد بعد الزوال ولذلک استثنی فی وقت العصر۔ اور مجمع البحار میں لفظ شراک کے تحت میں اس حدیث شراک کی شرح یوں کی ہے صلی الظہر حین کان الفیئ بقدر الشراک ہو احد سیور النعل تکون علی وجہہا و قدرہ ہنا لیس علی وجہ التحدید لکن زوال الشمس لا یبین الا باقل ما یری من الظل وکان حینئذ بمکۃ ہذا القدر و الظل یختلف باختلاف الازمنۃ والامکنۃ الخ۔ یہ پیمائش موافق حدیث ایک مثل کے ہے۔ یہی مذہب راجح ہے اور مذہب ثانی جو راجح نہیں لیکن بالکل بے اصل بھی نہیں جیسا کہ حدیث ابوہریرہ کا مضمون ہے صل الظہر اذا کان ظلک مثلک والعصر اذا کان ظلک مثلیک رواہ فی الموطا۔ اسی واسطے مولوی عبد الجبار صاحب نے مذہب ثانی کی پیمائش بھی درج کردی ورنہ ان کے نزدیک روایت معمول بہا ایک ہی مثل ہے اور زید کی پیمائش پر جو قول کسی فقیہ یا محدث کا نہ ملا تو بیان کردیا کہ یہ اس کا عندیہ ہے پھر پیمائش زید مخالف ہے حدیث کے بھی حدیث کہتی ہے فیئ زوال یعنی سایہ پیمائش کیا جاوے اور زید کی پیمائش میں دھوپ چلتی ہے اور دوسرے مخالف ہے حدیث قیراط سے بھی جو بخاری در باب وقت عصر من ادرک رکعۃ قبل الغروب لایا ہے۔ جس سے عصر کا وقت بہ نسبت ظہر کم معلوم ہوتا ہے نہ برابر نہ زیادہ فتح الباری میں اس حدیث کے تحت میں لکھا ہے اگر وقت عصر کے ایک مثل پر تفریع کی جاوے جیسا کہ مذہب جمہور کا ہے۔ اجیب بمنع المساواۃ وذلک معروف عند اہل العلم بہذا الفن وہو ان المدۃ التی بین الظہر والعصر اطول من المدۃ بین العصر والمغرب۔ زید کی پیمائش میں برخلاف اس کے زید کا مقولہ درست نہیں ہے ورنہ لازم آوے گا کہ جن ایام میں سایہ اصلی ایک مثل یا اس سے زائد ہو تو نماز ظہر کا کوئی وقت نہ رہے گا اس لئے کہ بفور ڈھلنے کے ایک مثل سایہ ہو جانے کے سبب اس تقدیر پر عصر کا وقت ہو جاوے گا فقط واللہ تعالی اعلم۔ بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔

ہو الموفق۔ دونوں مجیب نے جو کچھ لکھا ہے بہت صحیح و درست لکھا ہے مگر مجیب ثانی نے جو یہ فرمایا کہ "مذہب ثانی (یعنی وقت ظہر کا مثلین تک باقی رہنا) جو راجح نہیں لیکن بالکل بے اصل بھی نہیں جیسا کہ حدیث ابوہریرہ رض کا مضمون ہے صل الظہر اذا کان ظلک مثلک والعصر اذا کان ظلک مثلیک رواہ فی الموطا" سو یہ ٹھیک نہیں ہے کیونکہ ابوہریرہ کی اس حدیث کے

مضمون سے مذہب ثانی کا با اصل ہونا ثابت نہیں ہوتا اس واسطے کہ ان حدیثوں میں ظہر وعصر کے اول وقت کا بیان نہیں ہے بلکہ آخر وقت کا بیان ہے اور مضمون اس حدیث کا یہ ہے۔ کہ ظہر کا وقت زوال آفتاب سے ایک مثل تک ہے۔ اور عصر کا وقت ایک مثل سے مثلین تک پس اس حدیث کے مضمون سے مذہب ثانی کا با اصل ہونا نہیں ثابت ہوتا ہے بلکہ معاملہ برعکس ہے۔ قال فی التعلیق الممجد واقتصر فیہ علی ذکر اواخر الاوقات المستحبۃ دون اوائلہا وکانہ قال الظہر من الزوال الی ان یکون ظلک مثلک والعصر من ذلک الوقت الی ان یکون ظلک مثلیک انتہی واللہ تعالی اعلم وعلمہ اتم کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دو شخص نماز قریب قریب پڑھ رہے تھے ایک مصلی کا دامن دوسرے مصلے سے جو قریب تھا دب گیا جس کے نیچے دبا تھا اس نے کچھ اٹھ کر اس کا دامن اپنے نیچے سے نکال دیا۔ آیا اس حرکت سے اس کی نماز فاسد ہوئی یا نہیں بینوا توجروا +

الجواب۔ نماز میں ضرورت کے وقت اس قسم کے فعل سے اور اس قدر فعل سے نماز فاسد نہیں ہوتی ہے ضرورت کے وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے نماز کے اندر اس قسم کا فعل اور اس قدر فعل بلکہ اس سے زیادہ ثابت ہے صحیحین میں ہے۔ عن ابی قتادۃ قال رأیت النبی صلے اللہ علیہ وسلم یؤم الناس وامامۃ بنت ابی العاص علی عاتقہ فاذا رکع وضعہا واذا رفع من السجود اعادہا (مشکوۃ) یعنی ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے اور امامہ ابو العاص کی لڑکی یعنی آپ کی نواسی آپ کے کندھے پر تھیں جب آپ رکوع کرتے تو اُن کو زمین پر رکھدیتے اور جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو پھر اُن کو اپنے کندھے پر رکھ لیتے۔ اور صحیح بخاری میں ہے عن انس بن مالک قال کنا نصلی مع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فی شدۃ الحر فاذا لم یستطع احدنا ان یمکن وجہہ من الارض بسط ثوبہ فسجد علیہ۔ یعنی انس رضہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے تو جب ہم میں سے کوئی زمین پر (گرمی کی وجہ سے) سر نہیں رکھ سکتا تو اپنا کپڑا بچھاتا۔ اور اس پر سجدہ کرتا۔ اور مسند احمد وسنن ابی داؤد وغیرہ میں ہے۔ عن عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یصلی تطوعا والباب علیہ مغلق فجئت فاستفتحت فمشی ففتح لی ثم رجع الی مصلاہ وذکرت ان الباب کان فی القبلۃ (مشکوہ) یعنی عائشہ رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نفلی نماز پڑھتے تھے اور دروازہ بند ہوتا پس میں آتی اور دروازہ کھلواتی تو آپ چلکر دروازہ میرے لئے کھولدیتے پھر اپنے مصلے

چلے جاتے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ذکر کیا کہ دروازہ قبلہ کی جانب تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم کتبہ محمد عبدالرحمٰن المبارکفوری عفا اللہ عنہ۔ ابو العلی محمد عبدالرحمٰن

سید محمد نذیر حسین

سوال- ایک شخص سے بحالت بیہوشی پانچوں وقت کی نماز فوت ہوگئی اُس کا کفارہ دینا لازم ہے یا کہ قضا پڑھنا چاہیئے +

الجواب- بحالت بیہوشی جو نماز فوت ہو اُس کا کچھ کفارہ نہیں ہے اور اس کی قضا پڑھنے میں علما کا اختلاف ہے۔ امام مالکؒ اور شافعی رہ کے نزدیک اس صورت مسئولہ میں قضا نہیں ہے اور ایک حدیث سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے وہ حدیث یہ ہے۔ عن عائشۃ انہا سألت رسول اللہ عن الرجل یغمی علیہ فیترک الصلوۃ فقال لاشئ من ذلک قضاء الا ان یفیق فی وقت صلوۃ فانہ یصلیہ رواہ الدارقطنی۔ یعنی حضرت عائشہ رضی سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس شخص کے بارے میں پوچھا جو بیہوش ہوجائے پس اس کی نماز فوت ہوجائے تو فوت شدہ نماز کو قضا کرے یا نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ کسی فوت شدہ نماز کی قضا نہیں مگر جب کسی نماز کے وقت میں اُس کو ہوش ہو تو اس وقت کی نماز اُس کو پڑھنا ہوگا۔ اس حدیث سے جو بات ثابت ہوتی ہے اسی کے قائل ہیں۔ امام مالک رہ اور امام شافعی رہ مگر یہ حدیث نہایت ہی ضعیف و ناقابل احتجاج ہے اور امام ابوحنیفہ رہ کے نزدیک صورت مسئولہ میں پانچوں نماز فوت شدہ کی قضا پڑھنی ضروری ہے اس واسطے کہ امام محمدؒ نے کتاب الآثار میں روایت کی ہے۔ اخبرنا ابوحنیفۃ عن حماد عن ابراہیم عن ابن عمر رضہ انہ قال فی الذی یغمی علیہ یوماً ولیلۃ یقضی۔ یعنی ابن عمر رضہ نے فرمایا کہ جو شخص ایک دن اور ایک رات بیہوش رہے وہ نماز فوت شدہ کی قضا پڑھے اور دارقطنی نے یزید ہوسے عمار بن یاسر رضہ سے روایت کی ہے کہ عمار بن یاسر رضہ ..... ظہر سے لیکر عصر اور مغرب اور عشا تک بیہوش رہے اور آدھی رات کو ہوش ہوا تو انہوں نے ظہر اور عصر اور مغرب اور عشا کی قضا پڑھی۔ امام ابوحنیفہ رہ کے نزدیک ایک دن اور ایک رات تک بیہوشی رہے یا ایک رہے تو نماز فوت شدہ کی قضا نہیں ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب حررہ محمد عبدالرحمٰن المبارکفوری عفا اللہ عنہ +

سید محمد نذیر حسین

سوال- کیا فرماتے ہیں علمائے دین احادیث مذکورہ ذیل کے بارہ میں کہ یہ صحیح ہیں یا ضعیف یا موضوع اور ان میں سے نمبر ا و نمبر ۲ کو حدیث قدسی کہنا کیسا ہے و نیز امام شوکانی علیہ الرحمہ کا

سماع بامزامیر کو جائز کہنا کیسا ہے۔ اور میرزا غلام احمد کا مسیح موعود ہونیکا دعوے کرنا کیسا ہے اور وہ حدیثیں یہ ہیں لولاک لما خلقت الافلاک۔ من زار العلماء فکانما زارنی ومن صافح العلماء فکانما صافحنی ومن جالس العلماء فکانما جالسنی ومن جالسنی فی الدنیا اجلس الی یوم القیامۃ۔ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل انہ کان صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللھم احینی مسکینا وامتنی مسکینا واحشرنی فی زمرۃ المساکین۔ رجب شہر اللہ وشعبان شہری ورمضان شہر امتی۔ بینوا توجروا +

الجواب۔ ماسوائے حدیث نمبر ۴ کے باقی سب حدیثیں موضوع ہیں اور حدیث موضوع کو موضوع جان کر بیان کرنا حرام ہے اور داخل فی الوعید ہے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح مسلم میں لکھتے ہیں یحرم روایۃ الحدیث الموضوع علی من عرف کونہ موضوعا او غلب علی ظنہ وضعہ فمن روی حدیثا علم وضعہ او ظن وضعہ فھو مندرج فی الوعید۔ ہاں حدیث نمبر ۱ کی نسبت ملا علی قاری اپنے موضوعات میں لکھتے ہیں قال الصغانی انہ موضوع کذا فی الخلاصۃ لکن معناہ صحیح فقد روی الدیلمی عن ابن عباس مرفوعا اتانی جبرئیل فقال یا محمد لولاک ما خلقت الجنۃ ولولاک ما خلقت النار۔ ونیز حدیث نمبر ۲ کی نسبت لکھتے ہیں کہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں سکوت کیا ہے[۱] اور بعد ثبوت وضع حدیث نمبر ۱ کے اس کو حدیث قدسی کہنا محض خطا ہے ونیز حدیث نمبر ۴ یہ بھی قدسی نہیں ہے اس لئے کہ عبارت کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خود دال ہے اس پر کہ یہ قول اللہ عز وجل کا نہیں کیونکہ حدیث قدسی اس حدیث کو کہتے ہیں جو بواسطہ جبرئیل یا بلا واسطہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالی سے پہنچی ہو اسی وجہ سے جو حدیث قدسی ہوتی ہے عبارت اس کی یوں ہوتی ہے قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال اللہ عز وجل۔ امام شوکانی علیہ الرحمہ کا سماع بامزامیر کو جائز کہنا بجا ہے مگر وہی جس کو شارع ہی نے مباح کہا ہے جیسا کہ نیل الاوطار جلد سادس باب الدف واللھو فی النکاح میں مذکور ہے اور حد مباح سے جو باہر ہے ہرگز جائز نہیں بلکہ اس پر وعید ہے چنانچہ نیل الاوطار جلد سابع باب ماجاء فی آلۃ اللھو میں مذکور ہے۔ ابن ماجہ کی حدیث میں ہے۔ لیشربن ناس من امتی الخمر یسمونھا بغیر اسمھا یعزف علی رؤسھم بالمعازف والمغنیات یخسف اللہ بھم الارض ویجعل منھم القردۃ والخنازیر۔ غرضکہ سماع بامزامیر مجاوز حد اباحت ہے جس کے عدم جواز میں صحیح حدیثیں مروی ہیں ہاں یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ جماعت صوفیہ اباحت مطلقہ کے قائل ہیں اور امام شوکانی بھی انہیں میں سے ہیں حالانکہ جس حدیث سے اباحت ثابت کی جاتی ہے اس میں حضرت عائشہ کا قول ولیستا بمغنیتین ثبوت اباحت کی نفی کرتا ہے بخاری شریف پارہ۔ ۴ باب سنۃ العیدین میں ہے۔ عن عائشۃ قالت

---

[۱] لیکن امام شوکانی رحمہ نے الفوائد المجموعہ میں لکھا ہے قال ابن حجر والزرکشی لا اصل لہ انتہی۔ ابو سعید محمد شرف الدین عفی عنہ +

دخل ابوبکر وعندی جاریتان من جواری الانصار تغنیان بما تقاولت الانصار یوم بعاث ولیستا بمغنیتین۔ ونیز بہت سے علمائے حرام لکھا ہے۔ اور میرزا غلام احمد کا مسیح موعود ہونیکا دعوے سراسر غلط اور محض باطل ہے وہ مسیح موعود نہیں ہیں۔ حررہ عبد الوہاب عفی عنہ +

ہوالموفق ۔ حدیث نمبر ۴ کو ابن الجوزی نے موضوع کہا ہے مگر حق یہ ہے کہ یہ حدیث موضوع نہیں ہے حاکم نے مستدرک میں اس کو صحیح کہا ہے۔ اور حافظ ذہبی نے تلخیص المستدرک میں حاکم کی تصحیح کو برقرار رکھا ہے کما فی الفوائد المجموعۃ للعلامۃ الشوکانی رح حافظ ابن حجر تلخیص الحبیر صفحہ ۲۷۵ میں لکھتے ہیں

واما الثانی (ای حدیث اللہم احینی مسکینا الخ) فرواہ الترمذی من حدیث انس واستغربہ واسنادہ ضعیف وفی الباب عن ابی سعید رواہ ابن ماجہ وفی اسنادہ ضعف ایضا ولہ طریق اخری فی المستدرک من حدیث عطاء عنہ وطولہ البیہقی ورواہ البیہقی من حدیث عبادۃ ابن الصامت واسرف ابن الجوزی فذکر ہذا الحدیث فی الموضوعات انتہی۔ مجیب نے مسئلہ غنا وسماع میں اجمال سے کام لیا ہے ونیز علامہ شوکانی کو اباحت مطلقہ کے قائلین سے شمار کیا ہے حالانکہ علامہ ممدوح اباحت مطلقہ کے ہرگز قائل نہیں ہیں۔ علامہ ممدوح نے اس مسئلہ پر نیل الاوطار میں دو مقام میں بحث کی ہے دونوں مقام سے ان کی عبارت مع ترجمہ نقل کی جاتی ہے۔ تاکہ اس مسئلہ میں جو ان کی تحقیق ہے وہ ظاہر ہو۔ اور فی الجملہ اس مسئلہ کی توضیح بھی ہو نیل الاوطار صفحہ ۰ جلد ۶ باب الدف واللہو میں لکھتے ہیں۔ وفی ذلک (ای فی حدیث فصل ما بین الحلال والحرام الدف والصوت فی النکاح) دلیل علی انہ یجوز فی النکاح ضرب الادفاف ورفع الاصوات بشیء من الکلام نحو اتیناکم اتیناکم ونحوہ لا بالاغانی المہیجۃ للشرور المشتملۃ علی وصف الجمال والفجور ومعاقرۃ الخمور فان ذلک یحرم فی النکاح کما یحرم فی غیرہ وکذلک سائر الملاہی المحرمۃ۔ یعنی اس حدیث میں کہ حلال نکاح اور حرام نکاح میں دف اور صوت کا فرق ہے دلیل ہے اس بات کی کہ جائز ہے نکاح میں دف بجانا اور آواز بلند کرنا ایسے کلام کے ساتھ جو آتیناکم آتیناکم کے مثل ہو نہ ایسا گیت گانا جو برائیوں کا ہیجان میں لانیوالا ہو یعنی جو بیان حسن وجمال اور فجور وشراب نوشی پر مشتمل ہو اس واسطے کہ ایسا گیت نکاح میں بھی حرام ہے اور غیر نکاح میں بھی۔ اور اسی طرح تمام ملاہی محرمہ نکاح میں بھی حرام ہیں اور غیر نکاح میں بھی حرام ہیں۔ اور نیل الاوطار صفحہ ۲۱۵ جلد سابع میں لکھتے ہیں۔ قد اختلف فی الغناء مع آلۃ من الات الملاہی وبدونہا فذہب الجمہور الی التحریم مستدلین بما سلف وذہب اہل المدینۃ ومن وافقہم من علماء الظاہر وجماعۃ من الصوفیۃ الی الترخیص فی السماع ولو مع العود والیراع۔ یعنی غنا کی حلت وحرمت میں علما کا اختلاف ہے آلات ملاہی میں سے کسی آلہ کے ساتھ ہو یا بدون اس کے جمہور علما کے نزدیک حرام ہے اور ان کی دلیل وہ احادیث وروایات ہیں جو پہلے مذکور ہو چکیں اور اہل مدینہ اور بعض علما ظاہر کے نزدیک اور صوفیہ کی ایک جماعت کے نزدیک جائز ہے اگرچہ عود اور

یراع کے ساتھ ہو پھر دلائل طرفین کو مع مالہما و ماعلیہما بیان کر کے آخر میں لکھتے ہیں۔ واذا تقرر جمیع ما حررناہ من حجج الفریقین فلا یخفی علی الناظران محل النزاع اذا خرج عن دائرۃ الحرام لم یخرج عن دائرۃ الاشتباہ والمومنون وقافون عند الشبہات کما صرح بہ الحدیث الصحیح ومن ترکہا فقد استبرأ لعرضہ ودینہ ومن حام حول الحمی یوشک ان یقع فیہ ولا سیما اذا کان مشتملا علی ذکر القدود والخدود والجمال والدلال والہجر والوصال ومعاقرۃ العقار وخلع العذار والوقار فان سامع ما کان کذلک لا یخلو عن بلیۃ وان کان من التصلب فی ذات اللہ علی حد یقصر عنہ الوصف وکم لہذہ الوسیلۃ الشیطانیۃ من قتیل دمہ مطلول واسیر بہموم غرامہ وہیامہ مکبول نسأل اللہ السداد والثبات ومن اراد الاستیفاء للبحث فی ہذہ المسئلۃ فعلیہ بالرسالۃ التی سمیتہا ابطال دعوی الاجماع علی تحریم مطلق السماع۔ یعنی جب فریقین کے دلائل کو مع مالہا وما علیہا ہم تحریر کر چکے تو اب ناظرین پر مخفی نہیں ہے کہ محل نزاع دائرہ حرام سے خارج ہو تو ہو مگر دائرہ اشتباہ سے خارج نہیں ہو سکتا اور مومنین کی شان یہ ہے کہ شبہات کے پاس ٹھیر جاتے ہیں جیسا کہ حدیث صحیح میں اس کی تصریح آئی ہے اور جو شخص شبہات کو ترک کرتا ہے وہ اپنی آبرو اور دین کو پاک کرتا ہے۔ اور جو شخص چراگاہ کے گرد گھومتا ہے اس کا اس میں واقع ہو جانا کچھ بعید نہیں ہے۔ بالخصوص جبکہ غنا مشتمل ہو ذکر قد و قامت اور خد و خال اور بیان حسن و جمال اور ہجر و وصال وغیرہ پر اس واسطے کہ ایسے غنا اور راگ کا سننے والا بلا اور مصیبت سے خالی نہیں ہو سکتا اگرچہ نہایت درجہ کا دیندار ہو اور دین میں نہایت سخت ہو اور اس شیطانی وسیلہ کے کتنے قتیل ہیں جن کا خون ہدر و رائگاں ہے اور کتنے قیدی ہیں جو اس کے عشق و شیفتگی میں گرفتار و مقید ہیں اللہ تعالے سے ہم میانہ روی اور ثابت قدمی کا سوال کرتے ہیں اور اس مسئلہ کی بحث کو پورے طور پر جو شخص دیکھنا چاہے اس کو ہمارا رسالہ موسومہ ابطال دعوے الاجماع علے تحریم مطلق السماع ضرور دیکھنا چاہیئے۔ نیل کی ان دونوں عبارتوں سے صاف معلوم ہوا کہ علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ جماعت صوفیہ کی طرح اباحت مطلقہ کے قائل نہیں ہیں واللہ تعالی اعلم کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ

سید محمد نذیر حسین

سوال ما قولکم رحمکم اللہ فی مجالس المیلاد الشائعۃ فی ہذا الزمان ہل ہی جائزۃ ام لا وبکن الجواب مفصلا مع مالہ وما علیہ بینوا توجروا۔

الجواب ۔ عقد مجالس المیلاد الشائعۃ فی ہذا الزمان بدعۃ لا مریۃ فی کونہا بدعۃ لان عقدہا امر محدث وکل محدث بدعۃ تعقدہا بدعۃ اما الصغری فظاہرۃ فان ہذہ المجالس لم تکن تعقد فی الزمن النبوی ولا فی زمن من بعدہ من الصحابۃ والتابعین والائمۃ المجتہدین رضی اللہ عنہم اجمعین وایضا ہذہ المجالس المشتملۃ علی

الانواع من المفاسد والبلایا والشرور والرزایا لا یستنبط جوازہا البتۃ لا من کتاب اللہ ولا من سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا من الاجماع ولا من القیاس الصحیح فھی ہذا الا من محدثات الامور واما الکبری فقد قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایاکم ومحدثات الامور فان کل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ رواہ احمد و ابوداؤد والترمذی وابن ماجہ کذا فی المشکوۃ فی باب الاعتصام وایضا قال صلی اللہ علیہ وسلم شر الامور محدثاتہا وکل بدعۃ ضلالۃ رواہ مسلم کذا فی الباب المذکور وقد صنف علماء اہل الحدیث فی الرد علی ہذہ المجالس والانکار علیہا رسائل عدیدۃ فمن شاء الاطلاع علی ہذہ المسئلۃ مع مالہا وما علیہا فلیطالع تلک الرسائل واللہ تعالے اعلم کتبہ محمد عبدالرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ +

سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو طعام بوقت ہوجانے موت کسی آدمی کے بنام نہاد حاضری سوم وچہلم وغیرہ حسب رواج ہر قوم پکوا کر خواہ بطریق دعوت خواہ بطریق بھاجی گھر گھر تقسیم ہوتا ہے اور قدرے غربا باقی تمام اہل برادری کو کھلایا جاتا ہے اور اہیں اکثر مالدار ہوتے ہیں اور یہ کھانا وارثان میت حسب رواج اپنی قوم کے اکراہا وبلا اکراہ کرتے ہیں اور بعض اوقات بخوف طعنہ زنی قرض وام کرکے خواہ مال فروخت کرکے پکواتے ہیں بلکہ بعض اوقات یتیم کے مال کا بھی خیال نہیں کرتے ایسا کرنا جائز ہے یا ناجائز اور اس کا کھانا کیسا ہے اور از روئے شریعت اسلامی اور زمانہ سلف سے ثواب رسانی موتے کو کس طریق سے ثابت ہے اور کیونکر کرنا چاہئے اور ایسا کرنیوالا جو اوپر طریق مروج ہے مسرف کہلائیگا یا نہیں بینوا توجروا +

الجواب - جو طعام حاضری کا یا سوم یا چہلم میت کا ہے اس میں رواج کسی قوم کا معتبر نہیں کیونکہ کوئی حدیث نبوی صلے اللہ علیہ وسلم یا روایت فقہی اس باب میں نہیں پائی جاتی پس یہ بالکل بے اصل ہے اور اس کا ضروری اور لازم جاننا بدعت ہے اور دعوت بھی نادرست ہے کیونکہ دعوت شادی اور خوشی میں مشروع ہے نہ غمی میں اور رسم بھاجی کی غمی اور شادی دونوں میں بدعت ہے کیونکہ اس میں تباری ہے یعنی آپس میں فخر اور ریا ونمود کرنا ہے ایسے طعام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے مشکوۃ شریف صفحہ ۲۷۲ میں ہے۔ عن عکرمۃ عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن طعام المتباریین ان یوکل رواہ ابوداؤد۔ وعن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المتباریان لا یجابان ولا یوکل طعامہما قال الامام احمد یعنی المتعارضین بالضیافۃ فخرا وریاء۔ خلاصہ ان دونوں حدیثوں کا یہ ہے کہ جو لوگ فخر ومباہاۃ اور نام ونمود کے واسطے کھانا کھلاویں اور دعوت کریں تو ایسے لوگوں کا کھانا نہیں چاہئے۔ اور قرض کرنا ایسے کام کے لئے کہ جو

نہ سنت ہے نہ مستحب ہے نہ مباح ہے ہرگز درست نہیں۔ قرض کا ادا کرنا واجب ہوجاتا ہے اور یہ کام مباح بھی نہیں اور مرتکب ایسے افعال کا بلا شبہ مسرف ہے۔ بلکہ مبتدع ہے اور مال یتیم کا ظلم سے کھانا حرام ہے۔ قال اللہ تعالے ان الذین یاکلون اموال الیتمی ظلما انما یاکلون فی بطونہم نارا و سیصلون سعیرا۔ یعنی بیشک جو لوگ کھاتے ہیں مال یتیموں کا ظلم سے وہ کھاتے ہیں اپنے شکموں میں آگ کو اور عنقریب داخل ہونگے دوزخ میں۔ اور ثواب رسانی میں موتے کے طریق سلف کا اور آج تک متبعین سنت کا یہ ہے کہ عبادت مالی کا ثواب مثلا کنواں بناکر یا نقد یا لباس وغیرہ مساکین کو دیکر یا طعام فقرا کو دیکر بے مقرر کرنے کسی دن سوم چہلم کے یا عبادت بدنی کا مثل نفل نماز روزہ تلاوت قرآن مجید و ذکر اللہ و درود و سلام کے ایصال کر کے میت کو پہنچاتے ہیں واللہ اعلم بالصواب کتبہ الفقیر محمد حسین عفا اللہ عنہ +

فقیر محمد حسین — یقال لہ ابراہیم

جس طور پر امور مروجہ درج سوال ہیں بیشک ناجائز ہیں۔ مال یتیم کا کھانا حرام ہے۔ رسومات کی پابندی بدعت ہے۔ ہاں ایصال ثواب میت کو مال حلال سے یا کلمہ کلام سے جائز اور مستحسن ہے خواہ بطور تعیین یا لاعلی التعیین مگر وہ تعیین داخل دین قرار دینا اور امر مستحب پر اصرار بطور لزوم کرنا بیشک بدعت و گمراہی ہے۔ مطلق کو مقید اور مقید کو مطلق کرنا شرک فی النبوت ہے

کرامت اللہ

ہوالموفق — بوقت ہوجانے موت کے طعام پکوا کر کھلانا یا گھر گھر تقسیم کرنا جس طور پر کہ سوال میں مذکور ہے بلا شبہ حرام و ناجائز ہے اور ایسے طعام کا کھانا ممنوع ہے۔ اور ایسا کرنیوالا بلاشک مسرف ہے منتقے الاخبار میں ہے۔ عن جریر بن عبد اللہ البجلی قال کنا نعد الاجتماع الی اہل المیت وصنعۃ الطعام بعد دفنہ من النیاحۃ رواہ احمد۔ نیل الاوطار صفحہ ۳۲ جلد ۳ میں ہے۔ حدیث جریر اخرجہ ایضا ابن ماجہ و اسنادہ صحیح۔ و نیز اس میں ہے یعنی انہم کانوا یعدون الاجتماع عند اہل المیت بعد دفنہ و اکل الطعام عندہم نوعا من النیاحۃ لمافی ذلک من التثقیل علیہم وشغلتہم مع ماہم فیہ من شغلۃ الخاطر بموت المیت ومافیہ من مخالفۃ السنۃ لانہم مامورون بان یصنعوا لاہل المیت طعاما فخالفوا ذلک وکلفوہم صنعۃ الطعام لغیرہم انتہے۔ ایسے طعام کے کھانے کھلانے کی حرمت و ممانعت کتب فقہ حنفی میں بھی مصرح ہے۔ فتح القدیر وغیرہ میں ہے اتخاذ الطعام من اہل المیت بدعۃ مستقبحۃ لانہ شرع فی السرور لافی الشرور انتہے۔ اور دعا کا نفع موتے کو باتفاق علمائے سلف

وخلف رہ پہنچتا ہے اور عبادات مالیہ کا ہی ثواب موتی کو بالاتفاق پہنچتا ہے۔ اور عبادات بدنیہ کے ثواب پہنچنے میں اختلاف ہے۔ بعض علما کے نزدیک پہنچتا ہے اور بعض کے نزدیک نہیں پہنچتا ہے واللہ تعالے اعلم بالصواب کتبہ محمد عبدالرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ +

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تعزیہ داری کرنا اور بچوں کو طوق بیڑی پہنانا اور ماتم کرنا اور بھوسا اڑانا وغیرہ اور ذکر سوانح و وقائع شہادت وغیرہا میں سامان کرنا اور اس پر رونا اور رولانا اور اس کے واسطے انعقاد مجلس تعزیت کرنا موجب ثواب ہے یا باعث عقاب اور نوحہ اور مرثیہ خوانی کرنا کیسا ہے۔ اور یزید کے بارے میں کیا اعتقاد رکھنا چاہئے بینوا توجروا +

الجواب۔ تعزیہ داری علمداری ماتم کرنا بچوں کو طوق بیڑیاں پہنانا فقیر بنانا وغیرہ قرون ثلثہ مشہود لہا بالخیر سے ثابت نہیں جس کی خبر خیر امتی قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم میں ہے کما رواہ البخاری عن عمران بن الحصین۔ نہ کسی اصل شرعی کے تحت میں مندرج ہے نہ سلف و خلف صالحین کا اسپر عمل پس محض بدعت ضلالت واحداث فی الدین ٹھیرا جس کے عدم قبول اور رد ہونے پر رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ قول منقول ہے من احدث فی امرنا ہذا ما لیس منہ فہو رد۔ اور رونا آنکھوں سے آنسو بہانا خواہ بحالت نہایت مسرت ہو جیسے قدوم قادم کے وقت یا محتاجگی پر رونا یا بخیال سزائے حاکم یا استاد مربی وغیرہ کے رونا یا کسی کے صدمہ مفارقت جسمانی سے رونا اس میں کوئی مانع شرعی نہیں۔ محض محبت الٰہی میں رونا اسکے عذاب وعقاب ومحاسبہ کے ڈر سے رونا انبیاء مرسلین اور صالحین زاہدین سے ثابت ہے۔ ونیز کم ہنسنا اور زیادہ رونا آیہ کریمہ فلیضحکوا قلیلا ولیبکوا کثیرا سے واضح ہے۔ کسی حاکم عادل یا عزیز رشتہ دار یا استاد شفیق و مرشد برحق و پیشوائے دین کے انتقال و ذکر انتقال سے۔ بوجہ فرط حزن وملال رونا یا یاد آخرت سے رونا ممنوع نہیں ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا وفات ابراہیم بن ماریہ قبطیہ میں آبدیدہ ہونا منقول ہے۔ ایک مرتبہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک جنازہ کے ساتھ تشریف لے جانا اور قبر پر بیٹھ کر یاد آخرت وموت پر بہت رونا حضرت براء بن عازب رض سے مروی ہے اسی طرح آیۃ فکیف اذا جئنا من کل امۃ سن کر آنسو جاری ہونا حضرت عبداللہ بن مسعود رض سے مروی ہے۔ قرآن مجید کی تلاوت میں رونا اور رونا نہ آئے تو بتکلف رونا اس کا حکم بروایت حضرت

سعد بن ابی وقاص رضی عنہ ثابت ہے۔ خدا کے خوف سے ذرا سے آنسو نکل آنے پر جو فضیلت وارد ہے حدیث مرویہ حضرت عبداللہ بن مسعود میں موجود ہے بعد وفات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حضرت صدیق اکبر وفاروق اعظم رضی اللہ عنہما کا حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کی خدمت میں آنا اور انہیں روتا دیکھکر خود دونوں کا رونا روایت حضرت انس رضؓ میں مذکور ہے وقت معین پر ایصال ثواب فاتحہ و درود دے کرنا موجب اجر جزیل ہے مجمع مشروع میں میت کے اوصاف کمال و واقعات صحیحہ نتیجہ خیز مفید وقت بیان کرنا اور اس کے لئے نظماً ونثراً مغفرت مانگنا تعریف (جس کا وہ مستحق ہے) کرنا کسی زبان میں ہو اس کے جواز میں کلام نہیں ہاں نوحہ مشرکین جو عہد جاہلیت میں مروج تھا وہ ہرگز نہ چاہیئے وہ نہ میت کے لئے فائدہ رساں ہے اور نہ پسماندگان کے لئے مفید حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ راوی ہیں نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن المراثی وفی نسخۃ یعنی النوح۔ یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مراثی سے منع کیا۔ ابن ماجہ کے ایک نسخہ میں ہے مراد اس سے نوحہ ہے۔ حاصل یہ کہ مراثی سے مطلقاً مراثی مراد نہیں ہو سکتی ورنہ بہت سے صحابہ بلکہ خود آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے مراثی لکھے گئے۔ اور دین اسلام کا کوئی قاعدہ اسکے منع کا مقتضی نہیں۔ اسی بناپر شیخ جلال الدین ابوبکر رحمہ اللہ تعالے مشہور مصنف اسلام نے مصباح الزجاجہ میں بذیل حدیث مذکور فرمایا ہے۔ قال الخطابی انما کرہ من المراثی النیاحۃ علے مذہب الجاہلیۃ فاما الثناء والدعاء للمیت فغیر مکروہ لانہ رثی غیر واحد من الصحابۃ کثیرا من المراثی انتہے۔ اور کسی سیہ کار کے سوء خاتمہ وحسن خاتمہ کے یقینی علم نہ ہونے پر ہم اس کو لعنت کرنیکے لئے مامور ومجاز نہیں ہیں۔ اور رنج میں ترک لذائذ وتزئین ریائً بغیر خلوص کچھ مفید نہیں اور خلوص کے ساتھ تبنظر زہد ہو تو اس کا فضل معلوم ومسلم ہذا ماظہر لی واللہ سبحانہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔ العبد نعمانی عفی عنہ +

ہوالمصوب۔ واقعی رسم تعزیہ داری بدعت ہے۔ نہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پایا جاتا ہے نہ خلفاء کے زمانہ میں۔ بلکہ اس کا وجود قرون ثلثہ میں کہ مشہود لہا بالخیر ہیں منقول نہیں ہوا اور تا ایندم حرمین شریفین زادہما اللہ شرفا وتعظیما میں رائج نہیں ہے اور نہ کسی اصل شرعی کے تحت میں مندرج ہے پس یہ بدعت ضلالت ٹھیرا اور بدعت ضلالت کو اختیار کرنا لعنت خدا وملئکہ کا موجب اور رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی رنجیدگی کا باعث ہے۔ روی الطبرانی عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من احدث حدثا او آوی محدثا فعلیہ لعنۃ اللہ والملئکۃ والناس اجمعین لایقبل اللہ منہ صرفا ولا عدلا وروی البخاری ومسلم وغیرہما من اصحاب الصحاح عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من احدث فی امرنا ہذا مالیس منہ فہو رد وروی مسلم انہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شر الامور محدثاتہا وکل بدعۃ ضلالۃ۔ اور سینہ کو بی کرنا کپڑے پھاڑنا نوحہ کرنا خاک اڑانا

ہاں نوحہ یہ سب افعال منہیات وممنوعات سے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ لیس منا من حلق
وسلق وخرق ولیس منا من ضرب الخدود وشق الجیوب ولعن اللہ النیاحۃ۔ اور نفس بیان وقائع شہادت
اور اس پر رونا بشرطیکہ نوحہ وغیرہ سے خالی ہو درست ہے اور اسکے واسطے خاص مجلس منعقد کرنا
تشبہ روافض وکراہت سے خالی نہیں جیسا کہ جامع الرموز میں ہے۔ اذا اراد ذکر مقتل الحسین
ینبغی ان یذکر اولا مقتل سائر الصحابۃ لئلا یشابہ الروافض کما فی العون۔ اور صراط المستقیم میں ہے
ذکر قصہ شہادت بعقد مجلس بایں قصد کہ مردم بشنوند وتاسفہا نمایند وگریہ وزاری کنند ہرچند در نظر ظاہر
خللے دراں ظاہر نمی شود اما فی الحقیقت ان ہم مذموم ومکروہ است انتہی۔ اگر مرثیہ میں احوال
واقعی ہوں پس اس قسم کے مرثیوں کو پڑھنا اور سننا کچھ مضائقہ نہیں رکھتا۔ یزید کے بارے میں بعض
کہتے ہیں کہ باتفاق مسلمانوں کے وہ امیر ہوا تھا۔ اس کی طاعت امام علیہ السلام پر واجب تھی حالانکہ
اس کی خلافت پر مسلمانوں کا اتفاق نہ ہوا اور ایک جماعت صحابہ رضہ واولاد صحابہ رضہ نے اسکی
بیعت نہیں کی اور جن حضرات نے بیعت کی تھی جب ان کو اس کے فسق وفجور کا حال معلوم
ہوا خلع بیعت کرکے مدینہ میں واپس آگئے۔ اور بعض قائل ہیں کہ یزید نے امام علیہ السلام کے قتل
کا حکم نہیں دیا تھا۔ اور نہ اس فعل سے راضی تھا۔ یہ بھی باطل ہے۔ قال العلامۃ التفتازانی فی
شرح العقائد النسفیۃ والحق ان رضی یزید بقتل الحسین واستبشاره بذلک واہانۃ اہل بیت النبی
صلی اللہ علیہ وسلم مما تواتر معناه وان کان تفاصیلہ احادا انتہی۔ اور بعض کہتے ہیں کہ قتل امام
علیہ السلام گناہ کبیرہ ہے نہ کفر اور نہ لعنت مخصوص بکفار ہے نازم بایں فطانت نہیں جانتے
ہیں کہ کفر ایک طرف خود ایذاء رسول الثقلین کیا اثر رکھتا ہے۔ قال اللہ تعالے ان الذین
یؤذون اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والآخرۃ واعد لہم عذابا مہینا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اسکے
خاتمہ کا حال معلوم نہیں شاید اس نے اس کفر ومعصیت کے بعد توبہ کی ہو وقت موت کے
تائب ہوگیا ہو۔ امام غزالی کا احیاء العلوم میں اسی طرف رجحان ہے جاننا چاہیے کہ توبہ کا
احتمال ہی احتمال ہے والا اس بے سعادت نے اس امت میں وہ کچھ کیا ہے کہ کسی نے نہیں
کیا۔ شہادت امام حسین واہانت اہل بیت کے بعد مدینہ منورہ کی تخریب واہالیان مدینہ کی شہادت
وقتل کے واسطے لشکر بھیجا۔ تین روز تک مسجد نبوی بے اذان ونماز رہی۔ من بعد حرم مکہ میں لشکر
کشی کرکے عین حرم مکہ میں عبداللہ بن زبیر کو شہید کرایا اور انہیں مشاغل میں تھا کہ اس کی موت آگئی
اس جہان کو پاک کیا۔ اور اسکے بیٹے معاویہ نے برسر منبر اس کی برائیاں بیان کیں۔ واللہ اعلم
بما فی الضمائر۔ اور بعضے سلف واعلام امت سے اس شقی پر لعن تجویز کرتے ہیں چنانچہ علامہ
تفتازانی نے کمال جوش وخروش کے ساتھ اس پر اور اس کے اعوان پر لعنت کی ہے اور

بعضوں نے اس معاملہ میں توقف کیا ہے پس مسلک اسلم یہ ہے کہ اس شقی کو مغفرت و ترحم سے ہرگز یاد نہ کرنا چاہیئے۔ اور اس کے لعن سے کہ عرف میں مختص بکفار ہے اپنی زبان کو روکنا چاہیئے جیسا کہ قصیدہ امالیہ میں ہے ؎

ولم یلعن یزید ابعد موت　　سوی المکثار فی الاغراء غال

واللہ اعلم بالصواب حررہ تراب اقدام اولیاء الباری محمد عبد الهادی الانصاری بن مقبول من رفع السماء بغیر عمد مولانا علی محمد بن خاتم الفقهاء والمحدثین مولانا محمد معین بن سید المخصصین مسند المحدثین مولانا محمد مبین اوصلهم اللہ فی اعلی علیین وافاض علینا من برکاتهم و برکات مشائخهم الکرام

محمد عبد الهادی

تعزیہ بنانا اس میں شریک ہونا اس پر چڑھاوہ چڑھانا یا منت ماننا ان ایام عشرہ محرم میں ذکر شہادت حسنین کرنا رونا پیٹنا چلانا نوحہ کرنا کپڑے پھاڑنا یہ سب نادرست ہے اور بدعت سیئہ اور یزید کو برا کہنا خلاف احتیاط ہے۔ فقط واللہ اعلم بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

رشید احمد ۱۳۰۱

تعزیہ داری کرنا وغیرہ امور مذکورہ فی السوال ناجائز و بدعت ہیں اور موجب عقاب۔ اور یزید اپنے کئے کو پہنچ گیا اب اس پر لعنت کرنا اس کو گالی دینا برا کہنا نہ چاہیئے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ لاتسبوا الاموات فانهم قد افضوا الی ما قدموا رواہ البخاری کذا فی بلوغ المرام واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ الراقم سید محمد عبد السلام غفرلہ +

سید محمد عبد السلام

سوال۔ اگر کوئی شخص دار الاسلام سے لونڈی خرید کر کے لاوے یا اسی ملک میں خریدے تو اس کے ساتھ جماع کرنا جائز ہے یا نہیں۔ ایک شخص (زید) نامی کہتا ہے کہ دار الحرب میں بغیر نکاح کئے مجامعت جائز نہیں ہے۔ اور دوسرا شخص (بکر) نامی کہتا ہے کہ نکاح کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لونڈیوں سے نکاح کرنے کو منع فرمایا کہ [illegible] غلام ہوگی کذا فی اغاثۃ اللہفان [illegible] امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ تو یہ آنحضرت کا منع کرنا سب مسلمانوں کے حق میں ہے [illegible] ہو یا دار الحرب تو دار الحرب والے کو لونڈیوں سے نکاح کرنا چاہیئے یا نہیں [illegible]

مترجمہ ڈپٹی نذیر احمد خان دہلوی و ترجمہ قرآن مجید مترجمہ مرزا حیرت دہلوی ایڈیٹر کرزن گزٹ و سکریٹری اسلامیہ پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ کمپنی دہلی میں کس کا ترجمہ فصیح ہے بینوا توجروا +

الجواب - واضح ہو کہ لونڈی شرعی جہان خریدے بعد استبرا ایک حیض کے اُس سے صحبت کر سکتا ہے۔ نکاح تو ملک بضعہ کیواسطے ہوا کرتا ہے۔ لونڈی میں تو ملک بضعہ بھی ہے اور ملک رقبہ بھی جو کہ نکاح سے حاصل نہیں ہوتا تو مالک لونڈی کے واسطے لونڈی سے نکاح کرنا تحصیل حاصل ہے ہاں لونڈی کو آزاد کر کے نکاح کر سکتا ہے اور حدیث میں جو ممانعت ہے وہ مالک لونڈی کے واسطے نہیں ہے۔ کیونکہ اس کو تو نکاح کی ضرورت نہیں وہ غیروں کے لئے ممانعت ہے۔ اور ممانعت کا سبب یہ ہے کہ لونڈی کافرہ اکثر ہوا کرتی تھی۔ اگرچہ وہ اسلام لاتی تھی مگر خصلت و عادت آبائی ان کی دل میں مستقر رہتی تھی اس لحاظ سے ممانعت تھی۔ کہ اختلاط سے عقیدہ مین نہ فرق آجائے۔ اللہ تعالے خود لونڈی سے نکاح کرنے کو حکم فرماتا ہے۔ ولامۃ مومنۃ خیر من مشرکۃ تو ہر حال ہی شخص نکاح کر سکتا ہے جو مالک لونڈی کا نہ ہو بشرطیکہ وہ مومن ہو جیسا کہ اللہ پاک نے قرآن میں کہدیا۔ واضح ہو کہ ہندوستان میں جو لوگ کہ قحط وغیرہ میں لونڈی خرید لیتے ہیں یہ لونڈی بھی شرعی نہیں ہوتی ان سے صحبت حرام و زنا ہے۔ لونڈی شرعی جو کہ جہاد میں پکڑ کر آئے یا اس کی نسل سے چلی آتی ہو وہ لونڈی ہوگی۔ ورنا سوائے اسکے لونڈی شرعی نہیں ہے واللہ اعلم بالصواب۔ جواب سوال ثانی۔ ترجمہ ہر دو صاحبان مذکور فصاحت اردو میں اچھا ہے مگر میں نے اول سے آخر تک ترجمہ نہیں دیکھا ہے کہ کس کو ترجیح دوں مگر ہر دو صاحبان نے فصاحت خرچ کر کے مقاصد و مطالب قرآن کو بگاڑ دیا کہ جس کو عام لوگ نہیں سمجھ سکتے قرآن کا ترجمہ شاہ رفیع الدین شاہ عبد القادر و شاہ ولی اللہ صاحب سے بڑھ کر کسی کا نہیں ہو سکتا ہے۔ ان لوگوں نے الفاظ قرآن و معانی کی پیروی کی ہے۔ اور ان لوگوں نے فصاحت اردو خرچ کی ہے۔ تھوڑے دنوں میں قرآن کو مثل انجیل وغیرہ کے کر دیں گے واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ السید محمد عبد الحفیظ عفی لہ

سید محمد عبد السلام غفرلہ	ہذا الجواب صحیح	سید محمد عبد الحفیظ
	سید محمد ابو الحسن	الجواب صحیح

سوال - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا نکاح عمر کی دختر ہندہ سے چار برس گزرے

منعقد ہوا تھا۔ زید سے بروقت نکاح یہ شرط لکھالی تھی کہ ہندہ بخانہ والدین رہے گی بلا رضا ہندہ
اپنے گھر نہ لیجاؤں گا مگر ہندہ روز شادی سے بخانہ شوہر رہی۔ پدر ہندہ ایک یوم کو لے گیا
عند الطلب زید نے نہ بھیجا۔ مجبوراً زید نے دعوے بازوئے عورت دائر کیا۔ عمر نے عدالت میں عذر
کیا کہ شرط نوشتہ نکاح پر عمل ہو۔ شرط مذکور عدالت سے فاسد قرار پا کر ڈگری بازوئے عورت
صادر ہوئی۔ عمر نے اپیل کیا اپیل بھی خارج ہوا۔ بعدہ عمر نے دعوے طلاق بدیں نمط دائر کرایا
کہ پوسنے دو سال ہوئے جب طلاق دیدی تھی مگر طلاق بھی خارج ہوئی۔ اب دعوے مہر کیا ہے
تا وقتیکہ مہر ادا نہ ہو عورت نہ جاوے اب عذرات زید و تمہید سوال پر حکم شرع صادر ہو۔ کابین نامہ
مہر معینہ مصرح نہیں ہے نہ معجل ہے اور نہ مؤجل اور عند الطلب لکھا ہے تا وقتیکہ فسخ نکاح
نہ ہو۔ واجب الادا نہیں ہے۔ گیارہ ماہ سے مقدمات دائر ہیں۔ اگر عذر مہر تھا تو عدالت ابتدائی
میں کرنا تھا۔ ہر دعوے عمر بنیت نقیض سے ہے۔ مسماۃ چار برس تک میری زوجیت میں رہی۔ اور
دو اولادیں بھی ہوئیں۔ اگر معجل بھی ہوتا تو اس موقع پر مؤجل تصور کیا جاتا۔ اور مقابل شوہر
میں اعتراض واجب نہیں ہوتا۔ متعاوضہ مہر معینہ جائداد زرعی زید مکفول کرالی ہے اور یہ بھی
لکھالیا ہے کہ تا ادائے مہر زمین مکفولہ تصفیہ و اختیار مسماۃ کے رہے گی۔ مسماۃ کے
خاندان میں آج تک یہ دستور نہیں رہا کہ مہر پہلے ادا کیا جاوے۔ پس اب یہ عذر کہ مہر لیکر بخانہ
شوہر آوے شرعاً کیسا ہے فقط +

الجواب ۔ مخفی نہ رہے کہ اس صورت میں کہ جب تصریح اس امر کی نہیں کی گئی کہ مہر معجل یا
مؤجل عند الطلب ہے۔ تو عرف کا اعتبار کیا جائے گا۔ یعنے دیکھا جائے گا کہ ایسی صورت
میں مہر معجل ہوتا ہے یا مؤجل۔ اور چونکہ مسماۃ کے خاندان میں مہر معجل کا دستور نہیں ہے
اس لئے یہ مہر بھی مؤجل قرار دیا جائے گا۔ کیونکہ ایسے امور میں اعتبار عرف کا کیا گیا ہے
چنانچہ قرآن شریف میں بھی اکثر جگہ عرف کا اعتبار کیا گیا ہے۔ اور بنا بر اسی اعتبار عرف کے
فقہا نے لکھا ہے۔ المعروف کالمشروط۔ شرح وقایہ میں ہے۔ ولفظ المختصر والمؤجل
ان بینا فذاک والا فالمتعارف۔ عمدۃ الرعایہ میں ہے والا فالمتعارف ای ان لم یبینا ان الکل
معجل او مؤجل والان بعضہ مؤجل وبعضہ معجل ینظر الی المسمی والی المرأۃ ان مثل ہذہ المرأۃ کم یکون
لہا من ہذا المسمی معجلا وکم یکون مؤجلا۔ وما ذکر فی مجموع النوازل انہ یعطی لہا بنصف المہر معجلا
فانما ذلک بناء علی عرف اہل سمرقند فانہم یعجلون النصف کذا فی الذخیرۃ۔ پس ایسی صورت میں
کہ کچھ معجل اور کچھ مؤجل ہوتا ہے۔ اور اس امر کی تصریح نہ کرنے سے عرف کا اعتبار کیا جاتا
ہے۔ اور صورت مسئولہ میں جبکہ معجل کا دستور بالکل نہیں ہے اسلئے یہ مہر کل مؤجل قرار

دیا جائیگا البتہ صورت میں عورت کا یہ عذر کہ جب تک مہر نہ لیلے بجانہ شوہر نہ جائے صحیح نہیں ہے شرح وقایہ میں ہے۔ ولا لو اجل کلہ فانہ لو اجل الکل فقد سقط حقہا فلا یکون لہا منع النفس لاخذہ۔ اور چونکہ اس مہر میں تعیین مدت کی ہی نہیں ہے اور نہ عند الطلب ہے اس سلئے شوہر پر اس وقت ادا کرنا واجب نہیں ہے تا وقتیکہ طلاق یا موت نہ واقع ہو۔ فتاوے عالمگیری میں ہے۔ وان کان (تاجیل المہر) لا الے غایۃ معلومۃ فقد اختلف المشائخ فیہ قال بعضہم یصح وہو الصحیح وہذا لان الغایۃ معلومۃ فی نفسہا وہو الطلاق او الموت الا یری ان تاجیل البعض صحیح وان لم ینصا الے غایۃ معلومۃ کذا فی المحیط واللہ اعلم کتبہ محمود عفا اللہ عنہ +

سید محمد نذیر حسین ۱۲۸۱	سید محمد عبد السلام غفر لہ ۱۲۹۹	سید محمد ابو الحسن ۱۳۰۰

سوال - کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے بٹہ کا نکاح کیا جس کو شرع میں شغار کہتے ہیں۔ لیکن اس نے مہر مقرر کیا ہے اور ہر دو نکاح میں پندرہ سولہ روز کا فاصلہ ہی ہوا ہے اور وہ اس مسئلہ کو جانتا ہی نہ تھا اس سے بالکل جاہل تھا۔ اب شرع شریف میں وہ نکاح درست رہا یا مثل مہر یا نکاح جدید کی حاجت پڑتی ہے بینوا بالدلیل توجروا بالاجر الجزیل +

الجواب - نکاح مذکور صحیح و درست ہے کیونکہ صورت نکاح مذکورہ میں شغار نہیں کہا جاتا۔ شرع شریف میں جیساکہ آگے بیان ہوتا ہے۔ قال فی مجمع البحار ہو نکاح فی الجاہلیۃ کان الرجل یقول شاغرنی ای زوجنی اختک او بنتک او من تلی امرہا حتی ازوجک من الے امرہا بلا مہر ویکون بضع کل واحدۃ بمقابلۃ بضع الاخری من شغر الکلب اذا رفع احدی رجلیہ لیبول لارتفاع المہر انتہی وعن ابن عمر رض ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نہی عن الشغار والشغار ان یزوج الرجل ابنتہ علے ان یزوجہ الاخر ابنتہ لیس بینہما صداق رواہ البخاری قال فی القاموس بلا صداق کل واحدۃ بضع الاخری۔ اب جب ثابت ہوا کہ شغار اس کہتے ہیں کہ جس میں دونوں طرف سے مہر نہ ہو جیساکہ ہم نے حدیث شریف سے یعنی من قول لیس بینہما صداق اور لغت سے یعنی من قول بلا مہر بیان کیا تو اب نکاح مذکور صحیح وثابت ہوا اس سلئے کہ جب مہر مقرر کیا گیا تو اسکو شغار نہ کہا جاویگا شرع میں جیساکہ کہا امام نووی نے وصورۃ الواضحۃ زوجتک بنتی علی ان تزوجنی بنتک وبضع کل واحدۃ صداق للاخری فیقول قبلت انتہی۔ اور جو لوگ کہتے ہیں کہ یہ تفسیر حدیث کی یعنی لیس بینہما صداق تفسیر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نہیں ہے بلکہ یہ تفسیر اصحابی وغیرہ سے ہے۔ سو اس میں کچھ حرج ومضائقہ نہیں کیونکہ اس میں دونوں احتمال ہیں۔ تو اگر تفسیر

رسول اللہ صلعم کی ہے تو فہو المراد۔ اور اگر صحابی کی ہے تو وہ بھی مقبول ہے کیونکہ وہ صاحب لسان ہے۔ کما قال الحافظ ابن حجر فی الفتح قال القرطبی تفسیر الشغار صحیح موافق لما ذکرہ اہل اللغۃ فان کان مرفوعا فہو المقصود وان کان من قول الصحابی فمقبول ایضا لانہ اعلم بالمقال انتہی۔ الغرض کہ نکاح مذکور درست بلاشبہ ہے۔ اسلئے کہ اس کو شغار نہیں کہتے اور مہر مثل و نکاح جدید کی کچھ حاجت نہیں ہے۔ کیونکہ مہر تو دونوں طرف سے مقرر تھا۔ ہاں اگر مہر اس وقت مقرر نہیں ہوا تو پھر بھی بعض علماء کے نزدیک فسخ نہیں ہوتا جیسا کہ مذہب امام مالک کا ہے ایک روایت میں اور یہی مذہب ہے امام اوزاعی کا کما قال فی الفتح وفی روایۃ مالک یفسخ قبل الدخول لا بعدہ وحکاہ ابن المنذر عن الاوزاعی انتہی وقال فی المحلی شرح موطا وروی عن عطاء ابن ابی رباح قال یقران علی نکاحہما ویجعل لہما صداق المثل انتہی۔ وذہب الامام ابو حنیفہ الی صحتہ ووجوب مہر المثل وہو قول الزہری ومکحول والثوری واللیث وروایۃ عن الامام احمد واسحق وبہ قال ابو ثور وابن جریر کذا فی الفتح والنووی۔ اور جو حدیث سنن ابی داؤد میں ہے کہ دو شخصوں نے نکاح کیا بٹہ برا اور مہر بھی کیا تو حضرت معاویہ نے ان کو منع کیا اور امر کیا تفریق کا تو جواب اس کا یہ ہے کہ اول تو یہ رائی ہے حضرت معاویہ کی اور مخالف ہے لغت کے اور صحیح حدیث کے اگرچہ وہ تفسیر صحابی کی ہے مگر لغت عرب کے تو موافق ہی کہ شغار اس کو نہیں کہتے۔ شغار وہ ہے جو کہ مہر معین نہ ہو جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا قول مجمع البحار سے یعنے ہونا شغار بلا مہر۔ اور دوسرا یہ کہ انہوں نے مہر دہی کیا ہوگا۔ یعنے بضع احد للآخر بلا مہر یعنے حدیث کی عبارت یوں ہوگی وجعلا الشغار صداقا۔ الغرض کہ نکاح مذکور درست ہے تطویل کرنے کی کچھ حاجت نہیں ہے۔ وما علینا الا البلاغ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔ حررہ العبد الضعیف ابو محمد عبد الوہاب الجنگوی الفنجابی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی +

سید محمد نذیر حسین ۱۲۸۱	خادم شریعت رسول الثقلین محمد تلطف حسین ۱۲۹۲

اصاب من اجاب

زشرف سید کونین شد شریف حسین ۱۲۹۳	فضل حق عفی عنہ پنجابی

الجواب صحیح ورائے نجیح

محمد طاہر سلہٹی

سوال ۔ (۱) جو شخص اللہ کو واحد اور محمد کو رسول برحق جانے اور قیامت وغیرہ اعتقادی امور کو مانتا ہے شرک نہیں کرتا اور نماز کو بھی فرض جانتا ہے مگر نماز تمام عمر نہیں پڑہتا وہ شخص مسلمان ہے یا کافر۔ (۲) جمعہ کے روز جب امام خطبہ پڑہتا ہوا اور کوئی شخص باہر سے آکر السلام علیکم کہے تو یہ السلام علیکم کہنا یا اس کا جواب دینا جائز ہے یا منع ہے۔ (۳) فاتحہ خلف الامام فرض ہی یا واجب یا سنت یا مستحب (۴) اگر ایک گاؤں میں دو مسجدیں ہو ویں تو ان میں علیحدہ علیحدہ نماز جمعہ پڑہنی جائز ہے یا نہیں یا ایک میں ہی جمعہ پڑہنا چاہیے+

الجواب :- واضح ہو کہ جو شخص اللہ کو واحد جانتا ہے اور محمد صلعم کو رسول مرسل مانتا ہے اور امور اہتمام واعتقادیہ کا اقرار کرتا ہے تو وہ بیشک مسلم ہے۔ کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ اس کو کافر کہے۔ مگر ہاں جس قدر کہ رسول صلعم نے تارک صلوٰۃ کو کافر کہا اس قدر ہم بھی تارک صلوٰۃ کو کافر کہہ سکتے ہیں سوائے اس کے زیادہ علم کہ وہ سرے سے مسلمان ہی نہیں ہے یہ نہیں لگا سکتے اور یہی مذہب امام احمد کا بھی ہے۔ واللہ اعلم
جواب سوال دوم۔ جس وقت خطیب خطبہ پڑہتا رہے اس وقت سلام نہیں کہنا چاہئے کیونکہ سلام کہنا سنت ہے اور خطبہ کا سننا فرض ہے تو سلام کہنے والے نے فرض کو ترک کیا لہذا خطبہ کے وقت سلام نہیں کہنا چاہئے اور اگر کسی نے سلام کہا تو سننے والا چپکے سے جواب دیدے واللہ اعلم۔ جواب سوال سوم۔ فاتحہ خلف امام پڑہنا فرض ہے۔ بغیر فاتحہ پڑھے ہوئے نماز نہیں ہوتی تمام کتب احادیث میں مرقوم ہے واللہ اعلم۔
جواب سوال چہارم۔ جائز ہے لیکن اولی یہ ہے کہ ایک ہی مسجد میں جمعہ ادا کیا جاوے تاکہ جماعت بڑی ہو واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ السید محمد عبد الحفیظ غفرلہ+

سید محمد نذیر حسین ۱۲۸۱	سید محمد عبد السلام غفرلہ ۱۲۹۹	سید محمد ابوالحسن ۱۳۰۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سازآبا دخدایا دل ویرانے را — یا مدہ مہر بتان ہیچ مسلمانے را

مخفی نہ رہے کہ حقیقت تقلید کی علماء حنفیہ متاخرین کے نزدیک عبارت اس سے ہے کہ کلام کسی غیر معصوم کا اپنے اوپر بلا دلیل شرعی کے لازم کرلینا اور اس کو مستحکم پکڑنا حالانکہ یہ طریق مذموم تشریع جدید مخالف حکم خدا تعالی ہے اسلئے کہ بندگان خدا مامور ومجبور ہیں۔ اوپر التزام احکام وکلام خدا ورسول کے ہیں نہ غیر کے چنانچہ سورہ یوسف وغیرہ میں خدا فرماتا ہے ان الحکم الا للہ اسی التزام کلام غیر پر اللہ تعالے نے اہل کتاب کو الزام دیا اور رد کیا۔ چنانچہ سورہ توبہ میں فرماتا ہے۔ اتخذوا احبارہم علماء الیہود ورہبانہم عباد النصاری اربابا من دون اللہ۔ کذا فی التفسیر الجلالین والتفسیر البیضاوی والتفسیر الکبیر وغیرہ پس عباد اللہ پر اطاعت خدا اور رسول کی واجب ہے نہ غیر کی چنانچہ خدا تعالے سورہ محمد میں فرماتا ہے اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول ولا تبطلوا اعمالکم

اور سورہ نساء میں فرماتا ہے اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الآخر الآیۃ۔ اور بغور ملاحظہ کرو کہ مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی علیہ الرحمۃ تحت اسی آیت مذکورہ کے تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں کہ اطاعت امام مشروط و مقید است بہمان چیزہا کہ معصیت آنہا از شرع معلوم نباشد والا اطاعت فرض نمی ماند و رجوع باحکام قران ہوا و امر و نواہی پیغمبر خدا صلعم باید نمود۔ اور اسی تفسیر عزیزی مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۱۲۸ میں مولانا علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں تحت آیت بل نتبع ما الفینا علیہ آباءنا کے کہ درین آیت اشارہ است بابطال تقلید و طریق اول آنکہ از مقلد باید پرسید کہ ہر گاہ تقلید می کنی نزد تو محقق است یا نے اگر محقق و رامی شناسی پس با وجود احتمال مبطل بودن او چرا در تقلید می کنی و اگر محقق بودن او را می شناسی پس بکدام دلیل می شناسی اگر بتقلید دیگری شناسی سخن دران خواہد رفت و تسلسل لازم خواہد آمد و اگر بعقل می شناسی پس آن را چرا در معرفت حق صرف نمی کنی دعاء تقلید برخود گوارا میداری طریق دوم آنکہ کسے را کہ تقلید می کنی اگر این مسئلہ را او ہم بتقلید دانستہ است پس تو و او برابر شدید او را چہ ترجیح ماند کہ تقلید او می کنی و اگر او بدلیل دانستہ است پس تقلید وقتی تمام می شود کہ تو ہم آن مسئلہ را بہمان دلیل بدانی والا مخالف او باشی نہ مقلد او و چون تو ہم آن مسئلہ را بدلیل دانستے تقلید ضائع شد۔ تمام ہوئی عبارت تفسیر عزیزی کی اور اسی طرح امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں تم بھی تفسیر عزیزی اور تفسیر کبیر کو بچشم خود دیکھنا کہ تم کو یقین ہو جائے۔ ع شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔ تم لوگ ادنی دُنیا کے مقدمہ کیلئے تو لندن پہنچتے ہو اور مقدمہ دین متین سے سراسر غافل نہاد ہو۔ ع غم دین خور کہ غم غم دین است۔ اور مضمون اس آیت کریمہ ماذا اجبتم المرسلین سے تم سے قیامت میں پرسش ہوگی الحمد للہ کہ در مولانا تین تین ترجمہ کا قرآن شریف چھپ گیا اور قیمت اسکی تین روپیہ یا چار روپے ہے اور خداوند کریم سورہ قمر میں فرماتا ہے۔ لقد یسرنا القرآن للذکر فہل من مدکر۔ ترجمہ اردو میں اس کے سننے سے واقف ہو جاؤ اور ہم ایسے مقلد مثل شتر بے مہار کے نہیں ہیں کہ ہر کسی کی بات بلا دلیل مان لیں۔ ہم تو رعیت اور محکوم خدا و رسول کے ہیں چنانچہ سورہ حشر میں فرماتا ہے ما آتکم الرسول فخذوہ وما نہٰکم عنہ فانتہوا ؀

خیالات نادان خلوت نشین ۔۔۔ بہم برکند عاقبت کفر و دین

علامہ محب اللہ بہاری اپنی کتاب اصول مسلم الثبوت میں فرماتے ہیں۔ لا واجب الا ما اوجبہ اللہ تعالیٰ لہ ولم یوجب علی احد ان یتمذہب بمذہب رجل من الائمۃ فایجابہ تشریع شرع جدید انتہی مافی مسلم الثبوت وشرحہ لمولانا بحر العلوم لکھنوی۔ اور امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ مجتہد مطلق بلا ریب ہیں لیکن یہ بھی ان کے ساتھ دامن گیر ہے کہ المجتہد یصیب ویخطئ۔ اسی بنا پر یہ مصرع موزون ہے ع متاع نیک ہر دوکان کہ باشد۔ اور جس قیاس کا مقیس علیہ امر واقع ہے۔ وہ قیاس صحیح اور قابل عمل ہے اور جس کا

بقیس علیہ صحیح اور واقع نہیں ہے وہ حجت اور قابل عمل نہیں۔ یہ چند سطریں بطور نمونہ مشتے از خروارے پیش نظر مولوی احیاء الحق صاحب نشو نما ہوں گی۔ اندکے باتو بگفتم و بدل ترسیدم کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است زیادہ سلام خیر الختام۔

سید محمد نذیر حسین

مسئلہ مسجد بنا کی ہوئی زانیہ کی حکم زمین مغصوب میں ہے اور پڑھنا نماز کا زمین مغصوب مختلف فیہ ہے لیکن قول صحیح میں جائز ہے جیسا کہ مسلم الثبوت و شرح اس کی میں مذکور ہے اور اسی جواز پر قول امام ابو یوسف کا مذکور ہے۔ فتاوی عالمگیری میں ہے۔ قال ابو یوسف اذا غصب ارضا فبنی فیہا مسجدا او حماما او حانوتا فلا بأس بالصلوۃ فی المسجد انتہی ما فی الفتاوی العالمگیریۃ فی الباب الخامس فی آداب المسجد۔ اس صورت میں اس مسجد کو حکم مسجد کا ہوگا ادائے نماز میں ہدم اس کا روا نہیں۔

سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک دکان کے فارم بر نام حامد محمود کا پڑتا تھا جو آپس میں باپ بیٹے ہیں باپ محمود اپنے بیٹے حامد کو بقدر ضرورت خانہ داری چالیس پچاس روپیہ دیا کرتا تھا۔ اور شادی و غمی میں بھی خرچ کیا کرتا تھا۔ اب بقضائے الٰہی حامد فوت ہوگیا اس کی اولاد شرکت دکان کا دعوے کرتی ہے آیا ایسی حالت میں وہ شریک دکان شمار کیا جاوے گا یا محض اس کے والد کی دکان سمجھی جاوے گی بینوا توجروا +

الجواب - در صورت مسئول عنہا عقد شرکت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ انعقاد عقد شرکت میں اختلاط راس مال کا طرفین سے ضرور ہے منعقد ہونے میں عقد شرکت کے کہ اس پر ربح متفرع ہو اور سوال سائل سے یہ قید معرا و خالی ہے اور نیز عقد شرعی میں ایجاب و قبول رکن عقد ہوتا ہے یہ ایجاب و قبول بھی سوال سائل میں مفقود ہے پھر کیونکر عقد شرکت متصور ہو کہ پسر مستحق نصف مال تجارت پدر کا ہو الشرکۃ وہی شرعا ما یحدث بالاختیار بین اثنین فصاعدا من الاختلاط لتحصیل الربح و قد یحصل بغیر قصد کالارث انتہی۔ ما فی فتح الباری من باب الشرکۃ من صحیح البخاری۔ اور باپ نے جو کچھ خرچ اخراجات بقدر حاجت روائی کے بیٹے کا معمول کر رکھا تھا وہ بطور مدد معاش کے تھا نہ بطریق حصہ نصفی شرکت کے۔ اولاد سعادتمند فرمانبرداری اور کارگذاری اور بہبودی والدین سے کے منقوش خاطر رکھتی ہے۔ اور معاملہ میں نام فرضی درج کرنا پسر کلاں کا واسطے تمیز و جاہت و اعتماد اسکے سے کے سوداگروں میں معمول ہو رہا ہے نہ بطریق شرکت کے کما لا یخفی علی الماہر بالعرف واللہ اعلم بالصواب فاعتبروا یا اولی الالباب +

سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سماۃ فہیمن و رحیمن و کریمن و نصیبن نے اپنا مکان غیر مقسومہ قیمتی سو روپیہ کا جو کہ بذریعہ ترکے کے حاصل ہوا تھا بدست قادر خان برادر اپنے بیع کیا - اور بیع کے بیام د قرار داد میں صرف فہیمن تھی کیونکہ سماۃ مذکورہ سب کی بزرگ تھی یعنی کریمن و نصیبن کی دادی اور رحیمن کی پھوپھی تھی - لیکن چاروں بالغہ وقت تحریر قبالہ کے حاضر تھیں اور اجازت میں بھی شامل تھیں مشتری کو حسب قانون سرکاری یعنی بعد اشتہار وغیرہ کے قبضہ دلایا گیا اور اندراج نام سرکار میں کر دیا گیا - بعد ازاں قادر خان مشتری نے مکان مذکور کو اپنے بیٹے بہادر خان کو ہبہ کر دیا - بہادر خان نے از سرنو مکان کو تعمیر کیا - بعد اوس کے بہادر خان حین حیات قادر خان پدر اپنے کے فوت ہو گیا اس نے ایک بیٹی سماۃ حکیمن اور رباب قادر خاں کو چھوڑا جو کچھ کہ قادر خان کو ترکہ ملا تھا اس نے اپنی پوتی حکیمن کو ہبہ کر دیا - حکیمن اور اس کے شوہر نے اپنی ملکیت تصور کر کے عمارت عظیم الشان تیار کرائی - اب بعد انقضائے عرصہ بیس پچیس سال کے و بعد انتقال کریمن و فہیمن رحیمن و شوہر نصیبن نے یہ دعوے کیا کہ سماۃ فہیمن نے بدون اطلاع رحیمن و کریمن و بحالت نابالغی نصیبن کے مکان مذکور فروخت کر دیا زمین واپس دلائی جائے آیا یہ دعوے رحیمن و شوہر نصیبن کا بعد انقضائے مدت مدید و خاموش رہنے ہر ایک مدعیان کے وقت تکمیل قبالہ کے کہ بذریعہ اشتہار سرکاری کے تمام مشتہر کیا گیا و نیز مکان توڑ کر کے جدید تیار کیا گیا اور ہر خاص و عام کو معلوم ہو گیا مقبول ہو گا یا بر قول فقہائے کرام کے " لو باع عقارا او غیرہ وامرأته اواحد اقاربه حاضر یعلم به ثم ادعی ابنه مثلا انه ملکه لا تسمع دعوه وجعل دعوه کالا فصلح قطعا للتزویر و یرد الحیل بخلاف الاجنبی فان سکوته ولو جارا لایکون رضا الا اذا سکت الجار وقت البیع والتسلیم وتصرف المشتری فیه زرعا وبناء فلا تسمع دعوه علی ما علیه الفتوے قطعا للاطماع الفاسدة انتہی ما فی الشامی " مردود و غیر مقبول ہو گا - و بر تقدیر قبول دعوے مدعیان بحالت عدم ثبوت اجازت و علم دیگر بائعان و نابالغیت نصیبن جیسا کہ مدعیان کا دعوے ہے مکان حکیمن و شوہر حکیمن کا کہ لاکھوں روپیہ کی عمارت سے منہدم کر کے اراضی کہ جس کی قیمت سو یا دو سو روپیہ کی ہو گی دلائی جائے گی یا قیمت مکان سابق جو کہ معرض بیع کا تھا بنا بر قول فقہائے عظام والبیع الباطل لایفید ملک التصرف ولو ہلک المبیع فیه فیکون امانة عند بعض المشائخ لان العقد غیر معتبر فبقی القبض باذن المالک وعند البعض یکون مضمونا لانه لایکون ادنے حالا من المقبوض علی سوم الشراء قیل الاول قول ابی حنیفة والثانی قولهما انتہی اور بصورت نہیں دلائے جانے قیمت کے بلکہ وہی زمین جو کہ متنازعہ فیہ ہے جس قدر کہ مکان ہدم کرنے میں خسارہ مدعی علیہ کا ہو گا مدعیان سے دلایا جائے گا یا نہیں - کیونکہ تھوڑی سی اراضی نکلنے میں مدعا علیہ کا لاکھوں روپیہ کا مکان منہدم ہو جائیگا امید کہ ہر شقوق کا جواب مع تفصیل عنایت فرمایا جائے فقط بینوا توجروا +

الجواب - صورت مسئولہ میں دعویٰ رحیمن و شوہر نصیبن کا مردود و غیر مقبول ہے موافق قول فقہائے کرام کے جو سوال میں مذکور ہے اور بر تقدیر قبول دعوے مدعیان کے قیمت مکان سابق کی دلائی جاوے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

سید محمد نذیر حسین

ہو الموفق - تحریر قبالہ کے وقت اگر مسماۃ رحیمن و کریمن و نصیبن بالغہ عقین اور وہاں حاضر تھیں اور انکی اجازت سے مکان مذکور کا قبالہ لکھا گیا ہے جیسا کہ سائل نے لکھا ہے تو اس صورت میں رحیمن و شوہر نصیبن کا دعوے مردود و غیر مقبول ہوگا۔ اور اگر مسماۃ ہنیمن نے بدون اطلاع رحیمن و کریمن و بحالت نابالغی نصیبن کے مکان مذکور کو فروخت کیا ہے جیسا کہ مدعیان کا دعوے ہے تو اس صورت میں مدعیان کو مکان سابق کی قیمت دلائی جاوے گی اور مکان حکیمن و شوہر حکیمن کا جو لاکھوں روپیہ کی عمارت ہے منہدم کر کے اراضی نہیں دلائی جاوے گی کیونکہ مکان کے منہدم کرنے میں مدعا علیہ کا لاکھوں روپیہ کا نقصان ہے اور اگر مدعا علیہ اس نقصان کا متحمل ہو تو بھی مکان منہدم کر کے اراضی نہیں دلائی جا سکتی اس واسطے کہ اس میں اضاعت مال ہے اور اضاعت مال ممنوع و ناجائز ہے واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ)

سوال - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید چھتر روپیہ آفس سے فی سیکڑہ دو روپیہ سود کے حساب سے قرض بہ نیت خرید زمین یا تجارت کے لایا۔ ڈیڑھ روپیہ ماہواری سود مثلاً ڈیڑھ برس تک ہر مہینہ آفس میں دیتا رہا۔ آخر میں کل اصل روپیہ مع سود یک مہینہ کے آفس میں پہنچانے کو تیار ہوا عمرو نے اس کو کہا کہ میری شادی میں روپیہ کی ضرورت ہے آپ فقط سود گذشتہ کا دیکر اصل روپیہ مجکو دیجئے آفس میں اپنے نام پر بدستور سابق رہنے دیجئے میں آپ کے نام سے ہر مہینہ سود داخل کرونگا زید نے جواب دیا کہ ڈیڑھ روپیہ سود ماہ گذشتہ کا جو میرے ذمہ باقی ہے اس کو بھی اگر آپ اپنے ذمہ رکھ کر اپنے پاس سے میرے نام سے داخل کروگے تب آپ کو روپیہ دونگا و الا نہیں دونگا۔ عمرو نے قبول کر کے ڈیڑھ روپیہ داخل کر کے زید سے روپیہ لیکر اس تاریخ سے ہر مہینہ کا سود زید کے نام سے اپنے پاس سے آفس میں داخل کرتا رہا۔ جب زید کے آفس سے روپیہ لینے کا زمانہ قریب تین سال کے ہوا تب آفس سے پروانہ زید کے مکان پر پہنچا کہ مبلغ مذکور میعاد کے اندر آفس میں داخل کردو۔ والا جو آئین مقرر ہے عمل میں لایا جاویگا زید اس وقت سفر میں تھا۔ عمرو نے آفس میں ضامن دیکر روپیہ اپنے نام لکھوا کر بعدہ ہر مہینہ زید کے نام آفس میں دیتا رہا تا وقتیکہ اپنے نام نہ لکھوایا تھا ان دونوں معاملہ میں زید اخذ الربا

بھی معطی الربا دونوں ہوگا یا فقط ایک۔ اور یہ معاملہ گناہ کبیرہ ہے یا صغیرہ بینوا توجروا +

الجواب - یہ معاملہ گناہ کبیرہ ہے کیونکہ سود کا معاملہ ہے اور سود کا معاملہ بلاشبہ گناہ کبیرہ ہے عن جابر قال لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکل الربا وموکلہ وکاتبہ وشاہدیہ وقال ہم سواء رواہ مسلم۔ وعن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الذہب بالذہب الحدیث وفیہ فمن زاد و استزاد فقد اربی الآخذ والمعطی فیہ سواء رواہ مسلم کذا فی المشکوٰۃ صہ ۲۴۶ بلوغ المرام صہ ۱۰ میں ہے عن علی رض قال قال رسول صلی اللہ علیہ وسلم کل قرض جر منفعۃ فہو ربا رواہ الحارث بن ابی اسامۃ و اسنادہ ساقط ولہ شاہد ضعیف عن فضالۃ بن عبید عند البیہقی واخر موقوف عن عبد اللہ بن سلام عند البخاری۔ معاملہ مذکورہ میں زید کا معطی الربا ہونا تو صاف ظاہر ہے رہی یہ بات کہ وہ آخذ الربا ہے یا نہیں سو واضح ہو کہ وہ آخذ الربا بھی ہے۔ اولاً اس وجہ سے کہ زید نے جو اصل روپیہ عمرو کو دیا ہے سو یہ دینا بطور قرض کے ہے اور قرض کے ذریعہ سے نفع اٹھانا اخذ ربا ہے پس جبکہ عمرو نے موافق کہنے زید کے ڈیڑھ روپیہ سود ماہ گذشتہ کا جو زید کے ذمہ آفس کا باقی تھا اپنے پاس سے داخل کرکے زید سے روپیہ لیا تو بلاشبہ زید آخذ ربا ہوا۔ ثانیاً اس وجہ سے کہ جبتک آفس کا روپیہ زید کے نام تھا اور عمرو ہر مہینہ کا سود زید کے نام اپنے پاس سے داخل کرتا رہا تب تک اس معاملہ کی حقیقت یہ ہے کہ زید اصل روپیہ عمرو کو دیکر ہر مہینہ کا سود عمرو سے خود لیتا ہے اور پھر اس کو اپنے ہر مہینہ کے سود میں جو اس کے ذمہ آفس کا ہوتا جاتا ہے عمرو کی معرفت آفس میں داخل کرتا ہے بنا ءً علیہ زید اس معاملہ میں آخذ الربا بھی ہے اور معطی الربا بھی ہے۔ واللہ تعالے اعلم بالصواب۔

سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے بکر سے چار سو روپیہ لیکر اپنی دختر کا نکاح اس سے کردیا یہ روپے لینے جائز ہیں یا نہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کا نکاح حضرت علی رض سے کیا تھا اور حضرت علی رض سے زرہ لیکر فروخت کرکے کچھ کپڑے اور خوشبو خریدا اور حضرت فاطمہ کے جہیز میں دیا یہ بعوض مہر تھا یا مہر حضرت علی رض نے علیحدہ دیا تھا۔ مہر دختر کا لیکر اس کا کپڑا وغیرہ بنوا دینا درست ہے یا نہیں بینوا توجروا +

الجواب - روپیہ لیکر نکاح کرنا حرام ہے اس لئے کہ یہ رشوت ہے اور رشوت لینا اور دینا شرعاً حرام ہے عن عبد اللہ بن عمرو قال لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الراشی والمرتشی رواہ ابو داؤد وابن ماجہ ورواہ الترمذی عنہ وعن ابی ہریرۃ ورواہ احمد والبیہقی فی شعب الایمان عن ثوبان وزاد والرائش یعنی

الذی شی یہما۔ مشکوۃ شریف باب رزق الولاۃ وہدایاہم) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت دینے والے اور لینے والے پر لعنت کی۔ زرہ مذکورہ بعوض مہر تھا جیسا کہ حدیث ابن عباس سے ظاہر ہے لما تزوج علی فاطمۃ قال لہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اعطہا شیئا قال ماعندی شئے قال فاین درعک الحطمیۃ فاعطاہا ایاہ رواہ ابو داؤد والنسائی۔ یعنی جب نکاح کیا حضرت علی نے فاطمہ سے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت علی سے کہ فاطمہ رضہ کو کچھ دو حضرت علی نے کہا میرے پاس کچھ نہیں ہے آپ نے فرمایا تمہاری زرہ حطمیہ کہاں ہے پس حضرت علی نے زرہ حطمیہ فاطمہ رضہ کو دیدی اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت علی نے زرہ کو مہر میں دیا تھا ومن ادعی خلافہ فعلیہ الدلیل۔ دختر کا مہر لیکر اس کے لئے کپڑا وغیرہ بنوا دینا درست ہے واللہ تعالے اعلم۔ حررہ عبدالرحمن گورکھپوری عفا اللہ عنہ ۲۲۔ صفر ۱۳۱۸ھ۔

ہوالموفق۔ زید نے جو چار سو روپیہ لیکر بکر سے اپنی دختر کا نکاح کیا ہے سو اگر بکر نے اپنی خوشی سے بلا طلب زید کے روپے دیئے ہیں تو زید کو یہ روپیہ لینا جائز ہے اس میں کوئی قباحت شرعی نہیں ہے اور اگر زید نے بکر سے یہ کہکر روپے لئے ہیں کہ اگر مجھے چار سو روپیہ دوگے تو اپنی دختر کا نکاح تمہارے ساتھ کردونگا تو اس صورت میں زید کو یہ روپے لینے جائز نہیں ہیں علامہ شوکانی نیل الاوطار صفحہ ۱۹۰ جلد ۶ میں لکھتے ہیں قولہ واحق ما یکرم علیہ الرجل ابنتہ واختہ فیہ دلیل علی مشروعیۃ صلۃ اقارب الزوجۃ واکرامہم والاحسان الیہم وان ذلک حلال لہم ولیس من قبیل الرسوم المحرمۃ الا ان یمتنعوا من التزویج الا بہ انتہی۔ اور حضرت علی نے جو اپنی زرہ حضرت فاطمہ کو دی تھی سو بلاشبہ ظاہر یہی ہے کہ مہر میں دی تھی اور محققین نے بھی یہی سمجھا ہے اور ہاں یہ بھی واضح رہے کہ حضرت نے جو علی رضہ سے کہا کہ فاطمہ کو کچھ دو سو یہ قبل نکاح کے نہیں کہا تھا اور نہ عقد کے وقت کہا تھا بلکہ نکاح کے بعد اس وقت کہا تھا جبکہ حضرت علی رضہ نے فاطمہ رضہ کے پاس جانیکا ارادہ کیا تھا۔ ان باتوں کا ثبوت یہ ہے منتقی الاخبار میں ہے باب تقدمۃ شیئ من المہر قبل الدخول والرخصۃ فی ترکہ۔ اس باب میں ابن عباس رضہ کی حدیث مذکور کو نقل کیا ہے پھر لکھتے ہیں وفی روایۃ ان علیا لما تزوج فاطمۃ اراد ان یدخل بہا فمنعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی یعطیہا شیئا فقال یا رسول اللہ لیس لی شئے فقال لہ اعطہا درعک الحطمیۃ فاعطاہا درعہ ثم دخل بہا۔ رواہ ابو داؤد۔ پھر لکھتے ہیں وہو دلیل علی جواز الامتناع من تسلیم المرأۃ مالم تقبض مہرہا انتہی علامہ شوکانی لکھتے ہیں۔ وقد استدل بحدیث ابن عباس من قال انہ یجوز الامتناع من تسلیم المرأۃ حتی یسلم الزوج مہرہا الخ۔ اور ہاں یہ بھی واضح ہو کہ حدیث ابن عباس سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی نے زرہ فاطمہ رضہ کو دیدی رہی یہ بات کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے زرہ کو بیچ کر کچھ کپڑے اور خوشبو خریدی اور حضرت فاطمہ کے جہیز میں دی جیسا کہ سائل نے لکھا ہے

(اور وہ ودو لے لوٹیں لو۔۔۔)

سو یہ بات کسی حدیث صحیح میں دیکھنے میں نہیں آئی واللہ اعلم کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ۔

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ اجارہ دینا تاڑ و کھجور کے درخت کو درست ہے شرعاً یا نا درست ہے بینوا توجروا +

الجواب۔ درصورت مرقومہ اولاً تعریف اجارہ کی معلوم کرنا چاہیئے ثانیاً اس کے منافع شرعی سے مطلع ہونا چاہیئے پس تعریف اجارہ کی شرعاً یہ ہے کہ تملیک نفع مقصود من العین بعوض کذا فی کتب الفقہ۔ وما جاز ان یکون ثمنا فی البیع جاز ان یکون اجرۃ فی الاجارۃ لان الاجرۃ ثمن المنفعۃ فیعتبر بثمن المبیع کذا فی الھدایہ۔ پس اجارہ تاڑ میں درخت تاڑ عین مقصود علیہ ہے اور منافع مقصود اس کا عرق جو نکلتا ہے اس سے اور تقاطر ہوتا ہے اور عرق اس کا بمجرد نکلنے و ٹپکنے کے مشروب مباح ہے شرعاً کیونکہ اس میں سکر اور نشہ فی الفور نہیں پایا جاتا ہے اور وہ اس وقت مثل شیرہ انگور کے ہے اور بیع شیرہ انگور کی بہرحال درست ہے۔ کیونکہ وہ مال متقوم ہے شرعاً اور بعد تغیر حال کے سکر اس میں عارض ہوتا ہے تو یہ تغیر حال سکر منافع تاڑ کا فی نفسہ نہیں ہوا کہ اجارہ اس سے فاسد ہو جائے بلکہ بعد مرور چند ساعات کے سکر اس میں آجاتا ہے تو یہ منافی اور مانع اجارہ تاڑ کا نہیں ہو سکتا جیسے شیرہ انگور خمار کے ہاتھ فروخت کرنا کتب حنفیہ مانند ہدایہ وغیرہا سے جواز مستفاد ہوتا ہے ویسا ہی تاڑ کے عرق کا ہے کہ جو پاسی کے ہاتھ فروخت ہوتا ہے۔ ولا باس ببیع العصیر ممن یعلم انہ یتخذہ خمرا لان المعصیۃ لا تقام بعینہ بل بعد تغیرہ بخلاف بیع السلاح فی ایام الفتنۃ لان المعصیۃ تقوم بعینہ انتہے ما فی الھدایہ +

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ (۱) خدمت میں علمائے دین و مفتیان شرع متین کے عرض یہ ہے کہ ایک مکان واسطے شراب بیچنے کے کسی کافر کو کرایہ کو دیکے کوئی ایک مسلمان اس کرایہ کو اپنے خرچ میں لایا تو درست ہوگا یا نہیں۔ (۲) ایک مسلمان نے کسی ہنود کو گھر کرایہ کو دیا ہنود مذکور اس مکان مذکور میں پوجا و پرستش اپنے دین و آئین کے موافق کرتا ہے۔ پس اس صورت میں اس مسلمان موصوف کو اس مکان مسطور کا کرایہ لیکے کھانا درست ہوگا یا نہیں۔ بینوا توجروا +

الجواب۔ دونوں سوالوں کا جواب یہ ہے کہ روا نہیں کیونکہ اعانت اوپر معصیت کے ہے۔ قال اللہ تعالے تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان الایۃ والبہ ذہب

صاحباہ والائمۃ الثلثۃ واللہ اعلم بالصواب +

سید محمد نذیر حسین ۱۲۸۱	ز شرف سید کونین شد شریف حسین
خادم شریعت رسول الثقلین محمد تلطف حسین	محمد غلام اکبر خان قمری السنی

یہ جواب صحیح وصواب ہے۔ عبد الکریم عفی عنہ۔

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کے پاس زمین زراعت قسم حرام بسبب فعل حرام سرکار سے بخشش ہوئی تھی اب وہ فعل حرام نہ رہا نہ سرکار رہی اب دوسری سرکار کی حکومت ہے اور زید کی تیسری پشت ہے۔ اس پشت مذکور پر محصول مقرر ہو گیا اس صورت میں وہ حلال ہوئی یا حرام رہی اگر کچھ زمین وقف کر دے تو جائز ہے یا ناجائز بینوا توجروا +

الجواب۔ صورت مسئولہ میں زمین جو فعل حرام سے حاصل ہوئی ہے وہ حرام ہے اس کی حرمت کا ازالہ کسی طرح نہیں ہو سکتا کیونکہ مال حرام کا رد کرنا طرف اصل مالک کے (اگر معلوم ہو) واجب ہے یا اس کو تصدق کر دینا لازم مگر نہ بنیت طلب ثواب کے بلکہ بری ہونے کی نیت سے در مختار میں ہے۔ یرد علی اربابہ ان علموا والا یتصدق بہ ویکفر اذا التصدق بالحرام القطعی۔ رد المحتار میں ہے۔ ای مع رجاء الثواب الناشی عن استحلالہ اھ۔ تو معلوم ہوا کہ گو اب نہ وہ فعل حرام رہا اور نہ وہ سرکار رہی اور کئی نسل اس پر گذرتی چلی آئی مگر پھر بھی وہ حلال نہ ہوگی اور جب وہ حلال نہ ہوئی تو اس کا وقف کرنا کیونکر جائز ہوگا اور اس زمین کے وارثوں کی طرف منتقل ہونے سے وہ حلال نہیں ہو سکتی در المختار میں ہے ہو حرام مطلقا علی الورثۃ آہ۔ اور وقف مال حرام سے جائز نہیں چنانچہ مسلم کی حدیث میں ہے۔ ان اللہ طیب لا یقبل الا الطیب۔ شیخ عبد الحق دہلوی مشکوۃ میں فرماتے ہیں تصدق از مال حرام چیزے نیست انتہے واللہ تعالی اعلم بالصواب

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں معنی کہ بمقابر اولیاء اللہ کہ در دیار ہندوستان است دیہات واراضی کہ برائے مصارف خانقاہ وخرچ وارد وصادر مقرر باشد فرزندان آں ولی اگر خواہند تقسیم کردہ بطور فرائض گرفتن میتوانند یا نہ واگر تقسیم نمودن نتوانند کدام کس مستحق وستولی آں شود وہر چہ جنس ونقد ہر روزہ آمدنی خانقاہ شود دراں فرائض جاری میتوانند شد یا نہ اگر فرزندان دختری دپسرے دبرادر علینی برائے سجادہ نشینی کہ آنرا

خلافت می گویند باہم نزاع کنند کدام از ینہا استحقاق دارد و دعوی سجادہ نشینی و خلافت قاضی سماعت می تواند کرد یا نہ و اگر قاضی این دعوی را سماعت نہ کند چگونہ رفع نزاع آنہا کردہ شود و سجادہ نشینی کدام کس را مقرر نمودہ آید فقط۔

الجواب۔ دیہات و اراضی کہ برائے مصارف خانقاہ و خرچ وارد و صادر مقرر است فرزندان را بطور فرائض تقسیم کردن و حصہ ہائے گرفتن نمی رسد بلکہ یک کس را از خود متولی قرار دہند تا موافق حاجت تقسیم نماید آرے اگر اولاد محتاج اند و در جملہ متعلقان و خدام خانقاہ داخل اند پس آنہا را نیز نصیبے است بقدر حاجت و اگر بسبب تنازع فیما بین یک کس را یعنی شخصے را قرار ندہند حاکم عادل را باید کہ متولی این وقف یک کس را از آنہا کہ موصوف بعدالت و امانت باشد از طرف خود مقرر سازد و در نیاز ہر روزہ کہ بخانقاہ می آید بقدر حاجت در اولاد و خدام صرف باید نمود متولی جمع و تقسیم یک کس را امین باید ساخت و تقسیم بر روش احیا از اولاد و خدام باید نمود مانند تقسیم خمس بذوی القربےٰ آرے کسانیکہ حاجت زائد دارند یا خدمت زائد در خانقاہ می نمایند یا باعث مرجع خلق می شوند ترجیح نمودن آنہا باکے ندارد قیاسا علی التفصیل من الخمس و سجادہ نشینی و خلافت دو معنی دارد اول ریاست جمع و تقسیم و عزل و نصب خدام و تقدیم و تاخیر مصالح و این معنی موروث نیست بلکہ مفوض بر اتفاق و اجماع است و اگر اتفاق نہ کنند مفوض برائے حاکم عادل است۔ دوم اخذ بیعت و تلقین اذکار و اقامت جماعت و جمعہ و ترتیب حلقہ ذکر و اشغال و این معنی ہم البتہ موروث نیست بلکہ موقوف بر لیاقت این کار است و در معرفت لیاقت این کار سہ طریق است قیاسا علی الخلافۃ الکبری اول آنکہ سجادہ نشین سابق او را خلیفہ ساختہ باشد و باخذ بیعت و تلقین اذکار او را بحضور خود مجاز و ماذون ساختہ باشد۔ دوم اتفاق و اجماع خلفا و مریدان بزرگ و ہم برادران او بر خلافت و سجادہ نشینی این کس سوم شوری یعنی چند کس از یاران کارکردہ و اصحاب آن طریق باہم مشورت نمودہ یک کس را از اولاد یا از خلفاء آن بزرگ بخلافت او منسوب سازند و دعوے آن سجادہ نشینی و خلافت ابتدائے قاضی استماع نماید بلکہ اہل حل و عقد آن جماعت را تقید کند کہ از میان خود ہا یکے را کہ الیق باین کار باشد خلیفہ سازند یا چند کس را از ان انتخاب نمودہ ایں امر را در آنہا مشورہ سازند اما بعد آنکہ یکے از طرق ثلاثہ شخصے برائے سجادہ نشینی و خلافت متعین شدہ باشد و شخصے دیگر از و درین امر منازعت نماید البتہ دعوے شخص اول را بشنود و رفع نزاع باقامت شہود معتبر بر ثبوت سجادہ نشینی و خلافت بیکے از طرق ثلثہ می تواند کرد و اگر شخص دوم دعوے نا اہلیت شخص اول و تغیر و تبدیل سیرت محمودہ می کند پس تفتیش نمودہ صدق دعوی آن را دریافتہ اگر خواہد اول را عزل نماید و در نصب خلیفہ دیگر بیکے از طرق ثلثہ متمسک شود و اگر

ہر دو دعوی بتعیین خلیفہ سابق می کنند یا ہر دو کس دعوی اتفاق اہل حل وعقد یا اہل شورہ نمایند قاضی بطلب شہود و تزکیہ آن دفع نزاع نماید بالجملہ درین امور وراثت جاری نیست وراثت محض در اعیان مملوکہ آن میت است کہ در آخر حین حیات مالک آن بود۔ نقل از فتوے شاہ عبد العزیز قدس سرہ

حفیظ اللہ	محمد عبد الرب	محمد صدر الدین	فقیر احمد سعید احمدی
سید محمد نذیر حسین	محمد کریم اللہ	سید رحمت علی معروف اکرام الدین مفتی	
مستجاب ولد محمد سرفراز	عبد اللہ	ہو القادر الخالق الخبیر	

سوال۔ ہرگاہ تقسیم بطور فرائض اللہ جائز نہ شد پس اگر یکے از فرزندان یا دو قطعہ اراضی ازان کسے ہبہ کند یا بیع کند جائز خواہد بود یا نے بینوا توجروا +

الجواب۔ جائز نیست زیراکہ مملوکہ ایشان نیست کہ جائز باشد چنانکہ جناب شاہ صاحب درعدم جواز تقسیم اشارہ فرمودہ اند و در بیع وہبہ ملک بائع وواہب شرط است درصحت عقد وہبہ کذا فی کتب الفقہ واللہ اعلم بالصواب +

سید محمد نذیر حسین	محمد عبد الرب	ہو القادر الخالق الخبیر	
فقیر خواجہ ضیاء الدین احمد	حفیظ اللہ خان	مستجاب ولد محمد سرفراز	
رحمت اللہ	محمد نظام الدین	محمد کریم اللہ	محمد قطب الدین
خادم شرع متین قاضی بدر الدین	سید محمد عماد الدین قادری الحسنی الحسینی		
محمد نجف علی خان	سراج العلما ضیاء الفقہا مفتی عدالت العالیہ سلطانی سید رحمت علی خان		

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شریعت محمدیہ میں جو گواہ مقدمہ بابت ہبہ نکاح وغیرہ میں ہونا چاہیئے ان کو کس اوصاف کے ساتھ موصوف ہونا چاہیئے

الجواب گواہ کو دیندار ہونا چاہئے کبیرہ گناہ اس سے نہ ہوتا ہو اور اگر صغیرہ ہو جاتا ہو تو اسپر ہمیشگی نہ کرے اور اس کی نیکیاں اس کی برائیوں سے زیادہ ہوں اور کمینے کاموں سے بھی پرہیز کرتا ہو جیساکہ راستہ میں پیشاب کر دینا اور راستہ میں کھانا وغیرہ۔ اور گانا بجانا نہ کرتا ہو نہ سنتا ہو اور نہ شراب پیتا ہو اور مرغ بازی اور بٹیر بازی نہ کرتا ہو اور ایسا گناہ نہ کرے جس کی وجہ سے حد شرعی اس پر آوے اور حمام میں بلا تہبند نہ داخل ہوتا ہو اور جوے باز و شطرنج باز نہ ہو۔ جس میں ان باتوں میں سے کوئی بھی پائی جاوے اس کی گواہی شریعت محمدیہ میں کسی مقدمہ میں مقبول نہیں ہوتی جیساکہ ہدایہ و شرح الوقایہ وغیرہ کتب فقہ میں موجود ہے۔ اور حدیثوں میں آچکا ہے کہ ڈاڑھی منڈوانا کام بدکاروں کا ہے اور پائجامہ ٹخنوں کے نیچے رکھنا کام ملعونوں کا۔ غرضکہ ظاہر لباس گواہ کا مثل لباس اسلام کے ہو اور کبیرہ گناہوں سے بچتا ہو تو اس کی گواہی مقبول ہے ورنہ مردود ہے۔ حررہ عبدالحکیم مدرس مدرسہ حقانی چھاونی نصیر آباد ضلع اجمیر ۱۳۲۶ھ۔ الجواب صحیح سراج الدین دکانت ضلع حصار

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ سوتیلی خالہ سے نکاح کرنا جائز ہے یا ناجائز۔

الجواب۔ سوتیلی خالہ سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے لقولہ تعالیٰ وخالاتکم۔ اللہ تعالیٰ نے مطلق خالہ سے نکاح کرنیکو حرام فرمایا ہے جو خالہ عینیہ اور خالہ علاتیہ اور خالہ اخیافیہ سب کو شامل ہے۔ پس ہر قسم کی خالہ سے نکاح کرنا حرام ہے عینیہ ہو یا علاتیہ یا اخیافیہ۔ حافظ جلال الدین سیوطی اکلیل میں لکھتے ہیں و دخل فی الاخوات الشقائق وغیرہن وفی العمات والخالات کل من ولد جدک او جدتک وان علوا من قبل الاب او الام انتہی۔ اور ہدایہ میں ہے ولا بعمتہ ولا بخالتہ لان حرمتہن منصوص علیہا فی ہذہ الآیۃ وتدخل فیہا العمات المتفرقات والخالات المتفرقات انتہی +

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عمرو کی ایک دختر ہے زید نے اپنی شادی کی درخواست عمرو سے کی۔ عمرو نے بعد بہت رد و قدح کے اور آپس میں بعد طویل گفتگو و بحث کے قبول کیا اور منظور فرمایا اور ان الفاظ میں اقرار کیا کہ میری لڑکی یعنی زوجہ تمہاری حسب الحکم احکام شرعی کی پابند اور فرمانبردار تمہاری رہے گی۔ اور زید نے بہ سبب کہنے عمرو کے حلف شرعی کی کہ عمرو کی دختر یعنی اپنی زوجہ سے کبھی بے ایمانی نہ کروں گا اور پھر یہ حلف عمرو نے لیا کہ

یوں کہو اور یہ صاف کہو کہ عمرو کی لڑکی یعنی اپنی زوجہ سے بے ایمانی نہ کرونگا اور نہ تکلیف دونگا۔ اور اپنی حیثیت کے موافق اس کا نان ونفقہ و پارچہ بھی دیتا رہوں گا۔ بعد اس حلف کے عمرو نے مزید اطمینان کے واسطے ایک دستاویز یعنی دستاویز بکاغذ اسٹامپ لکھوایا اور کہا کہ ان الفاظ میں حلفیہ اقرار کرکے حسب ذیل لکھو کہ جو میں نے درخواست شادی خود پاس عمرو کے اس کی دختر سے کرنے کے لئے کی تھی وہ عمرو نے قبول و منظور فرمائی اور ہم کو ممنون ومشکور فرمایا اور عمرو نے اقرار بھی کیا کہ میری دختر یعنی زوجہ تمہاری حسب احکام شرعی تمہاری پابند و فرمانبردار رہے گی۔ پس میں اپنی زوجہ یعنی عمرو کی دختر کا نان ونفقہ و پارچہ اپنی حیثیت کے موافق ادا کرتا رہونگا۔ اور بعد شادی نکاح اس شہر سے اپنی زوجہ یعنی عمرو کی دختر کو نہ لیجاؤں گا۔ اور کبھی تکلیف نہ دونگا وغیرہ لہذا یہ چند کلمات بطور اقرارنامہ بسند اً اور حلفاً بکاغذ اسٹامپ آٹھ آنہ درمیان خدائے ذوالجلال والاکرام دیکر نسبت پابند رہنے شرائط مذکورہ بالا کے لکھدیئے کہ سند ہو۔ اور مہر موافق سورو پئے کی نسبت بھی پوری گفتگو ہو چکی مگر نہ سہرا بندھا نہ بھانڈ آئے نہ رنڈیاں ناچیں نہ عقد بن قاضی جی نے فلانے کی بیٹی فلانی قبول کری لکھوایا اور نہ ڈھول بجا ہاں اس تمسک وحلفنامہ وغیرہ کا سب میں ڈھول بج گیا یعنی تشہیر ہوگئی۔ طرفین کو مبارکباد یاں آئیں تو کیا زید کا نکاح شرعی عمرو کی دختر سے ہوگیا بینوا توجروا ؟

الجواب۔ صورت مسئولہ میں زید کا نکاح شرعی عمرو کی دختر سے ہرگز نہیں ہوا کیونکہ نکاح شرعی ہونیکے لئے دو گواہ کے روبرو طرفین کے ایجاب وقبول کا ہونا ضروری ہے اور صورت مسئولہ میں ایجاب وقبول نہیں ہوا ہے اور زید نے شرائط مذکورہ کی پابندی کی نسبت اقرارنامہ لکھا ہے مجرد اس اقرارنامہ کے لکھدینے سے نکاح نہیں ہوسکتا جبتک کہ دو گواہوں کے روبرو ایجاب وقبول نہ ہو بلکہ اس اقرارنامہ کے اس جملہ سے کہ " بعد شادی نکاح اس شہر سے اپنی زوجہ یعنی عمرو کی لڑکی نہ لے جاؤں گا الخ" صاف معلوم ہوتا ہے کہ صورت مسئولہ میں نکاح نہیں ہوا ہے واللہ تعالے اعلم۔

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ ماقولکم رحمکم اللہ تعالے وجزاکم اللہ تعالے خیر الجزا کہ نکاح ہندہ زید سے بحالت صغر سنی ہوا۔ ہندہ کے دادا نے بموجودگی والد ہندہ کے کیا باوجود اس امر کے کہ والد ہندہ مذکورہ کا ناراض وناخوش تھا۔ اب بعد بلوغ زید کے افعال فاسقانہ

فاجرانہ علانیہ ثابت ہیں جس سے عند الشرع وہ فاسق معلن ہے بباعث اس کے ان افعال سے ہندہ متنفر ہے اور بعد بلوغ وہ اس سے بالکل انکار کرتی ہے اور ہرگز زید کو بباعث فاسق ہونیکے اپنا کفو اور زوج ہونا قبول نہیں کرتی۔ درصورت مرقومہ بالا آیا ہندہ اس نکاح کو جو اسکے دادا نے عمر ہفت سالہ کیا تھا فسخ کر سکتی ہے یا نہیں اور شرعا علانیہ زناکار اور فاسق و فاجر اس عفیفہ کا زوج بلا رضا ہندہ رہ سکتا ہے یا نہیں۔

الجواب۔ مخفی نہ رہے کہ باپ ولی اقرب ہے اور دادا ولی ابعد اور ولی اقرب کے ہوتے اگر ولی ابعد نکاح کردے تو وہ نکاح ولی اقرب کی اجازت پر موقوف ہوتا ہے اور یہاں اجازت ولی اقرب کی پائی نہیں گئی اس لئے یہ نکاح جائز نہیں ہوا پس بعد بلوغ کے یہاں فسخ نکاح کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ہندہ کو بغیر فسخ نکاح کے اختیار ہے کہ دوسرے شخص کے ساتھ نکاح کرے۔ درمختار میں ہے۔ فلو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علے اجازتہ انتہی۔ حاشیہ طحطاوی میں ہے۔ قال فی الھندیۃ وان زوج الصغیر او الصغیرۃ ابعد الاولیاء فان کان الاقرب حاضرا وھو من اہل الولایۃ توقف نکاح الابعد علے اجازتہ انتہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔ کتبہ محمد بشیر عفی عنہ۔

سید محمد نذیر حسین

[یہ فتوی گو ناتمام ہے اور سوال ہی مذکور نہیں چونکہ اس کا مضمون نہایت ہی مفید معلوم ہوتا ہے اس لئے بغرض حصول ثواب و افادۂ عام جو کچھ دستیاب ہو سکا ہے ذیل میں ہدیہ ناظرین ہے وہو ہذا :-]

سوال۔ -

الجواب۔ درہدایہ مرقوم است لاتصح الجمعۃ الا فی مصر جامع او فی مصلی المصر ولا تجوز فی القری لقولہ علیہ السلام لاجمعۃ ولا تشریق ولا فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع ٭ والمصر الجامع کل موضع لہ امیر و قاض ینفذ الاحکام ویقیم الحدود وہذا عن ابی یوسف وعنہ انہم اذا اجتمعوا فی اکبر مساجدہم لم یسعہم الاول اختیار الکرخی وہو الظاہر والثانی اختیار الثلجی ولا تجوز اقامتہا الا للسلطان او لمن امرہ السلطان لانہا تقام بجمع عظیم وقد تقع المنازعۃ فی التقدم والتقدیم وقد تقع فی غیرہ فلا بد منہ تتمیما لامرہا انتہے۔ و شیخ عبد الحق محقق محدث دہلوی در فتح المنان فی تائید مذہب النعمان می فرماید ہذا تقریر الہدایۃ وظاہرہ لیفید الاولویۃ والاحتیاط عقلا لا الاشتراط وعدم جواز الصلوۃ بدونہ شرعا وقال الشیخ ابن الہمام حقیقۃ ہذا الوجہ لا اشتراط السلطان لئلا یودی الی عدمہا کما لیفیدہ قولہ تتمیما لامرہا انتہی۔ درینجا تقریر دلپذیر بحر العلوم مولانا عبد العلی مرحوم کہ در ارکان اربعہ می فرماید ملاحظہ باید کرد۔ ومنہا السلطان او امرہ باقامۃ الجمعۃ عند الحنفیۃ خاصۃ

لا عند الشافعیۃ فانہم یقولون اذا اجتمع مسلمو البلدۃ وقدموا اماما وصلوا الجمعۃ خلفہ جازت الجمعۃ والماموں من قبل السلطان افضل ولم اطلع علی دلیل یفید اشتراط امر السلطان وما فی الھدایۃ لانہا تقام بجماعۃ فعسی ان تقع منازعۃ فی التقدم والتقدیم لان کل انسان یطلب لنفسہ رتبۃ فلا بد من امر السلطان لیدفع ہذہ المنازعۃ فہذا رای لا یثبت للاشتراط لا طلاق نصوص وجوب الجمعۃ ثم ہذہ المنازعۃ تندفع باجماع المسلمین علی تقدیم واحد کما ان رتبۃ السلطان یطلبہا کل احد من الناس فعسی ان تقع المنازعۃ فلا یصح نصب السلطان لکن تندفع ہذہ المنازعۃ باجماع المسلمین علی تقدیم واحد فکذا ہذا وکما فی جماعۃ الصلوۃ عسی ان تقع المنازعۃ فی تقدیم رجل لکن تندفع باجماع المصلین فکذا فی الجمعۃ ثم الصحابۃ اقاموا الجمعۃ فی زمان فتنۃ بلوای امیر المومنین عثمان وکان ہو اماما حقا محصورا ولم یعلم انہم طلبوا الاذن فی اقامۃ الجمعۃ بل الظاہر عدم الاذن لان ہؤلاء الاشقیاء من اصحاب الشر لم یرخصوا ذلک فعلم ان اقامۃ الجمعۃ غیر مشروطۃ عندہم بالاذن بل لہذہ الواقعۃ یرجع المشائخ عن ہذا الشرط فیما لتعذر الاستیذان وافتوا بانہ ان تعذر الاستیذان من الامام فاجتمع الناس علی رجل یصلی بہم کذا فی العالمگیریۃ ناقلا عن التہذیب انتہی۔ وآنکہ مخالفین استدلال نمودہ اند بحدیث لا جمعۃ ولا تشریق الحدیث بر شرطیت مصر آن قابل احتجاج واستدلال نمی تواند شد زیراکہ ضعیف است باتفاق قال الامام النووی حدیث لا جمعۃ ولا تشریق الحدیث متفق علی ضعفہ وامام احمد نیز تضعیفش نمودہ وگفتہ رفع او صحیح نیست وابن حزم جزم بوقف او نمودہ واجتہاد را دراں دخل است پس منتہض برای احتجاج نمی شود حالا ذکر می شود ضعف حدیث لا جمعۃ ولا تشریق بتفصیل تام فاستمع والضعف ولا تعصب اذ فک اللہ رحیق التحقیق باب صلوۃ الجمعۃ الحدیث الاول عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا جمعۃ ولا تشریق ولا فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع قلت غریب مرفوعا وانما وجدناہ موقوفا علی علی رواہ عبد الرزاق فی مصنفہ اخبرنا معمر عن ابی اسحاق عن الحارث[1] عن علی قال لا جمعۃ ولا تشریق الا فی مصر جامع انتہی۔ ورواہ ابن ابی شیبہ فی مصنفہ حدثنا عباد بن العوام عن حجاج عن ابی اسحق عن الحارث عن علی قال لا جمعۃ ولا تشریق ولا صلوۃ فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع او فی مدینۃ عظیمۃ انتہی ورواہ عبد الرزاق ایضاً انا الثوری عن زبید الایامی بہ عن سعد بن عبیدۃ عن ابی عبد الرحمن السلمی عن علی قال لا تشریق ولا جمعۃ الا فی مصر جامع واخرجہ البیہقی فی المعرفۃ عن شعبۃ عن زبید الایامی بہ قال ولذلک رواہ الثوری عن زبید بہ وہذا انما یروی عن علی موقوفا فاما النبی صلے اللہ علیہ وسلم فانہ لا یروی عنہ فی ذلک شیئ

[1] قال ابو داؤد فی مقدمۃ واما ابو اسحاق عن الحارث عن علی فلم یسمع ابو اسحق من الحارث الا اربعۃ احادیث لیس فیہا مسند واحد انتہی ۱۲

انتہی کلامہ ۱۲ التخریج ہدایہ للزیلعی - باید دانست کہ در روایت عبد الرزاق و ابن ابی شیبہ حدیث لاجمعۃ ولا تشریق مروی است بروایت حارث از علی رض امام مسلم در مقدمہ جامع صحیح خود صفحہ چہاردہم و پانزدہم نوشتہ حدثنا قتیبہ بن سعید قال حدثنا جریر عن مغیرۃ عن الشعبی قال حدثنی الحارث الاعور وکان کذابا حدثنا ابو عامر عبد اللہ بن براد الاشعری قال حدثنا ابو اسامۃ عن مفضل عن مغیرۃ قال سمعت الشعبی یقول حدثنی الاعور وہو یشہد انہ احد الکاذبین وحدثنا قتیبہ بن سعید قال حدثنا جریر عن مغیرۃ عن ابراہیم قال قال علقمہ قرأت القرآن فی سنتین فقال الحارث القرآن ہین - الوحی اشد وحدثنی حجاج بن الشاعر قال حدثنا احمد یعنی ابن یونس قال حدثنا زائدۃ عن الاعمش عن ابراہیم ان الحارث قال تعلمت القرآن فی ثلث سنین والوحی فی سنتین او قال الوحی فی ثلث سنین والقرآن فی سنتین وحدثنی حجاج بن الشاعر قال حدثنی احمد وہو ابن یونس قال حدثنا زائدۃ عن منصور والمغیرۃ عن ابراہیم ان الحارث اتہم وحدثنا قتیبہ بن سعید قال حدثنا جریر عن حمزۃ الزیات قال سمع مرۃ الہمدانی من الحارث شیئا فقال اقعد بالباب قال فدخل مرۃ واخذ سیفہ و قال واحس الحارث بالشر فذہب انتہی ما فی مقدمہ صحیح مسلم وقال الامام الحافظ الذہبی فی میزان الاعتدال روی مغیرۃ عن الشعبی حدثنی الحارث الاعور وکان کذابا وقال منصور عن ابراہیم ان الحارث اتہم وروی ابو بکر بن عیاش عن مغیرۃ قال لم یکن الحارث یصدق عن علی فی الحدیث وقال ابن المدینی کذاب وقال ابن معین ضعیف وقال الدار قطنی ضعیف وقال ابن عدی عامۃ ما یرویہ غیر محفوظ وعن الشعبی ما کذب علی احد من ہذہ الامۃ ما کذب علی علی رض قال ایوب کان ابن سیرین یری ان عامۃ ما یروی عن علی باطل وقال الاعمش عن ابراہیم عن الحارث قال تعلمت القرآن فی ثلث سنین والوحی فی سنتین وقال مفضل بن مہلہل عن مغیرۃ سمع الشعبی یقول حدثنی الحارث واشہد انہ احد الکذابین وروی محمد بن شیبۃ الضبی عن ابی اسحق قال زعم الحارث الاعور وکان کذوبا ۱۲ میزان قال ابن حبان وکان الحارث غالیا فی التشیع واہیا فی الحدیث وہو الذی روی عن علی قال لی النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تفتحن علی الامام فی الصلوٰۃ رواہ الفریابی ۱۲ میزان ایضا باقی حدیث ثوری وبیہقی آن مضطرب است از انکہ بعضے جائے یعنی در روایت ثوری شعبہ مروی عنہ است وبعضے جائے یعنی در روایت بیہقی شعبا است راوی این ہست حال موقوف کہ دانستے و مسند شدن این حدیث را بسیاری از علما انکار نمودہ اند

لہ حدیث ام عبد اللہ الدوسیۃ المتقدم این است وعن ام عبد اللہ الدوسیۃ رضی اللہ عنہا سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول الجمعۃ واجبۃ علی اہل کل قریۃ وان لم یکونوا الا ثلثۃ رابعہم امامہم اخرجہ الدار قطنی ۱۲ کذا فی تخریج الزیلعی انتہی +

چنانچہ عبارت زیلعی متقدم بر وشرت وعن ابن عباس رضه اول جمعة جمعت فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مسجد عبد القیس بجواثا من البحرین رواہ البخاری وابوداود وقال جواثا قریة من قری البحرین ۱۲ منتقی الاخبار وقال الامام الشوکانی فی نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار واحتجوا بما روی عن علی مرفوعا لا جمعة ولا تشریق الا فی مصر جامع وقد ضعف احمد رفعه وصحح ابن حزم وقفه وللاجتهاد فیه مسرح فلا ینتهض للاحتجاج وقد روی ابن ابی شیبة عن عمر انه کتب الی اہل البحرین ان جمعوا حیث ما کنتم وهذا یشمل المدن والقری وصححه ابن خزیمة وروی البیہقی عن اللیث بن سعد ان اہل مصر وسواحلها کانوا یجمعون علی عهد عمر وعثمان بامرهما وفیها رجال من الصحابة واخرج عبد الرزاق عن ابن عمر باسناد صحیح انه کان یری اہل المیاه بین مکة والمدینة یجمعون فلا یعیب علیهم فلما اختلف الصحابة وجب الرجوع الی المرفوع ویؤید عدم اشتراط المصر حدیث ام عبد اللہ الدوسیة المتقدم ۱۲ انتہی حدیث علی لا جمعة ولا تشریق الا فی مصر جامع ضعفه احمد وآخرون بدر المنیر فی تخریج الاحادیث والآثار الواقعة فی الرافعی الکبیر للشیخ سراج الدین بن الملقن وتحریر شرح احادیث الوجیز للرافعی ۱۲ قال فی البدر لا یصلح الاحتجاج به للانقطاع وضعف اسناده ۱۲ وروی البیہقی فی المعرفة عن معاذ ابن موسی بن عقبة ومحمد بن اسحاق ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین رکب من بنی عمرو بن عوف فی هجرته الی المدینة مر علی بنی سالم وهی قریة بین قبا والمدینة فادرکته الجمعة فصلی فیهم الجمعة وکانت اول جمعة صلاها حین قدم ووصله ابن سعد من طریق الواقدی باسانیده وفیها انهم کانوا حینئذ مائة رجل وذکر عبد الرزاق فی مصنفه عن ابن جریج انه صلی اللہ علیہ وسلم جمع فی سفر وخطب علی قوس وروی عبد الرزاق ایضا ان عمر بن عبد العزیز کان مبتدیا بالسویداء فی امارته علی الحجاز فحضرت الجمعة فهیؤا له مجلسا من البطحاء ثم اذن بالصلوة فخرج وخطب وصلی رکعتین وجهر وقال ان الامام یجمع حیث کان وروی البیہقی فی المعرفة من طریق جعفر بن برقان ان عمر بن عبد العزیز کتب الی عدی بن عدی انظر کل قریة اہل قرار لیسوا ہم باہل عمود ینتقلون فامر علیهم امیرا ثم مره فلیجمع بهم وقال ابن المنذر فی الاوسط روینا عن ابن عمر کانه کان یری اہل المیاه من مکة والمدینة یجمعون فلا یعیب ذلک علیهم ثم ساقه موصولا وروی سعید بن منصور عن ابی ہریرة ان عمر رضه کتب الیهم ان جمعوا حیث ما کنتم وحدیث لا جمعة ولا تشریق الا فی مصر ضعفه احمد کذا فی تلخیص الحبیر فی تخریج احادیث الرافعی الکبیر للحافظ ابن حجر العسقلانی واین سند (حدثنا جریر عن منصور عن طلحة بن سعد عن عبیدة بن عبد الرحمن) کہ صاحب شرح وقایہ آوردہ قابل احتجاج نہ نمودہ شود کہ راوی این عبیدة بن عبد الرحمن ضعیف ست عبیدة بالفتح وقیل بالضم هو عبیدة بن عبد الرحمن ابو عمر البجلی ذکره ابن حبان بالوجهین فقال روی عن یحیی بن سعید الانصاری حدث عن حرمی بن حفص یروی الموضوعات عن الثقات ۱۲ میزان الاعتدال ولما قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

۵ حدیث ام عبد اللہ الدوسیة المتقدم این ست وعن ام عبد اللہ الدوسیة رضی اللہ عنہا سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول الجمعة واجبة علی اہل کل قریة وان لم یکونوا الا اربعة [illegible] امامهم اخرجه الدارقطنی ۱۲ کذا فی تخریج الزیلعی انتہی ۰

المدینۃ اقام یوم الاثنین والثلثاء والاربعاء والخمیس فی بنی عمرو بن عوف واسس مسجدہم ثم خرج من عندہم فادرکتہ
الجمعۃ فی بنی سالم بن عوف فصلاہا فی المسجد الذی فی بطن الوادی فکانت اول جمعۃ صلاہا بالمدینۃ انتہی ما فی البحر
الرائق وقال العینی لما قدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ اقام یوم الاثنین والثلثاء والاربعاء والخمیس فی بنی عمرو
ابن عوف ثم خرج من عندہم فادرکتہ الجمعۃ فی بنی سالم بن عوف فصلاہا فی المسجد الذی فی بطن الوادی وکانت
اول جمعۃ صلاہا النبی صلی اللہ علیہ وسلم انتہی وروی عبد الرزاق باسناد صحیح عن ابن سیرین قال جمع اہل المدینۃ
قبل ان یقدمہا النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقبل ان ینزل سورۃ الجمعۃ فقالت الانصار ان الیہود لہم یوم یجتمعون
فیہ بکل سبعۃ وللنصاری کذلک فلنجعل یوما نذکر اللہ تعالی ونشکر ونصلی فیہ فجعلوہ یوم العروبۃ واجتمعوا
الی اسعد بن زرارۃ فصلی بہم یومئذ رکعتین وذکرہم فسموہ یوم الجمعۃ وانزل اللہ تعالی بعد ذلک واذا نودی
للصلوۃ من یوم الجمعۃ الآیۃ والحدیث وان کان مرسلا فلہ شاہد حسن اخرجہ ابو داؤد عن کعب بن مالک وصححہ
ابن خزیمۃ وہو اول من صلی الجمعۃ بالمدینۃ قبل الہجرۃ اسعد بن زرارۃ قال الحافظ ابن حجر ولا یمنع ذلک انہ صلی اللہ
علیہ وسلم علمہ بالوحی وہو بمکۃ فلم یتمکن من اقامتہا ثمہ ولذلک جمع لہم اول ما قدم المدینۃ ویدل علی ذلک ما اخرجہ
الدارقطنی عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال اذن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قبل ان یہاجر ولم یستطع ان یجمع بمکۃ فکتب
الی مصعب بن عمیر اما بعد فانظر الیوم الذی یجہر فیہ الیہود بالزبور فاجمعوا نساءکم وابناءکم فاذا مال النہار عن شطرہ
عند الزوال فتقربوا الی اللہ برکعتین قال فہو اول من جمع حتی قدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ فجمع عند الزوال
من الظہر انتہی ما فی المحلی شرح الموطا للعلامۃ سلام اللہ من اولاد الشیخ عبد الحق محدث دہلوی وقال فی التفسیر
النیشاپوری روی ان الانصار اجتمعوا الی اسعد بن زرارۃ وکنیتہ ابو امامۃ وقالوا ہلموا نجعل لنا یوما نجتمع فیہ فنذکر اللہ
تعالی ونصلی فان للیہود السبت وللنصاری الاحد فاجعلوہ یوم العروبۃ فصلی بہم یومئذ رکعتین وذکرہم فسموہ
یوم الجمعۃ لاجتماعہم فیہ وانزل اللہ آیۃ الجمعۃ فہی اول جمعۃ کانت فی الاسلام قبل مقدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم
واما اول جمعۃ جمعہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فہی انہ لما قدم المدینۃ مہاجرا نزل قبا فی بنی عمرو
ابن عوف واقام بہا یوم الاثنین والثلثاء والاربعاء والخمیس واسس مسجدہم ثم خرج یوم الجمعۃ عامدا المدینۃ
فادرکتہ صلوۃ الجمعۃ فی بنی سالم بن عوف فی بطن وادیہم فخطب وصلی الجمعۃ انتہی ما فی النیشاپوری واول
جمعۃ جمعہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ لما قدم المدینۃ نزل قباء واقام بہا الجمعۃ ثم دخل المدینۃ وصلی الجمعۃ
فی دار لبنی سالم بن عوف انتہی ما فی البیضاوی وپس ازین قصہ صحیحہ مذکورہ ہویدا شد کہ مدینہ منورہ در ابتداء
نزول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شوکت وغلبہ اہل اسلام وظہور ونفاذ حدود وقصاص نبود باوجود
این جمعہ گذاردہ شد پس حدیث لا جمعۃ ولا تشریق بر تقدیر فرض ثبوت از قبیل احاد است وخبر واحد
معارض دلیل قطعی نمی تواند شد ونہ مخصص عام کما تقرر فی اصول الحنفیۃ من التوضیح والبزدوی ومسلم الثبوت
والحسامی والمنار والشاشی وغیر ذلک پس تخصیص آیۃ مذکورہ بر مذہب مخالفین جائز نیست چہ جائیکہ خبر واحد

بثبوت نرسد اما الحدیث الضعیف فلکذب راویہ وفسقہ لاینجبر بتعدد طرقہ کذا فی خلاصۃ الطیبی والسید وغیرہما من کتب الاصول پس حدیث لاجمعۃ ولاتشریق بسبب کذب وفسق راوی ضعیف شد ومعہذا موقوف ست بر حضرت علی رض والموقوف ہو مطلقا ما روی عن الصحابی من قول او فعل متصلا کان او منقطعا وہو لیس بحجۃ علی الاصح کذا قال السید جمال الدین وہو لیس بحجۃ کذا فی مجمع البحار

سید نذیر حسین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہم صل علی محمد النبی الکریم

چہ می فرمایند علمائے شرع متین و فقہائے مہتدین رحمہم اللہ تعالی

اندرینکہ ہر خواص وعوام بلاد چاٹگام برائے زن خود بکابین نامہ اشتہ بدین نمط یمین بالطلاق نویسانیدہ دادہ واقرار لسانی ساختہ بر خود موکد نمودند کہ بے اذن بی بی موصوفہ ہر زنے را اگر نکاح کنم اگرچہ آن نکاح بطور فضولی باشد بروسہ طلاق واقع خواہد شد۔ بعدہ ہر گرا تزویج زن دیگر ضرورت رو دہد آن کس از زن محلوف علیہا اذن حاصل نمودہ ورا طلاق بائن یا سہ طلاق دادہ اگر زن ثانیہ را بنکاح وے درآرد پس درین صورت بر منکوحہ ثانیہ اد تعلیق بسہ طلاق واقع گردد یا نہ۔ بینوا بیانا شافیا توجروا اجرا کافیا۔

الجواب بالحق والصواب کہ درصورت مسئولہ از تحقیق وتفتیش دو قول دیدہ شود۔ قول اول اینکہ بر عدم حنث ہمیں اسے عدم وقوع تعلیق بالطلاق بر منکوحہ ثانیہ دلالت می کند چنانکہ ازین قول در فتوے سراجیہ مذکور است کہ قال رجل لامراتہ اگر بے دستوری تو زن خواہم باکنیزک خرم فہی طالق اوحرۃ فابانہا ثم تزوج امراۃ او شتری جاریۃ لم یحنث انتہے و بر وفق قول ثانی کہ آن را صاحب قنیہ از برہان صاحب محیط وعلامہ شامی رحمہم اللہ تعالے از فتح القدیر و ذخیرہ نقل کردہ اند بر زن ثانیہ آن کس تعلیق مندرج بسہ طلاق واقع خواہد شد زیراکہ یمین زید ببقاء نکاح مقید نیست وگر زن بر ولایۃ امر ونہی در عقد نکاح مستفاد شدے پس یمین آن کس نیز بابقاء نکاح مقید شدے اما اگر لفظ اذن بسوئے زوج راجع شدے اسے اگر آن کس چنین حلف نمودے کہ امراۃ او بغیر اذن آن کس از خانہ بیرون شود البتہ درین یمنش تا وقت قیام نکاح مقید شدے زیراکہ زوج در عقد ولایت دستورے ومنع خروج از خانہ مے دارد ہم واضح می شود کہ این قول بر قول سراجیہ بدو وجہ استحقاق تقدیم وترجیح می دارد وجہ اول اینکہ قول منقول صاحب قنیہ وعلامہ ابن عابدین رحمہما اللہ تعالے بالتعلیل واضحہ و وجوہ قویہ مرقوم اند وقول سراجیہ از ذکر تعلیل وتصحیح اصلا معرا است وہرگاہ کہ ہمین دو قول در یک حادثہ یافتہ شود پس درین صورت تعلیل برائے معلل ترجیح خواہد یافت و وجہ ثانی اینکہ سراجیہ از کتب فتاوی است وفتح القدیر شرح ہدایہ

است پس اگر در یک حادثہ چنین دو قول متعارض شود یعنی یکے در فتاوی و دیگر برعکس مے در شروح پس درین صورت
قول شروح بر فتاوے مقدم خواہد شد لہذا عمل و افتا بریں قول ثانی شدن قرار یافت کما فی القنیۃ فی باب
الیمین علی فعل یضاف بجہۃ الملک او غیرہ عن برہان صاحب محیط) قال لہا ان تزوجت امراۃ بغیر اذنک فہی
طالق ثم طلق الخاطبۃ و تزوج باخری بغیر اذنہا تطلق بخلاف ما اذا قال ان خرجت من الدار الا باذنی فانہ تقید بحال
قیام النکاح والفرق ان للرجل ولایۃ المنع لامراتہ فیتقید یمینہ بحال قیام ولایۃ ولیس للمراۃ ولایۃ الاذن والمنع
من التزوج فکان الیمین مطلقۃ باطلاق اللفظ انتہی ونقل الشامی رحمۃ اللہ تعالے فی رد المحتار فی آخر
باب الیمین فی الضرب والقتل وغیر ذلک) نقلا عن فتح القدیر وذخیرہ فی تحت قولہ لو حلف لا تخرج امراتہ
الا باذنہ تقید بحال قیام الزوجیۃ بخلاف لا تخرج امراتہ من الدار لعدم دلالۃ التقیید) لانہ لم یذکر الاذن فلا
موجب لتقییدہ بزمان الولایۃ فی الاذن وعلی ہذا لو قال لامراتہ کل امراۃ اتزوجہا بغیر اذنک فطالق فطلق
امراتہ طلاقا بائنا او ثلاثا ثم تزوج بغیر اذنہا طلقت لانہ لم تتقید یمینہ ببقاء النکاح لانہا انما تتقید بہ لو کانت
المراۃ تستفید ولایۃ الاذن والمنع بعقد النکاح اہ فتح ای بخلاف الزوج فانہ یستفید ولایۃ الاذن بالعقد وکذا رب الدین
کما فی الذخیرۃ وما قیل من ان الاضافۃ فی قولہ امراتی تدل علی التقیید لانہا بعد العدۃ لم تبق امراتہ مدفوع بان الاضافۃ
للتعریف لا للتقیید کما قالوا فی قولہ ان قبلت امراتی فلانۃ فعبدی حر فقبلہا بعد البینونۃ یحنث فافہم وانظر
ما قدمناہ فی التعلیق من کتاب الطلاق انتہی وایضا فی رد المحتار فی المطلب رسم المفتی) وکذا لو عللوا احدہما
دون الآخر کان التعلیل ترجیحا للمعلل کما افادہ الرملی فی فتاواہ من کتاب الغصب انتہی۔ و در جلد رابع
رد المحتار مذکور است۔ اذا تعارض ما فی المتون والفتاوے فالمعتمد ما فی المتون کما فی انفع الوسائل وکذا
یقدم ما فی الشروح علی ما فی الفتاوے انتہی۔ و ہم مخفی مباد اینکہ از روایات قنیہ و فتح القدیر و ذخیرہ بحسن
وجہ معلوم می شود کہ این روایات نزد علما ثلاث رحمہم اللہ تعالے متفق علیہ اند و صاحب قنیہ و صاحب فتح القدیر
و صاحب ذخیرہ از محققین علماء متاخرین و فقہاء متبحرین اند ایشان در تحقیق مقام تدقیق جہد بلیغ نمودہ اند اگر
نزد آن صاحبین درین مسئلہ اختلاف علماے متقدمین رح و فقہاے متقدمین رح ثابت شدے البتہ آن را
در ذیل این قول تحریر فرمودے چنانکہ صاحب قنیہ پس و پیش قول برہان صاحب محیط دو مسئلہ دیگر کہ در آن
ہر دو مسئلہ میان امام اول و ثانی و ثالث اختلاف ظاہر است نقل کردہ است ہر گاہ روایتے کہ در ما قبل روایت
برہان ذکر نمودہ است۔ نقلا عن (اسغر) حلف لا یدخل دار فلان ہذہ فباع فلان دارہ ثم دخلہا لم یحنث
عندہما خلافا لمحمد الے قولہ انتہی۔ و مسئلہ کہ در پس روایت برہان صاحب محیط مع اختلاف میان صاحبین
موجود است اینست (از ظہیر عتابی) عن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالے سلطان حلف رجلا ان لا یخرج من
مسجد الا باذنہ ثم عزل السلطان سقط الیمین ولو اعید فی عملہ لا یعود وکذا لو تزوج بعد الابانۃ ولو مات لا یسقط
عن محمد رحمہ اللہ تعالے حلف الوالی رجلا لیخبرنہ بمن یحمل ہذا الطعام فعرف الآخذ فلم یخبرہ حتے عزل حنث الخ انتہی

وہرگاہ کہ روایات برہان صاحب محیط کہ در قنیہ منقول است و فتح القدیر و ذخیرہ از وجود اختلاف میان علمائے متقدمین خیر الزمان وفقہائے متاخرین سلف الدوران رحمہم الرحمان عروہ و سرشتہ بندیدہ شد و نیز آن ہمہ روایات بہ باعث تعلیل و فتح القدیر سبب یکے از کتب شروح است لہذا استحقاق تقدیم بر سراجیہ کہ یکے از کتب فتاوی است بخوبی ثابت شد پس بلا شک شبہ در صورت مسئولہ منکوحہ زید مطلقہ بسہ طلاق کہ تعلیقہم بسہ طلاق است خواہد شد ہذا احکم الکتاب واللہ اعلم بالصواب

الراقم احقر العباد محمد عبد الباری غفرلہ ولوالدیہ یوم التناد

جواب ثانی۔ بر ماہرین شریعت مخفی مباد کہ شرط مذکور فی السوال ہیچکے در وقوع طلاق اثرے نمیدارد زیراکہ این شرط لغو و باطل مخالف کتاب و سنت است۔ قال اللہ تعالے الرجال قوامون علے النساء الخ وقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کل شرط لیس فی کتاب اللہ فہو باطل۔ پس این شرط کہ بدون اذن بی بی موصوفہ ہر زنے راکہ نکاح کنم برو سہ طلاق واقع خواہد شد لغو و باطل است بدلیل مذکور و درینجا حدیث دیگر برعدم وقوع طلاق دلیل اقوی است۔ عن جابر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلعم لا طلاق الا بعد نکاح ولا عتق الا بعد ملک رواہ ابو یعلی وصححہ الحاکم قال صاحب سبل السلام تحت حدیث المذکور۔ والحدیث دلیل علی انہ لا یقع الطلاق علی المراۃ الاجنبیہ فان کان تنجیزاً فاجماع وان کان تعلیقا بالنکاح کان یقول ان نکحت فلانۃ فہی طالق ففیہ ثلاثۃ اقوال الاول لا یقع مطلقا وہو قول الہدویۃ والشافعیہ واحمد وداؤد وآخرین ورواہ البخاری عن اثنین وعشرین صحابیا ودلیل ہذا القول حدیث الباب وان کان فیہ مقال من قبل الاسناد فہو متائد بکثرت الطرق وما احسن ما قال ابن عباس قال اللہ تعالے یا ایہا الذین آمنوا اذا نکحتم المومنات ثم طلقتموہن ولم یقل اذا طلقتموہن ثم نکحتموہن وبانہ اذا قال المعلق ان تزوجت فلانۃ فہی طالق مطلق لاجنبیہ فانہا حین انشاء الطلاق اجنبیۃ والمتجدد ہو نکاحہا فہو کما لو قال لاجنبیہ ان دخلت الدار فانت طالق فدخلت وہی زوجتہ لم تطلق اجماعا انتہے مختصرا ما فی سبل السلام۔ وعن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ قال قال رسول اللہ صلعم لا نذر لابن آدم فیما لا یملک ولا عتق لہ فیما لا یملک ولا طلاق لہ فیما لا یملک اخرجہ ابوداؤد والترمذی وصححہ ونقل عن البخاری انہ اصح ما ورد فیہ انتہے۔ پس این ہر دو حدیث اقوی ترین دلیل است بر عدم وقوع طلاق کما لا یخفی علی الماہر ونزد امام محمد رحمہ اللہ تعالی نیز در تعلیق طلاق بنکاح امراۃ اجنبیۃ طلاق نمی شد و بر قول امام موصوف ائمہ خوارزم نیز فتوی دادہ اند۔ چنانچہ در در المختار مذکور است وقول ائمہ مجتہدین کہ دلیلش معلوم نیست بمقابلہ حدیث کے حجت تواند شد بلکہ ترکش واجب چنانچہ ملا علی قاری در کتاب تزیین العبارۃ خویش قول امام اعظم رح نقل فرمودہ اند۔ والحال ان امامنا الاعظم قال لا یحل لاحد ان یاخذ بقولنا ما لم یعرف ماخذہ من الکتاب والسنۃ او اجماع الامۃ او القیاس الجلی فی المسالۃ انتہے۔ بالجملہ شرط مذکور لغو و باطل است بدین شرط مطلقا طلاق نخواہد افتاد واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

سید محمد نذیر حسین

سوال - کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک میواتی نے کہ نام کا مسلمان ہے، اور سیتلا و بھوانی و لعل داس وغیرہ معبودان ہنود کو پوجتا ہے اور نماز نہیں پڑھتا ہے اپنی لڑکی نابالغہ کا نکاح جس کی عمر چھ برس کی ہوگی ایک شخص میواتی سے کہ وہ بھی نام کا مسلمان ہے و سیتلا و بھوانی و لال داس وغیرہ معبودان ہنود کو پوجتا ہے اور نماز نہیں پڑھتا ہے کر دیا تھا۔ جب وہ لڑکی بالغہ ہوئی اس نے شرک و کفر سے توبہ کی اور نماز روزہ کرنے لگی۔ پھر اس کے بھائی نے کسی مسلمان موحد سے اس کا نکاح کر دیا اب یہ نکاح ثانی اس لڑکی کا شرعاً جائز ہوا یا نہیں بینوا توجروا +

الجواب - صورت مرقومہ میں معلوم ہو کہ نکاح ثانی صحیح اور جائز ہوا اور پہلا نکاح ناجائز و حرام ہوا تھا اس واسطے کہ پہلا نکاح ایسے شخص سے ہوا تھا جو صریح مشرک تھا بسبب پوجنے سیتلا و بھوانی و لال داس وغیرہ معبودان ہنود کے اور مسلمان عورت کا نکاح مشرک مرد سے ناجائز و حرام ہے قال اللہ تعالے ولا تنکحوا المشرکین حتی یومنوا الآیۃ - اور اسی پر اجماع امت محمدیہ ہے اور دوسرے نکاح کا صحیح و جائز ہونا ظاہر ہے کیونکہ یہ نکاح مسلمان موحد سے ہوا ہے رہی یہ بات کہ باپ کی موجودگی میں بھائی کو ولایت نکاح کی نہیں ہوتی کیونکہ باپ ولی اقرب ہے اور بھائی ولی ابعد سو یہ اس صورت میں ہے کہ باپ کا ولی ہونا باقی رہے۔ اور اگر کسی وجہ سے باپ کی ولایت جاتی رہے تو بھائی ہی ولی اقرب ہو جاتا ہے۔ اور صورت مسئولہ میں باپ کے صریح مشرک ہونے کی وجہ سے باپ کی ولایت جاتی رہی لہذا بھائی ہی ولی اقرب ہے واللہ اعلم بالصواب

حررہ السید محمد نذیر حسین عفی عنہ +

سید محمد نذیر حسین

مسئلہ - اولیاء لا یموت قول مہمل ہے کسی جاہل کا قول ہے۔ کیونکہ نہ لفظاً ٹھیک نہ معنیً صحیح اور یہ قول کسی کتاب معتبر حدیث و فقہ بلکہ کتب معتبرہ تصوف میں اس کی کچھ اصل نہیں پائی جاتی۔ ایسے جاہل لاعقل کی شان میں یہ حدیث صحیح متواتر پڑھنی چاہیئے۔ من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار کذا فی الصحاح الستۃ وغیرہا۔ اور جو کوئی ..... ایسا عقیدہ رکھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں اطلاق موت اور وفات کا گناہ اور عصیان ہے تو یہ شخص بھی اجہل الناس میں سے ہے اور منکر شرع مبین سے - قال اللہ تعالی انک میت وانہم میتون الآیۃ وکل نفس ذائقۃ الموت الآیۃ - اور صحیح بخاری وغیرہ میں قصہ خطبہ پڑھنے کا ابوبکر صدیق کے منقول و ماثور ہے - حضرت عائشہ سے ان ابا بکر اقبل علی فرس من مسکنہ[1] بالسنح حتی نزل فدخل المسجد فلم یکلم الناس

[1] قولہ من مسکنہ بالسنح بضم المہملۃ وسکون النون وبضمہا ایضا بعدہا حاء مہملۃ منازل بنی الحرث وکان ابوبکر متزوجا فیہم قولہ فتیمم ای قصد قولہ حبرۃ بکسر المہملۃ وفتح الموحدۃ بوزن عنبۃ نوع من برود الیمن مخططۃ غالیۃ الثمن قولہ فقبلہ ای بین عینیہ وقد ترجم علیہ النسائی وأوردہ صریحا فتح الباری ۱۲ ابو سعید محمد شرف الدین + دہلی مٹیا محل

حتی دخل علی عائشۃ فتیمم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وہو مغشی بثوب حبرۃ فکشف عن وجہہ ثم اکب علیہ فقبلہ وبکی ثم قال بابی انت وامی واللہ لا یجمع اللہ علیک موتتین اما الموتۃ التی کتبت علیک فقد متہا انتہی ما فی صحیح البخاری وایضاً فیہ فقال ابوبکر اما بعد من کان منکم یعبد محمداً فان محمداً قد مات ومن کان منکم یعبد اللہ فان اللہ حی لا یموت الی اخر ما فیہ۔ اور حضرات انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی اپنی قبر میں زندہ ہیں خصوصاً آں حضرت صلعم کہ فرماتے ہیں کہ جو کوئی عند القبر درود بھیجتا ہے میں سنتا ہوں اور دور سے پہنچایا جاتا ہوں۔ چنانچہ مشکوٰۃ وغیرہ کتب حدیث سے واضح ہوتا ہے۔ لیکن کیفیت حیات کی ان کی اللہ تعالےٰ جانتا ہے اوروں کو اس کی کیفیت بخوبی معلوم نہیں +

سید محمد نذیر حسین

ف چنانچہ مشکوٰۃ وغیرہ کتب سے واضح ہوتا ہے الخ اقول اخرج ابوبکر بن ابی شیبۃ والبیہقی فی الشعب عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من صلے علے عند قبری سمعتہ ومن صلی علی نائیا بلغتہ انتہے۔ ومعنی قولہ نائیا ای بعیداً عنی وبلغتہ بصیغۃ المجہول مشدداً ای بلغتہ الملائکۃ سلامہ وصلاتہ علیّ واخرج ابو الشیخ فی کتاب الصلوٰۃ علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم ثنا عبد الرحمن بن احمد الاعرج ثنا الحسین بن الصباح ثنا ابو معاویۃ ثنا الاعمش عن ابی صالح عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من صلّی علیّ عند قبری سمعتہ ومن صلی علی من بعید ابلغتہ قال ابن القیم فی جلاء الافہام وہذا الحدیث غریب جداً انتہے۔ اقول وکذا الحدیث الاول ایضاً غریب جداً وفی الباب عن عمار بن یاسر بسند ضعیف عند البزاز وابی الشیخ بن حبان والطبرانی فی الکبیر کما ثبت فی الباب شتی مشکوٰۃ المصابیح والترغیب والترہیب وعون المعبود شرح سنن ابی داؤد ۱۲ ابو سعید محمد شرف الدین عفی عنہ دہلی مٹیا محل +

تقریظ از رشحات قلم منشی محفوظ علی صاحب مصلح سنگ و منیجر دلی پرنٹنگ ورکس دھلی

الحمد للہ الذی خلق الانسان وعلمہ البیان والصلوۃ والسلام الاتمان الاکملان علی سید الانس والجان محمد ن المبعوث من اکرم نبی عدنان وعلی الہ واصحابہ اولی الھدایۃ والعرفان مادام القمران واختلف الملوان ۞

امابعد۔ ناظرین یہ مجموعہ فتاوے جو آپ کی نظر کے سامنے ہے اس جہت سے کہ واقعات وحوادث یومیہ کے شرعی احکام بتاتا ہے۔ اور سبیل حق اور راہ ھدایت دکھاتا ہے اور امت محمد یعلی صاحبہا الصلوۃ والتحیۃ کو شاہراہ شریعت تک پہونچاتا ہے گویا اسپر عمل کرنے والوں کو خدا تک پہونچاتا ہے حرز جان بنانے بلکہ جان سے بھی زیادہ عزیز رکھنے کے سزاوار ہے۔ کیونکہ احکام شرعیہ کا علم حاصل کرنا اور پھر اوسپر عمل کرنا ہی تمام سعادتوں کا اصل الاصول اور حقیقی زندگی کے لئے حرز مقبول ہے۔ پس اوسکے تمام وسائل اور ذرائع بھی اوسیقدر مقبولیت تامہ کاملہ اپنے اندر رکھتے ہوں گے اسکے علاوہ یہ مجموعہ فتاوے اوس شخص کے قلم کا نتیجہ ہے جو وسعت علم ونظر اور محبت قرآن وحدیث میں اہل زمانہ کا امام تھا۔ یعنی جناب راس المحدثین قدوۃ المحققین عالم باعمل محدث اکمل حضرت سیدنا ومولانا مولوی سید محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی نور اللہ مرقدہ جن کے بحر علم وعمل سے ایک زمانہ سیراب اور جن کی علمی شعاعوں سے تمام اطراف ہندوستان بہرہ یاب ہے۔ جن کے سینکڑوں تلامذہ علم حدیث کے ممتاز خادم اور اسفار سنت کے متبحر مصنف ہیں۔

ظاہر ہے کہ ایسے کامل اکمل علامہ دہر کے قلم سے نکلے ہوئے فتوے کس قدر معتبر ومقبول ہوں گے اور کس درجہ واقعات کا صحیح صحیح حکم بتائیں گے۔

مشتاقان سنت نبویہ جلدی کریں اور اس حرز جان کو اپنے لئے دستور العمل بنائیں۔

اور حضرت میاں صاحب مرحوم نے لائق جانشین [illegible] کی ہمت ومحنت کی داد جو یہ ہی مکمل فتاوی سے [illegible] ضرورت ہے اور ہر مسلمان کو تہذیب نفس کی حاجت [illegible] میاں صاحب مرحوم کی سب بڑھ کر اور مکمل فتاوی کی خرید [illegible] اللہ عنا [illegible] وما علینا الا البلاغ المبین۔ [illegible]

شجرۂ نسب

حضرت میاں صاحب علیہ الرحمتہ دادہال اور ننہیال دونوں ہی جانب سے نقوی حسینی ہیں۔ کیونکہ دونوں نسب نامے سید احمد جاجنیری سے ملتے ہیں۔ آپ چونتیسویں ۳۴ پشت میں جناب امیر علیہ السلام کے ہیں۔ اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پینتیسویں ۳۵۔ حسن اتفاق یہ ہے کہ حضرت امام حسن رض اور امام مہدی آخر الزمان علیہما السلام کے سوا اس سلسلۂ نسب میں دس امام موجود ہیں چنانچہ آپ کا شجرۂ نسب از آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تا نبیرگان حضرت ممدوح درج ذیل ہے۔

محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا — امیر المومنین علی بن ابی طالب رض زوج بتول

۳ امام حسین علیہ السلام
۴ امام زین العابدین۔
۵ امام محمد باقر
۶ امام جعفر صادق
۷ امام موسیٰ کاظم
۸ امام موسیٰ رضا
۹ امام محمد تقی
۱۰ امام محمد نقی
۱۱ امام حسن عسکری
۱۲ سید ابوالفرح
۱۳ سید فضیل
۱۴ سید فضل
۱۵ سید داؤد
۱۶ سید محمود
۱۷ سید محمد
۱۸ **سید احمد جاجنیری**

دادہال	ننہیال
۱۹ سید جمال الدین	سید حیدر باکیہ ۱۹
۲۰ سید رکن الدین	سید حاتم ۲۰

دادہال	ننہیال
۲۱ سید زیرک	سید محمود ۲۱
۲۲ سید بزرگ	سید محمد ۲۲
۲۳ سید یونس الحاج	سید خداوند ۲۳
۲۴ سید بدھن	سید منجھن ۲۴
۲۵ سید معروف	سید اللہ داد ۲۵
۲۶ سید چاند	سید جان ۲۶
۲۷ سید ہاشم	سید شوقی ۲۷
۲۸ سید قطب الدین	سید بایزید ۲۸
۲۹ سید محبوب	سید نصیبو ۲۹
۳۰ سید ماہرو	سید زین الدین ۳۰
۳۱ سید محمد	سید غلام محی الدین ۳۱
۳۲ سید اللہ بخش	سید سیف الدین ۳۲
۳۳ سید عظمت اللہ	سید کلیم اللہ ۳۳
	بی بی شاکرہ ۳۴
۳۴ سید سجاد علی	بی بی نفیسن ۳۵

سید محمد نذیر حسین

سید محمد شریف حسین

شجرۃ طیبۃ اصلها ثابت وفرعها فی السماء

